فتاویٰ شارح بخاری
دائرۃ البرکات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (القرآن الحکیم)
تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم ہو۔ (کنز الایمان)

المواهب الالهيه في الفتاوى الشريفيه

المعروف به

فتاوی شارح بخاری

جلد اول

تصنیف لطیف

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ
سابق صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

ترتیب

مولانا مفتی محمد نسیم مصباحی استاذ و مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

ناشر

دائرۃ البرکات، گھوسی، ضلع مئو

کتاب: المواہب الالٰہیۃ فی الفتاوی الشریفیۃ
المعروف بہ فتاویٰ شارح بخاری
تصنیف: فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ
سابق صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ
ترتیب و تحقیق، تصحیح: مفتی محمد نسیم مصباحی استاذ و مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
تخریج: مولانا محمد سلیم بریلوی، مولانا محمود علی مشاہدی
پروف ریڈنگ: مولانا عبد المبین نعمانی، مولانا عرش محمد خاں صاحب
مفتی کہف الوریٰ مصباحی، مولوی محمد فاروق رضوی
کمپوزنگ: مہتاب پیامیؔ، پیامی کمپوٹر گرافکس، مبارک پور، اعظم گڑھ
سن اشاعت: بار اول، محرم الحرام ۱۴۳۳ھ/ دسمبر ۲۰۱۱ء
تعداد: ۱۱۰۰
ناشر: دائرۃ البرکات، کریم الدین پور، گھوسی ضلع مئو

ملنے کے پتے

① دائرۃ البرکات، کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو
② مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ
③ المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
④ حق اکیڈمی، مبارک پور، اعظم گڑھ
⑤ رضوی کتاب گھر ۴۲۳ مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶
⑥ کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵ مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶
⑦ فاروقیہ بک ڈپو ۴۲۲/۷ مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶
⑧ اسلامی پبلشر، گلی سروتہ والی مٹیا محل جامع مسجد دہلی

شرف انتساب

استاذ العلما جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ الشاہ ابو الفیض

عبد العزیز محدث مرادآبادی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال: ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء

اور آپ کی شہرہ آفاق دینی وعلمی یادگار

الجامعۃ الاشرفیہ کے نام

جس نے پیدا کیے کتنے لعل و گہر
حافظ دین وملت پہ لاکھوں سلام

عقیدت کیش:
محمد محب الحق قادری
محمد حمید الحق برکاتی
محمد نسیم مصباحی

تہدیہ

(۱) سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت
(وصال ۸۰ھ)

(۲) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری بریلوی
(وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)

(۳) صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا الشاہ محمد امجد علی اعظمی رضوی (مصنف بہار شریعت)
(وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

(۴) تاج دار اہل سنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری بریلوی
(وصال ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

(۵) سید العلما حضرت علامہ مولانا الشاہ سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی
(وصال ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء)

(۶) احسن العلما حضرت مولانا الشاہ سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی مارہروی
(وصال ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء)

(۷) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد قادری لائل پوری
(وصال ۱۳۸۲ھ/۱۹۲۶ء)

علیہم الرحمۃ والرضوان
کی خدمات عالیہ میں

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ　　بول بالے میری سرکاروں کے

نیاز کش
محمد حمید الحق برکاتی
محمد نسیم مصباحی

عرض مرتب

برصغیر ہند و پاک میں ماضی قریب کے علماے اہل سنت و جماعت کی فہرست میں کئی ایسے رجالِ علم وفن نظر آتے ہیں، جنھوں نے اپنی علمی و دینی بصیرت اور غیر معمولی محدثانہ وفقیہانہ صلاحیت کے جو گہرے نقوش صفحات دہر پر ثبت کیے، ان کی صداقت کا اعتراف ان کے ان معاصرین کو بھی ہے جو کسی بھی نکتے پر ان سے اختلافِ راے رکھتے ہیں۔ ان سر برآوردہ شخصیات میں ایک ایسا نام بھی ملتا ہے جس نے بیسویں صدی کے نصف اخیر میں علما، فقہا، اور دانشوارانِ ملت کی فہرست میں نمایاں اور ممتاز مقام حاصل کر کے گلشن ملت کو گل سرسبز بنایا، جس کی ذات ستودہ صفات سے علوم وحقائق کے ایسے چشمے ابلے، جن سے فکر و آگہی کے پژمردہ چمن لالہ زار بن گئے۔ جس نے تمام عمر اپنے کردار کی روشنی میں ایک ایک کرن سے سیکڑوں آفتاب پیدا کیے۔ جو علم وعمل کا سنگم اور علوم و معارف کا ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، جس کی تلاطم خیز موجوں سے علم و حکمت کے نا جانے کتنے لعل و گہر نکلے، جس کو ارباب فن حدیث "شارح بخاری" ارباب فقہ و افتا "فقیہ اعظم ہند" خانوادہ مارہرہ مطہرہ "برکاتی مفتی" اور اہل تقویٰ "نائب مفتی اعظم" کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ اور یہ اسلام کا وہ عظیم مفکر ہے، جس نے قوم وملت کی تعمیر و ترقی کے لیے نہ صرف افکار ونظریات پیش کیے، بلکہ دور دراز کا سفر کر کے، ہچکولے کھاتی ملت کی کشتی کو ساحل مراد سے ہمکنار رہوا

آپ کی پوری زندگی اسلام وسنیت کی حفاظت کے لیے وقف تھی، جس پر آپ کے نوک قلم سے صادر ہونے والے ستر ہزار سے زائد فتاویٰ شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ بخاری شریف کی ضخیم شرح اور مختلف موضوعات پر تحقیقات کا گنج گراں مایہ آپ کی دینی لیاقت اور علمی صلاحیتوں کا گواہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ملک اور بیرون ملک کے اعلیٰ علمی حلقوں میں آپ کی تحریروں کو بے حد سراہا گیا۔ اور آپ نے اپنی فقہی بصیرت کے ذریعہ مسائل جدیدہ کی گتھیوں کو اس طرح سلجھایا کہ اس کی جھلکیاں فقہی و تحقیقی مذاق رکھنے والے جگہ جگہ محسوس کرتے ہیں۔ زیر نظر مجموعہ فتاویٰ اسی فقہی مہتاب کی ایک کرن ہے۔

قارئین ذوالاحترام! ہم کو نہایت مسرت وشادمانی ہو رہی ہے کہ ہم اپنے ممدوح حضرت فقیہ اعظم ہند مفتی

محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ سابق صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کی دینی فکر صائب اور قلم سیال کے شاہ کار "فتاویٰ شارح بخاری" کی پہلی جلد اکیسویں صدی کے دوسری دہائی کے بالکل آغاز میں منظرِ عام پر لانے میں کامیاب ہوئے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ جس کام کو اب سے چند سال قبل ہی منصۂ شہود پر آجانا چاہیے تھا، اس میں اتنی تاخیر ہوگئی حالاں کہ اس مجموعہ کی اشاعت کا فیصلہ حضرت شارح بخاری کی حیات مبارکہ ہی میں ہو چکا تھا۔ اس وقت عدم اشاعت کی دیگر وجوہات کے ساتھ ایک بڑی وجہ بخاری شریف کی شرح "نزہۃ القاری" کی تالیف، مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالات و کتب نویسی، تبلیغی اسفار اور الجامعۃ الاشرفیہ جیسی عظیم دینی دانش گاہ میں دنیا بھر سے آنے والے سوالات کی جواب دہی وغیرہ اسباب نے ادھر پلٹنے کی مہلت نہ دی۔ نزھۃ القاری کی تکمیل کے بعد فتاویٰ مرتب کرنے کا ارادہ تھا مگر تکمیل کے بعد فتاویٰ کا کام شروع بھی نہ ہو پایا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت کے وصال پر ملال کے بعد بھی فتاویٰ کا یہ کام ملتوی ہوتا رہا۔ ممدوح مکرم حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے خلف اکبر ڈاکٹر محب الحق صاحب قادری اور صاحب زادہ والا تبار حضرت مولانا حافظ حمید الحق صاحب مصباحی کو اس کی فکر لاحق ہوئی اور ہونی بھی چاہیے تھی، چناں چہ انھوں نے ارباب علم و دانش کے مشورے کے بعد فتاویٰ کی ترتیب و تبویب کی عظیم ذمے داری راقم کو تفویض کی۔ چوں کہ نزھۃ القاری کی بعض جلدوں کی ترتیبی اور تخریجی خدمات کا شرف بھی مجھ کو حاصل ہے۔ اس حیثیت سے نگاہ انتخاب مجھ حقیر پر پڑی۔ حالاں کہ فتاویٰ کی ترتیب کا یہ کام اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے جتنا اہم اور گراں بار ہے، اپنے حجم کے لحاظ سے اسی قدر ضخیم اور محنت طلب بھی۔ اس کو کتابی شکل میں لانے کے لیے کس قدر دقتِ نظر، عرق ریزی اور جاں فشانی کی ضرورت ہے، اس کا صحیح اندازہ صرف انھیں کو ہوسکتا ہے، جنھوں نے اس پر خار وادی میں قدم رکھا ہو۔ جب کہ اپنی کم علمی کے صد بار اعتراف کے ساتھ ایک جماعتی کام کو تنہا انجام دینا بلا شبہہ مشکل امر تھا۔ مزید جامعہ اشرفیہ میں تدریسی فرائض کی انجام دہی اور افتا کی بھی سخت ذمے داری کے لیے شب و روز کے ۲۴ر گھنٹے بھی ناکافی معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مخدوم زادوں کا حکم تھا اگر ٹالتا بھی تو کس ہمت سے۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم، اس کی توفیق خاص اور شارح بخاری کے روحانی فیض پر بھروسہ کرتے ہوئے قبول تو کر لیا مگر کام شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ ایک ٹھوس علمی و تحقیقی فتاویٰ کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کا کام کتنا پر مشقت ہے۔ ذخیرہ فتاویٰ کو دقت نظر سے پڑھنا، نامکمل قرآنی آیات اور احادیث کے متوزن کو اصل ماخذ سے تکمیل، غیر مترجم فقہی عبارات کا ترجمہ، نقول کا اصل رجسٹر سے مقابلہ۔ اخیر میں ان کی باعتبار ابواب و فصول ترتیب اور ان کی عنوان بندی، بعض ناصاف عبارتوں کی مناسب و موزوں نشست، یہ سارا کام اتنا صبر آزما تھا کہ بار بار دامن ہمت تار تار ہوجانے کا اندیشہ لاحق ہوتا رہا۔ مگر ایسے نازک حوصلہ شکن مواقع پر فضل ایزدی نے ڈھارس بندھائی اور کام

جاری رہا۔مزید مخدوم زادے عالی جناب ڈاکٹر محب الحق صاحب زید مجدہ وقفے وقفے سے ملاقات کے وقت تاکیدی انداز میں تیزی کا مطالبہ کرتے رہتے۔ادھر دوسرے مخدوم زادے لائق صد احترام مولانا حافظ حمید الحق صاحب مصباحی برکاتی مقیم حال زمبابوے، بذریعہ فون رسمی گفتگو کے بعد بلا توقف کام کا مواخذہ فرماتے رہتے۔ان کے علاوہ دیگر احباب اہل علم حضرات کی مثبت آرا، کام کی تکمیل کے لیے حوصلہ بڑھاتی رہیں، بفضلہ تعالیٰ وبعون حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج اس کاوش اور سعی جد وجہد کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے۔

فتاویٰ شارح بخاری کی خصوصیات:

اس مجموعہ فتاویٰ میں بیشتر ایسی چیزیں موجود ہیں، جو اس مجموعہ کو دیگر کتب فتاویٰ سے ممتاز کرتی ہیں، مثلاً:

- یہ مجموعہ تمام ابواب فقہ پر مشتمل ہے۔
- اس میں صرف کتاب العقاید تین جلدوں پر مشتمل ہے۔
- اس میں بعض مسائل ایسے ہیں جن کے احکام کتب فقہ میں مصرح نہیں ہیں مگر شارح بخاری نے اپنی شان تفقہ سے کتاب وسنت کی روشنی میں ان کا استنباط کیا ہے۔
- بعض اختلافی مسائل کا فقیہانہ لب ولہجہ میں محققانہ فیصلہ کیا ہے؟
- بعض مقامات پر جدید سائنسی مسائل کی ژولیدہ گتھیوں کو بھی سلجھایا ہے۔
- غیر منقح و محقق مسائل کی تنقیح و تحقیق۔

ان کے علاوہ بھی آپ اس میں کچھ ایسی خوبیاں پائیں گے جو شارح بخاری کا ہی حصہ تھیں۔

ایک قابل وضاحت امر:

یہ ہے کہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے فراغت کے بعد دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں گیارہ سال دو ماہ، بحیثیت مدرس ومفتی قیام کیا اس دوران وہاں آپ نے ۲۵ ہزار فتاویٰ تحریر فرمائے۔جن میں بیشتر فتاویٰ پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تصدیقات ہیں اور الجامعۃ الاشرفیہ میں آنے سے قبل مختلف دینی دانش گاہوں میں افتا کی ذمے داریاں انجام دیں، مگر ان درس گاہوں میں آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ کی تعداد معلوم نہ ہوسکی۔لہٰذا ایک معلوم تعداد کے مطابق آپ کے فتاویٰ ستر ہزار سے زائد ضرور ہیں مگر اس مجموعہ میں صرف وہی فتاویٰ شامل ہیں، جو آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ، میں تحریر فرمائے۔البتہ ڈاکٹر محب الحق صاحب نے دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے چند فتاویٰ حاصل کر کے ہم تک پہنچائے۔ہم نے ان کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے۔اور ان کے اخیر میں "رضوی دار الافتا بریلی شریف" لکھ کر ممتاز کر دیا ہے۔اگر بریلی شریف میں لکھے گئے تمام فتاوے دستیاب ہو جاتے تو اس مجموعہ کی عظمت میں چار چاند لگ جاتا۔

جب کہ اس سے قبل ہم بتا چکے ہیں کہ صرف کتاب العقائد تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے تو اس کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

جلد اول:

(۱) عقائد متعلقہ ذات وصفات الٰہی جل جلالہ۔

(۲) عقائد متعلقہ نبوت۔

(۳) عقائد متعلقہ قرآن حکیم۔

(۴) عقائد متعلقہ ملائکہ

(۵) عقائد متعلقہ جنات وشیاطین۔

جلد اول میں کل ۵۰۴ رفتاوے شامل ہیں۔

جلد دوم:

(۱) عقائد متعلقہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(۲) عقائد متعلقہ اولیاے عظام۔

(۳) عقائد متعلقہ علماے کرام۔

(۴) عقائد متعلقہ تقلید۔

جلد سوم:

(۱) بیعت وارشاد۔

(۲) الفاظ کفر۔

(۳) باطل فرقے (قادیانی، رافضی، دیوبندی، وہابی، شمع نیازی وغیرہم)

(۴) رضویات۔

(۵) شخصیات۔

فی الوقت جلد اول شائع کی جا رہی ہے، جلد دوم، سوم کا کام تکمیل کے قریب ہے ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ جلدوں کی فہرست انھی کے ساتھ منسلک کر دی جائے گی۔ ہم نے اس میں فتاویٰ کو ابواب بندی کے بعد، فصول اور مختلف عناوین کے تحت تقسیم کیا ہے۔ پھر بعض مقامات پر حسب ضرورت ذیلی عنوانات قائم کیے ہیں تا کہ مطلوبہ مسائل کی تلاش آسان ہو جائے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر ہم اپنے واجب الاحترام بزرگوں میں سے خیر الاذکیا حضرت علامہ و

مولانا محمد احمد صاحب مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب مصباحی صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ اور خلیفۂ حضور شارح بخاری حضرت علامہ عبد الحق صاحب مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ کو یاد نہ کریں جنھوں نے مشکل اوقات میں ہماری رہنمائی فرمائی۔

درج ذیل حضرات ہمارے اس کام میں معاون رہے جن کا ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں:

- حضرت علامہ و مولانا محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، آپ نے ایک شان دار تقریب سے زینت بخشی اور تحقیق کے چند طلبہ کو رجسٹر سے صفحات علیحدہ کرنے اور تخریج کرنے میں ہماری معاونت کے لیے مقرر فرمایا۔
- حضرت مولانا عبد المبین نعمانی صاحب اور حضرت مولانا عرش محمد صاحب، صدر المدرسین مدرسہ ضیاء العلوم ادری، مئو، جنھوں نے بعض اجزاء کی پروف ریڈنگ کی۔
- محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب مصباحی آپ نے حضور شارح بخاری اور آپ کے فتاویٰ کا تفصیلی تعارف پیش کیا اور مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ حضرت شارح بخاری کی تفصیلی سوانح تحریر کیا۔
- رفیق گرامی وقار حضرت مولانا صدر الوریٰ مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے شارح بخاری پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے جسے ہم ان شاء اللہ جلد دوم میں شائع کریں گے۔
- حضرت مفتی احمد القادری مصباحی سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، حضرت مولانا نظام الدین مصباحی گجرات اور حکیم مولوی نثار احمد سلطان پوری، جنھوں نے کچھ مالی تعاون کیا۔

اس موقع پر مجھے بڑی قلبی مسرت محسوس ہو رہی ہے جب کہ میں خود کو اپنے رفیق گرامی مخلص و کرم فرما خطیب اہلِ سنت مبلغ امریکہ حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ کے ذکر سے خود کو سرشار کر رہا ہوں، جن کی ہمارے ساتھ ہمیشہ عنایتیں رہیں اور موقع بہ موقع مناسب مشورے دیتے رہے۔

- مولانا محمد سلیم بریلوی و مولانا محمود علی مشاہدی نے تخریج میں ہمارا ساتھ دیا۔
- حضرت مولانا مفتی کہف الوریٰ مصباحی استاذ و مفتی رضا دار الیتامیٰ، ناگ پور، آپ ہمارے اس تحریری سفر میں خوب ساتھ رہے۔ تین سال تک مسلسل تعطیل کلاں کے موقع پر رمضان شریف میں جامعہ اشرفیہ آ کر میرا ہاتھ بٹاتے رہے اس کے بعد جب تربیت تدریس کے دو سال جامعہ اشرفیہ میں رہے تب بھی نہایت تندہی کے ساتھ کام کو انجام دیا اور اپنی تدریسی مصروفیات سے وقت نکال کر بڑی فکر سے ذمہ دارانہ انداز میں مفوضہ کام کو انجام دیتے رہے۔

- مولوی محمد فاروق خاں رضوی ممبئی آپ نے فتاویٰ میں موجود قرآنی آیات کا قرآن کریم سے مقابلہ اور پروف ریڈنگ کے کام کو بحسن وخوبی انجام دیا۔
- مولوی گلزار احمد شاہ کشمیری اور مولوی محمد افضل حسین ۳۶ گڑھ نے بھی آخری مرحلے میں ہمارا تعاون کیا۔

مولا تعالیٰ ہمارے ان تمام معاونین اور محسنین کو جزاے خیر عطا فرمائے، ان کے علم وعمل اور عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

بہر حال اللہ عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس کار عظیم کے آغاز سے اب تک کس قدر محنت ومشقت اٹھائی اور اس کو اغلاط سے پاک رکھنے کے لیے انتھک کوشش کی گئی ہے، پھر بھی بہت ممکن ہے کہ اس میں غلطیاں ضرور ہوگئی ہوں گی مگر ان کوتاہیوں کے ذمہ دار ہم ہیں، ہمارے شیخ شارح بخاری کا دامن اس سے پاک ہے، لہٰذا اہل دانش وبینش سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو بجائے اس کو تنقیدی نشانہ بنانے کے ہم کو مطلع کر دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔ آپ ہماری طرف سے شکریہ کے مستحق ہوں گے۔

اختتام پر امید کرتا ہوں کہ راقم الحروف کی اس کاوش کو علمی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھا جائے گا اور ارباب فقہ وافتا اپنی لائبریریوں میں جگہ دیں گے، انشاء اللہ عزوجل۔

رب العالمین اس حقیر کی کوشش کو قبول فرمائے اور اس کے ذریعہ اپنے فضل وکرم کے مطابق راقم الحروف اور تمام معاونین ومحسنین اور بالخصوص شہزادگان شارح بخاری کو اپنی لازوال نعمتوں اور اجر عظیم سے نوازے، اور اس حقیر کو اپنے دین حنیف کے محافظوں اور شریعت مطہرہ کے حامیوں کی صف میں شامل فرمائے اور صحت وسلامتی عطا فرمائے تاکہ بقیہ جلدوں کو جلد سے جلد منظر عام پر لا سکے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین انہ سمیع ومجیب۔

گدائے شارح بخاری
محمد نسیم مصباحی
خادم التدریس والافتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۱۷ر محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
۱۳ر دسمبر ۲۰۱۱ء

تقریب

خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی، صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا

فقیہ اجل، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ علوم وفنون کی جامعیت اور گونا گوں علمی و اخلاقی محاسن و کمالات کے ساتھ حسن استحضار، سرعتِ اخذ اور سرعت تحریر میں یکتائے روزگار تھے۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ کے آخری دور حیات میں ان سے فقہی استفادہ اور مشق افتا کی سعادت پائی اور باضابطہ فتویٰ نویسی کا کام دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے زمانۂ تدریس میں سرکار مفتیِ اعظم مرشد انام علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہ کی سرپرستی و نگرانی میں شروع کیا اور وہاں تقریباً ۲۵ر ہزار فتاویٰ آپ کے قلم سے صادر ہوئے پھر جب ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء کے اواخر میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے تو یہاں تدریس آپ سے متعلق نہ تھی، صرف کار افتا سپرد تھا جسے آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا، تا دم اخیر یہ سلسلہ جاری رہا اور تقریباً ساٹھ ہزار فتاویٰ قید تحریر میں آئے۔

جوابات کو ٹالنا قطعاً پسند نہ تھا، وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جائز و ناجائز، حلال وحرام کا حکم اپنے عمل کے لیے پوچھتے ہیں، اگر بر وقت انھیں حکم نہ بتایا جائے تو وہ عمل کیسے کریں گے؟ ہماری ذمہ داری ہوتی ہے کہ جتنی جلد ہو سکے مستفتی کو حکم مسئلہ سے باخبر کر دیں۔ سوالات اتنی کثرت سے آتے تھے کہ سب کو تنہا نپٹانا ممکن نہ تھا اس لیے متعدد حضرات نائب و معاون کی حیثیت سے مقرر ہوئے پھر بھی زیادہ فتاویٰ آپ ہی کے حصے میں آتے۔ سرعت عمل اور استحضار کا عالم یہ تھا کہ استفتا پڑھا گیا اور برجستہ جواب لکھنا شروع کر دیا، مختصر، جامع اور شافی جواب چوں کہ سوالات بہت زیادہ جمع ہو جاتے تھے اس لیے زیادہ جزئیات اور دلائل لکھانے سے گریز کرتے اور فرماتے کہ سائل کو جلد سے جلد حکم معلوم ہونا ضروری ہے تا کہ وہ عمل کر سکے، دلائل اس کے اطمینان و تشفی کے لیے ہوتے ہیں، اگر وہ مفتی پر اعتماد رکھتا ہے تو زیادہ دلائل کی جستجو میں بھی نہ پڑے گا اور حکم معلوم کر کے عمل شروع

کردے گا۔ تاہم غایت اختصار کے باوجود ایک دو جزئیہ یا مفہوم عبارت بتا کر کتاب کا حوالہ، یا حسب حال کوئی آیت یا حدیث پیش کر دینا معمول میں داخل تھا۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ بس نفس حکم بیان ہو، کوئی حوالہ یا دلیل کی جانب اشارہ بالکل نہ ہو۔

حضرت کے بعض فتاویٰ کی اشاعت تو ان کے دور حیات ہی میں ہوتی رہتی تھی مگر باضابطہ سب کی ترتیب، کتابت، اصل سے مقابلہ، تصحیح وغیرہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ حضرت کے لائق فرزندوں کو برابر اس کی فکر دامن گیر رہی اور آج بھی ہے کہ والد ماجد کے رشحات قلم کو ضائع ہونے سے بچایا جائے اور سب کو ان سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جائے، یہ فکر تو ہم تمام وابستگانِ دامن کو ہونی چاہیے اور ہے مگر پیش قدمی اور عملی حصہ لینا، کثیر مصروفیات اور موانع کے باعث اکثر کے بس سے باہر ہے۔ میں نے ایک زمانے میں تحقیقِ فقہ کے کچھ طلبہ کو اس پر مامور کیا کہ حضرت کے فتاویٰ کی فوٹو کاپی لے کر ان کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کریں اور حوالے کی عبارتیں اصل کتابوں سے ملائیں، بہت سارا کام انھوں نے کیا بھی، مگر وہ نہ مکمل ہوا نہ زیادہ اطمینان بخش، اس سے دلچسپی مولانا مفتی محمد نسیم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ کو زیادہ تھی، یہ برسوں حضرت کی تربیت میں رہے اور ان کے انداز و طریق کار سے بخوبی واقف بھی تھے، اس لیے وہ اس کام سے لگے رہے۔ دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے فتاویٰ کی اصل یا نقل تو نہ مل سکی مگر جامعہ اشرفیہ کے فتاویٰ محفوظ تھے، وہی اتنے زیادہ معلوم ہو رہے ہیں کہ قابو میں لانا مشکل ہو گیا ہے۔

مفتی محمد نسیم صاحب نے یہاں حضرت کے فتاویٰ رجسٹروں سے صرف عقائد سے متعلق فتاویٰ کو الگ کیا تو تین جلدیں بن گئی، ہر جلد تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اندازہ ہے کہ بقیہ ابواب سے متعلق کم از کم دس جلدیں مزید ہوں گی۔ ان میں بھی بہت کچھ تخفیف کی گئی ہے۔

مولانا موصوف نے ایک بار مجھ سے ذکر کیا تھا کہ مکرر فتاویٰ بھی بہت ہیں مثلاً طلاق سے متعلق فتاویٰ واقعات الگ الگ ہیں مگر بنیادی سوال ایک ہی ہے اور جواب کا بنیادی مضمون بھی ایک ہی ہے بعض دیگر عنوانات بھی ایسے ہیں جن سے متعلق سوالات مختلف اوقات میں مختلف مقامات سے آئے اور سب کے جوابات دیے گئے، کبھی مفصل، کبھی مختصر، کبھی متوسط۔ میں نے یہ رائے دی کہ جو جوابات تقریباً ایک ہی مضمون پر مشتمل ہیں، ان میں سے کوئی ایک لے لیں، اور اگر چند جوابات لیے جائیں تو ایسے کہ ہر ایک میں کوئی نئی بات، کوئی نیا گوشہ یا نیا انداز ہو اور بعض عنوانات ایسے ہوں گے کہ ان کے تحت کوئی ایک تفصیلی جواب لے لیا جائے تو کافی ہو گا۔

یہ میری رائے تھی، اب معلوم نہیں کہ انھوں نے اس پر کہاں تک عمل کیا، مگر اندازہ ہے کہ کچھ نہ کچھ تخفیف ضرور کی ہو گی۔

بہر حال حضرت کے فرزندان گرامی مولانا ڈاکٹر محب الحق رضوی، مولانا حافظ حمید الحق برکاتی، محترم وحید الحق برکاتی، جناب ظہیر الحق برکاتی اور دیگر اقارب و متعلقین کا یہ جذبہ قابل ستائش ہے کہ وہ حضرت کا علمی ورثہ ساری امت میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے حسب مقدور کوشش بھی کر رہے ہیں۔ خصوصاً ڈاکٹر صاحب اور مولانا حمید الحق صاحب اس سلسلے میں برابر فکر مند اور متحرک رہتے ہیں مگر اصل کاوش مرتب یعنی مفتی محمد نسیم صاحب کی ہے اگر ایسے چند افراد اس مہم میں شریک ہوتے تو نتیجہ جلد سامنے آتا۔ مگر کام خالص علمی، فقہی اور بہت محنت طلب ہے اس لیے زیادہ افراد کا ملنا بھی مشکل ہے۔ خدا کرے کہ مزید تیزی، اور عمدگی کی کوئی مناسب اور بہتر صورت نکل آئے۔

جن حضرات نے بھی اس علمی سرمایے کو منظر عام پر لانے کی کسی طرح کا کوئی حصہ لیا ہے وہ ہمارے اور سبھی قارئین کے شکریے کے مستحق ہیں، میں سب سے واقف نہیں، مگر رب کریم کے یہاں اچھی نیت اور نیک عمل کا صلہ بفضلہٖ وکرمہ تعالیٰ ضرور ملتا ہے۔ وہ علیم وخبیر ہے سب کو اپنے بے کراں فضل وانعام سے نوازے۔ اور اس بڑے کام کی جلد از جلد تکمیل کے لیے پردۂ غیب سے، بہتر اسباب مہیا فرمائے۔ وما ذلك عليه بعزيز۔

محمد احمد مصباحی
رکن المجمع الاسلامی
وصدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
۱۵ر دسمبر ۲۰۱۱ء پنج شنبہ

حضرت شارح بخاری اور آپ کے فتاویٰ

ایک تعارف

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حامدًا و مصلّیاً و مُسلِمًا۔ اما بعد!

شارح بخاری حضرت العلام مولانا، مفتی الحاج الشاہ محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ بہت سے اوصاف اور خوبیوں کے مالک تھے۔ مثلاً:

(۱) محدث (۲) مفسر (۳) شارح (۴) متکلم (۵) مناظر (۶) مدرس (۷) مصنف (۸) اصولی (۹) محقق (۱۰) مرشد (۱۱) مقرر (۱۲) مدبر (۱۳) ناقد (۱۴) مورخ (۱۵) سیاح (۱۶) مفتی۔

لیکن آپ کا سب سے نمایاں اور ممتاز وصف یہ تھا کہ آپ ایک "عظیم مفتی" تھے، جس کی تعبیر "فقیہ عصر"، "فقیہ الہند"، "فقیہ النفس" وغیرہ القاب سے علمانے کی، ان القاب میں زیادہ شہرت "نائب مفتی اعظم ہند" کے لقب کو حاصل ہے گو تمام تعبیرات بجائے خود صحیح و درست ہیں۔

فقہ و فتویٰ نگاری میں حضرت کا پایہ کتنا بلند تھا اس کا اندازہ دو طرح سے بآسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

(۱) فتویٰ نگاری میں آپ کے اساتذہ کون کون حضرات ہیں اور ان کا فقہی مقام کیا ہے؟

(۲) خود حضرت کے اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ کا معیار علم و فقہ کیا ہے؟

ہم درج ذیل سطور میں دونوں امور کا ایک ہلکا سا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

فتویٰ نگاری میں آپ کے اساتذہ:

فتویٰ نگاری میں تین حضرات آپ کے اساتذہ ہیں اور تینوں ہی نابغۂ روزگار ہیں:

(۱) صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت مولانا الحاج مفتی امجد علی اعظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتاویٰ

امجدیہ (۴رجلد) وبہار شریعت (۱۷رجلد) وشرح طحاوی شریف بزبان عربی۔

(۲) حبرِ امت، مسند وقت، مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری، نوری رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ فتاویٰ مصطفویہ والموت الاحمر وغیرہ۔

(۳) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ الحاج شاہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

اول الذکر دو بزرگوں کا فقہی مقام اتنا بلند ہے کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، اس کا صحیح اندازہ تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان کو تھا، آپ حضرت صدرالشریعہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”آپ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پیئے گا وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔“

(الملفوظ حصہ اول، ص: ۱۰۳رمطبوعہ)

اور حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہما کو آپ نے پورے ملک کا قاضی بنایا، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ایک بار مجمع عام میں تخت پر بیٹھا کر یہ اعلان فرمایا کہ:

”اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار مجھے عطا فرمایا اس کی بنا پر میں ان دونوں (مفتی اعظم وصدر الشریعہ) کو اس کام پر مامور کرتا ہوں۔ نہ صرف مفتی، بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضیِ اسلام کی ہوتی ہے۔“

اس اعلان کے ساتھ تخت پر بٹھا کر اس کام کے لیے قلم اور دوات وغیرہ سپرد فرمایا (صدر الشریعہ کی املا فرمودہ سوانح عمری، املا نویس حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ)

خود حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک فتوے میں سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے تاثرات ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

”حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بذاتِ خود علم کے بحر ذخار تھے اور اپنے عہد میں تمام علما سے احکم، اَفقہ واَورَع تھے۔ میں نے گیارہ سال تک حضرت کی خدمت کی ہے۔ سفر وحضر، جلوت وخلوت میں حاضر رہا ہوں، ہزاروں مسائل حضرت کو سنائے ہیں اور حضرت مفتی اعظم کا فیض وکرم ہے کہ میں آج اس جگہ بیٹھا ہوں۔ اس لیے جو کچھ کہہ رہا ہوں انتہائی وثوق اور اپنے تجربہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ جو شخص یہ کہے۔ وہ بھی آج، کہ میں مفتی اعظم سے علم میں افضل ہوں وہ جھوٹا، کذّاب ہے، مفتی اعظم کے علم کے مقابلہ میں اس وقت کے سارے علما کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں جو ایک قطرہ کو ساتوں سمندروں سے ہے۔ مفتی اعظم ہند حقیقی معنی میں ”مفتی اعظم عالم“ تھے۔ (رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، ص ۵ ۱۳رنمبر ۷۵۳رالف)

اپنے ایک مقالہ میں رقم طراز ہیں کہ:

"علمائے حرمین طیبین نے متفقہ طور پر حضرت مفتی اعظم کو امام وقت، شیخ الہند والحرم تسلیم فرمایا اور بطور تبرک قرآن واحادیث وفقہ کی اجازتیں لیں اور اپنے آپ کو مفتی اعظم کے زمرۂ تلامذہ میں داخل کرنے پر فخر فرمایا۔"

(انوار مفتی اعظم، ص:۲۵۶)

آپ کے تیسرے استاذِ فتویٰ حضرت علامہ وفہامہ مولانا الحاج سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بہترین مدرس، مضبوط علمی صلاحیت کے مالک، علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع، صاحبِ ذہنِ ثاقب، واستاذ العلماء الکبار ہیں۔ بالخصوص علم حدیث میں آپ کا پایہ بہت ہی بلند تھا، احادیث نبویہ کے ناسخ، منسوخ، مطلق، مقید، ضعیف، قوی، مجمل، مؤول، وغیرہ کے علم پر کامل عبور تھا جو آپ کی فقہی مہارت کی دلیل ہے، آپ کا درس اِن ساری خوبیوں کا جامع ہوتا تھا، حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے درس حدیث کا ایک چشم دید منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ کے درس حدیث کی شہرت سن کر پشاور کے کچھ دیوبندی طلبہ بھی آگئے، پشاوریوں میں ایک صاحب عبدالوہاب نام کے تھے جو دیوبندی مدرسوں میں پانچ جگہ سے دورہ پڑھ کر آئے تھے اور مسائل مختلف فیہا میں وہابیوں سے متفق تھے، آدمی ذہین اور سنجیدہ تھے۔

حدیث جبریل کا سب سے اہم حصہ "مَا المسئولُ عنها بِاَعْلَمَ مِنَ السّائل" ہے جس سے دیوبندی وہابی یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامِ قیامت کے وقت کا علم نہیں۔ اس پر حضرت محدث اعظم نے دو گھنٹے تک تقریر کی جس کا کچھ حصہ میں نے شرح بخاری میں لکھ دیا ہے۔

اس حصہ پر تقریر کرتے وقت پشاوری طلبہ نے بہت سوالات کیے اور سب سے زیادہ سوالات مولوی عبد الوہاب نے کیے لیکن محدث اعظم پاکستان نے بلا تکان سب کے جوابات دیے اختتام کے بعد پشاوری طلبہ سے پوچھا کہ اب آپ لوگ بتائیے "مسئلہ علم غیب پر آپ لوگوں کو کوئی شک وشبہہ رہ گیا ہے؟ ان میں جو بولنے والے تھے، سب نے بالاتفاق یہی کہا کہ اب ہمیں کوئی شبہہ نہیں، ہم لوگ اس مسئلے میں اب حضور کے ہم عقیدہ ہیں، دیوبندی علمانے ہمیں اندھیرے میں ڈال رکھا تھا۔" انتهى كلامه حواله؟

حضرت فرماتے ہیں کہ:

یہی رنگ رفع یدین، قرأت الامام، آمین بالجهر و السرّ، وغیرہ مسائل کے پڑھاتے وقت بھی ہوتا تھا، انتهى كلامه حواله؟

حضرت ایک فتوے میں آپ کے "محدث" ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ کی عمر مبارک کا کثیر حصہ احادیث نبویہ کی نشر واشاعت، تعلیم وتدریس میں بسر ہوا، جس کے نتیجے

میں پاکستان و ہندوستان کے علاوہ ممالک غیر میں حضور والا کے سیکڑوں تلامذہ موجود ہیں جنھوں نے آپ سے احادیث پڑھیں اور سندیں لیں، ہندوستان رہے تو یہاں کے حلقۂ درس میں ہندوستان کے تمام سنی مدارس سے زیادہ آپ کے یہاں دورۂ حدیث میں طلبہ رہا کرتے، پاکستان گئے تو تھوڑی مدت میں تشنگانِ علم حدیث کے مرجع اعظم بن گئے اس لیے آپ کی ذات یقیناً اس کی مستحق تھی کہ محدث اعظم کا لقب پاتی۔"

(ماہ نامہ، پاسبانِ الٰہ آباد دسمبر و جنوری، ص:۷۵،۷۶)

آپ عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے، فقہ میں آپ کی نظر بہت دقیق تھی۔ مثال کے طور پر ایک شہادت ملاحظہ کیجیے:

محرم ۱۳۵۴ھ میں بریلی شریف کی سرزمین پر مولوی منظور سنبھلی سے آپ نے ایک کامیاب مناظرہ کیا تھا جس کی تفصیل "روداد مناظرۂ بریلی" میں ہے۔ اس مناظرہ میں ایک روز مولوی منظور نے یہ کہا کہ:

حفظ الایمان کی عبارت:

"(اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔) کے ثبوت میں قرآن کی کئی آیتیں پیش کر سکتا ہوں، جب آپ ثبوت طلب کریں گے تو بہت سی آیات پیش کروں گا۔" (روداد مناظرۂ بریلی، ص:۱۳۷)

نظر ظاہر کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کا چیلنج قبول کر کے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ وہ حفظ الایمان کی عبارت کے ثبوت میں قرآنِ حکیم کی آیات پیش کرے لیکن نظر دقیق اس سے اتفاق نہیں کرتی، اس لیے حضرت محدث اعظم پاکستان نے آیات پیش کرنے کا مطالبہ نہ کر کے اس کے جواب میں یہ فرمایا:

"آپ نے اس مرتبہ عاجز ہو کر مکر کی چال نکالی ہے اور بیان کیا ہے کہ حفظ الایمان کی ناپاک عبارت تو قرآن سے ثابت ہے۔

خدا کی پناہ خدا کی پناہ! کیا وہابیہ کے ناپاک دھرم میں قرآنِ پاک سے حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ثابت ہے؟ والعیاذ باللہ من ذٰلک۔ آپ نے سبوح و قدوس کے مقدس کلام پر اس کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا الزام رکھ کر تمام مسلمانوں کا دل زخمی کر دیا ہے آپ اس سنگین جرم سے جلدی توبہ کریں، آپ مجھے گالی دے لیں، میرے عزیزوں کو برا کہہ لیں میں صبر کر سکتا ہوں مگر پیارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین قرآن پاک سے ثابت نہ بتائیے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام پر عیب نہ لگائیے اس لیے کہ قرآنِ پاک پر عیب لگانا، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں گالی دینا ہرگز نہیں سن سکتا، توبہ کیجیے جلدی توبہ کیجیے۔" (روداد مناظرۂ بریلی، ص:۱۴۰،۱۴۱)

حضرت نے ثبوت میں آیاتِ قرآنی کا مطالبہ نہ کر کے یہ جواب کیوں دیا میرے نزدیک اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ مولوی منظور کا مکر تھا کہ مطالبہ کیجیے تو حفظ الایمان کی عبارت قرآن سے ثابت کردوں۔ اس نے یہ کہہ کر سامعین کو یہ ذہن دیا کہ حفظ الایمان میں جو کچھ ہے وہ قرآن سے ثابت ہے جس کی وجہ سے عوام کا تذبذب ایک فطری امر ہے، اب اگر حضرت اس کے لیے ثبوت طلب کرتے تو عوام یہ باور کرسکتی تھی کہ واقعی قرآن شریف میں ثبوت ہے جب تو طلب کر رہے ہیں، قرآن شریف میں ثبوت ممکن نہ ہوتا تو رد کردیتے، طلب نہیں کرتے اور اس طرح منظور کی چال کامیاب ہوجاتی اور وہ آپ کی طلب پر قرآن شریف کی کوئی بھی سورہ پڑھنا شروع کردیتا، عوام کو کیا پتہ کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے، وہ تو بس یہ سمجھتے کہ قرآن پڑھے چلے جا رہے ہیں تو یہاں "ثبوت کا مطالبہ" ایک تو حفظ دین عوام کی مصلحت کے منافی تھا، دوسرے ایک بدمذہب کو اس کی چال میں کامیاب بنانا تھا اس لیے آپ نے دیوبندی مناظر کی قلعی کھولتے ہوئے یہ فرمایا کہ:

(الف) یہ آپ کا مکر ہے، چال ہے جو آپ کے عجز کا نتیجہ ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہی اتنی بات عوام کا ذہن صاف کرنے کے لیے کافی تھی۔

(ب) پھر آپ نے یہ دھما کہ خیز باطل سوز، ایراد قائم کیا کہ کیا آپ کے مذہب میں توہین رسالت قرآنِ پاک سے ثابت ہے؟۔

اس سے عوام کے دل باغ باغ ہوگئے اور مناظر دیوبندی مبہوت ہوگیا۔

(ج) مزید فرمایا:

قرآنِ پاک سے توہین رسالت کے اثبات کا دعویٰ کرکے آپ نے قرآنِ مقدس پر توہین کا الزام رکھا ہے۔

(د) اور اس کے باعث ہر مسلمان کا دل زخمی کردیا ہے۔

یہ وہ بات تھی جو ہر مسلمان کے دل کی آواز تھی، مسلمان اچھل پڑے، اور بدباطن جل اٹھے اور ان کے سارے مکر برباد ہوگئے۔

دوسری وجہ یہ کہ "توہین رسالت" کے لیے قرآنِ پاک سے ثبوت طلب کرنا کفر ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درج ذیل ارشاد سے عیاں ہے:

"ایک شخص نے امام صاحب کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا، اور کہا مجھے مہلت دو کہ میں نشانی لاؤں۔ آپ نے فرمایا:

جو شخص اس سے نشانی طلب کرے گا کافر ہوجائے گا، کیوں کہ نشانی مانگنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لَا نَبِيَّ بَعْدِی" کی تکذیب ہے۔" (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، مترجم ص:۱۲۹)

اس لیے حضرت محدث اعظم پاکستان نے اس کے دعویٰ اثبات کا رد فرمایا اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا۔

یہاں اس بات کا بھی امکان تھا کہ اگر حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مدمقابل سے ثبوت طلب

فرماتے تو وہ پلٹ کر یہ ایراد قائم کر دیتا کہ حفظ الایمان کی عبارت کفری ہے تو قرآن سے اس کے ثبوت کا مطالبہ کر کے آپ خود کافر ہو گئے۔

یہ دقت نظر، اور دور رسی اور جودتِ طبع اور تبحر فقہی ہے حضرت محدث اعظم پاکستان کی جنھوں نے بروقت تمام شرعی وسیاسی خطرات اور دیوبندی مناظر کی عیاری کو بھانپ لیا پھر اس کا وہ ردِ قاہر فرمایا کہ باطل مبہوت ہو کر رہ گیا۔ فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ۔

غرض یہ کہ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ فتویٰ نویسی میں اتنے اونچے درجے کے اکابر تھے کہ جسے ان کا شرف تلمذ حاصل ہو گیا آج دنیا اس پر فخر کرتی ہے۔

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مشق فتویٰ نویسی کی کل مدت اس طرح ہے۔

☆ ۶۲-۱۳۶۱ھ میں حضرت محدث اعظم پاکستان کی بارگاہ میں اپنی فراغت کے سال (تقریباً ۳ر مہینے)

☆ ۱۱ر شعبان ۱۳۶۲ھ تا ۱۹ر شوال ۱۳۶۳ھ (ایک سال، ۲ر ماہ، ۸ر دن)

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اپنے وطن گھوسی میں قیام پذیر رہ کر۔

☆ ۲۴ر شوال ۱۳۷۵ھ تا ۲ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۴ر جون ۱۹۵۶ء تا ۸ر اپریل ۱۹۶۷ء (۱۱ر سال، ۲ر ماہ، ۳ر دن)

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بریلی شریف میں۔

اس تفصیل کے مطابق آپ کی مشق فتویٰ نویسی کی مجموعی مدت بارہ سال سات ماہ گیارہ دن ہے۔

مشق فتویٰ نویسی کا آغاز:

راقم الحروف نے اس سلسلے میں خود حضرت سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا:

۶۲-۱۳۶۱ھ میں بریلی شریف مدرسہ مظہر الاسلام، مسجد بی بی جی میں دورۂ حدیث کے ساتھ حضرت مولانا سردار احمد محدث پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ طلبہ کو (جن میں میں بھی تھا) بلا کر فرمایا کہ:

"یہ فتویٰ کی ڈاک رکھی ہوئی ہے، آپ لوگ اسے لے جائیں اور لکھیں۔"

مجھے دو ڈاک دی ایک میں "رضاعت" کا مسئلہ تھا، دوسرے میں محرم کے سپاہی بننے کا، اور انھیں میں سے کسی ایک کے ساتھ استعانت باولیاء اللہ کے بارے میں بھی سوال تھا۔ پہلے پہلے میں نے یہی فتاویٰ لکھے، اس کے بعد اور بھی ڈاک دیتے رہے اور اسے میں لکھتا رہا۔

تصحیح کے لیے حضرت کی خدمت میں پہلا فتویٰ پیش کیا مگر اللہ کا فضل ہے تصحیح کی ضرورت پیش نہیں آئی، چوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے پہلا فتویٰ رضاعت کے بارے میں لکھا تھا اس لیے میں نے بھی پہلا فتویٰ

رضاعت ہی کے بارے میں لکھا۔

یہ سلسلہ تقریباً تین ماہ تک جاری رہا، اس مدت میں بمشکل ۸-۱۰ر فتوے لکھے، بعد کے فتوؤں میں حضرت نے اصلاح بھی فرمائی۔ انتھی کلامہ۔

یہ مشق فتویٰ کی خشت اول تھی جو دورِ طالب علمی کے اختتام پر رکھی گئی۔ فراغت کے بعد مختلف مدرسوں میں رہے وہاں اپنے طور پر آپ تحقیق کر کے فتویٰ لکھتے رہے۔ پھر آپ مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں بحیثیت صدر مدرس تشریف لائے تو حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ اب اس کے بعد کا واقعہ خود حضرت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

"گیا سے واپسی کے بعد تقریباً چھ سال تک مدرسہ شمس العلوم قصبہ گھوسی میں مدرس رہا، اس کے ابتدائی چودہ مہینوں میں حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہ کر فتاویٰ لکھا کرتا تھا، اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ حضرت ارشاد فرماتے، میں املا کرتا۔ مگر کبھی کبھی جب حضرت موڈ میں ہوتے تو فرماتے "بولو اس کا کیا جواب ہوگا؟"

معلوم ہوتا تو عرض کر دیتا ورنہ حکم دیتے کہ بہارِ شریعت نکالو، بہار شریعت میں وہ مسئلہ جس کتاب کے حوالہ سے ہوتا اس کو نکلواتے، اس کے بعد جواب ارشاد فرماتے اور میں لکھتا۔

اس طریق کار سے مجھے مسائل کا استنباط کے ملکہ پیدا ہو گیا۔

فتویٰ نویسی میں میری جو بھی حیثیت ہے وہ حضرت صدر الشریعہ کی اس خاص تربیت کا نتیجہ ہے۔ ۱۴ر ماہ تک میں حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرتا رہا، اس کے بعد حضرت کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔"

۱۳۷۵ھ میں جب آپ کا تقرر بحیثیت مدرس مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف میں ہوا تو آپ حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ آگئے اور یہاں ایک عرصہ تک حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرتے رہے۔ مدرسہ ایک وقت کا تھا، درس کے اوقات میں تدریس کے فرائض انجام دیتے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد قیلولہ کرتے، گرمیوں میں تقریباً ۲ر بجے سے لے کر عصر تک فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے، بعد فجر کے اوقات مطالعہ کے لیے مخصوص تھے۔

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صد سالہ جشن ولادت حضور مفتی اعظم (منعقدہ ۱۱ر ۱۲ر ۱۳ر رجب ۱۴۱۲ھ) میں ایک مقالہ "مفتی اعظم ہند اپنے فضل و کمال کے آئینے میں" ترتیب دیا تھا، اس میں آپ نے اپنی مشق فتویٰ نویسی کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ اب آپ اسے ملاحظہ فرمائیں، رقم طراز ہیں:

"میں بریلی شریف حاضر ہوا، اور حضرت مفتی اعظم نے اپنے دار الافتا کی خدمت سپرد فرمائی، ہوتا یہ کہ

میں مسائل دن میں لکھ لیا کرتا اور بعد نماز عشا حضرت کو سناتا۔ یہ معمول مسلسل گیارہ سال تک رہا۔ میں اس میدان میں نو وارد نہیں تھا۔ فتویٰ نویسی کا اچھا خاصہ تجربہ رکھتا تھا۔ میں نے زمانہ طالب علمی سے فتویٰ نویسی شروع کردی تھی۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے یہاں آئے ہوئے مسائل دیتے، اور میں لکھا کرتا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سب سے پہلا فتویٰ میں نے بھی رضاعت ہی کا لکھا تھا۔ فراغت کے بعد جب میں اپنے گھر گھوسی مقیم تھا تو یہ میری فیروز بختی تھی کہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ ان دنوں ۶۷-۶۶ ۱۳ھ/ ۴۸-۱۹۴۷ء میں) اپنے دولت کدہ ہی پر تشریف رکھتے تھے، میں روزانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا، اور حضرت کے یہاں آئے ہوئے مسائل لکھا کرتا۔ اگر چہ اس کی صورت یہ ہوتی کہ حضرت املا فرماتے، چوں کہ ان دنوں حضرت کی بینائی کمزور تھی۔ اس لیے تائیدی عبارتیں میں ہی نکالا کرتا تھا اس طرح فتویٰ لکھنے کی اچھی خاصی مشق ہو گئی تھی۔

میں بغور سوال پڑھ کر سائل کی منشا سمجھ کر پوری توانائی صرف کر کے دماغ حاضر کر کے جواب لکھتا تھا۔ میں اپنے اوپر جو وثوق اس وقت رکھتا تھا اس کی روشنی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت بھی میرے لکھے ہوئے مسائل پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا تھا۔"

دوسری طرف حضرت مفتی اعظم ہند کا حال یہ تھا کہ دن بھر تعویذ لکھنے میں مصروف رہتے۔ تعویذ لینے کے لیے آنے والے کوئی خوش کن، فرحت بخت خبر نہیں سناتے، بلکہ ہر تعویذ کا طلب گار اپنے دکھ، درد، تکلیف، مصیبت کی داستان سناتا تھا۔ مسلسل اذیت ناک خبریں سنتے سنتے مضبوط سے مضبوط انسان کا دل بیٹھ جاتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دن بھر صبر آزما اعصاب کو مفلوج کرنے والے ماحول کی بدولت حضرت مفتی اعظم ہند ایسے تھک جاتے کہ سوائے آرام وسکون کے کسی اور کام کی طرف توجہ نہ فرماتے، مگر ہوتا یہ کہ بلا ناغہ بالالتزام روزانہ بعد نمازِ عشا کھانا تناول فرمانے کے بعد اپنی بیٹھک پر تشریف لاتے۔ اور اس طرح تشریف رکھتے گویا دن بھر آرام کیا ہے۔ بالکل تر و تازہ چاق و چوبند، حاضر دماغ، اب میں اپنے لکھے ہوئے مسائل سناتا۔ حضرت مفتی اعظم ہند کی حاضر دماغی تیقظ قلبی کا عالم اس وقت بھی وہ ہوتا کہ جگہ جگہ اصلاح فرماتے۔ عمدہ سے عمدہ تر کی طرف رہنمائی فرماتے۔ زور بیان کو مؤثر سے مؤثر بناتے۔ استدلال کو قوی سے قوی تر فرماتے۔ عبارت کو شستہ سے شستہ تر فرماتے۔ اگر تائیدی عبارت میں کمی ہوتی تو دوسری زیادہ مناسب اور موزوں عبارت کی رہنمائی فرماتے۔ اگر عبارت میں کوئی بھول چوک ہوتی تو فوراً تنبیہ فرماتے اور اسے صحیح کرتے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

ایک دفعہ میں نے لکھا تھا تو "فَبِهَا" فرمایا "فَبِهَا" کے ساتھ "تو" کا کیا جوڑ؟

ایک دفعہ میں نے حدیث رفاعہ لکھی تھی صحیح مگر میں نے پڑھ دیا۔ لَا حَتّٰی تَذُوْقِي عُسَيْلَتَكَ فرمایا کیا پڑھا؟ ہمارے اعظم گڑھ کے عرف میں مہر کو مونث استعمال کرتے ہیں۔ اس وجہ سے میں نے مہر کے لیے

تانیث کا صیغہ استعمال کر دیا۔ فوراً تنبیہ فرمائی۔

ایک دفعہ یہ سوال آیا............ ہندہ کی زید کے نابالغی میں شادی ہوئی۔ بالغ ہونے کے بعد ہندہ زید کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں۔ اس مسئلہ کی دس بارہ صورتیں ہیں: مثلاً نکاح کے وقت ہندہ کے باپ یا دادا زندہ تھے یا مر گئے تھے، موجود تھے تو نکاح ان کی اجازت سے ہوا یا خود انھوں نے پڑھایا تھا یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ، میں نے بڑی محنت سے دن بھر صرف کر کے اس کی تمام شقوں کی تفصیل لکھی تھی۔ اور خوش تھا کہ آج حضرت مجھے داد ضرور دیں گے، دعاے خیر سے نوازیں گے۔ مگر جب سنانا شروع کیا تو فرمایا:

یہ جواب سائل کو کیا مفید ہوگا۔ یہ شق در شق، شق در شق طوفانی جواب کس کے پلے پڑے گا۔ جواب میں اپنا مبلغ علم ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ عام طور پر نکاح کفو میں مہر مثل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور نابالغ بچوں کا نکاح باپ دادا ہی کرتے ہیں۔ اور باپ دادا نہیں تو سائل اس کو لکھا کرتے ہیں۔ اس لیے جواب میں صرف اتنا لکھیں کہ اگر یہ نکاح باپ دادا نے پڑھایا تھا یا ان کے اذن سے ہوا تھا، اور کفو میں، مہر میں غبنِ فاحش کے بغیر ہوا تو صحیح نافذ ہے۔ الخ اور اگر واقعہ کی صورت کوئی دوسری ہو تو دوبارہ اس صورت کو تفصیل کے ساتھ لکھ کر بھیجیں۔ اس اصلاح کا حاصل ہے کہ سائل حکم شرعی اس لیے معلوم کرتا ہے کہ اس پر عمل کرے۔ پیچ در پیچ شق در شق جوابات سے وہ الجھ جائے گا۔ اور صحیح حکم کو متعین نہ کر سکے گا۔ نیز خدا ناترس لوگ ان سب شقوق میں اپنے پسند کی شق اختیار کر لیں گے۔ اگر واقعہ کے مطابق نہ ہو اس طرح وہ حرام میں مبتلا ہوں گے اور سہارا آپ کے فتویٰ کا لیں گے۔ اس لیے جواب اس پہلو پر دیا جائے جو ظاہر ہو، اور قیود بڑھا کر دوسرے شقوں کی نفی کر دی جائے۔ اس ہدایت سے حضرت نے رسم مفتی کے اہم قاعدے کی طرف رہنمائی فرمائی کہ مفتی کو اپنی طرف سے شقیں قائم کر کے جواب نہیں دینا چاہیے۔

میں نے بریلی شریف کے ایام قیام میں ۲۵؍ ہزار مسائل لکھے، جن میں ۲۰؍ ہزار کے لگ بھگ وہ مسائل ہیں جن پر حضرت کی اصلاح ہے۔ کاش! وہ سب محفوظ ہوتے تو ایک اہم خزانہ محفوظ ہوتا۔ پھر دنیا دیکھ لیتی کہ حضرت مفتی اعظم ہند کا تبحر علمی دقت نظر اور نکتہ رسی کس حد تک پہنچی ہوئی تھی۔

یہ مجلس عموماً دو تین گھنٹے کی ہوتی، کبھی چار گھنٹے کی بھی ہو جاتی۔ میں تھک جاتا اکتا جاتا، مگر مفتی اعظم ہند پر تکان یا اکتاہٹ کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ دن بھر کا تھکا ہوا انسان رات میں بھی اتنا حاضر دماغ ہو یہ انسانی قویٰ کے بس کی بات نہیں۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند ان منتخب روزگار نفوس قدسیہ سے تھے جن کا علم بھی لدنی ہوتا ہے اور قوائے بشری بھی لدنی، اور دل و دماغ بھی لدنی جن کا سب کچھ لدنی ہوتا ہے۔"

(انوار مفتی اعظم، ص: ۲۵۶ تا ۲۶۰)

مفتی ماہر و معتمد و مستند وہی ہوتا ہے جو کسی ماہر مفتی و نکتہ رس فقیہ کی بارگاہ میں رہ کر کسب فیض کرے۔ کوئی

شخص کتنا ہی بڑا عالم و فاضل ہو، دقیق النظر اور وسیع المطالعہ ہو مگر فقہاے کرام اسے فتویٰ نویسی کی اجازت اس وقت تک نہیں دیتے جب تک کہ وہ کسی ماہر، تجربہ کار مفتی کی خدمت میں رہ کر مشق فتویٰ نہ کرے۔

اسے یوں سمجھیے کہ ایک ڈاکٹر کئی اہم سے اہم ڈگری حاصل کر چکا ہے لیکن اسے آپریشن کرنے کی اجازت اس وقت تک نہیں ملتی جب تک کہ وہ کسی ماہر سرجن کے ساتھ رہ کر سرجری کی مشق کر کے کامل نہ بن جائے۔ یہی حال فتویٰ نویسی کا بھی ہے۔

بلکہ ڈاکٹر کو صرف تعلیم سے فراغت کے بعد مطب کرنے کی اجازت نہیں ملتی جب تک وہ "ہاؤس جاب" نہ کر لے۔ یعنی کسی اسپتال میں جا کر کہنہ مشق ڈاکٹروں کی نگرانی میں وہ ایک مدت تک امراض کی تشخیص اور نسخہ کی تجویز کی مشق نہ کر لے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ ارشاد الملفوظ حصہ اول، ص: ۸۴ / مطبوعہ میں درج ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ردّ وہابیہ اور افتا یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا، مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔

میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں۔ مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انھوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔"

اب غور فرمایئے! حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ بجائے خود بہت ہی ذہین و فطین، اَخّاذ، وسیع المطالعہ، مضبوط علمی صلاحیت کے مالک، حالات زمانہ پر گہری نظر رکھنے والے روشن خیال عالم دین تھے، پھر آپ نے وقت کے اجلہ مفتیان کرام کی بارگاہ میں رہ کر عرصۂ دراز تک مشق فرمائی، اور ان بزرگوں نے آپ کی شخصیت کو نکھارنے اور آپ کو کامل بنانے میں خصوصی نگہ عنایت مبذول فرمائی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ایک کامل و عظیم مفتی تھے اور بلاشبہہ استاذ فن بھی تھے۔

فتاویٰ شارحِ بخاری:

حضرت شارح بخاری کے فتاویٰ اور فقہی کارنامے کثیر بھی ہیں، عظیم بھی۔ نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، منصفانہ جائزہ، مقالاتِ شارح بخاری اور تحقیقات وغیرہ سے آپ کے فقہی کارناموں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اور فتاویٰ کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ عصر حاضر کے مفتیانِ کرام میں آپ کے فتاویٰ کی تعداد سب سے زیادہ

ہے ایک اندازہ کے مطابق اب تک آپ کے کل فتاویٰ کی تعداد تقریباً ستر ہزار سے زائد ہے۔ جو کتاب الطہارۃ سے کتاب الفرائض تک تمام فقہی ابواب پر مشتمل ہیں، اور ان فتاویٰ میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو ایک استاذ فن، ماہر مفتی کے فتوؤں میں ہونی چاہئیں۔ مثلاً:

(۱) کتاب اللہ سے استدلال۔
(۲) حدیث رسول اللہ سے استدلال۔
(۳) اجماع امت سے استدلال۔
(۴) فتاویٰ کے ثبوت میں کتاب وسنت کے عموم واطلاقات سے استدلال۔
(۵) فقہی جزئیات سے استدلال۔
(۶) متعارض دلائل میں تطبیق۔
(۷) ناسخ، منسوخ، مطلق مقید کی تعیین، تشریح۔
(۸) فتاویٰ میں تحقیق وتنقیح مناط کا لحاظ۔
(۹) سائل کی الجھن کا ازالہ۔
(۱۰) حالاتِ زمانہ کی رعایت۔
(۱۱) مسائل شرعیہ کے اسرار وحکم کی وضاحت۔
(۱۲) بدمذہبوں کے دلائل کا جواب، اور ان کی گرفت۔
(۱۳) نو پیدا مسائل کے احکام کی تخریج۔
(۱۴) اختلافی مسائل میں اعتدال کی روش۔
(۱۵) رسم المفتی پر نظر۔
(۱۶) عناد پر مبنی مسائل کا مسکت والزامی جواب۔
(۱۷) تحقیق بدلنے کی صورت میں حکم سابق سے رجوع۔
(۱۸) جو مسئلہ منقح نہ ہو سکے اس میں توقف، یا لا ادری کا اظہار۔
(۱۹) مستفتی کی زبان کی رعایت۔
(۲۰) جواب میں اختصار وجامعیت، وغیرہ وغیرہ۔

ہم یہاں اس کے چند نمونے اس بات کی وضاحت کے لیے ضرور پیش کریں گے۔

حضرت شارح بخاری کے فتاویٰ کی چند خوبیاں

☆جزئیات پر گہری نظر:

آپ کی نظر فقہی جزئیات پر بڑی وسیع اور گہری تھی کثیر جزئیات تو آپ کو زبانی یاد تھیں۔ جب سے آپ کی نگاہ کمزور ہوگئی تب سے آپ فتاویٰ املا کراتے اور سند میں جزئیات زیادہ تر بغیر کسی کتاب کی طرف مراجعت کیے ہوئے اپنی حفظ سے لکھوا دیتے۔ حضرت صدر الشریعہ اور حضرت مفتی اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مشق فتویٰ نویسی سے پہلے بھی آپ فتاوی میں جزئیات لکھنے کا التزام فرماتے تھے، شاید یہ فیض تھا حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت کا ہم یہاں ثبوت میں آپ کی نوعمری کا بس ایک فتویٰ پیش کرتے ہیں۔

نوعمری کا ایک فتویٰ:

بالائے سرش ز ہوش مندی   می تافت ستارۂ سر بلندی

لگتا ہے کہ بچپنے سے ہی حضرت کی طبیعت فقہ کی طرف زیادہ مائل تھی۔ اور آپ فقہ کا ایک سچا خادم بننا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی برکت نوعمری سے ہی ظاہر ہونے لگی تھی۔ فراغت کے بعد آپ بحیثیت مدرس مدرسہ حنفیہ سنیہ، اسلام پورہ، مالیگاؤں تشریف لے گئے وہاں ربیع الاول ۱۳۶۴ھ تا ۹؍شعبان ۱۳۶۴ھ آپ کا قیام رہا۔ اسی دوران وہاں ایک سوال یہ اٹھ کھڑا ہوا کہ ایک ساتھ کئی مؤذنوں کا اذان دینا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں وہاں کے دیوبندی مفتی کے فتوے اور آپ کے فتوے میں تعارض ہوگیا۔ تو وہ فتوے دارالعلوم دیوبند بھیجے گئے آپ کی دلیل کی قوت کے پیش نظر مفتی دیوبند نے آپ کے مطابق جواب لکھا۔ اب یہ پورا واقعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے۔ آپ فرماتے ہیں:

ایک ساتھ کئی اذان کا حکم:

مدرسہ حنفیہ سنیہ اسلام پورہ، مالیگاؤں میں چھ ماہ تک بحیثیت مدرس رہا وہاں فتویٰ نویسی بھی کرتا تھا، وہاں کے قیام کے دوران ایک روز مالیگاؤں کی ایک مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا کہ دو مناروں سے دو مؤذنوں نے ایک ہی مسجد میں اذان دے دی۔ اس پر دیوبندیوں نے فتویٰ دیا کہ یہ ناجائز ہے سنت کے خلاف ہے۔ میرے پاس سوال آیا تو میں نے اسے جائز کہا۔ دلیل میں حرمین شریفین کا تعامل، ہدایہ کی عبارت ”واذان المؤذنون“ اور مسئلہ اذان جوق پیش کیا۔ یوں یہ مسئلہ دارالعلوم دیوبند گیا تو وہاں کے مفتیوں نے بھی جائز ہی لکھا۔

ہدایہ کی عبارت یہ ہے:

واذا اذن المؤذنون الاذان الاول ترك الناس البيع والشراء وتوجهوا الى الجمعة واذا صعد الامام المنبر جلس واذّن المؤذنون بين يدى المنبر بذلك جرى التوارث ولم يكن علىٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الّا هذا الاذان. (ہدایہ ص:۱۷، جلد اول)

شامی میں ہے:

ذكر السيوطى ان اول من احدث اذان اثنين معًا بنو امية قال الرملى فى حاشية البحر: ولم ار نصا صريحاً فى جماعة الاذان المسمىٰ فى ديارنا باذان الجوق هل هو بدعة حسنة او سيئة؟ وذكر الشافعية بين يدى الخطيب واختلفوا فى استحبابه وكراهيته. واما الاذان الاول فقد صرح فى النهاية بانه المتوارث حيث قال فى شرح قوله: "واذا اذن المؤذنون الاذان الاول ترك الناس البيع" وذكر المؤذنين بلفظ الجمع اخراجًا للكلام مخرج العادة لان المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ اصواتهم الىٰ اطراف المصر الجامع. اھ

ففيه دليل على انه غير مكروه لان المتوارث لايكون مكروها وكذلك نقول فى الاذان بين يدى الخطيب فيكون بدعة حسنة، اذ ماراٰه المؤمنون حسنًا فهو حسن اھ ملخصاً. اقول: وذكر سيدى عبد الغنى المسئالة كذلك اخذًا من كلام النهاية المذكور فقد قال ولا خصوصية للجمعة اذ الفروض الخمسة تحتاج للاعلام. (شامی ص:۵۴، ج:۲)

☆ تحقیق و تنقیح:

حضرت نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بیشتر فتاویٰ مختصر مگر جامع ہیں جن میں عموماً سوال کا صرف جواب ہوتا ہے اور دلیل میں کسی معتمد فقہی کتاب کا کوئی جزئیہ ہوتا ہے جس کی وجہ کثرت کار اور جواب تعجیل کی اہمیت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کوئی مسئلہ جاننا چاہتا ہے تا کہ اس کے مطابق زندگی گزارے تو اسے جلد از جلد حکم شرع سے آگاہ کر دینا چاہیے تاخیر کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی سمجھ سے درست جان کر کچھ کر بیٹھے اور وہ واقع میں شریعت کے خلاف ہو تو گناہ کا مرتکب ہوگا، اور ممکن ہے اسی دوران اس کا انتقال ہو جائے تو توبہ بھی نہ کر سکے گا۔ اس لیے اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ نفس حکم جلد از جلد لکھ کر بھیج دیا جائے اس کے باوجود جہاں ضرورت محسوس کرتے تھے وہاں جواب تحقیقی لکھتے تھے اور تحقیق فرماتے ہیں تو تحقیق کا حق ادا کرتے تھے۔

☆ متعارض دلائل میں تطبیق:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسئلے کے دلائل کے درمیان تعارض واقع ہو جاتا ہے مگر وہ تعارض محض بادی النظر

میں ہوتا ہے حقیقت کے لحاظ سے ان کے مابین کوئی منافات نہیں ہوتی کیوں کہ ہر ایک کا محمل الگ الگ ہوتا ہے اور ہر دلیل دوسرے کے مفہوم کی موید ہوتی ہے اسی کے بیان کو تطبیق کہا جاتا ہے مگر اس دقیق فرق کا ادراک نہایت مشکل اور اہم کام ہے اور اس کی حقیقت تک رسائی محض اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہوتی ہے۔

اس تعارض کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) آیاتِ قرآنیہ کا تعارض آیاتِ قرآنیہ سے۔

(۲) آیاتِ قرآنیہ کا تعارض احادیث نبویہ سے۔

(۳) احادیث کا تعارض احادیث سے۔

(۴) فقہی اصول وفروع کا تعارض فقہی اصول وفروع سے۔

حضرت نائب مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے بفضلہٖ تعالیٰ تعارض کی ان ساری صورتوں میں تطبیق کے جواہر قوم کو عطا کیے ہیں جن کی تفصیل فتاویٰ شریفیہ اور نزہۃ القاری وغیرہ میں موجود ہے، ہم یہاں بطور نمونہ ایک دو مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

(۱)-تقلید ائمہ کیا تکمیل دین کے منافی ہے؟:

ایک صاحب نے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں یہ سوال کیا:

”جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام وتابعین کے زمانے میں نہ ہوا ہو، بعد کے لوگ اس کام کو دینی امر سمجھ کر کریں تو آیت: ”اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ“ الخ. کے خلاف ہے کہ نہیں، جیسا کہ تقلید ائمہ اربعہ؟“

اس کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

”بہت سے ایسے کام ہیں جو قرون ثلاثہ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے میں نہیں تھے، بعد میں ایجاد ہوئے لیکن وہ مستحسن اور باعث اجر وثواب ہیں اور یہ خود حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ مسلم شریف میں جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حسنةً فله أجرها ، و اَجرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا من بعدُ، مِن غير أن ينقص مِن اَجورهم شيءٌ.“ جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے گا اسے اس کا ثواب ملے گا، اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر ایجاد کرنے والے کو ثواب ملے گا، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ (مسلم شریف، جلد اول، ص: ۳۲۷ و جلد ثانی، ص: ۳۴۱)

اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ (قیامت تک) اچھے طریقے کی ایجاد مستحسن و باعث اجر وثواب ہے

اور تقلید ائمۂ اربعہ بھی یقیناً اچھا طریقہ (سنت حسنہ) ہے کہ اس پر ساری دنیا کے مسلمانوں کا اجماع ہے۔"

اس حدیث کو پیش کر کے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے یہ ذہن دیا کہ اگر تقلید ائمہ تکمیل دین کے منافی ہے تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافِ دین کام کی تعلیم و ترغیب دی ہے، اس طور پر تو حدیث اور قرآن کی آیۂ مذکورہ میں تعارض لازم آئے گا۔ پھر حضرت نے تطبیق یوں فرمائی، رقم طراز ہیں:

"یہ ایجاد آیۂ کریمہ: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کے منافی نہیں، اس لیے کہ اس سے مراد اصول اور قواعد کلیہ کی تکمیل ہے، رہ گئے جزئیات، ان کی تکمیل مراد نہیں ہزار ہا جزئیات ایسے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کہیں مذکور نہیں، علماے مجتہدین نے انھیں قیاس سے بیان فرمایا۔ اور یہ ایسا جرم ہے کہ اس میں خود غیر مقلدین بھی مبتلا ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اِنَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قُبِضَ و لم یُفَسِّرھا لَنا" (مشکوٰۃ، ص: ۲۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور سود کی تفسیر نہیں فرمائی۔ یعنی سود حرام قطعی ہے لیکن کون لین دین سود ہے، کون نہیں اسے مفصل نہیں بیان فرمائی، صرف چھ چیزوں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سود ہے، سونا، چاندی، کھجور، جو، گیہوں، نمک۔ ان کے علاوہ سیکڑوں چیزوں جن کی خرید و فروخت ہوتی ہے ان میں سے کس میں سود ہے، کس میں نہیں یہ بیان نہیں فرمایا۔" (دیکھیں کتاب ہٰذا: ص:......)

(۲)- دار الحرب میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟

نیپال کے سید مخدوم شاہ نقش بندی نے یہ استفتا کیا:

"تین مسجدیں اس شہر میں موجود ہیں اور بلا خوف و خطر نماز جمعہ و عیدین ادا کی جاتی ہیں، عالم دین بیرون ملک کے آ کر امامت بھی کرتے ہیں، امید تو نہیں کہ عالم دین ہو کر خلافِ شرع کام کریں گے۔ ہمیں جو اشتباہ ہوا ہے وہ یہ کہ یہ "اسلامی مصر" نہیں، تو کیا یہ مسئلہ بہار شریعت کا۔"

"جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو تو وہاں جو سب سے بڑا فقیہ سنی صحیح العقیدہ ہو، احکام شرعیہ جاری کرنے میں سلطان اسلام کے قائم مقام ہے، لہٰذا وہی جمعہ قائم کرے بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہو سکتا۔"

(بہار شریعت، ص: ۹۵، ج: ۴)

جمعہ یہاں درست قرار دینے میں مدد نہیں پہنچا سکتا، جب کہ تعامل مسلمین کا بھی یہی تقاضا ہے تعامل مسلمین کے متعلق شامی کی عبارت بھی نقل کی ہے: "وَکُلُّ مصرٍ وَالٍ من جھتھم یجوز لہٗ اِقامۃ الجُمعۃ ویصیر القاضی قاضیًا بتراضی المسلمین۔" (ص: ۵۴۰، ۵۴۱)

یہاں جمعہ و عیدین تو بہر حال مسلمین کے ساتھ عالم لوگ پڑھتے آئے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں، اب یہ جو

اشتباہ ہمیں ہوا ہے اس کو رفع کیسے کیا جائے، آیا احتیاطی ظہر پڑھ کے گناہ سے بچیں، یا شریک جمعہ نہ ہو کر؟"

اس کے جواب میں حضرت نے اولاً نیپال وغیرہ ممالک کا حکم بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ذہن بھی دیا کہ بہارِ شریعت وشامی کی عبارتوں کا صحیح محمل تلاش کیا جانا چاہیے، آپ فرماتے ہیں:

"اس مسئلے میں مسلسل غور وخوض کر رہا ہوں، یہ مسئلہ صرف نیپال ہی کا نہیں، اب تو عالم گیر مسئلہ بن چکا ہے، امریکہ، برطانیہ وغیرہ کثیر ممالک کے لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہاں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟

علماے احناف اس پر متفق ہیں کہ دار الحرب میں جمعہ صحیح نہیں جمعہ خاص ہے دار الاسلام کے ساتھ وہ ممالک جہاں کبھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوسکی وہ دار الحرب ہیں اگر چہ وہاں شعائر اسلام کی ادائیگی کی مکمل آزادی ہو، اس تقدیر پر نیپال، برطانیہ، امریکہ وغیرہ دار الحرب ہیں۔"

جب علماے حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دار الحرب میں جمعہ صحیح نہیں تو یہ اس امر کا متقاضی ہے کہ شامی اور بہار شریعت کی عبارتوں کی کوئی مناسب توجیہ کی جائے ورنہ تعارض لازم آئے گا۔ اس لیے حضرت فرماتے ہیں:

" آپ نے بہار شریعت کی جو عبارت نقل کی اس سے، اور شامی کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں کفار کا تسلط ہو وہاں بھی جمعہ صحیح ہے۔ بظاہر ان دونوں مسئلوں میں تعارض ہے۔

اس کے دفع کی یہ صورت میرے ذہن میں آئی کہ بہارِ شریعت اور شامی کی ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ جس ملک پر اسلامی حکومت تھی اور وہ ملک اب کفار کے قبضہ میں چلا گیا وہاں جمعہ صحیح ہے اس لیے کہ وہ دار الاسلام ہی ہے، میرا کام صرف یہ ہے کہ کتب مذہب میں جو کچھ لکھا ہے اسے صحیح طور پر نقل کروں، وہی خدمت انجام دے رہا ہوں۔"

اس کے بعد آپ نے بقیہ امور کا جواب دیا ہے۔ یہاں ہمارا مقصود صرف بتانا ہے کہ یہاں عبارتوں میں بظاہر تعارض تھا، حضرت نے ایک مناسب توجیہ فرما کر سب کے مابین تطبیق فرمادی۔

☆ نو پیدا مسائل:

آئے دن نت نئے مسائل ایسے پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا حکم صریح کتب مذہب میں موجود نہیں اور اہل اسلام کو ان کے حکم شرعی کی ضرورت ہوتی ہے ایسے مسائل کے حل کے لیے مذہب کے اصول اور نظائر کا سہارا لیا جاتا ہے جو بجائے خود بہت ہی مشکل کام ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کا حکم کسی لفظ عام کے ضمن میں موجود ہوتا ہے تو فقیہ اسی لفظ عام سے استخراج حکم کرتا ہے اور یہ بھی بہت ہی دقیق امر ہے۔ حضرت نے فتاویٰ میں ایسے مسائل کی بھی خاصی تعداد موجود ہے ہم یہاں ان کا ایک انتخاب پیش کرتے ہیں۔

(۱)- گھڑی کی چین کا مسئلہ:

گھڑی دھات کی چین کے ساتھ پہنی جائے یا نہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔

سیدی حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا فتویٰ یہ ہے کہ ناجائز ہے اور تقریباً یہی موقف عامہ علماے اہل سنت کا بھی ہے لیکن اس کے برخلاف حضرت نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ جواز کا موقف اختیار کرتے ہیں آپ کے مجموعۂ فتاویٰ میں اس نوع کے کثیر فتاویٰ موجود ہیں، ایک آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، رقم طراز ہیں:

”دھات کی چین گھڑی کے ساتھ باندھنا علما کے مابین مختلف فیہ ہے بہت سے علماے کرام اس کو ناجائز و حرام کہتے ہیں ایسی صورت میں اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی۔

لیکن اس خادم نے بہت غور و فکر کیا، اور کافی تلاش کیا، مگر اب تک اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی اور اصل اشیا میں اباحت ہے اس لیے خادم یہ حکم دیتا ہے کہ اسے باندھنا جائز ہے اور اسے باندھ کر نماز پڑھنی بلا کراہت درست ہے۔

بعض لوگ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انھوں نے اسے ناجائز فرمایا ہے جیسا کہ الملفوظ اور احکام شریعت میں ہے۔

لیکن الطّیب الوجیز میں اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا:

”پس بچنا ہی بہتر ہے۔“ او کما قال۔

الملفوظ کا جو حال ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں، اس میں سیکڑوں غلطیاں اب تک مل چکی ہیں، احکام شریعت ایک میلاد خواں کی جمع کردہ ہے، یہ دونوں کتابیں اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد چھپی ہیں اس لیے اس میں غلطی کا امکان بعید نہیں ہے اسی وجہ سے خادم اسی پر فتویٰ دیتا ہے۔

علاوہ ازیں اسٹیل کی یہ چین جو اب کلائی پر باندھی جاتی ہے، اعلیٰ حضرت کے زمانے میں نہیں تھی، اعلیٰ حضرت کے زمانے میں جیبی گھڑیوں میں چین لگائی جاتی تھی اسی کے بارے میں ان تینوں کتابوں میں حکم ہے، اسی کے بارے میں احکامِ شریعت میں بھی ہے۔ اس لیے اس کے ناجائز ہونے پر اعلیٰ حضرت کی کسی کتاب کا حوالہ دینا بے محل ہے۔

اب بات وہیں پہونچی کی اصل اشیا میں اباحت اور اس چین کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہیں، اس لیے یہ جائز ہے مگر چوں کہ اختلافِ علما سے بچنا اولیٰ ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ اسے نہ استعمال کیا جائے۔

(قلمی فتاویٰ شارحِ بخاری)

(۲)۔ جی پی ایف کا حکم:

آپ فرماتے ہیں:

”جی پی ایف کے نام سے جمع شدہ رقم پر گورنمنٹ جو زائد رقم دیتی ہے اس کا لینا بلاشبہہ جائز ہے۔ یہ سود نہیں گورنمنٹ یا فیکٹری کا عطیہ ہے جو حسن کارکردگی سے صلے میں دیتی ہے، یا از کار رفتہ ہو جانے کی وجہ سے از راہِ ترحم دیتی ہے۔“ (قلمی فتاویٰ شارحِ بخاری)

(۳)۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم:

اس سلسلے میں آپ سے یہ سوال ہوا:

”ہندہ کی سہیلی نے اپنے شوہر کی منی لے کر ٹیوب کے ذریعہ ہندہ کے رحم میں ڈلوا دیا اور اس کو بچہ پیدا ہو گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(الف) ہندہ کا رحم میں غیر کی منی ڈلوانا اور اس کی سہیلی کا یہ تعاون کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(ب) جو اولاد ہوگی شرعاً اس کی حیثیت ولد الزنا کی ہے یا ولد الحرام کی؟

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

”یہ انتہائی بے حیائی اور سخت حرام ہے کہ کسی مرد کی منی ٹیوب میں لے کر دوسری عورت کے رحم میں داخل کیا جائے۔

اولاً: بلا ضرورت شرعیہ عورت کا اپنی شرم گاہ میں سوائے اپنے شوہر کے آلۂ تناسل کے کسی چیز کو داخل کرنا حرام و گناہ ہے۔

ثانیاً: کسی عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ کسی عورت کی شرم گاہ کو بلا ضرورت شرعیہ دیکھے، یا چھوئے، اور ٹیوب استعمال کرنے کا عام طریقہ یہی ہے کہ دوسرا کوئی مرد یا عورت استعمال کرتی ہے۔

اور اگر بالفرض عورت نے خود وہ ٹیوب استعمال کر لیا ہو تو بھی پہلی وجہ حرمت اپنی جگہ باقی ہے۔ یہ عورت، اس کی سہیلی اور سہیلی کا شوہر تینوں گنہگار ہوئے۔“

(الف-ب) یہ اولاد ثابت النسب ہوگی اور اس کی مانی جائے گی جس کی زوجیت میں یہ عورت ہے حدیث میں فرمایا گیا:

اَلولدُ للفراش وللعاهر الحجر. (قلمی فتاویٰ شارحِ بخاری، ماہنامہ اشرفیہ، ماہ جولائی ۱۹۹۱ء، ص:۹-۱۰)

اس مسئلے میں نسب کا مسئلہ اہم ہے جس کا جواب آپ نے حدیث پاک سے دیا۔

(۴)- مادہ جانوروں میں ٹیوب کے ذریعہ انتقال منی:

سوال یہ ہے کہ:

”ٹیوب کے ذریعہ مادہ جانوروں کے رحم میں مادۂ منویہ ڈال کر اولاد پیدا کی جاتی ہے شرعاً یہ فعل کیسا ہے جب کہ سائنسی ترقی نے عملاً اس کو کر دکھلایا ہے؟

آپ فرماتے ہیں:

یہ بھی غیر فطری فعل ہے اور نر کو خلق حق سے محروم کرنا ہے اس لیے اس کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیے، اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ مادہ کی نسل سے مانا جائے گا۔ حلت و حرمت کے وہی احکام ہوں گے جو اس کی ماں کے ہیں۔ درمختار میں ہے: یحِلُّ اکلُ ذئبٍ وَ لَدَتُہُ شاۃٌ. (حوالہ مذکورہ)

(۵)- پندرہ اگست، اور ۲۶/ جنوری منانا:

اس سلسلے کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”۱۵/ اگست جائز طریقہ سے منانے میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا مطلب ہوتا ہے ”انگریزوں سے آزادی ملنے کی خوشی“ فی نفسہ اس میں شرعاً کوئی خرابی نہیں۔ رہ گیا ۲۶/ جنوری یہ منانا جائز نہیں یہ دن اس یادگار میں منایا جاتا ہے کہ کانگریس نے اپنا دستور بنا کر اسی تاریخ سے نافذ کیا ہے اس لیے اس دن کے منانے کا مطلب یہ ہے کہ کانگریس کے اس دستور کو ہم شرعی طور پر صحیح مانتے ہیں حالانکہ وہ شرعی طور پر صحیح نہیں۔“

(قلمی فتاویٰ شارحِ بخاری،)

(۶)- لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ:

ہندوستان میں لاؤڈ اسپیکر آتے ہی یہ مسئلہ علمائے کرام کے درمیان موضوعِ بحث بن گیا کہ ”نماز میں اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز۔ اور نماز فاسد ہوگی، یا صحیح؟ اس کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جو آواز سنی جاتی ہے وہ امام کی اصلی آواز ہے یا نقلی۔ یہ مسئلہ طبیعات کا تھا، اس لیے علما نے ماہرینِ طبیعات کی طرف رجوع کیا ان کی تحقیقات میں بھی اختلاف ہو گیا، کوئی کہتا تھا کہ آواز تو اصلی ہے مگر پہلے سے بلند ہو کر سنائی دیتی ہے سائنس دانوں کے اس اختلاف کی وجہ سے علمائے کرام کے درمیان بھی اختلاف ہو گیا۔ کسی نے کہا لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز پر اقتدا درست ہے، نماز صحیح ہوگی جیسے مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، کسی نے جائز خلافِ اولیٰ کہا جیسے حضرت صدر العلما مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، کسی نے مکروہ کہا جیسے حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کسی نے فاسد بتایا جیسے حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ۔

اس مسئلے کی نزاکت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ "آپ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پایئے گا۔"

اس سے حضرت کی شانِ تفقہ عیاں ہوتی ہے لیکن ایسے جلیل القدر فقیہ کو بھی اس مسئلے میں فکری انقلاب سے دو چار ہونا پڑا، آپ کے اس سلسلے میں دو متضاد فتوے ہیں ایک میں نماز کو جائز کہا ہے اور ایک میں فاسد۔ پھر ان دونوں میں کون مقدم ہے اور کون متاخر، یہ بھی مختلف فیہ ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ کا مقام یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو پورے ہندوستان کا قاضی مقرر فرمایا تھا لیکن خود آپ کے فتوؤں میں بھی اختلاف تھا، ایک روایت کے مطابق آپ کا پہلا فتویٰ جواز کا تھا، دوسرا عدم جواز کا۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ نے ابتداءً یہ صادر فرمایا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز اگر بولنے والے کی ہے تو اس پر اقتدا صحیح ہے اور اس کی آواز نہیں تو اقتدا صحیح نہیں۔

حضرت حافظ ملّت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فتوے میں تحریر فرمایا کہ مجھے اس کی تحقیق نہیں احتیاط احتراز میں ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

"حدیث شریف میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایسی چیز کو چھوڑ دو جس میں شک و شبہہ ہو اور اسے اختیار کرو جس میں کوئی شبہ نہیں۔" لہٰذا میری رائے میں یہی صورت زیادہ مناسب ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال ہی نہ کیا جائے کہ نماز میں کسی قسم کا جھگڑا اور شبہ پیدا ہو۔

(ملفوظات حافظ ملت، ص: ۴۴، بروایت مولانا عبد المبین نعمانی صاحب)

حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ نے تردد پر مبنی دلیل کے پیش نظر احتیاطاً ناجائز فرما کر یہ تمنا ظاہر کی **لَعَلَّ اللّٰہ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔**

مزید اس کی نزاکت کا اندازہ کرنا ہو تو حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ پڑھیے۔ فرماتے ہیں:

"ہمارے اکابر علما نے نماز میں اس (لاؤڈ اسپیکر) کے لگانے کو پسند نہیں کیا۔ ● بلکہ بعض علما نے صراحۃً فرمایا کہ اس کا نماز میں لگانا درست نہیں۔ ● اور بعض نے فرمایا مفسد نماز ہے۔ ● بعض نے فرمایا ہرگز نہ لگایا جائے۔ ● بعض نے فرمایا اس کا نماز میں لگانا بدعت سیئہ ہے۔ ● اور بعض نے فرمایا کہ نماز تو نماز اذان و خطبہ میں بھی اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ ان وجوہ کی بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا نماز میں ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ (ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ پاکستان ص: ۱۲، شمارہ شعبان ۱۴۱۵ھ انوار شریعت مصنفہ مفتی جلال الدین امجدی)

ان حقائق سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ علمائے کرام کے لیے بڑا ہی غامض و دقیق مسئلہ بن گیا تھا، اسی لیے ان کے مابین اس کے حکم شرعی کے سلسلے میں طرح طرح سے اختلافات رونما ہوئے۔ ایسے مسئلے میں کوئی قول محقق و منقح پیش کرنا یقیناً بڑی بات ہے۔ حضرت نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بھی اس مسئلے کی تحقیق و

تنقیح کے سلسلے میں کچھ دنوں تک پریشان رہے پھر بار بار غور وخوض کے نتیجے میں ایک محکم رائے پر جم گئے آپ کا یہ غور وخوض متعارض دلائل میں تطبیق اور حکم شرعی کے استنباط کا مظہر ہے۔ آپ اس مسئلہ میں غامضہ کی تحقیق کی راہ میں کن مراحل سے گزرے اسے خود آپ کی ہی زبانی سنیے۔ فرماتے ہیں:

"ابتدا میں بہت سے علما نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو صداے بازگشت مان کر فساد کا حکم دیا تھا، دلیل یہ تھی کہ صداے بازگشت سے آیتِ سجدہ سن کر تلاوت واجب نہیں ہوتا، جس کی علت غنیہ میں یہ بیان فرمائی: **"لانها مُحاكاة ليست بقراءةٍ"**

لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ یہ صدائے بازگشت ہے اس سلسلے میں پاکستان کے کچھ حضرات نے بہت سے ماہرین صوتیات سے استفسار کیا تھا جس میں یوروپ کے بھی بہت سے ماہرین تھے، ان لوگوں نے یہ بتایا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلم کی آواز نہیں، لاؤڈ اسپیکر کی مشین متکلم کی آواز سے دھکا کھا کر اسی کے مماثل دوسری آواز پیدا کرتی ہے مگر یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

پھر پاکستان کے کچھ لوگوں نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں بہت سے ماہرین صوتیات کی یہ تحقیق درج تھی کہ "وہ عین آواز متکلم ہے جس کو ایمپلی فائر قوی کر کے باہر پھینکتا ہے۔" یہ بات مجھے لگتی معلوم ہوتی تھی۔

اس وقت تک "الكشف الشافيه" کا مطالعہ میں نے نہیں کیا تھا، پھر جب الکشف شافیا کا مطالعہ کیا تو دوسرے قول کی تائید اس سے نکلی کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گراموفون کی آواز کو عین آواز متکلم مانا ہے اور صداے بازگشت کو بھی۔

پھر میں متردد رہا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز صحیح ہے، یا نہیں؟ پاکستان کے بہت سے علما جواز کے قائل تھے۔ اور ہندوستان کے بھی کچھ علما خصوصاً مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف کے کچھ مدرسین بھی جواز کے قائل تھے۔

ان کا استدلال یہ تھا کہ یہ صدائے بازگشت ہے اور صدائے بازگشت کو اعلیٰ حضرت نے عین آواز متکلم مانا ہے تو پھر نماز کے فاسد ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس لیے کہ مقتدیوں کی تحریمہ صحیح ہے اور نماز ان کی صحیح طور پر شروع ہوئی ہے۔

بہت غور وخوض کے بعد ان سب کا حل میں نے یہ نکالا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز صدائے بازگشت ہرگز نہیں۔ صدائے بازگشت کے لیے ضروری ہے کہ آواز کسی چیز سے ٹکرا کر واپس ہو اور لاؤڈ اسپیکر میں آواز پلٹتی نہیں بلکہ لاؤڈ اسپیکر آواز کو پورے طور پر اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور ایمپلی فائر اس میں اپنی پوری قوت سے اثر ڈال کر ہارن کی طرف پھینکتا ہے، لیکن صدائے بازگشت میں بربنائے اختلاف اقوال دو صورتوں میں سے ایک ہوتی ہے۔

اول: یہ کہ متکلم کی آواز ٹکرا کر ختم ہو جاتی ہے اور ٹکرانے کے بعد نیا صوتی سلسلہ تموج پیدا ہوتا ہے۔

دوسرے: یہ کہ آواز ٹکرا کر کچھ دیر ساکن ہو کر پلٹتی ہے اور خارج کی قوت اس میں اثر انداز ہو جاتی ہے تو

اس کا حکم من کل الوجوہ عین آواز متکلم کا نہیں اور حسب تصریح صاحب غنیۃ و دیگر فقہا محالات ہے، قرأت نہیں۔ تو جب لاؤڈ اسپیکر میں بہ نسبت صدائے بازگشت کے خارج کا اثر کئی گنا زیادہ ہے۔ کیوں کہ متکلم کا سلسلۂ تموج مائکروفون پر جا کر ختم ہو گیا، اور آواز بجلی کے حوالہ ہو گئی بجلی نے ایمپلی فائر میں پہنچایا، ایمپلی فائر نے اپنی قوت بھر اس میں اثر ڈالا، جس سے وہ قوی ہوئی، اس کے بعد اس کو ہارن تک پہنچایا، اور ہارن نے پھر اس کو ہوا میں پہنچا دیا۔

غرض یہ کہ صدائے بازگشت میں آواز کا محل ہوا ہی رہی اور یہاں محل تین درجے تک بدل گیا۔ تو اس کو بدرجہ اولیٰ محالات کا ہونا چاہیے، اور قرأت نہیں ہونا چاہیے، اور اس پر اقتدا سے فاسد ہونی چاہیے۔

رہ گئی یہ بات کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ عین آواز متکلم ہے۔ اور فقہا نے فرمایا کہ یہ محالات ہے، قرأت نہیں۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ وہ حقیقۃً عین آواز متکلم ہے اور حکماً محالات۔" (ختم)

اس تفصیل سے یہ عیاں ہو کر سامنے آیا کہ مسئلہ لاؤڈ اسپیکر بڑا دقیق و غامض مسئلہ ہے جس میں فقہائے کرام کے درمیان شدید اختلاف ہے اور یہ بھی اس طرح کے مسئلے میں تحقیق و تنقیح کیسے کی جانی چاہیے حضرت علیہ الرحمہ نے غور و فکر کے جو مراحل بیان کیے ہیں ان سے آپ کی دقت نظر، حسن تفحص اور قدرت استنباط کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ نو پیدا مسئلے میں کامل تحقیق کے بعد ہی حکم صادر کرنا چاہیے۔ اس تحقیق کے بعد حضرت نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے عدم جواز کے کثیر فتاویٰ صادر کیے البتہ راقم الحروف کا موقف اس باب میں وہ ہے جو حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(۷)-انجکشن مفسد صوم ہے یا نہیں؟:

اس سلسلے میں خود فرماتے ہیں:

بلرام پور میں زمانۂ قیام کے دوران انجکشن کے مفسد صوم نہ ہونے کے بارے میں ایک فتویٰ لکھا تھا۔

ہمارے علما کا یہ فتویٰ ہے کہ انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا مکروہ ہے مگر اس کی توجیہ و تفصیل کسی صاحب نے نہیں کی تھی، میں نے اس کو بہت تفصیل سے لکھا جو پہلے "المیزان" پھر "پاسبان" میں چھپا۔

اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ مطلقاً دوا یا غذا یا پانی کا جسم میں جانا مفسد صوم نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ آدمی جب نہاتا ہے تو مسامات کے ذریعہ پانی جسم میں داخل ہوتا ہے۔ فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ: "سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ تک نہیں پہنچی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔" مدار کار اس پر اس ہے کہ دوا کسی منفذ کے ذریعہ پیٹ یا دماغ تک پہنچے، اور جو دوا یا غذا مسامات کے ذریعہ پہنچے وہ مفسد نہیں۔

پھر علم تشریح کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ انجکشن خواہ گوشت کا ہو یا رگ کا۔ دماغ یا پیٹ تک منفذ کے ذریعہ نہیں پہنچتا، بلکہ درمیان میں مسامات حائل ہوجاتے ہیں۔ گوشت کے انجکشن میں تو ظاہر ہے کہ دوا مسامات ہی میں داخل ہوتی ہے۔ رگ کے انجکشن میں بظاہر ایسا ضرور ہے کہ ابتداءً دوا رگ میں داخل ہوئی جو یقیناً منفذ ہے لیکن پیٹ یا دماغ تک پہنچنے میں مسامات حائل ہوجاتے ہیں اور ذریعہ صرف مسامات ہی رہ جاتے ہیں اس لیے انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

کراہت کا سبب یہ ہے کہ انجکشن کی ہر دوا میں اسپرٹ یا الکحل ہوتی ہے، جو شراب ہے روزہ کی حالت میں جسم کے اندر شراب داخل کرنا یقیناً مکروہ ہے۔

(۸)- پھول کا سہرا پہننا جائز، یا ناجائز؟:

ایک شادی کے سلسلے میں کسی سائل سے استفتا کیا زید کی لڑکی ہے اور عمر کا لڑکا، زید کہتا ہے کہ پھول کا سہرا و مقنہ سر پر باندھ کر نوشہ نہ آوے کیوں کہ یہ ناجائز وحرام ہے اور بدعت ہے البتہ اگر پھول کا سہرا ہاتھ میں ہو تو حرج نہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ سر پر پھول کا سہرا باندھنا ناجائز وحرام اور بدعت ہے یا نہیں، مقنہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: خالص پھول کا سہرا بلا شبہ جائز ہے خواہ سر پر باندھے یا گلے میں لٹکائے ہاتھ میں رکھیں، یہ رسوم دنیویہ میں سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں تو مثل اور تمام عادات ورسوم مباح کے مباح رہے گا، شرع شریف کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جس چیز کو مولیٰ عزوجل اور اس کے رسول اچھا بتائیں وہ اچھی چیز ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری ہے جس سے سکوت فرمائیں وہ اباحتِ اصلیہ پر ہے کہ اس کے فعل وترک میں نہ ثواب نہ عقاب۔

حدیث میں ہے: ماسکت عنه فهو معفو عنه.

ہدایہ میں ہے: الاباحة اصل.

علامہ شامی نے تحریر سے نقل فرمایا المختار بان الاصل الاباحة.

اس قاعدۂ کلیہ کے تحت جو اسے ناجائز وحرام بتاتا ہے وہ اس کی دلیل لائے اس کو جائز کہنے والا اصل کے ساتھ متمسک ہے اگر چیزوں کے حلال ہونے کے لیے نص شرعی درکار ہے تو زمانۂ حال کے بہت سے کھانے، پینے، کپڑے، سامان کے مباح ہونے پر کون سی نص ہے پھول کے سہرے کو ناجائز بتانے والے شیروانی، چوڑے پانچے کے پائجامہ وغیرہ کے جواز پر دلیل لائیں یا اپنی عادت کے مطابق ان کو بھی ناجائز کہیں شادی کے موقع پر زیب وزینت زمانۂ رسالت سے مروج ہے پھولوں کا سہرا بھی زینت ہی ہے اور ایسی زینت کو جو شارع

علیہ السلام کو بھی محبوب ومرغوب ہے۔

حدیث میں ہے: حبب الی من دنیا کم النساء و الطیب و جعلت قرة عینی فی الصلوٰة.

دوسری حدیث میں ہے: من عرض علیه ریحان فلا یرده فانه خفیف المحمل و طیب الریح.

دوسری حدیث میں ہے: ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان لا یرد الطیب.

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خوشبو محبوب تھی۔ جس میں پھول بھی داخل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھول رد کرنے سے منع فرمایا ہے اور عادت کریمہ بھی یہی تھی کہ اگر کوئی پھول پیش کرتا تو رد نہ فرماتے اس اطلاق میں شادی کے موقع پر سہرے کا پھول بھی داخل ہے سہرے میں یہی بات تو زائد ہے کہ اسے دھاگے میں پرولیا جاتا ہے دھاگے میں پرونے کی وجہ سے حرمت کہاں سے ٹپک پڑی ہاں وہ سہرا جس میں نکلی ہو، ناجائز ہے۔ کیوں نکلی کا سہرا اور پھول غیر مسلموں کا شعار ہے اس میں ان کے ساتھ تشبہ ہے اس لیے ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

☆ حالاتِ زمانہ کی رعایت:

شریعت کے بہت سے احکام ایسے ہیں جو حالاتِ زمانہ کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ جلد اول میں اس تبدیلی کے محرکات میں چھ اسباب کو شمار کیا ہے جو یہ ہیں:

ضرورت، عرف، تعامل، حرج، دینی ضرورت مصلحت کی تحصیل، فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ۔

(رسالہ اجلی الاعلام)

”حرج کے عموم میں حاجت وعموم بلویٰ بھی داخل ہے۔“

حضرت کے فتاویٰ میں ایسے کثیر فتاویٰ ہیں جن میں اسباب ستہ کی بنا پر احکام میں تبدیلی کی گئی ہے۔ چند نظائر ملاحظہ ہوں۔

(۱)- مانع حمل تدابیر:

عام حالات میں حمل ضائع کرنا، کرانا جائز نہیں، لیکن آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”ضرورت شرعیہ کے وقت حمل ضائع کرایا جاسکتا ہے۔ ضرورت شرعیہ کی تفصیل یہ ہے کہ حمل سے حاملہ کی جان جانے کا ظن غالب ہے، یا ایسا بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہے کہ ازالۂ مرض دشوار ہو، وبس۔

چوں کہ اس پر تجربہ شاہد ہے کہ کسی جگہ کا تین بار سے زائد آپریشن نہیں ہوسکتا اس لیے اگر ایسی کوئی عورت ہو جسے بغیر آپریشن کے بچہ نہ پیدا ہوتا ہو تو وہ عورت یا اس کا شوہر مانع حمل تدابیر اختیار کرسکتا ہے حتی کہ اگر حمل رہ جائے تو اسقاط بھی کراسکتا ہے۔

اسی طرح جو عورتیں بہت کمزور ہوں کہ ایام حمل میں بالکل ہی از کار رفتہ ہو جایا کرتی ہوں، یا فرائض و واجبات کی ادائیگی نہ کر پاتی ہوں تو ان کے لیے بھی اس کی اجازت ہے۔" (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

(۲)-دیہات میں جمعہ کا قیام:

ظاہر الروایہ میں ہے کہ جمعہ صحیح ہونے کے لیے اسلامی شہر ہونا شرط ہے اور شہر سے مراد وہی آبادی ہے جو آج بھی عرف عام میں شہر سمجھی جاتی ہے۔ البتہ شرعی نقطۂ نظر سے اس کے شہر ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہاں کوئی حاکم بھی رہتا ہو جو فصل مقدمات پر قادر ہو۔ اسی پر عرصۂ دراز سے فقہاے کرام فتاویٰ صادر کرتے رہے اور ساتھ ہی اس پر عمل پیرا رہے حتی کہ اعلیٰ حضرت کے کثیر فتاویٰ بھی اسی روایت پر مبنی ہیں لیکن آج کے زمانے میں دیہاتوں میں قیام جمعہ اور اس میں عوام و خواص کے ابتلاے عام کی وجہ سے آپ نے نادر الروایہ پر فتویٰ دیا جس کے مطابق ہمارے عرف کے لحاظ سے کثیر دیہاتوں میں جمعہ صحیح ہے، آپ کے ایسے فتاویٰ کثیر ہیں جو ایک زمانے سے جاری ہو رہے ہیں۔

(۳)-انگریزی لباس میں نماز:

قاضی ریاض عالم نے گجرات سے یہ سوال بھیجا کہ:

"اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے انگریزی لباس میں نماز کو مکروہ کہا ہے آج کل عام طور پر یہاں گجرات میں پینٹ، شرٹ پہنا جاتا ہے پینٹ کے انگریزی لباس ہونے میں تو شک نہیں، لیکن اکثر آدمی پائجامہ یا لنگی کے ساتھ شرٹ پہن کر نماز پڑھتے ہیں اور مکروہ نہیں جانتے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مروجہ شرٹ انگریزی لباس ہے یا نہیں، اسے پہن کر نماز مکروہ ہوگی یا نہیں، اگر مکروہ ہوگی تو تحریمی یا تنزیہی۔"

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

"مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جب یہ فتویٰ دیا تھا اُس وقت انگریزی لباس کا حکم یہی تھا کہ اسے پہننا جائز نہیں تھا، اس لیے اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہوتی تھی، اس لیے کہ اس وقت وہ لباس انگریزوں کا شعار تھا، ہندوستان میں وہی لوگ اسے پہنتے تھے جو انگریزیت زدہ تھے۔ مسلمان اسے پہننا سخت معیوب جانتے تھے اور اب یہ بات نہیں، انگریز یہاں سے چلے گئے اور یہ لباس ہر طبقے کے ہندوستانی پہننے لگے، حتی کہ چپراسی اور بھنگی تک، اب یہ انگریز یا کسی کا فر قوم کا شعار نہ رہا، سب کا لباس ہو گیا اس لیے اسے پہننا ناجائز و گناہ نہیں، اور اسے پہن کر نماز پڑھنا گناہ نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کو اس لباس سے احتراز کرنا چاہیے کہ اب بھی یہ صالحین کا لباس نہیں مگر اسے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔" (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

اس فتوے کی اہمیت کا اندازہ آپ کو یوں ہوگا کہ دو سال پہلے ایک مولانا صاحب نے مبارک پور اور گورکھپور وغیرہ میں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے یہی مسئلہ بیان کر دیا اور لوگوں میں کھلبلی مچ گئی کہ کثیر مسلمان جو پینٹ شرٹ میں نماز پڑھتے ہیں ان سب کی نمازیں اب تک مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوتی رہیں۔ حوالہ مولانا نے صحیح دیا تھا مگر مسئلہ غلط بتا دیا تھا کیوں کی جس علت کی بنیا پر اعلیٰ حضرت نے وہ مسئلہ تحریر فرمایا تھا آج کے زمانے میں وہ علت مفقود ہو چکی ہے پھر وہ حکم دینا کیوں کر صحیح ہوگا، ایسی صورت میں مسلمانوں کا اضطراب ایک فطری امر تھا اس لیے رسم المفتی کے آداب سے فقہانے یہ بات بھی بیان فرمائی کہ مفتی کو اہل زمانہ کے حال اور عرف سے باخبر ہونا چاہیے اور جو عرف و حال سے بے خبر رہ کر فتوے دے وہ جاہل ہے ”مَن لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل“ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ اہل زمانہ کے حال سے واقفیت کا کھلا آئینہ دار ہے۔

(۴)- الکحل آمیز دواؤں کا استعمال:

الکحل شراب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں لیکن بوجہ عموم بلویٰ آپ نے تقریباً ۲۴ رسال پہلے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، پھر یہ مسئلہ مجلس شرعی میں زیر بحث آیا اور باتفاق یہی فیصلہ یہاں سے بھی صادر ہوا۔

☆ بدمذہبوں کے دلائل پر گرفت:

بدمذہب اپنے موقف کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتے ہیں کبھی کبھی وہ انھیں بہت قوی اور لاجواب سمجھ کر اہل سنت و جماعت کے دار الافتا میں بھیجتے ہیں تاکہ دھونس جما سکیں۔ حضرت نائب مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھی ایسے بہت سے سوالات آئے، آپ نے ان کے دلائل پر جو گرفت فرمائی وہ قابل ستائش ہے، اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)- نماز تراویح اور قیام اللیل میں فرق:

”غیر مقلدین۔ مولوی محمد صادق سیال کوٹی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اپنے دوسرے علما کے حوالے سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ”نمازِ تراویح“ اور ”قیام اللیل“ یعنی تہجد دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ تہجد مع وتر رمضان میں نمازِ تراویح بن گئی۔

قیام اللیل با جماعت مسجد میں منسوخ ہے سوائے تین دن کے۔“

اس کے جواب میں آپ ارقام فرماتے ہیں:

”یہ غیر مقلدین کی زبردستی ہے کہ نماز تراویح اور تہجد کو ایک ہی چیز بتاتے ہیں، تراویح کے لیے حدیث میں ”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ“ کا لفظ آیا ہے ”مَنْ قَامَ اللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ“ نہیں آیا ہے۔ یعنی یہ آیا ہے کہ:

"جو رمضان میں قیام کرے۔" یہ نہیں آیا ہے کہ:
"جو رمضان میں قیام لیل کرے۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) الگ چیز ہے اور قیامِ لیل الگ چیز۔

اور یہ کہنا کہ اس کا با جماعت مسجد میں پڑھنا منسوخ ہے۔ پہلے سے بھی بڑی زبردستی ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد جماعت کے ساتھ تراویح ترک کرنے کی وجہ خود ارشاد فرمائی "حشیتُ اَن یتفرَض علیکم" میں باہر (جماعت تراویح کے لیے) اس اندیشے سے نہیں نکلا کہ کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ تو اس اندیشے سے ترک (جماعت) کہ کہیں فرض نہ ہو جائے دلیل نسخ نہیں البتہ جماعت کی تاکید میں تخفیف کی دلیل ہے ورنہ لازم آئے گا کہ خلفاے ثلثہ، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، اور تمام صحابۂ کرام منسوخ کو رائج کر کے گمراہ ہوئے۔ (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے قیام اللیل اور تراویح کو ایک قرار دے کر اپنے عوام کے قلوب پر "اجتہاد" کا جو سکہ جمایا تھا اسے حضرت نائب مفتی اعظم نے "قام اللیل" اور "قام رمضان" کے فرق کو واضح کر کے هباءً منثورًا بنا دیا جس سے غیر مقلدوں کے دعوی اجتہاد کی حیثیت بھی عیاں ہوگئی۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین روز تراویح کی جماعت قائم فرمائی، پھر اس کے فرض ہو جانے کے اندیشہ سے ترک فرما دیا اس کو مجتہدان جدید نے دلیل نسخ قرار دیا، حضرت نائب مفتی اعظم نے اپنی مختصر سی گرفت سے یہاں بھی ان کے اجتہاد کی عمارت مسمار فرما دی۔ گرفت کا حاصل یہ ہے کہ حضرات خلفاے ثلثہ اور صحابۂ کرام نے جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھی حالاں کہ منسوخ پر عمل ناجائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ترکِ جماعت دلیل نسخ نہیں، بلکہ دلیل تخفیف ہے۔

(۲) بیس رکعت تراویح کا ثبوت:

غیر مقلدین کے پاس ۸ ررکعت نماز تراویح اس کو ثابت کرنے کے لیے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث چوٹی کی حیثیت رکھتی ہے جس کو وہ یوں پیش کرتے ہیں کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف اور غیر رمضان میں ۱۱ ررکعت پڑھتے تھے۔ یعنی حضور نے یہی ۱۱ ررکعتیں تہجد (جس میں تین رکعت وتر شامل ہیں)۔ تراویح کے نام سے رمضان میں صرف تین دن (جماعت سے) پڑھائی۔

دوسری حدیث میں یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ہم کو رمضان میں ۸ ررکعت تراویح پڑھائی پھر وتر۔ (ابن خزیمہ وابن حبان)

اس کے بعد حضرت جابر کی ایک حدیث اور منقول ہے۔ (تلخیص از صلاۃ الرسول و اہل حدیث کا مذہب)

اس کے جواب میں حضرت نائب مفتی اعظم فرماتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث تراویح کے بارے میں ہے ہی نہیں، وہ تو تہجد کے بارے میں ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "ما کان یزیدُ فی رمضان ولا فی غیرھا علیٰ إحدی عشرۃ رکعۃ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں ۱۱؍رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

کیا تراویح رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی پڑھی جاتی ہے؟

علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر سونے کے بعد یہ نمازیں پڑھتے تھے، اسی حدیث کے اخیر میں ہے: اتنام، قبل ان توتر؟ کیا وتر پڑھنے سے پہلے حضور سو جاتے ہیں؟ غیر مقلدین کو خود تسلیم ہے کہ سونے کے بعد جو نماز پڑھی جائے وہ تہجد ہے، یہ ان لوگوں کا عمل بالحدیث ہے کہ عبادت سے جان بچانے کے لیے احادیث میں تحریف معنوی کرتے ہیں۔

پھر غیر مقلدین سے پوچھیے کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے: "ثُمَّ یُصَلِّي ثَلٰثًا" پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

تو غیر مقلدین اگر اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں تو وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہیں؟

پھر اگر حدیث نماز تراویح کے بارے میں ہے اور حضرت عمر نے آٹھ کے بجائے بیس رکعت پڑھنے کا حکم دیا تو ام المومنین نے اعتراض کیوں نہیں کیا، ان کے حجرۂ مبارکہ کے متصل بیس رکعت تراویح ان کی زندگی بھر ہوتی رہی اور وہ خاموش رہیں، کیا یہ کسی مسلمان کی سمجھ میں آنے کی بات ہے؟ ان کا حال تو یہ تھا کہ ذرا بھی کوئی بات خلاف دیکھتیں تو تنبیہ فرماتیں، احادیث میں اس کے متعدد قصے موجود ہیں۔

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ تراویح میں جماعت منسوخ ہے۔ اور حضرت ام المومنین با جماعت تراویح پڑھا کرتی تھیں، مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ام المومنین نے ایک غلام کو مدبر بنایا، رمضان میں وہ ان کی امامت کرتا، یہ بخاری میں بھی ہے۔

کتاب الآثار میں حضرت امام محمد نے روایت کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کی امامت فرماتیں اور ان کے بیچ میں کھڑی ہوتیں۔

رہ گئیں حضرت جابر کی دونوں حدیثیں ان دونوں حدیثوں پر ہمیں یہی کہنا ہے کہ اگر یہ دونوں حدیثیں تراویح ہی کے بارے میں ہیں تو حضرت جابر نے اس وقت اعتراض کیوں نہیں کیا جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا، کتنے حیرت کی بات ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں ہی رہتے تھے، ان کی موجودگی میں برسہا برس بیس رکعت تراویح پڑھی گئی اور انھوں نے کبھی کوئی اعتراض

نہیں کیا، یہ قرینہ ہے کہ یہ رکعتیں تراویح کے بارے میں نہیں۔

پھر سب سے حیرت ناک معاملہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ اس روایت کے بموجب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی، اور خود انھیں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا، وہ چپ چاپ زندگی بھر بیس رکعت تراویح پڑھاتے رہے، ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آٹھ رکعت پڑھایا کرتا تھا۔ کیا کسی عاقل کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ صحابہ رسول ایسی مداہنت کریں گے۔ (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی ان تنقیدات ومواخذات سے یہ بات عیاں ہوکر سامنے آتی ہے کہ غیر مقلدین حدیث پڑھتے ہیں مگر سمجھتے نہیں، پھر بھی ہیں مجتہد۔

(۳)- حدیث میں بددیانتی کرنے والے کا حکم:

شاستری نگر جے پور کے ایک صاحب نے یہ سوال کیا:

”عن جابر بن سمرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بلالا کان یرقب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاول مایراہ یشرع فی الإقامة قبل أن یراہ غالب الناس ثم إذا رأوہ قاموا افلا یقوم فی مقامه حتی تعتدل صفوفهم قلت ویشهد له ماروا ہ عبد الرزاق عن ابن جریح عن ابن شهاب ان الناس کانوا ساعة یقول المؤذن اللہ اکبر یقومون الی الصلوٰة فلا یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامه حتی تعتدل الصفوف. ۱۵ (بذل المجھود شرح ابوداؤد، ج:۱، ص:۳۰۷)

(ترجمہ) بے شک بلال انتظار کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کا لہٰذا جیسے ہی حضور کو دیکھتے اقامت شروع کردیتے اس سے پہلے کہ اکثر لوگ آپ کو دیکھتے، جب لوگ حضور کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہوجاتے، حضور اپنے مقام (مصلیٰ) پر نہیں کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ان کی صفیں سیدھی کردی جاتیں اور اس کی شہادت اس سے بھی ہوتی ہے جیسے عبد الرزاق نے ابن جریج سے انھوں نے ابن شہاب سے نقل کی ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن اللہ اکبر کہتا تھا نماز کے لیے پس نہیں آتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام پر (مصلے) یہاں تک کہ صفیں سیدھی کردی جاتی تھی۔“

حضرت انس ابن مالک نے روایت بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس نے میرے حکم سے اور فرمان سے انکار کیا وہ میرا نہیں۔“ (میرا امتی نہیں) (بخاری شریف، ج:۲، ص:۷۵۷)

اس کا جواب آپ نے تحریر فرمایا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث نقل کرنے میں فحش غلطی کی ہے آپ نے لکھا

ہے: عن جابر بن سمرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان بلالا کان یرقب (الحدیث) یہ حدیث مسلم شریف کی ہے اس میں بھی "قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم" نہیں۔ اور بذل المجهود میں بھی نہیں۔ اس میں معنوی سقم یہ ہوا کہ اَن بلالا کان یرقب پوری حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے آپ نے قال قال رسول اللہ کہہ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بنا دیا جس سے حدیث کا پورا مضمون خبط ہو گیا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ میں بد دیانتی بھی ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بنا دیا جس کی وجہ سے آپ نے اپنا ٹھکانا جہنم بنا لیا جیسا کہ حدیث متواتر میں ہے۔

"من کذب علی متعمداً فلیتبو أمقعده من النار." یہ بد دیانتی اور جہالت اس کے باوجود مجتہد بن کر حدیث سے حکم شرعی نکالنے بیٹھ گئے۔

(۴) قیامت کے دن زمین سے آفتاب کی دوری:

الملفوظ حصہ چہارم، ص: ۵۷ رمیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد منقول ہے:

"آفتاب قیامت کے دن سوا میل پر آجائے گا۔"

اس پر مغربی بنگال کے ایک دیوبندی عالم نے یہ اعتراض کیا کہ حدیث میں "ایک میل" ہے پھر اعلیٰ حضرت نے "سوا میل" کیوں تحریر کیا؟

مولانا غلام صمدانی، مرشد آباد، بنگال نے یہ اعتراض نقل کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اس دیوبندی عالم نے اسے چیلنج کیا ہے۔ حضرت نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے جواب میں پہلے یہ بتایا کہ اس باب میں روایات مختلف ہیں، پھر میل کی تشریح میں کثیر اختلاف ہے اس کے بعد آپ نے دیوبندی مولوی کی اس دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا جہاں سے اس کے دماغ میں اعتراض کا یہ سودا سمایا تھا، آپ یہ بحث اب حضرت کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"اس بارے میں روایات مختلف ہیں، مسلم شریف اور مسند امام احمد بن حنبل جلد پنجم میں "قدر میل" ہے اور ترمذی و مسند امام احمد جلد ششم میں "قدر میل، او میلین" ہے، اخیر کی دونوں کتابوں کی روایتوں میں بلاشک "قدر میل" فرمایا، یا دو میل اور پہلی روایتوں میں بلاشک "قدر میل" ہے کہ سورج قیامت کے دن ایک میل کی مقدار پر ہوگا۔

حدیث میں اس "میل" سے مراد وہ میل ہے جو اس عہد میں رائج تھا، یہ میل کتنا بڑا تھا اس میں روایات مختلف آئی ہیں۔"

اس کے بعد حضرت نے میل کی مقدار کے سلسلے میں علمائے اسلام کے آٹھ اقوال نقل فرمائے ہیں، پھر

نواں قول جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مختار ہے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا کہ میل چار ہزار (۴۰۰۰) ہاتھ کا ہے اور ہر ہاتھ ۲۴؍ انگل، اور ہر انگل چھ جو کے برابر، اور ہر جو خچر کے چھ بال کے برابر۔ یہ مقدار چھتیس انچ کے انگریزی گز سے نصف گز ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ شرعی میل انگریزی گز سے دو ہزار گز ہوا، اور یہ میل جواب رائج ہے سترہ سو ساٹھ ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے اس کے مطابق شرعی میل موجودہ میل سے تقریباً سوا میل کا ہوگا، الملفوظ میں میل سے مراد اس وقت کا رائج میل ہے، اس میل سے شرعی میل سوا میل کے لگ بھگ ہوا، اس لیے فرمایا کہ "سوا میل کے فاصلہ پر ہوگا۔" (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

اس کے بعد حضرت نے اس پر دوسری حیثیت سے بحث کی ہے اور دیو بندی مولوی کی اچھی طرح خبر لی ہے۔

اس فتوے کا حاصل یہ ہوا کہ عہد رسالت کے رائج میل کو دیو بندی مولوی نے اس زمانے کا رائج میل سمجھ لیا، کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ شرعی میل جب اس زمانے کے میل سے تقریباً سوا میل ہے تو اس کا ترجمہ اردو زبان میں آج ایک میل کے لفظ سے غلط ہوگا لیکن دیو بندی سمجھ کا کیا علاج۔

(۵) مسجد نبوی میں ذکر بالجہر:

ایک وہابی مولوی نے ایک رسالہ میں فتاویٰ شامی حصہ پنجم ص: ۳۵۰ کا حوالہ دے کر ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے: "**انہ حرام لما صح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ انہ اخرج جماعۃ من المسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جھرا وقال لھم ما أراکم الا مبتدعین**" اس حدیث سے وہ مسجد میں صلوٰۃ وسلام بلند آواز سے پڑھنے کو ناجائز لکھتے ہیں، لہٰذا عرض یہ ہے کہ اس حدیث کا جواب شارحین حدیث کیا دیتے ہیں وضاحت سے بیان فرمادیں۔

حضرت شارح بخاری نے اس کا یہ جواب، یہ لکھوایا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں بلند آواز سے ذکر کرنے والوں کو نکالا ہے مسجد نبوی ہی کے ایک گوشے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ میں آواز بلند کرنا مطلقاً منع ہے۔ ارشاد ہے: **لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون**. نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ اور ان سے بلند آواز میں بات مت کرو۔ جیسے تم آپس میں بلند آواز سے بات کرتے ہو۔ ورنہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔ علما نے فرمایا کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ میں آواز بلند کرنا منع ہے۔ اسی طرح بعد وصال بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہہ میں آواز بلند کرنا منع ہے۔ علما نے لکھا ہے حیات ظاہری اور بعد وصال

میں کوئی فرق نہیں۔ چوں کہ یہ لوگ مسجد نبوی کے اندر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں بلند آواز سے تہلیل اور درود وسلام پڑھ رہے تھے اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد اقدس سے نکلوایا۔ اس اندھے وہابی کو یہ تو نظر آیا کہ یہ لوگ درود وسلام پڑھ رہے تھے مگر پہلے کا جملہ نظر نہ آیا کہ اسی حدیث میں ہے: یھللون یعنی لا الہ الا اللہ پڑھ رہے تھے درود وسلام پڑھنا تو وہابیوں کے نزدیک موت کے برابر ہے کیا کسی وہابی میں یہ ہمت ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ کلمۂ طیبہ بھی مسجد میں بلند آواز سے پڑھنا ممنوع ہے جب کہ علما نے فرمایا ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔

☆مسکت اور الزامی جواب:

عصر حاضر کے فرق باطلہ علماے اہل سنت کے باطل شکن دلائل کی تاب نہ لا کر مسلک حق پر نئے نئے طرز سے اعتراضات کرنے اور حق کی حقانیت کو مشکوک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے خیال میں اپنے اعتراضات کو لاجواب تصور کرتے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے اعتراضات استفتا کی شکل میں غیر مقلدوں، دیوبندیوں اور دوسرے باطل پرستوں نے حضرت نائب مفتی اعظم ہند کی خدمت میں ارسال کیے۔ ان کے اعتراضات بظاہر بہت اہم محسوس ہوتے ہیں لیکن حضرت کا جواب پڑھ کر عیاں ہوجاتا ہے کہ وہ اعتراضات نہایت لچر اور بے محل ہیں، اس کے چند نظائر پیش کیے جاتے ہیں۔

ایک غیر مقلد نے آپ سے یہ سوالات کیے:

(۱) ”ائمہ اربعہ کا ذکر یا ان کے نام قرآن کی کسی آیت، یا کسی حدیث میں ہے کہ نہیں، اگر ہے تو وہ آیتِ شریفہ یا وہ حدیث شریف لکھ دیجیے۔“

غیر مقلد کی منشا اس سوال سے یہ ہے کہ جواب یقیناً نفی میں ہوگا، تو عوام اہل سنت کو وہی فتویٰ دکھا کر یوں بہکانا ممکن ہوگا کہ جب ان اماموں کا ذکر قرآن شریف میں نہیں تو ان کی تقلید کیوں کی جاتی ہے اس حیثیت سے یہ سوال بہت خطرناک ہے۔

پھر وہ پوچھتا ہے:

(۲) چاروں خلفا افضل ہیں، یا ائمۂ اربعہ؟ اگر چاروں خلفا افضل ہیں تو ان کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی، اور چاروں ائمہ کی کیوں کی جاتی ہے؟

اس میں غیر مقلد کی چال یہ ہے کہ جواب یقیناً یہی ہوگا کہ چاروں خلفا افضل ہیں پھر عوام کو یہ باور کرانا آسان ہوگا کہ جب ایسے افضل حضرات قابل تقلید نہیں ہیں تو ائمہ اربعہ کو قابل تقلید ماننا کیوں کر جائز ہوگا کیا اس سے ان کا مقام خلفاء کے مقام سے اونچا نہیں ہوجائے گا؟ عوام کو گمراہ کرنے کے لیے یہ حربہ بھی خطرناک ہے۔

پھر وہ یہ سوال قائم کرتا ہے:

(۳) چاروں خلفا کی تقلید منع ہے کہ نہیں؟ اگر چاروں خلفاء کی تقلید منع ہے تو اماموں کو بھی تقلید منع ہونی چاہیے اور خلفا کی تقلید منع نہیں ہے تو پھر ائمہ کی تقلید کیسے کی گئی؟

یہ اعتراضات صرف عوام کے لیے پریشان کن نہیں، بلکہ دیوبند کے مدعیان علم و دانش کے لیے بھی پریشان کن ہیں۔ چناں چہ سائل آیۂ کریمہ "**لاتلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون**" کے ذریعہ ہدایت کر کے لکھتا ہے کہ:

علماے دین **بلغوا عنّی و لو آیۃً** کے تحت اپنا فریضہ انجام دیں اور لکھ دینا کہ فلاں فلاں کتاب منگا کر دیکھ لو مناسب نہیں ہے جیسا کہ دیوبند کے مفتی صاحب نے یہی لکھ کر دامن بچا لیا ہے۔ کسی بھی شرعی سوال پر عالم دین کا خاموش رہنا عوام کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔

غیر مقلد کے اس نوٹ سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوا کہ مفتی دیوبند کے لیے یہ سوالات پریشان کن تھے، ساتھ ہی یہ بھی اندازہ ہوا کہ غیر مقلد ان سوالات کو لاینحل سمجھتے تھے، لیکن حضرت شارح بخاری ان سوالات سے قطعاً پریشان نہ ہوئے بلکہ ان کا تشفی بخش و مسکت جواب دیا، جواب گو مختصر ہے لیکن اس سے غیر مقلدیت کی فتنہ گری کی رگ کٹ جاتی ہے اب جواب ملاحظہ فرمائیں، آپ رقم طراز ہیں:

"قرآن مجید میں جس طرح چاروں ائمہ کا نام بنام ذکر نہیں اسی طرح چاروں خلفا میں سے بھی کسی کا نام مذکور نہیں۔

رہ گئیں احادیث، تو احادیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ میرے بعد آنے والے ابوبکر و عمر کی اقتدا کرو۔ حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت امام حسین کی اقتدا کا حکم کسی حدیث میں نہیں۔

ہاں ایک حدیث میں یہ ہے کہ "خلفاے راشدین کی سنت کی پابندی کرو۔" لیکن یہ خلفاے راشدین کون کون ہیں ان کا نام کسی حدیث میں مذکور نہیں، لامحالہ اس سلسلے میں علما کے قول پر اعتماد ہوگا اور وہ غیر مقلدین کے نزدیک حرام، تو پھر اس کا فیصلہ کیسے ہوگا کہ خلفاے راشدین کون کون ہیں؟

پھر خلفاے راشدین چار پانچ ہیں، ان کے مابین خود بہت سے مسائل میں اختلاف ہے اب ان میں سے کس کی تقلید کی جائے گی؟

اگر غیر مقلدین یہ کہیں کہ ان میں جو سب سے افضل ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق ان کی تقلید کی جائے۔ تو ان سے پوچھیے کہ شریعت کے سارے احکام تو جانے دیجیے کیا نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج ان چاروں فرائض کے سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ، ارشادات اتنے مکمل ہیں کہ ان کے مطابق ان چاروں فرائض کو کما حقہ ادا کیا جا سکے۔

صرف انھیں ایک کی بات نہیں چاروں پانچوں خلفاے راشدین سے مجموعی طور پر ان کے فتاویٰ ارشادات مکمل طور پر آج موجود نہیں کہ ان کے مطابق کوئی عمل کر سکے۔

پھر اگر یہ ضروری کہ افضل کی تقلید کی جائے تو سوال یہ ہے کہ ائمہ اربعہ افضل ہیں یا آج کل کے غیر مقلد مولوی؟ (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

یہ جوابات اس قدر مسکت ہیں کہ غیر مقلد دوبارہ پھر کچھ نہ بول سکا۔ اب اس کے بعد اسی غیر مقلد کے چند سوالات پھر ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

(۴)　پہلی صدی کے لوگ مقلد تھے یا غیر مقلد؟

اس سوال سے غیر مقلد کا مقصود یہ ہے کہ جب خیر القرون کے لوگ تقلید نہیں کرتے تو ہمیں انھیں کی پیروی کرنی چاہیے۔

حضرت اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”پہلی صدی میں مجتہدین بکثرت تھے، اس صدی میں صحابۂ کرام بھی بکثرت باحیات تھے، مجتہدین اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے، مجتہد کو تقلید جائز نہیں۔ اور اس صدی میں جو لوگ مجتہد نہیں تھے وہ مجتہدین کی تقلید کرتے تھے۔“

غیر مقلد کی آرزو خاک میں مل گئی۔

(۵)　کوئی ایسی کتاب دنیا میں ہے جو امام ابوحنیفہ نے خود لکھا ہو؟

اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا:

”یہ سوال کوئی مشرک، یہودی، عیسائی کرسکتا ہے کہ کیا دنیا میں ایسی کوئی کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لکھی ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہوگا۔ جو جواب اس کا ہر کلمہ پڑھنے والا دے گا وہی جواب ہم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے دیں گے۔“

ویسے صحیح یہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ہم اس پر سر دست بحث نہیں کرتے۔

(۶)　چاروں خلیفہ مجتہد تھے یا نہیں؟ اگر مجتہد تھے تو ان کی تقلید کیوں چھوڑی جاتی ہے؟ جواب یہ ہے:

”چاروں خلفاے راشدین مجتہد تھے مگر چوں کہ ان کے تمام فتاویٰ و ارشادات محفوظ نہیں رہے، چند ارشادات و فتاویٰ محفوظ رہ سکے اس لیے ان کی تقلید نہیں کی جاتی۔ کیوں کہ اس صورت میں مثلاً نماز پڑھنی ہے تو نماز ہی کے کچھ حصہ پر کسی ایک خلیفہ کے قول پر عمل ہوگا، اور جس حصہ میں ان سے کچھ مروی نہیں تو دوسرے خلیفہ کے قول پر عمل ہوگا، بلکہ ایسا بھی کرنا پڑے گا کہ نماز ہی میں کچھ باتیں ہیں کہ خلفاے راشدین میں سے کسی سے مروی نہیں تو لامحالہ اس میں ان چاروں خلفا کے علاوہ کسی اور صحابی یا تابعی وغیرہ کے قول پر عمل کرنا پڑے گا تو یہ

خلفاے راشدین کی تقلید نہ ہوئی۔ پھر خلفاے راشدین کے مابین جن مسائل میں اختلاف ہے وہاں ایک بے پڑھا لکھا انسان کوئی فیصلہ نہ کر پائے گا۔" (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

فتویٰ سوال کے مطابق ہونا چاہیے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس میں اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ سائل اگر اپنی چال بازی کے ذریعہ اس سے کوئی ناجائز فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسا کوئی ناجائز فائدہ نہ حاصل کر سکے۔ الحمد للہ! حضرت نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے یہ فتاویٰ اس اصول کے عین مطابق ہیں کہ سائل حضرت کے جواب سے مقلدین کو راہِ حق سے بھٹکا نہیں سکتا اور ساتھ ہی ساتھ خاموش بھی ہو گیا۔

☆ احکامِ شرعیہ کے اَسرار و حِکَم:

شریعت کے احکام اسرار و حکم سے بھرے پڑے ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہماری عقل ان کا ادراک نہ کر سکے اس موضوع پر خاتم المحققین حضرت علامہ و مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان) کی ایک اہم تصنیف ہے "جواہر البیان فی اسرار الارکان" حضرت نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے پہلے بہت سے فتاویٰ میں اسرار و حکم پر روشنی ڈالی ہے مثال کے طور پر چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ فضیلت رمضان:

جواہر نگر کشمیر کے خورشید خان نے آپ سے دریافت کیا:

"رمضان شریف میں ایک مسلمان دن بھر کھانا، پینا اور دنیاوی عیش و عشرت سب کچھ چھوڑ دیتا ہے اور عبادت میں اور مہینوں سے زیادہ مصروف رہتا ہے، اس مہینے میں دن بھر اتنی محنت و شاقہ اور نفسانی خواہشات کو چھوڑنے کے بعد شریعت نے اس پر پنج گانہ نماز کے بعد مزید تراویح پڑھنے کا حکم دیا ہے جس سے وہ راحت کے بجائے رات گئے تک جسمانی مشقت میں پڑتا ہے حالاں کہ انصاف کا تقاضا ہے کہ دن بھر روزہ رکھنے کے بعد ایک روزہ دار کو کچھ آرام ملنا چاہیے، شریعت کی روشنی اس کا کیا فلسفہ ہے؟"

اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

"جس طرح دنیا میں دنیوی کاروبار کرنے کے کچھ خاص موسم ہیں کہ اس موسم میں جتنی زیادہ محنت کی جائے اتنا ہی زیادہ نفع ہوتا ہے اسی طرح مذہبی کاموں کے لیے بھی اللہ عز و جل نے کچھ ایام، کچھ مہینے ایسے مقرر کیے ہیں کہ ان میں جتنی زیادہ محنت و مشقت کی جائے ثواب زیادہ ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ ایسا ہی ہے حدیث صحیح میں فرمایا کہ اس مہینے میں ایک فرض کا ثواب دوسرے دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ہے اور اس مہینے میں نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر۔ اس لیے اللہ عز و جل نے تراویح مشروع فرمائی کہ نفس پر تھوڑی سی مشقت کے بعد بندہ اجر عظیم کا مستحق ہو۔

رہ گیا روزہ کی وجہ سے تھکان کا عذر۔ یہ نفس کا دھوکہ ہے کیا ایک تاجر افطار کے بعد دوکان بند کر کے سوتا ہے، کیا انسان اپنا کاروبار بند کر دیتا ہے؟ نفس کو جتنا ہی آرام دو انسان کو کاہل بنا تا جائے گا، اور جتنا ہی کام میں لگائے رکھو انسان چاق و چوبند رہے گا، پھر تراویح فرض نہیں سنت مؤکدہ ہے جس کے ترک کا وبال فرض سے کم ہے۔" (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

(۲)- قاتل قصوروار کیوں کر ہے:؟

تقدیر کا مسئلہ فی الواقع قدرت کا ایک سرِ مخفی ہے جس کی حقیقت تک رسائی عقول انسانی کی دسترس سے باہر ہے تاہم حضرت نائب مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے مثالوں کے ذریعہ اسے فہم سے قریب کر دیا ہے۔

مبارک پور کے ایک صاحب محمد یٰسین اشرفی نے آپ سے دریافت کیا:

"کیا ایک انسان دوسرے انسان کی جان لے سکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیسے ایک انسان دوسرے انسان کو قتل کر دیتا ہے، گولی مار دیتا ہے۔ اور اگر یہی مرضی الٰہی ہوتی ہے تو خون کرنے والا کیوں مجرم قرار پاتا ہے؟"

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

"اس کا تعلق مسئلہ تقدیر سے ہے اور یہ مسئلہ اتنا دقیق ہے کہ ماوشما کیا، حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس میں بحث کرنے اور غور وخوض کرنے سے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

ایک انسان اکثر اپنے سے زیادہ ذہین اور چالاک انسانوں کی بات کو سمجھ نہیں پاتا۔ جواہر لال نہرو نے اپنی خودنوشت کہانی میں لکھا ہے کہ گاندھی جی کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھیں، پہلے ہم لوگ بحث کرتے تھے مگر وہ جو کچھ کہتے وہی صحیح نکلتا، اس لیے بعد میں ہم لوگ بلا چون و چرا ان کی باتوں کو ماننے لگے اگرچہ وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔

خود آپ اپنے وجود پر غور کیجیے، کیا آپ کی سمجھ میں سب کچھ آ رہا ہے؟ غذاؤں کا ہضم ہونا، ہضم ہو کر جزو بدن بننا، بیماری، صحت، موت، زیست، غربت وافلاس، کاروبار کی ترقی وتنزلی کا سارا نظام عقلوں سے باہر ہے ان سب کو آپ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اور مسئلہ تقدیر پر جو قدرت کے رازوں میں سے ایک سربستہ راز ہے اس کو سمجھنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اس معاملے میں عوام کے لیے صرف یہی حکم ہے کہ وہ ایمان رکھیں کہ تقدیر حق ہے۔" (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

اس وضاحت سے مسئلہ تقدیر کے اسرار وغوامض تو نہیں منکشف ہوئے تاہم ایک دوسری حیثیت سے فہم کے قریب ہو جاتا ہے اور وہ عقل کے نزدیک بالکل نامانوس نہیں رہ جاتا۔ پھر آپ نے مسئلہ تقدیر کی شرعی حیثیت کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

"تھوڑی سی توضیح اس مسئلے کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنے علم ازلی، قدیم سے یہ جانتا تھا کہ فلاں شخص کی موت کا یہ ذریعہ ہے، اسی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھوا دیا، اس میں ردوبدل نہیں ہوسکتا۔ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کو حکم دیا ہے کہ ایسا کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ فلاں کے قتل کرنے سے مرے گا اسی کے مطابق لکھا، اور اسی کے مطابق ہوا۔ دنیوی سزا کا دارومدار ظاہر پر ہے ظاہر میں چوں کہ قاتل نے جرم کیا ہے اس لیے اس کی سزا اسے ملنی چاہیے ورنہ لوگوں کی عافیت تنگ ہوجائے اور فساد وخوں ریزی عام ہوجائے۔" (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

(۳)-پوتے کی وراثت:

رانچی کے این ایس ایڈوکیٹ صاحب نے آپ کی خدمت میں یہ استفتا کیا: "اسلامی رو سے بیٹے کی موجودگی میں پوتے میراث سے محروم رہتے ہیں اگرچہ وہ دوسرے بیٹے کے بطن سے ہوں، اور اگرچہ وہ چھوٹے کام کاج کر کے کمانے کے لائق نہ ہوں، عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ان بے سہارے بچّوں کو جو یتیم، لاوارث ہوں، ضرور میراث ملے، بلکہ زائد ملے تاکہ وہ برباد نہ ہوں، خلاف عقل اسلام کا قانون کیوں ہے، اس کی وجہ بتایئے۔"

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

"میراث کے جملہ جزئیات کی ایک بنیاد ہے جو عین تقاضاے عقل کے مطابق ہے، وہ بنیاد۔ ضرورت، احتیاج، یتیمی، تنگدستی، مجبوری نہیں وہ بنیاد "رشتہ" ہے اور مختلف درجوں کے رشتوں کی موجودگی میں "قریب سے قریب تر" ہے۔

اگر وراثت کی بنیاد محتاجی، یتیمی، تنگ دستی، مجبوری مانی جائے تو لازم کہ فارغ البال بیٹے کی موجودگی میں تنگ دست، اپاہج، یا یتیم پڑوسی ترکہ پائے، بیٹا نہ پائے۔ اور اگر دونوں کو مخلوط بنیاد ٹھہرائیں تو لازم کہ فارغ البال کی موجودگی میں تنگ دست، اپاہج، یا یتیم بھائی میراث پائے، بیٹا نہ پائے۔

اگر صرف "رشتہ" کو بنیاد قرار دیں، ضرورت اور مجبوری نہ شامل کریں جب بھی تو چاہیے کہ بیٹا بھی پائے، بھائی بھی پائے اور چچا بھی پائے، وغیرہ وغیرہ۔ حالاں کہ تمام دنیا کے عقلا اور لطف یہ کہ یہی عقلا جو بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو میراث دینے پر مصر ہیں۔ بیٹے کی موجودگی میں بھائی اور چچا کو میراث نہیں دیتے حالاں کہ رشتہ تینوں جگہ ہے، بلکہ سب کا اتفاق ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں بھائی، اور بھائی کی موجودگی میں چچا میراث سے کچھ حصہ نہیں پائے گا۔

تو معلوم ہوا کہ وراثت کی بنیاد صرف رشتہ نہیں، بلکہ "رشتہ الأقرب فالاقرب" کی ترتیب ہے یہاں تک کہ سارے عقلا متفق ہیں۔

تو جب وراثت کی بنیاد "رشتہ الأقرب فالاقرب" ہے، یعنی قریب تر رشتہ دار ہوتے ہوئے اس کی بہ

نسبت دور کا رشتہ دار خواہ وہ کتنا ہی ضرورت مند ہو، خواہ وہ کتنا ہی مجبور ہو، اگر چہ دودھ پیتا یتیم ہو میراث کا حق دار نہیں اور یہی عقل کا تقاضا ہے تو اب فیصلہ آسان ہے کہ بیٹے کی بہ نسبت پوتا رشتہ میں ضرور دور ہے، اور بیٹا بہ نسبت پوتے کے ضرور قریب تر ہے، اس لیے بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم رہتا ہے اگر چہ وہ کتنا ہی کم سن ہو، اگر چہ وہ یتیم ہو، اگر چہ وہ مجبور ہو، اس لیے کہ بنیاد یتیمی نہیں، رشتہ ہے، وہ بھی قریب سے قریب تر کی ترتیب کے ساتھ ہے۔

غور کیجیے ! بھائی اور پوتے ایک درجہ کے ہیں، پوتا بیٹے کی اولاد ہے، اور بھائی باپ کی۔ دونوں کے درمیان یہ بات مشترک ہے کہ بیچ میں ایک پیڑھی حائل ہے، پھر کیوں بھائی کی میراث بھائی نہ پائے اور دادا کی میراث پوتا پائے؟ وجہ فرق بتانا پڑے گا۔

اور اگر یہ کہیں کہ پوتا اس کا جز ہے، بھائی اس کا جز نہیں، بلکہ یہ جس کا جز ہے وہ اس کا جز ہے۔ تو بتائیے کہ نواسا اور نواسی تو اس کے جز کے جز ہیں اور بقیہ وہی صورت ہے جو پوتے میں ہے پھر چاہیے کہ نواسے اور نواسی کو بھی میراث ملے مگر اس کو نہ تو کوئی کہتا ہے، اور نہ کوئی قانون ہے، آخر کیوں؟ گھوم پھر کر وہیں آنا پڑے گا کہ چوں کہ وراثت کی بنیاد "رشتہ الأقرب فالأقرب" کی ترتیب ہے اس لیے نواسہ اور نواسی میراث نہیں پائیں گے پھر یہی قاعدہ پوتے اور پوتی میں کیوں از کار رفتہ ہے؟"

اس تفصیل سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آ گیا کہ مرحوم بیٹے کی اولاد دادا کے ترکے کی حق دار کیوں نہیں ہے، اور اس میں کیا حکمت ہے۔ تاہم پوتوں کو بھی زندگی گزارنے کا حق ہے، اسلام نے ان کا کیا انتظام کیا ہے؟

اس سلسلے میں اسی فتویٰ کے اخیر میں حضرت ممدوح رقم طراز ہیں:

"یتیمی، بے چارگی، ضرورت احتیاج کا علاج وراثت کے استحقاق کے علاوہ شریعت نے کچھ اور رکھا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دادا اپنے پوتوں کو اپنی زندگی میں جو چاہے دیدے، یا وصیت کر جائے۔ تہائی ترکے تک وصیت کا اس کو حق ہے۔ دادا جب جانتا ہے کہ میرے ترکے میں سے پوتوں کو کچھ نہیں ملے گا اور وہ چاہتا ہے کہ ان کو ملے تو زندگی میں سے کس نے روکا تھا، وصیت کرنے سے کس نے منع کیا ہے؟

(ماہ نامہ پاسبان الٰہ آباد، مئی ۱۹۷۹ء)

خلاصہ یہ کہ ایک حکمت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اگر چہ پوتوں کو دادا کی میراث میں حق دار نہیں بنایا، لیکن انھیں بے سہارا بھی نہیں چھوڑا۔ دادا چاہے تو ان کو بہت کچھ دے سکتا ہے۔

(۴)- بیٹا اور بیٹی کا حصہ مساوی کیوں نہیں؟

ایڈوکیٹ صاحب نے پوتوں کی میراث والے مسئلے سے مطمئن ہو کر اس نوع کا ایک دوسرا سوال کیا، وہ لکھتے ہیں:

"جب وراثت کی بنیاد "رشتہ قریب سے قریب تر" ہے تو چاہیے کہ بیٹا اور بیٹی کو برابر حصہ ملے حالاں کہ بیٹی

کو بیٹے کا آدھا حصہ ملتا ہے، اس کی وجہ صرف یہی ہے نا کہ وہ دوسرے خاندان کی فرد ہے۔ اسی طرح نواسا بھی چوں کہ دوسرے خاندان کا فرد ہے اس لیے میراث سے محروم رہے گا اور پوتا دادا ہی کے خاندان کا فرد ہے اس لیے اس کو ملنا چاہیے امید ہے کہ اس شبہے کو بھی آپ حل کر دیں گے۔"

اس کے جواب میں حضرت نائب مفتی اعظم نے فرمایا:

"شریعت نے بیٹی کو بالکلیہ محروم نہیں کیا ہے، باپ کی میراث میں سے حصہ دیا ہے، اگر دوسرے خاندان کا فرد ہونا وراثت سے محرومی کا سبب کلی ہوتا تو شادی شدہ بیٹی کو کچھ نہ ملتا مگر اس کو بھی ملتا ہے، یہ دلیل ہے کہ رشتہ بترتیب اقرب فالاقرب وراثت کے استحقاق کی غیر متزلزل بنیاد ہے۔ اس پر دوسرے خاندان کا فرد ہونا بھی اثر انداز نہیں، ورنہ بیٹی کو کچھ نہ ملتا اور بہن کو بھی کچھ نہ ملتا، شادی شدہ ہوتی یا نہ ہوتی۔ آخر غیر شادی شدہ لڑکی اور بہن آج نہیں تو کل بالیقین دوسرے خاندان کی فرد ہوگی۔

اب رہ جاتی ہے یہ بات کہ پھر بیٹی اور بہن کو اور بھائی کا آدھا کیوں ملتا ہے جب کہ رشتہ قربت میں ایک درجے کا ہے؟

اس کا سبب یہ ہے کہ مرد پر اپنے اہل وعیال کی مکمل ذمہ داری ہوتی ہے اور عورت پر کسی کے اخراجات کا بار نہیں ہوتا، بلکہ اس کے سارے اخراجات اس کے شوہر کے سر ہوتے ہیں اس لیے مرد کو عورت سے زیادہ ملنا لازم ہے۔" (ماہ نامہ پاسبان الہ آباد، مئی ۱۹۷۹ء)

(۵)- مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے:

ایک فتویٰ کے ضمن میں اس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محدثین نے تصریح کی ہے کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ مرقاۃ جلد ثانی ص: ۱۰۲ پر ہے: **"قال النووی! واسناده ضعیف نقله میرک فکان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم"** علامہ نووی نے فرمایا اس کی سند ضعیف ہے اس کو میرک نے نقل کیا۔ اس قول سے امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ اھ

اسی طرح مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرلے تو یہ اس کی دلیل ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ رد المحتار میں ہے: **"ان المجتهد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا له کما فی التحریر وغیره"** کسی حدیث سے مجتہد کا استدلال اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ تحریر وغیرہ میں ہے۔" اھ

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث جب ضعیف ہے تو مجتہد کے استدلال کی وجہ سے وہ قوی کیسے ہو جاتی ہے، آخر راوی کا ضعف کیوں کر دور ہوگا؟

اس کی وضاحت حضرت ممدوح نے ان الفاظ میں فرمائیں، رقم طراز ہیں:

"اس میں راز یہ ہے کہ حدیث میں سند کی وجہ سے جو ضعف ہوتا ہے وہ راوی کے مجروح ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کسی حدیث کے ضعیف کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس مخصوص سند سے ضعیف ہے اور ایک حدیث کئی کئی سندوں کے ساتھ مروی ہوتی ہے مجتہد نے جب اس حدیث کو دلیل بنایا تو یہ اس پر قرینہ ہے کہ اسے ایسی سند کے ساتھ ملی ہے جس میں کوئی ضعف نہیں۔

اس کا بھی امکان ہے کہ جس راوی کی وجہ سے حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے وہ بعد کا ہو اور مجتہد جس نے اس حدیث کو دلیل بنایا وہ پہلے کا ہے تو بالکل ظاہر ہے کہ اسے یہ حدیث اس مجروح راوی کے توسط کے بغیر ملی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ فرمایا "**اِذَا صحّ الحدیث فھو مذھبی**" تو اس کا امکان ہی نہیں کہ وہ کسی ضعیف حدیث کو مذہب بنائیں۔ (قلمی فتاویٰ شارح بخاری)

(۶)- جانوروں کی قربانی کا راز:

ایک ایڈوکیٹ صاحب نے جانوروں کے ذبح اور قربانی کا نظام قدرت کے خلاف اور رحمت کے منافی قرار دیا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

کہا جاتا ہے کہ اسلام گوشت خوری کی اجازت دیتا ہے کیا سچ مچ ایسا ہے، کیا پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم "قدرتی نظام" کو بگاڑنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

عیدالاضحیٰ ایک ایسا تیوہار ہے جس میں قربانی کرنا لازم بتایا جاتا ہے، کیا سچ مچ ایسا ہی ہے۔ جس قرآن کے ذریعہ خدا ہمیں محبت، پیار، دیا، رحم دلی کا سندیش دیتا ہے اور ہر جاندار سے رحم و پیار سے پیش آنے کی تاکید کرتا ہے کیا اسی قرآن کے ذریعہ خدا ہمیں کسی جاندار کے قتل کی اجازت دے سکتا ہے؟ (اخبار دشا سنکیت، ۱۵ر ۲۱ر مارچ ۱۹۹۹ء)

ایک صاحب نے اخبار سے یہ اقتباس نقل کر کے اس کا جواب معلوم کرنے کی درخواست کی، جس کا جواب حضرت نے یہ دیا۔

"یہ کہنا کہ اسلام گوشت کھانے کی اجازت نہیں دیتا آفتاب کو جھٹلانے کے برابر ہے، اسلام **عَلٰی رُؤُس الاَشْھَاد** ڈنکے کی چوٹ پر حلال وطیب جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانے کی اجازت دیتا ہے۔ اور اسے نظام قدرت کے خلاف سمجھنا جہالت ہے بلکہ نظام قدرت سے آنکھ بند کر لینا ہے۔

مثال کے طور پر آپ صرف ایک تقابل ملاحظہ کریں۔

کتا حرام ہے اور ایک کتیا چار، چار، چھ، چھ، بچے دیتی ہے، اسے کوئی نہیں کھاتا، ان کے اعداد شمار جمع کیجیے۔ دوسری طرف بکری حلال ہے اور صرف ہندوستان میں لاکھوں بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں جب کہ بکری

زیادہ سے زیادہ دو بچے دیتی ہے۔ بہت کم ایسی بکریاں ہیں جو تین بچے دیتی ہوں ان کے باوجود بکریوں کے اعداد وشمار جمع کیجیے تو کتوں سے سیکڑوں گنا زیادہ ہیں۔ اِن بے عقلوں سے کوئی پوچھے، یہ کیسا نظام قدرت ہے کہ جب جانوروں کو کوئی کھاتا نہیں، جن کے مادہ بچے بھی زیادہ دیتی ہیں وہ تعداد میں چند ہیں، لیکن جن جانوروں کو کھایا جاتا ہے۔ جن کی مادہ بچے بھی نسبۃً کم دیتی ہیں، ان کی تعداد گھٹتی نہیں اور قدرت کے غیر معلوم نظام کے مطابق ان کی کثیر سے کثیر تعداد موجود رہتی ہے۔

جانوروں کو ذبح کر کے کھانا، ظلم نہیں، ان پر رحم ہے یقیناً ذبح میں تکلیف ہوتی ہے مگر وہ تکلیف چند سیکنڈ کی ہے اگر جانوروں کو ذبح نہ کیا جائے، چھوڑ دیا جائے تو وہ کس اذیت کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کریں گے، یہ سوچنے کی بات ہے، بیمار ہو گئے تو کتنی تکلیف اٹھائیں گے؟ ہاتھ پیر ٹوٹ گئے، آنکھیں چلی گئیں تو ان کے لیے سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ ایک جگہ پڑے پڑے، بھوکے پیاسے، گھٹ گھٹ کر، تڑپ تڑپ کر دم توڑیں۔ ان مسلسل تکلیفوں اور اذیتوں کے مقابلے میں ذبح میں چند سکنڈ کی تکلیف کیا حیثیت رکھتی ہے۔

بخلاف انسان۔ انسان چوں کہ سمجھ دار ہے۔ بولنے پر قادر ہے، اس کا خاندان ہے، کنبہ ہے، علاج کے لیے ڈاکٹر ہیں، دوا ہے، معذوری ہونے کے بعد خدمت کے لیے بیٹے پوتے وغیرہ ہیں۔ لیکن غریب جانوروں کا کون پرسانِ حال ہے۔

میں نے خود ایک ایسی گائے کا حال دیکھا جس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے، نہ اٹھ سکتی تھی، نہ چل سکتی تھی، اسے کتے نوچ رہے تھے، اور کتے ہٹ جائیں تو کوے اس کے زخم کو نوچتے، سوچیے اس گائے کا کیا حال ہوگا؟

جو گائیں دودھ دینے کے لائق نہیں رہتیں ان کو گوشالاؤں سے بھی باہر نکال دیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض خفیہ رپورٹ کے مطابق سستے دام پر گوشت خوروں کے ہاتھ بیچ دیا جاتا ہے۔"

(رجسٹر فتاویٰ شارح بخاری وماہ نامہ اشرفیہ، شمارہ جون ۱۹۹۹ء، ص:۵-۸)

ایڈوکیٹ نے ذبح کو نظام قدرت میں بگاڑ پیدا کرنے کا عمل قرار دیا تھا، اور اسے بے رحمی بتائی تھی جو لوگوں کے فکر ودماغ میں اسلام سے نفرت پیدا کرنے کی سعی تھی اور آزاد خیال مسلم طبقہ اس سے گمراہ ہوسکتا تھا لیکن حضرت نائب مفتی اعظم دام ظلہٗ العالی نے اس مسئلے کی ایسی شاندار توجیہ فرمائی جس نے اسلام کے نظامِ ذبح سے معاندانہ الزامات کو دور کر کے یہ عیاں کر دیا کہ یہ نظام عین مقتضائے رحمت وحکمت ہے اور قدرت کا نظام بقائے نسل کا متقاضی ہے اور بقا کا راز یہاں اسی فنا (ذبح) میں مضمر ہے۔

بارگاہِ رسالت میں فروگذاشت پر جلال:

حضرت نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بارگاہِ رسالت کے ادب کا اس درجہ خیال فرماتے تھے کہ کسی سے

اس سلسلے میں کوئی فروگذاشت ہوجائے تو فوراً جلال طاری ہوجاتا تھا اس کے کثیر شواہد آپ کے فتاویٰ میں ہیں، ایک شہادت یہاں آپ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا:

زید ایک سنی صحیح العقیدہ عالم ہے اس نے ایک دن اپنی تقریر کے دوران "رَبَّنَا وَ بَعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا" کو موضوع بنا کر اس پر روشنی ڈالی اور کہا کہ درود ابراہیمی "اللّٰھم صلّ علی محمد کما صَلَّيْتَ عَلٰى اِبراهيم وعلٰى اٰلِ ابراهيم. الخ" میں حضور علیہ السلام مشبہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشبہ بہ ہیں مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوتا ہے جیسے زید شیر کی طرح ہے یقیناً زید شیر سے زیادہ بہادر ہے۔ نیز بُنُوَّت سے اُبوت افضل ہوتی ہے اس سے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔

کسی نبی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل بتانا گمراہی اور بد دینی ہے اس قائل نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً افضل نہیں کہا ہے۔ اس لیے گمراہ بد دین نہیں ہوا۔ اور اس نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم بعض حیثیت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں یہ اس کی جہالت ہے اور دلیل میں جو اس نے كَمَا صَلَّيْتُ عَلٰى اِبْرَاهِيم. پیش کیا یہ پہلے سے بھی بڑی جہالت ہے اور یہ کہنا کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے افضل ہونا ضروری ہے۔ یہ ان دونوں جہالتوں سے بڑھ کر جہالت اور ثبوت میں جو مثال پیش کی ہے وہ خود اس کا رد۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ زید شیر کے مثل ہے۔ اس سے کوئی عاقل یہ نہیں سمجھتا کہ شیر انسان سے افضل ہے اور نہ واقعہ ایسا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے شیر سے بدرجہا افضل، تشبیہ میں ضروری صرف یہ ہے کہ وجہ شبہ کا مشبہ بہ میں پایا جانا مشہور و معروف ہو اور یہی اس مثال میں پایا جارہا ہے۔ انسان بزدل بھی ہوتا ہے اور بہادر بھی اور شیر بہر حال بہادر ہوتا ہے اور شیر کا بہادر ہونا ہر شخص کو معلوم ہے کما صلیت علی ابراھیم میں بھی یہی بات ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی عظمت و تقدس عرب میں مشہور و معروف تھا ان پر اللہ عزوجل کے بے پایاں فضل و کرم کو تمام اہل عرب دوسرے لوگ بھی جانتے تھے۔ تشبیہ کے لیے اتنی بات کافی ہے خود مفتی احمد یار خاں صاحب نے یہی لکھا ہے "عام علما یہ فرماتے ہیں کہ یہاں محض شہرت کی وجہ سے تشبیہ دی گئی۔" (فتاویٰ شارح بخاری، جلد اول)

آپ کی طرف علما کا رجوع:

آپ کے فتاویٰ کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ کثیر علماے کرام نے آپ کی طرف مسائل کے سلسلہ میں رجوع کیا، اور مستفید ہوئے۔ اس نوع کا بھی ایک سوال و جواب ملاحظہ کیجیے:

جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد کے صدر المدرسین حضرت مولانا نعمان خاں صاحب مصباحی علیہ الرحمہ نے آپ سے یہ استفسار کیا:

”آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میلاد، یا قبر میں ہر وقت تشریف فرما ہیں۔ تشریف لانے کا سوال تو اس وقت ہوتا ہے جب پہلے سے جلوہ فرما نہ ہوتے۔“

اس سلسلے میں مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ ہر وقت قبر میں اور مجلس میلاد میں تشریف فرما ہونے کا کیا مطلب ہے، اگر مراد یہ ہے کہ اپنے جسم اقدس کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے۔ شیخ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائم و باقی اور حاظر و ناضر لکھا ہے تو کیا اس کا یہی مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ جسم اقدس کے ساتھ حاضر ہیں۔ اگر شیخ کی عبارت کا یہی مقصد ہے تو شیخ ہی کی دوسری عبارت کا مطلب بھی بیان فرما دیں۔

اشعۃ اللمعات جلد اول، ص:۱۱۵ میں ہے:

فیقولان: ما کنت تقولُ فی ھٰذا الرجل؟ اشارت بہ ”ھٰذا“ بہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یا از جہت شہرت امر وحضور اوست در اذھانِ ما اگر چہ غائب است، یا احضارِ ذاتِ شریف وے در عیانِ بایں طریق کہ در قبر مثالے از حضرت وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر می ساختہ باشند۔ الخ۔

یہ سوال رجب ۱۴۰۰ھ میں آیا تھا۔ اس وقت حضرت دام ظلہ العالی آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے مطالعہ نہیں فرماتے تھے، پھر بھی اپنی یادداشت پر جو جواب اِملا کرایا وہ لائق ستائش ہے۔ جواب کے الفاظ یہ ہیں:

”اشعۃ اللمعات اس وقت یہاں موجود نہیں آپ نے جتنی عبارت نقل کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ میت کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مثالی ظاہر کیا جاتا ہے، یا ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جسم مثالی کے ساتھ حاضر و ناضر ہیں۔

لیکن جو کچھ میں نے عرض کیا تھا یہ اس کے منافی نہیں۔ دونوں میں تطابق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم میں حاضر و ناظر ہیں اور جب چاہتے ہیں، جس پر چاہتے ہیں اپنے جسم مثالی کے ساتھ ظہور فرماتے ہیں۔

اب رہ گیا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے کیا مراد ہے؟ ”حضورِ جسمانی“ کے ساتھ، یا ”حضور روحانی“ کے ساتھ یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے اور حضور کا جسم اقدس مع روحِ مبارک قبر انور میں ہی رونق افروز ہوتا ہے؟

اس بارے میں علما کا کوئی منقح فیصلہ میری نظر سے نہیں گزرا، علما کے کلمات سے تینوں باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ علامہ فاسی مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرماتے ہیں:

لأنّہٗ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح العالم، روح الأکوان لولاہ لَذَھبت وتلاشت۔

"لأنّهٗ" کی ضمیر کا مرجع "ذاتِ اقدس" ہے اور ذات "روح مع الجسم" کا نام ہے اس لیے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذاتِ اقدس (روح مع الجسم) سارے عالم کو محیط اور عالم کے ذرے ذرے میں ساری ہے۔ ملا علی قاری نے شرح شفا میں فرمایا:

لأنّ روحهٗ صلّى الله تعالىٰ عليه وسلم حاضرة في بيوت جميع اهل الاسلام. یہ اس پر نص ہے کہ حضور کا حاضر و ناظر ہونا "حضور روحانی" کے ساتھ خاص ہے۔

علامہ احمد خطیب قسطلانی وغیرہ نے بعض علما سے نقل فرمایا ہے۔

كالشّمس في وسط السّماء وضوءها　　　يغشى البلاد مشارقا و مغاربا

یہ اس بات پر نص ہے کہ حضور کا وجود باوجود قبر انور میں ہوتا ہے البتہ حضور کی ضو سارے عالم میں پھیلی ہوتی ہے۔

ان تینوں میں کون راجح اور کون مرجوح ہے؟ اس کا فیصلہ بہت دشوار ہے، ہر ایک کے موید دلائل ہیں۔

خادم کا ذوق یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور کیفیت مجہول ہے۔ اس کی مثال رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ ہے کہ اس پر ایمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ عز و جل کا دیدار ہوگا۔ مگر کیفیت نامعلوم ہے، اسی طرح یہاں بھی اعتقاد رکھا جائے، یہی سب سے اسلم طریقہ ہے۔

اور حضرت شیخ کے فرمانے کے مطابق یہ بھی مان لیا جائے کہ جب کسی کو زیارت ہوتی ہے، خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں تو جسم مثالی کے ساتھ ہوتی ہے۔ (رجسٹر فتاویٰ شارح بخاری، جلد اول)

"متعارض دلائل میں تطبیق" کے زیر عنوان دار الحرب میں جمعہ کی صحت و عدم صحت کا مسئلہ بھی ایک عالم کا پیش کردہ ہے اور وہ بھی اہم ہے۔

علما کی لغزشوں پر ہدایت:

(۱)　ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تم کو طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا، اور اس نے یہ بتایا کہ میری نیت ایک ہی طلاق دینے کی تھی تین طلاق دینے کی نہ تھی۔ اس پر ایک مفتی صاحب نے جواب یہ ارشاد فرمایا کہ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ اس کی نیت تاکید تھی اس لیے صرف ایک طلاق پڑی پھر یہی سوال میرے پاس آیا تو میں نے ان کی خدمت میں گزارش کی کہ کلام سے تاکید یا تاسیس کی نیت شی دیگر ہے اور تین طلاق دے کر ایک ہی کی نیت لکھنا شے دیگر ہے۔ اس لیے سائل کے اس کہنے سے کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی یہ سمجھنا کہ اس کی نیت تاکید تھی درست نہیں لہٰذا حکم یہی ہوگا کہ اس کی بیوی پر تین طلاقیں پڑ گئیں جیسا کہ الاشباہ والنظائر پھر درمختار وغیرہ میں ہے کہ التاسیس اولیٰ من التاکید، اور اگر شوہر کی نیت تاکید کی بھی تھی تو بھی حکم یہ ہوگا کہ دیانۃً ایک ہوگی

اور قضاءً اور عورت حکم قضا پر عمل کرنے کی مامور ہے۔ فتح القدیر میں ہے المرأۃ کالقاضی۔

البتہ ایسے جملے بولنے سے احتراز واجب ہے۔ اور قائل کو اس کلمے سے رجوع بھی لازم ہے۔

(۲) مسئلہ: المرسل جناب حکیم محمود الحسن صاحب مدرسہ اصلاح المسلمین موضع سرائے ارجن، بنارس۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اور بیوی نکاح کے وقت عقیدہ سنی المذہب حنفی المشرب تھے بعد نکاح شوہر یا بیوی یعنی دونوں میں سے ایک وہابی یا رافضی یا مرزائی وغیرہ فرقۂ ضالہ میں سے ہوگئے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح باطل ہوا یا نہیں از روے مذہب اسلام ان دونوں کا کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں۔ مولاے کریم آپ کو اجر عطا فرمائے گا؟

المستفتی: حاجی محمد شمس الدین مقام بجرڈیہہ بنارس۔

الجواب: مرزائی، رافضی اور وہابی دیوبندی اپنے عقائد باطلہ اور کفریات خبیثہ کی بنا پر بحکم شرع کافر ومرتد ہیں۔ ان کے عقائد کفر تک پہنچ جانے کی وجہ سے علمائے اہل سنت نے کفر کے فتوے دیے ہیں۔ لہٰذا وہ سنی مرد وعورت جو وقت نکاح عقیدۃً سنی تھے اور بعد میں دونوں یا ایک مرزائی یا رافضی، تبرائی یا وہابی ہوگیا جن پر کفر کے فتوے دیئے گئے ہیں ان کا نکاح باطل ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے: **مَا یَکُوْنَ کفراً اتفاقًا یبطل العمل والنکاح واولادہ ولدُ زنا.** بہار شریعت مصنفہ مولانا مولوی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ "زن وشوہر میں سے معاذ اللہ کوئی مرتد ہوگیا تو نکاح ٹوٹ گیا اور یہ فسخ ہے طلاق نہیں عورت موطوءہ ہے تو بہر حال مہر پورا لے سکتی ہے اور غیر موطوءہ ہے تو اگر عورت مرتدہ ہوگئی تو کچھ نہ پائے گی اور شوہر مرتد ہوا تو نصف مہر لے سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ خادم رسول قادری عفی عنہ صدر المدرسین مدرسہ حمیدیہ رضویہ بنارس

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب فقط ابراہیم رضا عفی عنہ

اس باب میں یہی فتویٰ حضرت مولانا مفتی افضل حسین صاحب مرحوم سابق مفتی مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف نے بھی دیا تھا۔

یہ جوابات اصل مذہب حنفی کے مطابق تھے لیکن فقہاے بلخ نے بعد میں حالات زمانہ کے سامنے رکھ کر روایتِ نادرہ پر فتویٰ دیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی کثیر فتاویٰ مشائخ بلخ کی اتباع میں ارتداد زن سے عدم فسخ نکاح کے صادر کیے اس حیثیت سے درج بالا فتاویٰ زمانہ کے مقتضیات کے مطابق نہ تھے جب یہ فتاویٰ حضرت شارح بخاری کی بارگاہ میں پیش کیے گئے تو آپ نے حضرات مفتیان کرام کی لغزش پر تنبیہ فرماتے ہوئے ایک مفصل فتویٰ تحریر فرمایا، آپ بھی اسے ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب: مرد اگر مرتد ہوا اور اسلام پیش کرنے کے بعد قبول اسلام سے انکار کیا تو بالاتفاق تمام فقہا کے

نزدیک اس کا نکاح فسخ ہوگیا لیکن اگر عورت مرتد ہوئی تو اس کا نکاح فسخ ہونے اور نہ ہونے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ نکاح فسخ ہوگیا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ اصحاب فتویٰ نے دونوں پر فتویٰ دیا ہے صاحب درمختار اور ردالمحتار نے فسخ کو اختیار فرمایا ہے اور صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز نے بھی بہار شریعت میں اسی کو اختیار کیا مگر مشائخ بلخ اور بعض مشائخ سمرقند اور علامہ دبوسی و امام صفار نے عدم فسخ نکاح کو اختیار فرمایا ہے۔ اور امام ابن ہمام صاحب نہر نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اس پر فتویٰ دیا شامی باب احکام المرتدین میں ہے:

قال فی الفتح وافتی الدبوسی والصفار وبعض اهل سمرقند بعدم وقوع الفرقة بالردة ردعليه.

اور خانیہ میں ہے:

وردة المرأة واباءها لايكون طلاقا وتقعُ الفرقة عند عامة العلما بردتها زجرا وتيسرا لاسيّما التی تقع فی الکفر ثم تنکر قال فی النهر والافتاء بهذا اولیٰ من الافتاء بِمَا فی النوادر.

علامہ شامی زجراًلھا کے تحت فرماتے ہیں:

عبارة البحر حسمًا لباب المعصية والحيلة للخلاص منه قال فی البحر. کے تحت فرماتے ہیں:

عبارته لايخفی ان الافتاء بما اختاره بعض ائمة بلخ اولیٰ من الافتاء بما فی النوادر ولقد شاهدنا من المشاق فی تجديدها فضلا عن جبرها بالضرب ونحوها مالا يعد ولا يحد وقد كان بعض مشائخنا من العلماء العجم ابتلی بامرأة تقع فيما يوجب الكفر كثيرًا ثم وعن التجديد تابی ومن القواعد المشقة تجلب التسير والله الميسر لكل عسير.

ان عبارات کا حاصل یہ ہوا کہ عورتیں چوں کہ ناقصات العقل والدین ہوتی ہیں اس لیے ان کی زبان پر کلمات کفر اکثر جاری ہوجاتے ہیں اور تجدید نکاح کرنا ان کی سمجھ میں نہیں آتا لہٰذا اس کے لیے وہ راضی نہیں ہوتیں یا وہ مرد سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے ردت کو بہانہ بنالیتی ہیں چناں چہ صاحب نہر نے اپنے ایک استاذ کا واقعہ نقل فرمایا کہ ان کے نکاح میں ایک ایسی عورت تھی جو اکثر کفر کی مرتکب ہوجاتی اور تجدید نکاح سے انکار کرتی، لہٰذا عورت کی ردت سے نکاح فسخ ہونے پر فتویٰ دینے میں مشقت ہے مشائخ بلخ نے جیسے اختیار فرمایا کہ عورت کی ردت سے فرقت نہیں واقع ہوتی اسی پر فتویٰ دینا بہتر ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ کا حال دیکھ کر اسی پر فتویٰ دیا کہ اس زمانہ میں ہوا و ہوس غالب، خوف خدا غائب ہے کہ نہ حلال کی خواہش ہے نہ حرام سے نفرت اپنی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کے لیے عورتیں ہرنا کردنی کرلیتی ہیں حتیٰ کہ بغیر طلاق کے غیروں کے وہاں رہنے لگتی ہیں دکھاوے کو نکاح کا ڈھونگ رچالیتی ہیں حد ہے کہ دارالافتا میں آئے دن یہ سوال آتا ہے کہ فلاں نے غیر مطلقہ سے نکاح کرلیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ تو ان بے باک عورتوں سے کیا بعید جو عمر بھر زنا کی لعنت

میں مبتلا رہتی ہیں کہ نکاح سے باہر آنے کے لیے کلمہ کفر زبان پر جاری کر لیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ لہٰذا اس فتنہ کی روک تھام کے لیے ضروری ہے کہ اس قول پر فتویٰ دیا جائے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا تاکہ کفر بکنے کی عورتوں کو جرأت و جسارت نہ ہو اور نکاح سے باہر آنے کے لیے ردت کا بہانہ نہ بنا سکیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد اول میں فرماتے ہیں:

من ذٰلك إفتائي مرارا بعدم انفساخ امرأة مسلم بارتدادها لما رأيت من تجاسرهن مبادرة الي قطع العصمه مع عدم امكان استرقاقهن في بلادنا و لا ضربهن و جرهن علي الاسلام كما بينته في السير من فتاوينا و كم له من نظير.

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اگر مرتد ہو جائے تو علما فسخ کا فتویٰ دیتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کو مار پیٹ کر اسلام میں مجبور کیا جائے گا۔ اسلام لانے کے بعد شوہر اول نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی جیسا کہ درمختار میں ہے:

و ليس للمرتدة بغير زوجها.

شامی میں ہے:

و غيرهم مشوا علی الظاهر و لكن حكمها علی تجديد النكاح مع الزوج و نضرب خمسة و خمسين سوطاً و اختاره قاضي خاں للفتویٰ. اھ

درمختار میں ہے:

و المرتده تحبس ابدا و لا تجالس و لا تواكل حتی تسلم اھ.

اور اگر اسلام نہیں لائے گی تو اسے باندی بنا لیا جائے گا وہ اگرچہ دار الاسلام ہی میں کیوں نہ ہو۔ ایک قول کے بنا پر وہ شوہر ہی کی باندی ہوگی۔ اور ایک قول کی بنا پر مسلمانوں کے لیے فے ہوگی بادشاہ اسلام اس کو چاہے آزاد کر دے یا بیچ دے، درمختار میں ہے:

عن الاسلام تسترق و لو فی دار الاسلام و لو افتی به حسما تقصد حيات السبی لا باس به و تكون قنة للزوج لاستيلاد و فی الفتح انها فی للمسلمين فيشتر بها من الامام او يهبها له لو مصرفا.

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اس زمانے میں نہ باندی بنایا جا سکتا ہے نہ زد و کوب یا قید کر کے اسلام پر مجبور کیا جا سکتا ہے نہ اسلام لانے کے بعد۔

اختلافی مسائل میں اعتدال کی روش

مزامیر کے ساتھ قوالی سننا:

کان پور کے ایک صاحب نے آپ سے یہ سوال کیا کہ مزامیر حرام ہیں حرام کا مرتکب پکا فاسق فاجر ہے۔ حرمت کے ثبوت میں انھوں نے بخاری شریف کی ایک حدیث ہدایہ، فوائد الفوائد اور مکتوبات شیخ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پیش کی ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

"اب غور کیجیے کہ مزامیر مطلقاً حرام ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے حلال ہیں اس کے باوجود ان کی خلافت واجازت باقی رہنا کیا معنی؟"

جواب میں حضرت نائب مفتی اعظم نے پہلے عدل کے تقاضے کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی ہے، پھر انھیں اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ کچھوچھہ شریف کے علما مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے تھے جیسے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ، ان کے فرزند ارجمند محبوب المشائخ حضرت مولانا احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ علیہ اور یہ بات حضرت مجدد اعظم کے علم میں تھی اس کے باوجود ان دونوں بزرگوں کی اعلیٰ حضرت تعظیم وتکریم فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ وہ کسی فاسق کی تعظیم نہیں کرتے تھے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے کبھی غفلت نہیں برتتے تھے۔ آپ اس رخ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

اس کے بعد آپ نے سائل کی خطا اور اس مسئلے کی حقیقت پر یوں روشنی ڈالی ہے، فرماتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ جب کسی مسئلے میں خود علمائے اہل سنت میں اختلاف ہو تو یہ درست نہیں کہ ایک دوسرے کو فاسق کہیں، یہاں یہی معاملہ ہے حضرات کچھوچھہ مقدسہ ہمارے معتمد علمائے اہل سنت ہیں وہ مزامیر کے ساتھ قوالی کو جائز کہتے ہیں۔ ان کا فرمانا یہ ہے کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے: ان الملاھی کلھا حرام. "ملاہی" ان آلات کو کہتے ہیں جو لہو ولعب کے ہوں اس کی بنا پر ان کا کہنا ہے کہ لہو ولعب مزامیر سننا حرام ہے لیکن اگر کسی مقصد صحیح کے لیے سنا جائے جو عند الشرع مطلوب ہو تو جائز ہے۔ اگرچہ ان کا یہ کہنا اس لیے صحیح نہیں کہ احادیث کریمہ میں مزامیر اور معازف کو مطلقاً حرام فرمایا ہے، اور کسی معنی میں تخصیص عقل سے جائز نہیں مگر مجوزین بھی معتمد علما میں سے ہیں اور وہ بتاویل اس کو جائز کہتے ہیں اس لیے ان کی تفسیق جائز نہیں، البتہ ان کے قول کا رد کیا جائے گا، بناءً علیہ جو سنی علما اور مشائخ مزامیر کے ساتھ قوالیاں سنتے ہیں ان کو فاسق کہنا درست نہیں۔ (فتاویٰ شارح بخاری)

فروع میں اختلاف رحمت ہے اگرچہ اکابر سے ہو:

چاند پر انسان کا پہنچنا شرعاً ممکن ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرت صدر العلما مولانا غلام جیلانی میرٹھی اور نائب

مفتی اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کے مابین اختلاف واقع ہو گیا۔ اس پس منظر میں حضرت نائب مفتی اعظم نے یہ تحریر فرمایا:

"یہ لابدی امر ہے کہ جب ایک ہی موضوع پر دو مختلف رائیں قائم کی جائیں گی تو اپنے اپنے استدلال میں کسی نہ کسی نقطے پر تصادم لازم ہے اور یہی ہوا۔ صحیح النظر میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ "چاند کا پہلے آسمان میں ہونا علماے شریعت کے نزدیک متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔"

یہ واقعہ کے بالکل خلاف ہے، صریح خلاف، میں نے اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے یہی میرا وہ جرم ہے جس کی سزا میں "تصحیح المسلک" کے تلخ و ترش شیریں کلمات طیبات سے نوازا گیا ہوں۔

سر بندہ ات سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ورنہ کسی غیر قطعی مسئلے میں اختلاف ایسی چیز نہیں کہ اگر کوئی نیاز مندانجانے میں یا جان بوجھ کر بھی اختلاف رائے کی جرأت کرے تو اس پر اتنا غیظ و غضب فرمایا جائے۔ حضرت علامہ صاوی نے تو اس قسم کے اختلاف کو رحمت بتایا ہے۔ فرماتے ہیں:

التفریق المذموم انما ھو فی العقائد لا فی الفروع فانہ رحمۃ للعباد. (ج:۱،ص:۱۵۲)

"اختلاف مذموم صرف وہ ہے جو عقائد میں ہے فروع میں مذموم نہیں، یہ بندوں کے لیے رحمت ہے۔"

اور یہی مشہور و معروف حدیث "اِخْتِلَافُ أُمتِي رَحْمَةٌ" کے ظاہر عموم منطوق ہے۔

عہد صحابہ سے لے کر آج تک ہر طبقہ، ہر قرن میں اس کی مثالیں ملیں گی کہ اکابر نے اکابر سے، اصاغر نے اکابر سے اختلاف رائے کیا۔ قدیم امثلہ کو جانے دیجیے اس عہد کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت مولانا الحاج شاہ نعیم الدین صاحب قدس سرہ نے بعض مسائل میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اختلاف کیا ہے، مثلاً قنوت نازلہ میں دعاے قنوت قبل رکوع ہے یا بعد رکوع؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ ہے کہ قبل رکوع اور حضرت صدر الافاضل کا فتویٰ ہے کہ بعد رکوع۔ اور خود حضرت والا نے بھی اس مسئلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بجاے حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالۂ مبارکہ "التحقیق الکامل" پر اعتراضات کی ایک لمبی فہرست بھیجی تھی معلوم نہیں اب یاد بھی ہے یا نہیں۔ میں نے حضور والا سے اختلاف راے کیا تو یہ بھی حضور والا کی ایک طرح کی اتباع ہے، اپنی ہی سنت کے عامل پر یہ چشم عنایت کیا معنی؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ ہے کہ سیپ کا چونا کھانا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم، ص:۱۰۷) مگر علماے بہار سیپ کا چونا کھانا حلال جانتے ہیں، کھاتے ہیں، بعض حضرات نے اس کی حلت کا فتویٰ بھی تحریر فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی مطلقاً ناجائز ہے مگر ہمارے اکابر اہل سنت کا ایک طبقہ اسے جائز جانتا ہے اور نہ صرف جائز جانتا ہے بلکہ سلوک میں ممدّ و معاون جان کر اسے سنتا بھی ہے اور سناتا بھی ہے۔

مگر یہ سب اختلاف کبھی بھی آپس میں سب وشتم اور اس ذوق کی تسکین کا باعث نہ ہوئے جو حضور والا کے "صحیح المسلک" میں جگہ جگہ جھلک رہا ہے بلکہ تمام امت شاہد ہے کہ اس قسم کے اختلافات کے باوجود آپس میں محبت ومودّت بلکہ عقیدت کے روابط ہمیشہ باقی رہے ہیں، اور ان شاء اللہ باقی رہیں گے۔

ہاں اگر اختلافِ رائے بلا دلیل محض نفسانیت کی بنا پر ہو تو البتہ یہ مذموم ولائق ملامت ہے اس مسئلے میں میرا حضور والا کی ذاتی تحقیق سے اختلاف بلا دلیل اتباع نفس کی وجہ سے ہے یا دلیل شرعی کی روشنی میں اتباع حق کی وجہ سے۔ اس کا اندازہ ہر اس شخص کو ہو گیا ہے جس نے دونوں فریق کی تحریریں پڑھی ہیں۔" (اسلام اور چاند کا سفر، ص: ۸ تا ۱۰ ملخصاً)

حضرت کی یہ نصیحت آب زر سے لکھنے سے قابل اور بہت ہی اہم ہے اگر لوگ اس نصیحت پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہماری جماعت آج بھی منظم ہو سکتی ہے۔

مزاح لطیف:

کبھی کبھی جب انبساط میں ہوتے ہیں تو فتوے میں بھی مزاح لطیف کا پہلو اختیار فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک صاحب بریلی شریف میں آئے اور پیش سوال کیا کہ دو بھائیوں میں لڑائی ہوا ایک نے دوسرے کا قتل کر دیا اور سر الگ ہو گیا رونا دھونا مچ گیا اسی اثنا میں ایک فقیر آیا اس نے پوچھا کیا بات ہے تو انھوں نے قصہ بتایا اس نے دونوں کے سر جوڑ کر زندہ کر دیا مگر سر بدل گئے اب کیا کیا جائے؟

ظاہر ہے کہ یہ کوئی واقعہ نہیں تھا علما کی آزمائش کے لیے کسی نے بنایا تھا:

حضرت نے قلم برداشتہ اس کا یہ جواب لکھا "اس فقیر کو پھر پکڑا جائے اور ان دونوں کا سر قلم کیا جائے اور صحیح طور پر جوڑوا لیا جائے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ وہ صاحب غصے میں تھے جب میں نے جواب لکھا، پوچھا کیا جواب دیا میں نے بتایا تو وہ اچھل گئے اور غصے میں انجانے طور پر گالیاں دینے لگے انھوں نے کہا کہ فلاں ہے جو کہتا ہے کہ بریلی میں اب علم نہیں رہا اعلیٰ حضرت تک تھا اب ختم ہو گیا اس پر ہماری اس شخص سے بحث ہو گئی تو اس نے یہ سوال دیا میں لے جا کر اس کے سر پر پٹکوں گا کہ بڑے مولوی صاحب (حضرت مفتی اعظم ہند) کی بات تو بہت اونچی ہے۔ ان کے شاگرد نے دومنٹ میں یہ جواب لکھ دیا وہ گئے تین دن کے بعد پھر آئے اور اصل سائل کو گالی دے کر کہا کہ اب وہ یہ کہتا ہے کہ "فقیر غائب ہو گیا، مل نہیں رہا ہے" اب حضرت نے اصل جواب لکھا:

"موت سے نکاح ختم ہو گیا عدت گزرنے کے بعد نکاح کر دیا جائے۔"

مرتب فتاویٰ شارح بخاری:

فتاویٰ شارح بخاری کے مرتب جامعہ اشرفیہ کے مفتی حضرت مولانا مفتی محمد نسیم مصباحی دام مجدہٗ ہیں جو

گیارہ سال تک حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہ کر پوری لگن اور دلچسپی کے ساتھ فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کرتے رہے حضرت علیہ الرحمہ سے مفتی صاحب کو کافی اُنس تھا۔حضرت بھی انھیں بہت چاہتے تھے،اور انھیں فقہ وفتاویٰ سے اب اچھی ممارست بھی ہو چکی ہے یہ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کے امین ہیں اس حیثیت سے ان کی اخلاقی ذمہ داری تھی کہ حضرت کے فتاویٰ کو مرتب کریں اور انھوں نے بحمدہٖ تعالیٰ وہ ذمہ داری پوری کر دیں۔

حضرت کے فتاویٰ غیر مرتب،مخطوطات کی شکل میں رجسٹروں میں محفوظ تھے،جس میں ناقلین کے سہو قلم سے بہت کچھ اغلاط بھی در آئے تھے ان سب کو پڑھنا اور اغلاط کی اصلاح کرنا پھر تمام مسائل کو الگ الگ کر کے مرتب کرنا بہت دشوار گزار کام تھا۔

تمام مخطوطات کو مفتی صاحب نے بغور پڑھا،قرآن حکیم اور احادیث نبویہ اور فقہی عبارات کی تخریج کی اور اصل سے مقابلہ کر کے نقل کی خامیوں کی اصلاح کی پھر فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کر کے کمپوزر کے حوالے کیا،اس کے بعد اس کی اصلاح در اصلاح کر کے ایک خوب صورت کتاب کی شکل میں تیار کرایا۔

حضرت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ دس ضخیم جلدوں سے زیادہ ہیں صرف عقائد سے متعلق فتاویٰ تقریباً اٹھارہ سو صفحات ہو گئے تو قارئین کی آسانی کے لیے مفتی صاحب نے اسے تین جلدوں میں تقسیم فرما دیا جس کی پہلی جلد بحمدہٖ تعالیٰ نظارۂ خلق ہو رہی ہے۔

یہ کام جسے میں نے چند سطروں میں بیان کر دیا بہت طویل صبر آزما اور نہایت مشکل ہے مگر مفتی صاحب نے اللہ عزوجل کی ذات پر توکل کر کے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود یہ کام آہستہ آہستہ شروع کر دیا تو الحمد للہ! ایک حد تک اس کی تکمیل ہوگئی،خدا نے چاہا تو مستقبل قریب میں بقیہ جلدیں بھی تیزی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گی۔مفتی صاحب کی زندگی کی یہ عظیم خدمت ہے اور حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شفقتوں کا شکر بھی۔اللہ عزوجل تمام وابستگانِ شارح بخاری کی طرف سے حضرت مفتی صاحب کو بہتر جزا عطا فرمائے ان کی خدمات کو شرف قبول بخشے اور ان کی عمر،علم،عمل،فیض میں اور برکات کثیرہ وافرہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم.

محمد نظام الدین الرضوی
خادم جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۱۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
۱۱؍دسمبر ۲۰۱۱ء

حضرت فقیہ اعظم ہند کی فتویٰ نویسی

مفتی محمد نسیم مصباحی، استاذ و مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

ہر مسلمان کو شریعت کے اصول کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے ان اصول سے نابلد رہ کر کوئی شخص شریعت کے دائرے میں زندگی نہیں گزار سکتا اور یہ بھی مسلمات سے ہے کہ ہر شخص ضروریاتِ زندگی کے مطابق مسائل کتب شرعیہ سے نکالنے پر قادر نہیں اس لیے اس علم کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا لازمی امر ہے۔ لیکن فتویٰ دینا دینی خدمت میں سب سے اہم اور پیچیدہ اور تمام علوم سے زیادہ مشکل ہے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مفتی ہونا اخیر منزل ہے۔" اس لیے ایک مفتی کو بہت سارے علوم وفنون کا جامع ہونا ضروری ہے۔

استاذی الکریم حضرت شارحِ بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں ہند و پاک میں میدانِ افتا کے مرجع اعظم تھے صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ یورپ، افریقہ و امریکہ سے آپ کی خدمت میں سوالات آتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جو مفتی اپنے کمال اور طرز افتا میں مہارت کی بنا پر فتویٰ کا اتنا بڑا مرجع ہو وہ کس قدر مصروف ہوگا لہٰذا مسائل کے حل کے اعتبار سے اسے کہیں تفصیل و اطناب سے کام لینا ہوگا اور کسی موقع پر ایجاز و اختصار بھی کافی ہوگا اس بنا پر آپ کے فتاویٰ اجمالی بھی ہیں اور تفصیلی بھی۔

فتویٰ نویسی:

جب سوالات کی کثرت ہوجاتی تھی تو آپ حسب موقع مختصر جواب لکھواتے تھے اور جب کسی مخالف کا مسلک اہل سنت پر اعتراض ہوتا تھا تو اس کا جواب بہت تفصیلی لکھواتے تھے بعض جوابات اتنے تفصیلی ہوتے تھے کہ وہ ایک مستقل رسالہ کی شکل اختیار کر لیتے تھے، حضرت فقیہ اعظم ہند جب کسی مخالف کا رد لکھتے تو آپ کے

قلم کی جولانی دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔

حضرت فقیہ اعظم ہند قدس سرہ اخیر عمر میں خود فتاویٰ بہت کم لکھتے تھے بلکہ اکثر املا کرواتے تھے اس خادم کو دس سال چار ماہ حضرت کی خدمت میں رہ کر استفادہ کا شرف حاصل ہے۔ سوالات آپ کو پڑھ کر سنائے جاتے تھے سوال ختم ہوتے ہی فوراً جواب لکھنا شروع فرماتے آپ کی فکر اتنی تیز تھی کہ ابھی تک جملہ تمام نہیں ہوتا کہ دوسرا جملہ ارشاد فرماتے تیز املا کرنے والے کا قلم تھک جاتا تھا مگر درمیان میں اسے وقفہ کی مہلت نہیں ملتی تھی۔

حضور فقیہ اعظم ہند کی ذکاوت وفطانت، بیدار مغزی ایسی تھی کہ طویل استفتا ایک بار سن لیتے تھے پھر اسے دوبارہ سننے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ بعض استفتوں میں متعدد اشخاص کے نام ہوتے تھے مگر جب جواب لکھواتے تو لکھنے والے حیرت زدہ ہوجاتے کہ سوال کا کوئی گوشہ جواب سے تشنہ بھی نہیں ہوتا اور ناموں کی ترتیب میں کوئی فرق بھی نہیں آتا تھا۔ اور جب کبھی وقت ختم ہوجانے کی وجہ سے جواب مکمل نہیں ہوتا تو دوسرے روز اس سوال کا جواب لکھوانے کے لیے نہ تو سوال دوبارہ پڑھواتے اور نہ ہی جواب بلکہ فرماتے کہ جواب کا آخری جملہ پڑھئے پھر اسی برق رفتاری سے جواب کا املا کروانے لگتے جیسے سارا سوال ابھی پڑھ کر سنا دیا گیا ہو جواب مکمل ہونے کے بعد جب میں دوبارہ سوال وجواب پڑھتا تو سوال کا کوئی گوشہ باقی نہ رہتا تھا۔

حضور فقیہ اعظم ہند کے فتاویٰ آیاتِ قرآنیہ واحادیث نبویہ وجزئیات فقیہ سے مزین ہوتے ہیں۔ اور یاد داشت کا یہ عالم تھا کہ بیشتر آیاتِ کریمہ اور احادیث نبویہ اور تقریباً سبھی جزئیات فقیہ زبانی لکھواتے تھے فتویٰ کا املا کرتے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر ایک طرف آپ کے سینے میں امام محمد رحمہ اللہ کی شان فقاہت من جانب اللہ ودیعت کی ہوئی ہے تو دوسری طرف آپ کے ذہن ثاقب میں تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار، عالم گیری، غنیّہ، خانیہ، فتح القدیر، بحر الرائق وغیرہ کتب فقیہ کے جزئیات بھرپور تلاطم کے ساتھ موجزن ہیں۔ مسائل کے حفظ واستحضار کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی ایک نشست میں پندرہ پندرہ استفتوں کے جوابات لکھوادیتے تھے۔

املا کرانا خود لکھنے سے بہت مشکل فن ہے۔ شاید وباید ہی کوئی اس پر قادر ہوتا ہے۔ لیکن حضرت فقیہ اعظم ہند کبھی املا کرانے سے نہیں اکتاتے تھے۔ آپ کی اکثر تصانیف اور نزہۃ القاری کی تقریباً چار جلدیں آپ کے املا ہی کا نتیجہ ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب سوالات سن لیتے پھر ایک ہی ساتھ سب جوابات لکھواتے پہلے املا کروانے والے کو ایک جملہ ارشاد فرماتے پھر دوسرے کو، پھر تیسرے کو، پھر پہلے سے مخاطب ہوجاتے۔ ایک ساتھ تین تین شخصوں سے املا کرواتے مگر مضامین کے تسلسل میں نہ کوئی رکاوٹ ہوتی اور نہ جوابات میں کوئی التباس واستباہ، فتاویٰ لکھنے کے لیے بیدار مغزی، ذہانت، فطانت، معاملہ فہمی، تبحر علمی اور رسم المفتی کی ضرورت پڑتی ہے حضرت فقیہ اعظم ہند کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت کے فتاوے میں ان تمام

امور کی رعایت ہوتی ہے جو ایک ماہر تجربہ کار مفتی کے لیے ضروری ہے۔

حضرت فقیہ اعظم ہند انتہائی ذہین، فطین، نکتہ رس، دقیق بیں محقق تھے جہاں لوگوں کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں وہاں آپ مسکراتے ہوئے لاینحل مسائل کو اس طرح حل فرما دیتے کہ جیسے کوئی اشکال تھا ہی نہیں۔

ایک بار بریلی شریف میں اپنی مشقی بزم میں ایک طالب علم نے یہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر گناہ پسند فرمالیں تو وہ گناہ گناہ نہیں رہتا عبادت ہوجاتا ہے۔ دلیل میں اس نے کہا کہ منزل صہبا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر چھوڑ دی نماز چھوڑنا گناہ ہے مگر جب حضور نے اسے پسند فرمالیا تو یہ عبادت ہوگئی۔

اس پر کچھ طلبا کو اعتراض ہوا اور انھوں نے دیگر علما کی طرف رجوع کیا تو سارے علما نے فرمایا کہ یہ بات بہت سخت ہے کہ حضور گناہ پسند فرمائیں، لیکن اس گتھی کو کوئی سلجھا نہ سکا کہ نماز چھوڑنا یقیناً گناہ ہے اور حضرت علی نے نماز چھوڑی اور اسے حضور نے پسند فرمایا اور ان تینوں باتوں میں سے کوئی انکار نہیں کرسکتا تھا لیکن یہ بھی کسی کے لیے قابل تسلیم نہیں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گناہ کو پسند فرمایا، ان دنوں حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بریلی میں تشریف فرما نہ تھے اخیر میں معاملہ حضرت فقیہ اعظم ہند قبلہ کی خدمت میں بطور استفتا پیش ہوا۔ آپ نے جواب تحریر فرمایا:

یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ پسند فرمایا کلمۂ کفر ہے جس نے کہا وہ توبہ، تجدید ایمان ونکاح کرے۔ قائل کو سخت دھوکہ لگا، منزل صہبا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے حضور کی نیند پر نماز عصر کو قربان کردیا تھا مگر اس وقت حضرت علی کا نماز قضا کرنا کوئی گناہ نہیں تھا، بات دراصل یہ ہے کہ جب دو فرض بیک وقت متوجہ ہوں تو حکم یہ ہے کہ ان میں جو سب سے اہم ہو اسے ادا کرنا فرض ہے، دوسرے کو چھوڑ دیا جائے گا۔ منزل صہبا پر امیر المومنین مولی المسلمین پر بیک وقت دو فرض عائد تھے۔ (۱) اطاعت رسول (۲) نماز عصر کی ادائیگی، ان دونوں فرائض میں اہم اطاعتِ رسول ہے اسی لیے حضرت علی نے اسی کو اختیار فرمایا، یہ گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا بلکہ فرائض میں جو اہم تھا اس کی ادائیگی ہوئی، نماز اور اطاعت رسول میں اہم اطاعت رسول ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری وغیرہ میں مروی ہے، حضرت سعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اسی اثناء میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو پکارا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا نماز پوری کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور معذرت یہ کی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا ہے:

یا ایها الذین اٰمنوا استجیبوا لِلّٰهِ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم. (سورہ انفال آیت)

اے ایمان والوں اللہ اور رسول کے بلاوے پر حاضر ہو، جب رسول تمھیں اس چیز کے لیے بلائیں جو

تمھیں زندگی بخشے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ جس مسئلہ کی گتھی سلجھانے میں بہت سے علما پریشان تھے حضرت فقیہ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے کس متانت وسنجیدگی کے ساتھ اپنی خداداد تبحر علمی سے حل فرما دیا۔

پاکستان بننے کے بعد ہزارہا ہزار مسلمان ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلے گئے حکومت کے قانون کے مطابق حکومت کے محکمۂ کسٹوڈیم نے تارکین وطن کے مکانات وجائداد پر قبضہ کرلیا اور قبضہ کر کے اسے نیلام کرنے لگے۔ بریلی شریف میں استفتا آیا کہ یہ نیلامی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خریدنے کے بعد خریداروں کی ملک ہوگی کہ نہیں؟ ایک مفتی صاحب نے جو بزعم خویش اپنے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا مفتی سمجھتے تھے انھوں نے فتویٰ دیا کہ یہ نیلامی خریدنا جائز نہیں اور یہ سب جائداد اصل مالکوں کی ملک ہی پر باقی ہے دلیل یہ دی کہ ترکِ وطن کے بعد مسلمانوں کی املاک پر کفار اگر پورے طور سے قبضہ کرلیں تو ان کی ملک ضرور ہوجاتا ہے مگر صرف قبضہ ہی سے ملک نہیں ہوجاتا۔ مِلک ہونے کے لیے دارالحرب میں اس کو محفوظ کرلینا شرط ہے اس پر کتب فقہ کی کئی کتابوں سے جزئیات نقل کردیئے اور چوں کہ ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے تو یہاں یہ شرط مفقود ہوئی اور املاک سے تارکین وطن کی نہ ملکیت ختم ہوئی اور نہ حکومت کی ملکیت ثابت ہوئی اس لیے حکومت کا اسے نیلام کرنا غلط اور خریداروں کا خریدنا باطل۔

اس فتوے کی روشنی میں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ مسلمانوں کی جائداد مسلمان خرید نہیں سکتے تھے ساری جائدادیں اونے پونے ہندو خریدتے یا حکومت کی تحویل میں رہتے اس فتوے کی وجہ سے مسلمانوں میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی شہر بریلی کے بہت سے تارکین وطن کی جائدادوں کو ان کے قریبی رشتہ داروں نے خریدا تھا وہ سخت پریشان تھے یہ فتویٰ جب تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی خدمت میں پیش ہوا تو حضرت مفتی اعظم ہند نے سائلین کو حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت کے سامنے ایک ایک کر کے سائلین نے تقریباً ایک گھنٹے تک اس فتویٰ کی انجام وعواقب پر تقریریں کیں۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ بغور سنتے رہے پھر آپ نے جواب لکھا۔

یہ صحیح ہے کہ کفار کے قبضے کے بعد احراز فی دارالحرب قبضے کی شرط ہے اور ہندوستان دارالاسلام ہے اس لیے یہاں احراز، دارالحرب میں احراز نہیں کہلایا جائے گا۔ ان عبارات کے ظاہر کے اعتبار سے یہ فتویٰ اپنی جگہ درست ہے مگر فقہی بصیرت رکھنے والے پر مخفی نہیں کہ احراز فی دارالحرب کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ جب تک وہ جائداد یا مال دارالحرب میں محفوظ نہیں رہ جاتا کفار کا قبضہ معرض زوال کے ہے ہوسکتا ہے کہ حملہ کر کے مسلمان

پھر چھین لیں اس کو یوں سمجھ لیجیے کہ فرض کیجیے کہ کفار نے مسلمانوں کا سب مال لوٹ لیا لیکن ابھی اپنے ملک واپس نہیں ہوئے تو اس کی امید ہے کہ مجاہدین اسلام پھر حملہ کر کے کفار کو شکست دے دیں اور کفار کے ہاتھوں سے اپنے اموال بھی چھین لیں لیکن دار الحرب میں پہنچ جانے کے بعد اس کا خطرہ کم رہتا ہے اس تقریر کی روشنی میں اس قید کا حاصل یہ نکلا کہ مسلمانوں کے مال پر حربی کافر اس طرح قبضہ کر لیں کہ ان سے واپس لینا سخت متعذر رہو اور اگر اس میں وہ مالکانہ تصرف کریں تو اصل مالک کوئی مزاحمت نہ کر سکیں اور یہ بات ہندوستان میں تارکین وطن کے اموال پر صادق ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اس لیے کسٹوڈیم کا قبضہ اس ملک میں احراز فی دار الحرب کے حکم میں ہوگا اور کسٹوڈیم کے قبضے کے بعد حکومت کی ملک ثابت ہو جائے گی اس لیے ان کا نیلام کرنا درست اور خریدنا صحیح بلکہ لیاقت اور نہرو کے معاہدے کی رو سے دونوں ملکوں کے تارکین کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے ملکوں میں جو انھوں نے مکانات و جائداد چھوڑی ہیں اس کا ثبوت فراہم کر کے کلیم داخل کریں تو انھیں اپنی چھوڑی ہوئی جائداد کے مساوی جائداد جہاں وہ مقیم ہیں وہاں مل جائے گی اور اس معاہدے پر عمل درآمد دونوں ملکوں میں ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اس سے ایک طرح ظاہر ہے کہ اصل مالک کسٹوڈیم کے قبضے اور ملکیت پر راضی ہیں اس تفصیل کی روشنی میں فتویٰ مذکور کا ضعف واضح اور ظاہر ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ تارکین وطن کی جائدادوں پر جب کسٹوڈیم نے قبضہ کر لیا تو اس کی ملکیت ثابت ہوگئی اور یہ احراز فی دار الحرب کے حکم میں ہوگیا۔ اور اس کا نیلام کرنا صحیح اور مسلمانوں کا خریدنا درست۔ جب یہ فتویٰ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کو سنایا تو حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے تصدیق فرما دی۔

اس قسم کی باتیں بریلی شریف کے قیام کے زمانے میں بہت سی ہوئیں۔ حضرت فقیہ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں بے شمار ایسے علمی جواہر پارے موجود ہیں جنھیں حاصل کرنے کے لیے بہت سے ارباب علم و دانش نے اپنی توانائیاں صرف کیں مگر مقصد تک نہ پہنچ سکے اس کے برخلاف حضرت فقیہ اعظم ہند قبلہ نے تفقہ کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زنی کر کے اس کے تمام دُرّہائے بیش و بہا کو قوم کے سامنے پیش کیے، آپ کی علمی کاوشوں کو دیکھ کر سب کی عقلیں دنگ ہوگئیں اور بے ساختہ بول پڑے۔

تو نے کیے حل عقدۂ مبہم نائب مفتی اعظم ہند

حضور فقیہ اعظم ہند کی فن افتا و تفقہ میں عبقریت کے مزید شواہد ملاحظہ فرمائیے۔ ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن عام لوگ اللہ کے یہاں حساب دینے جائیں گے۔ اور انبیا و اولیا حساب لینے جائیں گے، ایک بہت مشہور مستند محقق مفتی صاحب سے سوال ہوا تو انھوں نے حکم فرمایا کہ اس کا قائل کافر ہے۔ پھر یہی سوال حضور فقیہ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ نے تحریر فرمایا۔

عرف عام میں حساب لینے کا ایک معنی مزدوری لینے کا بھی آتا ہے مزدور بولتے ہیں کہ ہم حساب لینے جارہے ہیں ہمارا حساب وصول ہوگیا۔ اس تقدیر پر کلام مذکور کا معنی یہ ہوا کہ انبیاے کرام اولیاے عظام بارگاہِ خداوندی میں اپنے اعمال حسنہ کا ثواب حاصل کرنے جائیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے قول سے احتراز کرنا چاہیے خصوصاً عوام کے سامنے، ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے رسم المفتی کی بھرپور رعایت کرتے ہوئے کس دقیقہ بینی اور نکتہ سنجی و حاضر دماغی سے جواب تحریر فرمادیا۔ فقہ کا ایک بہت مشہور جزئیہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی ایسا کلمہ کہا جس کا ظاہری مفہوم کفر ہے لیکن اگر اس قول کی تاویل ممکن ہو اگرچہ بعید ہی سہی تو جب تک قائل کی نیت معلوم نہ ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ ایسے قائل کی تکفیر نہ کرے۔ اور ایسے قول کے قائل کی تکفیر روا نہیں بلکہ خطا ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذالک روایۃ ضعیفۃ وفی الدرر وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و واحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ. (جلد:۴،ص:۲۳۰)

اس لیے حضرت فقیہ اعظم ہند قدس سرہ نے قائل کی تکفیر نہ فرمائی چوں کہ اس کا ایک پہلو کفر کا بھی تھا اس لیے قائل کی فہمائش فرمائی۔

فقہاے کرام نے اگرچہ لاکھوں جزئیات کی تصریح فرمادی ہے پھر بھی حوادث محدود نہیں نت نئے سیکڑوں واقعات ایسے رونما ہوتے رہتے ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی جزئیہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ فقیہ اپنی بالغ نظری، نکتہ سنجی، دقیقہ بینی کی بدولت، تائیدِ ایزدی سے صحیح حکم اخذ کرلیتا ہے۔

حضور فقیہ اعظم ہند قدس سرہ ایسے مشکل موقع پر اپنی فقہی بصیرت اور اخاذ طبیعت سے فقہی کلیات و جزئیات سے اس کا حکم مستنبط فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ میں سیکڑوں ایسے جدید و نو پید مسائل کا حل موجود ہے جن کا صریح حکم کتب فقہ میں مذکور نہیں۔

حضرت فقیہ اعظم ہند قدس سرہ پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حضرت صدر الشریعہ اور مفتی اعظم ہند قدس اسرارہم کا ایسا فیضان تھا کہ جب بھی مشکل ترین مسائل حضرت کی بارگاہ میں پیش ہوتے تو حضرت کا قلم ان کے جوابات دینے سے کبھی عاجز نہ رہتا بلکہ برجستہ ایسا جواب لکھتے کہ اپنے مطمئن ہوجاتے اور غیر لاجواب، آپ کے جوابات میں حضرت مجدد اعظم قدس سرہ کے تفقہ کا عکس جمیل دکھائی پڑتا ہے آپ کے فتاویٰ جملہ ابواب فقہ پر مشتمل ہیں کہیں عبارات فقہ کی توضیح تطبیق ہے کہیں بدمذہبوں کی شاطرانہ چال اور اہل سنت پر بے جا اعتراض کا دنداں شکن جواب ہے۔

فقہی مہارت کا ایک اہم عنصر یہ ہے کہ جہاں فقہا کے متعارض اقوال یا ایک ہی فقیہ کے دو متعارض قولوں میں تطبیق کی کوئی صورت نظر نہ آئے وہاں ایک مفتی کا کمال یہ ہے کہ اسے راجح مرجوح صحیح اور اصح کا علم ہوتا کہ دونوں کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ حضرت فقیہ اعظم ہند کی ذات میں یہ عنصر بدرجہ اتم موجود تھا اگر مقالے کے طویل ہونے کا خوف نہ ہوتا تو ہر ایک کے شواہد بھی پیش کر دیتا۔

ہندو پاک کے بڑے بڑے مفتیانِ کرام جب کسی مسئلے میں الجھ جاتے اور کوئی تسلی بخش حل ان کی سمجھ میں نہیں آتا تو وہ آپ کی بارگاہ میں رجوع کرتے حضرت فقیہ اعظم ہند قدس سرہ اپنے خداداد تبحر علمی اور فقیہانہ بالغ نظری سے اس کا حل فرما دیتے۔ جب کسی ایک مسئلے کے بارے میں چند دارالافتا سے مختلف جوابات آتے تو ایسے وقت میں حضور فقیہ اعظم ہند قدس سرہ کی ذات قول فیصل ہوتی آپ جس کی تائید فرما دیتے وہی جواب صحیح اور درست تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

بظاہر آپ الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر مفتی تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات سے نہ جانے کتنے دارالافتا وابستہ تھے جب ان کے پاس مشکل سوالات آتے تو وہ مفتیان کرام آپ سے اس کا حل معلوم کر کے اصل سائل کو جواب دیتے۔ ستر ہزار سے زائد فتاویٰ لکھوا چکے ہیں، اور ہزار ہا ہزار فتاوے کی اصلاح بھی فرمائی ہے فی الحال پہلی جلد عرس شارح بخاری کے حسین موقع پر قارئین کی خدمت میں حاضر ہے، دوسری اور تیسری جلد انشاء اللہ عرس حافظ ملت تک منظر عام پر آجائے گی۔ بقیہ جلدوں کی ترتیب کا کام جاری ہے خدا کرے کہ وہ ساعت سعید جلد آجائے، کہ ہم ان تمام جلدوں کو قوم کی خدمت میں پیش کر دیں، انشاء اللہ "فتاویٰ شارح بخاری" فقہ حنفی کا ایک عظیم سرمایہ ثابت ہوگا۔

محمد نسیم مصباحی
خادم التدریس والافتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
۱۴ دسمبر ۲۰۱۱ء

شارح بخاری - حیات وخدمات

بقلم: نفیس احمد مصباحی، بارہ بنکوی - استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کی سرزمین بڑی مردم خیز واقع ہوئی ہے۔ یہ اپنی ایک مستقل روشن علمی وفکری تاریخ رکھتی ہے۔ اس نے بے شمار ایسے افراد کو جنم دیا جنھوں نے ابر باراں بن کر چار دانگ عالم کو اپنے علمی وروحانی چھینٹوں سے سیراب کیا ہے، اور گونا گوں حیرت انگیز کارنامے انجام دے کر ہر میدان میں اپنی صلاحیتوں اور لیاقتوں کا لوہا منوایا ہے۔ تصوف وروحانیت کے میدان میں حضرت داتا گنج بخش ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیا، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت علاء الدین صابر کلیری، حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی اور مشائخ مارہرہ مطہرہ کی حیثیت آفتاب عالم تاب کی طرح روشن و تابناک ہے۔ علوم نقلیہ وفنون عقلیہ کے میدان میں ملک العلما علامہ شہاب الدین دولت آبادی، شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ فضل رسول بدایونی، تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی اور صدر الشریعہ علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے ائمہ فکر وفن کی ایک لمبی قطار نظر آتی ہے۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری، روشن اور تابناک کڑی فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

آپ آفاقی فکر ونظر کے حامل، پرعزم حرکت وعمل کی چلتی پھرتی تصویر، جہد مسلسل، سعی پیہم اور اخلاص ووفا کے پیکر جمیل، علم وحکمت کے بحر بے کراں، عمل وکردار کے سیل رواں اور گونا گوں فضائل وکمالات کے جامع کامل تھے۔

ولادت ونسب:

آپ کی ولادت ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء میں ضلع اعظم گڑھ (حال ضلع مئو) کے نہایت مشہور ومعروف اور مردم خیز خطہ قصبہ گھوسی کے محلہ کریم الدین پور میں ہوئی۔ آپ کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

مفتی شریف الحق امجدی بن عبد الصمد بن ثناء اللہ بن لعل محمد بن مولانا خیر الدین اعظمی۔

مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ اپنے عہد میں پائے کے عالم اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، ان کا یہ روحانی فیض آج تک جاری ہے کہ ان کے عہد سے لے کر اس دور میں پانچویں پشت تک ان کی نسل میں جلیل القدر علماے کرام موجود ہیں۔ انھیں میں سے ایک شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، جو ماضی قریب میں ہند و پاک کے مسلمانانِ اہل سنت کے صف اول کے مقتدا اور پوری دنیاے اہل سنت کے مرجع فتاویٰ اور مرکز عقیدت تھے۔

تعلیم وتربیت:

محلہ باغیچہ قصبہ گھوسی کے مقامی مکتب میں آپ نے ناظرۂ قرآن شریف کی تعلیم حاصل کی، اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی رضوی اعظمی (مصنف بہار شریعت) کے منجھلے بھائی حکیم احمد علی علیہما الرحمہ سے گلستاں و بوستاں پڑھی، بڑے ہی شوق، دلچسپی اور لگن کے ساتھ یہ تعلیم حاصل کی۔ ابتدا ہی سے آپ کے دل میں یہ امنگ اور جذبہ کارفرما تھا کہ کسی بڑی درس گاہ میں داخلہ لے کر جلیل القدر اساتذہ اور ماہرین علوم وفنون سے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ چناں چہ اسی تمنا اور لگن کے زیر اثر آپ نے ۱۰؍شوال المکرم ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء کو دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا۔

واضح رہے کہ اس سے ایک سال قبل شوال ۱۳۵۲ھ کو قصبہ مبارک پور کا بخت خوابیدہ بیدار ہوا، اور وہاں کی مبارک سرزمین کو صدر الشریعہ کے عزیز ترین شاگرد، حافظ ملت، ابو الفیض علامہ شاہ عبد العزیز محدّث مراد آبادی کی قدم بوسی نصیب ہوئی جن کی نگاہ کیمیا اثر نے اس قصبہ کی تقدیر ہی بدل کر رکھ دی۔ صدر الشریعہ کے حکم پر حافظ ملت کے مبارک پور آنے کی خوش خبری جوں ہی نسیم سحر کی طرح ضلع اعظم گڑھ اور اطراف وجوانب میں پھیلی تشنگانِ علوم نبویہ کے قافلے کشاں کشاں مبارک پور کی سرزمین کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ ان سابقین اولین میں سے ہیں جو حافظ ملت قدس سرہ کے مبارک پور آنے کے ایک سال بعد ہی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔ یہیں آپ نے حافظ ملت قدس سرہ کے زیر سایہ رہ کر آٹھ سال تک تعلیم حاصل کی۔ اس دوران آپ نے فارسی کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ابتدائی عربی سے لے کر صدرا، حمد اللہ، ہدایہ اور ترمذی شریف تک کتابیں بڑی محنت، عرق ریزی اور جاں سوزی کے ساتھ پڑھیں، اور حافظ ملت کے فیضان علم سے آپ کا سینہ موجزن ہونے لگا۔

محرم الحرام ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء میں سات آٹھ ماہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ، اندر کوٹ میرٹھ کے بھی آپ طالب علم رہے، یہاں آپ نے صدر العلما حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی سے حاشیہ عبد الغفور اور شمس بازغہ وغیرہ

اور خیر الاذکیا حضرت علامہ مولانا غلام یزدانی اعظمی سے خیالی و قاضی مبارک وغیرہ اہم کتابوں کا درس لیا۔

شوال ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء میں آپ مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی، محلہ بہاری پور، بریلی شریف پہنچے، جہاں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد گورداس پوری ثم لائل پوری ابو الفضل کا خورشید علم تمام تر تابانیوں کے ساتھ اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ محدث اعظم پاکستان سے آپ نے صحاح ستہ حرفاً حرفاً پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ اور ۱۵ر شعبان ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء کو درس نظامی سے آپ کی فراغت ہوئی۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا قادری نوری اور دیگر ممتاز علما و مشائخ اہل سنت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے دستارِ فضیلت اور جبہ سے نوازا، اور اسی مبارک و مسعود موقع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے غایت کرم سے مدرسے کی عام سند کے علاوہ اپنی سند خاص سے بھی سرفراز فرمایا۔

اساتذہ و مشائخ کرام میں جن حضرات کی تعلیم و تربیت کا آپ کی زندگی پر گہرا اثر تھا، ان میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا نوری بریلوی، حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی (بانی مظہر اسلام بریلی شریف و جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور، فیصل آباد پاکستان) علیہم الرحمہ سرفہرست ہیں، خصوصیت کے ساتھ آپ نے حافظ ملت سے سب سے زیادہ فیض پایا۔ اس لیے حافظ ملت سے آپ کو غایت درجہ قلبی الفت اور والہانہ عقیدت تھی۔

درس نظامی کے علاوہ فتویٰ نویسی کی تعلیم و تمرین ایک سال سے زائد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی بارگاہ میں گیارہ سال رہ کر فتویٰ نویسی سیکھی، یہاں تک کی ایک مستند مفتی اور معتمد فقیہ کی حیثیت سے آپ کی ذات گرامی برصغیر ہندو پاک میں معروف و مشہور ہوگئی اور علمی حلقوں میں ''نائب مفتی اعظم ہند'' کے لقب سے آپ کو یاد کیا جانے لگا۔

شیوخ و اساتذہ:

شارح بخاری کے دورِ طالب علمی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کے شیوخ و اساتذہ کی فہرست میں درج ذیل اسمائے گرامی آتے ہیں:

(۱) صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت، فتاویٰ امجدیہ وغیرہ)

(۲) مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفی رضا قادری نوری بریلوی شہزادۂ اعلیٰ حضرت۔

(۳) حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ۔

(۴) محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی گورداس پوری ثم لائل پوری۔

(۵) صدر العلما مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی (مصنف بشیر القاری شرح بخاری وغیرہ)

(۶) خیر الاذکیا مولانا غلام یزدانی اعظمی، سابق صدر المدرسین مظہر اسلام بریلی شریف۔

(۷) شیخ المعقولات، مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری، سابق شیخ الحدیث جامعہ حمیدیہ رضویہ، مدن پورہ بنارس۔

(۸) مولانا ثناء اللہ محدث مئوی۔

(۹) مولانا غلام محی الدین بلیاوی۔

(۱۰) شیخ التجوید مولانا قاری محمد عثمان اعظمی (صاحب مصباح التجوید)

(۱۱) بلبل فارسی مولانا سید شمس الحق گجہڑوی، مبارک پوری۔

(۱۲) حکیم احمد علی اعظمی (برادر صدر الشریعہ)

(۱۳) ماسٹر علیم اللہ خاں، قصبہ گھوسی ضلع مئو۔

(۱۴) مولوی محمد شریف اعظمی، قصبہ گھوسی، ضلع مئو۔

(۱۵) مولوی غلام یٰسین، قصبہ گھوسی، ضلع مئو۔

مذکورہ علمائے کرام ومشائخ عظام اور اساتذۂ ذوی الاحترام سے مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں شارح بخاری نے درس لیا، استفادہ کیا، ان کے دامن فضل وکمال سے خوشہ چینی کی، اور اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ وپیراستہ کیا۔ **تغمّدھم اللہ تعالیٰ: بغفرانہ وأسکنھم بعبوحۃ جنانہ.**

تدریسی میدان میں:

ماہر فن اور جلیل القدر اساتذہ کرام سے اکتساب علم کرنے کے بعد حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے تقریباً پینتیس سال تک نہایت ذمہ داری کے ساتھ بڑی عرق ریزی، جاں سوزی اور کمال مہارت کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ہر فن کی مشکل سے مشکل کتابیں پڑھائیں، برسہا برس تک دورۂ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ اور اخیر میں درس وتدریس کا مشغلہ چھوڑ کر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں شعبۂ افتا کی مسند صدارت پر متمکن ہوکر چوبیس برس تک رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے، جن درس گاہوں کی مسندِ تدریس وافتا پر جلوہ افروز ہوکر آپ نے علم وحکمت کے گوہر آبدار لٹائے ان کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) مدرسہ بحر العلوم، مئوناتھ بھنجن، ضلع اعظم گڑھ (۲) مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، ضلع اعظم گڑھ (۳) مدرسہ خیر الاسلام، جپلہ، پلاموں، بہار (۴) مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں، مہاراشٹر (۵) مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑوا، گونڈہ (۶)

مدرسہ عین العلوم، گیوال بگہہ، گیا، بہار (۷) جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور، گونڈہ (۸) دار العلوم ندائے حق، جلال پور، فیض آباد (۹) دار العلوم مظہر اسلام، مسجد بی بی جی، بریلی شریف (۱۰) الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔

تلامذہ:

آپ کی درس گاہِ فیض سے شعور وآگہی کی دولت حاصل کرنے والے طلبہ اتنے کثیر ہیں کہ ان سب کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔ ان میں سے چند مشہور حضرات کے نام پیش خدمت ہیں جو اس وقت اہل سنت وجماعت کے نامور علما میں شمار کیے جاتے ہیں:

☆ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی ☆ مفتی مجیب اشرف اعظمی ثم ناگپوری ☆ قاضی عبد الرحیم بستوی، بریلی شریف ☆ مولانا رحمت حسین کلیمی، بائسی پورنیہ ☆ مولانا قمر الدین اشرفی اعظمی ☆ مولانا عزیز الحق اعظمی ☆ مولانا حفیظ اللہ اعظمی ☆ مولانا سلطان احمد ادروی ☆ مولانا امام الدین مصطفوی ☆ مولانا محمد کوثر خاں نعیمی (جہانگیر گنج) ☆ مولانا افتخار احمد قادری ☆ مولانا محمد عمر بہرائچی ☆ مولانا غلام ربانی فائق القادری ☆ مولانا شیخ رحمت اللہ بلرام پوری ☆ مولانا عبد الودود فقیہ رائے بریلی ☆ مولانا قاری شفیق احمد پچپڑوا ☆ مفتی شفیق احمد شریفی ☆ مولانا طیش محمد شریفی الہ آبادی ☆ مولانا فروغ احمد اعظمی صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔

اور اساتذۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مفتی محمد نظام الدین رضوی ☆ مولانا حافظ عبد الحق رضوی ☆ مفتی محمد معراج قادری ☆ مفتی بدر عالم فیض آبادی ☆ مفتی محمد نسیم مصباحی ☆ مفتی محمد ارشاد احمد مصباحی (سہسرام)

اور ارکانِ مجمع الاسلامی مبارک پور علامہ محمد احمد مصباحی اعظمی ☆ مولانا یٰسین اختر مصباحی ☆ مولانا افتخار احمد قادری ☆ مولانا عبد المبین نعمانی اور مولانا بدر القادری مصباحی نے سیکڑوں بار سیکڑوں مباحث ومسائل میں آپ سے استفادہ کیا۔ اس اعتبار سے مذکورہ ارکان بھی آپ کے تلامذہ کی صف میں شمار کیے جاتے ہیں۔

(شارح بخاری، ص: ۲۳)

اور فقیر راقم سطور نے اگرچہ باضابطہ کوئی کتاب تو آپ سے نہ پڑھی لیکن جامعہ اشرفیہ میں مدرس ہو جانے کے بعد دو سال تک متعدد مسائل وابحاث اور عباراتِ کتب کے حل کے سلسلے میں حضرت سے خاص استفادہ کیا، اور اس دوران آپ کے فیضان وکرم اور شفقت ومہربانی کی بارش میں نہانے کا خوب موقع ملا، اس لیے خود کو ان کا ادنیٰ تلمیذ کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

بیعت وخلافت:

دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے ایک جلسہ منعقدہ ۱۳۵۹ھ میں صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی قادری رضوی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا قادری بریلوی مبارک پور تشریف لائے تو بغیر کسی ترغیب و

تحریک کے آپ انھیں سے بیعت ہوئے۔آپ حضرت صدر الشریعہ کے سابقین اولین مریدوں میں سے ہیں۔
شوال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء کو دوسرے سفر حج وزیارت کے موقع پر صدر الشریعہ قدس سرہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت دی، اور بریلی شریف کے قیام کے زمانے میں حضور مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفی رضا قادری نوری بریلوی خلف اصغر مجدد اسلام امام احمد رضا قادری قدس سرہما نے ۷؍رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو ''النور والبھاء'' میں مذکورہ انتالیس سلاسل قرآن وحدیث وسلاسل اولیاء اللہ کی تحریری اجازت کے ساتھ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بھی اجازت مرحمت فرمائی، علاوہ ازیں ۱۳۸۳ھ میں مفتی اعظم نے ''الاجازات المتینہ'' میں درج تمام سلاسل کی بھی اجازت عطا فرمائی، اور احسن العلما حضرت سید شاہ مصطفی حیدر علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے عرس قاسمی ۱۴۰۴ھ کے موقع پر بلا طلب اپنے خاندان کے تمام سلاسل جدیدہ کی اجازت عطا فرمائی اور دستار بندی کی۔

خلفا ومریدین:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ تک آپ جلدی کسی کو مرید نہیں فرماتے تھے، جو طالب آتا اسے مفتی اعظم یا حافظ ملت سے مرید کرا دیتے۔ان بزرگوں کے وصال کے بعد بھی جب کوئی بہت اصرار کرتا تو آپ بیعت فرماتے، یہی حال خلافت کا تھا۔اسی لیے آپ کے مریدین اور خلفا کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔خلفا میں چند نام یہ ہیں:

☆ حضرت علامہ عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ (لاہور) ☆ مولانا حافظ عبد الحق رضوی (جامعہ اشرفیہ مبارک پور) ☆ مولانا رجب علی بلرام پوری (بنارس) ☆ مولانا طیش محمد شریفی (ڈھول پوری) ☆ مولانا ولی اللہ شریفی (ممبئی) ☆ مولانا حافظ شمیم الزماں فیض آبادی (ہوڑہ) ☆ مولانا محب اللہ شریفی (کرناٹک) ☆ مولانا بشیر احمد قادری (جالون) ☆ صاحب زادہ مولانا حافظ حمید الحق (قصبہ گھوسی، اعظم گڑھ) ☆ مفتی بدر عالم مصباحی (جامعہ اشرفیہ مبارک پور) ☆ مفتی محمد نسیم مصباحی (جامعہ اشرفیہ مبارک پور) ☆ مولانا خلیق احمد اعظمی ☆ مولانا محمد ادریس بستوی ☆ مولانا صغیر احمد جوکھن پوری۔

ہندو بیرانِ ہند کے علما ومشائخ کو اجازتیں:

آپ کو اپنے اساتذہ ومشائخ سے سلاسل قرآن وحدیث، سلاسل طریقت اور اوراد ووظائف کی اجازتیں حاصل تھیں جن کی تفصیل خود آپ کے تحریر کردہ مقالہ بعنوان ''اجازت واسانید'' مطبوعہ معارف شارح بخاری، صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۹ میں موجود ہے۔اسی میں آپ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

جن سلاسل کی مجھے اجازت ہے، ان کی تعداد اٹھہتر (۷۸) ہے، اجازات قرآن مجید گیارہ (۱۱)،

سلاسل احادیث انتالیس (۳۹)، سلاسل اولیاء اللہ اٹھارہ (۱۸)، حرزِ یمانی، حزب البحر وغیرہ اوراد ووظائف کی اجازتیں نو (۹) سند فقہ۔

اتنی اجازتیں آپ کے معاصرین میں شاید باید چند علما کو حاصل ہوں، اس طرح آپ کی ذات ان تمام سلاسل کا سنگم اور مجمع البحار تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہند و بیرون ہند کے بہت سے علما و مشائخ نے آپ سے اجازتیں لیں۔ اور آپ نے طالب کے ظرف کے مطابق قرآن وحدیث وفقہ اور دیگر سلاسل کی اجازتیں عطا کیں۔ ان اجازت یافتہ حضرات میں سے چند کے اسماے گرامی درج ذیل ہیں:

☆ مفتی مجیب اشرف اعظمی ثم ناگپوری ☆ مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری ثم لاہوری (علیہ الرحمہ) ☆ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ قادریہ لاہور ☆ مفتی محمد حسن علی، میلسی، ملتان، پاکستان ☆ شیخ سمیر القاضی، امریکہ ☆ شیخ سلیم علوان، انڈونیشیا ☆ شیخ حسام قراقیرہ، رئیس جمعیۃ المشاریع الخیریہ، بیروت لبنان ☆ شیخ غانم جلول، طرابلس ☆ شیخ ابراہیم شافعی، آسٹریلیا ☆ شیخ نزار فاخوری، سوئٹزرلینڈ ☆ شیخ موفق رفاعی، سوئٹزرلینڈ ☆ الاستاذ ریاض ناشف، امریکہ ☆ الاستاذ محمد کابہ غینیا ☆ شیخ ماہر تمیم، اوکرانیا ☆ شیخ محمد الولی، ڈنمارک ☆ شیخ ڈاکٹر احمد تمیم، اوکرانیا ☆ شیخ یوسف داؤد، جرمنی ☆ شیخ ڈاکٹر سید ارشاد احمد، بنگلہ دیش ☆ شیخ کمال راغب، بیروت، لبنان۔

حج وزیارت:

حرمین شریفین کی حاضری اور فریضہ حج کی ادائیگی دونوں جہان کی برکتوں اور سعادتوں کا ذریعہ ہے۔ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار دیارِ حرم کی آبلہ پائی فرمائی۔ ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ/ستمبر ۱۹۸۵ء میں آپ نے پہلا حج فرمایا، ممبئی سے جدہ کے لیے پرواز میں جانشین سید العلما حضرت سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی برکاتی مارہروی، مولانا خلیل احمد پٹھان (ماہم شریف، ممبئی)، قاری تراب علی رضوی (منارہ مسجد، ممبئی)، ایک ہی ہوائی جہاز سے حضرت شارح بخاری کے ہم سفر تھے۔ دوسرا حج ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء میں فرمایا۔ ایک عمرہ کا سفر ۱۹۹۶ء میں اور دوسرا عمرہ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ جنوری ۱۹۹۸ء میں دوسرے حج سے پہلے کیا۔

تبحر علمی:

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متبحر اساتذہ کرام سے بڑے شوق، محنت اور دلچسپی سے اکتساب علم کیا، اور جملہ علوم وفنون متداولہ میں مہارات تامہ حاصل کی، درسی کتابوں کے علاوہ بے شمار علمی، فنی اور مذہبی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا، یہاں تک کہ آپ کی ذات علوم اسلامیہ اور فنون دینیہ کی بحر بے کراں بن گئی۔ آپ نے علم وفن کی ہر وادی میں قدم رکھا، اور فکر وآگہی کے ہر میدان کو سر کیا، سلوک ومعرفت کے ہر چشمے سے سیرابی

حاصل کی۔ یہاں تک کہ ہم عصر علما میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہو گیا، اور عوام تو عوام، خواص بھی اپنے پیچیدہ اور لاینحل مسائل کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرنے لگے، اور ماضی قریب میں تو آپ جیسا گونا گوں فضائل وکمالات کا حامل اور ہمہ جہت خوبیوں کا مالک اہل علم کی انجمن میں کوئی نظر نہیں آتا۔ **ذٰلك فضل الله يوتيه من يشاء۔**

فقہ وافتا:

یوں تو حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو تمام مروجہ علوم وفنون میں ید طولا حاصل تھا مگر فقہ وافتا میں آپ کو جو نمایاں اور امتیازی مقام حاصل تھا اس کی نظیر عہد حاضر میں کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ فتویٰ نویسی کے لیے صرف علوم اسلامیہ اور فنون دینیہ میں مہارت کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ کسی ماہر تجربہ کار فقیہ و مفتی کی بارگاہ میں زانوے تلمذ تہ کرنا اور اپنے تحریر کردہ فتاویٰ سنا کر اصلاح لینا ضروری ہے۔ اس طرح اس کو بڑی حد تک علم طب سے مشابہت ہے جو صرف پڑھ لینے اور مطالعہ کر لینے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ کسی طبیب حاذق کے مطب میں باضابطہ مشق وممارست ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

اس لیے کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم وفاضل ہو، دقیق النظر، ژرف نگاہ اور وسیع المطالعہ ہو مگر فقہاے کرام اسے فتویٰ نویسی کی اجازت اس وقت تک نہیں دیتے جب تک کہ وہ کسی ماہر، تجربہ کار مفتی کی خدمت میں رہ کر مشق افتا نہ کرے۔ اسے یوں سمجھئے کہ ایک ڈاکٹر کئی اہم ڈگری حاصل کر چکا ہے لیکن اسے آپریشن کرنے کی اجازت نہیں ملتی، جب تک وہ کسی ماہر سرجن کے ساتھ رہ کر سرجری کی مشق کر کے کامل نہ بن جائے۔ بلکہ ڈاکٹر کو صرف تعلیم سے فراغت کے بعد مطب کرنے کی بھی اجازت نہیں ملتی جب تک وہ ”ہاؤس جاب“ نہ کر لے۔ یعنی کسی اسپتال میں جا کر کہنہ مشق ڈاکٹروں کی نگرانی میں وہ ایک مدت تک امراض کی تشخیص اور نسخہ کی تجویز کی مشق نہ کر لے۔ یہی حال فتویٰ نویسی کا ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”ردِّ وہابیہ اور افتا یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، میں بھی ایک حاذق ڈاکٹر کے مطب میں سات برس بیٹھا، مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش وجاں فشانی سے نکالا، اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں، مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انھوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ردّ ہو گئے۔“ (الملفوظ: ج:۱،ص:۸۴)

شعبان ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء سے شوال ۱۳۶۷ھ/ اگست ۱۹۴۸ء تک مسلسل چودہ مہینے آپ نے اپنے وطن قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی قادری رضوی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہارِ شریعت) سے مختلف انداز سے فقہی استفادہ اور فتویٰ نویسی کی مشق کی۔ دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے زمانۂ تدریس از شوال ۱۳۷۵ھ/ جون ۱۹۵۶ئ، تا ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء گیارہ سال، دو ماہ، تین دن کی طویل مدت میں آپ نے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ہزاروں بار، ہزاروں مسائل میں علمی استفادہ کیا اور فتویٰ نویسی کی بھرپور مشق وتمرین کی، اور جلد ہی اپنی خداداد قابلیت ولیاقت، ذہانت وذکاوت، مطالعہ کے ذوق وشوق کے بنا پر حضرت مفتی اعظم کے معتمد بن گئے اور عوام وخواص میں ''نائب مفتی اعظم ہند'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ فقہ وافتا کے میدان میں امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے تلامذہ وخلفا میں صدر الشریعہ اور مفتی اعظم علیہما الرحمہ کو جو امتیازی شان حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ امام احمد رضا نے ان دونوں حضرات کو پورے متحدہ ہندوستان کا قاضی ومفتی مقرر کیا تھا، جس سے قضا وافتا میں ان کی جامعیت اور تفوق کی واضح نشان دہی ہوتی ہے۔ ایسے دو عظیم ترین فقہا ومفتیان کرام کے نظر کردہ و پروردہ اور معتمد مفتی حضرت شارح بخاری کی فقہی وفنی حیثیت روزِ روشن کی طرح نمایاں ہے۔

یہ بھی ایک تاریخی حسن اتفاق ہے کہ فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے سب سے پہلا مسئلہ رضاعت کا تحریر فرمایا، مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا پیش ہوا جس کا آپ نے جواب دیا، اور ان کے پوتا شاگرد نائب مفتی اعظم (شارح بخاری) نے بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا لکھا۔

تقریباً پچیس ہزار فتاویٰ آپ نے بریلی شریف میں قیام کے دوران تحریر فرمائے اور زبانی طور پر عوام و خواص کو ہزاروں مسائل سے روشناس کرایا، اور یہ سلسلہ ان سبھی مدارس اہل سنت کے زمانہ تدریس میں جاری رہا جہاں آپ مختلف اوقات میں استاذ کی حیثیت سے پہنچتے رہے۔ لیکن ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تشریف لانے کے بعد صرف افتا کی خدمت آپ کے سپرد کی گئی۔ کئی کئی معاون مفتی آپ کی سرپرستی ونگرانی میں شعبہ افتا میں رہے اور صدر شعبہ افتا کی حیثیت سے آپ فتاویٰ کی اصلاح وتصدیق فرماتے۔ اور خود بھی برجستہ فتاویٰ املا کراتے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں قیام کے دوران آپ کے لکھے ہوئے فتاوے تقریباً ساٹھ ہزار ہیں۔

انھیں خصوصیات وامتیازات اور فقہ افتا میں نصف صدی کی مشق وممارست، تجربہ ومہارت، نظر دقیق وفکر عمیق اور نیابت مفتی اعظم ہند نے پندرہویں صدی ہجری کے رُبع اول اور بیسوی صدی عیسوی کے ربع آخر میں شارح بخاری کو ''مرجع الفتاویٰ'' کے بلند منصب پر فائز کر دیا یہاں تک کہ اس دور اخیر میں حنفیہ کی ریاست آپ

کی ہشت پہلو ذات پر ختم ہوگئی۔

ردو مناظرہ:

ماضی کے اکابر علماے اہل سنت میں شیر بیشۂ سنت مولانا ہدایت رسول قادری برکاتی رام پوری ثم لکھنوی، مناظر اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن قادری اڑیسوی، اجمل العلما مفتی شاہ محمد اجمل حسین سنبھلی علیہ الرحمۃ والرضوان ردو مناظرہ کے مردِ میدان تھے اور ماضی قریب میں شارح بخاری علیہ الرحمہ ان شیرانِ اسلام کی یادگار اور ان کے پرچم حق کے علم بردار تھے۔

یوں تو تدریس، افتا اور تصنیف سب کے سب بہت اہم کام ہیں، مگر بعض وجوہ کی بنا پر مناظرہ سب سے اہم ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تدریس بہت مشکل کام ہے، مگر مدرس جانتا ہے کہ ہمیں کل فلاں کتاب میں فلاں سبق پڑھانا ہے، اس لیے وہ شروح وحواشی اور دیگر معاون کتابوں کی مدد سے اس کی بھرپور تیاری کر لیتا ہے، پڑھنے والے نیاز مند شاگرد ہوتے ہیں، اگر درسی تقریر میں کوئی غلطی ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، اس کی تصحیح ہوجاتی ہے، تصنیف میں مصنف ایک موضوع ذہن میں متعین کر کے اس سلسلے میں گہرا مطالعہ کرتا ہے اور حاصل مطالعہ میں سے جو چاہتا ہے سکون واطمینان کے ساتھ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیتا ہے۔ افتا میں اگر چہ کبھی سوالات بہت پیچیدہ اور اہم ہوتے ہیں مگر مفتی کو غور وفکر اور مطالعہ کا موقع رہتا ہے کہ گھنٹے دو گھنٹے، ہفتے دو ہفتے، مہینے دو مہینے میں جب مسئلہ حل ہوجائے، جواب لکھے۔ لیکن مناظرہ ان سب سے مختلف ایک جاں گداز اور دل سوز عمل ہے۔ مناظر مناظرہ سے پہلے موضوع کے متعلق موافق ومخالف دلائل وشواہد اور ابحاث ذہن میں بٹھا لیتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ بحث اسی دائرہ میں محدود رہے۔ موضوع اور اس کے دلائل کے متعلق کوئی بھی سوال اٹھ سکتا ہے، اور بحث چھڑ سکتی ہے۔ اس لیے اس میں منقولات ومعقولات میں تبحر، اسلامی وعربی علوم وفنون میں عبور، تاریخ واحوال زمانہ سے آگہی، حریف ومدمقابل کی شاطرانہ چالوں سے باخبری، اس کی کمزوری پر نظر، تحقیقی والزامی جواب، حملہ ودفاع کا بروقت فیصلہ اور استحضار علمی بیدار قلبی جیسے اوصاف کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نہ صرف ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے بلکہ ان میں کمال ومہارت رکھتے تھے۔

آپ نے بہت سے مناظروں میں مختلف حیثیتوں سے شرکت فرمائی، کہیں مناظر اہل سنت کا علمی تعاون کیا، کہیں خود مناظرہ کیا، کہیں مناظرہ کی صدارت کی، درج ذیل مقامات کے مناظروں میں آپ کا سرگرم اور نمایاں کردار رہا۔

(۱) بریلی شریف میں قادیانی سے مناظرہ، بزمانہ طالب علمی (۲) رائے پور، ضلع لکھیم پور کھیری (۳) باندو

چترا، ضلع پلاموں (۴) بھمن گاؤں، ضلع بستی سیتاپور (۵) جھریا، ضلع دھنباد (۶) کٹک، اڑیسہ (۷) بجرڈیہہ بنارس (۸) سعدی مدن پور، ضلع فتح پور (۹) بدایوں۔

وعظ وخطابت:

تقریر وخطابت کی سحر انگیزی اور سرعت تاثیر ساری دنیا میں مسلم ہے۔ خود حدیث نبوی میں بھی اس صفت کا بیان موجود ہے کہ ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَةً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا'' خالق کائنات نے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کو دیگر اوصاف حمیدہ کے ساتھ تقریر وتبلیغ اور وعظ و خطابت کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ بحیثیت مقرر مدت دراز سے آپ ملک کے بے شمار شہروں کا دورہ کرتے رہے، حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی معیت و رفاقت میں بھی آپ نے سیکڑوں بار ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جا کر تقریر وتبلیغ کی۔ لاکھوں افراد آپ کی تقریر سے متاثر اور بہت سے لوگ معاصی ومنکرات سے تائب ہوئے۔ آپ کی تقریر پر مغز، پر درد، دل پذیر اور پتھر کو موم بنانے والی ہوتی تھیں۔ جس موضوع پر بولتے بہت جلد اس کے تمام ضروری گوشوں کا احاطہ کر کے ان پر بھر پور روشنی ڈالتے، قرآن وحدیث، اقوال صحابہ وتابعین اور آثار سلف سے استدلال فرماتے۔ اور کمال یہ ہے کہ اہم سے اہم اور پیچیدہ سے پیچیدہ عنوان پر برجستہ تقریر کرتے، اور اس سے متعلق ایسی معلومات پیش کرتے کہ عوام تو عوام، خواص بھی انگشت بدنداں نظر آتے۔ خود میں نے آپ کی بہت سی تقریریں سنی ہیں۔ ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' کے عنوان پر گہوارۂ علم وادب لکھنؤ کی سرزمین پر میں نے آپ کی ایسی پر مغز اور پر نکات تقریر سنی کہ اس ڈھنگ سے اس عنوان پر آج تک کسی بڑے سے بڑے خطیب اور عالم سے تقریر سننے میں نہ آئی۔

آپ کی تقریر تبلیغ واشاعت دین اور احقاق حق وابطال باطل کی نیت سے ہوتی تھیں، اس لیے ان میں اخلاص بھی ہوتا تھا اور سادگی تھی، درد بھی ہوتا تھا، اور بے خوفی بھی، قوت وتوانائی بھی ہوتی تھی اور معانی ومفاہیم کی کثرت بھی، اپنوں کے دل کی ٹھنڈک بھی ہوتی تھی اور منکرین کے لیے تلوار ونیزہ کی مار بھی، عشق کا سوز وساز بھی ہوتا، اور حق کی آواز بھی۔

استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور فرماتے ہیں:

''میں نے آپ کی تقریر میں چند خاص باتیں محسوس کیں (۱) عالمانہ وقار (۲) اعتقادی اور علمی لحاظ سے پختگی (۳) جملوں اور مضامین کی صحت وندرت (۴) مضمون علمی اور مشکل ہونے کے باوجود بہت آسان انداز میں ایسا بیان کہ عوام کو بھی بخوبی سمجھ میں آئے۔ (۵) ترتیب میں ایسی عمدگی کہ پورا خطاب ذہن نشین رہے، اور چاہیں تو اسی ترتیب کے ساتھ سامعین دوسروں کو سمجھا سکیں (۶) ایسا دلچسپ اور موثر خطاب کہ اکتاہٹ نہ ہو (۷)

سطحی وغیر تحقیقی باتوں سے مکمل اجتناب۔

تقریریں کئی طرح کی ہوتی ہیں: (۱) ادق اور علمی جن کو اہل علم ہی سمجھ سکیں (۲) سطحی اور دلچسپ جن کو عوام تو پسند کریں، مگر اہل علم حقارت سے دیکھیں (۳) غیر تحقیقی باتوں کی کثرت، علمی و تاریخی لحاظ سے غلط، روایات میں اپنی جانب سے بے جا اضافے، الفاظ کے، جملوں کے، مضامین کے، غلط سیاق وسباق کے پیوند پر پیوند، مگر بیان میں ایسی چاشنی اور زور کہ عوام وجد میں آجائیں۔ ایسی تقریروں سے ان خطبا کے کشکول بھرے ہوتے ہیں، جنھیں رضاے خدا ورسول سے زیادہ خوشنودیِ عوام عزیز ہوتی ہے، اور ثواب آخرت سے زیادہ حُطامِ دنیا جمع کرنے کی فکر لگی رہتی ہے۔ (۴) روایت ودرایت اور علم وتحقیق کی رو سے صحیح معلومات کی جامع اور زبان وبیان کے لحاظ سے دلچسپ اور عام فہم جس سے عوام وخواص دونوں نفع اندوز ہوں۔

قسم اول کا دائرۂ نفع محدود ہے، قسم دوم وسوم کی کثرت ہے، ایسی تقریریں اور ایسے خطبا ہر دور میں عوام کے دل ودماغ پر چھائے رہے، مگر صحیح معنی میں خطاب اور خطابت وہی ہے جو چوتھی قسم کے معیار پر کامل ہو۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی تقریر اسی قسم سے تعلق رکھتی تھی اور نہایت جامع، مفید اور بصیرت افروز ہوتی تھی۔ وہ اعتقادات پر ایسے ٹھوس دلائل کے ساتھ خطاب فرماتے کہ مذبذب انسان کا ایمان درست ہوجائے اور صحیح الاعتقاد شخص، راسخ الاعتقاد اور اپنے دین کا مبلغ ہوجائے، عملیات پر بھی ایسی موثر باتیں پیش کرتے کہ انسان انھیں اپنا کر صالح واطاعت شعار ہوجائے۔ علمی تقریبات اور مجمع علما میں بھی ایسا مختصر اور نکات ومعارف سے بھرپور خطاب فرماتے جو ان کے لیے فکر وبصیرت کے نئے دریچے کھول دے، اور علم وآگہی کے نئے گوشے روشن کردے۔ ذٰلِكَ فضل الله یوتیه من یشاء۔ (معارف شارح بخاری، ص: ۲۹۰-۲۹۱)

آپ کی خطابت کا علمی رنگ اس وقت خوب خوب نکھرتا جب آپ اپنے مذہبی حریف کے قصر باطل کی دھجیاں بکھیر رہے ہوں، آپ کی بہت سی تقریریں اپنی یادگار آپ ہیں۔ غیر مقلدوں کی تردید میں گجرات کی تقریر ایسی زوردار اور پرمغز تھی کہ عوام تو عوام، علماے کرام کے ذہنوں میں بھی اس کی گونج ایک عرصۂ دراز تک باقی رہی۔ ختم بخاری شریف کی ساعتِ سعید میں جو تعارفی اور تنقیدی تقریر ہوتی تھی اس کا اپنا رنگ ہوتا۔

تحریر وتصنیف:

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی فکر وقلم، تحریر وتصنیف اور زبان وادب سے گہری وابستگی ابتداے عمر سے رہی، یہی سبب ہے کہ طالب علمی کا زمانہ رہا ہو یا عہد شباب، شعور کی پختگی ہو یا کبرسنی، علمی وتصنیفی مصروفیات نے ہمیشہ آپ کے لمحاتِ زندگی کا احاطہ کیے رکھا۔ تدریس وافتا کی گراں بار ذمہ داریوں کے ساتھ آپ قرطاس وقلم کا بھی حق ادا کرتے رہے، ان کی تحریر وتصنیف نصف صدی پر محیط ہے۔ ابتدا ہی سے آپ نے

وقیع مضامین ومقالات لکھے، آپ کے سیال قلم نے جس وادی کا رخ کیا، اسے سیراب کیا، جس حق کو چاہا، اس کا چہرہ نکھار کر روشن کر دیا، اور جس باطل پر کمند ڈالی اسے کھینچ کر اپنے پاؤں سے روند ڈالا، گویا کہ کلکِ امجدی میں کلکِ رضا کی حمایتِ حق واستیصالِ باطل کی جلوہ آرائی وکارفرمائی ہے، سطوت وصولت کا غلغلہ وہمہمہ ہے، اور فیضان وتوفیق کا حسین امتزاج ہے۔

مختلف دینی وعلمی موضوعات پر آپ کی قیمتی اور جامع تحریریں اور وقیع وموثر مقالے دبدبۂ سکندری رام پور، نوری کرن بریلی شریف، پاسبان الہ آباد، جام کوثر کلکتہ، استقامت کانپور، اشرفیہ مبارک پور، رفاقت پٹنہ، حجاز جدید دہلی وغیرہ رسالوں میں چھپ کر عوام وخواص کے درمیان مقبول ہوتی رہیں۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں التزام وتسلسل کے ساتھ آپ کے منتخب فتاویٰ چھپ کر ماہنامہ کا وقار بلند اور قارئین کی تعداد میں اضافہ کرتے رہے۔ آپ کے مطبوعہ مضامین یکجا کر کے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء میں "مقالاتِ شارح بخاری" کے نام سے شائع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں، جو علم وادب کا شاہکار، فکر وآگہی کا سنگم، زبان وبیان کا مرقع، تنقید وتبصرہ کی دستاویز، تحقیق وتدقیق کا شیریں چشمہ، ملی دردوکرب کا آئینہ اور دین وعقیدہ کا بحر زخار ہے۔

مختلف مدارس اہل سنت کے زمانۂ تدریس میں منتشر طور پر مختلف موضوعات پر کتب ومضامین لکھنے کا عمل جاری رہا، لیکن جامعہ اشرفیہ، مبارک پور آنے کے بعد مولانا یٰسین اختر مصباحی اور مولانا افتخار احمد قادری مصباحی کی درخواست اور اصرار پر آپ نے صحیح بخاری کا ترجمہ لکھنے کا بیڑہ اٹھایا، پھر علامہ محمد احمد مصباحی صدرالمدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی گزارش پر ترجمے کے ساتھ شرح کا کام بھی شروع فرمایا، بفضلہٖ تعالیٰ ۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ رمطابق ۳۰ر دسمبر ۱۹۹۸ء کو یہ عظیم دینی ومذہبی اور علمی وتاریخی کارنامہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، جس کی خوشی میں ۲۱ر شوال ۱۴۲۰ھ رمطابق ۲۹ر جنوری ۲۰۰۰ء کو عروس البلاد ممبئی میں "رضا اکیڈمی" کے زیر اہتمام دوروزہ عظیم الشان "جشن تکمیل شرح بخاری" منایا گیا، جس میں آپ کو چاندی سے تولا گیا، مگر ناظرین وحاضرینِ اجلاس کی آنکھیں فرطِ حیرت سے اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب آپ نے اسی وقت منبر رسول پر ایک تہائی چاندی رضا اکیڈمی ممبئی کو تصانیف اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لیے اور دو تہائی چاندی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو مستقبل کے زریں منصوبوں کی تکمیل کے لیے وقف کرنے کا اعلان فرمایا: فقیر راقم سطور بھی اس جشن میں موجود تھا، میں نے دیکھا کہ بہت سے حاضرین کی آنکھیں اس تاریخی موقع پر فرطِ حیرت ومسرت سے ڈبڈبا آئیں۔

علمی سطح پر آپ کی تحریریں اور قلمی آثار وتحقیقی ایجاز کا خوب صورت اور قیمتی رنگ لیے رہتی ہیں، باتیں نپی تلی اور پتے کی ہوتی ہیں، مضامین کی فراوانی بھی خوب ہوتی ہے لیکن مفہوم کی ترسیل اور مضامین کی تفہیم کہیں بھی متاثر نہیں ہوتی، جن کا امتیازی وصف تحقیق وتدقیق ہوتا ہے، سرعت تحریر میں اپنا جواب آپ تھے۔ بجر ڈیہہ کے

مناظرہ میں غیر مقلدین کی ہفتوں میں تیار شدہ مفصل تحریر کے جوابات بہت سرعت کے ساتھ تحریر کرائے جب کہ آپ ان دنوں علیل چل رہے تھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں طویل مقالات ومضامین، لمبے اور تحقیقی فتاویٰ بلکہ کتابیں لکھانا تو عام بات ہے۔

رشحاتِ قلم:

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشہب قلم سے مختلف عنوانات پر متعدد کتابیں معرض تحریر میں آئیں، جو میری ناقص معلومات کے مطابق درج ذیل ہیں:

(۱) **نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری:** $\frac{۳۰\times۲۰}{۸}$ سائز کے پانچ ہزار صفحات پر پھیلا ہوا اسلامی علوم ومعارف اور حدیث وسنت کی تحقیقات وتدقیقات کا دائرۃ المعارف، علماے متقدمین ومتاخرین اور سلف صالحین کی عربی وفارسی شروح کا عطر مجموعہ ہے جو ۹؍ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) **اشرف السِّیَر:** اس کتاب میں سیرت نبوی کے بنیادی ستون، محمد بن اسحاق (۱۵۱ھ/ ۷۶۸ء) محمد بن عمر الواقدی (۲۰۷ھ/ ۸۲۲ء)، محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ/ ۸۴۴ء) محب الدین بن جریر طبری (۳۰۱ھ) پر فن تاریخ وحدیث اور سیرت کے حوالے سے مخالفین کے اعتراضات کے دنداں شکن علمی جوابات، سیرت پاک سے متعلق مغربی ظالمانہ اور جاہلانہ اور مشرق کے مرعوبانہ اور معذرت خواہانہ طرز عمل پر سیر حاصل تنقیدی وتحقیقی کلام، اور ابتدا سے بعثت نبوی تک سرکار کے احوال وکوائف اور آپ کے آباء واجداد کے تعلق سے جامع، پر مغز اور معلوماتی گفتگو کی گئی ہے: $\frac{۳۶\times۲۳}{۱۶}$ سائز کے ۲۳۱؍ صفحات پر مشتمل ایک اہم علمی وتحقیقی دستاویز ہے۔

(۳) **اشک رواں:** آزادیِ ہند سے پہلے کانگریس اور مسلم لیگ کی خود غرضی اور مفاد پرستی پر مبنی پر فریب سیاست پر ضرب کاری، اور اس کی مخالفت اور مسلمانوں کے لیے اسلامی وشرعی نقطۂ نظر سے تیسرے متبادل کی تجویز۔ تقسیم ہند کے بعد ہونے والی مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو کی تباہی وبربادی اور بعد میں انھیں در پیش سیاسی وسماجی، مذہبی وملی پریشانیوں اور رسوائیوں کو اپنی دوربیں نگاہوں سے بھانپ کر اس پر اپنے قلبی وذہنی اضطراب، بے کلی اور بے چینی کا اظہار، اور پھر اس کے تدارک کے لیے مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل، یہ سب کچھ اس کتاب میں شامل ہے، شارح بخاری نے پچیس برس کی عمر میں اسلامی سیاست کے موضوع پر یہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔ آزادیِ ہند وتقسیم ہند سے پہلے ۱۹۴۶ء کے پر آشوب وپرفتن دور میں اس کی اشاعت ہوئی۔

(۴) **اسلام اور چاند کا سفر:** شرعاً چاند پر انسان کا پہنچنا ممکن ہے، اسلامیات اور فلکیات کے اصول وقواعد اور قوانین ومباحث کی روشنی میں اس مدعا پر محققانہ گفتگو کی گئی ہے جو آپ کے وسعت مطالعہ، ژرف نگاہی، قوت استدلال اور زور بیان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ: $\frac{۳۶\times۲۳}{۱۶}$ سائز کے ۱۴۰؍ صفحات پر پھیلی ہوئی محققانہ و

عالمانہ تحقیقات وابحاث کا حسین گلدستہ ہے۔

(۵) **تحقیقات:** اس میں وہابیوں، دیوبندیوں اور معاندین اہل سنت کے کچھ لایعنی اعتراضات کے مدلل و الزامی جوابات ہیں۔ یہ کتاب: ۳۶×۲۳/۱۶ سائز کے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل دوحصوں میں ہے۔

(۶) **فتنوں کی سرزمین کون، نجد یا عراق؟:** اس کتاب میں نجد وعراق کا ایک گراں قدر، حقیقت افروز اور ایمان افزا تاریخی، جغرافیائی اور دینی وسیاسی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ سائز: ۳۶×۲۳/۱۶ کے صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) **سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ:** یہ سنی و دیوبندی اختلافات کی بنیاد اور اعیان وہابیہ کی کفری عبارتوں پر غیر جانب دارانہ، فیصلہ کن ابحاث کا خوب صورت علمی گلدستہ ہے، اپنے موضوع پر لاجواب اور بے مثال کتاب ہے: یہ ۳۶×۲۳/۱۶ سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔

(۸) **اثبات ایصالِ ثواب:** ایصال ثواب کے موضوع پر مصنف کی ایک نئے انداز میں بحث، میلاد وقیام، نیاز وفاتحہ کے سلسلے میں شکوک وشبہات کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کے اطمینان کلی کے لیے ایک بیش قیمت، زوردار علمی دستاویز۔ سائز ۳۶×۲۳/۱۶ صفحات ۸۰۔

(۹) **مفتی اعظم ہند اپنے فضل و کمال کے آئینے میں:** یہ رسالہ جرامت، افقہِ ملت سیدنا مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے حالات، دینی وعلمی خدمات اور زریں کارناموں کی آنکھوں دیکھی روداد، اور ان کے اوصاف وکمالات کا بیش بہا، مرقع ہے۔

(۱۰) **شہادت حسین کا ذمہ دار کون:** سوانح کربلا کے تعلق سے ایک علمی وتحقیقی تحریر اور شرعی وتاریخی دلائل سے لبریز دل آویز مقالہ۔

(۱۱) **مسائل حج وزیارت:** یہ زیارت حرمین طیبین اور مناسک حج کے عنوان پر آسان اردو زبان میں بیش قیمت علمی کتاب ہے۔

(۱۲) **السراج الکامل:** اس رسالہ میں صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ صاحب تفسیر خزائن العرفان کے بعض اقوال کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔

(۱۳) **فرقوں کی تفصیل:** یہ ابتدائے اسلام سے عصر حاضر تک بنام اسلام جنم لینے والے فرقوں کے عقائد و احوال پر ایک مختصر اور جامع مقالہ ہے۔

(۱۴) **تعلیقات فتاویٰ امجدیہ:** یہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول ودوم پر آپ کے بصیرت افروز، عالمانہ وفقیہانہ حواشی وتعلیقات کا مجموعہ ہے، جو آپ کی علمی گہرائی وگیرائی، فقہی بصیرت اور وسعت فکر ونظر کا آئینہ ہے، فتاویٰ کی

جلد اول: $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$ کے چارسو پچیس صفحات اور جلد دوم تین سو اٹھاسی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

(۱۵) تعلیقاتِ سِنانِ جانکاہ بہ دِلِ غیر مُقلدانِ گمراہ: یہ اہل سنت و جماعت اور غیر مقلدین کے درمیان بجرڈیہہ، بنارس میں ہوئے تحریری مناظرہ کی روداد ہے اور اس پر ہر تحریر کے شروع میں بڑے قیمتی نوٹ اور حواشی لگائے ہیں، جن سے حضرت کی مناظرانہ صلاحیت، نقاد ذہن، طبعی جودت اور تجزیاتی ذہن وفکر کی عکاسی ہوتی ہے۔

(۱۶) مقالاتِ شارح بخاری: یہ دینی ومذہبی، علمی وادبی، تاریخی وسوانحی، فکری وتحقیقی گونا گوں عنوانات پر حضرت کے سیکڑوں بوقلموں مضامین کا مجموعہ ہے، بحمدہٖ تعالیٰ یہ کتاب تین جلدوں میں شائع ہوکر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔

(۱۷) مسئلۂ تکفیر اور امام احمد رضا: اپنے موضوع پر نہایت شاندار، گراں قدر، اور اچھوتی محققانہ و متکلمانہ تحریر، جو موضوع کے تمام زاویوں کو حاوی اور شبہات کے سارے تار و پود بکھیرنے والی ہے۔ سائز: سائز: $\frac{۳۶\times۲۳}{۱۶}$ صفحات: ۴۸۔

(۱۸) فتاویٰ شارح بخاری: آپ کی زندگی بھر کے علمی وتحقیقی فتاویٰ کا مجموعہ، جو ایک اندازے کے مطابق پچہتر ہزار فتاویٰ کو محیط ہوگا۔

(۱۹) اذان خطبہ کہاں ہو؟: (افادات)

(۲۰) تنقید بر محل: (افادات)

موخر الذکر دونوں کتابیں حضرت کے علمی افادات کا مجموعہ ہیں جنھیں آپ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا عبد الحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے جمع فرمایا ہے۔

حاضر جوابی:

گونا گوں اوصاف وکمالات اور فضائل ومحاسن کی جامعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاضر جوابی کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا تھا، آپ مخاطب کی بات سنتے ہی نہایت برق رفتاری کے ساتھ اس کے تمام گوشوں کا احاطہ کر لیتے اور پھر برجستہ ایسا جواب عنایت فرماتے کہ اگر وہ معاند اور ہٹ دھرم ہے تو لا جواب ہوکر خاموش ہو جاتا، ورنہ مطمئن ہوکر واپس جاتا۔

جولائی ۱۹۹۶ء میں آپ نے پاکستان اور افریقہ کا ایک طویل دعوتی وتبلیغی سفر کیا، اسی موقع سے تنزانیہ کے دارالسلطنت "دارالسلام" میں ایک شخص نے جسے وہابیوں نے اپنے چنگل میں لے لیا تھا، علم غیب رسول کے متعلق متعدد سوالات کیے ان میں سے ایک سوال یہ تھا:

سوال: جب بتا دیا گیا تو غیب کہاں رہا؟ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔اس کا آپ نے برجستہ یہ جواب دیا:

جواب: یہ دراصل وہابیوں کا مغالطہ عامۃ الورود ہے، جاہلوں میں اس کا بڑا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں، اچھا بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے یا نہیں؟

وہ بھولا بھالا، اس نے ایمان کی بات کہہ دی کہ "اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے" پھر حضرت نے فرمایا: اللہ ہر چیز کو دیکھتا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا: دیکھتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے تو وہ اب غیب کہاں رہا؟ یہ سن کر وہ بے چارہ دم بخود ہو گیا، بعد میں حضرت نے اسے سمجھایا کہ یہ غیب ہمارے اعتبار سے ہے، اللہ عزوجل اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعتبار سے نہیں، جس پر وہ مطمئن ہو گیا اور خوش خوش واپس ہو گیا۔ (معارف شارح بخاری: ص: ۳۶۸)

ایک مرتبہ آپ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے ہمراہ جونا گڑھ کاٹھیاواڑ کے تبلیغی سفر پر تشریف لے گئے، اس سفر کی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"اسی سفر میں جونا گڑھ کے ایک شیعہ نے حضرت (مفتی اعظم قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث قرطاس لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی شروع کر دی، حضرت (مفتی اعظم) نے پہلے اس کو ڈانٹا کہ تمیز سے بات کرو، ہم حضرت فاروق اعظم کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرطاس کس سے مانگا تھا؟ اس نے کہا: حاضرین سے۔ میں نے کہا: مریض جب کوئی چیز مانگتا ہے تو اس کو مہیا کرنا گھر والوں کا فرض ہوتا ہے۔ حضرت علی اور حضرت فاطمہ پر پہلے یہ فرض عائد تھا کہ قرطاس حاضر کرتے۔ انھوں نے کیوں نہیں حاضر کیا؟ اور اگر یہ جرم ہے تو تمہارے اعتراض اور نکتہ چینی کے مطابق اس کے سب سے بڑے مجرم حضرت علی، حضرت سیدہ فاطمہ ہیں۔ اس پر اس کی بولتی بند ہو گئی، اور پھر اٹھ کر چلا گیا۔ (حوالہ سابق: ص: ۴۱۹)

حق گوئی:

حق گوئی اور بے باکی، ایک داعی، مبلغ، مصلح، مرشد، عالم دین اور مومن کامل کی صفات لازمہ سے ہیں:

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حق تعالیٰ نے یہ وصف بھی آپ کی ذات میں خوب ودیعت فرمایا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ منکرات سے صلح کو حرام سمجھتے تھے اور اس باب میں آپ ذرہ برابر صرف نظر اور چشم پوشی کے قائل نہیں تھے، شرع مطہر کے خلاف

کوئی بات دیکھتے تو فوراً اس پر تنبیہ فرماتے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی انجام دہی میں کوئی لچک اور نرمی روا نہ رکھتے، اور نہ ہی کسی کی رعایت فرماتے۔ بہت سے لوگ آپ کی اس مومنانہ اور مجاہدانہ وصف کو" شدت" سختی اور نہ جانے کن کن الفاظ وکلمات سے تعبیر کرتے تھے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده وان لم تستطع فبلسانه." پر عمل ہوتا تھا۔ اور ارشاد رسالت: "السَاكِتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْطَانٌ اَخْرَسُ." ہر وقت آپ کے پیش نظر رہتا تھا۔

دادودہش اور مہمان نوازی:

مہمان نوازی اور سخاوت وفیاضی اخلاق کریمانہ اور صفات مومنانہ میں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان اوصاف میں بھی منفرد اور نمایاں تھے۔ غائبانہ طور سے تو میں پہلے ہی اس بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا مگر بچشم سر اس وصف کا مشاہدہ اس وقت ہوا۔ جب کہ شوال ۱۴۱۸ھ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں بحیثیت استاذ میرا تقرر ہوا۔ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ نماز عصر سے فراغت کے بعد اپنے کمرہ کے سامنے برآمدہ میں کرسی پر تشریف رکھتے اور اساتذۂ جامعہ اشرفیہ حاشیوں پر بچھی ہوئی کرسیوں پر تشریف فرما ہوتے۔ آپ بلا تردد روزانہ اپنی جیب خاص سے عصرانہ کا انتظام فرماتے۔ اس کے علاوہ باہر سے آنے والے مہمانوں کا بھی ایک تسلسل رہتا، جن کی ضیافت کا فریضہ بھی آپ بحسن وخوبی انجام دیتے۔

گیارہ بجے شب میں گیارہ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کو گیارہ علماے کرام کی موجودگی میں جب نزھۃ القاری شرح بخاری تکمیل آشنا ہوئی تو آپ نے فوراً وسیع پیمانے پر علما اور صلحا کی افطاری اور ضیافت کے اعلیٰ پیمانے پر انتظام کا حکم دیا، آپ کے فرزند اکبر ڈاکٹر محب الحق رضوی انتظام وانصرام میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، طرح طرح کے لذیذ کھانوں، پھلوں، میووں اور اشیاے خورد ونوش سے دسترخوان سجایا گیا۔ اسی ہجوم میں حکیم مولانا رمضان علی علیہ الرحمہ کے بڑے صاحب زادے مرغوب احمد، ڈاکٹر صاحب کو لینے آ گئے۔ مولانا مرحوم حضرت شارح بخاری کے معاصرین اور رفقا میں شمار ہوتے ہیں۔ مرغوب احمد اور ان کی لڑکی کی علالت کی خبر سن کر حضرت حد درجہ ملول خاطر ہوئے۔ فوراً ڈاکٹر صاحب کو مریضہ کا معائنہ کرکے مرض کی صحیح تشخیص کے بعد ہر طرح کی سہولت بہم پہنچانے کی تاکید اور ہدایت فرمائی، اور اپنی جیب خاص سے سو روپے نکال کر مرغوب احمد کو عنایت فرمائے، اور بعد میں ملتے رہنے کے لیے بھی آپ نے ہدایت فرمائی۔ (معارف شارح بخاری: ص: ۴۳۴)

اوقات کی پابندی:

وقت ایک ایسی انمول دولت ہے جو گزرنے کے بعد کسی طرح واپس نہیں آسکتی۔ وقت کو کام میں لانا اپنی زندگی کو کارآمد بنانا ہے اور وقت کو ضائع کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ عرب کی مشہور حکیمانہ کہاوت ہے:

"الوقت هو الحياة فلا تقتلوه."

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان شروع ہی سے اوقات کی حد درجہ قدر فرماتے اور ایک لمحہ بھی بے کار ضائع نہیں ہونے دیتے۔ عام علما کا تو یہ حال ہے کہ چھٹی کے ایام اور فراغت کے اوقات سیر وتفریح اور دیگر غیر ضروری امور میں صرف کر دیتے ہیں، اور ان میں مطالعہ کتب، مذاکرۂ علمی، درس وتدریس اور دیگر علمی مشاغل کو شجر ممنوعہ سمجھتے ہیں، مگر شارح بخاری علیہ الرحمہ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا کہ اکیاسی برس کی عمر اور ضعف بصارت کے باوجود اگر کوئی معاون نہیں ملتا تو تنہا دار الافتا میں بیٹھ کر ٹیبل لیمپ جلا کر خود دوربین کی مدد سے باریک اور نہایت چھوٹے حروف والی کتابیں مطالعہ فرماتے۔ آپ نے اپنے اوقات مختلف دینی وملی، علمی و فنی اور تحریری و تصنیفی کاموں کے لیے بانٹ رکھے تھے، جن کی آپ ہر موسم میں پابندی فرماتے، اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔

احساس ذمہ داری:

حضرت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے جو منصب جلیل عطا فرمایا تھا اس کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی خوب عطا فرمایا تھا۔ میں نے آپ کی زندگی کا جو دور دیکھا ہے اس میں آپ ایک ممتاز ترین مفتی اور مایہ ناز مناظر کے منصب پر فائز نظر آئے۔ اس کے علاوہ آپ کو منتظم، مدبر، سیاسی وسماجی سوجھ بوجھ کا مالک اور ماہر تعلیم بھی پایا۔ ان تمام صلاحیتوں کو جس خوبی کے ساتھ آپ نے استعمال فرمایا وہ قابل رشک حد تک بہتر تناسب لیے ہوئے تھا۔ اسّی سال سے زائد عمر، عارضۂ قلب اور حاسدین کی ریشہ دوانیوں کا ملال لیے یہ ضعیف العمر ذات گرامی جس قدر تعمیر امت کے کاموں میں مصروف نظر آئی، باصلاحیت جوانوں کو بھی اتنا منہمک نہ دیکھا۔

فجر کی نماز کے بعد شرح بخاری میں مصروف رہتے، آٹھ بجے دار الافتا میں تشریف رکھتے، اور بارہ بجے دن تک چار گھنٹے مسلسل فتاویٰ املا کراتے، نائبین کے فتاویٰ سماعت فرماتے، اصلاح کرتے، تخصص فی الفقہ کے طلبہ کی فقہی تربیت فرماتے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد پھر دار الافتا تشریف لاتے اور دو گھنٹے مسلسل کام کرتے، عصر کے بعد عمومی نشست ہوتی جس میں اساتذۂ جامعہ کے ہجوم میں آپ صدر نشیں ہوتے، اس محفل میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی، پھر نماز عشا کے بعد سے لے کر گیارہ بجے شب تک شرح بخاری کا سلسلہ جاری رہتا۔ پھر نماز عشا اور کھانے سے فراغت ہوتی، یہ روز کا معمول تھا، جمعرات وجمعہ کو کام کی شرح میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔

وقت کی بربادی سے بڑھ کر آپ کے نزدیک کوئی نقصان نہ تھا۔ مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی لکھتے ہیں:

ہزاری باغ کے اجلاس میں احقر بھی ساتھ تھا، منتظم حضرات نے جس ٹرین سے واپسی کا ٹکٹ بنوایا، وہ شام

کو پانچ بجے تھی، صبح کی ٹرین سے ریزرویشن نہیں ہوسکا، کوردہ علاقہ، بے علم لوگ، حضرت کڑھ کر رہ گئے، اس ملال کا کئی بار اظہار بھی فرمایا کہ سارا وقت بے کار گیا۔ (شارح بخاری نمبر، کنزالایمان دہلی، ص: ۲۵۴)

شرح بخاری کا کام سب سے زیادہ رمضان شریف میں ہوتا، تراویح کے بعد نشست جمتی اور عموماً ایک بجے تک کام ہوتا رہتا۔ ذرا سوچیے! اسّی سال کا بوڑھا انسان، روزہ کی مشقت خیزی، افطار اور تراویح کے بعد نوجوان حضرات بھی عموماً خود کو کسی علمی کام کے قابل نہیں پاتے، لیکن اہل سنت کا یہ بوڑھا محسن، سلف کی علمی یادگار، اتنا سارا کام کر کے بھی نہ تھکتا، بلکہ خود کو اور توانا محسوس کرتا۔ اور "شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم" کی پرسکون بشاشت چہرہ پر پھیل جاتی۔

ملی درد:

حضرت فقیہ اعظم ہند کی ذات میں گونا گوں علمی وفنی کمالات، اخلاقی وفکری محاسن کے ساتھ آپ کا سب سے قیمتی وشاندار وصف خلوص وللّٰہیت اور ملت اسلامیہ کے تعلق سے دردمندی کا احساس تھا، بارہا ان کی بھیگی پلکیں افتادِ امت کے ازالے کے واسطے مناجات کرتی نظر آئیں۔ ان کا دردمند دل رب العزت کے حضور رسجدوں میں مچلتا دیکھا گیا، ان کے ناتواں بازو اسلامیانِ عالم کی مشکل کشائی میں ایسے مستعد نظر آئے، گویا جواں سالی لوٹ آئی ہو، ان کی آہوں کا درد، دل کا دھواں، احساس کی آنچ، دل کا سوز، جذبوں کی کسک، حوصلوں کی تڑپ، روح کا کرب، جسم کی توانائی، سب کی سب ملت کی فلاح وبہبود کے لیے نذر تھی، ملی دردمندی کے یہی جذبات واحساسات تھے جنھوں نے آپ کو ہمیشہ مضطرب اور آمادۂ عمل رکھا۔ جامعہ اشرفیہ کے ہر نازک موڑ پر کام آئے۔ ہر مشکل میں دست گیری کی۔

۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کے وہ لمحات مسلمانوں کے لیے کتنے صبر آزما اور کرب ناک تھے، جب آر، ایس، ایس، بجرنگ دل، شیوسینا اور وشو ہندو پریشد کے انتہا پسندوں، ظالم دہشت گردوں اور ہندو غنڈوں کے ہاتھوں تاریخی بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ اور ہندوستانی آئین کو دن کے اجالے میں برسر عام پیروں تلے روند ڈالا گیا، ملت اسلامیہ ہند کے لیے ان نازک لمحات اور ہمت شکن اوقات میں حضرت کے تڑپتے جذبات، بھرائے لہجے، برستی آنکھیں، لہولہان جگر، بارگاہِ خالق لم یزل میں اٹھے ہوئے لرزتے ہاتھ، تھراتے لب، کانپتے اعضا، دلدوز چیخوں میں ڈوبی دعائیں سنی گئیں، دل کی گہرائی سے نکلتی آہیں، امت کی بے بسی اور بے کسی کو اجاگر کرتے نالے، شعور و احساس کی پنہائیوں سے بلند ہوتا ہوا درد وسوز سبھی کچھ دیکھا گیا۔

۱۹۹۱ء میں خلیج کی جنگ نے اسلامیانِ ہند کے دلوں کو جذبات کا آتش فشاں بنا دیا تھا۔ ہر دل دھڑک رہا تھا، اور آنکھ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی، زندگی کی حرارتیں سرد پڑتی جا رہی تھیں، ۱۷ر جنوری کی دردناک صبح جب

اٹھائیس ملکوں کی سورما ٹیمیں، تنہا شیر دل عراق پر بموں کی بارش کر رہی تھیں، تو حضرت کے جواں سال جذبات ضعیفی کے عالم میں بھی شعلہ بداماں تھے، جذبوں کی حدت اشکوں کی صورت میں اسلامی سوز اور ملی درد کا اظہار کر رہی تھی، ہچکیوں میں ڈوبی ہوئی ان کی دعائیں آج بھی یاد آتی ہیں تو دل کا عالم زیر وزبر ہونے لگتا ہے۔ ۸ر بجے صبح کو سبھی طلبہ کو دارالحدیث میں جمع ہونے کا حکم ہوا، پھر آپ نے مسنون دعائیں، استغفار اور کلمہ طیبہ ورد کرائے، اس کے بعد درد میں ڈوبی ہوئی آواز کیا بلند ہوئی کہ فضاؤں کا سکون غارت ہو گیا، دلوں کی شکیبائی چھن گئی، ہر آنکھ آنسوؤں میں ڈوب گئی اور آہوں اور سسکیوں نے پوری فضا کو حسرت کا مزار بنا ڈالا۔

اس طرح کے نہ معلوم کتنے پر درد مواقع آپ کی زندگی میں آئے، ہر موقع پر آپ کو امت مسلمہ اور ملت بیضا کی بے بسی پر روتے بلکتے، اور سوزِ دروں کو اشکوں کی بارش سے ظاہر کرتے دیکھا گیا۔

اسلامی غیرت وحمیت:

اسلامی غیرت وحمیت اور دینی درد وکرب بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے اثنائے گفتگو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

اِنی وَاللہِ لأریٰ وُجوھًا وانی لأریٰ أشوابًا من الناس خلیقًا ان یفِرُّوا ویَدَعُوْکَ.

(صحیح البخاری، ج:۱، ص:۳۷۸)

بخدا! میں آپ کے پاس ایسے چہرے اور مختلف قبائل کے ایسے افراد دیکھ رہا ہوں جو آڑے وقت پر آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عروہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

امصص بظرَ اللاتِ، أنحنُ نَفِرُّ عنه و نَدَعُه. (صحیح البخاری، ج:۱، ص:۳۷۸)

(اپنے معبود لات کی شرم گاہ چوس، کیا ہم حضور کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔)

یہ افضل الخلق بعد الرسل سیدنا صدیق اکبر کی دینی غیرت، اسلامی حمیت اور ایمانی جوش ہی تھا جس نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں عروہ بن مسعود کو اتنی سخت بات کہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بعض عرب قبائل میں فتنۂ ارتداد نے سر ابھارا، اور انھوں نے زکاۃ کی فرضیت کا انکار کرنے کے ساتھ زکاۃ کی ادائیگی سے بھی انکار کر دیا، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مدِ زکاۃ میں ایک رسی بھی چھوٹ جائے گی تو میں اس کے لیے بھی ان سے جہاد کروں گا۔ خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ برحق! ان لوگوں کے ساتھ نرمی اور چشم پوشی کیجیے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ

عنہ جلال میں آگئے، اور حضرت عمر کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَجَبَّارٌ فی الجاھلیۃِ و خَوَّارٌ فی الاسلامِ، انہ قَدِ انْقَطَعَ الوَحیُ وَ تَمَّ الدِّینُ، أَیُنْقَصُ وَ أَنَا حَیٌّ.

اے عمر! زمانہ جاہلیت میں تم بہت سخت اور بہادر تھے، کیا اسلام لاکر بزدل اور پلپلے ہوگئے، وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا، اور دین اسلام مکمل ہو چکا، کیا میرے جیتے جی اس دین میں کچھ کمی کی جا سکتی ہے؟

کیا "أینقص و أنا حی" سے حضرت صدیق اکبر کا ایمانی تیور، دینی حمیت، اسلامی غیریت اور اسلامی عقائد و اعمال کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانے اور دین کی مکمل حفاظت اور نگہ داشت کرنے کا جذبۂ بے کراں نمایاں نہیں؟ یقیناً یہ اسی جوش ایمانی، جذبۂ دروں اور غیرت دینی کی کارفرمائی تھی جو انھیں سید الانبیاء، سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ خاص سے تحفہ میں ملی تھی۔

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ گوناگوں اوصاف و کمالات کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بارگاہِ صدیقی کے اس وصف خاص سے بھی بہرہ مند تھے، اور یہ ان کی کتاب زندگی کا ایک نہایت روشن اور تابناک باب تھا۔ دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اگر کسی بد باطن نے کسی طرح کوئی حملہ کیا تو تحفظ اسلام اور ناموسِ رسالت کی خاطر نتائج کی پرواہ کیے بغیر آپ سینہ سپر ہوگئے، اور اس وقت انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ کتنے لوگ میرے ساتھ ہیں، اور نہ اس کی کوئی پرواہ کی کہ سامنے کون ہے، آپ کی اسلامی غیرت وحمیت جوش میں آئی تو عوام کے درمیان پہنچ گئے، اور انھیں ساتھ لے کر ان کی قیادت کرتے ہوئے بلاخوف وخطر پرچم حق بلند کر دیا۔ وہ چاہے تقسیم ہند کے چند سال بعد الٰہ آباد کے ہندی اخبار "امرت بازار پتر کار" میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ مضمون شائع ہونے پر گھوسی، اعظم گڑھ کے مسلمانوں کو لے کر اس کے خلاف احتجاج کرنے کا معاملہ ہو، یا ۱۹۵۶ء میں اتر پردیش کے گورنر کے، ایم منشی کے زیر اہتمام چھپنے والی "ریلیجس لیڈرس" نامی فتنہ انگیز کتاب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید توہین کیے جانے پر بریلی شریف میں احتجاجی جلسہ وجلوس کا موقع ہو، یا قصبہ بھنگا ضلع بہرائچ میں ایک ہندو پنڈت کی شانِ رسالت میں زبان درازی کرنے پر وہاں کی نئی مسجد کے افتتاحی اجلاس میں اس کی زبان درازی کا جواب دینے، اسلام و پیغمبر اسلام کی حقانیت اجاگر کرنے اور ہندوؤں اور ان کے دیوتاؤں کے گندے کرتوتوں کو برملا بیان کرنے کا معاملہ ہو، جس کے نتیجے میں آپ کو جیل بھی جانا پڑا، قید و بند کی جسمانی اور ذہنی تکلیفیں اور اذیتیں بھی برداشت کرنی پڑیں، اور ایک طویل عرصے تک مبارک پور اعظم گڑھ سے بہرائچ کچہری جا کر پیشیوں کی مشقتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ (واقعات کی تفصیل کے لیے رئیس التحریر علامہ یٰسین اختر مصباحی کی تحریر کردہ کتاب "شارح بخاری" کا مطالعہ کریں۔)

یوں ہی ہر واقف کار کو علم ہے کہ پورے ہندوستان میں جب بھی دینی اور مذہبی معاملات میں فضا گرم

ہوتی، اور کوئی بھی بد مذہب انبیا و اولیا، سلف صالحین و بزرگانِ دین کے خلاف زہر افشانی کرتا، یا عقائد و معمولات اہل سنت کے خلاف بکواس کرتا یا چیلنج مناظرہ دیتا تو آپ کو یارائے ضبط نہ رہتا، آپ سراپا اضطراب بن جاتے، اور جب تک اسے دندان شکن اور مسکت جواب نہ دے لیتے، آپ کو سکون وقرار نہ ملتا، تمام برادرانِ اہل سنت آپ کی اس نمایاں صفت اور ممتاز ادا سے واقف تھے، اس لیے ایسے مشکل وقت اور نازک گھڑی میں سب کی نگاہیں آپ پر جا کر ٹک جاتیں اور جب بد مذہبوں کی شر انگیزی اور دشمنانِ اسلام کی فتنہ پروری فرو ہو جاتی تو دوسرے شعلہ بار، دھواں دھار تقریر کرنے والے خطبا کو بلایا جاتا۔ اس پر کبھی کبھی حضرت موصوف طنز ومزاح کے انداز میں دیوانِ حماسہ کا یہ شعر پڑھتے:

وَاِذَا　تَكُوْنُ　كَرِيهَةٌ　أُدْعىٰ　لَهَا

وَاِذَا　يُحَاسُ　الْحَيْسُ　يُدْعىٰ　جُنْدُبُ

جب جنگ ہوتی ہے تو مجھے بلایا جاتا ہے اور جب حیس (ایک قسم کا مخصوص کھانا) تیار کیا جاتا ہے تو جندب کو دعوت دی جاتی ہے۔

دینی غیرت وحمیت اتنا بڑا وصف کمال ہے کہ حضرت کے اندر اس کے سوا اور کوئی فضل وکمال نہ بھی ہوتا تو یہ آپ کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے کافی تھا۔ تسکین قلب کے لیے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کا درج ذیل ارشاد پڑھیے، آپ فرماتے ہیں:

"امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی، ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام ہے، فرمایا کہ بھونکے جاؤ، بس اسی قدر نسبت کافی ہے، لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان، جس کو یہ نسبت حاصل، اس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں، اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے؟ جو شخص عزلت نشیں ہو گیا، نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے، نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو، اس سے کہیے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے، چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔" (الملفوظ: ج:۳، ص:۳۸)

اگر آپ حضرت فقیہ اعظم ہند شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سرسری جائزہ لیں تو محسوس کریں گے کہ زمانہ طالب علمی سے لے کر تا دم آخر آپ نے دین و مذہب کے تحفظ کا کام کیا، اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کا تعاقب کیا، اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا ترکی بہ ترکی

جواب دیا، اور پوری زندگی یہی پیغام دیتے رہے۔

میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں رہ کے بھی دیتا رہوں پہرا تیرا

اخیر میں اپنے مدعا کی تائید کے طور پر مخدوم گرامی خیر الاذکیا صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے گراں قدر تاثر کو پیش کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں جو موصوف نے اپنے چند مشاہدات وتاثرات کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے:

"دینی وملی غیرت واحساس ان میں معاصرین سے زیادہ دیکھتا ہوں، جب بھی اسلام وسنیت، یا اکابر دین وملت پر کوئی حملہ آور ہوتا ہے تو وہ بے تاب ہو جاتے ہیں، اور اس کے دفاع کے لیے اپنی ممکنہ تدبیر سے باز نہیں آتے۔" (تقدیم "شارح بخاری" مولفہ مولانا یٰسین اختر مصباحی، ص:۱۰)

اہل علم کا اعزاز واکرام:

حضرت فقیہ اعظم ہند کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ آپ اہل علم اور ارباب فضل کا کھلے دل سے اعزاز واکرام فرماتے تھے۔ جامعہ میں جو علماے دین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ شگفتہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان کا استقبال فرماتے، حسبِ موقع چائے ناشتہ، کھانا پانی کا اپنی جیبِ خاص سے انتظام فرماتے، خواہ وہ معاصر ہوں یا اصاغر، اقران ہوں یا تلامذہ۔

جامعہ کے فارغین اور آپ کے تلامذہ جب نیاز مندانہ حاضر ہوتے تو آپ ان سے بے تکلف ہو کر ملاقات کرتے، ان کی خیریت وعافیت دریافت فرماتے، حسبِ ضرورت مناسب مشوروں سے نوازتے، ان کے قیام وطعام کا انتظام فرماتے۔

اکابرین یا نمایاں وجاہت رکھنے والے حضرات تشریف لاتے تو ان کے واسطے فرش راہ ہو جاتے، مارہرہ مطہرہ کے مشائخ وسادات میں سے کوئی تشریف لاتے، تو پھر عقیدتوں کا عالم مت پوچھئے، دیدہ ودل فرش راہ کر دیتے، قدم بوسی اور دست بوسی میں سبقت فرماتے۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہ یا عزیز ملت علامہ عبدالحفیظ دام ظلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، یا خیر الاذکیاء علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ تشریف لاتے تو آپ کھڑے ہو کر استقبال فرماتے، اور ان کے اعزاز میں اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک یہ حضرات اپنی نشست گاہوں پر تشریف نہ رکھتے، یہ سب آپ کی اعلیٰ ظرفی، کشادہ قلبی اور وسعت فکر ونظر کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

خودداری اور عزت نفس:

خودداری، عزت نفس اور غیرت وحمیت آپ میں بلا کی تھی، بڑی سے بڑی پریشانی جھیل لیتے، مگر اپنی

پریشانی اور تنگ دستی کا اظہار، یا کسی کے سامنے حسن طلب کو بھی روا نہیں رکھتے تھے۔ ۱۹۸۰ء کے لگ بھگ آپ کو درد گردہ کی شدید شکایت ہوئی، کرب واذیت میں مبتلا ہوئے، کسی طرح علاج کرایا، علاج کے لیے رقم پاس نہیں تھی، ناچار اپنی وہ کتابیں فروخت کر دیں جو حد درجہ عزیز تھیں، فروختگی کتب کا عمل آپ کے اوپر کتنا شاق گزرا، اور دل پر پتھر رکھ کر کس طرح آپ نے یہ کتابیں فروخت کیں اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جو کتابوں کی قدر و قیمت سے آشنا ہو۔ اس وقت آپ کے صاحب زادگان یا آپ کے خاص شاگرد حضرت مولانا عبدالحق رضوی یا اس طرح کے دیگر مقامی وغیر مقامی افراد بھی ایسی پوزیشن میں نہ تھے کہ آپ کے لیے کچھ کر سکیں، آپ کے احباب ومخلصین میں سے کوئی بندۂ خدا راز داری کے ساتھ شریک درد وغم ہوا ہو تو نہیں معلوم۔ مگر ظاہری حال یہی تھا کہ یہ سب پریشانیاں آپ نے تن تنہا جھیلیں، مگر کسی کے سامنے دست سوال دراز کر کے یا اشارۃً وکنایۃً کسی طرح بھی تعاون کی درخواست کر کے اپنی خودداری اور عزت نفس کا سودا نہیں کیا۔

عشقِ رسول:

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ تعلق اور گہرا عشق تھا، جس کے اثرات آپ کی نشست و برخاست اور زندگی کے لمحات سے اطاعت وفرماں برداری کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ سچ ہے: ع اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

اور یہی وجہ تھی کہ آپ کی زبان ذکرِ محبوب ودیارِ محبوب سے ہمیشہ تر رہتی ہے: مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ (جس شخص کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے اس کا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے) اور ایسا کیوں نہ ہو کہ عشق رسول ایک مومن کی متاع زندگی، سرمایۂ حیات، اصلِ ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان ہے۔

آپ کی تحریریں پڑھیے، آپ کی کتابیں دیکھیے، اور آپ کے مضامین ومقالات کا مطالعہ کیجیے تو عشق رسول کی جلوہ سامانیاں قدم قدم پر دیکھنے کو ملیں گی، آپ کے سفر نامۂ حج، نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری اور متعدد مقالات ومضامین میں اس کی وافر شہادتیں موجود ہیں۔

بارہا کا مشاہدہ ہے کہ جب کبھی حاجیوں کا قافلہ دیارِ حبیب کا رخ کرتا اور زیارت حرمین طیبین کے لیے جانے والا کوئی کاروانِ شوق آپ سے ملاقات کو حاضر آتا تو آپ کا عشق انگڑائیاں لینے لگتا، وفورِ شوق اور فرطِ جذبات سے آپ کا پیمانۂ صبر چھلک پڑتا اور بے اختیار آنکھیں اشک بار ہو جاتیں، اور دل کا عالم زیر وزبر ہو جاتا، بھیگی ہوئی پلکوں کے سائے میں سرکار کی بارگاہِ ناز میں حاضری کی سعادت کی دعا، خادمانہ سلامِ عقیدت پیش کرنے کی گزارش کرتے۔

۱۹۹۷ء کی بات ہے، حضرت کا دوسرا سفر حج تھا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں عازمین حج اساتذہ واراکین

کو استقبالیہ پیش کیا جاتا ہے، حضرت کے لیے بھی استقبالیہ کی خصوصی نشست رکھی گئی، حضرت کی فرمائش پر خاص اس سفر کے واسطے جاں نثارِ حافظ ملت، حسان الہند بیکل اتساہی نے دردوسوز میں ڈوبی ہوئی ایک نظم کہی تھی جس کا پہلا مصرع تھا۔ ع

ہے رے سکھی مجھے چندری منگاے دے، جانا ہے پی کی نگریا
موہے جانا ہے پی کی نگریا

عشق کے سوز میں ڈوبی ہوئی یہ نظم کیا پڑھی گئی کہ پوری فضا اشکوں میں ڈوب گئی، یادِ حبیب میں آہوں کا سلسلہ تھا جو تھمنے کا نام ہی نہ لیتا، اس مستزاد کا ایک ایک بند صبر وشکیب کی دنیا پر قیامت سے کم نہ تھا۔ اس محفل شوق میں ان آنکھوں کو اشک محبت بہاتے دیکھا گیا جو کبھی اشک آلود نہ ہوتی تھیں، حضرت فقیہ اعظم کی وارفتگی شوق کا عالم ہی کچھ اور تھا، زار وقطار رو رہے تھے۔ آپ کی پرسوز آہوں سے دارالحدیث کا پورا گنبد گونج رہا تھا، در و بام پہ ایسا سکتہ طاری تھا جیسے یہ بھی غم ہجر کے مارے اس عاشق رسول کی آہوں اور سسکیوں کا ساتھ دے رہے ہوں، جامعہ اشرفیہ کے بعد گھوسی میں استقبالیہ دیا، بنارس جامعہ حنفیہ غوثیہ میں خصوصی استقبال رہا۔ ہر جگہ حضرت نے یہ نظم فرمائش کر کے سنی، اور اپنی آہوں کی سوغات محبوب دوجہاں روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کرم میں پیش کر کے عاشقی کی دستاویز پر مہر ثبت کرالی۔

سوئے اتفاق کہ اس سفر میں حضرت کو ممبئی سے لوٹنا پڑا، سعودی ایمبسی نے ویزا بند کر دیا تھا، اور پانچ ہزار سے زائد عازمین حج کو اس سعادت سے محرومی ہاتھ آئی، حضرت بھی حاضریِ بارگاہِ عرش وجاہ سے محروم رہے۔ اس محرومی کا داغ حضرت کے دل پر اتنا گہرا تھا کہ اساتذۂ جامعہ آپ کی کبیدہ خاطری سے اداس ہو ہو جاتے، بارہا مناجات میں اشک بار ہوتے بلکہ بلکتے دیکھا گیا، مولانا افتخار احمد اعظمی مصباحی سابق استاذ جامعہ اشرفیہ جو عرصۂ دراز سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے ان کے نام جوابی مکتوب میں آپ نے لکھوایا:

”مولانا! سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو اس ناکارہ غلام کا خصوصی سلام نیاز پیش کر کے عرض کر دیں، وہ اپنے بابا جان آقائے دوجہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس ناکارہ، سیاہ کار غلام کے واسطے سفارش کر دیں کہ حضور کم سے کم ایک بار اور اس سیاہ کار کو حاضری کی اجازت مرحمت فرما دیں، جب تک حاضری نہ ہوگی، چین نہ آئے گا، اور اس محرومی کا داغ دل سے نہ جائے گا۔“

یہ جملے املا کراتے وقت آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب چکی تھیں، بالآخر آپ کے دل کی لگن پوری ہوئی، اور اور چند ماہ بعد ہی عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی، پھر حج کو تشریف لے گئے۔ اس طرح حج وعمرہ کی سعادت اور دیارِ رسول کی مہمانی نصیب ہوئی۔ (شارح بخاری نمبر، کنزالایمان دہلی، ص:۲۵۱)

حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی ومولانا افتخار احمد قادری جب زیارت حرمین طیبین کے لیے تشریف لے گئے، اور آپ کے پاس شرفِ حضوری کا خط لکھا، تو آپ نے انتہائی رقت انگیز، پرسوز اور والہانہ انداز میں جواب لکھوایا:

"حرمین طیبین کی حاضری کے موقع پر ناکارہ کو والہانہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ سرکار بے کس پناہ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے بعد یہ معروضہ پیش کردیں کہ کبھی اس سگِ بے ہنر کو بھی حاضری کا موقع عنایت فرمائیں، اور کیا لکھیں۔

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے

(حجاز جدید دہلی: مئی، جون ۱۹۹۱ء)

مولانا ارشاد احمد رضوی سہسرامی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ احقر کو ایک فتویٰ املا کرا رہے تھے، اسی دوران مولانا روم کی مثنوی کا ایک شعر لکھوایا جس کا مفہوم یہ تھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو خرید کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روے زیبا پہ نچھاور کردیا، یہ شعر لکھواتے لکھواتے رو پڑے۔ (شارح بخاری: کنز الایمان، دہلی، ص: ۲۵۲)

یہ سب کچھ عشق رسول ہی کی کرشمہ سازیاں تھیں جو آپ کی ذات میں شروع ہی سے پائی جاتی تھیں، بارگاہِ رسالت سے عشق و شیفتگی اور والہانہ تعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ بیس برس کی عمر ہی سے بعد نماز جمعہ درود رضویہ پڑھنے کے عامل تھے۔ ۱۹۹۸ء میں جامعہ اشرفیہ میں نماز جمعہ سے قبل تقریر کے دوران آپ نے درود شریف کے فضائل بیان کرتے ہوئے اس کے پڑھنے کی تاکید فرمائی، اور مذکورہ بالا حقیقت کا انکشاف فرمایا۔

تربیت کا انوکھا انداز:

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح وتربیت کا بھی ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ اہل تعلق پر نرمی بھی رکھتے، اور انھیں مناسب ہدایت وتنبیہ سے برابر بناتے سنوارتے رہتے۔ کبھی نرمی سے سمجھاتے، کبھی سختی کو بروئے کار لاتے، کبھی ڈانٹتے پھٹکارتے، کبھی شفقت کا ہاتھ پھیرتے، سختی اور نرمی کے اِس امتزاج اور تربیت کے اس انوکھے انداز میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کی یہ نصیحت ان کے پیش نظر تھی:

دُرشتی و نرمی بہم در بہ است
چوں فاصد کہ جرّاح و مرہم نہ است

مولانا ارشاد احمد رضوی سہسرامی لکھتے ہیں:

ہم لوگوں سے اگر فرض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی ہوجاتی، فتاویٰ کی ترسیل میں تاخیر ہوتی تو بہت رنجیدہ ہوتے، فرماتے: میں اور مفتی نظام الدین جب دو آدمی دارالافتا میں تھے، تو ایک استفتا بھی باقی نہ رہتا، اور نہ ہی ضائع ہوتا، اب آپ چھ سات حضرات ہیں لیکن پھر بھی کام نہیں سمٹتا، جب کہ حضرت کا عالم یہ تھا کہ سات مفتی حضرات کے مجموعی کام سے زیادہ تنِ تنہا کام کرتے۔ جو سرعت تحریر، تجربہ اور مہارت حضرت کو میسر تھی، دوسروں کو اس کا شمّہ بھی کہاں نصیب! (شارح بخاری نمبر: کنزالایمان دہلی: ص: ۲۵۳)

خود راقمِ سطور نے بارہا دارالافتا کے مفتیان کرام پر تاخیرِ جواب کے سلسلے میں اظہار برہمی کرتے اور پھر انھیں سنجیدگی سے شفقت آمیز لہجے میں یوں سمجھاتے ہوئے سنا:

"ابھی آپ لوگ دوسروں کے سہارے چل رہے ہیں جب خود پر پڑے گی تو سمجھ میں آئے گا۔ فتویٰ بھیجنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ مان لیجیے کسی سے کلمۂ کفر صادر ہوا، اس نے آپ کے پاس سوال بھیجا، اب آپ نے جواب دینے میں تاخیر کر دی، اسی دوران اس کا آخری وقت آ گیا، اب وہ کیا کرے، اسے حکم ہی نہیں معلوم! اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا، اب بتایئے اس کا وبال کس پر ہوگا؟ اسی لیے میری کوشش ہوتی ہے کہ جواب جلد از جلد بھیجا جائے۔ کم از کم مستفتی کو اصل حکم تو معلوم ہو جائے، تحقیق و تدقیق اور حوالوں کی کثرت کا کام بعد میں ہوتا رہے گا۔"

عصری نشست میں کبھی کبھی علمائے اشرفیہ کو یوں نصیحت فرماتے:

"آپ حضرات خود کو مناظرے کے واسطے تیار کریں۔ اہل سنت کے عقائد دلائل کے ساتھ مستحضر رکھیں، سلف کی عربی شروح حدیث کا مطالعہ کریں، عیسائیوں، آریوں، شیعوں، قادیانیوں، وہابیوں، مودودیوں، دیوبندیوں کے باطل افکار کا گہرائی سے احتسابی مطالعہ کریں، ان کا مضبوط دلیلوں کے ساتھ تنقیدی جائزہ لیں، احتسابی گوشے نوٹ کر لیں، حوالہ میں پیش کی جانے والی کتابیں خود ذاتی طور سے خرید لیں۔ پھر آپ جب حمایتِ حق کی خاطر باطل کے سامنے کھڑے ہوں گے تو مولائے کریم خود ہی ذہن کی گرہیں کھول دے گا، اور ایسے ایسے اچھوتے جوابی گوشے سامنے آئیں گے کہ آپ خود حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ حق کی حمایت کرنے والوں کی غیب سے مدد ہوتی ہے۔ ہاں کوشش ضرور شرط ہے۔" (شارح بخاری نمبر: کنزالایمان دہلی، ص: ۲۵۴)

میرے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد کوثر خاں نعیمی صدر المدرسین جامعہ عربیہ اظہار العلوم، نیا بازار، جہاں گیر گنج کو تمام معمولات سلسلہ امجدیہ رضویہ، رضویہ برکاتیہ، قادریہ کی اجازت اور سلسلہ عالیہ رضویہ برکاتیہ کی اجازت وخلافت دیتے ہوئے یوں نصیحت فرماتے ہیں:

"یاد رکھیں! اسے دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنائیں، بلکہ خلقِ خدا کو راہ پر لگانے کا ذریعہ بنائیں، مخلوق سے کوئی

طمع، کوئی امید نہ رکھیں، ہمارے سلسلے کی بنیاد ان تین چیزوں پر ہے: طمع مت کر، منع مت کر، جمع مت کر۔ ارادت مند بخوشی کچھ دیں اگر چہ شے حقیر ہو قبول کرلیں، مگر زراندوزی نہ کریں، اسے صرف کردیں، پھر دروازہ بند نہ ہوگا۔"

محمد شریف الحق امجدی

۹ر رمضان ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۱ر فروری ۱۹۹۴ء (ایضاً ص:۱۲)

ادیب شہیر مولانا بدرالقادری مصباحی کو ایک خط میں یوں لکھتے ہیں:

"روازنہ قرآن کریم کی تلاوت مع ترجمہ وتفسیر، بہارِ شریعت کا مطالعہ، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کا مطالعہ، پھر اپنے ذوق کی جس کتاب کا چاہیں مطالعہ کریں، مشیرِ دینیات کے لیے دینیات کا اسپیشلسٹ ہونا لازم ہے، میری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔" (ایضاً ص:۲۰۵)

"معارف شارح بخاری" کے لیے راقم سطور نے بعنوان "شارح بخاری کے شیوخ واساتذہ" ایک طویل مقالہ لکھا، اور جب اسے حضرت کو سنانے لگا تو مختلف مقامات پر حذف واضافہ کرایا، اور لفظی ومعنوی اصلاح فرمائی اور ایک مقام پر مجھ سے فرمایا: رکو، دو باتیں یاد رکھنا، ان پر ہمیشہ عمل کرنا۔ (۱) جہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا نام آئے وہاں نام کے ساتھ "مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام" ضرور لکھنا۔ (۲) اور جہاں اپنے بزرگوں کا تذکرہ آئے تو انھیں مناسب آداب القاب سے یاد کرنا، اور خبردار خبردار! ان سے الجھنے کی کوشش نہ کرنا کہ اس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوگا۔

مولانا محمد اسلم بستوی مصباحی سابق شیخ الحدیث انوار القرآن بلرام پور رقم طراز ہیں:

"میں نے حضرت شارح بخاری کی ذات سے بے حد استفادے کیے، میرے وہ باضابطہ استاذ نہیں، لیکن ایسے مربی تھے جو کسی استاذ سے کم نہیں ہوتا۔ میرے اوپر ان کے بے حد احسانات ہیں، ان کے بارِ قرض سے شاید میں زندگی بھر سبکدوش نہ ہوسکوں، میرے ابتدائی تحریری کاموں کا تمام تر مرجع "اردو ادب" ہی رہا۔ میری نثری ونظمی تحریریں ہندو پاک کے ادبی رسائل میں شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کررہی تھیں، اس زمانے میں حضرت شارح بخاری نے میرے قلم کے رخ کو موڑنے کے لیے ایک موثر نصیحت فرمائی، ارشاد فرمایا: آپ کے ادبی کاموں سے صرف "اردو ادب" کو فروغ یا فائدہ ہوسکتا ہے لیکن ملت ومسلک کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ اس لیے آپ اپنی تحریر کو ہوا کے رخ پر چلنے دینے کے بجائے مذہب وملت کی طرف موڑ دیجیے، اس سے دو آتشہ فائدہ ہوگا۔ ہمارے مسلک کو ایک جدید قلم کار مل جائے گا، اور "اردو ادب" کو بھی بدستور فائدہ ہوتا رہے گا، اس لیے کہ آپ کی ساری تحریریں اردو ہی میں ہوں گی۔ بات میری سمجھ میں آگئی اور میں نے "مذہبی ادب" کے فروغ کی طرف اپنے قلم کو موڑ دیا۔ (شارح بخاری نمبر، کنز الایمان، ص:۲۵۸)

اکابر کی معتمد علیہ شخصیت:

ان ہی وہبی اوصاف اور خدا داد صلاحیتوں کی بنا پر اکابرِ اہل سنت نے ہمیشہ آپ پر اعتماد فرمایا، اور متعدد اہم مواقع پر آپ کو مقدم رکھا، اور آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ آپ پر اتنا اعتماد فرماتے کہ رمضان شریف میں صحیح خواں حافظ نہ ملنے کی وجہ سے سورۂ تراویح پڑھتے اور عشا وتراویح کے لیے آپ کو امام بناتے، اور خود آپ کی اقتدا میں نماز ادا فرماتے۔ حالاں کہ دیگر علما بھی موجود ہوتے۔

(شارح بخاری، ص:۴۶، ۴۷)

حضور مفتی اعظم، حضرت مجاہد ملت، حضرت حافظ ملت، حضرت محدث اعظم پاکستان، حضرت سید العلما، حضرت احسن العلما، حضرت محدث اعظم ہند رحمہم اللہ نے مختلف مواقع پر بدمذہبوں کے مقابلے میں آپ کو پیش پیش رکھا اور کئی بار از راہ کرم باصرار صدارت کی شہ نشین پر بٹھایا، کٹک، اڑیسہ کے مشہور مناظرہ میں حضرت مجاہد ملت قدس سرہ نے آپ کو صدرِ مناظرہ مقرر فرمایا۔ جونا گڑھ، کاٹھیاواڑ کے دعوتی سفر کے موقع پر حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ایک شیعہ معترض کے حدیث قرطاس کو لے کر اعتراض ونکتہ چینی اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے پر اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے آپ کو موقع دیا۔ (ایضاً، ص:۵۲)

بڑہل گنج ضلع گورکھپور میں حضرت محدث اعظم ہند کے نام ایک دیوبندی مولوی کا چیلنج مناظرہ آیا، جس کا جواب لکھنے کے لیے آپ نے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا اور شارح بخاری کے مناظرانہ جواب کو سن کر حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا، اور دیوبندی مولوی کو سانپ سونگھ گیا۔ (ایضاً، ص:۵۵)

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو آپ پر اتنا اعتماد تھا کہ اگر مبارک پور میں کوئی مناظرہ کے لیے کہیں سے مناظر طلب کرتا تو آپ اسے حکم دیتے کہ مفتی شریف الحق صاحب کو ضرور مدعو کرو۔ نیپال کی سرحد مدھوبنی، دریاپور، ضلع مالدہ (بنگال) باندو چترا ضلع پلاموں (بہار) کے مناظروں میں حافظ ملت ہی کی طلب پر آپ نے شرکت فرمائی۔ (ایضاً، ص:۶۱)

سید العلما حضرت علامہ سید آل مصطفی قادری برکاتی مارہروی آپ پر بہت اعتماد فرماتے۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی میٹنگوں میں آپ کو صدر بناتے۔ (معارف شارح بخاری، ص:۲۵۱)

اور احسن العلما حضرت علامہ سید حسن میاں قادری برکاتی قدس سرہ علم اور معاملات دونوں شعبوں میں آپ کو معتمد سمجھتے اور بعض اہم مسائل میں بھی آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ (ایضاً، ص:۲۵۴)

درج بالا حقائق وشواہد کی روشنی میں اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے اکابرین کے کس قدر معتمد اور منظورِ نظر تھے، اور ان کی دوررس اور حقیقت میں نگاہیں آپ کے جوہر فن کی کتنی قدر شناس تھیں۔

(وذٰلک فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیہِ مَنْ یَشَاءُ)

جامعہ اشرفیہ سے والہانہ تعلق:

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ سے آپ کو عشق وشیفتگی اور جنون ودیوانگی کی حد تک لگاؤ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ جامعہ کے عروج وارتقا کی طرف بڑھتے ہوئے ہر قدم سے شاداں وفرحاں، اور اس کے ہر نقصان و خسران سے غمزدہ وافسردہ ہو جاتے۔ وصال سے تقریباً دو مہینہ پہلے ایک مرتبہ دورانِ گفتگو آپ نے راقم سطور سے فرمایا:

”مولانا! جامعہ اشرفیہ سے مجھے اس قدر گہرا قلبی لگاؤ صرف اس لیے ہے کہ یہ حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی یادگار، علم ومعرفت کا حسین مینار اور اسلام وسنیت کا مضبوط قلعہ ہے، قوم مسلم کی صلاح وفلاح کا راز اس کے عروج وارتقا اور ترقی وبقا میں مضمر ہے“۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ کا مادرِ علمی بھی الجامعۃ الاشرفیہ تھا جس کے چشمۂ فیاض سے آپ نے سیرابی حاصل کی اور علمی وفنی اسلحوں سے لیس ہو کر اسلام وسنیت کے بے باک مجاہد بنے۔ پھر اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری چوبیس سال یہیں کے شعبہ قضا وافتا کے صدر، مجلس شرعی کے سرپرست، ناظم تعلیمات اور مجلس شرعی کے رکن رکین کی حیثیت سے گزارے۔ اور آغوش اشرفیہ میں ہی اپنی جان جاں آفریں کے حوالے کی۔

آخر گِل اپنی صرفِ درِ مے کدہ ہوئی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

بذلہ سنجی:

شارح بخاری خاموش طبع، متین اور سنجیدہ طبیعت بزرگ تھے، علمی مشاغل کی وجہ سے لوگوں سے ملنا جلنا بہت کم ہوتا، لیکن مخلص احباب کے جھرمٹ میں بہترین جلیس اور شگفتہ مزاج بذلہ سنج نظر آتے، اور ایسے لطائف و ظرائف ایجاد کرتے، جو اردو ادب کے نادر نمونے ہوتے۔ اس وقت کوئی اجنبی انسان مشکل ہی سے یہ باور کرتا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو دار الافتا میں وقار وتمکنت کے پہاڑ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک بار بَرَہ ھیا ضلع بستی جلسے میں جارہے تھے، روڈ سے بڑھیا کا راستہ خام اور دشوار گزار ہے۔ بارش کا زمانہ تھا، پھر راستے میں ایک ندی بھی پڑتی تھی، سواری کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، دعوت دینے والے نے یہ بتایا تھا کہ روڈ سے بمشکل چار فرلانگ ہوگا لیکن وہ روڈ سے خاصے فاصلہ پر تھا جب آپ چلتے چلتے گھبرا گئے تو ساتھ والوں سے پوچھا، ارے بھائی! بڑھیا کتنی دور ہے؟ کسی نے کہا وہ دیکھیے، بتی نظر آرہی ہے، حضرت نے بے ساختہ فرمایا: نظر آنے کو تو آسمان کے تارے بھی نظر آرہے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ ان تاروں کی بہ نسبت قریب ہے یا دور؟ اگر آپ کے

اس قسم کے جملے جمع کر لیے جائیں تو اردو ادب کے سرمایہ میں اچھا خاصا اضافہ ہو جائے۔

ترجمانِ اہل سنت:

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات گرامی کتاب وسنت کی پیروی، سلف صالحین کے اتباع، عشق رسالت پناہی ومحبت اولیا اللہ، احقاق حق اور ابطال باطل سے عبارت ہے۔ آپ نے پوری زندگی مذاہب باطلہ اور افکار فاسدہ کے خلاف قلمی ولسانی جہاد فرمایا، اور توحید خداوندی وعشق نبوی کا درس دیا، انھیں اوصاف ومحاسن کی بنا پر حضرت شارح بخاری کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے والہانہ لگاؤ تھا، وہ اپنے آپ کو مخالفین و معاندین واعدا وحاسدین کے تیر ونشتر کا نشانا بنایا تو گوارا کر لیتے مگر فکر رضا کے خلاف منظر عام پر آنے والی کسی چھوٹی سی چھوٹی تحریک اور مہم کو برداشت نہ کرتے۔ اس طرح کا کوئی بھی موقع رہا ہو، دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی خرمن باطن پر برق تپاں بن کر گرے ہیں، اور اپنی تحریر وتقریر کے شعلوں سے اس کو خاکستر بنایا ہے۔ آپ امام احمد رضا کے مسلک عشق وعرفان کے سچے ترجمان تھے، آپ کی تقریروں کے علاوہ تحریروں میں بھی اس کے جلوے جابجا نظر آتے ہیں، تحقیقات، فتنوں کی سرزمین کون؟ منصفانہ جائزہ، امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر، اذان خطبہ، تنقید برمحل، اشرف السیر اور آپ کے بے شمار فتاویٰ اسی سلسلۃ الذہب کی انمول کڑیاں ہیں۔

نمایاں خصوصیات:

بقول استاذ گرامی خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور آپ کی ذات درج ذیل خصائص بارزہ کی حامل ہے:

(۱) دینی وملی غیرت واحساس میں معاصرین پر فائق تھے، جب بھی اسلام وسنیت، یا اکابر دین وملت پر کوئی حملہ آور ہوتا ہے تو وہ بے تاب ہو جاتے ہیں، اور اس کے دفاع کے لیے اپنی ممکنہ تدابیر سے باز نہیں آتے۔

(۲) علم میں وہ رسوخ حاصل تھا کہ جب کسی خاص موضوع پر لکھنے یا بولنے پر آتے تو بہت جلد اس کے تمام گوشوں کا احاطہ واستحضار کر کے بھرپور روشنی ڈالتے۔

(۳) فقہی جزئیات کا استحضار، حالات زمانہ پر نظر، سائلین کے فکر ومزاج سے آگاہی، بعض سائلوں کی چالاکی وعیاری سے باخبری اور دیگر لوازم سے آراستگی ایسی تھی کہ زمانہ دراز سے فتاویٰ کا برجستہ املا کراتے تھے، دیکھنے اور پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مناسب اور برمحل جواب دیا گیا ہے، جو کسی ماہر مفتی کا نتیجۂ قلم ہے یا کافی غور وخوض اور محنت وتیاری کا ثمرہ۔

(۴) جماعت اور اداروں کے احوال پر بھی نظر رکھتے، اور اپنے طویل تجربات کی روشنی میں بڑی قیمتی رہنمائی اور لاجواب عقدہ کشائی سے نوازتے۔

(۵) اصلاح وتربیت کا بھی خاص ملکہ رکھتے تھے اور اہل تعلق کو مناسب ہدایت وتنبیہ سے برابر سنوارتے رہتے تھے۔

(۶) عرصہ دراز تک تدریس، افتا، تبلیغ وتقریر کا جو وسیع تجربہ تھا اس میں انفرادیت کے ساتھ تحریر وتصنیف، سرعت تحریر اور حسن تفہیم میں یکتائے زمانہ تھے۔ (مقدمہ شارح بخاری)

فیضانِ مارہرہ مطہرہ:

شارح بخاری علیہ الرحمہ پر ابتدائے شباب سے آخری وقت تک سرکاران مارہرہ مطہرہ ومشائخ برکاتیہ کا ابر فیض وکرم برستا رہا، جس سے آپ کا ظاہر و باطن نہال وشاداب ہوتا رہا۔ اس فیضان وکرم کی ابتدا اس وقت ہوئی جب کہ آپ نے مسلمانوں کے سیاسی موقف اور کانگریس اور مسلم لیگ کے سلسلے میں "اشک رواں" نام کی ایک کتاب لکھ کر شائع کی جسے تاج العلما حضرت مولانا سید اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے مطالعہ فرما کر بے حد پسند فرمایا اور پھر خود ایک خط شارح بخاری کے نام تحریر فرمایا، دعاؤں سے نوازا، اور حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے۔ اسی دوران بہار و بنگال میں مسلم کش فسادات ہوئے، مسلمانوں کی مالی امداد کے لیے ایک وفد لے کر سید العلما حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی، بہار کے مختلف علاقے سے ہوتے ہوئے شہر گیا پہنچے وہیں آپ سے شارح بخاری کی پہلی ملاقات ہوئی، اور آپ نے انھیں شفقتوں اور عنایتوں سے نوازا۔ پھر اپنی وفات سے تقریباً چالیس برس پہلے آپ پہلی مرتبہ عرس نوری کے موقع پر مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے، سید العلما و احسن العلما حضرت سید حسن میاں کی خدمت میں پہنچ کر نیاز مندانہ ملاقات کی اور اسی موقع پر سید العلما کے حکم پر آپ کی پہلی تقریر ہوئی جو مقبول ہوئی اور اسی موقع پر آپ کے عرض کرنے پر سید العلما نے احسن العلما کو حکم دیا کہ دربار میں ان کی مخصوص حاضری کرا دیں، تقریباً دو بجے رات میں جب آپ کی حاضری ہوئی تو آپ شاہانِ برکاتیہ کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہو گئے۔ اسی کے بعد سے برابر عرس قاسمی میں آپ وہاں حاضر ہوتے رہے، اور قل شریف سے پہلے کی تقاریر میں آخری تقریر آپ کی ہونے لگی اور یہ سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا، حضرت احسن العلما آپ پر خصوصی کرم فرماتے تھے اور علم ومعاملات دونوں شعبوں میں آپ کو معتمد سمجھتے تھے۔ جو کوئی آپ سے فتویٰ کے بارے میں پوچھتا تو فرماتے کہ شارح بخاری سے استفتا کرو، ان کا جو فتویٰ ہوگا وہی ہمارا فتویٰ ہوگا۔ خانقاہِ مارہرہ مطہرہ سے آپ کا یہ روحانی

رشتہ زندگی کے آخری لمحوں تک اسی طرح برقرار رہا۔ شہزادۂ سید العلما حضرت سید حسنین میاں نظمی وشاہزادگانِ احسن العلما حضرت سید محمد امین میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، حضرت سید افضل میاں، حضرت سید اشرف میاں اور حضرت سید نجیب میاں سب سے محبت واخلاص کا رشتہ ویسے ہی تھا جیسے ان کے بزرگوں کے ساتھ تھا، علمی و دینی معاملات میں استفادہ کی روایت بھی برقرار تھی۔

فقیہ اعظم ہند کا خطاب:

شارح بخاری کے ہمہ جہت علمی کمالات ومحاسن، دینی وملی کارناموں، فقہ وافتا میں ذروۂ اختصاص تک پہنچنے اور اقران ومعاصرین پر فائق ہونے کی بنا پر ہندو پاک کے علماے دین ومفتیان شرع متین پر آپ کی سیادت وریاست سب کے نزدیک مسلم تھی، اسی لیے بعض اہل علم نے آپ کے لیے "فقیہ اعظم ہند" کے خطاب کی تجویز رکھی، ان میں سرفہرست مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرؔر مصباحی ہیں، جس کی تائید رئیس القلم علامہ ارشد القادری بانی جامعہ نظام الدین دہلی، علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دار القلم دہلی، اور مفتی محمد میاں ثمر دہلوی جیسے سر برآوردہ علماے اہل سنت نے کی، پھر عرس قاسمی ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء کے مبارک ومسعود موقع پر امین ملت حضرت ڈاکٹر سید امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے قل سے پہلے علماے اعلام ومشائخ اسلام کے جم غفیر میں اس کا اعلان فرمایا، اعلان کے سنتے ہی "فقیہ اعظم ہند" اور "شارح بخاری" کے نعروں سے ساری فضا گونج اٹھی۔

حلیۂ مبارکہ:

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قد میانہ، رنگ گندمی، پیشانی کشادہ، ناک تناسب کی حد تک بلند، داڑھی کے بال ہلکے اور سفید تھے، اکثر اوقات ٹوپی کے ساتھ عمامہ استعمال فرماتے، کرتا کلی دار سفید اور شلوار پہنتے، جو سنت کے مطابق ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی کے قریب ہوتی، کرتا پر اکثر صدری اور کبھی کبھار جبہ پہنتے، رومال بھی استعمال فرماتے۔ صفائی پسند ہونے کی وجہ سے لباس صاف ستھرے ہوتے، افراط وتفریط سے دور اور اعتدال پسند تھے، تکلف، تصنع اور بناوٹ کو پسند نہیں فرماتے، چہرہ باوقار اور بارعب اور نورانی، بیاسی برس کے ہونے کے باوجود آواز نہایت بلند تھی، جلالِ علم وجمال باطن، پختگی عقل وذکاوتِ ذہن اور استقامتِ قلب کے جامع تھے۔

ازواج واولاد:

شارح بخاری کی پہلی شادی آپ کے ماموں حافظ عبد الرحمٰن ساکن مدن پور ضلع دیوریا کی منجھلی صاحب

زادی محترمہ زینب سے ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء کو ہوئی۔ جن کے بطن سے ایک فرزند محمد حبیب الحق تولّد ہوئے۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ/ ۲۳ جنوری ۱۹۵۱ء کو آپ کی زوجہ کا اور ۱۲ شعبان ۱۳۷۶ھ/ ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء کو صاحب زادہ محمد حبیب الحق کا انتقال ہوگیا۔ دوسرا نکاح زوجۂ اولیٰ کی وصیت کے مطابق ان کی چھوٹی بہن محترمہ نور النساء بنت حافظ عبد الرحمٰن سے بتاریخ ۲۲ رجب ۱۳۷۹ھ/ ۲۸ اپریل ۱۹۵۱ء کو ہوا، زوجۂ ثانیہ سے پانچ صاحب زادے اور ایک صاحب زادی کی ولادت ہوئی، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) **محمد محب الحق:** جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور سے جلالین، مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ڈاکٹری کا پانچ سالہ کورس بی۔ یو۔ ایم۔ ایس مکمل کیا۔ آج کل اپنے وطن گھوسی مدھوبن روڈ پر واقع اپنی ڈسپنسری ایک کامیاب طبیب کی حیثیت سے چلا رہے ہیں۔ صاحب اولاد ہیں، مفتی اعظم ہند سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔ سنجیدہ ومتین، خوش اخلاق وخوش اطوار مہمان نواز ہیں۔

(۲) **محمد مطیع الحق:** بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

(۳) **محمد وحید الحق:** الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس وقت مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو میں مدرس ہیں۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ بڑے خلیق، ملنسار اور منکسر مزاج ہیں۔

(۴) **محمد حمید الحق:** الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فارغ عالم اور حافظ ہیں۔ چند سالوں سے زمبابوے افریقہ میں دینی وتبلیغی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بال بچے بھی ساتھ رہتے ہیں۔ صاحبِ سجادہ ہیں۔

(۵) **محمد ظہیر الحق:** گھریلو کاروبار میں مصروف ہیں۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

(۶) **طلعت فاطمہ:** قصبہ گھوسی میں ان کی شادی مولوی خورشید انور مصباحی سے ہوئی، صاحبِ اولاد ہیں۔

مطبوع تذکرے:

درج ذیل کتابوں میں آپ کا تذکرہ وسوانح موجود ہے:

(۱) ماہنامہ حجاز جدید دہلی، بابت فروری ۱۹۹۰ء/ رجب ۱۴۱۰ھ شمارہ ۲ جلد: ۳، از: علامہ بدر القادری ہالینڈ۔ (۲) تذکرہ علماے اہل سنت، از: مولانا محمود احمد رضوی۔ (۳) خلفاے مفتی اعظم، از: مولانا شہاب الدین بہرائچی۔ (۴) تذکرہ خلفاے مفتی اعظم، از: مولانا سلطان رضا نوری۔ (۵) حدیث نبوی کے اردو تراجم، از: مولانا محمد عاصم اعظمی، (۶) سوغاتِ رضا، مطبوعہ رضا اکیڈمی، از: مفتی محمد نسیم مصباحی، (۷) معارف شارح بخاری، مرتبہ علامہ محمد احمد مصباحی ومولانا یٰسین اختر مصباحی وغیرہ۔ (۸) شارح بخاری، از: مولانا یٰسین اختر مصباحی۔ یہ کتاب اردو کے ساتھ انگریزی، گجراتی اور ہندی زبانوں میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ (۹) شارح

بخاری نمبر، ماہ نامہ کنز الایمان دہلی۔(۱۰) فقیہ اعظم ہند نمبر: ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور۔(۱۱) شارح بخاری نمبر، روز نامہ راشٹریہ سہارا لکھنؤ۔ (۱۲) شارح بخاری نمبر، روز نامہ آواز ملک وارانسی۔(۱۳) مقالات شارح بخاری، جلد اول، بقلم راقم سطور (نفیس احمد مصباحی)

وصال:

۶رصفر ۱۴۲۱ھ/۱۱رمئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ میں نماز فجر اور وظائف ومعمولات کی ادائگی کے بعد دل کے دورہ پڑنے کی وجہ سے پانچ بج کر چالیس منٹ پر اچانک اس دار فانی سے دارِ جاودانی کی طرف کوچ کیا، اور یہ علم وفن کا راز داں اور استقامت وثابت قدمی کا کوہِ ہمالیہ ہمیشہ کے لیے آغوشِ زمین میں محوِ خواب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہوجائے گا
یعنی آغوشِ زمیں میں آسماں سوجائے گا

نفیس احمد مصباحی بارہ بنکوی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

باسمہ عزوجل

مفتی محمد نسیم احمد مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

فقیہ اعظم ہند حضور شارح بخاری قدس سرہ ماہ وسال کے آئینے میں

واقعات	ماہ قمری سنہ ہجری			ماہ شمسی سنہ عیسوی		
	تاریخ	مہینہ	سنہ ہجری	تاریخ	مہینہ	سنہ عیسوی
ولادت	۱۱/	شعبان	۱۳۳۹	۲۰/	اپریل	۱۹۲۱
دارالعلوم اشرفیہ میں داخلہ (۱)	۱۴/	شوال	۱۳۵۴	۱۲/	جنوری	۱۹۳۶
بیعت بدست حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ		صفر	۱۳۵۹		مارچ	۱۹۴۰
داخلہ مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ	۱۳/	محرم	۱۳۶۱	۲۱/	جنوری	۱۹۴۲
داخلہ مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف		شوال	۱۳۶۱		اکتوبر	۱۹۴۲
تقریب ختم بخاری شریف	۲۹/	جمادی الآخرہ	۱۳۶۲	۳/	جولائی	۱۹۴۳
دستار بندی	۱۴/	شعبان	۱۳۶۲	۱۶/	اگست	۱۹۴۳
خلافت سلسلۂ رضویہ بدست حضرت صدرالشریعہ	۲۱/	شوال	۱۳۶۷	۲۶/	اگست	۱۹۴۸
مسندافتا پر رونق افروزی (۲)	۲۰/	شوال	۱۳۷۸	۲۹/	اپریل	۱۹۵۹
خلافت سلسلۂ رضویہ اور ان تمام سلاسل کی جو النور والبہا میں مذکور ہے	۱۷/	رمضان	۱۳۸۱	۱۲/	فروری	۱۹۶۲
تدریسی خدمات:						
مدرسہ بحرالعلوم مئو — از	۱۴/	ذیقعدہ	۱۳۶۲	۱۳/	دسمبر	۱۹۴۳
.... — تا	۸/	جمادی الآخرہ	۱۳۶۳	۳۱/	مئی	۱۹۴۴
مدرسہ خیرالاسلام حسین آباد جپلہ ضلع پلاموں بہار، از	۱۵/	جمادی الآخرہ	۱۳۶۳	۷/	جون	۱۹۴۴
.... — تا	۱۶/	ربیع الآخر	۱۳۶۴	یکم	اپریل	۱۹۴۵

(۱) اس سے تین روز قبل ۱۰؍شوال کو دارالعلوم اشرفیہ مدرسہ مصباح العلوم کی بنیاد رکھی گئی۔

(۲) حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دستار باندھ کر شعبۂ افتا سپرد فرمایا۔

واقعات		ماہ قمری سنہ ہجری			ماہ شمسی سنہ عیسوی		
		تاریخ	مہینہ	سنہ ہجری	تاریخ	مہینہ	سنہ عیسوی
مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں ناسک	از	۲۲/	ربیع الآخر	۱۳۶۴	۶/	اپریل	۱۹۴۵
....	تا	۹/	شوال	۱۳۶۴	۱۷/	ستمبر	۱۹۴۵
مدرسہ عین العلوم بیت الانوار گیا بہار	از	۱۰/	شوال	۱۳۶۴	۱۸/	ستمبر	۱۹۴۵
....	تا	۹/	شوال	۱۳۶۶	۲۶/	اگست	۱۹۴۷
مدرسہ شمس العلوم قصبہ گھوسی، ضلع مئو	از	۱۴/	ذی الحجہ	۱۳۶۶	یکم/	اکتوبر	۱۹۴۷
....	تا	۱۸/	ذیقعدہ	۱۳۷۳	۶/	جولائی	۱۹۵۴
مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑ واضلع گونڈہ	از	۲۰/	ذیقعدہ	۱۳۷۳	۲۱/	جولائی	۱۹۵۴
....	تا	۱۰/	شعبان	۱۳۷۵	۲۴/	مارچ	۱۹۵۶
مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف	از	۲۴/	شوال	۱۳۷۵	۴/	جون	۱۹۵۶
....	تا	۲۷/	ذی الحجہ	۱۳۸۶	۸/	اپریل	۱۹۶۷
جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور	از	۲۷/	محرم	۱۳۸۶	۸/	مئی	۱۹۶۷
....	تا	۸/	ربیع الآخر	۱۳۹۵	۲۰/	اپریل	۱۹۷۵
مدرسہ ندائے حق جلال پور امبیڈکر نگر	از		ربیع الآخر	۱۳۹۵		اپریل	۱۹۷۵
....	تا	۶/	ذی الحجہ	۱۳۹۶	۲۷/	نومبر	۱۹۷۶
جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں بحیثیت صدر شعبۂ افتا	از	۲۳/	ذی الحجہ	۱۳۹۶	۱۳/	دسمبر	۱۹۷۶
....	تا	۶/	صفر	۱۴۲۱	۱۱/	مئی	۲۰۰۰
گورنر اتر پردیش کے ایم منشی کی کتاب(۱) "لیجسلیٹیو لیڈرز" کے خلاف احتجاج			محرم	۱۳۷۶		ستمبر	۱۹۵۶
"اشرف السیر" کی تصنیف		۲۷/	محرم	۱۳۸۸	۲۶/	اپریل	۱۹۶۸
"اسلام اور چاند کا سفر" کی تصنیف		۱۶/	شوال	۱۳۹۱	۵/	دسمبر	۱۹۷۱
قید(۲) گونڈہ جیل میں		۲۱/	صفر	۱۳۹۳	۲۷/	مارچ	۱۹۷۳
آغاز شرح بخاری		۲۱/	ذی الحجہ	۱۴۰۲	۱۰/	اکتوبر	۱۹۸۲

(۱) مذکورہ کتاب میں گورنر نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔

(۲) بھنگا بازار ضلع بہرائچ میں ایک پنڈت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی، جس کے جواب میں حضرت شارح بخاری مدظلہ العالی نے تقریر فرمائی۔ دیوبندیوں نے ہندوؤں کو بھڑکا کر مقدمہ کروا دیا جس کی سزا میں ۳۰ر دن جیل خانے میں مقید رہے۔

واقعات	ماہ قمری سنہ ہجری			ماہ شمسی سنہ عیسوی		
	تاریخ	مہینہ	سنہ ہجری	ماہ شمسی سنہ عیسوی		
خلافت بدست حضرت احسن العلما قدس سرہ مارہرہ شریف بموقع عرس قاسمی			۱۴۰۴			۱۹۸۴
پہلا حج		ذی الحجہ	۱۴۰۵		ستمبر	۱۹۸۵
"سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ" کی تصنیف	۲۹/	ربیع الآخر	۱۴۰۹	۱۱/	نومبر	۱۹۸۸
"فتنوں کی سرزمین کون-نجد یا عراق؟" کی تصنیف	۷/	جمادی الاولیٰ	۱۴۱۱	۲۶/	نومبر	۱۹۹۰
کولمبو (لنکا) کا پہلا تبلیغی سفر	۲۰/	ربیع الآخر	۱۴۱۳	۱۸/	اکتوبر	۱۹۹۲
کولمبو (لنکا) کا دوسرا تبلیغی سفر	۸/	صفر	۱۴۱۶	۷/	جولائی	۱۹۹۵
افریقہ کا تبلیغی سفر	۱۷/	صفر	۱۴۱۷	۴/	جولائی	۱۹۹۶
پہلا عمرہ	۸/	ربیع الاول	۱۴۱۷	۲۵/	جولائی	۱۹۹۶
پاکستان کا تبلیغی سفر	۱۷/	ربیع الاول	۱۴۱۷	۳/	اگست	۱۹۹۶
شیخ عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (ایوارڈ پاکستان)	۱۸/	ربیع الاول	۱۴۱۷	۴/	اگست	۱۹۹۶
امام احمد رضا ایوارڈ	۱۰/	شوال	۱۴۱۷	۱۹/	فروری	۱۹۹۷
دوسرا عمرہ		رمضان	۱۴۱۸		جنوری	۱۹۹۸
دوسرا حج		ذی الحجہ	۱۴۱۸		اپریل	۱۹۹۸
پاکستان کا دوسرا تبلیغی سفر (بسلسلۂ شرکت جلسہ دارالعلوم امجدیہ کراچی، بموقع گولڈن جبلی)		صفر	۱۴۱۹		جون	۱۹۹۸
تکمیل شرح بخاری	۱۱/	رمضان	۱۴۱۹	۳۰/	دسمبر	۱۹۹۸
خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین کی طرف سے "فقیہ اعظم ہند" کا خطاب بموقع عرس قاسمی	۲۰/	رجب	۱۴۲۰	۳۱/	اکتوبر	۱۹۹۹
شاہ برکت اللہ گولڈ میڈل	۹/	شعبان	۱۴۲۰	۱۸/	نومبر	۱۹۹۹
جشن تکمیل شرح بخاری	۲۱/	شوال	۱۴۲۰	۲۹/	جنوری	۲۰۰۰
وصال	۶/	صفر	۱۴۲۱	۱۱/	مئی	۲۰۰۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم
المواہب الالٰہیۃ فی الفتاوی الشریفیۃ
المعروف بہ
فتاوی شارح بخاری

عقائد
متعلقہ ذات وصفات الٰہی

خدا کو ہر جگہ موجود کہنا

مسئولہ محمد اختر حسین نوری نیپالی، ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ۱ بکر کہتا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، مگر مراد اس سے میری یہ ہے کہ خدا کی طاقت ہر جگہ موجود ہے اور دلیل پیش کرتا ہے "**يد الله فوق ايديهم**" کہ جس طرح اس آیت کے ٹکڑے میں "**يد**" سے مراد طاقت وقدرت ہے، اسی طرح ہم اس جملہ سے طاقت وقدرت مراد لیتے ہیں۔ خالد کہتا ہے کہ خدا مکان سے منزہ ہے، اس کی طرف مکان کی نسبت نہیں کر سکتے ورنہ احتیاج الی المکان لازم آئے گا جو واجب الوجود کے منافی ہے۔ طرفین میں سے کون حق پر ہے، تحریر فرمائیں۔

الجواب

یہ جملہ کہنا کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، سخت حرام اور اپنے ظاہر معنیٰ کے لحاظ سے کفر ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ایسے قائل کو کافر کہا ہے، اگرچہ مذہب متکلمین مختار للفتویٰ پر کافر نہیں کہا جائے گا، مگر احتیاطاً توبہ وتجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا جائے گا۔ یہ تاویل کہ مراد یہ ہے کہ خدا کی قوت ہر جگہ موجود ہے، تاویلِ بعید ہے۔ "**يد الله فوق ايديهم**" پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے، عربی میں بھی اور اردو میں بھی۔ "**يد**" ہاتھ بمعنی قوت مستعمل ہے مگر ذات کو موجود بول کر قوت مراد لینا مستعمل نہیں۔ علاوہ ازیں "**يد الله فوق ايديهم**" متشابہات سے ہے۔ متشابہات کی پیروی بنص قرآن حرام، فرمایا گیا: **فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ.**[1] لہٰذا علما نے تصریح فرمائی کہ اگرچہ نصوص میں "ید" وجہ، قدم، وارد ہیں مگر سوائے مواقع ورود اور کہیں استعمال کرنا ممنوع ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بھی حرام ہے کہ اللہ کے لیے ہاتھ ہے، اگرچہ ہاتھ سے مراد قوت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ عزوجل ہر جگہ موجود ہے، یہ قول کفر ہے مگر قائل کی تکفیر نہ کی جائے کہ محتمل تاویل ہے

مسئولہ صفار احمد، سگڑی، اعظم گڑھ۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اس پر بکر نے جواب دیا کہ ایسا کہنا کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ پھر زید نے کہا، اللہ تعالیٰ ذرہ ذرہ میں ہے۔ پھر بکر نے کہا، یہ کہاوت ہے۔ پھر زید نے کہا، تب اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ پھر بکر نے جواب دیا، وہ سمیع وبصیر ہے۔ اب زید خاموش ہوگیا۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الِ عمران، آیت: ۷، پ: ۳۔

الجواب

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، ذرے ذرے میں ہے، ضرور کلمۂ کفر ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:"لو قال هٰكذا بالفارسية: نہ مکانی زتو خالی نہ تو در ہیچ مکانی فهٰكذا كفرٌ"[۱] کوئی چیز کسی چیز میں ہوتی ہے تو وہ چیز اس کو گھیرے رہتی ہے اور اللہ عزوجل کو کوئی چیز گھیر نہیں سکتی۔ ارشاد ہے:"وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا."[۲] اگرچہ صحیح یہ ہے کہ قائل کافر نہ ہوگا، اس لیے کہ مسلمان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کا جلوہ ہر جگہ، ہر ذرے میں ہے، مگر پھر بھی ایسا جملہ کہنے سے اجتناب لازم ہے جس کا ظاہر معنی کفر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا اللہ کا ذکر بند ہو جائے گا اور رسول کا ذکر جاری رہے گا؟

مسئولہ محمد سلطان، موسیقی الفردوس، ہالینڈ، ۹ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ایک عالم دین نے اپنی تقریر میں کہا کہ علما فرماتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ختم ہو جائے گا، اس سرزمین پر جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہ جائے گا قیامت برپا کر دی جائے گی۔ اللہ کے پیارے حبیب کا فرمان ہے، علما بیان فرماتے ہیں قیامت کب قائم ہوگی جب اس دھرتی پر اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اب آپ لوگ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ اللہ کا ذکر بند ہوگا لیکن ذکر مصطفیٰ کی شان یہ ہے کہ ذکر رسول کبھی بند نہیں ہوگا، کیوں کہ ذکر خدا کرنے والی مخلوق ہے اور مخلوق کے لیے فنا واجب لیکن ذکر رسول مخلوق نہیں بلکہ خالق کر رہا ہے اور خالق کے لیے فنا نہیں۔

سوال یہ ہے کہ عالم مذکور کی تقریر مذکور قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ہے یا نہیں؟ ایک امام صاحب نے جو حافظ قرآن بھی ہیں تقریر مذکور پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ بیان مذکور کفر ہے، کیوں کہ اللہ کا ذکر کبھی ختم نہیں ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن پاک سورۂ الزمر کی آیت نمبر ۶۸ پیش کرتے ہیں۔ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک مفتی صاحب بلوائے گئے اور انھوں نے مولانا مذکور کی تقریر کو کیسٹ کے ذریعہ سنی پھر امام صاحب مذکور کے اعتراض کو ان کے دلائل کے ساتھ سنا اور یہ فیصلہ سنایا کہ مولانا مذکور کی تقریر احادیث کریمہ کی روشنی میں صحیح ہے، اور امام صاحب نے جو دلائل پیش کیے ہیں "نفخۂ اولیٰ" سے متعلق ہے جس سے موجودات پر بے ہوشی طاری ہوگی۔ لہٰذا امام صاحب کی سمجھ کی غلطی ہے انھوں نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ مولانا مذکور کا بیان مذکور کفر نہیں امید ہے کہ اس الجھاؤ کو شرعی طور پر سلجھا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب

یہ حدیث صحیح ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کوئی زمین میں اللہ اللہ کہنے والا باقی رہے گا۔

---

[۱] حديقه نديه، ج:اول، ص:۲۰۵

[۲] قرآن مجيد، سورة النساء، آيت:۱۲۶

قیامت اسی وقت قائم ہوگی جب زمین میں اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین میں کوئی مسلمان باقی نہ رہ جائے گا، مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ کا ذکر بند ہو جائے گا، اور رسول کا ذکر کبھی بند نہ ہوگا جہالت اور ضلالت ہے اور جذباتی بات کہہ کر جاہل عوام سے داد حاصل کرنے اور پیسہ حاصل کرنے کی کوشش ہے بلکہ یہ مفضی ہے اللہ عزوجل کی شان گھٹانے کی جانب۔ اس مقرر پر بھی علانیہ توبہ فرض ہے اور جن لوگوں نے اس پر نعرہ لگایا ہو، اس پر واہ، واہ کیا ہو بلکہ جو سن کر خاموش رہے اُن پر بھی۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ زمین پر تمام انسان اور جن جو ایمان کے مکلّف ہیں، کافر ہو جائیں، کوئی مسلمان باقی نہ رہے گا اس وقت قیامت قائم ہوگی۔ جن وانس کے کافر ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ کا ذکر بند ہوگا۔ تمام فرشتے اللہ کا ذکر کریں گے، زمین کے فرشتے بھی اور آسمان کے فرشتے بھی۔ علاوہ ازیں حیوانات، نباتات، جمادات سب کی ایک زبان ہے، وہ اپنی اپنی زبان میں اللہ کی تسبیح بیان کریں گے، جیسا کہ آج بھی کرتے ہیں: ”كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ.[۱] اور فرمایا: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ.[۲] جس عالم نے کہا کہ تقریر صحیح ہے، اس پر بھی توبہ فرض ہے۔ اس قسم کی تقریر کرنے والے کا قصور کم ہے، قصور عوام کالانعام کا ہے کہ عوام ایسی ہی تقریروں کو پسند کرتے ہیں جن میں تُک بندیاں ہوں، الٹ پھیر ہو، خرافات ہو۔ ایسے ہی مقررین کو فرمائش کر کے منہ مانگا معاوضہ دے کر بلاتے ہیں اور ان کی تک بندیوں کو سن کر خوش ہوتے ہیں۔ ایک ایسے مقرر جن کی اجرت فی تقریر ڈھائی ہزار ہے علاوہ آمد ورفت کے کرایہ کے وہ اپنی تقریروں میں علانیہ کفر بکتے ہیں اور عوام ان کفریات پر واہ واہ کرتے ہیں، نعرہ لگاتے ہیں۔ بیٹھے تھے دینی معلومات کے لیے اور ایمان بھی گیا۔ انھوں نے ایک بار، جلسے میں بارش ہونے لگی تو کہا، یہ بے وقت کی بارش اللہ کی سازش۔ یہ کلمہ سن کر عوام محظوظ ہو کر ہنسنے لگے اور انھیں خبر بھی نہیں ہوئی کہ مقرر کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا بھی ایمان سلب ہو گیا۔ عوام کو مقررین کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ اللہ ہر جگہ پایا جاتا ہے

مسئولہ حاجی نعمت اللہ انصاری، موضع چتیر و پوسٹ باندو، تھانہ رنکا، پلاموں، ۲؍رجب ۱۴۰۴ھ

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلۂ ذیل میں کہ بہار شریعت حصہ پہلا عقائد کے بیان میں یہ ہے کہ غیب خواہ شہادت غیر خدا کے لیے ثابت کرے وہ کافر ہے۔ غیب تو پوشیدہ باتوں کو کہتے ہیں، لیکن شہادت کے کیا معنی اور مطلب ہوتا ہے۔ اس عبارت کا تفصیلاً جواب دیا جائے۔

(۲) جس طرح سے خدا کے حاضر وناظر ہونے کا ثبوت ہے، یا ہر جگہ پایا جاتا ہے، اسی طرح کیا حضور صلی اللہ

---

[۱] قرآن مجید، سورة النور، آیت: ٤١

[۲] قرآن مجید، سورة الجمعة، آیت: ١، پ: ٢٨.

علیہ وسلم کو بھی کائنات کی ہر جگہ میں حاضر وناظر مانا جائے یا نہیں؟

③ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب میں یا کلام پاک کے ترجمہ میں انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر کلام پاک کا یعنی شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے کلامِ پاک کے ترجمہ میں حاضر وناظر ہونے کا ہر جگہ میں لکھا ہے کہ نہیں، اس کا ثبوت دیا جائے۔

④ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر جا کر بوسہ لینا یا جالی مبارک کو چھو کر کے درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا بتلاوے تو وہ شخص کو کیا سمجھا جائے؟

الجواب

① آپ نے سوال میں جو عبارت نقل کی ہے وہ بہار شریعت میں کہیں نہیں اور عبارت بھی بالکل مہمل ہے غیب یا شہادت کا ثبوت کسی کے لیے ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں غیب وشہادت کا جاننا کسی کے لیے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ بہارِ شریعت حصہ اول میں یہی ہے۔ ص:۵ پر عبارت یوں ہے: ''وہ غیب وشہادت سب کو جانتا ہے علم ذاتی اس کا خاصہ ہے جو شخص علم ذاتی غیب خواہ شہادت کا غیر خدا کے لیے ثابت کرے کافر ہے۔ علم ذاتی کے یہ معنیٰ کہ بے خدا کے دیئے خود حاصل ہو۔ اس عبارت میں اور آپ کی نقل کردہ عبارت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شہادت سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ہمارے سامنے ہوں تفسیر جلالین میں ''**عالم الغیب والشھادۃ**'' کی تفسیر لکھی ''**السّر والعلانیۃ**''[۱] مدارک میں یہ تفسیر کہ ''**السّر والعلانیۃ اوالدنیا والآخرۃ اوالمعدوم والموجود**''[۲] اور خطیب میں یہ کی ''**الغیب ای الذی غاب من جمیع خلقہ۔ والشھادۃ ای الذی وجد فکان یحسہ ویطلع علیہ بعض خلقہ**''[۳] ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ غیب سے مراد پوشیدہ چیزیں ہیں یا صرف آخرت ہے یا معدوم یا غیب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو تمام مخلوقات سے غائب ہوں اس کے مقابل شہادت سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ظاہر ہوں یا شہادت سے مراد دنیا ہے یا موجود۔ یا ایسی موجود چیزیں جنھیں مخلوقات کے کچھ افراد محسوس کرلیں اور اس پر مطلع ہو جائیں۔ ان سب کی بنیاد یہ ہے کہ شہادت کے معنی حاضر ہونا ہے یہ مصدر ہے بمعنی اسم مفعول یا بمعنی اسم فاعل۔ یعنی وہ چیزیں جو حاضر ہوں۔ اب عالم الشہادت کے معنی یہ ہوئے جو ظاہر کو جاننے والا ہے۔ اور آیت کریمہ میں مراد علم ذاتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جو چیزیں ہماری نظروں کے سامنے ہیں ان کا بھی ہمیں علم بے عطائے الٰہی حاصل نہیں جو یہ اعتقاد کرے کہ جو چیزیں ہماری نظروں کے سامنے ہیں ان کا بھی علم ہمیں یا کسی کو بے عطائے الٰہی حاصل ہو وہ کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] تفسیر جلالین شریف ص: ٤٥٦

[۲] تفسیر نسفی، ج:٤، ص: ٢٤٤، سورۃ الحشر ٥٩، آیت: ٢٢، اصح المطابع، بمبئی

[۳] تفسیر الخطیب الشربینی، ج:٤، ص:٢٧٤، سورۃ الحشر ٥٩، آیت: ٢٢، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان.

۲۔۳ یہ کہنا کہ ”اللہ تعالیٰ ہر جگہ پایا جاتا ہے۔“ کلمۂ کفر ہے حدیقۂ ندیہ میں ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ ”مکانی زتو خالی نہ تو در ہیچ مکانی فھٰکذا کفر“[1] بات یہ ہے کہ جو چیز کسی جگہ میں ہوتی ہے جگہ اس کو گھیرے ہوتی ہے وہ جگہ میں محدود ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز نہ گھیر سکتی ہے اور نہ محیط ہو سکتی ہے۔ اسی طرح آپ نے جو یہ لکھا ”جس طرح خدا کو حاضر وناظر ہونے کا ثبوت ہے اسی طرح کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی کائنات کی ہر جگہوں میں حاضر وناظر مانا جائے یا نہیں؟ اس میں دو غلطی ہے۔ ایک یہ کہ حاضر کے معنی جسم کے ساتھ موجود ہونے والا ہے اور ناظر کے معنی آنکھ سے دیکھنے والا ہے، اللہ تعالیٰ جسم اور آنکھ سے پاک ہے۔ قرآن مجید یا حدیث میں کہیں اللہ عزوجل کو حاضر وناظر نہیں کہا گیا ہے، اور نہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کسی کتاب میں یا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کسی کتاب میں حاضر وناظر لکھا ہے، اور جو اس کا دعویٰ کرے وہ ثبوت لائے۔ اللہ عزوجل پر حاضر وناضر کا اطلاق کچہریوں سے پھیلا ہے۔ انگریزوں نے گواہوں سے یہ کہلانا ایجاد کیا کہ ہم اللہ عزوجل کو حاضر وناضر جان کر جو کچھ کہیں گے سچ کہیں گے۔ وہیں سے یہ بات عوام میں پھیل گئی، ورنہ اللہ عزوجل کو حاضر وناضر کہنا منع ہے۔ اسی طرح آپ نے جو یہ لکھا کہ ”اسی طرح“ آپ پہلے عقیدہ سمجھئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرح کسی بھی بندے کی کوئی صفت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی، واجب، قدیم ہے، اور بندے کی ہر صفت عطائی، ممکن حادث ہے اللہ کی طرح بندے کی کوئی صفت ماننا کفر ہے۔ یقیناً قرآن مجید میں اس کا ثبوت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناضر ہیں قرآن مجید میں فرمایا گیا ”**اِنّا ارسلنک شاھداً**“[2] شاہد کے اصل معنی حاضر ہی کے ہیں حدیث میں نماز جنازہ کی جو دعا وارد ہے اس میں یہ ہے۔ ”**اللّٰھم اغفرلحیّنا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا**“[3] اے اللہ ہمارے زندہ کو بخش دے اور ہمارے مردے کو بخش دے اور ہمارے حاضر کو بخش دے اور ہمارے غائب کو بخش دے۔ دوسری حدیث میں فرمایا: ”**فلیبلغ الشاھد الغائب**“[4] میرا پیغام جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے۔ اس لیے آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہوا، ہم نے تم کو حاضر بنا کر بھیجا، اور جب حضور حاضر ہیں تو ناظر بھی ضرور ہیں اس کے علاوہ حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”**سلوک اقرب السبل**“ میں فرماتے ہیں: باچندیں اختلافات وکثرتِ مذاہب کہ درمیان علماے امت است یک کس رادریں دائم“ مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بلا شائبۂ مجاز وتوہم تاویل وامت وباقی اندو بر احوال دائم حاضر وناظر اند۔[5] علماے امت کے درمیان کثیر اختلافات کے باوجود کسی ایک شخص کا اس مسئلہ میں

[1] حدیقه ندیه، ج:اول، ص:۲۰۵
[2] قرآن شریف، سورة الفتح ،ایت:۸، پ:۲۶.
[3] سنن ابن ماجه، ج:۱،ص:۱۰۷،۱۰۸، کتاب الجنائز باب ماء جاء فی الدعاء فی الصلوٰة علی الجنائز
[4] بخاری شریف، ج:۱،ص:۲۱، کتاب العلم، مطبع رضا اکیڈمی
[5] سلوك اقرب السبل بالتوجه إلى سيد الرسل على هامش اخبار الاخيار، ص:۵۵۔

کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ بغیر کسی معنی مجازی کے وہم اور تاویل کے شائبہ کے دائم وباقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر وناظر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک تک کسی کی رسائی ممکن نہیں، وہ چاروں طرف سے محفوظ ہے۔ ہاں جالیِ مبارک تک پہنچنا ممکن ہے، وہاں تک لوگ جاتے بھی ہیں۔ جالیِ مبارک کو بوسہ دینا ناجائز و گناہ نہیں البتہ کمالِ ادب وتعظیم یہی ہے کہ ہاتھ نہ لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک شعر کا حکم

مسئولہ شیخ ابوالحسن بقائی، فیل خانہ، ہوڑہ، کلکتہ، بنگال، ۲؍رجب ۱۴۱۰ھ

مسئلہ ایک محفلِ سماع میں یہ کلام پڑھا جارہا تھا کہ ؎

خدا نے اپنے سے اونچا کیا رُتبہ محمد کا — بڑھا کر شان اپنے سے کیا دوبالا محمد کا

ابھی کلام شروع ہی ہوا تھا کہ زید اپنی کوٹھی سے اترا اور آتے ہی کفر کا فتویٰ کھڑا کردیا اور کہا کہ یہ کلام کفر پڑھنا ناجائز وحرام، اس کا قائل کافر اور سامعین وغیرہ بھی کافر، یہ بھی کہا کہ کافر کی اولاد، مزید سامعین و متکلمین کو مردود وملعون ودیوث وغیرہ الفاظ سے خطاب کیا، بغیر کچھ دلیل کے محفلِ سماع کو بند کروادیا اور اس نے یہ بھی کہا کہ محفلِ سماع ناجائز وحرام ہے، شرم نہیں آتی، بند کرو یہ سب خرافات واہیات ہے۔ آیا واقعی محفلِ سماع ناجائز وحرام یا کفر ہے، جب کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے محفلِ سماع کی مکمل بحث اپنی کتاب ''کیمیاے سعادت'' میں کی جس میں کہا جائز ومباح۔ اگر واقعی یہ کلام کفر ہے تو کون سا کفر ہے۔ کفر فقہی یا کفر کلامی ہے یا نہیں جب کہ قائل تاویل کرنا چاہتا تھا مگر زید نے کہا کہ سوال پر سوال نہیں۔ دیگر ان فحش گالیوں کا سنی مسلمان کو دینا بلکہ یہ بھی کہا کہ تم سب وہابی سے بھی بدتر ہو۔ لہٰذا زید نے ان گالیوں سے مسلمانوں کو خطاب کیا، کیا اس کا گالی دینا شریف انسان کا کام ہے۔ اور یہ کہا کہ بڑی بڑی داڑھی اور بڑے بڑے بال رکھ کر فلمی ڈسکو ناچتے ہو تو کیا عالم علما کی زبانی سنا ہے کہ فحش گالی سے کلام کرنا، یہ بداصولوں کا شیوہ ہے۔ زید پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تفصیل سے نوازیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب

اس شعر کے دونوں مصرعے بظاہر کفر ہیں۔ شعر سن کر سب کے سمجھنے میں یہی آتا ہے کہ، اس شعر کا مطلب ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اپنے سے بھی اونچا اور دوبالا کیا، اور اس کے کفر ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ اس بنا پر اگر کسی نے قائل کو کافر کہہ دیا تو وہ ماخوذ نہیں۔ جمہور فقہا کا یہی مسلک ہے کہ اگر کسی کلام کا ظاہر معنی کفر ہو تو وہ تکفیر کرتے ہیں۔ مگر اس کلام کی تاویل ممکن ہے۔ عرف میں بولتے ہیں، فلاں نے اپنے

سے یہ کام کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر کسی کے کہے، دباؤ ڈالے اپنی مرضی سے کیا۔ اس شعر میں یہ معنی بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ عزوجل نے اپنے سے، اپنی مرضی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو اونچا کیا اور ان کی شان کو دوبالا کیا، اور یہ معنی اپنی جگہ درست ہے۔ اس لیے محققین فقہا اور متکلمین کے مذہبِ مختار پر قائل کو کافر کہنا درست نہیں۔ مگر اس قدر میں کلام نہیں کہ اس شعر کا قائل اور قوال اور سب سامعین پر توبہ و تجدیدِ ایمان وتجدیدِ بیعت وتجدیدِ نکاح ہے۔ درمختار میں ہے:

"وما فیه خلاف یؤمر بالتوبة والاستغفار."[1]

یہ دوسری بات ہے کہ زید کو اس بیہودگی اور بدتمیزی کے ساتھ بات نہیں کرنا چاہیے تھی، رفق، نرمی اور محبت سے سمجھانا چاہیے تھا۔ مسلمان کو گالی دینا حرام اور فسق ہے۔ حدیث میں ہے:

"امرنی ربی بمحق المعازف"[2] مجھے میرے پروردگار نے باجوں کے مٹانے کا حکم دیا۔

ہدایہ میں ہے: "ان الملاھی کلھا حرام."[3]

حضرت سیدنا نظام الشریعہ والطریقہ والحقیقہ والدین محبوب الٰہی قدس سرہ کا ارشاد "فوائد الفواد" اور "سیر الاولیا" میں منقول ہے کہ، فرمایا: "مزامیر حرام است۔" اور حضرت امام غزالی قدس سرہ نے "کیمیاے سعادت" میں جو کچھ تحریر فرمایا، وہ خاص شرائط کے ساتھ خاص حالات میں کسی مرشد کامل، جامع شریعت وطریقت مرشد کی خصوصی ہدایت کے بعد ہے۔ اس کے شرائط میں سے خاص شرط یہ ہے کہ قوال اور سب سامعین اس کے اہل ہوں۔ اور یہ جو آج کل کے جاہل پیروں نے رسم بنا رکھی ہے کہ بلا ضرورت فساق، فجار قوال وسامعین غیر اہل کی موجودگی میں مجمعِ عام میں علانیہ قوالیاں سنتے اور سناتے ہیں، بالاتفاق حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رأیت ربی فی سکک المدینة کی توجیہ

مسئولہ سرور حسین صاحب محلّہ بشنی پور بلیا (یو. پی.)، ۵؍ ربیع الآخرہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عالم نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کبار یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے مدینہ میں خدا کو چلتے پھرتے دیکھا ہے، پھر یہ کہا کہ حضور نے فرمایا ہے۔

"من رأنی فقد رأی الحق"

جس نے مجھ کو دیکھا اس نے خدا ہی کو دیکھا یہ بھی کہا کہ رخ مصطفیٰ میں خدا نظر آتا ہے۔ ان عالم

---

[1] در مختار، ج:٦، ص:٣٩٠، کتاب الجهاد باب المرتد، مطبع زکریا۔

[2] مشکوٰۃ شریف، ص:٣١٨، باب الخمر، مطبع مجلسِ برکات، جامعه اشرفیه

[3] هدایه اخیرین، ج:٤، ص:٤٣٩، کتاب الکراهة، مطبع مجلسِ برکات، جامعه اشرفیه

صاحب کے یہ اقوال کہاں تک صحیح ہیں اور پوری حدیث کیا ہے اور اس کا صحیح مطلب علماے اہل سنت کے نزدیک کیا ہے؟ بینوا.

الجواب

میں ساڑھے تین ماہ سے مسلسل آنکھ کی شدید تکلیف میں مبتلا ہوں، اس لیے اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کرنے سے قاصر ہوں، پڑھنا لکھنا بند ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ ایسی کوئی حدیث نہیں کہ کسی صحابی نے یہ کہا ہو کہ میں نے خدا کو مدینہ میں چلتے پھرتے دیکھا ہے، ہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ضرور منقول ہے۔

"رأیت ربّی فی سکک المدینۃ" میں نے اپنے پالنے والے کو مدینہ کی گلیوں میں دیکھا ہے۔

اس کی دو تاویل ہے، ایک رب کے معنی لغوی مراد ہے۔ یعنی پالنے والا، پرورش کرنے والا یہ محاورہ قرآن کریم میں موجود ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کے بارے میں فرمایا:

"اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ."[1] وہ میرا پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ (رأیت) دیکھا میں نے اُسے، بیداری میں دیکھنا مراد نہیں ہے، بلکہ خواب میں دیکھنا مراد ہے۔ یہ محاورہ بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں: "اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الآیۃ."[2] ایک تاویل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ میں نے رب تبارک وتعالیٰ کا جلوہ مدینہ میں دیکھا۔ جلوہ سے مراد تجلیاتِ ربانی ہیں۔ حدیث: "من رانی فقد راءَ الحق."[3] میں الحق سے مراد یقینی واقعی ہے۔ اس پر دلیل حدیث کا دوسرا ٹکڑا ہے: "فإن الشیطٰن لا یتمثل بی."[4]

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے واقعی مجھی کو دیکھا، اس لیے کہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ اس حدیث میں الحق سے مراد اللہ تعالیٰ بھی ہوسکتا ہے، اور مراد یہی ہوگا۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرأتِ ذات الٰہی ہیں۔ یہ کہنا کہ رخِ مصطفیٰ میں خدا نظر آتا ہے، مذکورشدہ معنی کے اعتبار سے درست ہے۔ یعنی یہ کہ رخ مصطفیٰ میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس کی تائید اس حدیثِ صحیح سے ہوتی ہے: "خلق آدم علیٰ صورتہ."[5] اللہ عزّ وجل صورتِ پاک سے مراد وہی ہے کہ اللہ عز وجل نے اپنی تجلی خاص حضرت آدم علیہ السلام کی ذات میں ودیعت فرمائی۔ علما کو لازم ہے کہ ایسی باتوں کو بیان کرنے سے عوام کے سامنے اجتناب کریں، جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہوں، جن کو سن کر لوگ تشویش میں مبتلا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

[۱] قرآن شریف، سورۃ الیوسف ،ایت:۲۳، پ:۱۲. [۲] قرآن شریف، سورۃ الیوسف ،ایت:٤، پ:۱۲.

[۳] بخاری شریف، ج:۲،ص:۱۰۳٦ [٤] حوالۂ مذکور

[۵] بخاری شریف، ج:۲۔ص:۹۱۹، کتاب الاستیذان باب بدء الاسلام، رضا اکیڈمی

یہ کہنا کہ اگر اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے تو حضور نے کیسے دیکھا؟ یہ کہنا کفر ہے کہ امام مہدی نے قرآن میں ترمیم کیا ہے!

مسئولہ محمد ضامن علی قادری رضوی، مقام و پوسٹ پچھمی پور بازار، گورکھ پور، ۳ر جمادی الاخرہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ ① کیا فرماتے ہیں علماے اہلِ سنت اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا اگر ایک ہے تو اس کے لیے جسم کا ہونا ثابت ہے چاہے وہ جس طرح کا ہو اور خدا شاہ کار ہے یعنی جسم والا نرا کار نہیں ہے اس لیے بہونرا کار (बहु निराकार) ہوگا۔ اس کو گنتی کے اندر نہیں لا سکتے، کیوں کہ جو نرا کار ہوگا اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، اس لیے خدا نرا کار نہیں ہے، بلکہ شاہ کار ہے۔ اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا ہے اور کئی حدیثوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نرا کار نہیں ہے، بلکہ شاہ کار ہے، اس لیے کہ نرا کار کا مطلب یہ ہے کہ جو دکھائی نہ دے اور اگر خدا کو نرا کار مان لیا جائے تو قباحت یہ لازم آئے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو دیکھا؟

② امام مہدی کس ملک میں پیدا ہوں گے اور وہ قرآن پر عمل کریں گے یا قرآن کو منسوخ کر دیں گے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی نو سو نوے (۹۹۰) ہجری میں پیدا ہو چکے اور انھوں نے قرآن کی کچھ آیتوں میں ترمیم کر دی ہے جیسے قربانی اور خدا کے جسم نہ ہونے والی آیتوں کو۔

الجواب

① اس قسم کے مہملات بھیج کر میرا وقت ضائع نہ کریں۔ میں نہیں جانتا کہ نرا کار، شاہ کار کیا بلا ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل جسم سے پاک ہے، کیوں کہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور مرکب حادث نو پیدا اور اللہ عزوجل قدیم ازلی ابدی، اس لیے اللہ عزوجل کے لیے جسم ماننا کفر، نیز جو جسم ہوگا وہ محدود اور محاط ہوگا، متناہی ہوگا اور اللہ عزوجل اس سے منزہ کہ اسے کوئی چیز محیط ہو یا وہ متناہی ہو، اس لیے بھی اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ دکھائی دینے کے لیے جسم والا ہونا ضروری نہیں، بلکہ بر بنائے تحقیق جسم کا دکھائی دینا محال۔ ہم جسم کے رنگ روپ اور ڈیل ڈول کو دیکھتے ہیں، جسم کو نہیں دیکھتے۔ روشنی اور اندھیرا جسم نہیں مگر ہم دیکھتے ہیں، اس لیے یہ استدلال فاسد ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو دیکھا تو وہ جسم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② یہ کہنے والا گم راہ، بددین بلکہ کافر و مرتد ہے۔ یہ غالباً ان گم راہ فرقوں کے افراد ہیں جو دسویں ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور مکہ معظّمہ میں مطاف کے اندر ہوگا اور وہ قرآن اور شریعت کے مطابق عمل کریں گے، قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے۔ قرآن مجید میں تبدیلی ناممکن ہے۔ اللہ عزوجل

فرماتا ہے:

"اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُونَ."[1]

ترجمہ: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

جو قرآن میں تبدیلی کو ممکن مانے وہ کافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

پیر کے لیے رحیم، عطوف، کریم، قیوم کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟

مسئولہ نثار احمد، دار العلوم قادریہ حبیبیہ، ۴۲-نند وگوش روڈ، کافور گلی، ہوڑہ، بنگال، ۲؍ جمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ ① کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ذیل میں کہ زید رحیم وکریم، عطوف، قیوم، رؤف وغیرہ صفات کا اطلاق اپنے استاذ و پیر کی شان میں کرتا ہے اور دلیل میں پیش کرتا ہے کہ قیومیت، فردانیت وغیرہ ولایت کے مراتب میں سے ہیں۔ آیا از روئے شرع غیر خدا کے لیے صفات مذکورہ کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ جو بھی جواب عنایت فرمائیں مدلل فرمائیں۔

② اگر زید عالم نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں سجدۂ تعظیمی کے جواز کا فتویٰ دیا اور دلیل میں حدیث پاک اور دیگر علما و محدثین کے اقوال بھی نقل کیے اور عدم جواز پر جو دلیلیں ملیں ان کی تاویلات بھی کیں اور تاویلات میں بھی نیت بخیر رہی ہو تو کیا ایسے عالم سے حسنِ عقیدت رکھنا، ان کی تعریف وتوصیف کرنا، قبر پر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

اگر بالفرض بکر نے زید عالم کی شان میں کچھ لکھا تو اس کو تلف کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ جواز کا قول محبوب الٰہی نے کیا ہے، اگر چہ جمہور علما وفقہا اس کی حرمت کے قائل ہیں اور حرمت کا فتویٰ بھی دیا جاتا ہے، مگر دیدہ ودانستہ اس زید عالم مذکور سے جمہور کے خلاف جواز کا قول صادر ہوا ہو تو کیا ایسی صورت میں بھی عند الشرع فاسق وفاجر ٹھہرے گا یا نہیں؟ جو بھی جواب دیں، دلیل کے ساتھ ارقام فرمائیں۔

الجواب

① رحیم، عطوف، رؤف، کریم، ان اسما کا اطلاق بندوں پر قرآن و احادیث میں وارد ہے۔ ارشاد ہے: "**وبالمؤمنین رؤف رحیم.**" حدیث میں ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے: "**الکریم ابن الکریم.**" حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور کی مدح میں عرض کیا: "**عطوف علیھم لا یثنی جناحه.**" اس لیے کسی بھی عالم یا شیخ کو رحیم، کریم، رؤف، عطوف کہہ سکتے ہیں۔ لیکن قیوم کا اطلاق ایک ہزار سال تک غیرِ خدا پر کہیں نہیں آیا ہے، قرآن وحدیث میں تو کیا ہوتا اقوالِ علما میں بھی کہیں وارد نہیں۔ میں نے علمائے اہل سنت سے سنا ہے کہ قیوم کا اطلاق غیر خدا پر جائز نہیں۔ میں نے خود کہیں یہ تصریح نہیں

[1] قرآن مجید، سورۃ الحجر، آیت: ۹، پ: ۱۳

دیکھی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ قیوم مبالغہ کا صیغہ ہے، اس لیے اس کا اطلاق غیر خدا پر درست نہیں۔ اس کو یوں سمجھیے، جلالین میں "القیوم" کے تحت ہے: "المبالغ فی القیام بتدبیر خلقه." یہ اپنے معنی وضعی کے ساتھ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ بندوں میں اگر قیام بتدبیر خلق پایا جائے گا تو وہ بہ نسبت اللہ عزوجل کے انتہائی قلیل ہوگا۔ تو اب مخلوق پر "المبالغ فی القیام" درست نہ ہوگا۔ رہ گیا یہ کہنا کہ یہ اولیاے کرام کے مدارج میں سے کوئی درجہ ہے تو اس کا کوئی ثبوت ایک ہزار سال تک اولیاے کرام کے اقوال میں کہیں نہیں ملتا۔ اب اگر بالفرض کسی نے کسی کو قیومِ زماں کہہ دیا تو وہ دلیل جواز نہیں۔ اولاً ثبوت کے لیے قطعیت چاہیے، یعنی یہ کہ واقعی فلاں صاحب نے یہ کہا ہے۔ اولیاے کرام کی طرف منسوب کتابوں میں الحاقات بے شمار ہیں، بلکہ خدا ناترسوں نے اپنے جی سے کتابیں گڑھ کر بزرگوں کی طرف منسوب کر دی ہیں جیسے "غنیۃ الطالبین" سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اور "البلاغ المبین، تفہیمات" وغیرہ شاہ ولی اللہ صاحب کی طرف۔ اور اگر قطعیت کے ساتھ یہ ثابت بھی ہو تو لغزش سے کون محفوظ ہے۔ علما تصریح فرماتے ہیں: "کلٌ مردودٌ علیه قوله ما خالف الکتاب والسنة والاجماع." عطوف کا اطلاق غیرِ خدا پر علما کے ارشادات میں بھی ہے۔ ایک صاحب عرض کرتے ہیں: "عطوف رؤف من یسمی با حمد." واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر کسی شخص نے اپنے قلتِ علم اور قلت تتبع کی بنا پر حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کے ارشاد پر اعتماد کر کے سجدۂ تعظیمی کے جواز کا قول کیا تو وہ کافر یا فاسق نہیں، جیسا کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں تحقیق فرمائی ہے۔ بناءً علیہ اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں سجدۂ تعظیمی کو حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ پر اعتماد کرتے ہوئے جائز کہتا، ولی مانتا ہے، اس کی قبر پر فاتحہ پڑھتا ہے، اس کے ساتھ عقیدت رکھتا ہے تو وہ قابلِ ملامت نہیں۔ ہاں اب جب کہ سجدۂ تعظیمی کی حرمت دلائل شرعیہ سے ثابت ہو چکی پھر بھی سجدۂ تعظیمی کو جائز کہے تو وہ ضرور فاسق ہے۔ سائل نے یہ بھی لکھا ہے کہ سجدۂ تعظیمی کا جواز احادیث سے ثابت ہے، اگرچہ اس نے یہ صراحۃً نہیں لکھا ہے، مگر سائل کے کلام سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے، یہ غلط ہے۔ حضرت ابوخزیمہ والی جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ خصائص میں سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص انھیں اس وقت اس کی اجازت دی تھی، اس لیے اسے دلیل بنانا صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ خدا پر بھروسا نہیں، کفر ہے

مسئولہ نعمت اللہ، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو. پی. ۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ

مسئلہ زید نے اپنی سسرال میں یہ خبر دی کہ اپنی لڑکی کو آ کر لوا جائیں۔ زید کے خسر لوانے کے لیے گئے تو معلوم ہوا کہ زید نے ایک اور شادی کر لی ہے۔ خسر صاحب اپنی لڑکی کو جب لوا کر آنا چاہا تو زید نے بچوں کو ماں

کے ساتھ جانے سے روک دیا۔ خسر نے کہا کہ میں پندرہ دن کے اندر پہنچا دوں گا۔ زید تیار نہیں ہوا، تو خسر نے کہا ، خدا کی قسم پہنچا دوں گا۔ مگر زید نے کہا، صرف اپنی لڑکی کو لوا جائیں۔ خسر نے کہا کہ میاں یقین کرو کہ میں پہنچا دوں گا۔ زید نے پھر انکار کیا تو خسر نے کہا، میاں میں نے خدا کی قسم کھا کر کہا ہے، بھروسہ کرو، فرق نہیں پڑے گا۔ اگر میرے اوپر بھروسا نہیں تو کیا قسم کا بھی اعتبار نہیں، خدا کا بھروسا رکھو۔ تو زید نے کہا کہ مجھے اس کا بھی بھروسا نہیں ہے۔ تو خسر نے کہا، کیا خدا کا بھی بھروسا نہیں ہے؟ تو زید نے کہا کہ خدا پر بھی بھروسہ نہیں ہے۔

صورتِ مسئولہ میں زید پر شرعی کیا حکم نافذ ہوگا اور اس کی بیویاں نکاح میں ہیں یا نہیں۔ اگر نکاح سے نکل گئی ہوں تو کیا تجدیدِ ایمان کے بعد تجدیدِ نکاح کے لیے عورت کی رضا ضروری ہے، یا عورت آزاد ہو جاتی ہے کہ چاہے تو اپنے سابق شوہر سے نکاح کرے یا دوسرے سے؟

الجواب

زید اس کہنے سے کہ خدا پر بھروسا نہیں ہے، کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس کی بیوی کو اختیار ہے کہ مدت عدت گزارنے کے بعد کسی اور سے نکاح کرے۔ اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اپنی بیوی کو رکھنا چاہے اور وہ راضی بھی ہو تو نئے سرے سے نکاح کرے۔ درمختار میں ہے:

”و يبطل منه ما يعتمد الملة و هي خمس النكاح والذبيحة والصيد. الخ“[1]

اگر یہ شخص توبہ و تجدیدِ ایمان کر لے تو بہتر ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر لیں۔ اگر مر جائے تو اس کے کفن دفن میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ اللہ عزوجل سے غلطی ہو سکتی ہے، کفر ہے

مسئولہ عقیل احمد، این.ٹی.پی.سی، بینا پروجیکٹ، بردانی کالونی، ضلع سون بھدر، یو. پی ۲۴؍ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

مسئلہ ① ایک لڑکی کھانا بنا رہی تھی، اتفاق سے چاول گیلا ہو گیا تو اس کی ماں کہتی ہے کہ گیلا ہو گیا تو ہو جانے دو، جب کہ اتنے بڑے خدا سے غلطی ہو سکتی ہے کہ کسی انسان کو مساوی نہ بنایا، کسی کو کالا، تو کسی کو گورا، کسی کو مال دار تو کسی کو غریب، تو تم سے غلطی ہوئی تو کون سی بڑی بات ہے؟

② وہی عورت جو سوال مذکور میں ہے، جب اس سے کہا گیا کہ کیوں نہیں نماز پڑھتی ہے، نماز پڑھا کرو، تو جواب میں کہتی ہے کہ نماز وہ شخص پڑھے یا عملِ خیر کرے جو گنہ گار ہو اور وہی شخص نماز پڑھتا ہے جو گنہ گار رہتا ہے؟

③ یہ ہے کہ وہی عورت دورانِ گفتگو یہ کہہ دی کہ دینِ اسلام سے اچھا تو ہندو اور دیوبندی ہیں کیوں کہ ان

[1] در مختار، ج:٦، ص:٣٩٤، كتاب الجهاد باب المرتد، مطبع زكريا

کے مذہب میں بہت چھوٹ اور آسانی ہے۔ از روے شرع اس عورت پر کیا حکم نافذ ہوں گے؟ جواب سے نوازیں، نیز یہ کہ اس عورت کو ان اقوالِ شنیع پر تنبیہ بھی کی گئی کہ ایسا قول نہ کرو، اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے، تم توبہ کرو، تمہارے اوپر توبہ اور تجدیدِ ایمان لازم ہے تو وہ عورت غرور اور تکبر اور ہٹ دھرمی پر اصرار کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اپنا قرآن وحدیث اپنے پاس رکھو، بہت بڑے قرآن وحدیث والے بنے ہو۔ اور یہ عورت قریبی پڑوسی بھی ہے اور ان اقوال کی اطلاع اس کے شوہر کو بھی ہوئی تو اس نے بھی تائید کی اور غرورانہ انداز میں یہ کہا کہ ہم سے بھی زیادہ جاننے والا کوئی ہے۔ نیز اس کے گھر ٹی وی بھی لگی ہوئی ہے۔ تعلقات رکھنے سے یا آنے جانے سے بچوں پر غلط اثر پڑ رہا ہے اور میرے لیے ضرر ہی ضرر ہے کہ قولِ شنیع سننے کو ملتے ہیں، جس سے معاشرہ وعادت پر غلط اثر پڑ رہا ہے، تو ہم ان وجوہ کے تحت اس کے ساتھ کیسا سلوک و برتاؤ قائم رکھیں۔ مفصل جواب سے نوازیں، کرم ہوگا۔

الجواب

یہ عورت متعدد کفریہ کلمات بکنے کی وجہ سے کافر ومرتد ہوگئی، اسلام سے خارج ہوگئی اور ظاہر روایت کی بنا پر اپنے شوہر کے نکاح سے نکل گئی۔ نیز جب اس کے شوہر نے اس کی تائید کی، وہ بھی کافر ومرتد ہوگیا، اور بہ اتفاقِ علما نکاح فسخ ہوگیا، اس کی عورت اس کے اوپر حرام ہوگئی۔ اس کے بعد جتنی قربت ہوئی، زنا خالص ہوئی، اس سے جو اولاد ہوگی اولادِ زنا ہوگی۔ شوہر اور بیوی دونوں پر فرض ہے کہ بلا تاخیر کفریہ کلمات سے توبہ کریں، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں اور دوبارہ نئے مہر پر نکاح کریں۔ اس عورت نے پہلے یہ کفر بکا کہ اتنے بڑے خدا سے غلطی ہوسکتی ہے۔ دوسرا کفر یہ بکا کہ نماز وہ پڑھے جو گنہ گار ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے اعتقاد میں جو گنہ گار نہ ہوا اس پر نماز فرض نہیں نیز اس نے اپنے آپ کو گناہ سے پاک بتایا، جب کہ سب سے بڑا گناہ نماز نہ پڑھنا ہے۔ گویہ نماز چھوڑنے کو گناہ ہی نہیں سمجھتی، یہ خود کفر ہے۔ تیسرا کفر صریح یہ بکا کہ دین اسلام سے اچھا ہندو اور دیوبندی ہیں اور چوتھا کفر یہ ہے کہ اس نے یہ بکا، اپنا قرآن وحدیث اپنے پاس رکھو۔ شوہر نے اس کی تائید کی تو وہ بھی کافر ہوگیا۔ ارشاد ہے: ”اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ.“[1] اگر یہ دونوں توبہ، تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح نہ کریں تو ان سے میل جول، سلام کلام، خورد ونوش بند کر دیا جائے۔ اگر یہ مر جائیں تو ان کے کفن دفن، نمازِ جنازہ وغیرہ میں شرکت جائز نہ ہوگی۔ یقیناً بچوں کو ان کے گھر ہرگز ہرگز جانے نہ دیا جائے۔ جب یہ دونوں میاں بیوی کافر ومرتد ہیں تو اس کی کیا شکایت کہ گھر میں ٹی وی رکھے ہوئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت: ۱٤۰، پ: ۵

کیا اللہ تعالیٰ کسی کو 'میرے لال' کہہ سکتا ہے؟

مسئولہ محمد یٰسین اشرفی، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو. پی ۱۴؍رجب ۱۴۱۴ھ

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو 'میرے لال' کہہ سکتا ہے۔ اگر کہہ سکتا ہے تو میرے لال کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ جو صورت پیدا ہو جائے اس کے بارے میں فتویٰ پوچھنا چاہیے، سوچ سوچ کر انہونی باتوں کو ممکن مان کر سوال کرنے سے سخت ممانعت ہے۔ اللہ عزوجل نے آج تک نہ کسی کو میرے لال کہا ہے اور نہ کہے گا، تو پھر اس سوال سے آپ کو کیا فائدہ؟ ہمارے عرف میں لال اولاد کو کہتے ہیں، اور کبھی پیارے کے معنی میں بھی بولتے ہیں، لیکن پہلا معنی زیادہ شائع اور ذائع ہے، مشہور و معروف ہے، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل کسی کو میرے لال کہے۔ کیوں کی کوئی مشہور معنی کو سامنے رکھ کر اسے دلیل بنا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولاد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کو سلام کرنا ممنوع ہے

مسئولہ محمد شریف، سعودیہ عربیہ ہائی اسکول، ادرونی، کرنیل، آندھرا پردیش، یکم صفر ۱۴۱۰ھ

مسئلہ یہاں ایک مقامی مسجد میں شعبان کے پہلے جمعہ کے موقع پر اردو تقریر کے دوران معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عنوان بنا کر ایک مقرر صاحب نے یہ بیان دیا کہ شب معراج سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مقامِ قاب قوسین میں پہنچے تو سلام کیے بغیر اللہ سے راست کلام شروع کیا اور کہا: **التحیات للّٰہ والصلوٰات والطیبات**. تو اس کے جواب میں اللہ نے سرکار سے فرمایا: **السلام علیک ایھا النبی**.'' اس کے جواب میں اگر اللہ کو سرکار وعلیکم السلام کہہ دیتے تو خدا محتاج ہوتا میرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا۔ یہ بیان مولانا نے دیا، اب آپ از روے شرع یہ معلوم فرمایئے کہ ان صاحب کا یہ بیان کیسا ہے اور کیا اس طرح کا بیان دینے والا خدا کی صمدیت کا انکار کر کے کہیں مرتد تو نہیں ہو گیا۔ براہِ کرم جواب ارسال فرمائیں۔ فقط

الجواب

مقرر صاحب نے جہاں تک واقعہ بیان کیا وہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بارگاہِ قدس میں حاضر ہوئے تو عرض کیا: **التحیات للّٰہ والصلوٰات والطیبٰت**. اس کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ**، الی آخر الحدیث.'' لیکن

مقرر صاحب نے جو نکتہ آفرینی کی وہ مخل کلام اور سخت محل نظر ہے۔ یہ کہنا کہ حضور نے سلام نہیں کیا، اس سے مقرر صاحب کی مراد یہ ہے کہ جیسے بندے جب آپس میں ملتے ہیں جس صیغے سے ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، یہی وہاں بھی کرنا چاہیے تھا۔ یہ مقرر صاحب کی غلطی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ عرض کیا، یہ بمنزلۂ سلام ہی ہے۔ ملاقات کے وقت جو سلام کیا جاتا ہے اس کو تحیت بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں سلام کو تحیت ہی سے تعبیر فرمایا ہے:

"إِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا."[1] اور جب تمھیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ میں جواب کہو یا وہی کہہ دو۔

اور اللہ عز وجل نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تحیت کا جواب تھا۔ جواب کا جواب نہیں ہوتا۔ اللہ عز وجل کو مخاطب کر کے السلام علیکم یا علیکم السلام کہنا ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے:

"لا تقولوا السلام على الله فإن الله هو السلام."[2] یہ نہ کہو، سلام ہو اللہ پر اس لیے کہ اللہ سلام ہے۔

مگر نکتہ آفرینی کی وجہ سے یہ مقرر کافر و مرتد نہیں ہوئے، خاطی ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا ممنوع ہے

مسئولہ محمد معین اشرفی، انجمن اسلامیہ جالور راجستھان ۱۳ رجب ۱۴۰۹ھ

مسئلہ زید کا قول: خدا ہر جگہ حاضر وناظر بایں معنی کہ ذرہ ذرہ تہہ بہ تہہ میں اللہ حاضر ہے، معاذ اللہ۔ جب کہ علامہ احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے جاء الحق ص: ۱۳۵ پر ارشاد فرمایا کہ ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں، خدا ئے پاک جگہ اور مکان سے پاک ہے۔ بکر کا قول: اللہ کو ہر جگہ حاضر وناظر ماننا کفر ہے اس لیے کہ حاضر وناظر کے تین معنیٰ ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثلِ کفِ دست دیکھنا، ایک ہی ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا کوس پر کسی کی مدد کر دینا، جسم یا جسمِ مثالی کا متعدد جگہ موجود ہونا۔ یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی۔ قرآن وحدیث کی رو سے وضاحت فرما کر مشکور ہوں اور زید پر حکم نافذ فرمائیں۔

الجواب

حاضر کے لغوی معنی جسم کے ساتھ موجود ہونا اور ناظر کے معنی آنکھ سے دیکھنا ہے۔ جیسا کہ علامہ سعید احمد کاظمی نے اپنے رسالہ تسکین الخاطر میں تحقیق فرمائی ہے اسی طرح جگہ کے معنی فضا کے اس خالی حصہ کے ہے جسے

---

[1] قرآن مجید، سورۃ النساء آیت: ۸۶، پ: ۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل، ج: ۱/ ص: ۴۳۱

کوئی چیز بھرے۔ اللہ تعالیٰ جگہ سے بھی پاک ہے، اس لیے کہ جو چیز کسی جگہ ہوتی ہے وہ محدود ہوتی ہے۔ جسے فضا گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل ہر چیز کو محیط ہے، غیر متناہی بالفعل اسے کوئی چیز گھیر نہیں سکتی، ارشاد ہے: ''وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا.''[۱] اللہ عزوجل کو کسی جگہ ماننا اس آیت کا انکار ہے۔ اسی لیے حدیقۂ ندیہ میں فرمایا۔ اگر کسی نے یہ کہا: ''مکانی زتو خالی نہ تو در ہیچ مکانی''[۲] تو کافر ہو جائے گا۔ اسی لیے بعض علما نے فرمایا کہ اگر کوئی اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہے تو کافر ہو جائے گا۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ اگر اس کی مراد معنی مذکور ہو یعنی جسم کے ساتھ موجود ہونا اور آنکھ سے دیکھنا، جب وہ کافر ہوگا ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے:''ویا حاضر و ناظر لیس بکفر.''[۳] اس کے تحت شامی میں ہے:''فان الحضور بمعنى العلم شائع والنظر بمعنى الروية فالمعنٰى يا عالم يا من يرى.''[۴] مگر اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنا ممنوع ضرور ہے۔ ایسا لفظ جو ایسے معنی کے محتمل ہو جس کا اطلاق شرعاً اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ممنوع ہو اگر چہ وہ کوئی معنی صحیح بھی رکھتا ہو، ایسے الفاظ کا اطلاق ممنوع ہے۔ اس کی مثال لفظ ''راعنا'' ہے۔ صحابۂ کرام یہ لفظ بول کر معنی صحیح مراد لیتے تھے، مگر یہود یہ بول کر خبیث معنی مراد لیتے تھے، مگر قرآن نے منع فرمایا۔ اسی طرح جب حاضر و ناظر کا ایک معنی ایسا ہے کہ اس کا اطلاق باریِ تعالیٰ پر کفر ہے تو اگر چہ دوسرا معنی صحیح بھی ہے، اس کا اطلاق باریِ تعالیٰ پر ممنوع ہی رہے گا۔ ردالمُحتار میں ہے''مجرد ايهام اللفظ ما لا يجوز كاف فى المنع.''[۵] واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ اگر آپ لوگ اپنی عبادت سے اللہ کا پیٹ بھریے گا الخ

مسئولہ محمد اختر حسین نوری، ۲۸؍ صفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ذیل میں: زید مدرسہ کا مدرس، مسجد کا امام ہے، میلادِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے کے لیے مدعو کیے گئے۔ دورانِ تقریر انھوں نے جملہ''اگر آپ لوگ اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ کا پیٹ بھریے گا تو اللہ تعالیٰ آپ کا پیٹ بھی بھرے گا۔'' استعمال کیا۔ بکر اس میلادِ پاک میں موجود تھا۔ انھوں نے اس جملہ پر متنبہ کیا اور کہا کہ آپ نے بہت گندا جملہ استعمال کیا ہے، جس سے توبہ لازم ہوتی ہے، لہٰذا آپ توبہ کر لیں۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ آپے سے باہر ہو گیا اور تاویل شروع کر دی کہ ہم پیٹ سے مراد عبادت لیتے ہیں۔ بکر نے کہا، صریح کے اندر تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی، آپ توبہ کر لیں، مگر اس نے توبہ کرنے سے انکار کیا اور اکڑ گیا کہ میرا یہ جملہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ بکر نے کہا کہ آپ کے اس جملہ سے پروردگارِ عالم

---

[۱] قرآن مجید، سورة النساء، آیت: ۱۲۶، پ: ۵
[۲] حديقة نديه، ج: اول، ص: ۲۰۵
[۳] در مختار، ج: ۶، ص: ۴۰۸، کتاب الجهاد باب المرتد، مطبع زکریا
[۴] رد المحتار، ج: ۶، ص: ۴۰۸، کتاب الجهاد باب المرتد، مطبع زکریا
[۵] رد المحتار، ج: ۹، ص: ۵۶۹، کتاب الحضر والاباحة باب الاستبراء، مطبع زکریا

کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے، حالاں کہ پروردگار کی ذات ازلی ابدی ہے اور جمیع عوارض جو انسان کے لیے ہوتے ہیں ان سبھوں سے پاک ومنزہ ہے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ فریقین میں سے کون حق پر ہیں؟ اور وہ جو باطل پر ہیں منجانب شریعت ان پر کیا احکام وارد ہوتے ہیں۔ دلائلِ باہرہ سے اس مسئلے کو حل فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں۔ بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب.

الجواب

زید پر فرض ہے کہ توبہ اور تجدید ایمان اور نکاح کرے۔ بکر کے سمجھانے پر زید اکڑ گیا مگر زید کے اکڑنے سے کام نہیں چلے گا، توبہ وتجدیدِ ایمان و نکاح سے چلے گا۔ زید نے جس دن یہ جملہ کہا ہے، اس دن سے جتنی نمازیں لوگوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں، سب کو پھر سے پڑھیں۔ ایک نماز بھی اس کے پیچھے پڑھنے والوں کی نہیں ہوئی۔ اگر زید توبہ وتجدیدِ ایمان و نکاح کر لے فبہا۔ نہ کرے تو اس کو مسجد کی امامت اور مدرسہ سے فوراً علاحدہ کریں، سلام وکلام، میل جول بند کر دیں۔ پیٹ سے عبادت مراد بتانا ایسا ہی ہے جیسے آم بول کر املی۔ یہ تاویل نہیں اپنے کلام کے مدلول کی تحریف ہے۔ تاویل سنی جاسکتی ہے تبدیل نہیں سنی جائے گی۔ دنیا کی کسی لغت میں پیٹ بھرنے کے معنی عبادت کے نہیں، نہ لغوی، نہ عرفی، نہ شرعی، نہ ظاہر، نہ خفی، نہ حقیقی، نہ مجازی۔ اس لیے زید کی بات عندالشرع نامسموع ہے۔ درمختار میں ہے: "وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها کقوله ان اللّٰه تعالیٰ جسم کا الاجسام."[۱] اس کے تحت شامی میں ہے: "وکذا لو لم یقل کالاجسام."[۲] واللہ تعالیٰ اعلم۔

سب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہیں

مسئولہ عبدالعلی شاہ، شاہ میڈیکل ہال ڈھوڈھر، ضلع ایم پی

۱ سب انسان باریِ تعالیٰ کی طرف فقیر ہیں یا نہیں؟

۲ اللہ تعالیٰ جل شانہ عم نوالہ غنی اور حمید ہے یا نہیں؟

الجواب

بے شک سب انسان اللہ عز وجل کے حضور فقیر محتاج ہیں۔ بلاشبہہ اللہ عز وجل غنی وحمید ہے، مالک الملک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ خود فرماتا ہے:

"تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ."[۳]

---

[۱] درِ مختار، ص:۳۰۰، ج:۲، کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

[۲] در مختار، ج:٦، ص:۳۰۱، کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

[۳] قرآن مجید، سورۃ الِ عمران، آیت:۲٦، پ:۳

جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے، جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔

❷ اسی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ تم فرمادو: "قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ." [1] فرمادو میں اپنی جان کے بھلے برے کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ یعنی اس نے جتنے کا مالک بنایا اور بنائے گا، اس کا میں بھی مالک ہوں۔ ان آیات اور ان کے علاوہ کثیر آیات واحادیث سے ثابت کہ انبیاے کرام واولیاے عظام کو اللہ عزوجل نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے اور وہ عالم میں تصرف کرتے ہیں۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ پروردگارِ عالم تمام مسلمانوں کے گناہ معاف کردے اور ان کا مواخذہ مجھ سے کرے

مسئولہ............۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

مسئلہ زید کی دلی خواہش ہے کہ پروردگارِ عالم تمام دنیا کے مسلم مرد اور عورتوں سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں انھیں معاف کردے، اور ان کا مواخذہ مجھ سے کرے۔ زید یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معمولی عذاب بھی برداشت سے باہر ہے۔ کیا اس کا ایسی دعائیں مانگنا جائز ہے، اگر نہیں جائز ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے۔

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ تمام مومنین سے اپنی غیر معمولی محبت کی بنا پر ایسا کہہ رہا ہے کہ ان کے کرتوتوں سے انھیں جو عذاب پہنچتا ہے۔ اسی کو پہنچے اور وہ لوگ عذاب سے مامون رہیں، اس میں شک نہیں کہ قائل کی نیت خیر ہے لیکن اس خیر خواہی کی صحیح سبیل یہ ہے کہ وہ عامہ مسلمین کے لیے استغفار کرے۔ مولیٰ عزوجل کو قدرت ہے کہ اپنے ایک بندہ کی پکار سن کر تمام مومنین کو بخش دے۔ خود فرماتا ہے: "یغفر لمن یشاء" (وہ جسے چاہے بخش دے۔) خدا کے عذاب کی تمنا کرنا بڑی بھاری جرأت ہے۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، پھر ایک کی برائی میں دوسرا نہیں ماخوذ ہوسکتا۔

قال اللہ تعالیٰ "وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" [2] کوئی دوسرے کے کیے ہوئے پر نہیں پکڑا جائے گا۔

لٰہذا دوسرے کے عذاب کی تمنا لغو ہے زید کو توبہ کرنا چاہیے۔ اللہ کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہیے، نفل نماز وروزہ رکھنا چاہیے، اس قول کا کفارہ شرعاً مقرر نہیں عام مومنین کے ساتھ اسے جو ہمدردی ہے اس کے لیے یہ دعا پڑھے، ستائیس مرتبہ روزانہ۔

رب اغفرلی ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات. واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الاعراف، آیت: ۱۸۸۔ [2] قرآن مجید، سورۃ الانعام، آیت: ۱۶۴۔

کیا حضور اللہ کے بھید کو جانتے ہیں؟

مسئولہ محمد ادریس نوری، مدرسہ احیاء السنّت، نوتنواں، مغربی چمپارن، بہار ۶؍ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ بکر کہتا ہے کہ حضور خدا کے ہر بھید کو جانتے ہیں۔ کیا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

یہ کہنا صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بھید کو جانتے ہیں، مگر یہ کہنا غلط ہے کہ اللہ کے ہر بھید کو جانتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل صورت سے پاک ہے

مسئولہ عبد المالک، مقام و پوسٹ جوت برم، ضلع مالدہ، مغربی بنگال

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مندرجہ ذیل شعر کے بارے میں۔ زید کہتا ہے کہ یہ شعر کہنا غلط ہے اور بکر کہتا ہے کہ کہنا صحیح ہے۔ شعر ؎

زمیں کو بھی عزت ہو عرشِ علیٰ کی   دکھاؤ بندوں کو صورت خدا کی

حضور والا سے گزارش ہے کہ جو بھی حکم ہو جواب عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب

اس شعر کا دوسرا مصرع غلط ہے۔ اللہ عزوجل صورت سے پاک ہے، صورت متناہی اور مجسم اشیا کے لیے ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل تناہی وتجسم سے منزہ ہے، اسی لیے اللہ عزوجل کے لیے صورت کا اطلاق جائز نہیں ہے بلکہ اگر صورت سے مراد اس کا معنیٰ متعارف ہو تو کفر صریح ہے۔ بہرحال اس شعر کے قائل پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ''آپ'' کا استعمال جائز ہے

مسئولہ ڈاکٹر جعفر علی علوی، شاہ میڈیکل ہال، ڈھوڈھیر، ضلع مورینا، ایم پی ۲؍ شوال المکرّم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں: پروردگار عالم کے لیے لفظ ''آپ'' کہہ کر پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

تعظیم کی نیت سے اللہ عزوجل کو ''آپ'' کہہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ مار سکتا ہے، صحیح ہے

مسئولہ محمد عباس انصاری، جلال پور، گنگٹھی، ویشالی، بہار، ۸؍جولائی ۱۹۸۹ء

مسئلہ زید نے دورانِ تقریر کہا کہ اللہ مار سکتا ہے، اور مردے کو زندہ کر سکتا ہے۔ اس پر بکر جو اس علاقے کے مشہور و معروف عالم متشرع ہستی ہے، انھوں نے کہا کہ مولانا صاحب، لفظ ''سکنا'' کا اللہ کے لیے استعمال کرنا خلافِ ادب ہے توبہ کر لو، ان کے کہنے پر وہاں توبہ کر لی۔ جب زید جس بستی میں مقیم ہے وہاں کے لوگوں کے علم ہونے پر لوگوں نے دریافت کیا تو زید کہتا ہے کہ لفظ ''سکنا'' اللہ کے لیے خلافِ ادب نہیں ہے، وہاں لوگوں کے ڈر سے توبہ کر لیا تھا۔ کیا زید کا قول صحیح ہے؟ اگر غلط ہے تو ان کے اوپر شرعی کیا حکم ہے، ان کی امامت درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ مار سکتا ہے، صحیح ہے، اس میں اللہ عزوجل کی کوئی بے ادبی نہیں، یہ قادر ہونے کی تعبیر ہے۔ زید کے پیچھے نماز پڑھنا بلاشبہہ جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ماننا کفر ہے۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے؟

مسئولہ: حافظ غلام رسول، پنواڑی، ضلع ہمیر پور، یو. پی.، ۲؍شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ

مسئلہ ① جو شخص باریِ تعالیٰ کو جسم کے ساتھ ہر جگہ مانے، اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

② جو شخص باریِ تعالیٰ کے لیے ہاتھ پاؤں تسلیم کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

③ باریِ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کا کیا مطلب ہے؟ بینوا وتوجروا؟

الجواب

① ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہے، وہ مسلمان نہیں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا: ''نہ مکانی ز تو خالی نہ تو در ہیچ مکانی، فھذا کفر۔''[1] اللہ عزوجل جسم سے پاک ہے، اس لیے کہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث، کیوں کہ ہر مرکب پر ان اجزا کا تقدم ضروری ہے جن سے وہ مرکب ہے۔ اور اللہ عزوجل کو حادث ماننا یا ایسا قول کرنا جس سے اس کا حادث ہونا لازم آئے، کفر ہے۔ اس لیے کہ حادث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے موجود نہیں تھا معدوم تھا، پھر وہ موجود ہوا، حالاں کہ اللہ عزوجل قدیم

[1] حدیقہ ندیہ، ج:۱، ص:۲۰۵

ازلی ہے۔ نہ وہ کبھی معدوم رہا اور نہ کبھی معدوم ہوگا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو جگہ میں موجود ماننا کفر ہے، اس لیے کہ جگہ اسے گھیرے رہتی ہے جو چیز جگہ میں رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز گھیر نہیں سکتی، وہ ہر شئے کو محیط ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: "وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطًا."[۱]

واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ یہ شخص گم راہ بد دین ہے اور اگر ہمارے جیسا ہاتھ پاؤں مانتا ہو تو وہ کافر مرتد، مسلمان نہیں، اس لیے ہاتھ پاؤں جسم کے اجزا ہیں اور ابھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور قرآن و حدیث میں "ید" اور "رجل" کا جو اطلاق آیا ہے، یہ متشابہات میں سے ہے، اس کے حقیقی معنی اللہ عزوجل جانے یا اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔ علما نے اس کی تعبیر قدرت سے کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کا اطلاق باریِ تعالیٰ پر صحیح نہیں۔ خصوصاً دوسری زبان میں اس کا جو ترجمہ ہے اس کا اطلاق اور بھی شنیع حتی کہ عالم گیری میں فرمایا: "لو قال فلان فی عینی کالیهود فی عین اللّٰه یکفر و علیه جمهور المشائخ."[۲] اس کلمہ کے کفر ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس قائل نے اللہ عزوجل کے لیے ہماری آنکھ جیسی آنکھ ثابت کی۔

۳ یہ کہنا کہ باریِ تعالیٰ ہر جگہ موجود، کلمۂ کفر ہے جیسا کہ حدیقہ ندیہ کے حوالے سے گزرا۔ اس جملے کے بولنے سے بچنا فرض ہے کہ جب جگہ میں موجود مانا تو لازم آئے گا کہ باریِ تعالیٰ محدود اور متناہی ہے کہ جگہ اس کو گھیرے ہوئے ہے، حالاں کہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ غیر محدود، غیر متناہی ہے۔ اس مضمون کو یوں ادا کرنا چاہیے کہ باریِ تعالیٰ شہید ہے، وہ ہر چیز کو محیط ہے، اس کو کوئی چیز محیط نہیں ہو سکتی۔ جگہ کے اطلاق سے بچنا فرض ہے۔ اس عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ باریِ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے اور اس کے لیے کوئی چیز محیط نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے لیے "رب الارباب" کا اطلاق درست ہے یا نہیں؟

مسئولہ: حافظ وقاری سید نسیم الدین رضوی، ہاسن، کرناٹک

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ خداوند قدوس کے لیے "رب الارباب" کا لفظ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں، نیز جو شخص اسے شرک بتائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

جہاں تک اس وقت میرا ذہن کام کر رہا ہے "رب الارباب" کا لفظ قرآن و حدیث میں وارد نہیں، ہو سکتا ہے وارد ہو میری نظر وہاں تک نہ پہنچی ہو۔ حدیث کی ساری کتابیں یہاں موجود نہیں اور جو موجود ہیں ان سب کا

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت: ۱۲۶، پ: ۵

[۲] فتاویٰ هندیه، ج: ۲، ص: ۲۵۸، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مکتبه زکریا۔

مطالعہ میں نہیں کرسکا اور جو مطالعہ کرسکا ہوں وہ سب ہر وقت مستحضر نہیں اور نہ یاد پڑتا ہے کہ علما نے اس کا اطلاق کیا ہے یا نہیں۔ لیکن اللہ عزوجل پر اس کے اطلاق میں کوئی حرج نہیں، شرک تو بہت دور ہے، ناجائز ہونے کی بھی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ جس نے اسے شرک کہا، اس بنا پر کہا کہ اُس کا گمان یہ ہے کہ رب کا اطلاق غیر خدا پر جائز نہیں اور رب الارباب کا مطلب یہ ہوا کہ حقیقت میں بہت سے رب ہیں اللہ عزوجل کے علاوہ تو یہ شرک ہوا کہ اللہ عزوجل کے غیر کو رب مانا۔ لیکن قرآن واحادیث میں رب کا اطلاق اضافت کے ساتھ غیرِ خدا پر وارد ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قول مذکور ہے:

”اِنَّهُ رَبِّىٓ اَحۡسَنَ مَثۡوَاىَ.“[1] وہ (عزیزِ مصر) تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

اور فرمایا: ”اُذۡكُرۡنِىۡ عِنۡدَ رَبِّكَ.“[2] اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا۔

اور فرمایا: ”اِرۡجِعۡ اِلٰى رَبِّكَ.“[3] اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا۔

ان تینوں آیتوں میں سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد رب سے بادشاہِ مصر ہے۔ یہاں رب بمعنی مجازی ہے۔ اس لحاظ سے رب الارباب کہنے میں کوئی حرج نہیں، جو شخص اسے شرک کہے وہ خاطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کے لیے ”فرماتے ہیں“ استعمال کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: بشیر احمد قادری، سلطانیہ مسجد، کاروار، کرناٹک، ۲۴؍ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

مسئلہ ① اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ”فرماتے ہیں“ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

② سنی علما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ”فرماتے ہیں“ استعمال جائز نہیں، مگر سنی علما کی کتابوں میں بہت جگہ اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ”فرماتے ہیں“ استعمال ہے، کیا یہ کتابیں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

① بہ نیت تعظیم درست ہے، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ بہ ہمہ وجوہ اس کی شانِ یکتائی ظاہر کرنے کے لیے واحد کا صیغہ استعمال کیا جائے۔ یہی مسلمانوں میں رائج ہے۔ مسلمانوں میں جو طریقہ رائج ہوا اور اس میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو اس کے خلاف کرنا شورش پھیلانا ہے۔ اس لیے ”اللہ عزوجل فرماتے ہیں“ کہنے سے احتراز چاہیے۔ دیوبندی اکابر واحد کا صیغہ استعمال کرتے تھے۔ اصاغر نے مسلمانوں میں شورش پھیلانے کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اہلِ سنت کو اس سے احتراز چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ یوسف، آیت: ۲۳، پ: ۱۲

[2] قرآن مجید، سورۃ یوسف، آیت: ۴۲، پ: ۱۲

[3] قرآن مجید، سورۃ یوسف، آیت: ۵۰، پ: ۱۲

۲ جس نے اسے ناجائز کہا، یہ وہ جانے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، کسی سنی عالم کی کسی کتاب میں ''اللہ عزوجل فرماتے ہیں'' نہیں ہے، ہاں نئے دیوبندیوں کی کتابوں میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک شعر کی توضیح

مسئولہ: مولانا نورالدین قادری، مدرسہ اسلامیہ نورالعلوم، دوباری اعظم گڑھ، یوپی، ۴ر محرم ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ۱ ایک شخص جس کی برائے نام اردو تعلیم ہے، اس نے میلادِ پاک میں کہا کہ ؎

محمد سے صفت پوچھو خدا کی — خدا سے پوچھیے شانِ محمد

مطلب بیان کیا کہ اللہ کی توصیف، بڑائی، حمد و ثنا مکمل رسول ہی بیان کر سکتے ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ یہ ہو سکے اور کہنا جائز ہے۔ نفی و اثبات میں جواب دیں۔

۲ دوبارہ میلادِ رسول کی محفل میں کہا کہ صاحبِ قرآن اللہ ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ مندرجہ بالا سوال میں اگر اس شخص کا یہی عقیدہ ہے جو قلم بند ہے تو اس کے ساتھ شرعی حکم کیا ہے۔ کیا صاحبِ قرآن اللہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

الجواب

۱ اللہ عزوجل کی ذات و صفات غیر متناہی ہیں۔ ان سب کا بیان کرنا کسی بندے کی قدرت میں نہیں حتی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت میں بھی نہیں۔ خود ارشاد فرمایا: ''لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک.'' میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا ہوں جیسی تو نے خود کی۔ مگر کبھی کبھی مکمل بول کر یہ مراد ہوتا ہے کہ جتنے پر بندوں کی قدرت ہو۔ جیسے اردو میں بولتے ہیں، فلاں عالم کامل ہے۔ حالاں کہ وہ کل علم تو بڑی بات ہے، کسی علم کو بھی مکمل حاصل کیے ہوئے نہیں رہتا۔ ہماری بول چال میں کامل، مکمل کے یہی معنی ہیں اور لوگوں کے کلام کے وہی معنی مراد لیے جائیں گے جو ان کا عرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ اللہ عزوجل کو صاحبِ قرآن کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

اے رضا خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور

صاحب کی اضافت جب کسی کتاب کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد کتاب کا مصنف ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے صاحبِ قرآں صرف اللہ عزوجل ہے اور اس معنی کے لحاظ سے کہ قرآن مجید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، حضور کو صاحبِ قرآن کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا اللہ کے سوا کوئی اور حامی و ناصر ہے؟

مسئولہ: منا انصاری چائے والے، مقام و پوسٹ دھانے پور، ضلع گونڈہ، ۲۳ر ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنت:

❶ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے: جب کوئی پریشانی ہو یا پریشانی آئے، یا گھر میں آگ لگی ہو یا دشمن کے گھیرے میں ہوں، یا کشتی دریا میں ڈوب رہی ہو تو اس وقت کس کو پکارنے کا حکم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اللہ کو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو یا کسی صحابی کو یا کسی بزرگانِ دین یا مرشدین کو؟

❷ کیا اللہ کے سوا اور کوئی حامی ہم لوگوں کا ہے یا نہیں؟

تمام سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔

الجواب

❶ بخاری و مسلم شریف وغیرہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**اعطیت بمفاتیح خزائن الارض**." [1] مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے: "**اوتیت بمقالید الدنیا**." [2] مجھے دنیا کی تمام کنجیاں دی گئیں۔

اسی بنا پر علامہ ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں فرمایا:

"**وهو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خليفة اللّٰه الاعظم جعل خزائن كرمه ومواعد نعمه طوع يديه وارادته ويعطى منهما من يشاء**" [3]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کے نائب اکبر ہیں اللہ نے اپنے کرم کے سارے خزانے اور اپنی نعمت کے سارے دسترخوان حضور کے قبضے اور اختیار میں دے دیے ہیں، جسے جو چاہیں عطا فرمائیں۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "**اشعة اللمعات**" میں فرمایا:

"کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خودمی دہد۔" [4]

سارا کام حضور کے اختیار میں ہے، جس کو چاہیں، جو چاہیں اللہ کے اذن سے عطا فرمائیں۔

---

[1] بخاری شریف، ص: ۲۸، ج: ۲

[2] مسند امام احمد، ص: ۳۲۸، ج: ۳

[3] جوھر منظم، ص: ۲۴

[4] اشعة اللمعات

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام نے حضور سے مانگا۔ صحاح ستہ میں یہ روایت موجود ہے کہ ایک صحابی سے حضور نے ارشاد فرمایا:

"سلنی ما شئت" مجھ سے تمہارا جو جی چاہے مانگو۔

انھوں نے کہا:

"اسئلک مرافقتک فی الجنة." میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ آپ کے ساتھ جنت میں رہوں۔

اگر آپ اس مسئلے کی پوری تحقیق چاہتے ہیں تو کتاب "الامن والعلی" کا مطالعہ کریں۔

(۲) بے شک اللہ عزوجل سب کا حامی وناصر ہے مگر اس نے اپنے فضل وکرم سے اپنے بندوں میں سے بعض کو بعض کا حامی بنایا ہے۔ ماں باپ اولاد کے حامی وناصر ہیں اور جب ماں باپ بوڑھے اور کمزور ہو جاتے ہیں تو اولاد ان کی حامی وناصر ہوتی ہے۔ ایک دوست دوسرے دوست کا حامی وناصر ہوتا ہے، بادشاہ حکام ورعایا کے حامی وناصر ہوتے ہیں، نبی اپنی امتوں کا حامی وناصر ہوتا ہے۔ عہدِ رسالت میں قحط پڑا، لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "**این فرار الخلق الا الی الرسول.**" مخلوق سوائے رسول کے اور کہاں پناہ لیں۔ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حامی وناصر ہوں گے۔ اس کے لیے بھی "الامن والعلیٰ" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کو "میاں" کہنے کی اجازت نہیں

مسئولہ: عزیز الرحمٰن، مقام بڑسرا بازار، والی مسجد، غازی پور، ۱۸ر رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں، جائز ہے تو کس کتاب میں ہے اور اگر جائز نہیں تو کس کتاب میں اس کا ثبوت ہے قرآن وحدیث سے مطلوب ہے صفحہ نمبر کے ساتھ۔

الجواب

اس بارے میں متقدمین کی کتابوں میں کچھ نہیں، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل کو میاں کہنا منع ہے، وجہ یہ ہے کہ میاں کے تین معنی ہیں، مالک، شوہر، زنا کا دلال۔ اور جس لفظ کے چند معنی ہوں اور کچھ معنی خبیث ہوں اور وہ لفظ شرع میں وارد نہ ہو تو اس کا اطلاق اللہ عزوجل پر منع ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا: "**ایهام معنی المحال کاف للمنع.**"[1]

اس کی مثال راعنا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابۂ کرام جب اچھی طرح سن نہ

[1] رد المحتار، ج:۹، ص:۵۶۷، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستهزا.

پاتے، یا سمجھ نہ پاتے تو عرض کرتے، راعِنا، یعنی ہماری رعایت فرمائیے۔ یہود کی لغت میں راعِنا کے معنی بے وقوف کے ہیں، یہود بھی راعِنا راعِنا کہنے لگے اور وہ اس معنی خبیث کی نیت سے کہتے۔ اللہ عز وجل نے راعِنا کہنے سے صحابۂ کرام کو منع فرمایا، حکم ہوا اُنظُرنَا کہو۔ اسی طرح یہاں بھی خطرہ ہے۔ آپ اللہ عز وجل کو میاں کہیں، آپ کی نیت مالک کی ہوگی، لیکن کوئی دہریہ بے دین، دوسرے خبیث معنی کی نیت سے کہے تو کون روکے گا، وہ کہہ دے گا کہ آپ بھی تو کہتے ہیں، اس لیے ایسے الفاظ کے استعمال کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کے لیے "تاسف کرنا، افسوس کرنا وغیرہ" کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حکیم نثار احمد مکتبِ اسلامیہ، پیگا پور، پلہی پور سلطان پور، یو. پی. ۲۸ / ذو قعدہ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ ❶ جیسا کہ علماے اہلِ سنت نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے قرآن حکیم وحدیثِ نبوی کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "میاں" استعمال کرنا حرام ہے کہ اس کے کئی معنی میں توہین کے پہلو ہیں۔ بلا شک ہر ایمان والا اسے قبول کرتا ہے۔ (اس ضمن میں) دریافت طلب امر یہ ہے کہ لفظ "مولیٰ" جو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن مجید میں بہ صراحت مستعمل ہے، اس کے کئی معنی ایسے ہیں جو کہ ہم جیسے ناخواندہ و ناقص العقل کے نزدیک خداوند کے لیے زیبا نہیں، جیسے مولیٰ بہ معنی آزاد کردہ غلام، حلیف، چچازاد برادر، وارث، وغیرہ۔ لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے مذکورہ لفظ کی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

❷ زید نے اپنی کتاب میں قرآن شریف کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تاسف کا اظہار فرماتا ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ کے لیے تاسف کرنا، افسوس کرنا، غم کھانا وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے؟

الجواب

❶ اللہ عز وجل پر لفظ "میاں" کے اطلاق کو حرام کسی نے بھی نہیں لکھا ہے، صرف ممنوع لکھا ہے۔ ہر ممنوع حرام نہیں ہوتا۔ ممنوع مکروہ تنزیہی کو بھی شامل ہے۔ بلکہ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں تصریح فرمائی ہے: "گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا برا ہے۔ اس کی شان وعزت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"(۱)

مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں لکھا: "سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ "میاں" مکتوب ہے۔ یہ ممنوع ومعیوب ہے اور زبان اردو میں "میاں" کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہے اور شرع سے ورود نہیں۔ لہٰذا اس کا اطلاق محمود نہیں۔"(۲)

[۱] فتاویٰ مصطفویہ، ص: ۳۲

[۲] فتاویٰ رضویہ، ج: ششم، ص: ۲۹

الملفوظ میں ہے: ''تو جب لفظ دو خبیث معنوں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا۔''(۱)

ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہوا کہ ممنوع ہونے کی دو علت مشترک ہے۔ ایک یہ کہ اس کے بعض معنی محال ہوں، دوسرے یہ کہ وہ شرع میں وارد نہ ہو۔ اب اگر کوئی لفظ ایسا ہو کہ اس کے بعض معنی کا اطلاق باری تعالی پر محال ہو اور شرع میں وارد ہو تو وہ ممنوع نہ ہوگا۔ لفظ مولیٰ چوں کہ شرع میں وارد ہے تو اگر چہ اس کے بعض معنی کا اطلاق باریِ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے، شرع میں وارد ہونے کی وجہ سے اطلاق درست ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کہنا کہ اس نے افسوس کیا، اس معنی کر صحیح ہے کہ وہ از راہِ ترحم فرما رہا ہے۔ مثلاً باپ نے بیٹے کو کچھ دیا، بیٹے نے لینے سے انکار کر دیا یا چیز لے کر ضائع کر دی، اس پر باپ نے کہا افسوس، اس نے نہیں لیا۔ افسوس، اس نے ضائع کر دیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کو ''میاں'' کہنا کیا نا جائز وگناہ ہے؟

مسئولہ: قاضی اطیعوا الحق عثمانی، موضع علاء الدین پور، پوسٹ سعد اللہ نگر، ضلع گونڈہ، ۶ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

مسئلہ ایک مفتی صاحب نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں ہرگز نہیں کہنا چاہیے'' سخت نا جائز و گناہ ہے''۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان سے بھی اس بارے میں سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا درست ہے یا نہیں۔ جواباً تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ، اللہ عز وجل، اللہ عز جلالہ، اللہ سبحانہ، اللہ جل شانہ وغیرہ کہنا چاہیے، میاں نہ کہنا چاہیے۔ عوام میں یہ لفظ بولا جاتا ہے، اس سے انھیں احتراز کرنا چاہیے۔ تفصیل کے لیے احکام شریعت دیکھیں، اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مفصل تحریر فرمایا ہے، گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا برا ہے، اس کی شان وعزت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم(۲)

اس فقیر پر تقصیر نے یہ مسئلہ تلاش کیا، نہ مل سکا البتہ ملفوظ میں حسب ذیل صراحت موجود ہے۔

عرض:- حضور، اللہ میاں کہنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد:- زبان اردو میں لفظ میاں کے تین معنی ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شان الوہیت پاک ومنزہ ہے اور ایک کا صدق ہو سکتا ہے تو جب لفظ دو خبیث معنوں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا۔ اس کے ایک معنی مولا، اللہ تعالیٰ بے شک مولا ہے۔ دوسرے، شوہر، تیسرے زنا کا دلال کہ زانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔(۳)

---

[۱] الملفوظ، حصہ اول، ص:۱۱۶
[۲] فتاویٰ مصطفویہ، حصہ اول، ص:۳۰
[۳] الملفوظ، حصہ اول، ص:۱۱۶، مطبوعہ رضوی کتاب خانہ

حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے فتویٰ سے ظاہر ہے کہ گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا برا ہے، اس کی شان وعزت کے لائق نہیں اور یہ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ سخت ناجائز وگناہ ہے۔ لہٰذا حضور والا سے نیاز مندانہ گزارش ہے کہ اس مسئلہ میں اپنی تحقیق انیق سے مطلع فرمائیں تاکہ تشفی ہو جائے۔

الجواب

آپ کے لیے ضروری یہ تھا کہ یہ سوال انھیں مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے، وہ اس کو اچھی طرح حل کر سکتے تھے اور جس بنیاد پر انھوں نے اس کو ناجائز وگناہ کہا ہے اس کو واضح فرما دیتے، مجھے بھی یاد نہیں پڑتا کہ احکامِ شریعت میں کہیں یہ مسئلہ مذکور ہے، فتاویٰ رضویہ جلد ششم، ص: ۱۲۰ میں بھی وہی ہے جو الملفوظ میں ہے۔ یعنی اطلاق ممنوع ہے۔ بہر حال حضرت مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے جب تصریح فرما دی کہ گناہ نہیں تو اس خادم کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں یہ عام طور پر رائج ہے، اسے گناہ کہنے سے لازم آئے گا کہ تمام مسلمان گنہ گار ہوں، بغیر نص صریح کے ایسا قول کرنا جس سے عام مسلمانوں کا گنہ گار ہونا لازم آئے، اچھی بات نہیں، پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ بعض ایسے الفاظ جو دو ایسے معنی میں مشترک ہوں جن میں ایک کا اطلاق باریِ تعالیٰ پر درست ہو اور دوسرے کا کفر خود قرآن کریم اور احادیث میں وارد ہے، مثلاً مولا، اس کے ایک معنی ہیں آقا کے اور دوسرا ہے آزاد شدہ غلام کے، مگر چوں کہ شریعت میں وارد ہے اس لیے منع نہیں اور میاں وارد نہیں اور اس میں ایہامِ تحقیر ہے۔ اس لیے ممنوع ہونا چاہیے، مگر گناہ نہیں ہونا چاہیے ورنہ شریعت میں مولا کا اطلاق ذات باری پر نہ ہوتا۔ **هذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند ربی و علمه جل مجده اتم و احکم، واللّٰہ تعالیٰ اعلم.**

یہ کہنا کفر ہے کہ جہاں دس وہیں خدا ہے

مسئولہ: غلام الدین، راج محل، انیس الغربا، بانسہ پارہ، بیر بھوم، بنگال۔ ۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید عالمِ دین ومفتی صاحب ہیں۔ دورانِ تقریر انھوں نے کہا ''جہاں 'دس' وہیں خدا ہے۔'' بہ شانِ حدیث ایسے جملے کے استعمال سے زید شرعاً مجرم ہے یا نہیں۔ اگر شرعاً مجرم نہیں تو پھر مفہوم جملہ، بشانِ حدیث چہ معنی دارد، واضح کریں۔ اگر شرعاً مجرم ہے تو کس طرح حکم نافذ ہوگا۔ قرآن واحادیث واقوالِ فقہا کی روشنی میں واضح کریں۔

الجواب

یہ کہنا کہ جہاں دس وہیں خدا، کلمۂ کفر ہے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے۔ حدیقۂ ندیہ طریقۂ محمدیہ میں ہے: **ل ولو قال هٰكذا بالفارسية: نه مكانی زتو خالی نه تو در هيچ مكانی فهٰذا كفر لأن نسبة المكان الى اللّٰه وهو يقتضی الجسمية فی**

حقه تعالىٰ والجسمية تقتضى الحدوث وهو محال عليه تعالىٰ.[1] اس قائل پر توبہ، تجدیدِ ایمان اور بیوی والا ہے تو تجدیدِ نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کو فدائے محمد کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: مولوی حکیم نثار احمد، پیگاپور، پلہی پور، سلطان پور، یو پی

مسئلہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ فدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشیدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل کو ''فدائے محمد'' کہنا کفر ہے۔ فدا کے اصل معنی ہیں اپنی جان دے کر کسی کو بچانا۔ اللہ تعالیٰ حی قیوم ہے، اس کے لیے موت نہیں۔ نیز جان دے کر دوسرے کو اس وقت بچایا جاتا ہے جب کہ جان بچانے والا کسی اور ترکیب سے جان بچانے سے عاجز ہو۔ اور اللہ تعالیٰ معجز ہے اسے عاجز ماننا کفر ہے۔ اور شیدائے محمد کہنا بھی جائز نہیں کہ اس میں معنی سوء کا احتمال ہے۔ شیدا کا معنی آشفتہ، فریفتہ، مجنون، عشق میں ڈوبا ہوا، عاشق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کلمۂ حق کو کفر سمجھنا کفر ہے

مسئولہ: محمد اسماعیل نقش بندی، مہوراچھپر، ضلع دیوریا، یو. پی.۔ ۲۰؍صفر ۱۴۱۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بکر اٹھتے بیٹھتے اچانک ''ارے اللہ'' کہہ دیتا ہے اور پھر سوچ کر شرمندہ ہوتا ہے کہ یہ کلمۂ کفر ہے، لیکن پھر گرتے پڑتے زبان سے وہی کلمہ نکل جاتا ہے۔ بکر گنہ گار ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

گنہ گار ہی نہیں زید اب مسلمان ہی نہ رہا۔ ارے اللہ کہنا کفر نہیں۔ ایک کلمۂ حق کو کلمۂ کفر سمجھا اس لیے وہ کافر ہو گیا ہے۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔

حضور محدث اعظم ہند کے ایک شعر کی توضیح

مسئولہ: محمد ادریس، پیگاپور، پلہی پور، سلطان پور، یو. پی.۔ ۲۱؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

مسئلہ حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ؎

وہ خدا ہے جو ہمیشہ رہا آپ ہی آپ　　　دوسرا کوئی نہیں پیدا آپ ہی آپ

[1] حديقه نديه شرح طريقه محمديه، ج:اول، ص:۲۰۵

کسی شرعی قباحت کا حامل تو نہیں۔ زید کہتا ہے کہ پیدا لفظ کا اطلاق اس شعر میں ذاتِ خدا پر ہی عائد ہوتا ہے، لہٰذا کفر ہے، تو کیا زید کا کہنا درست ہے؟

الجواب

اس شعر میں کوئی شرعی نقص نہیں۔ زید الٹی بات کہتا ہے۔ اس شعر میں پیدا ہونے کا اطلاق باریِ تعالیٰ پر ہرگز نہیں، بلکہ اس کی نفی کی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

''پیارے اللہ'' کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد زکریا اعظمی، دیوگاؤں، یو. پی.۔ ۲۰؍ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے دعا مانگتے ہوئے یوں کہا (پیارے اللہ ہم سب کے گناہوں کی مغفرت فرما) پیارے اللہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

اس طرح دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پیارے کے معنی محبوب کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ.[۱] اور فرمایا: اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ.[۲] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل مخلوق نہیں خالق ہے

مسئولہ: محمد عبد الغفور، جامعہ نظامیہ حیدرآباد (اے. پی.) ۲۱؍ ذوقعدہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ ایک غیر مسلم نے مسلم پر اعتراض کیا: خدا کیسا ہے (صورت شکل میں) اور وہ کس چیز کا بنا ہوا ہے؟

الجواب

اللہ مخلوق نہیں کہ کسی چیز سے بنا ہو، وہ ہر چیز کا بنانے والا خالق ہے، وہ شکل وصورت سے منزہ ہے۔ لیس کمثله شيء. واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کے لیے تساہل وتغافل کا استعمال

مسئولہ: شیخ احمد کانکیر، ضلع بستر، (ایم. پی.) ۲۰؍ ذی الحجہ............

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسائلِ ذیل میں:

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ التوبہ، آیت: ۲۴، پ: ۱۰

[۲] قرآن مجید، آلِ عمران، آیت: ۳۱، پ: ۳

(۱) زید نے اپنی تقریر میں کہا کہ چوں کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے غافل ہیں اور سستی برتتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ہم سے تساہل وتغافل برتتا ہے؟

(۲) حضور نے فرمایا ہے کہ: **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل**. میری امت کے لوگ انبیاے بنی اسرائیل کی طرح ہیں، جو کام وہ کرتے تھے وہ اب ہمیں کرنا ہیں اور جو مرتبے انھیں ملیں گے وہ ہمیں ملیں گے؟

(۳) زید کے مذکورہ اقوال سے اللہ ورسول کی شان میں گستاخی اور بد عقیدگی کا اظہار ہوتا ہے یا نہیں، جب کہ باوجود بار بار کے اس نے اس سے توبہ ورجوع نہ کیا ہو، ایسے شخص کو امام بنانا اور مسلمانوں کو اس سے تعلقات رکھنا کیسا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اللہ عزوجل پر تساہل اور تغافل کا اطلاق کفر ہے۔ تساہل کے معنی عرف عام میں سستی کرنے کے ہیں۔ اور تغافل کے معنی غفلت کرنے، غافل ہونے کے ہیں۔ اللہ عزوجل ان دونوں سے پاک ہے۔ قائل پر توبہ اور تجدیدِ ایمان اور بیوی والا ہے تو تجدیدِ نکاح بھی لازم ہے۔ درِمختار میں ہے: ''**وما فیه خلاف یومر بالتوبة و تجدید النکاح**.''[۱] ہماری کرتوتوں کی وجہ سے ہمیں نعمتوں سے محروم کرنا نہ تساہل ہے نہ تغافل بلکہ یہی تقاضاے عدل بلکہ بہ نظر دقیق رحمت ہے کہ اس سے متنبہ ہو کر اللہ عزوجل کی طرف رجوع کریں، اس سے ڈریں، اس کے احکام کی پابندی کریں۔ تساہل وتغافل اس وقت ہوتا کہ اس پر واجب ہوتا کہ وہ ہمیں انعام واکرام کرے اور نہ کرتا۔ اس پر کچھ واجب نہیں۔ عقائد میں تصریح ہے: **لا یجب علیه شئ**. روزمرہ کا محاورہ دیکھ لیجیے۔ ایک شخص کے چند ملازم ہیں، کچھ ایسے ہیں جو اپنے کام مستعدی سے کرتے ہیں، انہیں مشاہرہ، انعام واکرام سب ملتا ہے۔ کچھ کاہل کام چور ہیں، انھیں انعام واکرام تو ملتا ہی نہیں وہ مالک کے معتوب رہتے ہیں۔ ان ملازمین کو انعام واکرام نہ دینے کو کوئی تساہل وتغافل نہ کہے گا، بلکہ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ مالک نہ سست ہے نہ غافل، بہت چاق وچوبند ہے۔ ہر ملازم پر کڑی نظر رکھتا ہے، جو جیسا ہے اس سے ویسا برتاؤ کرتا ہے۔ بلاتمثیل اللہ عزوجل کسی بندے سے، اس کے کرتوتوں سے غافل نہیں: **وما اللہ بغافل عما تعملون**. سب کے سب احوال جانتا ہے۔ اپنی حکمت سے جسے جو دینا مناسب جانتا ہے دیتا ہے۔ اسے کوئی تساہل وتغافل نہیں کہہ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس جاہل نے پہلے تو حدیث کا ترجمہ غلط کیا۔ حدیث میں ہے: **علماء امتی**. اور ترجمہ کیا ''میری امت کے لوگ'' یہ حدیث کی تحریف ہے۔ اور اس کی گم راہی یا جہالت۔ اور یہ کہنا کہ جو مرتبہ انھیں ملیں گے ہمیں ملیں گے، کفر۔ کوئی امتی کتنا ہی ترقی کر جائے کسی نبی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ شرح عقائد میں ہے: ''ان

[۱] در مختار، ج:٦، ص:٣٩٠، کتاب الجهاد باب المرتد مطبع زکریا

الولي لا يبلغ درجة النبي."[1] اس لیے اس کی امید کرنی کہ ہمیں بھی وہی مرتبے ملیں گے، جو انبیاے بنی اسرائیل کو ملیں گے، بلاشبہہ کفر ہے۔ اس قول کی وجہ سے بھی اس قائل پر توبہ وتجدیدِ ایمان ونکاح واجب ہے۔ اس قائل نے توبہ وتجدیدِ ایمان ونکاح سے انکار کر دیا، اس لیے اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں، اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی ایسی ہے جیسے قضاء بلکہ اس سے بھی بدتر۔

حدیث میں بدمذہبوں کے بارے میں فرمایا: "اياكم و اياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم."[2] ان سے دور رہو، ان کو اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تم کو گم راہ نہ کر دیں، کہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور فرمایا: "لا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم."[3] نہ ان کے ساتھ بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ پیو۔

اور فرمایا: "ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم."[4] ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ جب ہر کام اللہ کے حکم سے ہوتا ہے تو بندہ مستحق سزا کیوں

مسئولہ: محمد عبد الغفور، جامعہ نظامیہ حیدر آباد (اے۔ پی۔) ۲۱ر ذو قعدہ ۱۴۰۶ھ

 جب ہر کام خدا کے حکم سے ہوتا ہے تو پھر بندے کو سزا کا مستحق کیوں قرار دیا جاتا ہے؟

الجواب

یہ غلط ہے کہ ہر کام اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اللہ عز وجل نے گناہ سے منع فرمایا ہے۔ بندے کو ایک گونہ اختیار دیا ہے، اچھے برے میں امتیاز کے لیے عقل دی ہے بندہ اپنے اختیار سے گناہ کرتا ہے اس لیے سزا کا مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہارِ شریعت کی عبارت کی توضیح، اہلِ کتاب کسے کہتے ہیں؟

مسئولہ: محمد اسرائیل اشرفی، طیب آباد، مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر، ۲ر صفر ۱۴۱۵ھ

 بہارِ شریعت حصہ اول ایمان وکفر کا بیان۔ اس میں یہ عبارت لکھی ہے کہ شرک کی تعریف میں کہ

[1] شرح عقائد، ص: ١١٨، كتاب العقائد

[2] مشكوٰة شريف، ص: ٢٨، باب الاعتصام بالسنة، مطبع مجلس بركات اشرفيه

[3] المستدرك للحاكم، ج: ٣، ص: ٦٣٢

[4] حواله مذكوره

''الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے۔اس کے سوا کوئی بات اگر چہ کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقۃً شرک نہیں۔لہذا شرع مطہر نے اہل کتاب کفار کے احکام مشرکین کے احکام سے جدا فرمائے۔ کتابی کا ذبیحہ حلال مشرک کا مردار۔اہل کتاب کفار سے کیا مراد ہے؟ کیا جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں وہ لوگ مراد ہیں یا کچھ اور مراد ہے وضاحت کریں۔

الجواب

اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں اگر چہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانیں۔یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ اس وقت حلال ہے جب کہ وہ اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کریں اور جانور کو بطریق شرعی ذبح کریں۔یعنی جانور کی گردن دھاردار آلے سے اس طرح کاٹیں کہ چار رگیں یا کم از کم تین رگیں ضرور کٹ جائیں اور اگر اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کریں تو مردار ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

تمہیدات عین القضاۃ کی عبارت کی توضیح

مسئولہ: نعیم احمد برکاتی، کتب خانہ برکاتیہ کالوپیٹھ، ہبلی، کرناٹک، ۲۲؍ذو قعدہ ۱۴۱۴ھ

مسئلہ تمہیدات عین القضاۃ میں ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو ہمارے نزدیک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور جن کو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہو وہ ہمارے نزدیک اللہ جل شانہٗ ہے۔(۱)(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب نمبر ۸۰) لیکن زید کا کہنا ہے کہ اس میں سراسر شرک کا پہلو نظر آتا ہے، یہ تو کفریہ کلام ہے۔تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے اس قول اور امام ربانی حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوب کی اس تحریر میں کس کا کہنا درست ہے؟ اور کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ امید کہ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب

تمہیدات عین القضاۃ کی اس عبارت کی توضیح خود اسی مکتوب میں حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے کر دی ہے، آپ اسے بغور پڑھیں انھوں نے ابتدا ہی میں لکھ دیا ہے کہ:

مخدوما مثل ایں عبارات کہ منبی از توحید و اتحاد است در غلبات سکر کہ مرتبۂ جمع ست ومعتبر بکفرِ طریقت از مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم صدور می یابد و امتیاز و اثنینیت از نظر شاں مرتفع می گردد الخ۔

ترجمہ: میرے مخدوم اس جیسی عبارتیں جو توحید اور اتحاد کی خبر دیتی ہیں غلبۂ سکر میں جو کہ جمع کا مرتبہ ہے اور جسے کفر طریقت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، مشائخ قدس اللہ اسرارہم سے صادر ہوتی ہیں اور جدائی اور دوئی ان کی نظر سے اٹھ جاتی ہے۔(دفتر دوم، ص:۰۲۲)

جس کا حاصل یہ ہے کہ سالک پر وحدۃ الوجود کی تجلی پورے طور سے پڑنے لگتی ہے تو غلبۂ سکر کی وجہ سے اثنینیت دوئی پر امتیاز وتفریق محجوب ہو جاتی ہے۔ البتہ غلبۂ سکر کی بنا پر اسے یہی نظر آتا ہے۔ ''ہمہ اوست'' لیکن جب سالک اس منزل سے آگے بڑھ کر مرتبۂ انتہا پر پہنچتا ہے تو پھر اس پر کھلتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ حاصل یہ کہ تمہیدات کا یہ قول حالتِ سکر میں جب کہ عقلِ تکلیفی محجوب ہو جاتی ہے، صادر ہوا ہے اور اس وقت کے اقوال پر حکم شریعت نہیں، اس لیے کہ وہ عاقل نہیں ہوتے، بلکہ غلبۂ سکر کی بنا پر مجذوب ہو جاتے ہیں اور عقلِ تکلیفی پر پردہ پڑ جاتا ہے اور اجراے احکام کے لیے عقلِ تکلیفی کی بقا ضروری ہے کہ سلطان نہ گیرد خراج از خراب۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

لفظ اللہ، معبود برحق کا علم ہے کسی بندے پر اس کا اطلاق جائز نہیں
حکم شرعی بتانے والے علما کی توہین کرنے کا حکم

مسئولہ: رفاقت اللہ خاں قدیری وحاجی مظفر علی قدیری صاحبان

تمباکو مرچنٹ، بجریا عنایت گنج پرانا شہر، بریلی شریف، ۱۸ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام زیدت فیوضہم المبارکہ در بارۂ سوال ذیل:

۱ زید کہتا ہے کہ ''اللّٰہ میاں'' انسان کے لیے بولنا جائز ہے اور حضرت سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو مصدقہ فتویٰ سینتیس سال پہلے ہوا کہ یہ لفظ بندے کے لیے بولنا ناجائز اور حرام اور کفر ہے۔

زید کہتا ہے کہ اس فتوے میں حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تسامح ہوا یعنی غلطی ہوئی ہے، اور جن اکابر علما اور مشائخ نے اس لفظ کے بولنے کو ناجائز وحرام لکھا یا تصدیق کی وہ بھی شرعاً غلط ہے۔ اس لفظ کو انسان پر بولنے میں کوئی حرج نہیں اور جو لوگ اس فتوے پر علما ومشائخ کے فتاویٰ وتصدیقات پر عمل کرتے ہیں یعنی اللّٰہ میاں لفظ انسان پر نہیں بولتے ہیں اور بندے پر اس لفظ کا بولنا حرام سمجھتے ہیں وہ لوگ اندھی تقلید کرنے والے ہیں، اور اسی فتوے کی تصدیق کرنے یعنی شرعی حکم بتانے اور لکھنے کی بنا پر وارث علوم اکابر حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ نوری بریلوی دام ظلہم العالی وحضرت علامہ مفتی مشاہد رضا خان صاحب زیدت فیوضہم کو (شرارت کرنے والے، شوق تکفیر رکھنے والے، اپنی عاقبت کو خراب کرنے والے، اور اپنی قبر میں انگارے بھرنے والے) اور جن سنگھی ٹولہ کہا اور چھاپا۔

۲ زید کے پیر صاحب کی خانقاہ میں اٹھارہ سال سے لاؤڈ سپیکر پر یہ شعر پڑھا جاتا ہے ؎

کوئی بدعت سمجھے یا کفراے شیخ حرم　　ہم تو یوں ہی اللّٰہ میاں کہتے جائیں گے

زید اس شعر کے پڑھنے پر راضی اور ہمیشہ خوش رہا، اور اسی شعر کو پڑھ کر ان تمام علما و مفتیان کا مذاق اڑایا جاتا ہے جنھوں نے لفظ اللہ میاں بندے کے لیے کہنا حرام و ناجائز بتایا۔ اسی باعث زید مذکور سے ایک مفتی صاحب اجتناب اور پرہیز کرتے ہیں اور وہ مفتی صاحب زید کے ساتھ جلسوں میں شرکت سے بھی احتراز واجتناب کرتے ہیں۔ مفتی صاحب کے اس عمل کو حضرات علمائے کرام بالخصوص وارث علوم اکابر حضرت علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ نوری دام ظلہم العالی نے درست بتایا جس کی تائید و تصدیق حضرت علامہ حبیب رضا خان صاحب، حضرت علامہ تحسین رضا خان صاحب قبلہ و علامہ ومولانا نعیم اللہ خاں صاحب وفاضل معقولات علامہ مناظر حسین صاحب دامت برکاتہم المبارکہ نے فرمائی۔

لہٰذا حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ نوری بریلوی مدظلہ العالی کا مفتی مذکور کے عمل اجتناب واحتراز کو درست لکھنا اور اس درست لکھنے پر علمائے مذکورین کی تائید و تصدیق کرنا صحیح اور حق ہے، یا غلط؟ بینوا و توجروا۔

(۳) زید کی تقریباً اٹھارہ سال سے تسہیل و تالیف ولینت علمائے کرام کی جانب سے بامید اصلاح و ہدایت ہوتی رہی، مگر زید بجائے قبول حق ورجوع اپنے اس عمل و اقوال میں اور شدت اختیار کرتا رہا، اگر زید کا یہ عمل بہ حکم شریعت مطہرہ ناجائز و حرام ہے تو اس پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟

(۴) اتنی طویل مدت تک تسہیل اور کامل اتمام حجت کے بعد اب زید کو دعوت دے کر اپنے جلسوں میں بلانا اور منبر پر جگہ دینا سنی مسلمانوں کو چاہیے یا نہیں؟

الجواب

(۱)(۲) لفظ اللہ کی طرح اَللّٰہ بھی اسم جلالت ہی ہے، دونوں میں صرف طرز ادا کا فرق ہے، معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں پہلے میں اشباع نہیں، دوسرے میں اشباع ہے۔ یہ معبود برحق جل مجدہ کا علم خاص ہے، اس کا اطلاق کسی دوسرے پر کسی تاویل سے جائز نہیں، حرام اشد حرام، گناہ اشد گناہ ہے۔ ارشاد ہے: ”هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا.“[1] کیا اس نام کا دوسرا جانتے ہو؟

خازن میں ہے:

”اللّٰہ هو اسم علم خاص للّٰه تعالىٰ تفرد به البارى سبحانه وتعالىٰ ليس بمشتق ولا يشركه فيه احدٌ دليله قوله تعالىٰ هل تعلم له سميا يعنى لا يقال لغيره اللّٰه.“[2]

اللہ ذات باریِ تعالیٰ کا علمِ خاص ہے، اس نام کا وہ اکیلا ہے، اس نام میں کوئی دوسرا شریک

[1] سورہ مریم، آیت: ۶۵، پ: ۱۶

[2] خازن، ج: ۱، ص: ۱۷، فصل فی ذکر فضل سورۃ الفاتحۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

نہیں، اس کی دلیل اس کا ارشاد **هل تعلم له سميا** ہے، یعنی اس کے علاوہ کسی غیر کو اللہ نہ کہا جائے۔

تفسیر مدارک میں ہے:

"هل يسمىٰ احد باسم الله غيره لانه مخصوص بالمعبود بالحق."[۱]

کیا اس کے علاوہ کسی کا نام اللہ ہے، یہ معبود برحق کے ساتھ مخصوص ہے۔

فقہاے کرام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جو اسما اللہ عز وجل کے ساتھ خاص ہیں، مخلوق کے لیے ان کا استعمال کرنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: **"اذا اطلق على المخلوق بالاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس و القيوم و الرحمن و غيرها يكفر."**[۲]

شرح فقہ اکبر میں ہے: **"من قال لمخلوق يا قدوس او القيوم او الرحمن كفر."**[۳] یعنی جو کسی مخلوق پر ان اسما کا اطلاق کرے جو خالق کے ساتھ مختص ہیں، جیسے قدوس، قیوم، رحمٰن وغیرہ، کافر ہو جائے گا۔

جب قدوس قیوم، رحمٰن جو اسماے صفات میں سے ہیں کا یہ حکم ہے تو خاص اسمِ جلالت کا حکم بدرجۂ اولیٰ یہی ہوگا۔ عوام بے پڑھے لکھے تک میں بھی آج تک یہ رواج بد نہیں پڑ سکا کہ اگر کسی کا نام عبد اللہ ہو تو معاذ اللہ اُسے اللہ کہیں، جب کہ عبد الرحمٰن وغیرہ اسما میں اس قسم کی غلطیاں عوام کرتے رہتے ہیں۔ مگر اسم جلالت کے بارے میں وہ بھی جانتے ہیں کہ یہ کسی طرح روا نہیں، اسی لیے کسی کا نام عبد اللہ ہو تو اس کو اللہ کبھی نہیں کہتے، مگر جاہل پیروں سے اللہ بچائے۔ دین کو جتنا نقصان ان جاہل پیروں سے پہنچا ہے کسی سے نہیں پہنچا، جو جاہل یہ کہتا ہے کہ اس فتوے میں حضور مفتیِ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تسامح ہوا، یعنی غلطی ہوئی اس اجہل سے پوچھیے کہ صاحب مجمع الانہر اور حضرت ملا علی قاری کو کیا ہوا، کیا ان حضرات نے بھی غلطی کی ہے، ہمت ہے تو کہہ دے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ جو علماے کرام ومشائخ عظام اللّٰہ میاں کے اطلاق کو بندے پر حرام سمجھتے ہیں وہ لوگ اندھی تقلید کرنے والے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ شخص نورِ بصیرت سے بالکل محروم ہے۔ وہ یہ بتائے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی نے بھی اسم جلالت کا اطلاق کسی مخلوق پر کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو ثبوت لائے۔ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کی تصدیق کرنے والے حضرات علماے کرام کو شرارت کرنے والے، شوقِ تکفیر رکھنے والے، اپنی عاقبت کو خراب کرنے والے اور اپنی قبر میں انگارے بھرنے والے، جن سنگھی ٹولہ کہا اور چھاپا اس پر بلا شبہہ توبہ، تجدید ایمان اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح لازم ہے۔ اس لیے کہ حکم شرعی

---

[۱] مدارك، ج:۳، ص:٤١، سورة مريم، آيت:٦٥، اصح المطابع، بمبئى

[۲] مجمع الانهر، ج:۲، ص:٥٠٤، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

[۳] شرح فقه اكبر لملا على قارى، ص:۲۳۸، اشرفى بك ڈپو

بتانے والے حضرات علماے کرام کو ان الفاظ سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حکم شرعی کو شرارت کہا، عاقبت خراب کرنے اور قبر میں انگارے بھرنے کا سبب بتایا، جب کہ ان حضرات نے اپنا فریضہ ادا کیا تھا۔ فرض ادا کرنے کو شرارت، عاقبت خراب ہونے اور قبر میں انگارے بھرنے کا سبب بتانا بلا شبہہ کفر ہے۔ پھر یہ شریعت سے عناد ہے اور شریعت سے عناد کفر۔ عالم گیری میں ہے: "**یکفر لأنه عاند الشرع.**"[1]

اسی طرح جن لوگوں نے ان علماے کرام کا مذاق اڑایا، ان پر بھی توبہ، تجدیدِ ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: "**الاستهزاء بالعلم و العلماء كفر.**"[2]

زید کے ساتھ میل جول، سلام کلام، کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا، یقیناً جو مفتی صاحب زید مذکور سے اجتناب و پرہیز کرتے ہیں، صحیح کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) بلاشبہہ زید پر توبہ لازم ہے اور حکم شرعی کی اہانت اور حکم شرعی بتانے کی وجہ سے علماے کرام پر سب وشتم کرنے اور شریعت سے عناد رکھنے کی وجہ سے زید پر توبہ کے ساتھ تجدیدِ ایمان ونکاح بھی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اتنی طویل مدت کی تسہیل اور کامل اتمام حجت کے بعد بھی اگر زید توبہ نہ کرے تو زید کو اپنے جلسوں میں بلانا اور منبر پر بٹھانا ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ وہ کم از کم فاسق معلن ضرور ہے اور علما فرماتے ہیں: "**في تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا.**"[3] حدیث میں فرمایا: "**تقربوا الى الله بالتباعد عنهم**" **والله تعالىٰ اعلم.**"

کسی بندے کو اللّٰہ میاں کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری، دامت برکاتہم القدسیہ، ۸۲- سوداگراں، رضا نگر، بریلی شریف، ۲ر صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان، شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید اپنے دادا پیر کو اللّٰہ میاں کہتا ہے اور ان تمام اکابر واصاغر علما ومفتیانِ کرام اور حضور مفتیِ اعظم ہند علیہم الرحمۃ المنعام جنھوں نے اللہ میاں بندے کو کہنا حرام وناجائز لکھا ہے، ان سب فتاویٰ کو غلط کہتا ہے اور اس کے پیر صاحب کی خانقاہ میں یہ شعر تقریباً انیس (۱۹) سال سے لاؤڈ اسپیکر پر پڑھا جاتا ہے۔

کوئی بدعت سمجھے یا کفر اے شیخِ حرم ہم تو یوں ہی اللّٰہ میاں کہتے جائیں گے

---

[1] عالمگیری، ج:۲، ص:۲۷۱، کتاب السیر باب المرتد، مطبع رشیدیہ، پاکستان.

[2] الاشباہ والنظائر، کتاب السیر، ص:۸۷، ج:۲، ادارۃ القرآن والمعلوم.

[3] شامی، کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ، ص:۲۹۹، ج:۲، دار الکتب العلمیۃ، لبنان

اس شعر سے ان تمام علمائے کرام ومفتیانِ عظام کے فتاویٰ کا رد کیا جاتا ہے اور زید بھی اس شعر کو اور اس عمل کو پسند کرتا ہے۔ اسی بنا پر ایک مولانا صاحب نے زید سے ترک تعلق اور زید کے ساتھ مجالس میں شرکت سے پرہیز اور اجتناب کیا۔

مولانا صاحب مذکور کے اس پرہیز اور اجتناب کو جو زید مذکور سے تھا، ایک مفتی صاحب سے بکر نے معلوم کیا تو مفتی صاحب مذکور نے فتویٰ دیا کہ مولانا صاحب مذکور کا عمل درست ہے، نیز یہ کہ زید کے ساتھ لینت اور نرمی تقریباً انیس سال سے اہل علم کی جانب سے بہ امید اصلاح وہدایت بھی ہوتی رہی، اس کے باوجود زید بجائے توبہ ورجوع وقبولِ حق اپنے اس عمل وقول میں سختی اختیار کرتا رہا۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مفتی صاحب مذکور کا فتویٰ مذکورہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

مفتی صاحب مذکور کا فتویٰ بالکل حق ہے اور مولانا صاحب مذکور کا زید سے قطع تعلق اور اجتناب کرنا حق بجانب۔ زید اپنے اس تعنت اور ضد کی وجہ سے فاسق معلن ضرور ہوا اور فاسق معلن سے اجتناب واجب ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ”وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ.“[1] اگر شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ۔

تفسیرات احمدیہ میں فرمایا: **”وان القوم الظلمین یعم المبتدع والکافر والفاسق والقعود مع کلھم ممتنع.“** ص: ۲۵۵، قوم ظالم بدمذہب کافر فاسق سب کو عام ہے، اور ان سب کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا: **”تقربوا الی اللہ بالتباعد عنھم.“** فاسقوں سے دور رہ کر اللہ کا قرب حاصل کرو۔ ”رواہ ابن شاہین فی الافراد عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ اسم مبارک اللہ خواہ سکون ہا کے ساتھ ہو خواہ ضمہ ہا کے ساتھ خواہ اشباع کے ساتھ ایک کلمہ ہے، اور یہ اسم مبارک معبود برحق جل مجدہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی تاویل سے کسی مخلوق پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

تفسیر خازن شریف میں زیر آیت کریمہ: **”ھل تعلم لہ سیما.“**[2] فرمایا **اللّٰہ ھو اسم علم خاص للّٰہ تعالیٰ تفرد بہ الباری سبحانہ وتعالیٰ لیس بمشتق ولا یشرکہ فیہ احد دلیلہ قولہ تعالیٰ ھل تعلم لہ سمیا یعنی لا یقال لغیرہ اللّٰہ.**“[3] اللہ تعالیٰ کا خاص علم ہے، اس نام کا وہ اکیلا ہے، کوئی دوسرا اس نام میں شریک نہیں، اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ کیا اسی نام کا دوسرا جانتے ہو۔ یعنی کسی اور کو

---

[1] سورۃ الانعام، آیت:٦٨، پ:٧

[2] تفسیر خازن، ج:٣، ص:١٩٣، سورہ مریم، آیت:٦٥

[3] تفسیر مدارك، ج:٣، ص:٤١

اللہ نہیں کیا جائے گا۔ مدارک میں ہے: "**هل يسمى احد باسم الله غيره لانه مخصوص بالمعبود بالحق.**"[۱] کیا اس کے علاوہ کسی اور کا اللہ نام ہے؟ اس لیے کہ یہ معبود برحق کے ساتھ خاص ہے، اور وہ اسما جو باری عز وجل کے ساتھ خاص ہیں ان کا استعمال کسی مخلوق پر حرام سخت حرام حتیٰ کہ فقہا نے اسے کفر لکھا۔ مجمع الانہر میں فرمایا: "**اذا اطلق على المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقيوم والرحمن وغيرها يكفر.**"[۲] جو اسما خالق جل جلالہ کے ساتھ مختص ہیں ان کا اطلاق اگر کسی نے مخلوق پر کیا تو وہ کافر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: "**من قال لمخلوق يا قدوس اوالقيوم او الرحمٰن كفر.**"[۳] جس نے کسی مخلوق کو اے قدوس، اے رحمٰن، یا اے قیوم کہا تو کافر ہے۔ یہ حکم اسماے صفات کا ہے، تو اسم جلالت کا حکم کتنا سخت ہوگا، کوئی جاہل سے جاہل مسلمان اسم جلالت کا اللہ عز وجل کے سوا کسی پر اطلاق نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جس کا نام عبد الرحمٰن، عبد القدوس، عبد القیوم، ہوا سے رحمٰن، قدوس، قیوم تو اپنی جہالت کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں، لیکن اگر کسی کا نام عبد اللہ ہو تو اسے کوئی بھی اللہ نہیں کہتا، زید کے لیے انیس سال کی مہلت بہت تھی، اسے چاہیے تھا کہ حضرات اکابر واصاغر علماے اہل سنت کے فتاویٰ مبارکہ کو تسلیم کرتا اور اپنے پیر کو اللہ میاں کہنے سے باز آجاتا، توبہ کرتا، اتنی طویل مدت میں بھی وہ راہ راست پر نہیں آیا تو یقیناً اس سے قطع تعلق لازمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی بندے کو اللہ میاں کہنا کیسا ہے؟ کسی بندے کو آلِ رحمٰن کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد جعفر برکاتی، نمبر ۱۰۷، قصبہ مارہرہ، ضلع ایٹہ، ۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید جو خود اپنے کو مدعی علم وفضل کہتا اور مقرر، محرر، مفسر بلکہ مناظر اعظم بھی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس نے اپنے کسی مرکز عقیدت بزرگ کو اللہ ہو میاں کہتا اور لکھتا، اس کا پرچار کرنا اختیار کر رکھا ہے۔ زید کے عقیدت مند حلقہ کے لوگوں نے بھی اپنے متبوع کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان بزرگ کو اللہ ہو میاں کہنا لکھنا اختیار کر رکھا ہے۔

(۲) سنا ہے کہ بریلی کے دار الافتا سے اس لفظ اللہ ہو میاں کہنے لکھنے والے پر کفر کا فتویٰ ہے، جو شاید چھپ بھی گیا ہے، یہ معاملہ کافی دنوں سے سنی مسلمانوں میں لڑائی جھگڑے کا سبب بنا ہوا ہے۔

(۳) یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ۱۸ر تا ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۸ء شہر پیلی بھیت میں زید مذکورہ بالا اسی لفظ اللہ ہو میاں کا

---

[۱] ج:۲، ص:٥٠٤، باب الفاظ الكفر أنواع.

[۲] مجمع الانهر، ج:۲، ص:٥٠٤، كتاب السير، باب المرتد، دار الكتب العلمية، لبنان

[۳] شرح فقه اكبر، لملا علي قاري، ص:۲۳۸، اشرفي بك ڈپو.

جشن منا رہا ہے اور اس دوران عام پبلک کے سامنے اس بات کا اعلان اور اشتہار زور وشور سے کیا جانے والا ہے کہ اگر زید کا اپنے مرکز عقیدت کو اللہ ہو میاں کہنا لکھنا نا جائز اور حرام اور کفر ہے تو پھر لفظ آل الرحمٰن لکھنے کہنے کا حکم شرعی کیا ہے؟

❹ کیا لفظ آل الرحمٰن کو بمعنی مطیع الرحمٰن وغیرہ لینا از روئے شریعت ولغت جائز ہے یا نا جائز؟ اگر نا جائز ہے تو اس عدم جواز کا درجہ کون سا ہے آیا حرام ہے یا فسق یا کفر یا ارتداد، مضبوط اور اٹل دلائل شرعیہ سے واضح اور مبرہن فرمائیں۔

❺ قرآن کریم کی یہ آیۂ کریمہ "فالتقطه آل فرعون." میں لفظ آل کا ترجمہ، ترجمۂ رضویہ اور دوسرے مترجمین کے ترجموں میں کیا گیا ہے، اور اس کا کس حد تک تعلق اس لفظ میاں سے ہے، اگر ہے تو کیا وہ زید مذکورہ کے مطلب کا ہے یا ان کا موید ہے جو اس لفظ میاں کے لکھنے بولنے کے خلاف ہیں۔ جواب اپنے دستخط ومہر دار الافتا سے مزین کر کے رجسٹری سے جلد از جلد برائے مہربانی عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور عند الناس شکریہ کے مستحق۔ بینوا توجروا۔

الجواب

❶ کسی مخلوق کو اللہ میاں یا اللہ ہو میاں کہنا کفر ہے۔ لفظ اللہ باری عز اسمہ کا علم ہے اور اس کے ساتھ خاص سوائے ان چند لوگوں کے آج تک کسی نے اس کا اطلاق کسی بندے پر نہیں کیا ہے۔ علامہ ابو البرکات نسفی نے اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں سورۂ مریم کی آیۂ کریمہ: "هل تعلم له سميّا." (۶۵) کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو کے تحت فرمایا: "هل يسمى احد باسم الله غيره لانه مخصوص بالمعبود بالحق." یعنی کیا اس کے علاوہ بھی کسی کا نام اللہ رکھا گیا؟ (نہیں) اس لیے کہ یہ معبود برحق کے ساتھ مختص ہے، اور جو اسما اللہ عزوجل کے ساتھ مختص ہوں ان کا اطلاق کسی مخلوق پر کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: "اذا اطلق على المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القيوم والقدوس والرحمٰن وغيرها يكفر." جو اسما خالق کے ساتھ مختص ہیں اس کا اطلاق اگر کوئی مخلوق پر کرے تو کافر ہو جائے گا۔ جیسے قدوس، قیوم، رحمٰن، شرح فقہ اکبر ص: ۲۴۵ رمیں ہے: "من قال لمخلوق يا قدوس اوالقيوم او الرحمٰن كفر." جو مخلوق کو یا قدوس، یا قیوم، یا رحمٰن کہے کافر ہو جائے گا۔ اب نتیجہ ظاہر ہے کہ جب لفظ اللہ باری عز اسمہ کے ساتھ خاص تو اس کا اطلاق کسی بندے پر کرنا ضرور کفر بلکہ اس کا کفر ہونا بہ نسبت قیوم وغیرہ کے زیادہ ظاہر ہے، کیوں کہ قیوم وغیرہ اسمائے صفات میں سے ہیں اور اللہ علم ذات اور ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ایسا خاص کہ مشرکین نے بھی اپنے کسی معبود کا نام اللہ نہیں رکھا۔ جیسا کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے خزائن العرفان میں آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اب خواہ اس کو اللہ پڑھیں یا اللّٰہ یا اللہ ہو لکھیں۔ سب کا حکم ایک ہے، اللّٰہُ حالت وقف میں ہے اور اللّٰہُ میں ہا پر

پیش اشباع کا ہے اور اب جو لوگ اسے اللہ ہو میاں لکھنے لگے ہیں وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم اسے اللہ میاں پڑھتے ہیں صرف عوام کی آسانی کے لیے ہو لکھتے ہیں۔ غرض کہ اللہ اور اللہ ہو میاں میں کوئی فرق نہیں اعراب کے ظاہر کرنے سے اس میں اشباع پیدا کرنے یا وقف کرنے سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لیے کسی بندے کو اللہ میاں یا اللہٗ میاں یا اللہ ہو میاں کہنے کا حکم ایک ہی رہا۔ مگر اپنے مرکز عقیدت کو یعنی پیر کو اللہ میاں کہنے والے یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد بہ کثرت اللہ کا ورد کرنے والا ہے۔ اس تاویل کی بنا پر اب یہ کفر نہیں رہے گا۔ مگر حرام و گناہ اب بھی رہے گا۔ اس لیے کہ جس کلمے میں کسی معنی کفر کا ایہام ہو تو اس کا اطلاق بہر حال ممنوع ہے اگر چہ قائل کی نیت معنی صحیح ہو۔ علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:''**مجرد ایهام اللفظ کاف فی المنع.**'' اور یہاں معنی کفری کا ایہام ہی نہیں بلکہ معنی کفری ہی ظاہر ہے حتیٰ کہ جو مسلمان ذرا سی دین سے مس رکھتے ہیں اگر چہ بے پڑھے لکھے ہوں، ان کے سامنے اگر کسی انسان کو یا اللہ یا اللّٰہ کہہ دو تو وہ بھی اس پر معترض ہوگا۔ اس لیے قائلین کی اس نیت کے باوجود ان کا اپنے پیر کو اللہ میاں کہنا بلا کسی شک و شبہ کے اشد حرام اور سخت ممنوع اور قائل بلا کسی شبہ کے ضرور فاسق اور اشد گنہ گار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ بریلی شریف سے خود حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ فتویٰ تحریر فرمایا:

لفظ اللہ کا اطلاق غیر خدا پر بہر صورت ناجائز و حرام کفر انجام ہے، اسی فتوے کی تصدیق اس خادم نے بھی کی، نوعیت یہ ہے کہ حسب تصریح فقہاے کرام کسی مخلوق کو اللہ میاں کہنا کفر ہے اور یہ حکم اس کے ظاہری معنی کے اعتبار سے ہے لیکن اس کی ایسی تاویل خفی بھی ہے، جو کفر نہیں جیسا کہ قائلین نے بتایا لیکن چوں کہ ظاہری معنی کفر ہے اس لیے احتیاطاً قائلین پر توبہ تجدید ایمان و نکاح کا حکم ہے۔ درمختار میں یہ ہے:''**وما فیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبه وتجدید النکاح.**'' اس کے تحت شامی میں ہے: **ای احتیاطاً کما فی الفصول العمادیة.**'' جلد ثالث: ص: ۲۹۹/ اسی بنا پر قائلین کو توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کا حکم دیا گیا۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی متعدد تصانیف میں اور حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''الموت الاحمر'' میں اس پر مفصل گفتگو فرمائی ہے کہ جس لفظ کا ظاہری معنی کفر ہو اگر چہ اس میں تاویل بعید ممکن ہو، جمہور فقہا ایسے کلمے کے قائل کو کافر کہتے ہیں، لیکن محققین فقہا اور متکلمین قائل کے کافر کہنے سے احتیاط کرتے ہیں، اور یہی مذہب مختار اور راجح ہے، مگر ایسا شخص جمہور فقہا کے نزدیک کافر ہے۔ تو قائل پر توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کا حکم ہے۔ اسی کے مطابق جو کسی مخلوق کو اللہ میاں کہے اس پر توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کا حکم ہے اگر چہ قائلین کو کافر نہیں کہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❸❹❺ کسی مخلوق کو اللہ یا اللہ میاں کہنے اور آل الرحمٰن کہنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اللہ باری عز اسمہ کا علم ذات ہے سوائے اس زمانہ کے ان چند لوگوں کے آج تک کسی نے بھی حتیٰ کہ عرب کے مشرکین نے بھی

لفظ اللہ یا اللہ میاں کا اطلاق کسی مخلوق پر نہیں کیا ہے، اور آج تک قرآن وحدیث میں تو بڑی چیز ہے روزمرہ کے محاورات میں بھی کسی اور معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بہ خلاف آل کے اس کا معنی اولاد کے علاوہ متبعین کے ہیں۔ خود قرآن مجید میں بھی وارد ہے۔ پہلے پارہ سورہ بقرہ میں ہے: "واغرقنا آل فرعون."

اس کی تفسیر بیضاوی نے کی: "ای من اتباعه واهل دينه." یعنی فرعون کے متبعین اور اس کے ہم مذہبوں کو۔

جلالین میں فالتقطہ آل فرعون کی تفسیر میں لکھا ہے "اعوان فرعون"۔

ان آیتوں اور ان کی تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آل کے معنی متبع ملازمین اور گھر والوں کے بھی ہیں۔ اگر چہ وہ اولاد نہ ہوں۔ حدیث میں ہے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: "من آل محمد." آل محمد کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا "كل تقى" ہر متقی۔

دوسری حدیث میں فرمایا گیا: "من تبعني فهو آلي." جو میری پیروی کرے وہ میری آل ہے۔

اسی لیے عربی لغت کی سب سے مستند کتاب قاموس میں ہے: "آل الرجل اهل الرجل اتباعه واولياء ه." تو جب آل کے معنی خود قرآن وحدیث میں پیروی کرنے والے اتباع کرنے والے کے وارد ہیں تو اللہ عزوجل کی طرف اس کی اضافت میں کوئی حرج نہیں، بلکہ کلام عرب میں آل کی اضافت اللہ عزوجل کی طرف موجود ہے۔ ابرہہ نے جب حملہ کیا تو حضرت عبدالمطلب نے جو دعا کی تھی اس کا ایک شعر یہ ہے ؎

وانصر علی آل الصليب وعا بديه اليوم رالک

آل صلیب اور اس کے پرستاروں پر آج اپنے آل کی مدد فرما۔ غرض کہ آل بہ معنی اولاد ہرگز خاص نہیں بلکہ بہ معنی متبع، مطیع فرماں بردار، اعوان ومددگار خود قرآن مجید میں اور احادیث میں وارد ہے۔ بلکہ شعرا کے کلام میں بھی حتی کہ اس کی اضافت اللہ عزوجل کی طرف بھی موجود ہے، تو آل الرحمٰن نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہوا۔ بہ خلاف اللہ کے کہ قرآن مجید میں بہت دور ہے۔ کسی جاہل کافر کے کلام میں بھی اس کا اطلاق غیر خدا پر وارد نہیں اور سوائے علم ذات کے دوسرے معنی میں کبھی بھی استعمال نہیں ہوا شریعت میں وارد ہونے نہ ہونے کی بڑی حیثیت ہے، اس کی مثال لفظ مولیٰ ہے۔ اس کے معنی مالک، محبوب، مددگار، آزاد شدہ غلام وغیرہ کے ہیں۔ ان معانی میں آزاد شدہ غلام کا اطلاق باری عزاسمہ پر کفر مگر چوں کہ قرآن مجید اور احادیث میں اس کا اطلاق اللہ عزوجل پر موجود ہے۔ اس لیے باوجود ایہام معنی کفر کے اس کا اطلاق درست بہ خلاف ان کلمات کے جو شریعت میں وارد نہ ہوں اور ان میں کسی ناجائز معنی کا ایہام ہو تو ان کا اطلاق درست نہیں جیسے کہ لفظ میاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جہاں اس سے منع فرمایا وہاں یہ قید بھی اضافہ فرمائی "اور شرع میں وارد نہیں" اس کا حاصل یہ نکلا کہ اگر لفظ چند معنوں میں مشترک ہو اور اس میں کچھ معنی صحیح ہوں کچھ غلط تو اگر وہ شرع میں وارد ہے تو اللہ

عزوجل پر اس کے اطلاق میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے لفظ مولیٰ فرمایا: "فنعم المولیٰ ونعم النصیر."
اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم" اور اگر ایسے الفاظ شرع میں وارد نہ ہوں تو ان کا اطلاق ممنوع ہوگا۔ اگر چہ قائل کی نیت وہ معنی نہ ہو جو نا جائز ہے۔ جیسے لفظ میاں، آل بہ معنی متبع، پیرو کار، قرآن وحدیث میں وارد۔ لہذا اس کی اضافت باری عزاسمہ کی طرف صحیح اور چوں کہ لفظ اللہ کا قرآن وحدیث میں تو کیا کسی کلام میں مخلوق پر اطلاق نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کسی مخلوق کو اللہ یا اللّٰہ میاں کہنا یقیناً کفر یا کم از کم حرام وگناہ ضرور ہوگا۔ اسی سے سوال نمبر ۴/۵ کے جوابات بھی ظاہر ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور مفتی اعظم ہند کے نام پر اعتراض کا جواب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ کسی بندے کا نام آل الرحمٰن رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر نا جائز ہے تو فقہائے کرام ومحدثین عظام کے اس قول کے کیا معنی ہوں گے آل اللّٰہ اولیاء ہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

آل الرحمٰن نام رکھنا بلا کسی ادنیٰ کراہت کے بلا شبہ جائز اور درست ہے اس لئے کہ اس کے معنیٰ رحمٰن کے ولی، رحمٰن کے فرماں بردار، رحمٰن والے کے ہیں، جیسے اہل اللہ کے معنی اللہ والے کے ہیں کسی کو آل الرحمٰن کہنا ایسا ہی ہے جیسے بزرگان دین کو اہل اللہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ آل اور اہل کے معنی ایک ہی ہیں جیسا کہ عنقریب آرہا ہے یہ سمجھنا کہ "آل" کے معنی صرف "اولاد" کے ہیں جہالت ہی نہیں قرآن مجید کا انکار ہے قرآن مجید میں میری تتبع کے مطابق چودہ جگہ آل فرعون فرمایا گیا ہے حالاں کہ فرعون کی کوئی اولاد نہیں تھی تو اگر "آل" کے معنی صرف اولاد کے مانا جائے تو آل فرعون کہنا غلط ہوگا تو اس سے لازم آئے گا کہ قرآن مجید میں یہ سب آیتیں غلط ہیں مفسرین کرام نے آل فرعون کی تفسیر متبع فرمائی ہے تو نص قرآن سے ثابت کہ "آل" کے معنی متبع اور فرماں بردار کے ہیں قرآن کے ارشاد کی روشنی میں آل الرحمٰن کے معنی "رحمٰن کا مطیع وفرماں بردار ہے علاوہ ازیں آل کی نسبت جب اللہ عزوجل یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنی "ولی" کے ہوتے ہیں۔

القاموس المحیط میں ہے:

آل اللّٰہ ورسولہٗ اولیاء ہ.(۱) اللہ اور رسول کی آل کے معنی ہے اس کے اولیاء۔

اور یہ معنی لغت عرب میں شائع اور ذائع ہے قریش اپنے کو "آل اللہ" کہتے تھے اس کے مطابق جب ابرہہ نے خانۂ کعبہ ڈھانے کے لئے حملہ کیا تو حضرت عبد المطلب نے یہ دعا کی تھی:

---

[۱] القاموس، ج:۳،ص:۳۴۲۔

وانصر علیٰ آل الصلیب وعابدیه الیوم آلک.(۱)	اے اللہ آل صلیب اور صلیب کے پجاریوں پر آج اپنے آل کی مدد کر۔

قریش اگر چہ مشرک تھے مگر ان میں سے کسی کا عقیدہ یہ نہیں تھا کہ وہ خدا کی اولاد ہیں بعض اہل عرب یہ تو عقیدہ رکھتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں مگر اہل عرب میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں خصوصاً قریش کا، پھر بر بناء مذہب صحیح ومختار حضرت عبدالمطلب مومن وموحد تھے اگر معاذ اللہ ان کا یہ عقیدہ ہوتا کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں تو مومن وموحد نہ ٹھہرتے جو لوگ حضرت عبدالمطلب کو مومن نہیں مانتے وہ بھی اس کی وجہ یہ نہیں بتاتے کہ وہ اپنے کو یا قریش کو خدا کا بیٹا ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے بلکہ اس کی وجہ دوسرے شرک وکفر بتاتے ہیں لامحالہ ماننا پڑے گا کہ قریش اور خود حضرت عبدالمطلب کی مراد آل اللہ سے اس کے مطیع اور فرماں بردار ہیں جس سے ظاہر ہو گیا کہ عرب کے عرف میں خصوصاً قریش کے عرف میں ''آل'' بمعنی فرماں بردار مطیع، شائع، ذائع تھا بناءً علیہ مفردات امام راغب میں فرمایا ''یقال اٰل اللّٰه واٰل السلطان''(۲)

علاوہ ازیں خود حدیث میں یہ محاورہ وارد ہے اور آل کی اضافت اللہ کی طرف صراحتہً موجود ہے ارشاد ہے:

''آل القرآن آل الله رواه الخطيب عن انس رضی الله تعالیٰ عنه.''(۳)

جو لوگ آل الرحمٰن پر اعتراض کرتے ہیں وہ لوگ ٹھنڈے دل سے اس حدیث کو پڑھیں اللہ عزوجل توفیق دے تو حق قبول کریں علاوہ ازیں اہل اور آل ہم معنی ہیں آل کا اطلاق اشراف کے ساتھ خاص ہے خواہ انھیں شرافت دینی حاصل ہو یا دنیوی اور اہل عام ہے صراح میں ہے ''آل'' بالمد اهل اوعیال وپس روان ج۲ ص۱۸۴۔ بلکہ آل اصل میں اہل ہی تھا۔ قاموس المحیط میں آل کے معنی کی یہ تفصیل لکھی ہے:

''اهل الرجل واتباعه و اولياء ه ولايستعمل الافيمافيه شرف غالباًفلايقال آل الاسكاف كما يقال اهله واصله اهل ابدلت الهاء همزة فصارت أ ال توالت همزتان فابدلت الثانية الفاً وتصغيره اهيلٌ''(۴)۔

''آل'' کے معنی اہل کے ہیں اور متبعین کے اور اس کے اولیا اور آل انھیں لوگوں میں مستعمل ہوتا ہے جس میں شرافت ہو اس لئے یہ نہیں کہا جائے گا آل اسکاف جیسا کہ کہا جاتا ہے اہل اسکاف (موچی) اس کی اصل ''اہل'' ہے ''ہا'' کو خلاف قیاس الف سے بدل دیا گیا۔

---

[۱] زرقانی، ج:۱،ص:۸٤۔
[۲] مفردات امام راغب، ص:۳۰۔
[۳] منتخب کنزل العمال برحاشیه مسند امام احمد ج اول ص ۳٥٦۔
[٤] کنز المحیط، ج:۳،ص:۳٤۱

خلاصہ یہ کہ آل اور اہل ہم معنی ہیں فرق یہ ہے کہ ''آل'' اشراف کے ساتھ خاص ہے اور ''اہل'' ''عام'' ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ آل کی اضافت صرف ناطقین کے اعلام کی طرف ہوگی نکرہ کی طرف یا زمان ومکان کی طرف درست نہیں اور اہل کی اضافت سب کی طرف درست ہے۔

مفردات امام راغب میں ہے:

''آل'' **خص بالاضافة الی اعلام الناطقین دون النکرات ودون الازمنة والامکنة یقال اٰل فلان ولایقال اٰل رجل ولاآل زمان کذااوموضع کذا. والاھل یضاف الی الکل.** (ملخصاً)(۱)

اس فرق کے باوجود اس پر کوئی فرق نہیں پڑ تا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں جب آل اور اہل ہم معنی ہیں تو آل الرحمٰن پر اعتراض کرنے والے خدا کا خوف رکھ کر آخرت کی باز پرس کی ڈر رکھ کر سنیں ایک حدیث میں فرمایا گیا:

ان للّٰه تعالیٰ اھلین من الناس اھل القرآن ھم اھل الله وخاصتهٗ رواہ احمد والنسائی والحاکم فی المستدرک عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنھما.(۲)

بیشک لوگوں میں سے کچھ اللہ کے اہل ہیں اہل قرآن ہی اللہ کے اہل یعنی اس کے خاص بندے ہیں۔

اسی حدیث کی روشنی میں اولیاے کرام مشائخ عظام کو اہل اللہ کہنا پوری دنیائے اسلام میں رائج ومعمول ہے حتیٰ کہ آل الرحمٰن پر اعتراض کرنے والے معاندین مجادلین بھی اولیاے کرام کو اہل اللہ کہتے ہیں اب یہی لوگ بتائیں کہ اولیاے کرام کو اہل اللہ کہنا جائز اور آل اللہ یا آل الرحمٰن کہنا کیوں حرام گناہ یا کفر وشرک ہے۔ پھر یہ بھی سوچیں کہ صرف اس بنا پر کہ تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے مرشد برحق عارف باللہ سیدنا ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ نے ان کا نام آل الرحمٰن رکھا اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسے باقی رکھا بلکہ پسند فرمایا تو اس کے جواز کے لئے یہی کافی تھا کہ پوری دنیائے سنیت کے دو متفق علیہ بزرگوں نے یہ نام رکھا لیکن اگر آج کوئی ذاتی اور نفسانی اغراض کی بناء پر امام العارفین سیدنا ابوالحسین احمد نوری اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہما سے عداوت کی بناء پر آل الرحمٰن نام رکھنے کو حرام بلکہ کفر وشرک کہہ رہا ہے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ معاند اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ سیدنا ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ کو بھی کافر ومشرک یا فاسق کہہ رہا ہے لیکن اب وہ بتائے کہ جب حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

آل القرآن آل الله،اھل القرآن اھل الله، تو یہ بتائے کہ جوش عداوت میں اس معاند نے ''آل

---

[۱] مفردات امام راغب، ص:۳۰۔

[۲] منتخب کنزل العمال بر حاشیہ مسند احمد ابن حنبل ج ۱ ص۳۵٦۔

الرحمٰن'' پر جو فیریں کی ہے اس کا نشانہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریم ہوئی اور جو شخص ایسی بات کہے جس کی وجہ سے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر یا تفسیق لازم آئے وہ کس منھ سے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ حاصل یہ نکلا قرآن مجید، احادیث کریمہ، کتب لغت، کی تصریحات کے مطابق آل الرحمٰن نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں کسی کو آل الرحمٰن کہنا ایسا ہی ہے جیسے اہل اللہ کہنا، جیسے اہل اللہ کہنا جائز ویسے آل الرحمٰن کہنا بھی جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کسی شخص کو اللہ کہنا کفر وشرک ہے۔
اللہ کے علاوہ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا کفر ہے۔

مسئولہ: عبدالوہاب، ساکن دہلو، مصطفیٰ پور، ضلع میسور، اڑیسہ، ۳۰؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ ① کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنت ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اسماعیل پیر صاحب کی موجودگی میں ان کے مریدوں نے اسماعیل اللہ ہر در و دیوار میں لکھے اور کچھ اپنے ہاتھ سے کاغذ میں لکھ کر دیواروں میں لگوایا، تو لوگوں نے پیر اسماعیل صاحب سے پوچھا کہ آپ کے مریدوں نے اسماعیل اللہ لکھے ہیں، تو پیر اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ وہ جو لکھتے ہیں وہ ٹھیک ہے اور پیر اسماعیل صاحب نے فرمایا، آپ جو سمجھتے ہیں وہ ٹھیک ہے اور وہ جو لکھتے ہیں وہ بھی ٹھیک ہے۔

② اسماعیل صاحب کے مریدوں نے بکرے پر اسماعیل اللہ لکھا اور ذبح کے وقت میں اسماعیل اللہ کہہ کر ذبح کیا تو اس میں اسماعیل پیر صاحب نے اپنے کسی مرید کو تنبیہ نہیں کی۔

③ اسماعیل پیر کے مریدوں کا السلام علیکم کی جگہ قائم اسماعیل اور وعلیکم کی جگہ قیام اسماعیل۔

④ ایک شخص مسمّی ڈاکٹر امانت اللہ اسماعیل نے ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے اعلان وحدانیت و وحدت و وحدت ارادی صراط مستقیم پیغام وحدہ لا شریک. اس نے اس کے ضمن میں یہ اقرار کیا ہے کہ میں صوبہ بہار سارن، ضلع چھپرا ڈویژن کے تھانہ میرک، ڈاک خانہ عیوا پور، موضع بھگوان پور، اسماعیل نگر، ایک قدیمی باشندہ ہوں۔ سرورق یہ دیکھا گیا ہے کہ اس کے شائع کرنے والے غلامانِ اسماعیل ہیں اور آخری صفحہ سے ظاہر ہے کہ اس نے نئی پبلشی ہاؤس، زکریا اسٹریٹ کلکتہ نے طبع کرایا تھا۔ مضمون مذکور کے ضمن میں مسمّی مذکور نے لکھا ہے کہ نہ عالم ہوں نہ فاضل ہوں، میں کوئی خلاف حکم شرع نہیں کہتا نہ اوروں کے دھرم کے خلاف کہتا، نہ کسی سے ان بن رکھتا، رب العالمین کی طرف سے یہ خدمت آپ حضرات میں پیش کرتا ہوں۔ یہ کل باتیں عوام الناس کے لیے ہیں، خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ہوں کوئی دیگر سوال نہیں۔ آج مجھے کئی سالوں سے خوابوں میں بشارت دی جارہی ہے کہ تم کل متذکرہ بالا ہدایتوں کو عوام میں خواہ ملک ہو یا غیر ملک یعنی کہ ہر گوشہ

گوشہ میں خبر کر دو، تمام انبیا و اولیاے کرام درویشوں نے جو پیغمبر آتے تھے وہ مل کر بہت سختی کی کہ اگر تم ان ہدایتوں کو عوام الناس میں اعلان نہیں کرو گے، تو تم حق الیقین کے دائرے سے الگ کر دیئے جاؤ گے۔ یہ خدمت عوام الناس میں پیش کر دیتا ہوں، اور ہر ایک خاص وعام سے مذکورہ ہدایتوں کو سناتے آیا ہوں۔ اسی کے ضمن میں اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ پانچ چھ سال قبل سے جب جب مجھ پر یہ سختیاں کی گئیں، تب میں اپنے مرشد آقا حضرت شاہ اسماعیل وارثی عفی اللہ عنہ کے خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور اس کام کے انجام دینے کا حکم طلب کرتا رہا، مگر سرکار اقدس سے اجازت نہیں ہوتی تھی بہر حال کچھ ہی دنوں سے جب ایسی نوبت آئی کہ دم چین مشکل بن آیا تو میرے آقائے نامدار حضور پرنور سے مجھے اجازت ملی کہ اچھا ٹھیک ہے جیسے جیسے وہ بزرگان سلف حکم دیتے ہیں ویسے تعمیل کرو۔ اسی کے ضمن میں اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ بہت دنوں سے دنیاوی خواہشوں سے الگ ہو کر اس مالک دوجہاں وارث الوارث کی یاد میں اپنے کو بھلا دیا ہوں، اور اخیر میں یہ لکھا ہے کہ مذکورہ بالا ہدایتوں میں کسی قسم کی اگر کوئی غلطی ہوئی ہو اس سے سنبھالتے ہوئے اللہ معاف کرے گا۔ اس مذکور مضمون اور اس کے نوٹ میں مندرجہ ذیل عبارتیں مسمی مذکور نے لکھی ہے۔ شری بید بیاس جی کو بھی حکم ہوا تھا کہ جاؤ تمام دنیا والوں کو سمجھاؤ وہ بیس برس تک سمجھاتے رہے مگر آخر کار لوگوں نے نہ مانا اور اپنے خیال سے باز نہ آئے۔ تو جلال ایزدی نے قہاری کو ابھارا اور شری کرشن جی کو پیغمبر بنا کر بھیجا انھوں نے جو کچھ کیا دنیا والوں پر روشن ہے۔ جتنے انبیا اولیاے کرام رشی مونی ومہرسی جو پیغمبر بن کے آئے، سبھوں نے ایک واحد کی پرستش کرنے کے احکام مستحکم ٹھہرائے اور خود کرتے آئے اور تا حشر برقرار رکھنے کی کوشش بلیغ کرتے رہیں گے۔ ایسے ان تمام نبیوں اور ولیوں پر اور تمام ایسے رشیوں اور مونیوں پر میرا اسلام ہاں ایسے لوگوں سے محبت رکھنا ہی حق الیقین کی درستی کا باعث ہوسکتا ہے، اور بڑے بڑے مرتبہ کے پیرو پیغمبر مونی ومہاتماؤں نے خبر دی ہے کہ چودہ صدی میں انواع واقسام کا طوفان اور قہر ایزدی کا نزول ہوگا۔

مذکورہ ڈاکٹر امانت اللہ اسماعیلی پر ان عبارت سے کیا حکم ہے۔ اس کے پیر شاہ محمد اسماعیل کا معتقد ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور مضمون مذکور کو بھی جو صحیح سمجھتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

❶ زید امام ہوتے ہوئے اسماعیل مریدوں کی حمایت کیا تو اس پر کیا حکم ہے؟

❷ زید امام ہوتے ہوئے جھوٹ بولے تو کیا حکم ہے؟

❸ زید امام ہوتے ہوئے ریڈیو میں فلمی فحش گانا سنے تو اس پر کیا حکم ہے؟

❹ نیچے طالب علم قرآن الکریم پڑھتے ہیں اور زید امام کرسی پر بیٹھے رہتے ہیں تو اس پر کیا حکم ہے؟

❺ زید امام ہوتے ہوئے وہابی عقائد کی کتاب سیدھے سادے سنی مسلمان کو پڑھنے کو دے، جس کتاب میں مزار شریف وغیرہ جانا شرک ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

❻ زید امام ہوتے ہوئے زمین کا بندک (یعنی گروی) اس کا کل آمدنی اپنے ذاتی خرچ میں لائے، تو اس پر

کیا حکم ہے؟

الجواب

❶-تا-❹ اسماعیل اللہ لکھنا، کہنا بلا شبہہ کفر ہے، بلکہ شرک۔ کہنے والے، لکھنے والے، عربی نہیں ہندی ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ ان کی مراد اضافت نہیں۔ اردو ہندی میں اضافت کے لیے کا، کی، کے لگنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے 'زید کا گدھا' تو یہ اضافت ہوگی۔ اور اگر کہا جائے کہ 'زید گدھا' یہاں اضافت نہیں۔ اسی طرح اردو ہندی زبان میں اسماعیل اللہ کے معنی صرف یہ ہیں کہ اسماعیل اللہ ہے۔ یہ صراحۃً کفر وشرک ہے۔ اس لیے یہ کہنے والے، لکھنے والے، اس کو ٹھیک کہنے والے ضرور کافر، مرتد، خارج از اسلام اور اگر اسماعیل اللہ کو مان لیا جائے کہ یہ اسماعیلُ اللہ ہے تو درست ہوسکتا ہے، مگر مدار کار اُن کے تلفظ پر ہے۔ اگر وہ اسماعیلُ اللہ بولتے ہیں، جب تو یہ تاویل چل جائے گی:۔ لیکن اگر وہ بولتے ہیں اسماعیل اللہ تو اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ اب وہ کفری معنی میں متعین ہے کہ یہ گم راہ اسماعیل کو اللہ مانتے ہیں، پھر اگر لکھنے میں یہ احتمال ہے کہ یہ لفظ اسماعیلُ اللہ ہو اور فرض کیجیے یہی لفظ وہ بولتے ہوں تو بکرا ذبح کرتے وقت بھی اسماعیلُ اللہ کہا ہوگا، پہلے نہیں تو اب ضرور کافر ہو گئے۔ اسی طرح اگر اسماعیل اللہ کہہ کر ذبح کیا ہو تو بھی کافر ہو گیا۔ اللہ کے علاوہ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا کفر ہے۔ شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں ہے:"**قال العلماء لو ذبح مسلم ذبیحۃً وقصد بھا التقرب الی غیر اللّٰہ تعالیٰ صار مرتدًا و ذبیحتہ میتۃ.**"[1]

ڈاکٹر نے اپنی کتاب میں کرشن کو پیغمبر لکھا ہے، اس کی وجہ سے یہ بھی کافر ہو گیا، اس لیے کہ علما نے اس کی تصریح کی ہے کہ کرشن کافر تھا۔ عارف باللہ سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی نے سبع سنابل شریف جو بارگاہِ رسالت میں پیش ہو کر مقبول ہو چکی ہے، مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری رحمۃ اللہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا:

> "فرمود کرشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔

کرشن کہ کافر تھا کئی سو جگہ استدراجاً بیک وقت موجود ہو جاتا تھا۔ اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہو جائے تو کیا تعجب[2]

امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

> "رام وکرشن و مانند آنہا کہ آلہہ ہنود اند۔ الی ان قال۔ وآلہہ ہنود خلق را بہ عبادت خود ترغیب کردہ اند وخود را آلہہ دانستہ ہر چند بہ پروردگار قائل اند اما اورا در خود حلول واتحاد اثبات کردہ اند واز یں جہت خلق را بہ عبادت خود می خوانند وخود را الٰہ گویانندہ اند ودر محرمات بے تحاشی افتادہ اند بزعم آنکہ الٰہ از ہیچ چیز ممنوع نیست در خلق خود ہر تصرفے کہ خواہد بکند اقسام ایں

---

[1] ص:۴۸۱، البقرۃ

[2] سبع سنابل شریف، ص:۱۷۰

تخیلات فاسدہ بسیار دارند ضلّو فاضلّو."

یعنی رام کرشن اوران کے مثل ہندوؤں کے دیوتاؤں نے مخلوق کو اپنی عبادت کی رغبت دلائی ہے اور اپنے کو معبود جانا ہے اگر چہ پروردگار کے قائل ہیں مگر اس کا اپنے اندر حلول اوراتحاد ثابت کیا ہے، اسی وجہ سے مخلوق کو اپنی پوجا کی طرف بلاتے ہیں اور اپنے کو معبود کہلواتے ہیں اور حرام کاموں میں بے تحاشا گرفتار ہوتے ہیں، اس گمان پر کہ معبود کے لیے کوئی چیز ممنوع نہیں اپنی مخلوق میں جو تصرفات چاہے کرے، اس قسم کے بے شمار خیالات فاسدہ رکھتے ہیں، خود بھی گم راہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گم راہ کیا۔[1]

ان وجوہ کی بنا پر کرشن کو پیغمبر کہنے والا ضرور کافر۔ اسی طرح ملاقات کے وقت بجاے سلام کے قائم اسماعیل و قیام اسماعیل کہنا تغیر سنت کی وجہ سے بدعت سیئہ وضلالت ہے، اس لیے یہ لوگ، یہ پیر اور اس کے مریدین سب کے سب کافر، مرتد، خارج از اسلام ہیں اور یہ ڈاکٹر بھی۔ جو ان لوگوں کے بشمول پیر و مریدین و ڈاکٹر ان کفریات پر مطلع ہے، پھر بھی ان کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے یا ان کے ان کفریات کو حق سمجھتا ہے، وہ بھی ضرور انھیں کے مثل کافر و مرتد ہے، قرآن مجید میں ہے: "اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ."[2] عامہ کتب میں ہے "رضا بالکفر، کفر." واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) زید اگر اس پیر اسماعیل کے مریدین کی حمایت کفر میں کرتا ہے، مثلاً یہ کہتا ہے کہ یہ سب کفریات درست ہیں تو پھر زید بھی انھیں کے مثل کافر و مرتد، اب نہ اس کی نماز نماز ہے اور نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز درست۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی قضاء کے مثل بلکہ اس سے بدتر۔ درمختار میں ہے: "**وان انکر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلا**"[3] **واللہ تعالیٰ اعلم.**

(۲)-(۳) جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے، یوں ہی فلمی گانے سننا خصوصاً باجوں کے ساتھ اگر چہ ریڈیو کے ذریعہ سنے، حرام وگناہ۔ زید ان دونوں حرکتوں کی وجہ سے فاسق معلن ہو گیا۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی جائیں واجب الاعادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) زید سخت بے ادب ہے، ایسے بے ادب کو علاحدہ کر دیا جائے، اس سے بچوں کو ہرگز ہرگز تعلیم نہ دلوائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) دیوبندی عقائد کی کتابیں کسی کو پڑھنے کے لیے دینے کا مطلب ہے دیوبندی عقائد کی اشاعت۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی، مکتوب شش و صد هفتم، دفتر اول، ص:۶۷۸

[2] قرآن مجید پارہ:۵، سورۃ النساء، آیت:۱۴۰

[3] ص:۳۰۱، ج:۲، کتاب الصلاۃ باب الامامۃ، دارالکتب العلمیۃ، لبنان

دیوبندیوں کی کتابیں بعض وہ ہیں جن میں کفر تک ہے۔ اگر وہ ایسی کتابیں لوگوں کو پڑھنے کے لیے دیتا ہے جن میں کفری باتیں ہیں تو زید خود کافر ہو جائے گا، ورنہ گم راہ ضرور ہے بلکہ اس کا ظن غالب ہے کہ یہ وہابی ہے، ورنہ وہابیوں کی کتابیں پڑھنے کے لیے لوگوں کو کیوں دیتا۔ تحقیق کی جائے۔ اگر یہ واقعی وہابی ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو وہابیوں کا ہے، یعنی یہ کافر ومرتد ضرور بالضرور ہے۔ اس سے میل جول سلام کلام، سب ممنوع وحرام وگناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) مسلمان کی زمین جو کسی کے یہاں گروی یعنی رہن رکھی ہوئی ہو، اس سے نفع اٹھانا حرام اور سود ہے۔ زید اگر گروی زمین سے نفع اٹھاتا ہے تو سود خور اور بہ حکم حدیث ملعون ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا: ”کل قرض جرّ منفعة فهو ربا“۔[۱]

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

”لعن رسولُ صلى الله عليه وسلم اٰكل الربوٰ و موكله و كاتبه و شاهديه وقال هم سَوَاء.“[۲] واللّٰه تعالىٰ اعلم.

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دل میں سوچتا ہوگا کہ کیا ہو گیا، کفر ہے

مسئولہ: اسرار احمد، متعلم مدرسہ نوریہ، دولت گنج، ضلع چھپرا، بہار، ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس کا نام کلیم ہے۔ اس کا اپنے خاص رشتہ داروں سے بہت شدید اختلاف ہوا۔ نوبت ایک دوسرے کی جان لینے تک آ گئی۔ بعد میں جب صلح کی بات چیت ہونے لگی تو اس پر کلیم نے ہنستے ہوئے کہا کہ آج سارے لوگوں کو تعجب ہے کہ ایسا کیسے ہو گیا، بلکہ اللہ بھی اپنے دل میں سوچتا ہوگا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے الفاظ سے کلیم کے ارتداد کا حکم ہوتا ہے کہ نہیں اور کلیم کا نکاح فسخ ہوگا یا نہیں اور اگر کلیم کی بیوی کلیم کے ساتھ نکاح کرنے پر رضا مند نہ ہو تو اس کی شادی دوسری جگہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ جملہ کہ ”اللہ بھی اپنے دل میں سوچتا ہوگا“ یقیناً صریح کفر ہوگا۔ اس جملے میں تین کفریات ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے دل مانا۔ دل جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم اور اعضائے جسمانیات سے منزہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی عضو مانے وہ کافر ہے۔ دوسرا یہ کہ اس نے کہا سوچتا ہوگا۔ سوچتا وہ ہے جو عالم الغیب نہ ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سوچنے کا اثبات اس کے قادر ہونے اور عالم الغیب ہونے سے انکار

[۱] الداریہ فی تخریج احادیث، الهدایه: ص: ۱۳۰، کتاب الحواله اخیرین، مجلس برکات

[۲] مشکوٰۃ، ص: ۲۴۴

ہے۔ پھر اس نے کہا، کیا ہو گیا۔ اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل یہ نہیں جانتا تھا کہ ان دونوں میں صلح ہو گی۔ یہ بھی کفر ہے۔ کلیم یہ کلمۂ کفر بکنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اگر اس کی بیوی اس کے ساتھ دوبارہ نکاح پر راضی نہ ہو تو وہ اسے مجبور نہیں کر سکتا، وہ کہیں اور بھی نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ تم خدا کے باپ ہو

مسئولہ: اظہار احمد نوری سریندر پٹی، امریا، پیلی بھیت، ۲۱ محرم ۱۴۱۸ھ

مسئلہ (۱) جو عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرے۔

(۲) شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو میری فرماں برداری نہیں کرے گی تو تیری نماز، روزہ اور کوئی نفل قبول نہیں ہو گا۔ تو بیوی نے جواب دیا کہ تو خدا کے باپ ہو (نعوذ باللہ) ایسی عورت کیا اپنے شوہر کے نکاح سے باہر ہو گئی۔ کیا تجدید نکاح وتجدید ایمان لازم ہے، ایسی عورت پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ بدزبان خبیثہ اسلام سے خارج ہو کر کافرہ و مرتدہ ہو گئی۔ اصل مذہب یہی ہے کہ شوہر کے نکاح سے باہر ہو گئی۔ لیکن اب فتویٰ اس پر ہے کہ عورت مرتد ہونے سے نکاح سے باہر نہیں ہوتی پھر بھی شوہر اسے ہاتھ نہ لگائے، جب تک یہ بدلگام اس کلمۂ کفر سے توبہ کر کے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو کر دوبارہ نکاح نہ کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ اللہ سوچ میں پڑ گیا
یہ کہنا کیسا ہے کہ اللہ کو سچی بات پسند نہ آئی

مسئولہ: علی احمد، نوا پورہ، رسول پورہ، وارانسی، یوپی، ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ زید ایک مسجد کا امام ہے، اس نے اللہ اور ابلیس کے مابین گفتگو کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ابلیس نے جب اپنے دلائل پیش کیے کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں، آدم مٹی سے، تو ابلیس کی دلیل اور سچائی کو سن کر اللہ سوچ میں پڑ گیا اور اللہ تعالیٰ کو ابلیس کی سچائی پسند نہیں آئی۔ جواب طلب بات یہ ہے کہ اللہ سوچ میں پڑ گیا، کہنے والے امام کی امامت میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ دوم یہ کہ اللہ کو نافرمان ابلیس کی سچائی پسند نہیں آئی تصور کرنے والے امام کو از روئے شرع امام بنانا کیسا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

یہ امام کافر ومرتد ہوگیا، اسلام سے خارج ہوگیا، اس کے تمام اعمالِ حسنہ اکارت ہو گئے۔ اب نہ اس کی نماز، نماز ہے، نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ جس دن اس نے یہ بکا اس دن سے اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں، سب کی قضا پڑھنا واجب۔ اس نے ایک ساتھ کئی کفر بکے۔ اس نے اللہ کو عاجز بھی مانا اور جاہل بھی۔ کسی کی دلیل سن کر سوچ میں پڑنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ جواب سے عاجز ہوگیا، اس کے پاس اتنا علم نہیں تھا کہ وہ جواب دیتا۔ پھر اس امام نے ابلیس کے اس فریب کو سچی بات کہی پھر اور جرأت بڑھی تو کہہ دیا کہ اللہ کو سچی بات پسند نہیں آئی۔ اللہ سے بڑھ کر سچی بات پسند کرنے والا کون؟ ابلیس نے جو بکا تھا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے اس لیے بہتر ہوں کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور وہ مٹی سے، اس نے یہ سمجھا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے، یہ اس کا پہلا فریب تھا۔ زمین آگ سے بدرجہا عقلاً ونقلاً بہتر ہے۔ مٹی ہی سے سب انسان بنائے گئے، بنائے جاتے ہیں جو اشرف المخلوقات ہیں، زمین ہی پر ساری مسجدیں ہیں، کعبہ ہے، بیت المقدس ہے، سارے انبیاے کرام کے مزارات ہیں اور خود ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے متصل ہے، آگ کی کیا حقیقت ہے، عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ عقلی طور پر زمین یوں افضل ہے کہ انسان کا ٹھکانہ زمین، زمین ہی کی پیداوار پر انسان اور تمام جان داروں کی زندگی کا انحصار ہے، پانی زمین سے نکلتا ہے، غذا، دوا زمین سے پیدا ہوتی ہے، مکان کے سامان سب زمین سے پیدا ہوتے ہیں، سارے لباس زمین کے پیداوار ہی سے بنائے جاتے ہیں، اس لیے شیطان کا یہ سمجھنا کہ آگ زمین سے افضل ہے، اس کا فریب تھا۔ دوسرا فریب یہ کہ اس نے مادۂ پیدائش کی فضیلت پر دار و مدار رکھا، یہ اس کا دوسرا دھوکا تھا۔ مدارِ فضیلت ایمان، اللہ عزوجل کی معرفت اور اس کی اطاعت ہے۔ امام پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر ان کلماتِ کفریہ سے توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو پھر سے نکاح کرے۔ اگر امام مان جائے فبہا، ورنہ اس کو فوراً امامت سے معزول کر دیا جائے، اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خدا کو ظالم کہنا کفر ہے

مسئولہ: محمد رحمت علی قادری انصاری، بیرہ، ۲۰ رشوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ زید تقریر میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہے، جیسے تمہارے خاندان میں تو کوئی تقریر کرنا جانتا ہی نہیں، تم تقریر کو کیا سمجھو گے، کبھی کہتا ہے یہاں کا مسلمان کتا اور سور ہے، خدا ظالم ہے، رسول کون ہے؟ اکثر لوگوں کی شکوہ شکایت کرتا ہے، حتی کہ علماے کرام کی

غیبت سے بھی باز نہیں رہتا، وغیرہ وغیرہ۔ اس میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ شخص بلاشبہہ کافر ومرتد، اسلام سے خارج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہ کہنا کہ اگر خدا اتر کرآوے تب بھی نہ مانوں گا
یہ کہنا کہ میں خدا سے بڑھ کر ہوں، کفر ہے

مسئولہ: محمد عابد حسین قادری، مقام- رقبہ، پوسٹ- بھورے، ضلع- گوپال گنج، بہار

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا ایک بچہ بکرا پنے باپ زید کے چھت پر ایک حجرہ بنا رہا ہے، جب کہ باپ زید نے بکر کو منع کر دیا تو بکر نے ایک تیسرے فرد سے سفارش کرایا تو زید نے جواب دیا کہ اگر خدا اتر کرآوے تب بھی میں نہیں بننے دوں گا۔ تو اس پر بکر نے کہا کہ، کیا آپ خدا سے بڑھ کر ہیں؟ تو زید نے کہا، ہاں، میں خدا سے بڑھ کر ہوں۔ ایسی صورت میں زید کی چھت پر بیٹا بکر حجرہ بنا سکتا ہے یا نہیں، اور زید کی اس بولی پر شریعت کا کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہوگی کہ نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

مکان زید کی ملک ہے، جب وہ چھت پر مکان بنانے کی اجازت نہیں دیتا تو بکر کو کسی طرح جائز نہیں کہ چھت پر مکان بنائے۔

بکر کا باپ زید کافر ومرتد ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس کے تمام اعمالِ حسنہ اکارت ہو گئے، اس نے دو کفر بکا، بلکہ تین۔ ''خدا اتر کرآئے جب بھی نہیں بننے دوں گا'' اس میں دو کفر ہے، اور ''میں خدا سے بڑھ کر ہوں'' تیسرا کفر۔

زید نے جس دن جس وقت سے یہ کفر بکا، اس دن اس وقت سے اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی ہیں، سب کو پھر سے پڑھنا فرض۔ زید کو فوراً بلا تاخیر امامت سے الگ کر دیں۔ اس پر فرض ہے کہ ان کفریات سے توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی کو رکھنا چاہے تو پھر سے نکاح کرے۔ زید اگر توبہ کر لے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو جائے فبہا ورنہ مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں۔ اسی حال میں مر جائے تو اس کے غسل ودفن اور جنازے میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ جو رب ہے وہی رام ہے/ رام کو اپنا مربی سمجھنا کفر ہے

مسئولہ: اظہر حسین، سورو باندھ، بلیا، ۲۶ محرم ۱۴۱۸ھ

مسئلہ زید وعمرو وبکر نے ایسے پروگرام میں حصہ لیا جس میں یہ کہا گیا کہ ''جو رب ہے وہی رام'' بلکہ زید نے بھی اسے ثابت کرنے کے لیے پانی، واٹر، آب وغیرہ کی مثال پیش کی اور اس جلسہ میں زید نے یہ بیان کیا کہ فیروز اللغات میں اور معنوں کے علاوہ رام بہ معنی پروردگار بھی ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ فرمان سرزمین دیوہ پر آرام فرمانے والے بزرگ حضرت وارث علی شاہ علیہ الرحمہ کا ہے۔ مزید تفسیر نعیمی کے حوالے سے بھی یہ بتایا کہ رب بہ معنی مربی کے ہیں اور مربی بندہ کو کہا جاتا ہے۔ آیت کریمہ: ''ارجع الیٰ ربک.'' پیش کیا۔ اور اس جلسہ میں یہ بھی ثابت کیا گیا کہ مقام صہبا میں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے رونے کی وجہ قضا نماز نہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ شیر خدا کی نماز قضا ہوئی تو رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا کیا ہوگا، جب حضرت علی بیٹھے اور رسولِ پاک لیٹے تھے؟ اور مزید اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں یہ بھی ثابت کیا گیا کہ حضرت علی خدمتِ رسولِ پاک میں تھے تو نماز قضا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لیے کہ رسولِ پاک کی خدمت ہی نماز ہے، اور یہ آیتِ کریمہ بطور استدلال پیش کیا: ''یایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ و للرسول الخ.'' اور وجہ یہ بیان کیا کہ وہاں غروب سے مراد رحلتِ رسول ہے، لہٰذا رسولِ پاک نے سورج کو پلٹا دیا جس سے یہ حقیقت روشن ہوئی کہ اسلام میں تاریکی کبھی نہیں آسکتی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پہ جو تجلی دیکھی تھی، وہ رب کی تجلی تھی، خدا کی نہیں، اس لیے کہ جو رب ہے وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ رب نہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلوۂ رسولِ پاک کی زیارت کی، خدا کی تجلی کی نہیں اس لیے کہ خدا کو محدود کرنا شرعاً کفر ہے۔ رب کی وضاحت کرتے ہوئے زید نے یہ بھی کہا کہ صحاح کی روایت کے مطابق حضرت عائشہ آپ سے ناراض ہو جاتیں تو کہتیں کہ میرا رب ابراہیم ہے اور جب ناراض نہیں ہوتیں تو آپ کو اپنا رب کہتیں۔ اسی طرح یہ بھی بیان کیا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا، میں نے اپنے رب کو مدینے کی گلیوں میں ٹہلتے دیکھا۔ اسی طریقے سے زید نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت ابراہیم نے: ''رب ھب لی من الصالحین.'' جو کہا، وہاں بھی رب سے مراد خدا نہیں بلکہ قبلہ ہے۔ سورۂ فاتحہ میں ''الحمد للہ رب العلمین.'' کا ترجمہ زید نے یہ کیا کہ الحمد بہ معنی تعریف، للہ بہ معنی اللہ کے لیے اور رب بہ معنی پالن ہار اور عالم کی جمع عالمین کہتے ہوئے با محاورہ یہ ترجمہ کیا کہ ''اللہ کے لیے سارے عالم کے پالن ہار کی تعریف'' اور یہ بھی بیان کیا کہ رب اور ہے اور صمد اور ہے۔ اور یہ بھی بیان کی کہ اہلِ عرب الف لام کی اضافت کے ساتھ گفتگو فرماتے ورنہ ننانوے ناموں میں کہیں بھی ایسا درج کیا گیا

جہاں الف لام نہ ہو۔اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ سارے نام اتصالیہ نہیں بلکہ انفصالیہ ہیں۔مزید تصور شیخ سے تصویر کشی کو جائز قرار دیا اور جائز ہی سمجھ کر ویڈیو کیمرہ سے پکچر بنوایا۔عمرو بکر نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ سامعین کی جانب سے ایک صاحب نے اعتراض کیا اختتامِ جلسہ کے بعد تو زید نے یہ بتایا کہ مبارک پور کے مولانا عبدالعزیز صاحب جنھیں لوگ حافظِ ملت کے نام سے جانتے ہیں، انھوں نے اپنی تصویر بنوائی اور وہ تصویر بھی زید نے دکھلایا۔اور بیکل اتساہی مدرسہ امجدیہ، بھیڑی ضلع بلیا میں آئے تھے تو انھوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ اعظم گڑھ میں حافظ ملت کی تصویر بذریعہ کیمرہ تیار کی گئی اس جلسہ میں جسے جشن وارث پاک کے نام سے انعقاد کیا گیا۔بیسیوں ہزار کی تعداد میں لوگ تشریف لائے تھے، جس میں دیوبندی، بریلوی، عزیزی، جیبی، وارثی، وہابی، شیعہ، نیازی، نیچری اا ور غیر مسلم بھی شریک تھے۔لہٰذا رضوی شریعت کے مطابق کیا حکم ہے، ارسال فرمائیں اور زحمت نہ ہو تو دیوبندی شریعت، وہابی شریعت وقادیانی شریعت ونیچری شریعت کے مفتیوں کا کیا حکم ہے۔تفصیلی جواب ارسال فرمائیں کہ اسے شائع کرادیا جائے، نہیں تو کافی ہنگامہ ہونے کا ڈر ہے۔اوران لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے جو ایک ساتھ دیوبندی بریلوی مل کر جلسہ کرائے اور دونوں کے علما تقریر کیے، بلکہ یہ بات کہہ کر اعلان کرایا کہ ہم لوگوں کا عقیدہ تو ایک نہیں ہے مگر اور معاملوں میں ہم ایک ہیں۔اسی اسٹیج پر سنی علما صلوٰۃ وسلام پڑھے اور وہ لوگ کچھ چلے گئے، کچھ بیٹھے رہ گئے۔کیا ایسا کرنا درست ہے؟ دونوں کے ایک ہوکر اسٹیج پر تقریر اس طرح کی کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

یہ کہنا کہ جو رب ہے، وہی رام ہے، صریح کفر وزندقہ ہے۔رب اللہ عزوجل کے اسماے حسنٰی میں سے ہے۔ جب یہ بلا اضافت بولا جاتا ہے تو اس سے اللہ عزوجل کی ذات مراد ہوتی ہے۔اور رام اجودھیا کے راجا دشرتھ کے بیٹے کا نام تھا جو بعد میں اجودھیا کا راجا ہوا۔ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق ایشور کا اوتار تھا، یعنی ایشور نے رام کے روپ میں جنم لیا تھا۔ایسی صورت میں رب اور رام کو ایک کہنا کسی سمجھ دار آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔خطیب نے جو فیروز اللغات کا حوالہ دیا کہ رام کے معنی پروردگار کے ہیں، فیروز اللغات میں ایسے ہی لکھا ہے، یہ کوئی معتبر کتاب نہیں اور یہ بالکل غلط ہے کہ رام کے معنی پروردگار کے ہیں۔رام سنسکرت کا لفظ ہے۔سنسکرت کے کسی لغت میں رام کے معنی پرودگار کے نہیں اور نہ سنسکرت کے اصول کے اعتبار سے ہوسکتے ہیں، پھر اعتبار عرف کا ہوتا ہے۔عرف میں رام سے مراد وہی اجودھیا کے راجا ہوتے ہیں۔ہندو مالا جپتے ہیں تو کہتے ہیں سیتارام، سیتارام۔سنسکرت میں رام کے معنی ہیں جس میں کوئی چیز رمی ہوئی ہو، گھسی ہوئی ہو۔کیوں کہ ہندوؤں کا اعتقاد ہے کہ ایشور رام کے شریر میں رما ہوا تھا، اس لیے وہ رام کو رام کہتے ہیں۔اور حضرت وارث پاک پر یہ افترا ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ رب اور رام ایک ہے۔یہ جاہلوں نے گڑھ لیا ہے۔پھر حضرت وارث پاک رحمت اللہ علیہ جذب کی حالت میں رہتے تھے اور

حالتِ جذب کی بات حجت نہیں۔ ہاں عربی زبان میں رب کسی کی طرف اضافت کر کے مخلوق پر بولا جاتا ہے، جیسا کہ ''اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ.''[۱] الآیہ میں ہے۔ مگر یہ محاورہ عربی کے ساتھ خاص ہے۔ اردو میں رب کا اطلاق اضافت کے ساتھ بھی غیر خدا پر وارد نہیں۔ پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری مراد رب سے مربی ہے اور اس معنی کو رب رام ایک ہے تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ اپنے اعتقاد میں رام کو اپنا مربی سمجھتا ہے، اگر چہ یہ بھی کفر مگر بات دوسری ہوگی۔ یہاں تو اس نے بکا ہے ''جو رب ہے وہی رام'' یہ ایک الگ بات ہے۔ اسی کا نام جہالت ہے کہ اپنا کہا ہوا خود ہی نہ سمجھیں۔ دلیل وہ دیں جس کا مدعا سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ بھی خطیب کی جہالت ہے کہ اسے واقعہ بھی صحیح نہیں معلوم۔ احادیث کے صریح الفاظ سے جو باتیں ثابت ہیں اس کا انکار کرتا ہے۔

منزل صہبا کے واقعہ میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھی تھی اور جاگنے کے بعد اپنی پریشانی کی وجہ یہی بتائی کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے۔ ایسے جاہل سے کیا خطاب۔ اور یہ کہنا کہ رسولِ پاک کی خدمت ہی نماز ہے، کلمۂ کفر ہے۔ نماز الگ فریضہ ہے جس کے ارکان مقرر ہیں اور خدمتِ رسول الگ فریضہ ہے جو نماز کے علاوہ دوسرا فریضہ ہے اور آیۂ کریمہ: ''اَسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ.''[۲] سے اس پر استدلال الگ کفر۔ اس آیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ خدمتِ رسول ہی نماز ہے۔ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ نماز کے اندر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلانے سے حاضر ہونا، گفتگو کرنا، وہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرنا مفسدِ نماز نہیں۔ اتنی دیر تک نماز موخر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس سے نماز میں کوئی فتور پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ جب بیک وقت دو فرائض عائد ہوں تو جو اہم ہو اس کو ترجیح دی جائے گی۔ نماز اور اطاعتِ رسول میں اہم اطاعتِ رسول ہے، اس لیے اس کو ترجیح دی جائے گی اور یہی منزلِ صہبا میں امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا، اس لیے ان پر کوئی الزام نہیں بلکہ وہ ثواب کے مستحق ہوئے۔

یہ کہنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کوہ طور پر تجلی دیکھی تھی وہ رب کی تجلی تھی الخ۔ کئی کفریات کا مجموعہ ہے اور تجلی کے معنی سے جہالت کا نتیجہ۔ بلاشبہہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تجلی تھی۔ رب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس لیے اللہ کی ذات ہی رب ہے۔ اور یہ کہنا کہ جو رب ہے وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ رب نہیں، الگ کفر ہے۔ بلاشبہہ خدائے تعالیٰ ہی رب ہے اور بلاشبہہ رب تعالیٰ ہی خدا ہے۔ بظاہر خدا موصوف اور رب صفت ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی صفات عین باری تعالیٰ ہیں۔ پھر مخلوق میں بھی صفت اور موصوف کا مصداق ایک ہی ہوتا ہے۔ ہم نے کہا کہ 'زید عالم' تو جو زید کا مصداق ہے وہی اس جملہ میں عالم کا بھی ہے۔ مگر جسے نہ علم ہے نہ خدا کا خوف، اس

[۱] قرآن شریف، سورۃ یوسف، آیت: ۵۰، پ: ۱۲

[۲] قرآن شریف، سورۃ الانفال، آیت: ۲۴، پ: ۹

سے ان باتوں کی کیا شکایت ۔ یہ جھوٹا کذاب ہے۔فتاویٰ رضویہ تو فتاویٰ رضویہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے۔گمراہوں کا یہی طریقہ ہے کہ جب انھیں راہ نہیں ملتی ہے تو جھوٹ باندھتے ہیں ۔ یہ خطیب زندہ ہے تو اس کو پکڑ کر پوچھیے کہ دکھاؤ فتاویٰ رضویہ میں کہاں ہے؟ مر جائے گا نہیں دکھا پائے گا۔اس سے اس کا بھرم کھل جائے گا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف جو بات منسوب کی گئی ہے وہ صریح کفر ہے۔صحاح ستہ تو صحاح ستہ، کہیں بھی یہ دروغ گو، بہتان طراز یہ روایت نہیں دکھا سکتا۔آپ لوگ کتنے سیدھے ہیں،اس سے کیوں نہیں پوچھتے،دکھاؤ کہاں ہے صحاح ستہ میں؟ کتنا بڑا ڈھیٹ ہے کہ صریح کلمۂ کفر کی نسبت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ، وہ اس شان سے کہ حضور سے مخاطب ہو کر اور پھر بھی حضور نے ٹوکا نہیں۔اس کا علاج فتویٰ پوچھنا نہیں،اس کو پکڑ کر مطالبہ کرنا ہے کہ دکھاؤ، یہ روایت کہاں ہے؟ روایت ہے تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو اور جب مجھ سے خفا رہتی ہو۔ام المومنین نے پوچھا کیسے؟ فرمایا، جب خفا ہوتی ہو تو کہتی ہو، رب ابراہیم کی قسم اور خوش رہتی ہو تو کہتی ہو رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم ۔ام المومنین نے فرمایا کہ حضور نے صحیح سمجھا،لیکن میں صرف حضور کے نام کو نہیں لیتی (اس وقت بھی حضور میرے دل میں رہتے ہیں)۔(بخاری جلد ثانی)

یہ خطیب کتنا بڑا بے ایمان ہے کہ حدیث کیا تھی اور تحریف کر کے اس نے کیا سے کیا کر دیا۔اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات میں تحریف یہودیوں کی عادت تھی، جسے اس خطیب نے اپنا لیا۔

اور اس نے جو یہ بکا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''انا ربی شققة المدینة.'' کہا، یہ حضرت صدیق اکبر پر افترا ہے، بہتان ہے، جھوٹ باندھنا ہے،اور اس نے جو جملہ بنایا وہ خود مہمل اور اس میں کفر صریح موجود ہے''انا ربی.'' کے معنی ہوتے ہیں ''میں اپنا رب ہوں''۔''شققة'' کے معنی ہیں ''میں نے اس کو پھاڑا۔''اور اس جاہل نے ترجمہ یہ بتایا کہ میں نے اپنے رب کو مدینہ کی گلیوں میں ٹہلتے دیکھا۔اس جملے میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنی میں نے دیکھا، ہے،اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس کے معنی ''گلیوں میں'' اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس کے معنی ''ٹہلتے'' ہے۔کتنا بڑا خدا ناترس ہے، ڈھیٹ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان باندھا، ایک مہمل جملہ بنا کر ان کی طرف منسوب کیا اور اپنے جی سے ایک ترجمہ گڑھ لیا۔ایسا دغاباز، دجال کسی شریف انسان کی مجلس میں بیٹھنے کے لائق نہیں۔

آیۂ کریمہ:''رب هب لی من الصالحين.''میں رب سے قبلہ مراد لینا قرآن مجید کی تحریف معنوی ہے، جو کفر ہے اور آیت کے مضمون کو مہمل کرنا ہے۔آیت کا مفہوم یہ ہے:''اے میرے پروردگار مجھے کوئی نیک اولاد عطا فرما''۔رب کے معنی قبلہ مراد لیں گے تو معنی ہی خبط ہو جائے گا۔

سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت کا جو اس نے ترجمہ کیا ہے جسے وہ بامحاورہ ترجمہ کہتا ہے، وہ اس آیت کے مفہوم کو

توڑنا مروڑنا ہے اور آیت کی تحریف معنوی ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ سب تعریف میں وہ بھی تعریف داخل ہے جو اللہ عزوجل نے اپنے نفس کریم کی کی اور وہ بھی تعریفیں داخل ہیں جو فرشتوں نے کیں، انبیا علیہم السلام نے کیں، صالحین نے کی، یا مخلوقات میں سے کسی نے بھی کی۔ ہر مخلوق اگرچہ بے زبان ہو اللہ کی حمد و تسبیح کرتی ہے۔ ارشاد ہے: ''كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَ تَسْبِيْحَهُ.''[1] بلکہ بر بنائے تحقیق مخلوقات میں سے کسی کی کوئی بھی تعریف کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ عزوجل ہی کی تعریف ہے، اس لیے کہ مصنوع کی ستائش حقیقت میں صانع کی ستائش ہے۔ قرآن مجید کا مفہوم اتنا وسیع ہے اور زید نے اس کے مفہوم کو تنگ کر دیا ہے، وہ بھی قرآن مجید کے اسلوب کے خلاف۔ یہاں اسلوب یہ ہے کہ اللہ موصوف ہے، رب العالمین اس کی صفت ہے، اور اس نے جو ترجمہ کیا ''اللہ کے لیے سارے پالن ہار کی تعریف''، تو **رب العالمین** مضاف الیہ ہوا اور **الحمد** مضاف۔ اردو میں ''کے'' علامت اضافت ہے، بولتے ہیں زید کے لڑکے۔ اور آیۂ کریمہ میں **رب العالمین** کی **الحمد** کی طرف اضافت کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اردو میں مضاف الیہ پہلے ہوتا ہے اور مضاف بعد میں، مگر عربی میں اس کے برعکس ہے، مضاف پہلے ہوتا ہے اور مضاف الیہ بعد میں۔ آیۂ کریمہ میں **رب العالمین**، **الحمد** کے بعد ہے، اس لیے **رب العالمین** کی طرف **الحمد** مضاف نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں مضاف پر الف لام نہیں ہوتا اور یہاں **الحمد** پر الف لام ہے، مضاف مضاف الیہ میں فصل نہیں ہوتا۔ یہاں **لِلّٰہ** کا فصل ہے۔ یہ زید اتنا بڑا جاہل، خدا ناترس ملحد ہے اور ایسی بے تکی باتیں کرتا ہے کہ اس کے خلاف کچھ لکھنا قلم اور کاغذ کی توہین ہے، لیکن آپ لوگوں کی فرمائش پر چند سطریں لکھ دیں۔

یہ بھی اس کی گمراہی اور اس کا کفر ہے کہ رب اور ہے، صمد اور ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ اللہ ہی رب بھی ہے اور صمد بھی۔ اس جملہ کا کوئی مطلب ہی سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک مہمل سی بات ہے۔ اضافت ایک الگ شے ہے اور کسی کلمہ پر الف لام ہونا الگ شے ہے۔ مضاف پر الف لام لانا اہل عرب کے یہاں جائز نہیں۔ باری عزاسمہٗ کے اسما جب کسی کی طرف مضاف ہوتے ہیں تو ان پر الف لام نہیں آتا، جیسے **رب العالمین، مالک یوم الدین، رب الناس، ملک الناس، الٰه الناس، نور السمٰوٰت والارض، خالق کل شئ** وغیرہ وغیرہ۔

تصور شیخ پر تصویر کشی کو قیاس کرنا شیطانی وسوسہ ہے۔ تصور شیخ محض توجہ باطنی اور دماغی یکسوئی ہے، شیخ کا خیال جمانے کا نام ہے، نہ یہاں کوئی مشین ہے، نہ پرنٹ ہے، نہ مسالہ ہے، نہ بجلی ہے، نہ شیخ سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ تصویر کشی بہ نص حدیث حرام ہے: ''**لعن اللّٰه المصورين.**''[2] حافظ ملت کی تصویر اگر کہیں ہے تو دھوکے سے لی گئی ہے، حافظ ملت قدس سرہ کو اس کی خبر نہیں جیسا کہ خود میرے ساتھ ایسا ہوا ہے۔

رضوی شریعت شریعتِ اسلامیہ سے الگ کوئی شریعت نہیں۔ رضوی برادران اسلامی شریعت ہی کے پابند

---

[1] قرآن شریف، سورۃ النور، آیت: ۴۱، پ: ۱۸

[1] بخاری، ج: ۲، ص: ۸۸۱، کتاب الباس، باب من لعن المصور (باختلاف الفاظ) رضا اکیڈمی، ممبئی

ہیں اور اسی کے مطابق حکم دیتے ہیں، بقیہ اور جن فرقوں کا نام لیا ہے ان کی شریعت اسلام سے ایک الگ شریعت ہے، آپ ان فرقے والوں کے مولویوں سے پوچھ لیں۔

بد مذہبوں کے ساتھ مل جل کر جلسہ کرنا حرام و گناہ ہے، جن لوگوں نے ایسا کیا وہ ضرور گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کو بھگوان یا رام کہنا کفر ہے

مسئولہ: مہدی حسن چوڑی فروش، انیتا تھوک بازار، اسٹیشن روڈ، ضلع گونڈہ، یوپی، ۱۱ر صفر ۱۴۱۰ھ

مسئلہ زید نے ایک ہندو مریض کی بیمار پرسی میں بھگوان یا رام یا کسی دوسرے دیوتا کا نام لے کر کہا کہ تمھیں اچھا کر دے، ایک متدین عالم دین نے اس لفظ کو خود کان سے سن کر فوراً شرعی حکم بیان فرما دیا کہ توبہ تجدید اسلام و تجدید نکاح و تجدید بیعت کر مگر زید نے اس پر عمل نہیں کیا اس واقعہ کی اطلاع پر عرصہ دراز کے بعد شدہ گاؤں والوں نے بکر کو طلب کیا، بکر چوں کہ ابتدا ہی سے واقف کار تھا، اور احتیاطاً زید کے ساتھ یا اس کے ساتھ کھانے پینے والوں کے ساتھ کھانا پینا ترک کیے ہوئے تھا۔ چناں چہ بکر نے عالم دین کے شرعی حکم کو بیان کرتے ہوئے کہا تا وقت یہ کہ زید یا اس کے ہوا خواہ شرعی احکام پر عمل درآمد نہ کریں گے، ہم آپ لوگوں کے ساتھ ہرگز کھانا نہیں کھا سکتے۔ اس جواب پر چند آدمیوں نے کہا کہ اس طرح تو پورے گاؤں پر شرعی حکم سے توبہ تجدید نکاح وغیرہ کرنا پڑے گا، کیوں کہ ہر کوئی کبھی نہ کبھی رام اور بھگوان وغیرہ کہا ہوگا۔ مذکورہ بالا گفتگو میں کیا واقعی پورے گاؤں والے پر شرعی حکم توبہ وغیرہ نافذ ہوگا۔ یا صرف زید پر؟

اگر پورے گاؤں والوں پر یہ حکم ہوگا تو اس گفتگو کے بعد یا قبل جن لوگوں نے مطلع ہو کر تجدید نکاح وغیرہ کر لیا مگر نہ کرنے والوں کے ساتھ کھا پی لیا ہو اور اس کے ساتھ اسلامی رواداری برتتے چلے آرہے ہوں، اس صورت میں دونوں فریقوں پر کیا حکم شرعی ہوگا بیان فرمائیں۔

الجواب

بھگوان اور رام کے جو حقیقی معنی ہیں ان پر مطلع ہوتے ہوئے جو شخص اللہ عزوجل کو بھگوان یا رام کہے وہ بلا شبہہ کافر مرتد ہے، اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، اور اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہو تو پھر سے تجدید نکاح کرے۔

سنسکرت میں بھگ عورت کی شرم گاہ کو کہتے ہیں، اور وان معنی والا۔ رام کے معنی رما ہوا یعنی کسی میں گھسا ہوا ہے یہ دونوں معنی اللہ عزوجل کے لیے عیب اور اس کو مستلزم ہیں کہ وہ خدا نہ ہو اس لیے دونوں الفاظ کا اطلاق عزوجل پر کفر ہے۔ رہ گئے وہ لوگ جو اس کے حقیقی معنی نہیں جانتے وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہندوؤں میں اللہ

عز و جل کو بھگوان یا رام کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اگر اللہ عز و جل کو بھگوان یا رام کہا تو ان کا حکم اتنا سخت نہیں پھر بھی ان پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ خواہ ایک شخص کہے یا سب لوگ کہیں بے علم عوام کے کہنے سے کوئی کفر اسلام نہیں ہو جائے گا، ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ایمان و کفر کو جانے بے علمی عذر نہیں ہو سکتی جن جن لوگوں نے اللہ عز و جل کو بھگوان یا رام کہا ان پر بہر حال توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے، وہ بھگوان یا رام کے حقیقی معنی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عز و جل کو رام کہنا کفر ہے

حافظ شیرازی کی طرف منسوب ایک شعر کے متعلق سوال

مسئولہ: حکیم محمد انصر، یونانی دار الشفا، شہری مسجد، پیلی بھیت (یو. پی.)، ۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

مسئلہ زید نے اپنی خانقاہ کے دروازے پر یہ شعر لکھوایا ہے۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن ہر خاص و عام　　با مسلماں اللہ اللہ، با برہمن رام رام (العیاذ باللہ)

عمرو کہتا ہے کہ یہ شعر خالص کفر ہے اور یہ شعر عارف باللہ حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمہ کے دیوان میں نہیں ہے اور اگر بالفرض ہو بھی تو الحاق تحریف ہے۔ اس شعر کے ظاہری معنی سے کفر و اسلام کا فرق یکسر ختم ہو جائے گا کہ شعر کا ظاہری مطلب یہ ہوا کہ مسجد میں جا کر نماز پڑھ لے اور مندر میں جا کر پوجا کر لے، پھر خاص و عام میں صرف ہنود ہی کی کیا تخصیص ہے، نصرانی، عیسائی، یہودی وغیرہم تو کتابی ہیں، پھر کلیسا اور گرجا گھر میں جا کر ان کے دھرم پر خرافات کرے (العیاذ به تعالیٰ عنه) لہٰذا جواب تحریر فرمائیں کہ زید مذکور پر کیا حکم ہے اور اس کا یہ نقل کیسا ہے اور عمرو کا بیان صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دیوانِ حافظ میں ''م'' کی پوری ردیف دیکھ لی، نیز پورے دیوان کے مطلع دیکھ ڈالے گئے۔ کہیں شعر نہیں اگر بالفرض دیوانِ حافظ کے کسی نسخے میں موجود ہو تو یقیناً یہ الحاق ہے جیسا کہ عمرو کہتا ہے، حضرت حافظ شیرازی کا ہرگز ہرگز نہیں اور بلاشبہہ یہ صریح کفر ہے۔ اولاً اللہ عز و جل کو رام کہنا کفر، رام کے اگر حقیقی معنی لیے جاتے ہیں تو بھی کفر، رام کے حقیقی معنی ہیں رما ہوا یعنی کسی میں گھسا ہوا، حلول کیا ہوا۔ اللہ عز و جل اس سے منزہ ہے کہ وہ کسی چیز میں حلول کرے، گھسے۔ اس لیے کہ جب کوئی چیز کسی میں گھسی ہوئی ہوتی ہے تو وہ اس میں گھری ہوتی ہے۔ اللہ عز و جل اس سے منزہ ہے کہ اسے کوئی چیز گھیرے۔ ارشاد ہے: ''اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط.''[1]

[1] قرآن شریف، سورۃ حٰم السجدۃ، آیت: ۵۴، پ: ۲۴

اور اگر اس سے مراد رام چندر پسر دشرتھ ہو تو بھی کفر وشرک۔ رام چندر ایک انسان تھا جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور دریائے سرجو میں ڈوب کر خودکشی کی، وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ ثانیاً کفر اور اسلام میں صلح نہیں، کفر سے تبری ایمان کا جز ہے، اس لیے زید جس نے اپنی خانقاہ کے دروازے پر یہ شعر لکھوایا اس پر فرض ہے کہ اس شعر کو خانقاہ کے دروازے سے مٹائے اور توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو۔ اس کی اپنے پیر سے بیعت فسخ ہوگئی۔ اگر پیری مریدی کا دھندا کرنا چاہتا ہے تو کسی جامع شرائط پیر سے مرید ہو، اس سے خلافت حاصل کرے، پھر پیری مریدی کرے، نیز اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کو ایشور، پربھو، پرماتما، پرمیشور اور گاڈ کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد معین الدین احمد صدیقی برکاتی، برکاتی منزل، کھنڈی پاڑا، درگاہ روڈ مولڈ، ویسٹ ممبئی، ۲؍ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرعِ متین کہ۔

اللہ تعالیٰ کو ایشور، پربھو، پرماتما، پرمیشور اور گاڈ کہنا کیسا ہے؟

الجواب

مجھے ان الفاظ کی تحقیق نہیں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص: ۲۱۰ میں ایشور، کو معبود برحق کے اسما میں سے شمار کیا۔ گاڈ انگریزی لفظ ہے۔ اس کے معنی محافظ کے ہیں ان کے عرف میں خدا کو بھی گاڈ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اللہ عزوجل کو ایشور اور گاڈ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ ''ایشور وغیرہ خدا کو کہنا ہندوؤں کا عرف ہے اور گاڈ کہنا انگریزوں کا، اگر کوئی اجنبی آدمی کسی کے سامنے یہ کہے ایشور چاہے تو یہ ہوگا تو سننے والا اسے ہندو سمجھے گا، اسی طرح اگر کوئی کہے کہ گاڈ چاہے تو یہ ہوگا۔ تو اسے عیسائی سمجھے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معبود برحق کو ایشور وغیرہ کہنا ہندوؤں کا شعار ہے، اور گاڈ کہنا نصاریٰ کا اس لیے مسلمان ایشور، گاڈ وغیرہ کہنے سے احتراز کریں۔ کس نے کس پر پابندی لگائی ہے کہ اللہ یا خدا نہ کہے بلکہ بے عقل صلح پسندی کے مدعی ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے ایشور وغیرہ بولنے لگے ہیں اس سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ اللہ ورسول وقرآن کچھ بھی نہیں یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

مسئولہ: قاری عبدالسلام محلّہ گوڑاباس، پوسٹ مکرانا، ناگور، راجستھان،

مسئلہ ایک شخص جو کہ چار حصے داروں کے مال میں شامل تھا، اور حصے داروں نے اس شخص کو مال کا پورا ذمہ دار چھوڑ کر وعدہ کیا کہ جو بھی آمدنی وخرچ ہوگا، وہ میں آپ کو بتاؤں گا، اور سبھی حصہ داروں سے نہیں بدلوں گا۔

اگر بدلوں گا تو خدا اور سول وقرآن سے بدلوں گا۔ لیکن اب اس شخص کے دل میں بے ایمانی آگئی اور مال ہڑپ کر یہ کہتا ہے کہ میرے سامنے شیطان ابلیس کا فر کیا چیز ہے۔ میں کہیں زیادہ اس سے بڑھ چڑھ کر ہوں۔ میرے سامنے اللہ ورسول اور قرآن ورسول بھی کچھ نہیں۔ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ ان سے ڈرتا نہیں حتیٰ کہ منکر ونکیر بھی مجھ سے سوال وجواب نہیں کر سکتے۔ آپ کی بھی جرأت نہیں، یہ شخص حافظ قرآن ہے اور حاجی بھی ہے، اس کا نام حافظ پیر بخش ہے۔ کیا یہ اب مسلمان رہا یا نہیں۔ بینوا وتوجروا.

الجواب

یہ شخص کوئی بھی ہو بلا شبہہ کافر ومرتد ہو گیا۔ اسلام سے نکل گیا۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر ان تمام کلمات کفریہ سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان بنے۔ اس کی بیوی بھی اس کے نکاح سے نکل گئی، اگر بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس سے پھر سے جدید نکاح کرے۔ اگر یہ شخص توبہ، تجدید ایمان ونکاح کرے فبہا ورنہ اس سے میل جول سلام کلام بند کر دیا جائے۔ اگر یہ اسی حال میں مرے تو اسے غسل نہ دیں، نہ کفن، نہ نماز جنازہ پڑھیں کسی مردار کی طرح لے جا کر کسی گڑھے میں ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ٹی وی پر مہابھارت دیکھنا، یہ کہنا کہ مہابھارت میں خدا نظر آتا ہے کفر ہے رام اور کرشن نبی نہیں

مسئولہ: محمد اسرائیل فیضی، یکم ربیع الآخرہ

مسئلہ زید، عمر، بکر ایک جگہ تینوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ زید نے کہا کہ ٹی وی دیکھنا ناجائز وحرام ہے۔ بالخصوص رمائن اور مہابھارت کو نہایت شوق سے دیکھنا کفر ہے۔ عمر نے بکر کو جو بظاہر باشرع پرہیزگار مسلمان ہے اور پنج وقتہ نمازی ہے۔ مخاطب کر کے کہا کہ کیوں مولانا یہ صحیح ہے۔ بکر نے کہا کہ کہنے والے کے لیے حرام وکفر ہے۔ اگر کسی کو رمائن ومہابھارت میں ہی خدا نظر آتا ہے تو وہ کیوں نہ دیکھے۔ آج آپ لوگوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ جب سمجھ میں آجائے گی تو آپ بھی دیکھیں گے (یا انھوں نے کہا کیا دیکھئے گا)۔ نیز انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رام اور کرشن رسول ہو سکتے ہیں تو سکوت اختیار کرنی چاہیے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ رام اور کرشن رسول نہیں ہو سکتے تو بھی سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ یعنی کسی صورت میں اقرار یا انکار نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ اتنے پیغمبروں کو جتنے دنیا میں آئے ہم نہیں جانتے اس لیے یہ دونوں انھیں پیغمبروں میں ہو سکتے ہیں۔

الجواب

ٹی وی دیکھنا قطعاً حرام وگناہ ہے اگر چہ جو سین دکھائی جاتی ہو اس کی اصل دیکھنا اور سننا جائز ہو۔ اس لیے

کہ ٹی وی، بکس پر جو کچھ نظر آرہا ہے وہ تصویر ہے۔ تصویر کا معنی ہے صورت بنانا، اور مہا بھارت دیکھنا بلا شبہہ حرام وگناہ ہے اس لیے اس میں بہت سی ایسی سین ہیں جن کی اصل دیکھنا حرام ہے۔ مثلاً گانے، بجانے عورت کی تصویریں، اور اگر معاذ اللہ اس میں کوئی کفری سین ہے تو اشد حرام اس پر خوش ہونا اور سخت حرام۔ قریب کفر، اور اس کفری سین کو پسند کرنا ضرور کفر، اور یہ کہنا کہ اگر کسی کو مہا بھارت میں ہی خدا نظر آتا ہے تو وہ کیوں نہ دیکھے تو ضرور کفر اور قائل کا کفر یہ کہنا کہ ہوسکتا ہے رام اور کرشن رسول رہے ہوں سراسر غلط اور باطل، کرشن اور رام کے وجود پر سوائے تواتر ہنود کے اور کوئی دلیل نہیں، اور اسی تواتر ہنود سے ان کے ایسے افعال ثابت ہیں جو نبی ہونے کے منافی ہیں۔ جس کو ہر شخص ان کے وہ احوال پڑھ کر معلوم کرسکتا ہے جو خود ان کے پرستاروں نے لکھے ہیں۔ علاوہ ازیں کسی شخص خاص کے نبی ہونے کے ثبوت کے لیے قرآن وحدیث کی نص ضروری ہے۔ اگر کسی کے لیے ایسی نص نہیں تو اس کے بارے میں یہی اعتقاد کیا جائے گا کہ وہ نبی نہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں کوئی نص نہیں۔ اس لیے ان کے بارے میں یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ نبی نہیں، اور جو نبی مانے اس کا رد کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ اللہ سے بھی غلطی ہوتی ہے، کفر ہے

مسئولہ: عبد القیوم، موہن لعل گنج، لکھنؤ، ۲۱ر رجب ......ھ

مسئلہ رضیہ دوران گفتگو کہی کہ اللہ سے بھی غلطی ہوتی ہے، وہ کسی پیر سے مرید بھی ہے، تو اس بیعت میں رہی یا ٹوٹ گئی۔ نکاح رہا یا ٹوٹ گیا، ایسی حرکت پر تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے کہ نہیں، جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

یہ کہنا کہ اللہ سے بھی غلطی ہوتی ہے، کلمہ کفر ہے۔ رضیہ یہ کہنے کی وجہ سے کافرہ ومرتدہ ہوگئی، اور کثیر علما کے فتویٰ کے مطابق اس کا نکاح باطل ہوگیا۔ اس کے سارے اعمال حسنہ رائیگاں ہوگئے۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ نئے مہر کے ساتھ پھر شوہر سے نکاح کرے۔ جب تک اس کلمۂ کفر سے توبہ کرکے نئے سرے سے مسلمان ہوکر نیا نکاح نہ کرے شوہر کے قریب نہ جائے۔ اس کی بیعت بھی فسخ ہوگی اب دوبارہ کسی جامع شرائط پیر سے مرید ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کفر ہے

مسئولہ: حافظ محمد شعبان عزیزی، مدرس دار العلوم قادریہ چریا کوٹ، ضلع اعظم گڑھ، یوپی، ۲۵ر جمادی الاول

 مندرجہ ذیل شعر صحیح ہے یا نہیں؟

حاصل تخلیق وجہ بزم امکاں آپ ہیں ہے خدا جانِ یقیں تو روح ایماں آپ ہیں

الجواب

اللہ عزوجل کو جان یقیں کہنا کفر ہے اس شعر کے قائل پر اس کلمہ کفر سے توبہ تجدید ایمان ونکاح لازم ہے ''جان'' مخلوق اور حادث ہوتی ہے۔ پھر جان جس کی جان ہوتی ہے اس میں حلول کیے ہوئے ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل اِن سب سے منزہ اس لیے جان کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنی آواز کو اللہ ورسول کی آواز کہنا کیسا ہے

مسئولہ: ایچ.ایس. مولوی یوپی بلیڈر ۲۸، ۱۳ کھونسی پورنا سک مہاراشٹر

مسئلہ یہاں پر ایک مولوی صاحب کا وعظ تھا۔ سخت سردی تھی کھلی جگہ وعظ ہونے کی بنا پر لوگ جگہ جگہ اطراف میں دکانوں اور مکانوں کے سہارے بیٹھے تھے۔ بکر جو یہاں پر ایک مسجد کے امام ہیں لوگوں کو قریب بلانے کی اپیل کرتے ہوئے کہنے لگے یہ میری نہیں اللہ واس کے رسول کی آواز ہے۔ اس پر قریب آجاؤ۔ اپنی آواز کو اللہ اور اس کے رسول ''جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم'' کی آواز قرار دینا کیا درست ہے؟

الجواب

ان کی مراد یہ تھی کہ جو کہہ رہا ہے اللہ ورسول کا حکم ہے اس تقدیر پر ان پر کوئی مواخذہ نہیں مگر چوں کہ اپنی آواز کو اللہ ورسول کی آواز کہنے میں شائبہ کفر بھی ہے اس جملے سے ان پر رجوع کا حکم دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ میں اللہ ورسول کو نہیں جانتا

مسئولہ: خلیل احمد مصباحی، ابراہیم پور، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی، ۱۸ر محرم ۱۴۱۰ھ

مسئلہ محمد نعمان ابراہیم پوری، مختار صاحب ساکن کٹرہ مبارک پور کے یہاں بنائی کا کام کر رہے تھے ساڑی کی بکری کے بارے میں تو تو، میں میں ہوئی تو مختار نے کہا کہ میں اللہ ورسول کو جان کر صحیح حساب کرتا ہوں اور آپ (یعنی محمد نعمان) فلاں کو لوا کر کام کی تلاش میں گئے تھے کہ نہیں؟ اللہ ورسول کو جان کر کہو۔ تو نعمان نے کہا کہ میں اللہ ورسول کو نہیں جانتا اور میں کام کی تلاش میں نہیں گیا تھا۔ یہ دو گواہوں کا بیان ہے ایک گواہ کا کہنا ہے کہ محمد نعمان سے کہا کہ اللہ ورسول کو جان کر کہو تو نعمان نے کہا کہ میں اللہ ورسول کو نہیں مانتا، اب اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس استفتاء میں نعمان کا بیان نہیں لکھا کہ وہ ان دونوں جملوں میں سے کسی ایک کے کہنے کا اقرار کرتا ہے یا

دونوں کا انکار کرتا ہے، اگر نعمان مذکورہ بالا دونوں جملوں میں سے کسی ایک کے کہنے کا اقرار کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس سے توبہ کرے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو اور اگر بیوی والا ہے تو نئے مہر کے ساتھ بیوی سے نکاح کرے، بغیر نکاح کیے بیوی کو ہاتھ نہ لگائے، اور اگر نعمان ان دونوں جملوں کے کہنے سے انکار کرتا ہے اور یہ گواہ کل کے کل یا ان میں کم از کم دو خواہ پہلے جملے کے دونوں گواہ یا ایک اس میں سے اور ایک دوسرے جملہ کا گواہ عادل، ثقہ، متدین قبول شہادت کے لائق ہوں اور گواہی دیں تو بھی وہی حکم ہے کہ نعمان پر توبہ، تجدیدِ ایمان ونکاح لازم ہے۔ ہمارے اطراف میں ایسے موقعہ پر جاننا ماننا مرادف ہے۔ نیز اللہ ورسول کو نہ جاننا بھی کفر ہے اور نہ ماننا بھی کفر ہے۔ اس طرح دونوں جملوں کے گواہ نعمان کے کفر پر متفق ہیں، اور اگر ان تین گواہوں میں کم از کم دو عادل، ثقہ لائق قبول شہادت نہ ہوں یا وہ گواہی نہ دیں تو نعمان پر کوئی الزام ثابت نہیں، حکم ظاہر ثبوت پر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولی کو خدا کہنا کفر ہے

مسئولہ: دین محمد ہزاری باغ، متعلم جامعہ حنفیہ غوثیہ، بجرڈیہہ، بنارس، ۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ ایک مستان ہے جو ایک ولی اللہ کو خدا کہتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے، اور اس بات کی تصدیق کرنے والے کے متعلق کیا حکم ہے واضح کریں، اور اس شخص کے نکاح باطل ہونے یا نہ ہونے کا حکم ثابت فرمائیں۔

الجواب

یہ مستان جو ایک ولی کو خدا کہتا ہے، کافر، مشرک، اسلام سے خارج ہے یہ بھی اور جو لوگ بھی اس کفری قول میں اس کی تصدیق کرتے ہوں۔ ان سب لوگوں کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے۔ ان سب کی بیویاں ان سب کے نکاح سے نکل گئیں، ان سب پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس کلمۂ کفر سے توبہ کریں، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں اور اپنی بیویوں سے نئے مہر کے ساتھ پھر سے نکاح کریں۔ اگر یہ لوگ اس کفری، شرکی عقیدے سے توبہ کر کے پھر سے مسلمان ہو جائیں تو فبہا ورنہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان لوگوں سے مکمل طور پر مقاطعہ کرلیں اور اگر اسی حالت میں مر جائیں تو ان کے کفن دفن میں ہرگز شریک نہ ہوں، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کو ناسمجھ کہنا کفر ہے

مسئولہ: محمد علاء الدین، ششولی، مظفر پور، بہار، ۲۱؍ شوال ۱۴۱۴ھ

زید اپنی زوجہ ہندہ سے گھریلو معاملات میں گفتگو کررہے تھے کہ لاشعوری طور پر کسی بات پر ہندہ

کی زبان سے نکل گیا ''اللہ بھی نا سمجھ ہے آپ کو تو فلانہ جیسی بیوی ملنی چاہیے تھی، شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

یہ عورت اللہ کو نا سمجھ کہنے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو کر کافرہ ومرتدہ ہوگئی اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو اور شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کی شان میں گالی بکنا کفر ہے

مسئولہ: محمد ارشد خان، مہہ نگر، اعظم گڑھ، ۲۴؍ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین۔ اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی اپنی بچی کے انتقال ہو جانے میں رو رہی تھی اتنے میں بکر آتا ہے اور کہتا ہے رو کیا رہی ہو رونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب اللہ اللہ کرو یہ سنتے ہی زید کی بیوی اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت ہی گندی گالی دی اور ناشکری کے بے حد کلمات بکے اس کا کیا حکم ہے شریعت مطہرہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

اس خبیث جملے کے کہنے کی وجہ سے زید کی زوجہ کافرہ ومرتدہ ہوگئی۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے۔ تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کرنے کا حکم دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ صرف اللہ کو مانیں گے کفر ہے
کیا جس کا پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہوتا ہے

مسئولہ: معرفت چریا کوٹ، سید نذر الحسن، عالم پور ہرے پوسٹ تھانہ گریڈیہہ، بہار،

مسئلہ ① جس کا پیر کوئی نہیں اس کا پیر شیطان ہے یا نہیں جواب خلاصہ فرمائیں گے۔

② جو پیر کو کچھ نہ سمجھے اور یہ کہے کہ صرف اللہ کو مانیں تو اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، عین نوازش ہوگی

الجواب

① یہ حضرت بازید بسطامی کا ارشاد ہے کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو شیطان اس کو بہت آسانی سے بہکا دیتا ہے، جس پر صدہا واقعات شاہد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② یہ قول کہ صرف اللہ کو مانیں گے، کفر ہے۔ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ رسولوں کو بھی نہیں مانے گا اور یہ بلاشبہہ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی بندے کو جل جلالہ، وعم نوالہ کہنا کفر ہے

مسئولہ: محمد ریاست علی، تیمور نگر

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے بکر سے کہا کہ آپ میرے گھر فاتحہ پڑھ لیجیے، تو بکر نے خالد سے کہا کہ آپ بھی ہمارے ہمراہ فاتحہ کے لیے چلیے تو خالد نے بکر سے کہا کہ آپ ہی پڑھ آئیے تو بکر نے خالد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ جیسے جل جلالہ، وعم نوالہ، کی عدم موجودگی میں کیسے جاسکتا ہوں۔ اس پر خالد نے بکر سے کہا کہ آپ نے مجھے خدا بنادیا ہے۔ بعدہ زور سے قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔ لہٰذا ایسے کلمات کسی انسان کے لیے بولنا کیسا ہے۔ بینوا وتوجروا من کتب المسائل۔

الجواب

بکر اور خالد دونوں پر توبہ اور تجدید ایمان ونکاح واجب ہے۔ جل جلالہ، وعم نوالہ کا صیغہ اللہ عز وجل کے ساتھ خاص ہے۔ اس سے ذہن اللہ عز وجل کی طرف جاتا ہے اور ایسے صیغے جو اللہ عز وجل کے ساتھ خاص ہیں کسی مخلوق کے لیے کہنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: **اذا اطلق علیٰ المخلوق من الاسماء المختصة بالخالقِ نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرها یکفر.**

جل جلالہ، وعم نوالہ، کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ یہ اجلیٰ بدیہات سے ہے۔ اسی لیے خالد نے یہ جملہ سن کر کہا کہ آپ نے مجھے خدا بنادیا، اِس کی نظیر عز وجل ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ شامی میں ہے: "**ان قولنا عز و جل مخصوص باللّٰہ تعالیٰ فلا یقال محمد عز و جل، و إن کان عزیزاً جلیلا.**"[1]

خالد نے یہ کلمۂ کفر سنا، نہ بکر کو ٹوکا نہ ڈانٹا بلکہ اس پر قہقہہ لگایا، یہ دلیلِ رضا ہے اور رضا بالکفر، کفر ہے۔ اس لیے خالد پر بھی توبہ وتجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کا حکم ہے۔ ارشاد ہے: **انکم اذا مثلهم.** واللہ تعالیٰ اعلم.

اللہ عز وجل کو مجسم بتانا اور اس کے لیے غم ثابت کرنا کفر ہے

مسئولہ: حاجی صفی اللہ مصباحی، پوستی خانہ، اٹاوہ شہر

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید عقائد باطلہ رکھتا ہے، یعنی وہابیہ، دیوبندیہ، تبلیغی جماعت الیاسیہ سے تعلق رکھتا ہے اس نے غصہ کے طور پر ایک واقعہ سنایا کہ بھانڈوں نے نقل کی اور اس میں ایک آدمی خواجہ غریب نواز بنا۔ خواجہ صاحب بڑے لمبے چوڑے اور بہت موٹے اوپر سے تمام کپڑے اور گودڑ پہنے

[1] شامی، جلد خامس، ص: ۴۸۰

ہوئے تشریف لائے۔ سب لوگ کہہ رہے تھے ادب کرو ادب کرو۔ لہٰذا کوئی ہاتھ چومتا تھا کوئی پیروں پر گرتا تھا۔ اس کے بعد ایک آدمی غوث پاک بنا وہ جسم میں آدھے تھے یعنی اتنے موٹے تازے نہ تھے، ادب کرو، ادب کرو یہ آوازیں آنے لگیں کوئی ہاتھ چومتا تھا کوئی پیروں پر گرتا تھا۔ اب ایک شخص اللہ میاں بنا، وہ بالکل دبلے پتلے ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ سب لوگ سجدے میں گر پڑے اور اللہ میاں سے کہا کہ خواجہ صاحب اور غوث پاک خوب موٹے تازے ہیں، آپ کیوں اتنے دُبلے پتلے اور ہڈیوں کا ڈھانچہ ہیں۔ جواب دیا کہ خواجہ صاحب کی لوگ بڑی بڑی دیگیں کرتے ہیں، دلیہ پکاتے ہیں، غوثِ پاک کے بھی کھانے پکاتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں اور ہمارے نام کی نہ کوئی دیگیں کرتا ہے نہ کھانے پکاتا ہے، نہ ہمارے نام کی کوئی چیز نکالتا ہے، لہٰذا ہم اس غم میں دُبلے ہوگئے اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔

عمرو اس بات پر بہت ناراض ہوا اور کہا دنیا میں ایسا کوئی بھانڈ نہیں ہوسکتا جو خدائے تعالیٰ اور بزرگوں کی توہین کرے اور ناراض ہوکر چلا گیا۔ پھر تین چار روز کے بعد زید نے عمرو کو سلام کیا تو عمرو نے اس کا جواب نہیں دیا اور ناراض ہوکر چلا گیا۔ زید نے جو واقعہ سنایا ہے کیا وہ کفر ہے۔ اور اگر کفر ہے تو زید اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زید نے بھانڈوں کی طرف نسبت کرکے جو فرضی کہانی سنائی وہ ایک نہیں متعدد کفریات کا مجموعہ ہے۔ اللہ عز وجل کو مجسم بتایا، دبلا پتلا بتایا، ہڈیوں کا ڈھانچہ بتایا، اللہ تعالیٰ کے لیے غم ثابت کیا، غم کی وجہ سے دُبلا ہونا بتایا۔ یہ سب مستقل کفر ہیں۔ اس کے علاوہ اس حکایت میں اور بھی خباثتیں اور گمراہیاں ہیں۔ بدکردار بھانڈوں کو خواجہ غریب نواز اور غوث اعظم بتایا۔ مسلمانوں پر افترا کیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ نہیں پکایا۔ حالاں کہ سب مسلمان زکوٰۃ، فطرہ، قربانی ودیگر خیرات وصدقات اللہ کے نام پر کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج تلاوت اور ہزاروں کار خیر اللہ کے لیے کرتے ہیں۔ زید پہلے ہی سے وہابی بد دین تھا اور شاتمانِ رسول کو امام وپیشوا بنا کر کافر ومرتد تھا۔ اس کفری حکایت کو بیان کرکے اس نے مزید اپنے کفر میں اضافہ کیا۔ مشہور زمانہ ڈاکو حقانی نے اس کفری حکایت کو جگہ جگہ بیان کیا، اس سے سن کر جاہل وہابیوں نے اسے پھیلایا۔ زید سے میل جول، سلام کلام قطعاً بند کردیا جائے اور سلام کرے تو جواب نہ دیا جائے، اسے اپنی محفلوں میں ہرگز آنے نہ دیا جائے۔ مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے۔ عمرو نے بالکل ٹھیک کیا۔ سب مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسا ہی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ اللہ نے ہم کو ٹھوکر مار دیا ہے

مسئولہ: مختار احمد، سمند پور، اعظم گڑھ، یوپی، ۷؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی کچھ دنوں کے بعد کسی وجہ سے ہندہ زید کے ساتھ رہنے کے

لیے راضی نہیں اور میکے سے سسرال جانے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں ہو رہی ہے، تو زید نے ایک خط بیوی کے نام لکھا کہ اگر تم میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہو تو لکھو میں تم کو طلاق دے دوں۔ ہم کو اللہ نے ٹھوکر مار دیا تو تمہارے ٹھکرانے سے کیا بگڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ زید کا یہ جملہ ''ہم کو تو اللہ نے ٹھوکر مار دیا ہے۔'' یہ کفر ہے کہ نہیں اور زید پر تجدید ایمان ونکاح فرض ہے یا نہیں؟ نیز ہندہ دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

زید کا یہ جملہ کہ ''ہم کو تو اللہ نے ٹھوکر مار دیا'' بہت سخت ہے مگر اس کی وجہ سے زید کافر نہ ہوگا وہ اب بھی مسلمان ہے اور اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہے۔ البتہ زید پر اس کلمہ سے توبہ فرض ہے کسی ایک مقصد کے حسب منشا پورا نہ ہونے پر اتنی مایوسی کا اظہار مسلمان کی شان نہیں۔ زید کو کیا معلوم اس کی بہتری کس میں ہے، کبھی آدمی سمجھتا ہے کہ ہمارا فائدہ فلاں چیز میں ہے حالاں کہ اس میں اس کا نقصان پوشیدہ رہتا ہے۔ اللہ عزوجل اپنے کرم سے غافل بندے کا وہ مقصد پورا نہیں فرماتا ہے یہ اس کے اوپر غایت مہربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔

بارش دیکھ کر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آرہے ہیں کفر ہے
اللہ عزوجل کو دیو بابا بولنا کفر ہے

مسئولہ: نیاز احمد نظامی، مقام لوکی لالہ، پوسٹ دودھارا تھانہ، ضلع بستی (یوپی) ۱۸ر صفر ۱۴۰۷ھ

مسئلہ (۱) جب کبھی اچانک بارش آتی ہے اور جہال اپنے کھیتوں میں رہتے ہیں تو یہ بک جاتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ کو دست آنے لگا۔ جس کو جہال یوں کہتے ہیں کہ اللہ کا پیٹ جھرنے لگا۔ تو ان کا یہ کہنا کیسا ہے؟

(۲) جب بارش کے آثار دیکھے جاتے ہیں تو بعض جہال یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آرہے ہیں۔ نیز اللہ کے لیے دیو بابا کا استعمال کر دیتے ہیں یہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) اللہ عزوجل کے لیے وہ خبیث جملہ بولنا کفر خالص ہے۔ جو بھی اسے استعمال کرے گا وہ کافر و مرتد ہو جائے گا، اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔ تمام اعمال حسنہ اکارت ہو جائیں گے۔ اس پر فرض ہوگا کہ فوراً بلا تاخیر اس سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اس عورت کو رکھنا چاہتا ہو تو دوبارہ نئے مہر پر نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اللہ عزوجل آنے جانے سے منزہ ہے، یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آرہے ہیں کلمہ کفر ہے، وہ بھی ڈبل۔ ایک تو اللہ عزوجل کے لیے آنا مانا، دوسرے بارش کو اللہ عزوجل کہا اس کا حکم وہی ہے جو جواب نمبر (۱) میں گزرا۔ اللہ

عزوجل کو دیو بابا کا لفظ بولنا بھی کفر ہے اس کا وہی حکم ہے جو جواب نمبر (۱) میں گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ جب میں ڈوب رہا تھا تو اللہ کہاں تھا

مسئولہ: سید ظہیر احمد، کرناٹک، ۳۰؍ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید مالی نقصان کا شکار ہے، کافی خسارہ میں ہے، دوران گفتگو خالد نے اللہ ورسول کا نام لیا تو زید جوش میں کہتا ہے کہ جب میں ڈوب رہا تھا تو اللہ کہاں تھا (معاذ اللہ) زید کا ایسا کہنا کیسا ہے اس پر شرعاً کیا کیا حکم نافذ ہے؟

الجواب

زید اپنے جملہ کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر کلمہ پڑھ کو مسلمان ہو اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے، بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس سے تجدید نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولی کو خدا کہنا کفر ہے

مسئولہ: دین محمد برکاتی، مدرسہ اہل سنت غوثیہ، کیشواری، پوسٹ کیشواری، ضلع گریڈیہہ، بہار ۲۰؍ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں ہمارے گاؤں میں ایک خلیل مستان ہے اور ایک بزرگ حضرت بابا سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ بمقام چیرواں شریف ضلع گریڈیہہ بہار کے اندر مزار اقدس ہے۔ مستان کا کہنا ہے کہ وہ میرا خدا ہے یعنی اللہ کے ولی کو خدا کہتا ہے، ولی اللہ کو خدا کہنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کون سی صورت نکل سکتی ہے۔ جس کو جائز کہہ سکتے ہیں۔ اگر ناجائز ہے تو پھر اس کی کیا صورت ہے۔ مستان کے متعلق کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عین وکرم ہوگا۔

الجواب

یہ مستان جس نے سیف اللہ صاحب کو خدا کہا وہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ومشرک، مرتد ہو گیا۔ اس نے قرآن مجید کی سیکڑوں آیات کا انکار کیا اسی طرح جو لوگ مستان کے منہ سے وہ جملہ سن کر یا یقینی طور پر کسی بھی ذریعہ سے جاننے کے بعد کہ وہ ایک ولی کو خدا کہتا ہے، اس کو مسلمان سمجھتے ہیں، کافر نہیں کہتے وہ لوگ بھی کافر اور مرتد ہیں ان سب لوگوں کے اعمال حسنہ اکارت ہو گئے۔ ان سب کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ اگر وہ کسی پیر سے مرید تھے تو بیعت فسخ ہو گئی۔ تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس مستان سے اور ان کے مذکورہ بالا

ہمراہیوں سے میل جول، سلام کلام بند کردیں، کسی تقریب میں نہ ان کو مدعو کریں اور نہ ان کی کسی تقریب میں شریک ہوں، اور اگر اسی حال پر مر جائے تو نہ ان کی کفن دفن میں ہاتھ بٹائیں، اور نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلھم ولا تصلو معھم ولا تصلو علیھم.[1] واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔

مسئولہ: دین محمد برکاتی، مدرسہ اہل سنت غوثیہ کیشواری، پوسٹ کیشواری، ضلع گریڈیہہ، بہار، ۲۰/ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

مسئلہ ۲ سوال یہ تھا کہ ایک مستان ایک ولی اللہ کو خدا کہتا ہے اور ایک حافظ صاحب اس کی تصدیق کرتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ ولی کو خدا کہنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں آپ کا جواب آیا تھا کہ جو مستان خدا کو ولی کہتا ہے اور حافظ اس کی تصدیق کرتا ہے، دونوں اسلام سے خارج ہوگئے۔ شرک کیا کفریہ جملہ بولا، سب عبادت اکارت ہوئے، نکاح سے بیوی نکل گئی پھر سے توبہ کرے کلمہ پڑھے، تجدید نکاح کرے اگر ایسا نہ کیا تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا سلام وکلام بند کردیں۔ اگر وہ مر جائے تو اس کی جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے، تو میں نے اس فتویٰ کو چند لوگوں کو دکھایا جس میں ہمارے گاؤں کے مخصوص علما ہیں۔ حضرت مولانا عبد الوحید صاحب، حضرت مولانا محمد اکبر علی صاحب، حضرت مولانا محمد ضمیر الدین صاحب اور ایک ماسٹر شرف الدین صاحب اور دیگر لوگوں کو۔ لیکن ان علمائے کرام نے دھیان نہ دیئے اور یہ جملہ بولے کہ تم اس کے پیچھے کیوں پڑے ہو وہ ایسا ہی ہے، تم جانو وہ جانیں پھر اس فتویٰ کو میں نے مستان کو دکھایا تو اس نے توبہ کرنے سے انکار کیا بھری محفل میں تو میں خاموش ہوگیا، تنہا کیا کرتا میرے بس کی بات نہیں میں نے اس کو سلام کرنا کھانا پینا بند کردیا جو ہم سے ہوسکا کیا پھر دس سال بعد ہمارے گاؤں میں ایک بیٹھک تھی۔ لڑکے کی شادی کے متعلق جناب عبد الحکیم صاحب کے فرزند نام شاید کہ کبیر احمد ہے۔ غالباً ۵/نومبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات اس بیٹھک میں یہ بات نکل گئی کہ مستان نے ولی کو خدا کہا کہ مستان صاحب آپ نے اب تک توبہ نہیں کیا ہے۔ کفر کا فتویٰ دکھانے کے باوجود تو مستان نے کہا کہ نہ میں نے فتویٰ دیکھا ہے نہ میں نے ولی اللہ کو خدا کہا ہے، یعنی نئے سرے سے انکار کر بیٹھے بھرے مجمع میں، ساری بات کورد کردیا پھر چند لمحہ گزر نہ پایا تھا کہ بلند آواز سے بولا ابھی بھی میں

[1] المستدرك للحاكم، ج:۳، ص:۶۳۲، السنة لابن عاصم، ج:۲، ص:۴۸۳

بابا سیف اللہ کو خدا کہتا ہوں، وہ میرا خدا ہے میں نے کہا آپ نے پھر کفر کیا جو پہلے کر چکے تھے، مستان نے کہا تم کافر ہوئے کہ ایک مسلمان کو کافر کہہ رہے ہو۔ کچھ لوگ مستان کی تائید بھی کر دیئے اور کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے حضور والا سے گزارش ہے کہ برائے کرم تھوڑی دیر تکلیف ہوگی لیکن ہمارے گاؤں میں جو جھگڑا ہے وہ ختم ہو جائے گا فتویٰ کی مانگ ہو رہی ہے بہت جلد سے جلد جواب عنایت فرمائیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عنایت فرمادیں میں جب تک سانس لیتا رہوں گا۔ انشاءاللہ کبھی فراموش نہیں کروں گا۔ بھرے مجمع میں اس نے ولی کو خدا کہا ہے جس میں کہ ہمارے گاؤں کے جماعت چٹائی و کمیٹی کے لوگ گواہ ہیں ہر گھر کے پیچھے ایک فرد موجود تھا۔ چند حضرات بہ طور نمونہ مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں: (۱) جناب محمد غیاث الدین صاحب (۲) جناب بدر الدین صاحب (۳) جناب محمد تاج الدین صاحب (۴) جناب ٹوپلالی چچا (۵) محمد دستگیر عالم صاحب (۶) جناب عبدالقادر صاحب وغیرہ۔

الجواب

علمائے کرام پر فرض ہے کہ اس مستان کے خلاف عوام کو سمجھائیں۔ علما کو ایسے موقع پر خاموش رہنا حرام ہے۔ حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے فرمایا:

اذا ظهرت الفتن اوالبدع ولم يظهر العالم علمهٔ فعليه لعنة اللّٰه والملئكة والناس اجمعين لايقبل اللّٰه منه صرفا ولاعدلا.[1]

جب فتنے ظاہر ہوں یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ نہ اس کا فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

الساكت عن الحق شيطان اخرس.

حق بات کہنے سے چپ رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

واللّٰه تعالیٰ اعلم.

اللہ عز وجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے

مسئولہ: محمد نعیم، علاء الدین پور، دولت پور، گونڈہ، ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کچھ پڑھا لکھا ہے، دیدہ ودانستہ اکثر اللہ ورسول کو گالیاں دیتا ہے، شدید بارش ودھوپ وگرمی پڑنے پر بھی اللہ ورسول کو گالیاں دیتا رہتا ہے۔ بلکہ اس کا دستور یہی ہے جب کچھ لوگوں نے کہا کہ تم توبہ کرلو تو زید جواب دیتا ہے تم توبہ کرلو ایسی صورت میں زید مسلمان ہے؟

[1] كنز العمال، ج:۱، ص:۱۹۳/ لسان الميزان لابن حجر، ج:۵، ص:۹۱۱

❷ کیا زید مذکورہ کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟ اگر کوئی زید کے اس کارنامے کو جان بوجھ کر تاویل کر کے نماز جنازہ پڑھے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینے کی وجہ سے زید کافر ومرتد ہوگیا۔ اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی۔ شفا امام قاضی عیاض اور شامی میں ہے: "**اجمع المسلمون ان شاتمه کافر من شک فی عذابه و کفره کفر.**"[1]

شامی وہندیہ میں روافض کے بارے میں ہے: "**احکامهم احکام المرتدین.**"[2]

ان کی نماز جنازہ پڑھنی کفر۔ مسلمانوں کی طرح سے غسل وکفن دینا اور دفن کرنا حرام۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اسے بغیر نہلائے، بغیر کفن پہنائے جس حالت اور جن کپڑوں میں مرا ہے انھیں میں کوئی گڑھا کھود کر مردار کی طرح پھینک دیا جائے گا۔ بغیر تختہ دیئے ہوئے اس کے گڑھے کو پاٹ دیا جائے گا تاکہ اس کی عفونت سے زندوں کو اذیت نہ ہو۔ درمختار میں ہے: "**امّا المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب.**"[3]

اس کے تحت شامی میں ہے: "**ولا یغسل ولا یکفن ولا یدفع الی من استقل الٰی دینهم.**"[4] **(بحر عن الفتح)**

جن لوگوں نے کسی بھی تاویل سے اس مرتد کی نماز جنازہ پڑھی ان سب پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے، اس لیے کہ نماز جنازہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے والے اسے مسلمان جانتے تھے۔ نیز یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ مسلمان ہے اور کافر کو مسلمان جاننا کفر۔ شامی میں ہے: "**وقد علمت ان الصحیح خلافه فالدعاء به کفر لعدم جوازه عقلا ولا شرعا ولتکذیبه النصوص القطعیة.**"[5] **واللّٰہ تعالیٰ اعلم.**

اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے کا حکم

مسئولہ: چمن رضا، ۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ

زید بعد نماز فجر وظیفہ پڑھ رہا تھا اسی کے بعد بکر نے کہا کہ میں فون کرنے جا رہا ہوں بھائی صاحب

[۱] شامی، ج:٦، ص:٣٧٠، کتاب الجهاد باب المرتد، دار الکتب العلمیة.
[۲] هندیه، ج:٢، ص:٢٦٤، الباب التاسع فی احکام المرتدین، رشیدیه.
[۳] تنویر الابصار، در مختار، ج:٣، ص:١٣٤، کتاب الصلوٰة، باب صلاة الجنائز، دار الکتب العلمیة.
[٤] شامی، ج:٣، ص:١٣٤، کتاب الصلوٰة، باب صلاة الجنائز، دارالکتب العلمیة.
[٥] شامی، ج:٢، ص:٢٣٧، کتاب الصلوٰة، باب صفت الصلوٰة.

کے پاس کہ بہن کی طبیعت خراب ہے کچھ روپیہ بھیج دیں تا کہ دوائی ہو جائے بعدہٗ زید نے کہا کہ پیسے کے لیے تم پریشان رہتے ہو اور تمہاری نیت ٹھیک نہیں رہتی ہے تم اگر بروز جمعہ بوقت بعد نماز عصر اگر آیت الکرسی ۳۱۳ مرتبہ پڑھو تو اللہ تعالیٰ برکت دے گا لیکن آپ سائیکل لے کر بھاگ جاتے ہو پھر جھنجھلا کر کہا کہ پیسہ کسی سے نہ مانگو پیسہ مانگو تو اس (گاڑو کے چودے) سے مانگو اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ۔ تو بکر نے زید سے کہا کہ تم نے اللہ کی شان میں گالی بکی ہے، توبہ کرو پھر سے کلمہ پڑھو زید نے کہا نہ ہم کلمہ پڑھیں گے اور نہ توبہ کریں گے تو بکر نے کہا کہ میں استفتا کروں گا اور جمعہ کے دن میں اعلان کردوں گا کہ زید نے اللہ عزوجل کی شان میں گالی بکی ہے، اور کافر ہو گیا اگر توبہ نہیں کرو گے تو حضور مفتی صاحب قبلہ زید نے بارہا یہ جملہ استعمال کیا ہے اور کرتا رہتا ہے۔ بکر جو مسجد اور مدرسہ کا امام و مدرس ہے جب زید ایسا جملہ استعمال کرتا ہے اس وقت فوراً ٹوکا ہے کہ توبہ کرو لیکن زید نے میرے سامنے توبہ نہیں کیا ہے اب دریافت امر ایں کہ زید پر شرع کا کیا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان میں گالی بکنے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب

زید نے وہ خبیث ناپاک گندی گالی اللہ عزوجل کی شان ارفع واعلیٰ میں استعمال کر کے اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا، اس کے تمام اعمالِ حسنہ اکارت ہو گئے، اگر بیوی والا ہے تو اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی زید پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس کلمہ خبیثہ سے توبہ کرے۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں الحاح وزاری کے ساتھ توبہ واستغفار کرے معافی مانگے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو اور اپنی اس بیوی کو رکھنا چاہتا ہو تو اس سے نئے مہر کے ساتھ نیا نکاح کرے، اگر زید اس حکم شرع پر عمل کرے فبہا ورنہ اس سے میل جول، سلام کلام بالکل بند کر دیا جائے۔ اگر خدانخواستہ اسی حال پر مر جائے تو نہ اسے غسل دیا جائے، نہ اسے کفن دیا جائے بکر نے اس سے ٹھیک کہا کہ توبہ کر تو کافر ہو گیا۔ خدانخواستہ اسی حال پر مر جائے تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خشیت اللہ کی صفت نہیں ہو سکتی

یہ کہنا کہ اللہ کے دل میں کسی کا ڈر ہے، کفر ہے۔

مسئولہ: محمد مشرف رضا حشمتی، جامعہ غوثیہ شکوریہ، بلہور، کانپور، ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

زید اکثر نماز پڑھا دیا کرتا ہے، ایک دن بکر نے زید سے کہا تم جب پڑھاتے ہو تو خشیت الٰہی دل میں

پیدا ہو جاتی ہے، زید نے سمجھا کہ بکر میرا مذاق اڑا رہا ہے اور زید اور بکر چوں کہ ایک ہی مدرسہ کے مدرس ہیں، تو ہنسی مذاق ہوتا ہی رہتا ہے۔ زید کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا ''بڑے خشیت الٰہی کے چودے آئے ہیں''، کیا حکم ہے زید پر؟

الجواب

یہ جملہ گالی ہے اور مسلمان کو گالی دینا حرام۔ اس مکروہ لفظ کی نسبت اس جملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں خشیت کی طرف ہے۔ حکم مضاف پر ہوتا ہے، اور خشیت بندے کی صفت ہے اللہ عز وجل کی نہیں۔ اس کے معنی ہیں بندے کے دل میں جو اللہ کا خوف پیدا ہو۔ خشیت اللہ کی صفت ہو ہی نہیں سکتی۔ جو خشیت اللہ کی صفت مانے وہ مسلمان نہیں ہوگا۔ اللہ عز وجل کسی سے ڈرے یہ محال ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ کے دل میں کسی کا ڈر ہے کلمۂ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ مجھے اللہ پر غصہ آتا ہے

مسئولہ: عبداللہ، بمبئی، ۵؍رمضان ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے کہا کہ مجھے اللہ پر غصہ آتا ہے کیا مذکورہ جملہ زبان سے ادا کرنے کے بعد زید دائرۂ اسلام سے نکل گیا، زید شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اور زید نے مذکورہ بالا جملہ کہنے کے فوراً بعد ہی استغفر اللہ پڑھ لیا اور توبہ کر لیا تو زید پر شریعت کی جانب سے کیا حکم ہے، یا زید کی بیوی ہندہ نے مذکورہ بالا جملہ زبان سے ادا کیا تو کیا ہندہ کا نکاح زید سے ٹوٹ گیا یا باقی رہا۔ از روئے شرع زید کی بیوی ہندہ پر کیا حکم ہے؟ فقط والسلام۔

الجواب

زید جس نے یہ کہا کہ اللہ پر مجھ کو غصہ آتا ہے، کافر ومرتد اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی زید پر فرض ہے کہ توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے۔ زید نے یہ جملہ کہتے ہی استغفر اللہ پڑھا اور توبہ کر لیا، اس سے توبہ ہو گئی لیکن تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ولازم ہے، ہندہ نے اگر یہ جملہ کہا تو وہ بھی کافرہ ومرتدہ، اسلام سے خارج ہے مگر اس زمانہ میں فتویٰ اس پر ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا ہے اور عورت کو دوسرے سے نکاح کی اجازت بھی نہیں۔ مگر وہ عورت اس بات پر مجبور کی جائے گی کہ اسی شوہر سے نکاح جدید کرے اور تجدید ایمان کا بھی اس پر حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنے کو اللہ کا سالا بتانا کفر ہے، مسجد کو اللہ کی بہن کا گھر بتانا کفر ہے، کفری لطیفہ گڑھ کر بیان کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد سیف الدین رضوی، متعلم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ۱۵؍رجب ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلہ میں کہ عمرو نے لطیفہ کے طور پر کہا کہ ایک فقیر نے ایک شخص کے دروازے پر یہ آواز دی کہ ''میں اللہ کا سالا ہوں مجھے کچھ دو'' اتنے میں اس مکان سے ایک عورت نکلی اس عورت نے فقیر کی تواضع کی پھر اس عورت کا شوہر آیا۔ شوہر نے بیوی سے پوچھا یہ کون ہے، بیوی نے کہا ''یہ اللہ کا سالا ہے'' وہ مسجد میں اذان کی آواز سن کر فقیر کو مسجد میں ڈال دیا، اور کہا ''اللہ کی بہن کا یہ مسجد گھر ہے، تم یہاں رہو۔

الجواب

یہ لطیفہ نہیں خباثت ہے اپنے کو اللہ کا سالا بتانا یا مسجد کو اللہ کی بہن کا گھر بتانا کفر خالص ہے۔ اگر واقعہ میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے واعظ نے اپنے جی سے گڑھا ہے تو اس پر فرض ہے کہ توبہ اور تجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ ہم سب اللہ کے بیٹے ہیں

مسئولہ: محمد سیف الدین رضوی، متعلم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ۱۵؍رجب ۱۴۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کہا کہ ہم سب اللہ کے بیٹے ہیں؟

الجواب

جس نے یہ کہا کہ ہم سب اللہ کے بیٹے ہیں وہ کافر و مرتد اسلام سے خارج ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ اس کلمۂ خبیثہ سے توبہ کرے اور اور کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو اور بیوی سے پھر سے نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی کو اللہ عزوجل کا بیٹا کہنا کفر ہے

مسئولہ: شبیر احمد شاہ، نوادہ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ میں کہ جمیل اور شاہد میں تو تو میں میں ہوئی، شاہد نے کہا کہ تمھیں بخار آیا تھا تو تم کام پر نہیں آئے تھے۔ تو جمیل نے کہا کہ تمھیں بھی بخار آئے گا تو تم

بھی کام پر نہیں آؤ گے۔ پھر شاہد نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں بنایا ہے۔ تو جمیل نے جواب دیا کہ تم اللہ کے لڑکے ہو کیا کہ تم کو ایسا بخار نہیں آئے گا۔

الجواب

جمیل پر فرض ہے کہ اپنے اس جملہ سے توبہ کرے اور تجدید ایمان و نکاح بھی، اگر چہ جمیل نے یہ جملہ بطور طنز کہا ہے مگر اس کا لازم معنی یہ ہے کہ جمیل کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے لیے لڑکا ہو سکتا ہے اور یہ عقیدہ صریح کفر ہے۔

یہ کہنا کہ حضور اللہ سے معانقہ کرنے گئے تھے، کفر ہے

مسئولہ: محمد سیف الدین، متعلم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ سے معانقہ کرنے کے لیے گئے تھے۔

الجواب

یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ سے معانقہ کرنے کے لیے گئے تھے۔ کلمۂ کفر ہے۔ معانقہ کے معنی ہیں گردن سے گردن ملانا، اللہ عز و جل جسم، جسمانیات، اعضا و جوارح سے منزہ ہے، اس کے لیے کوئی عضو ثابت کرنا یا ایسی بات کہنا جس سے عضو کا اثبات لازم آئے کفر ہے۔ قائل پر توبہ اور تجدید ایمان لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ جب خدا کا ڈر نہیں تو انسان کا کیا ڈر

مسئولہ: عبد الکمال، عبد المجید قادری کمالی، پوکھریرا، سیتامڑھی

مسئلہ جو لوگ روزہ نہیں رکھتے وہ عام طور پر کھاتے پیتے ہیں اور جب کوئی کچھ کہتا ہے تو کہتا ہے کہ جب خدا کا ڈر نہیں تو انسان کا کیا ڈر تو ایسا جملہ بولنے والے پر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے شخص پر توبہ، تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ کتب عقائد میں تصریح ہے: "اَلْاَمْنُ مِنَ اللّٰهِ كُفْرٌ" ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنے کو اللہ مالک کہنا کفر ہے

مسئولہ: محمد قاسم خان، سیوانی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک غیر مسلمہ سے کہا

کہ مار کے مواد دوں گا تو اس نے کہا کہ ارے ہاں تو ہی مالک ہو زید نے پھر جواب میں کہا ''ہاں'' ''ہمیں اللہ مالک ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قول پر کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو اس غیر مسلمہ کے سامنے توبہ کرنا ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب

زید یہ جملہ بکنے کی وجہ سے ''ہاں ہمیں اللہ مالک ہیں'' کافر و مرتد ہو گیا۔ اگر بیوی والا ہے تو اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔ زید پر فرض ہے کہ اس خبیث جملے سے توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے، اگر بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے یہ ضروری نہیں کہ اس غیر مسلمہ کے سامنے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک شعر کی توضیح

مسئلہ مسئولہ: شیخ ابوالحسن بقائی، پلخانہ، ہوڑہ 711101، کلکتہ، ۱۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین:

خدا نے اپنے سے اونچا کیا رتبہ محمد کا بڑھا کر شان اپنے سے کیا دوبالا محمد کا

زید نے اس کلام کے قائل کو کافر کہا، دیوث کہا، کافر کی اولاد کہا، جب کہ قائل اس شعر کی تاویل بھی کرتا ہے یہاں اپنے سے مراد ذات نہیں ہے۔ بلکہ خود اللہ نے ہی آپ کی شان کو بلند کیا۔ کیا ایسی صورت میں قائل کافر ہوگا کہ نہیں جو بھی جواب دلیل سے ہو مرحمت فرمائیں۔

الجواب

اس شعر کے مصرع بظاہر کفر ہیں، شعر سن کر سب کی سمجھ میں یہی آتا ہے کہ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اپنے سے اونچا اور دوبالا کیا، اور اس کے کفر ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ اس بنا پر کسی نے اگر قائل کو کافر کہہ دیا تو وہ ماخوذ نہیں۔ جمہور فقہا کا یہی مسلک ہے کہ اگر کسی کلام کا ظاہر معنی کفر ہو تو وہ تکفیر کرتے ہیں۔ مگر اس کلام کی تاویل ممکن ہے۔ عرف میں بولتے ہیں۔ فلاں نے اپنے سے یہ کام کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بغیر کسی کے کہے دباؤ ڈالے اپنی مرضی سے کیا۔ اس شعر کا یہ معنی بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ عزوجل اپنے سے یعنی اپنی مرضی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو اونچا کیا، اور ان کی شان کو دوبالا کیا، اور یہ معنی اپنی جگہ درست ہے اس لیے محققین فقہا اور متکلمین کے مذہب مختار پر قائل کو کافر کہنا درست نہیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ قائل نے اپنی مراد بھی بتا دی جو صحیح ہے۔ البتہ قائل پر توبہ واجب ہے۔ شامی میں ہے: ''ایہام معنی المحال کاف فی المنع.[1] اور یہاں پر ایہام ہی نہیں کفری

[1] رد المحتار، ج:۹، ص:۵٦٧، کتاب الحظر والا باحۃ باب الاشبراء، مطبع ذکریا

معنی ظاہر ہے۔ بلکہ احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کا بھی حکم ہے۔ درمختار میں ہے: "وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح."[۱] اس کے تحت شامی میں ہے: قوله والتوبة ای تجديد الاسلام. قوله وتجديد النكاح ای احتياطاً."[۲] آپ نے نام نامی کے اوپر دو جگہ ؐ لکھا ہے یہ سخت ممنوع ہے درود کا پورا صیغہ لکھنا چاہیے۔ ص کا سرا ایک مہمل لفظ ہے، اس کے کوئی معنی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو اللہ کے مرتبے کے برابر سمجھنا کفر ہے

مسئولہ: سید عبد الرحمٰن، رام چندر پورم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان مسجد میں جماعت کے روبرو یہ کہے کہ مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم خدا کے برابر سمجھتے ہیں۔ ایسے شخص کے لیے شرع میں کیا حکم ہے۔

الجواب

ایسا شخص دنیا میں کوئی نہیں، اور اگر بالفرض کوئی ہے تو وہ ضرور کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ کیا اللہ دیکھنے کو آتا ہے، کفر ہے

مسئولہ: ہارون الرشید، جامعہ شمسیہ تیغیہ، مقام وپوسٹ بڑہریا، سیوان، بہار، ۲۶ ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

ہندہ اور اس کے سسرال والوں کے مابین معمولی تکرار ہوئی۔ ہندہ کے بھائی اپنے بہنوئی بکر (ہندہ کے شوہر) کو بلا کر معاملہ کی تفتیش کرنی چاہی گفتگو کے مابین ہندہ نے معمولی غصہ میں کہا میرا یہاں کوئی سننے والا نہیں۔ بکر نے کہا "اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے" اس پر ہندہ نے اپنی بھوجپوری زبان میں کہا "اللہ یہاں دیکھے آو تارے" یعنی اللہ یہاں دیکھنے کو آتا ہے۔ اب دریافت طلب امور یہ ہے کہ

(۱) ہندہ جو جاہل عورت ہے اس کے اس قول پر شریعت کے احکام تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہیں یا نہیں؟ کیا واقعی یہ جملہ کفریہ ہے۔

(۲) تجدید نکاح کی صورت میں ہندہ پہلے شوہر کے بجائے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

ہندہ کا قول مذکور یقیناً کفر ہے اس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج ہو کر کافرہ ومرتدہ ہو گئی اور اصل

[۱] در مختار، ج:۶، ص:۳۹۰، کتاب الجهاد باب المرتد، مطبع زكريا

[۲] رد المحتار، ج:۶، ص:۳۹۱، کتاب الجهاد باب المرتد، مطبع زكريا

مذہب ظاہر الراویہ کے مطابق اس کا نکاح بھی فسخ ہو گیا۔ لیکن روایت نادرہ کی بنا پر نکاح فسخ نہیں ہوا، اور اب بھی وہ اسی شخص کی بیوی ہے مگر روایت اولیٰ کو سامنے رکھتے ہوئے تجدید نکاح کا حکم ہوگا، بغیر تجدید نکاح کیے ہوئے شوہر کے قریب نہ جائے، اور یہ تو کسی حال میں جائز نہیں کہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ رام ورحیم ایک ہیں کفر ہے
مندر ومسجد کو خدا کا گھر بتانا کیسا ہے؟

مسئولہ: عبداللہ خان پٹھان، محمد بخش نیا اگر، پوسٹ سموڑی، ضلع باڑمیر، راجستھان، ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ایک شخص ہے جو کہتا ہے کہ اے مسلمانو! سنو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے: "**كما قال الله فى شان حبيبه.**" اس جملے کو اللہ تعالیٰ کا فرمان بتانا قرآن شریف میں کہاں سے ثابت ہے اور اس جملے کو قرآن کا جملہ بتانے والے پر شرع کا کیا حکم ہے، اور یہی شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بھی بول سکتا ہے، رام رحیم ایک ہے، مسجد، مندر خدا کا گھر ہے، امر حال یہ ہے کہ یہ مسلمان رہا؟ کیا اس کا نکاح درست رہا؟

ایک حاجی ہے اور جھوٹ بولتا ہے مسلمانوں میں فتنہ فساد پھیلاتا ہے اور مسلمانوں کی بار بار غیبت کرتا ہے۔ رام رحیم کو خدا بتاتا ہے، مسجد مندر کو خدا کا گھر بتاتا ہے، امر حال یہ ہے کہ کیا یہ حاجی مسلمان رہا؟ کیا اس کا نکاح رہا؟

الجواب

اس کا پہلے والا جملہ یعنی "اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے: "**كما قال الله فى شان حبيبه.**" یہ اس کی جہالت ہے البتہ اس نے جو بکا "اللہ جھوٹ بول سکتا ہے" "رام رحیم ایک ہے، مسجد مندر خدا کا گھر ہے، ان جملوں کی وجہ سے یہ شخص کافر و مرتد ہو گیا اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، رام رحیم ایک نہیں ہو سکتے، رام اجودھیا کے راجہ ایک انسان کا نام تھا، جو مخلوق ہے، اللہ عزوجل خالق ہے، دونوں ایک کیسے ہو سکتے، مسجد خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہے، مندر بتوں کی پوجا کے لیے ہے۔ دونوں کو ایک کہنا سراسر کفر ہے۔ اس پر فرض ہے کہ ان کلمات کفر سے توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، بیوی رکھنا چاہتا ہے تو اس سے جدید نکاح کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں۔ مر جائے تو مسلمان اس کے غسل وکفن دفن جنازے میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی رحم کرسکتا ہے، کفر ہے

مسئولہ: شمس الدین، محلّہ اسلام پورہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی، ۱۷/ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ ایک شخص نے یوں کہا ''یا اللہ رحم کردو، سب کی مشکل کم کردو'' یہ سن کر زید نے کہا ''آپ نے اللہ پر رحم کیا ہے کہ وہ رحم کرے گا؟'' زید کے اس قول پر ایک دوسرے شخص نے کہا کہ ''یہ غلط ہے'' تو زید نے جواباً کہا کہ ''میں نے قصداً غلط کہا ہے'' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

زید پر اس کلمے سے توبہ اور تجدید ایمان اور اگر بیوی والا ہے تو تجدید نکاح لازم ہے، یہ عقیدہ کہ اللہ عزوجل پر کوئی رحم کرسکتا ہے؟ کفر ہے۔ رحم قادر عاجز پر، غالب مغلوب پر، قوی ضعیف پر کیا کرتا ہے، اللہ عزوجل نہ عاجز ہے، نہ مغلوب، نہ ضعیف ''هو علی قل شئی قدیر'' ہے ''غالب علیٰ کل غالب'' قوی مختار ہے۔ یہ اعتقاد کہ کوئی اس پر رحم کرسکتا ہے۔ اللہ عزوجل کو عاجز، ضعیف، مغلوب ماننے کا مرادف ہے۔ جو کفر صریح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تم اپنا خدا لے کر ڈھوؤ، کہنا کفر ہے

مسئولہ: محمد مدنی، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید وبکر کے درمیان مکان کے دیوار کے معاملہ پر کچھ معاہدہ ہوا، زید نے قسم کھا کر کہا کہ جو معاہدہ ہوا ہے میں اس کا پابندرہوں گا۔ لیکن جب زید نے معاہدے کے خلاف ورزی کرنا شروع کیا، تو بکر نے زید سے کہا کہ تم نے خدا کی قسم کھا کر کہا تھا کہ معاہدہ کی پابندی کروں گا، تو زید نے بکر سے کہا کہ تمہاری قسم اور تمہارا خدا تم لے کر ڈھوؤ۔ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

زید اپنے اس جملہ کی وجہ سے ''تمہاری قسم اور تمہارا خدا تم لے کر ڈھوؤ'' کافر ومرتد ہوگیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے۔ اس پر فرض ہے کہ اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہو تو تجدید نکاح کرے۔ اس جملہ میں اس نے اللہ عزوجل کی تحقیر بھی کی اور اللہ عزوجل سے اعراض بھی کیا نیز یہ کہ بکر کا خدا اور بتایا اور اپنا اور یہ تینوں باتیں بلاشبہہ کفر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محالات شرعی کو تحت قدرت ماننا مستلزم کفر ہے

مسئولہ: محمد اصغر رضوی، یونانی دار الشفا ستنہاری مسجد، پیلی بھیت

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔

محال شرعی تحت قدرت الٰہیہ داخل ہیں یا نہیں، اور جو شخص اس کو تحت قدرت الٰہیہ مانے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

محال شرعی کو تحتِ قدرت ماننا مستلزم کفر ہے۔ ایسے شخص پر جو اس کا قائل ہو، توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ جیسا کہ "سبحان السبوح" میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محالات تحت قدرت نہیں۔

یہ کہنا کہ اللہ چاہے تو کروروں محمد پیدا کرسکتا ہے، حضور کی نظیر محال ہے

مسافر مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیرے یا نہیں؟

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

مسئولہ: محمد حسن حشمتی، مدرسہ احسن المدارس، کانپور، ۱۱؍جمادی الآخرہ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک شخص نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے تو ایک محمد کے بجائے ہزاروں محمد پیدا کرسکتا ہے۔ اگر ایسا عقیدہ نہ ہو تو باریِ تعالیٰ کی قدرت کا انکار لازم آئے گا۔ لہٰذا اس شخص کا ایسا کہنا شرعاً کیسا ہے؟ اور ہم اہلِ سنت کو کیسا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

(۲) مسافر مقتدی کو عصر کی نماز میں صرف دو رکعت جماعت ملی تو امام کے ساتھ سلام پھیر دے یا سلام کے بعد دو رکعت اور پڑھے۔ اسے کیا کرنا چاہیے؟

(۳) مقتدی کو جماعت کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی امام کے ساتھ، اس نے بھی دونوں طرف سلام پھیر دیا، بغیر کلام کے مقتدی فوراً کھڑا ہو گیا اور سجدۂ سہو کے ساتھ نماز پوری کی تو اس کی نماز پوری ہوگئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) جس طرح اس بے باک نے کہا، اسی طرح کوئی مشرک کہہ سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کروڑوں خدا پیدا کرسکتا ہے، اگر نہ پیدا کر سکے تو اس کی قدرت کا انکار لازم آئے گا، جو جواب یہ بے باک ہمارے اس معارضہ کا دے گا وہی جواب اس کے شیطانی وسوسہ کا ہے کہ اس نے بکا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک محمد کے بجائے ہزاروں محمد پیدا کرسکتا ہے۔'' اس کے ہذیان کا پورا رد علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ ''امتناع النظیر'' میں کر دیا، اس کا مطالعہ کریں۔ یہ قائل بلا شبہہ گمراہ ہے، بے دین ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر محال ہے اور محالات تحت قدرت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) امام کے ساتھ ہرگز سلام نہ پھیرے بلکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور دو رکعت مزید پڑھے۔ مسافر نے جب مقیم امام کی اقتدا کی تو اقتدا کرنے کی وجہ سے اسے بھی چار پوری پڑھنی ضروری ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اس کی نماز بلا کراہت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا اللہ عزوجل حضور کا مثل پیدا کرسکتا ہے یا نہیں؟ قدرتِ خداوندی۔

مسئولہ: از: فرحت بیگ عباسی، مظفر پور - ۱۹/ جولائی ۱۹۶۲ء

مسئلہ براے کرم تجلی کے ڈاک نمبر میں ذیل کے سوال وجواب سے متعلق اپنی رائے ظاہر فرما کر ممنون فرمائیں۔

خدا کو طاقت ہے کہ حضور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے اور لاکھوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنا سکے۔

جواب، ہرگز نہیں۔ قرآن عظیم میں ہے: ''ماكان محمد ابا احد الخ.'' (ماخوذ از رسالہ نوری کرن بریلی، مئی ۱۹۶۳ء، صفحہ ۴۸)

الجواب: - (دیوبندی مولوی) تفصیلی گفتگو اسی وقت ہو سکتی تھی جب پورے طور پر معلوم ہوتا کہ جس عبارت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے وہ اس سے کیا ثابت کرنے کی غرض سے سپرد قلم کی ہے بصورت موجودہ صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ عبارت اپنے مفہوم کے اعتبار سے بالکل درست ہے اور جس شخص نے ہرگز نہیں کے الفاظ میں جواب دیا ہے۔ یا تو کند ذہن یا جاہل ہے یا متعصب اور معاند۔ اس کی قرآنی آیات سے استدلال کرنے کی جسارت یہی واضح کرتی ہے کہ قرآن کی اس کے قلب میں کوئی عظمت نہیں ورنہ قرآن ایسی کتاب نہیں کہ ایک سچا مسلمان اس کی آیات سے اٹکل پچو اور بے سر وپا استدلال کرے: ''ماكان محمد ابا احد.'' والی آیت میں مضمون یہ بیان ہو رہا ہے کہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں اس کا اس بات سے کیا تعلق ہے؟ کہ خدا کو محمد جیسے اور لاکھوں محمد پیدا کرنے کی طاقت نہیں، کچھ مسلمان ایسے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو ذہنی طور پر ایسا ہی درجہ دے رکھا ہے۔ جیسا عیسائیوں نے عیسیٰ کو دیا، وہ صاف تو نہیں کہہ پاتے کہ محمد خدا ہیں لیکن اس عقیدے کو وہ الفاظ کے ہیر پھیر سے بایں طور پر بیان کرتے رہتے ہیں کہ سرکار حاضر و ناظر ہیں، عالم الغیب ہیں، جنت دوزخ کے مالک ہیں فریاد رس ہیں وغیرہ ذالک معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جن صاحب نے ہرگز نہیں کا فیصلہ صادر فرمایا ان کے دماغ میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے الوہیت کا شیطانی عقیدہ پنجے گاڑے ہوئے ہے۔

اسی لیے وہ آ گا پیچھا دیکھے بغیر لپک اٹھے کہ خدا بھلا دوسرا ''خدا'' کیسے پیدا کرسکتا ہے، ورنہ اللہ کی صفات اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام وحیثیت کا ٹھیک ٹھیک ادراک واحساس انھیں ہوتا تو آخر اس صاف وسادہ اور بدیہی حقیقت کو تسلیم کرنے میں کیا رکاوٹ پیش آسکتی تھی کہ جس نے ایک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلعت وجود سے نوازا وہ ہزار اور لاکھ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تخلیق فرمانے پر یقیناً قادر ہوگا۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فداہ ابی وامی اپنی تمام تر عظمتوں اور صفات کمالیہ کے باوجود ایک بندے ہی تو ہیں، ایک مخلوق، ایک بشر۔ پھر کیا استحالہ کون سا مانع یہ مان لینے میں حائل ہے کہ اللہ چاہے تو ایسے ہی ایک ہزار یا ایک لاکھ انسان پھر پیدا کرسکتا ہے۔ خوب سمجھ لیجیے نقل فرمودہ عبارت میں صرف قدرت خداوندی کا بیان ہے، ذرہ برابر شک نہیں کہ اللہ کروڑوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا کرنے پر قادر تھا، قادر ہے، اور ہمیشہ قادر رہے گا۔ یہ خلجان کہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے یا خود محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدا ہو سکنے کا امکان ہی کیا ہے۔

تو یہ مسئلہ واقعاتی پہلو ہے نہ کہ امکانی۔ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں کیا جائے گا، اور نہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسی کوئی اور ہستی جنم لے گی، لیکن ایسا ہی ہے جیسے کفری موت مرنے والے جنت میں نہیں جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام دوزخ میں نہیں ڈالے جائیں گے یہ اللہ کے فیصلے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ خدا کسی کافر کو جنت میں اور نبی کو دوزخ میں بھیجنے پر قادر نہیں، خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ چاند سورج سے زیادہ روشنی دے اور سمندر اپنی روانی چھوڑ دیں بغیر بادل کے بارش ہوجائے اور بغیر کھائے پیئے آدمی سو سال زندہ رہے مگر ایسا ہوتا نہیں ہے کیوں کہ خدا نے اپنی مرضی سے کچھ اٹل قوانین بنا دیئے ہیں (اسی طرح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسی کوئی اور ہستی پیدا ہوئی نہیں ہے، مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ خدا میں اس کے پیدا کرنے کی قدرت بھی نہیں ہے جو شخص ایسا عقیدہ رکھے کہ خدا کو اب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کوئی اور نبی تخلیق کرنے کی طاقت ہی نہیں رہی وہ ایمان اور عقل دونوں سے فارغ ہوا: '' ان اللہ علی کل شئ قدیر. '' جیسی آیات کا مطلب سمجھنے کے لیے عربی دانی کی ضرورت نہیں، قرآن کا کون سا پارہ ہے جس میں یہ مضمون صاف لفظوں میں نہیں آیا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ قادر ہونے کا مطلب یہی تو ہے کہ وہ چاہے تو اس موجودہ کائنات جیسے ہزار عالم دم کے دم پیدا کردے، وہ چاہے تو پتھر فصیح و بلیغ تقریریں کریں، اور سمندر کا پانی آسمان

کے تارے چھولے، وہ چاہے تو ہزار آدم، لاکھ عیسیٰ اور کروڑ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آن کی آن میں خلعتِ وجود پہن لیں۔ اسے بس کن کہنے کی دیر ہے پھر کیا مجال ہے کہ جو کچھ اس نے ارادہ کیا ہو وہ پورا نہ ہو، ہاں ارادہ کرنا، نہ کرنا اس کی مرضی پر ہے، اس نے ارادہ کیا ہے کہ آمنہ کے بطن سے پیدا ہونے والے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا کوئی ہمسر اور مثیل پیدا نہیں کرے گا۔ لہٰذا ہوگا یہی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فداہ امی وابی بے مثال رہیں گے، اس نے ارادہ کیا ہے کہ جو لوگ کھلم کھلا اس کے باغی ہیں انھیں بھی رزق سے محروم نہیں کرے گا۔ لہٰذا ملحدوں اور دہریوں کو روٹی کھاتے آپ بھی دیکھ سکتے ہیں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اللہ ان سے رزق سلب کر لینے پر قادر بھی نہیں۔ (تجلی ڈاک، نومبر، دسمبر ۶۳ء ص:۷۵)

جلادوان کتابوں کو جو اہل توحید کو ایک دوسرے سے دست وگریباں ہونا سکھاتی ہیں ہونٹ سی دو، ان خطیبوں کے جو حرب عقائد کی آگ کو چرب زبانی کا تیل دیتے ہیں، توڑ دو وہ قلم جو تفرقہ اور نزاع کی آبیاری کرتے ہیں آج وہ وقت آچکا ہے کہ یا تو بکھری ہوئی بھیڑیں متحد ہو کر بھیڑوں سے آمادہ بہ جنگ ہوں یا پھر بھیڑیئے ایک ایک بھیڑ کو چیر پھاڑ کر برابر کر دیں۔ پناہ بخدا۔

الجواب ــــــــــــــ (شارحِ بخاری علیہ الرحمہ)

نوری کرن کا جواب بالکل حق وصحیح ہے اور تجلی کی تعلیاں سراسر جہالت نری ضلالت اور شان حبیب خدا و قدرت رب عزوجل سے بے خبری کا نتیجہ ہے یہ مسئلہ اصل میں اس پر مبنی ہے کہ اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں۔ وہابیہ چوں کہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے، اس لیے وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر چاہے تو محمد جیسا کروڑوں پیدا کر دے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ سبوح وقدوس جل وعلیٰ جھوٹ اور تمام عیوب سے پاک ومنزہ ہے کہ اس پر قدرت بھی نہیں رکھتا اس لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا دوسرا پیدا کر سکے کیوں کہ پیدا کر سکنا یہ تعبیر امکان کی ہے اسی کو دوسرے لفظ میں یوں کہیں گے کہ یہ ممکن ہے اور ممکن کی تعریف یہ ہے کہ جس کا وقوع فرض کرنے پر کوئی خرابی لازم نہ آئے اور یہاں اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل کو ممکن مانو گے تو لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل جھوٹا ہے۔

لہٰذا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثیل محال کہ جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے: "**ما کان محمد ابا احد الخ.**" اور خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہیں اس معنی میں اصلا کوئی شک وشبہ نہیں بالکل قطعی یقینی اذعانی اجماعی ایقانی ہے۔ ایسا کہ جو خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہ مانے کافر ہے اب جب کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیا ہیں تو جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ہوگا وہ خاتم النبیین ہوگا یا نہیں اگر وہ خاتم النبیین نہ ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثیل نہ ہوا، اور اگر وہ بھی خاتم النبیین ہوا تو حضور سید عالم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے ہوگا یا بعد یا ہم عصر اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے ہوتو یہ مثلِ محمد خاتم النبیین نہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں آخر النبیین کے اور یہ آخر النبیین نہیں اور اگر ہم عصر یا بعد میں ہوا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوئے کہ آخر وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ یا جس کے بعد کوئی نہ ہو اور بر تقدیر فرض سائل حضور کے ہم عصر یا بعد عصر اور نبی ہوا اور جب اس تقدیر پر حضور خاتم النبیین نہ ہوئے تو اس سبوح وقدوس کا فرمان جھوٹا ہوا حالاں کہ وہ کذب سے منزہ۔ لہٰذا اس کے حبیب اپنے مثل سے مبرّا۔ اب ہر منصف غور کرے کہ تجلی اپنی تعلّی سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ مثیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرت نہ ماننے پر ذات الٰہی پر حرف آتا تھا، لیکن در پردہ حال یہ ہے کہ مثل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماننے پر ذات خداوندی پر کذب کا عیب لگتا ہے، جب تک اللہ عزوجل کو جھوٹا نہ مانیں گے اس وقت تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن نہ ہوگا اور اگر کذب باری محال تو مثل محمدی بھی محال، لیکن تجلی کے دیوبندی ایڈیٹر سے یہ مستبعد نہیں کہ وہ یہ بھی قبول کرے کہ اللہ عزوجل جھوٹ پر قادر ہے کہ اس کے بڑوں نے آیت کریمہ: "ان اللّٰہ علیٰ کل شیٔ قدیر." سے اپنے اس گندے عقیدے پر بارہا دلیل لا چکے ہیں جس کا قاہر رد علمائے اہل سنت نے اپنی تصانیف میں فرمایا ہے:

منجملہ ان کے "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح." وہ اعلیٰ قدر تصنیف اس موضوع پر ہے کہ جس کے مثل آسمان کی نظر نے آج تک نہیں دیکھی کہ مکذبان سبوح وقدوس عزوجل کی زبانیں اس کے جواب سے گنگ ہیں قلمیں شق ہیں: " ان اللّٰہ علی کل شیٔ قدیر." حق ہے مگر اس کا جو مطلب وہابی لیتے ہیں وہ باطل ہے۔ وہابی شیٔ کو اتنا عام لیتے ہیں جو محال اور ممتنع کو بھی شامل ہے اگر یہ حق مان لیا جائے تو توحید ختم ہو جائے گی کہ شیٔ اس معنی کے اعتبار سے شریک باری کو بھی شامل ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شریک باری بھی زیر قدرت اور جب شریک باری زیر قدرت تو توحید باری ختم۔ تجلی کے ایڈیٹر نے جو تقریر مثل محمدی کے زیر قدرت ہونے پر جاری کی ہے بعینہ وہی تقریر شریک باری پر بھی جاری ہوسکتی ہے۔ کوئی مشرک تجلی کے ایڈیٹر سے سن کر یہ کہہ سکتا ہے کہ شریک باری بھی شیٔ ہے اور قرآن کے ہر پارے میں یہ مضمون بتصریح مذکور ہے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

لہٰذا شریک باری پر بھی قادر ہوا یہ ہے ان تقویۃ الایمانی توحید پرستوں کی توحید کہ عداوت رسول میں ایسے اندھے اور بہرے ہیں کہ توحید خداوندی کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ایڈیٹری اور چیز ہے اور قرآن فہمی اور شے ہر ایڈیٹر قرآن سمجھنے لگے تو ملاپ اور پرتاب اور پنچ کے ایڈیٹر اس سے سوا ہاتھ بڑے ایڈیٹر ہونے کی وجہ سے سوا ہاتھ بڑے عالم قرآن ہوگئے، چاند، سورج، دریا، سمندر، زمین وآسمان ممکنات ہیں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہر ممکن پر اللہ عزوجل کو قدرت ہے اور یہی " ان اللّٰہ علی کل شیٔ قدیر." کا مطلب ہے کہ وہ قادر مطلق ہر ممکن پر قادر ہے۔ شریک باری مثیل محمدی دیگر محالات نہ ممکن نہ تحت قدرت، اس کی

بے ادبی دیکھیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی ایسے لیتا ہے، جیسے عام انسان ہیں مسئلہ کا جہاں تک استدلالی پہلو ہے وہ واضح ہوگیا، رہ گیا تجلی کی تعلّی وہ خود ھباءً منثورا ہوگئی۔ اس کی اتنی لمبی چوڑی تحریر میں سوائے دشنام وافترا پردازی و بدنامی کے اور کیا ہے۔ کہیں مسلمانوں پر یہ بہتان باندھا ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذہنی طور پر وہی درجہ دے رکھا ہے جو عیسائیوں نے عیسیٰ کو۔ کہیں یہ افترا کیا ہے: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب مانتے ہیں اگر تجلی کا ایڈیٹر سچا ہے تو ثبوت دے کہ دنیا کے پردے پر وہ کون مسلمان ہے جو حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا بیٹا مانتا ہے، یا عالم الغیب مانتا ہے۔ تمام دیانت دار حق پرست مسلمانوں پر لازم کہ وہ اس مفتری بہتان طراز سے اس کا مطالبہ کریں۔ اگر وہ اس کا ثبوت نہ پیش کر سکے اور ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ ہرگز ہرگز نہیں پیش کر سکتا۔ تو اس سے کہہ دیں کہ دیوبند میں بیٹھ کر دیو کے بندوں کو تم بہتان وافترا سے بہکا کر اپنا سکتے ہو مگر خدا کے مخلص بندوں پر تمہارا کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔ ان پر ان کے شیخ نجدی کا بھی قابو نہیں۔ وہ بھی روزِ ازل ان کا استثنا کر چکا ہے۔ **لاغوینهم اجمعین الا عبادک المخلصین**. ذرا اس بصیرت کے اندھے سے کوئی پوچھے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا بیٹا مانے یا عالم الغیب مانے وہ مسلمان ہی کیسا ہے کہ تو کہتا ہے کچھ مسلمان ایسے ہیں جن کی طرف تو نے یہ عقیدے منسوب کیے، انھیں مسلمان کہا۔ مسلمان جانا یہ غمازی کر رہا ہے کہ نہیں۔ آپ ہی تو وہ نہیں۔ سچ ہے۔ کانے کو ممبئ کا ایک طرف کا بازار ہمیشہ بند ہی نظر آتا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ہم حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر، جنت و دوزخ کا مالک بہ عطائے الٰہی مانتے ہیں، لیکن انھیں اتنی فضیلت سے وہ خدا کیسے ہوگئے۔ کیا تیرے نزدیک خدا میں بس اتنا ہی کمال ہے کہ وہ کسی کی عطا سے حاضر و ناظر اور جنت و دوزخ کا مالک ہے۔ کیا تیرا خدا اپنے کمالات میں غیر کا محتاج اور دست نگر ہے۔ حق تو یہی ہے کہ ان ظالموں نے خدا ہی کو نہیں پہچانا: **ما قدروا الله حق قدره تعالى الله عما يقولون الظلمون علواً كبيرا**. یہ وہابیہ کا بہت چلتا ہوا حربہ اور مغالطہ عامۃ الورود ہے۔ جہاں ہم نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان کیے۔ انھوں نے بک دیا کہ دیکھو خدا بنا دیا۔ اس لیے عام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے لیے یہ مختصر فرق صفاتِ باری وصفاتِ محمدی میں ذکر کرتے ہیں تا کہ وہابیہ کی ابلہ فریبی ان پر کارگر نہ ہو سکے۔ اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی جملہ صفات قدیم، واجب، غیر متناہی، غیر مخلوق، غیر متبدل، ناممکن الزوال ہیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور جملہ صفات حادث ممکن، متناہی مخلوق متبدل ممکن الزوال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد شریف الحق امجدی، دارالافتا بریلی شریف

یہ کہنا کہ میں مسلمان نہیں۔ اور روزہ وہ رکھے جس کے یہاں کھانے پینے کا ٹھکانہ نہ ہو۔ رحمٰن اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے/اپنے کو رحمٰن کہنا کفر ہے۔

مسئولہ: محمد اصغر علی، ریڈیو دوکان، مین روڈ کنکوری، ضلع رائے گڑھ، ایم پی، ۲۱/ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

مسئلہ ① چند آدمی تراویح کا چندہ لینے کے لیے زید کے پاس گئے، تو زید کہتا ہے کہ میں کیوں تراویح کا چندہ دوں، میں تو مسلمان نہیں ہوں، گوشت کھا لینے اور کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان نہیں ہوتا۔

② زید کے والد بکر کے پاس چند آدمی کھڑے تھے پھر اسی میں سے ایک نے پوچھا بکر سے کہ آپ روزہ کیوں نہیں رکھتے ہیں؟ تو بکر نے جواب دیا تیور بدل کر کہ روزہ وہ رکھتا ہے جس کے یہاں کھانے کا ٹھکانہ نہ ہو میں کیوں روزہ رکھوں گا، کیا میرے پاس کھانے کی کمی ہے جو میں روزہ رکھوں۔

③ زید کے والد بکر ایک صحیح سنی العقیدہ عالم کے بارے میں کہتا ہے چند آدمی کے سامنے کہ میں رحمٰن ہوں اور وہ شیطان ہے۔ رحمٰن اور شیطان ایک جگہ اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ اس لیے تمہاری شادی میں شرکت نہیں کیا، چوں کہ تم نے شیطان کو بلوا کر نکاح پڑھوایا۔ مذکورہ بالا سوالات کے جوابات بہ حوالہ کتب فقہیہ اور قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔

الجواب

① زید کا یہ قول دو احتمال رکھتا ہے۔ اول یہ کہ کسی نے بھی اس کے بارے میں یہ کہا ہو کہ یہ مسلمان نہیں محض گوشت کھا لینے اور کلمہ پڑھ لینے سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا۔ زید نے بہ طور تعریض یہ جملہ کہا ہو ایسی صورت میں زید کافر نہ ہوگا۔ البتہ اس کو ایسی بات ہرگز نہیں کہنی چاہیے تھی۔ دوسرے یہ کہ واقعی زید اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا اس بنا پر اس نے ایسا کہا۔ اس صورت میں اس قول کی وجہ سے واقعی وہ مسلمان نہ رہا، کافر ومرتد ہو گیا۔ اس کے سارے نیک اعمال اکارت ہو گئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو دوبارہ نکاح کرے۔ اگر توبہ وتجدید ایمان کر لے فبہا ورنہ مسلمان اس سے بالکلیہ مقاطعہ کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② بکر اپنے اس قول کی وجہ سے کافر ومرتد ہو گیا اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اور اس میں روزے کی تحقیر اور اس کا استہزاء ہے۔ ثانیاً روزے کی فرضیت سے انکار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

③ بکر نے اپنے آپ کو رحمٰن کہا اس کی وجہ سے وہ کافر ومرتد ہو گیا۔ رحمٰن اللہ عزوجل کے اسمائے مختصہ میں سے ہے۔ مجمع الانہر اور شرح فقہ اکبر میں ہے۔ جس نے کسی مخلوق کو رحمٰن، قدوس کہا وہ کافر ہے، اس نے ایک سنی

عالم کو شیطان کہا، یہ بھی سخت حرام و گناہ ہے، کسی عالم کو گالی دینا گناہ ہے بشرطیکہ یہ عالم سنی صحیح العقیدہ ہو اور اگر یہ عالم بد مذہب، وہابی، غیر مقلد، دیوبندی، تبلیغی، مودودی ہو تو اسے شیطان کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ اللہ ورسول میں کوئی فرق نہیں/ یہ کہنا کہ اللہ کو سجدہ کرنا گویا حضور کو سجدہ کرنا/ مرتد کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟

مسئولہ: عبدالرحمٰن قادری، ناز ٹیلر، آریت پور، جمشید پور، بہار

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسائل ذیل کے بارے میں؟

اگر کسی مسلمان نے یہ کہا کہ اللہ ورسول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نعوذ باللہ! حضور اللہ کے جسم میں ہیں۔ گویا کہ اللہ کو سجدہ کرنا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو سجدہ کرنا برابر ہے۔ یا کسی نے یہ کہا کہ اللہ کیسے ہیں اور اس وقت کیا کر رہے ہیں۔ تو یہ کہنے سے اس کا ایمان خطرے میں ہے یا نہیں، یا ایمان چلا گیا۔ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

یہ شخص ایمان سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس نے ایک ساتھ کئی کفریات بکے۔ اس نے اللہ کے لیے جسم ثابت کیا، ہر جسم حادث ہے، اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ حادث، وہ قدیم ازلی ابدی ہے۔ اس نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے جسم سے ہیں یہ بھی کفر ہے۔ اس نے کہا اللہ کو سجدہ کرنا حضور کو سجدہ کرنا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدۂ تعبدی کیا جاتا ہے، اور حضور کے لیے سجدۂ تعبدی کرنا شرک۔ سجدۂ تعبدی تو بڑی چیز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سجدۂ تعظیمی بھی حرام۔

اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً ان کلمات کفریہ سے توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ بیوی کو رکھنا چاہے تو اس سے نکاح جدید کرے، اور اگر یہ توبہ، تجدید ایمان و نکاح نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام، بند کر دیں۔ مر جائے تو اس کے غسل و کفن دفن جنازے میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ، کو ماننے سے انکار کرنا کیسا ہے؟ مرتد کا حکم

مسئولہ: عبداللہ خاں پٹھان، محمد بخش، پوسٹ سمدڑی، ضلع باڑمیر، ۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ایک شخص نے کسی موقع پر ”لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ“ یہ جملہ پڑھا اور دوسرے شخص نے اس جملے کو سن کر اعتراض کیا کہ اس جملے میں کیا رکھا ہے۔ ”سبحٰن اللّٰہ“ میں اس کو نہیں مانتا ہوں، ایسے شخص

کے لیے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب

اس نے ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' سن کر یہ کہا ''اس جملے میں کیا رکھا ہے میں اس کو نہیں مانتا'' اگر اسے اس جملۂ مبارکہ کا معنی معلوم ہے پھر وہ کہا تو اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کر کے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی کو رکھنا چاہے تو اس سے جدید نکاح کرے اور اگر وہ توبہ نہ کرے کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ ہو تو مسلمان اس کے غسل وکفن دفن جنازے میں شریک نہ ہوں، میل جول، سلام کلام بند کر دیں اور اگر اس کو اس کا معنی معلوم نہیں تو بھی اس پر توبہ فرض ہے۔ اتنا تو ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ یہ ایک متبرک کلمہ ہے، حدیث میں ہے کہ یہ کلمۂ مبارکہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ عشق الٰہی میں بندہ گمراہ بھی ہوسکتا ہے

مسئولہ: نعیم احمد برکاتی، ایجنسی بک کالپیت، ہبلی، کرناٹک، ۲۳؍رجب ۱۴۱۰ھ

مسئلہ کیا یہ سچ ہے کہ عشق الٰہی میں بندہ گمراہ بھی ہوسکتا ہے مگر عشق رسول میں نہیں، کیوں کہ انا الحق اور انا اللہ کہنے والوں کی تو مثالیں آج بھی ملتی ہیں۔ مگر انا النبی اور انا الرسول کہنے والے کی مثال آج تک اس دنیا میں کہیں نہیں ملی۔

الجواب

یہ کہنا کہ عشق الٰہی میں بندہ گمراہ بھی ہوسکتا ہے۔ بہت سخت کلمہ ہے، اس سے رجوع لازم ہے۔ عشق الٰہی سے کوئی بھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔ ''انا الحق'' وغیرہ کہنے والے گمراہ نہیں عارف باللہ اور مغلوب الحال تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ لا الٰہ الا اللہ، کہنا صحیح نہیں

مسئولہ: حاجی کے. ایس. ملا، کنداپور، کرناٹک، ۱۹؍محرم ۱۴۱۱ھ

مسئلہ ایک مولانا کا کہنا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنا صحیح نہیں، اور صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے سے جنت میں نہیں جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اسلام کا اول کلمہ ہے اور اس پر ایمان ہے، اس کے علاوہ بعض مواقع پر لا الٰہ الا اللہ تسبیح کا لفظ بولتے ہیں۔ کیا کسی شخص کا یہ کہنا درست ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنا صحیح نہیں؟

الجواب

یہ کہنا کہ لا الٰہ الا اللہ کہنا صحیح نہیں، کلمۂ کفر ہے۔ جس نے ایسا کہا وہ اسلام سے خارج ہو کر کافر مرتد ہو گیا،

[1] مشکوٰۃ، ص: ۲۰۲، باب ثواب التسبیح۔

اس کے تمام اعمالِ حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس سے توبہ کرے، دل سے سچ مانے کہ لا الٰہ الا اللہ حق ہے، پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ لا الٰہ الا اللہ کلمۂ برحق ہے، اسے صحیح نہ کہنا اسلام کو جھٹلانا ہے۔ قرآن مجید کی کثیر آیات واحادیث کی تکذیب ہے۔ البتہ مومن ہونے کے لیے صرف لا الٰہ الا اللہ کی تصدیق اور اقرار کافی نہیں، ساتھ ہی ساتھ محمد رسول اللہ کی بھی تصدیق اور اقرار ضروری ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کے معنی ہیں سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، اس میں صرف توحید مذکور ہے، صرف توحید کی تصدیق اور اقرار مومن ہونے کے لیے کافی نہیں۔ توحید کے ساتھ ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق اور اقرار بھی ضروری ہے۔ کسی کلمہ کا حق ہونا اور ذکر ہونا اور بات ہے اور مومن ہونے کے لیے کن کن باتوں کی تصدیق اور اقرار ہونا ضروری ہے، یہ الگ بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ خدا سے مانگنا جرم ہے، کفر ہے

مسئولہ: عبدالغفور، چھپرہ، بہار، ۲۶؍ ذوقعدہ ۱۴۰۶ھ

 زید کہتا ہے کہ خدا سے مانگنا جرم ہے، وہ تو سب دیکھتا، جانتا ہے۔

الجواب

یہ کہنا کہ خدا سے مانگنا جرم ہے، یہ کلمہ کفر ہے اور قائل کافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ وارث کہنا کیسا ہے

مسئولہ: عبدالغفور، چھپرہ، بہار، ۲۶؍ ذوقعدہ ۱۴۰۶ھ

 جن کے پیر کا نام وارث ہو اور وہ لوگ اللہ وارث اور یا وارث کہتے ہیں، تو کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ اللہ وارث ہے تو اس جملے میں کوئی حرج نہیں، اور معاذ اللہ حضرت حاجی وارث علی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کہتے ہیں تو صریح شرک۔ یا وارث کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت ماننا کفر ہے

مسئلہ نوٹ: (رجسٹرڈ میں سوال منقول نہیں ہے)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ملفوف ۱۴؍ ذوالحجہ کو ملا آپ نے بڑے اہم اتنے سوالات کر دیئے ہیں کہ ان سب کا بہ قدر ضرورت

جواب دینے کے لیے کم از کم ایک ہفتہ صرف ہوگا۔ جب کہ دوسرے تمام کام بند کر دیئے جائیں، اور یہ ذرا میرے لیے مشکل ہے یہ سارے سوالات مناظرانہ ہیں۔ اب اگر دارالافتا کو بھی آپ لوگ دارالمناظرہ بنالیں گے تو فتویٰ کون لکھے گا۔ مفتی مظفر حسین صاحب زید مجدہم نے اپنے فتوے میں فقہ حنفی کی پانچ چھ انتہائی معتمد کتابوں سے ظاہر کر دیا کہ اللہ کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے۔ جو لوگ سنی حنفی ہیں ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ پروفیسر ہونے کا مطلب مجتہد نہیں ہوتا کہ وہ پوری امت کے اجماعی عقیدے کو چیلنج کرے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے، سوائے چند گمراہ فرقوں کے اور کسی کا یہ قول نہیں۔ پروفیسر صاحب اصل میں مکان اور جگہ کے معنی نہیں جانتے ورنہ وہ کبھی اس کی جرأت نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ مکان جگہ اس جسم کو کہتے ہیں جس کے نیچے کی سطح مکان میں رہنے والے کی اوپر کی سطح کو گھیرے ہوئے ہو، اور اس سے ملی ہوئی ہو۔ مثلاً کہیں آپ بیٹھے ہوں تو آپ کی جگہ اور مکان ہوا کی وہ نچلی سطح ہے جو آپ کو گھیرے ہوئے ہے۔ غرض کہ ہر جگہ مکان آپ کو گھیرے ہوتا ہے، اور یہ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات محدود نہیں، غیر متناہی بالفعل ہے، اس کی کوئی حد نہیں نیز اگر اللہ عزوجل کی ذات کو محدود مانیں تو یہ قرآن کا انکار لازم آئے گا کہ فرمایا: "اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ."(1) سنو! یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے۔

اور جب بنص قرآن اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے تو پھر اس کو کوئی چیز گھیر نہیں سکتی اور ایسا قول کرنا جس سے لازم آئے اس کو کوئی چیز گھیرے ہوئے ہے، اس آیتِ کریمہ کے انکار ہونے کی وجہ سے کفر ہے۔ آپ نے جو آیات لکھی ہیں اگر ان کا وہی مطلب ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں تو قرآن میں تعارض لازم آئے گا۔ مثلاً **"فی انفسکم"** کا مطلب آپ نے یہ سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ذات میں ہے، تو ہماری ذات ظرف ہوئی اور ہر ظرف مظروف کو گھیرے ہوتا ہے۔ لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ محدود اور مظروف ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ **"الرحمٰن علی العرش استوی"** کا مطلب آپ نے یہ سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے تو لازم آیا کہ عرش اس کو گھیرے ہوئے ہے، تو اللہ تعالیٰ محدود ہو گیا، نیز لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ عرش کو گھیرے ہوئے نہیں تو وہ آیت کریمہ **"و کل شیٔ محیط"** کا انکار ہو گیا، نیز پروفیسر صاحب کی بات بھی باطل ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور جب آیتِ کریمہ کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ وہ عرش پر ہے تو لازم آیا کہ وہ عرش کے نیچے نہیں تو پھر ہر جگہ موجود کہاں رہا۔

برادرِ من! قرآن کے دقائق کو سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں عوام کے مناسب۔ اب صرف یہ گزارش ہے کہ قرآن مجید کی آیات دو قسم کی ہیں متشابہات اور محکمات، جیسا کہ سورہ اٰل عمران کے شروع مین ہے۔ آپ کنز الایمان اور اس کی تفسیر خزائن العرفان میں اس کی تفسیر دیکھ لیں، یا پھر کسی بھی تفسیر میں دیکھ لیں۔ اللہ عزوجل نے نہایت وضاحت سے فرمایا۔ ارشاد ہے:

---

(1) قرآن مجید، سورۃ حٰم السجدہ، آیت: ٥٤، پ: ٢٤

آیَاتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَاءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَاءَ تَاوِیۡلِهٖ وَمَا یَعۡلَمُ تَاوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ آمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا.(۱)

قرآن کی کچھ آیتیں محکمات ہیں، وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہات۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں فتنہ چاہنے کے لیے اور اس کا معنی معلوم کرنے کے لیے حالاں کہ اس کا صحیح معنی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب اللہ کے پاس سے ہے۔

اس آیت کو بغور پڑھیے اور ذہن میں بٹھائیے۔ صاف صاف تصریح ہے کہ متشابہات کے صحیح معنی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (مگر یہ کہ جسے اللہ بتائے)۔ متشابہات کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہے۔ جو لوگ فتنہ چاہتے ہیں اور پختہ علم والوں کا کام یہ ہے جو یہ کہتے ہیں ہم سب پر ایمان لائے، خواہ اس کے معنی جانیں یا نہ جانیں، ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ یہ آیتِ کریمہ: ”اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی“(۲) اور ”فی انفسکم“ اور ”وهو معكم“ اور ”يد الله فوق ايديهم“ اور ”مطويات بيمينه“ متشابہات ہیں۔ اس سے اللہ کی کیا مراد ہے، اللہ خوب جانتا ہے۔ ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں اور اس کے معنی کو اللہ کے سپرد کریں نہ کہ اس کا اردو ترجمہ دیکھ کر اپنی ناقص سمجھ میں جو آئے اسی پر اعتقاد رکھیں اور اسی کو لوگوں سے منوائیں۔ یہ طریقہ مسلمانوں کا نہیں۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن کے دلوں میں کجی ہے، جو گم راہ بد دین ہیں۔ بعض آیتیں ایسی بھی پیش کی ہیں جس کا اس بحث سے کوئی تعلق ہی نہیں: ”اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ.“(۳)

اس آیت کریمہ میں نور مصدر ہے اور معنی میں منور کے ہے یعنی روشن کرنے والا۔ اس میں کیا اشکال ہے، مصدر بہ معنی اسم فاعل دنیا کی ہر زبان میں شائع وذائع ہے اور اگر پروفیسر صاحب کے بتانے کے مطابق نور کے معنی روشنی لیں تو پھر کفر، اسلیے کہ روشنی کسی چیز سے پیدا ہوتی ہے از خود پیدا نہیں ہوتی، مثلاً چراغ سے، چاند وسورج سے تو لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے وجود میں دوسرے کا محتاج ہے اور یہ کفر قرآن کریم میں صاف بتایا، اللہ تعالیٰ غنی ہے، کسی کا محتاج نہیں اور اگر نور سے مراد جلوہ لیں تو یہ حق ہے اور یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر جگہ ہے۔ جلوے کا موجود ہونا اور بات ہے اور متجلی کی ذات کا موجود ہونا اور بات ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، ضرور کفر ہے، اس پر اہلِ سنت کا اجماع ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے: ”لو قال هٰكذا بالفارسية نه مكانى زتو خالى نه تو درهيچ مكانى فهٰكذا كفرٌ لأن فيه نسبة المكان الى اللّٰه تعالىٰ.“(۴)

---

[۱] قرآن مجید، سورة الِ عمران، آیت: ۷، پ: ۳
[۲] قرآن مجید، سورة طٰهٰ، آیت: ۵، پ: ۱۶
[۳] قرآن مجید، سورة النور، آیت: ۳۵، پ: ۱۸
[٤] حديقهٔ نديه، ج: ۱، ص: ۲۰۵

ہم عوام کے لیے یہی کافی ہے کہ جب اس پر تمام اہلِ سنت کا اجماع ہے تو یہ حق ہے۔ اگر ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کا سمجھنا ہمہ وشما کا کام نہیں حقیقت میں یہ مجتہد کا کام ہے اور مجتہدین کے بتانے سے فقہا کا۔ مجتہد ہونے کے لیے اٹھارہ علوم کی احتیاج ہے، ہمہ وشما کیا ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال کی مدت میں صرف سورۂ بقرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا۔ امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو اس سے ستر اونٹ بوجھل ہو جائیں گے۔ اخیر میں آپ حضرات کے لیے میری نصیحت یہی ہے کہ فتاویٰ رضویہ اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصنیفات اور بہار شریعت میں جو کچھ لکھا ہے انھیں کے مطابق اعتقاد رکھیں، انھیں کے مطابق عمل کریں، ضد اور ہٹ کا کوئی علاج نہیں۔ کفار قریش نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا اور ایمان نہیں لائے، اس کا کسی کے پاس کیا علاج۔ بہر حال پروفیسر نظام الدین صاحب پر توبہ وتجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ آپ نے معین الدین کے بارے مین جو کچھ لکھا اور امام صاحب کے بارے میں اس سلسلے میں یہ گزارش ہے کہ امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لا تنظر الیٰ من قال انظر الی ما قال. اسے مت دیکھ کون کہہ رہا ہے، یہ دیکھ کیا کہہ رہا ہے۔

معین الدین جب بہارِ شریعت پڑھ کر سنا رہا ہے تو اس کے سننے میں کیا حرج ہے۔ اسے پروفیسر صاحب نے یہ کہہ کر اڑا دیا کہ اس کا سمجھنا سب کا کام نہیں، علما کا کام ہے، اور پھر پوری امت سے زیادہ قرآن مجید کو سمجھنے والے بن بیٹھے اور اہلِ سنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف قرآن سے دلیل لانے لگے۔ یعنی علماے اہلِ سنت نے قرآن کو نہیں سمجھا ہے، پروفیسر صاحب نے تنہا سمجھا۔ غنیۃ الطالبین سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے بھی یا نہیں یہ خود مختلف فیہ ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس میں الحاقات ہیں، یعنی بد مذہبوں نے اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں۔ یہی حال تذکرۃ الاولیا کا بھی ہے۔ تذکرۃ الاولیا میں ایسے ایسے اقوال ہیں کہ اگر میں لکھ کر آپ کے پاس بھیجوں تو آپ چکرا جائیں گے۔ وحدۃ الوجود کا اس مسئلے سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سب باتیں اتنی تفصیل چاہتی ہیں، ان سب کو لکھنے کے لیے دفتر چاہیے۔ چوں کہ آپ کو انتظار ہوگا، اس لیے یہ چند سطریں اصل بنیادی مسئلہ کے متعلق لکھوا دی ہیں، امید ہے کہ آپ کی اس سے تسلی ہو جائے گی۔ آپ کا اصل سوال رکھ لیا ہے کہ شاید کبھی موقع ملے تو مفصل جواب لکھوا دوں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا عبادت کی جگہ لفظ پوجا استعمال کرنا ممنوع ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عزوجل کہنا ممنوع ہے۔

مسئولہ: سید غوث محمد قادری، مدرس انوار الاسلام، قصبہ، سکندر پور، ضلع بستی، یوپی

مسئلہ لفظ عبادت کی جگہ پوجا کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ پوجا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں بولا جاتا، کیوں کہ یہ غیر مسلموں کے خاص دھرم کا لفظ ہے، اور یہ کہ جب ہمارے یہاں لفظ عبادت موجود ہے تو بلا وجہ پوجا کا لفظ مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی استعمال کرتے ہیں۔ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ عمرو یہ کہتا ہے کہ پوجا لفظ عبادت کا ترجمہ و معنی ہے، اور عام طور پر بولا جاتا ہے۔ کسی مذہب و دھرم والوں کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ جیسے خدا پرست، حق پرست اور پیر پرست وغیرہ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ زید و عمرو میں کس کا قول صحیح اور حق بہ جانب، براہ کرم مدلل و تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا اتوجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ بڑا مشکل ہے یہ صحیح ہے کہ عبادت کے معنی پوجا کے ہیں اسی لیے ”**ایاک نعبد**“ کا ترجمہ بہت سے مترجمین نے یہی کیا ہے، ہم تجھی کو پوجیں ہم تجھی کو پوجتے ہیں۔ لیکن عرف عام میں پوجا بتوں کی پرستش کے معنی میں شائع وذائع ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے زید پوجا کرتا ہے تو اول وہلہ میں ذہن اسی طرف جائے گا کہ معاذ اللہ وہ بتوں کی پوجا کرتا ہے۔ اس لیے روزمرہ کے استعمال میں عبادت کی جگہ پوجا بولنا ممنوع ہونا چاہیے۔ رہ گیا ”**ایاک نعبد**“ کا ترجمہ تو چوں کہ یہ آیت کریمہ حقیقت میں مشرکین پر تعریض ہے اور تعریض اس وقت واضح ہوگی جب انھیں کے الفاظ میں جس کے معانی کو وہ جانتے ہیں، تعریض کی جائے اور اگر آپ ایسے الفاظ سے تعریض کریں جس کو وہ سمجھ نہ پائیں تو تعریض ہی نہ ہوگی۔ اس لیے اس آیت کریمہ میں ”پوجا“ کا لفظ کے ترجمے میں پوجا کا لفظ زیادہ مناسب ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفت یہ بیان ہوئی: ”**وَيُعَلِّمُكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ.**“ [1] اس آیت کی روشنی میں لغوی معنی کے اعتبار سے یقیناً اللہ تعالیٰ معلم ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو معلم کہنا ممنوع ہے۔ اس لیے عرف عام میں معلم مکتب میں بچوں کو پڑھانے والے کو کہتے ہیں۔ اس کے باوجود قرآن مجید کا ترجمہ یہی کیا جائے گا اور کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عزوجل کے معنی ہیں عزت والا، جلالت والا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[1] قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۱، پ:۲

وسلم مخلوقات میں سب سے زیادہ عزت وجلالت والے ہیں۔ مگر علما نے تحریر فرمایا ہے کہ چوں کہ عرف میں اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ بولا جاتا ہے اس لیے محمد عزوجل کہنا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لا الٰہ الا اللّٰہ کو کلمہ طیبہ کیوں کہا جاتا ہے

مسئولہ: منظور حسین، شاہ محمد پور، مبارک پور، ۱۱؍ شعبان ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ❶ ’’لا الٰہ الااللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ‘‘ کو عوام وخواص کلمۂ طیبہ یا پہلا کلمہ کہتے ہیں آخر کیوں؟

❷ کلمہ طیبہ کا دو جز ہے ان دو جزوں کا ثبوت یک جائی طور پر کسی حدیث سے ہے کہ نہیں۔ زید کہتا ہے کہ مذکورہ الفاظ کی ترتیب یک جائی طور پر کسی حدیث میں نہیں ملتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کلمے کا ثبوت جسے ہم کلمۂ طیبہ یا پہلا کلمہ کہتے ہیں حدیث سے ملتا ہے کہ نہیں؟

❸ اور اسلام میں داخل فرماتے وقت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ کلمہ پڑھایا ہے یا کلمہ شہادت یعنی: ’’اشھد ان لاالٰہ اللّٰہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ.‘‘

❹ جو کتابوں میں پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں کلمہ ایمان مجمل، ایمان مفصل کے نام سے الگ الگ کلمے لکھے جاتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے کیا ایک مسلمان کے لیے ان تمام کلموں کا الگ الگ پڑھنا اور یاد رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ جواب مفصل دیں۔

الجواب

❶ قرآن کریم میں فرمایا گیا: مثلاً ’’کَلِمَةً طَيِّبَةً‘‘ [1] اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ ’’کلمۃ طیبۃ شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ.‘‘ اس لیے ’’لا الٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ‘‘ کا نام کلمہ طیبہ رکھا گیا، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو مروی ہے اس سے پورا کلمہ ’’لا الٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ‘‘ مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷-❸ متعدد احادیث میں دونوں یک جائی طور پر مذکور ہیں۔ ان میں سے مشہور حدیث جبرئیل اور حدیث وفد عبدالقیس ہے۔ کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت میں باعتبار معنی بہت تھوڑا فرق ہے۔ کلمہ طیبہ میں لفظ ’’اشھد‘‘ نہیں اور ’’عبدہ ورسولہ‘‘ کے بجائے ’’رسول اللہ‘‘ ہے۔ احادیث میں دونوں طرح وارد ہے۔ بعض میں ’’شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ.‘‘ [2] اور یہ بھی وارد ہے: ’’ان محمدا عبدہ

[1] قرآن مجید، سورۃ ابراھیم، پارہ: ۱۳، آیت: ۲۴

[2] مسلم شریف، ج:۱، ص:۳۳، کتاب الایمان، مطبع مجلس برکات، اشرفیہ

و رسولہ.''[1] تو ایک کا نام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے بہ موجب کلمہ طیبہ رکھا اور ایک کا نام کلمہ شہادت اس لیے کہ اس میں لفظ ''اشھد'' داخل ہے۔ سچی شہادت یہ ہے کہ کسی بات کو سچے دل سے مان کر زبان سے اسے یقین کے ساتھ بیان کرنا اور یہ کہنا کہ اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو داخل اسلام کرتے تو بنیادی طور پر اللہ عز وجل کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اقرار کراتے۔ اس کے لیے الفاظ مختلف ہوتے، مگر سب کا مفہوم یہ ضرور ہوتا کبھی کبھی اور مزید تفصیل ہوتی، کبھی توحید ورسالت کے اقرار پر اکتفا کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) یہ تو نہیں معلوم ہوسکا کہ ان پانچوں کلمے کی یہ ترتیب اور نام کس نے اور کیسے مرتب کی۔ مگر ان پانچوں کلموں میں جو الفاظ ہیں وہ اکٹھا تو نہیں اور اسی ترتیب سے نہیں مگر متفرق طور پر احادیث کریمہ میں موجود ہیں ان ساتوں کلمہ میں جو کچھ ہے سب کا حق ماننا ان پر ایمان رکھنا اور بہ وقت ضرورت زبان سے ان سب کا اقرار کرنا لازم ہے۔ بعینہ یہی الفاظ ضروری نہیں مگر ان سب کے معانی کو حق جاننا اور اس کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ اگر چہ وہ اپنے الفاظ میں ہوں، اس کی مثال نماز ہے کہ کسی ایک حدیث میں نماز کے جملہ فرائض وواجبات وسنن ومستحبات مذکور نہیں۔ متفرق احادیث میں ہیں فقہا نے ان مختلف احادیث سے اخذ کر کے فقہ کی کتابوں میں جمع فرما دیا ہے۔ اسی طرح ان پانچوں یا ساتوں کلموں کی حقیقت ہے۔ ان کلموں میں جو کچھ ہے ان سب کا ماننا اور ان سب کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ وہ اگر چہ اس ترتیب کے ساتھ یک جائی طور پر ایک حدیث میں نہیں مگر متفرق احادیث میں ہیں، ان کو کسی نے جمع کر دیا ہے۔ لہٰذا ان کا پڑھنا ثواب ہے اور ان کے معانی کو حق جاننا عین ایمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایمان مرکب ہے یا بسیط

مسئولہ: حافظ غلام رسول، مقام وپوسٹ پرتاپ پور، ضلع سرگوجہ، ایم پی، ۲۷/ربیع الآخرہ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ ایمان مرکب ہے یا بسیط؟ یعنی ایمان عمل سے بڑھتا ہے۔ گھٹتا ہے کہ نہیں؟ خصوصاً دیوبندی عقیدہ کے بالمقابل اہل سنت کا مسلک؟

الجواب

ایمان بسیط ہے۔ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ جس میں عمل سے کوئی زیادتی یا کمی نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مقدار نہیں گھٹتی بڑھتی۔ لیکن کیفیت گھٹتی بڑھتی ہے۔ یعنی یقین کی قوت زیادہ اور کم ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: ''ولکن لیطمئن قلبی.'' تفصیل کے لیے نزھۃ

[1] مسلم شریف، ج:۱، ص:۳۲، کتاب الایمان، مطبع مجلس برکات، اشرفیہ

القاری جلد اول کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر کو اللہ کہنا کفر و شرک ہے؟/نقل کفر، کفر نہیں۔ مسلمانوں پر کفر کا بہتان باندھنا کفر ہے۔

مسئولہ: محمد یونس قادری، قاضی شہر بمبئی، مکان نمبر ۱۱۴، پلاٹ نمبر ۴۱، مالونی ملاڈ ویسٹ ممبئی، ۱۶/ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ زید سید سنی پیر اور امام ہے۔ نیاز غوثیہ کے موقع پر علما اور عوام کی مجلس میں زید اور ایک عالم خالد سے گفتگو ہو رہی تھی جس کے قریب علما اور حفاظ بھی بیٹھے ہوئے تھے، دوران گفتگو خالد نے کہا کہ اللہ و رسول کے بعد پیر کا مقام ہے اس زید، پیر نے کہا کہ میرے سلسلۂ بیعت صابریہ میں پیر کو اللہ مانتے ہیں۔ دو دن بعد خالد زید کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ آپ نے جو نیاز غوثیہ کے موقع پر فرمایا تھا اس پر بہت ہی کافی خلفشار مچا ہوا ہے، تو اس وقت زید پیر نے کہا میں نے یہ کہا ہے کہ میرے سلسلۂ صابریہ میں پیر کو اللہ میاں کہتے ہیں۔ جب کہ اسی نیاز غوثیہ میں موجود دوسرے عالم بکر نے بھی زید کا وہ قول یعنی میرے سلسلۂ صابریہ میں پیر کو اللہ مانتے ہیں۔ سنا ہے پھر کچھ دنوں بعد یہ بات پورے عوام میں پھیل گئی، اس کے بعد علما اور عوام کی ایک نشست ہوئی۔ جب قول زید پیر پر بات شروع ہوئی تو ایک دوسرا عالم عمرو جو نیاز غوثیہ کے موقع پر موجود تھا انھوں نے کہا کہ ہم نے حضرت (زید) کو کہتے سنا ہے کہ ہمارے سلسلۂ صابریہ میں بعض لوگ پیر کو اللہ میاں کہتے ہیں، اور وہی قول عمرو ایک حافظ نے بھی سنا ہے۔ پھر جب افتا کی بات آئی تو عمرو نے اپنے بیان میں کچھ تبدیلی شروع کر دی کبھی کبھی کہتا ہے "لوگ" اور کبھی کہتا ہے "بعض لوگ" اس کے بعد زید پیر نے بکر عالم دین سے کہا کہ تم منبر رسول پر بیٹھ کر اور اپنے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں اپنے ایک بچہ لے کر قسم کھاؤ کہ تم نے وہی سنا ہے تو میں مان لوں گا۔ اس پر بکر عالم نے برجستہ کہا ایک ہی بچہ کیا میں تینوں بچوں کو لے کر قسم کھانے کے لیے تیار ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ میرے سلسلۂ بیعت صابریہ میں پیر کو اللہ مانتے ہیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ عمرو اور حافظ بھی قرآن و اولاد لے کر قسم کھائیں، اس پر عمرو عالم نے انکار کیا۔ جب کہ بکر عالم خالد بھی قسم کھانے کے لیے تیار ہے کہ زید پیر نے وہی کہا ہے یعنی ہمارے سلسلۂ صابریہ میں پیر کو اللہ مانتے ہیں۔ صورت بالا میں زید پیر پر شرع کا کیا حکم ہے؟ اگر کفر ہے تو تجدید ایمان کے بعد تجدید نکاح و بیعت بھی ہے یا نہیں؟ اور حالت کفر میں پڑھی اور پڑھائی نمازوں کا اور ایسے ہی ان ایام میں جتنے نکاح پڑھایا اور جتنے لوگوں کو بیعت کیا اور ماقبل مریدوں پر کیا ہوگا۔ پیر کی خلافت باقی رہی یا نہیں؟ پیر کو اللہ ماننے یا اللہ میاں کہنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

پیر کو اللہ ماننا بھی کفر وشرک اور پیر کو ''اللہ میاں'' کہنا بھی کفر وشرک، اب اگر واقعی زید کے سلسلے میں کچھ ایسے کافر ومشرک ہیں جو پیر کو اللہ مانتے ہیں، یا پیر کو اللہ میاں کہتے ہیں تو زید پر اس لفظ کے کہنے کی وجہ سے کوئی الزام نہیں اس لیے کہ زید نے ایک واقعی بات نقل کی ہے اور نقل کفر، کفر نہیں۔ مگر ضروری ہوگا کہ زید اس کا ثبوت دے کہ ہمارے سلسلے میں فلاں نے یہ کہا ہے یا اس کا اعتقاد ہے، محض زبانی زور بیانی سے کام نہیں چلے گا، اور اگر اس کے سلسلے میں کوئی شخص ایسا نہیں جو پیر کو اللہ مانے یا پیر کو اللہ میاں کہے۔ تو زید نے مسلمانوں پر ایک کفر کا بہتان باندھا ہے جس کی وجہ سے وہ خود کفر میں پھنس گیا ہے۔ حدیث میں ہے: ''من قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما.''[1]

کسی کو کافر یا یہ کہنا کہ اس کا عقیدہ کفری ہے، ایک ہی بات ہے۔ اس لیے زید کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے۔ اس کی اپنے پیر سے بیعت فسخ ہوگئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس سے توبہ کرے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اگر بیوی کو رکھنا چاہے تو دوبارہ مہر جدید کے ساتھ نکاح کرے۔ زید کے جتنے مریدین تھے ان سب کی بیعت فسخ ہوگئی۔ ان سب کو چاہیے کہ کسی اور پیر جامع شرائط بیعت سے مرید ہوں اور زید توبہ تجدید ایمان ونکاح کے بعد بھی کسی کو مرید نہیں کرسکتا، کیوں کہ اس کی بیعت وخلافت اب ختم ہوچکی ہے اگر وہ پیری مریدی کا کاروبار کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ کسی اور پیر جامع شرائط بیعت سے مرید ہو اور خلافت حاصل کرلے پھر پیری مریدی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ کو انگوٹھی کہنا کفر ہے

مسئولہ: ظہیر الدین انصاری، مہنداول، ضلع سنت کبیر نگر، ۲۷؍ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ شادی کی ایک تقریب میں قوال پارٹی گانا گا رہی تھی، جس میں قوال نے مندرجہ ذیل شعر بھی گایا:

اس بات سے کوئی انکار کر نہیں سکتا ''اللہ انگوٹھی ہے محمد ہیں نگینہ''

مذکورہ شعر کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ یہ شعر خلاف شرع ہے، اللہ کو انگوٹھی کہنا اور اس انگوٹھی کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نگینہ قرار دینا جہالت ہے۔ مذکورہ شعر اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے حد کفر کو پہنچتا ہے۔

بکر کا کہنا ہے کہ یہ شعر صحیح ہے اس میں کوئی قباحت نہیں، بکر کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ انگوٹھی ہے، اس سے مراد

---

[1] مسلم شریف، ج:۱، ص:۵۷، کتاب الایمان، باب من قال لأخیه یا کافر

اللہ کی مخلوق انگوٹھی ہے ہوسکتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بات صحیح ہے یا بکر کی، اگر زید کی بات صحیح ہے تو پھر مذکورہ شعر پڑھنے والے قوال، اس کے ہم نوا، قوالی کرانے والے اور بہ خوشی اس کے سننے والوں کے لیے نیز بکر کے بارے میں کیا حکم ہے، اور اگر بکر کی بات صحیح ہے تو پھر زید جس نے اس شعر کو خلاف شرع قرار دیا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ شعر یقیناً کفر ہے۔ اللہ عزوجل کو انگوٹھی کہنا اس کی تحقیر ہے۔ جس قوال نے یہ شعر پڑھا اس پر اور جن لوگوں نے اس کو پسند کیا ان سب پر توبہ اور تجدید ایمان ونکاح فرض ہے، بلکہ مجمع میں جتنے لوگ تھے اور یہ سن کر چپ رہے اور قوال کو ٹوکا نہیں، ان سب پر توبہ فرض ہے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہیے۔ بکر پر بھی تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ بکر نے جو تاویل کی وہ حقیقت میں تاویل نہیں پھر اس کی بنا پر بھی کفر ثابت، اس کو خود تسلیم ہے کہ انگوٹھی مخلوق ہے۔ اللہ عزوجل کو یہ کہنا کہ وہ درخت ہے، پتھر ہے، پانی ہے یقیناً کفر ہے ویسے ہی یہ کہنا کہ وہ انگوٹھی ہے ضرور کفر ہے۔ بکر نے کفر کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور کفر صریح کو کفر نہیں مانا ہے، اس لیے وہ بھی کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لفظ صریح میں تاویل مقبول نہیں۔

کوئی کلمہ ایسا ہو جس کا ظاہری معنی کفر ہے تو قائل کی تکفیر ہوگی یا نہیں؟

مسئولہ: ظہیر الدین انصاری، مہنداول، سنت کبیر نگر، ضلع بستی، ۱۲؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

قوال کا بیان اول۔ شعر:-

اس بات سے کوئی انکار کرنہیں سکتا — ''اللہ انگوٹھی ہیں محمد ہیں نگینہ''

بکر سے اس شعر کے بارے میں، میں نے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ دیکھ کر بتاتا ہوں۔ اگر تشنیع کا کوئی پہلو نکل رہا ہے۔ ویسے تشنیع کا ایک رخ دکھائی دے رہا ہے، تب تک یہ شعر نہ پڑھیے۔ ویسے تاویلات ہیں اس میں ''وارث علی''

قوال کا بیان ثانی:- مجھ سے زید نے جب پوچھا تو میں شعر یوں پڑھ کر سنایا اور اسی طرح شادی کی تقریب میں بھی گایا تھا:

اس بات سے کوئی انکار کرنہیں سکتا — ''اللہ انگوٹھی ہے محمد ہیں نگینہ''

لیکن جب میں نے اپنی کاپی دیکھا تو اس میں شعر یوں لکھا ہے:

اس بات سے کوئی انکار کرنہیں سکتا — ''اللہ انگوٹھی ہیں محمد ہیں نگینہ''

مجھے دماغی انتشار ہوا کیوں کہ میں یہ سوچنے لگا کہ ہیں کا لفظ جمع ہو جائے گا، جو یہاں نہیں آسکتا۔
میں حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی کے فتوے کے بعد توبہ تجدید ایمان کر چکا ہوں اور آج تجدید نکاح بھی کروں گا، تاکہ عند اللہ میری کوئی پکڑ نہ رہے۔
شعر:-

اس بات سے کوئی انکار کرنہیں سکتا　　"اللہ انگوٹھی ہے محمد ہیں نگینہ"
دنیا تمھیں دیکھے گی محبت کی نظر سے　　تو بھی اگر اپنا لے محمد کا قرینہ

مذکورہ بالا اشعار کے سلسلہ میں میرا کہنا ہے کہ مذکورہ پہلا شعر اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے پہلوے تشنیع رکھتا ہے، اس لیے اس طرح کے اشعار نہ پڑھے جائیں۔ ویسے ایک مومن جو خدا کو غیر محدود اور جسم وجسمانیت سے پاک مانتا ہو وہ انگوٹھی جیسی محدود ذوجسم اور معمولی چیز سے ہرگز خدا کی ذات کو تعبیر نہیں کرے گا۔
لہٰذا شاعر کی مراد میں یہ مصرع "اللہ انگوٹھی ہے محمد ہیں نگینہ" رہا ہوگا۔ ضرورت شعر کی بنا پر لفظ عباد کو حذف کر دیا گیا، اور لفظ ہیں کو باقی رکھا گیا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے۔ نیز انگوٹھی جس طرح بغیر نگینہ کے مکمل نہیں ہوتی، اسی طرح ہم سارے عباد اللہ کی عبدیت رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر مکمل نہیں۔ آپ آئے تو ہماری عبدیت کو درجۂ کمال حاصل ہوا۔ ان ساری باتوں کے باوجود ایسے شعر سے اجتناب لازم ہے۔ قائل راقم۔ محمد علاء الدین مصباحی
(نوٹ) پہلے استفتا میں بکر سے مراد یہی علاء الدین ہیں۔
اصل سوال:- حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔ سلام مسنون مزاج گرامی۔ مورخہ ۱۶/اپریل ۱۹۹۸ء کو آپ کی خدمت میں ایک استفتا بھیجا گیا تھا جس کا جواب آپ نے مورخہ ۲۷/ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ حوالہ نمبر ۴۷۶۹ الف سے تحریر کرایا۔ یہاں کے مسلمانوں نے آپ کے فتویٰ کو تسلیم کیا، مگر چند لوگوں نے طرح طرح کے کذب بیانی کر کے عوام میں انتشار پیدا کرنا چاہا تو یہاں کے معزز لوگوں نے مذکورہ قوال، بکر اور چند دوسرے لوگوں کا بیان لے کر تحقیق مزید کیا اور کچھ لوگوں کا تحریری بیان بھی لیا جس کی فوٹو کاپیاں منسلک ہیں۔ قوال کا بیان ہے کہ میں نے شادی کی تقریب میں یہ شعر یوں گایا تھا:

اس بات سے کوئی انکار کرنہیں سکتا　　"اللہ انگوٹھی ہے محمد ہیں نگینہ"

مسودہ کی بعض باتوں سے اپنے طور پر بکر نے انکار کیا تھا۔ لیکن شعر میں کسی ترمیم اور کسی تبدیلی کی بات نہیں کی تھی اب مہینوں گزرنے کے بعد "ہیں" اور "ہے" کا شوشہ نکال رہا ہے۔ قوال نے جب مجمع مسلمین میں بیان دیا تو وہاں بکر بھی موجود تھا۔ اس نے اس وقت اس بیان کی تردید نہیں کی، بعد میں جب اس کے پاس

تصدیقی دستخط کرنے کے لیے وہ بیان بھیجا گیا تو اس نے اپنے کمرہ میں بیٹھ کر وہ نوٹ لکھ دیا۔ جو قوال کے بیان کے صفحہ پر ہے۔ وہ یہ ہے۔

(قوال نے تقریباً ۴ ماہ قبل مجھ سے بات کیا تھا جس پر میں نے اس سے کہا تھا کہ یہ شعر اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے پہلوے تشنیع رکھتا ہے، آئندہ نہ پڑھیے، ویسے دیکھوں گا اگر صحت کا کوئی پہلو نکلا تو بڑے لوگوں سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ آج اتنے دنوں کے بعد اس نے ترمیم کر کے بیان دیا ہے۔)

ایک گواہ مولانا معظم علی صاحب قادری نے بکر سے اس سلسلہ میں جو گفتگو کی تھی مولانا نے اس مجمع مسلمین میں یوں بیان کیا ''بکر نے کہا تھا اس شعر میں صحت کا پہلو نکل سکتا ہے۔ مگر احتیاطاً اس کو نہ پڑھا جائے۔ اس شعر میں برائی ہے، مگر کوئی پڑھے تو کافر نہ ہوگا۔ تاویل کی گنجائش ہے، اس بیان پر بکر نے کہا میں نے یہ نہیں کہا تھا بلکہ میں نے یہ کہا تھا، تشنیع کا پہلو نکل سکتا ہے۔'' آپ غلط کہہ رہے ہیں۔''

ایک اور گواہ مولانا محمد زماں صاحب قادری سے بکر نے کہا اللہ انگوٹھی ہے۔ اس سے مراد اللہ کی مخلوق انگوٹھی ہے ہوسکتا ہے، اور بکر نے یہ بھی کہا اس سے مراد مخلوات الٰہیہ ہیں۔

اس مجمع میں ایک باشرع آدمی مظہر علی نے بیان دیا کہ فتویٰ آنے کے بعد بکر نے میرے اور محمد مکی کے سامنے کہا تھا، کافر میں ہوا ہوں۔ دوسرے کا کلیجہ کیوں پھٹتا ہے، اس بیان پر بکر نے کہا جھوٹ بول رہے ہیں۔ میں تو یوں کہا تھا۔ میں اپنے ایمان کا خود ذمہ دار ہوں دوسرے سے کیا مطلب۔

اب حضور سے گزارش ہے کہ تمام تحریروں اور بیانات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمائیں کہ آپ نے پہلے جو جواب عنایت فرمایا وہی رہے گا یا اس میں کوئی تبدیلی ہوگی۔ فقط والسلام۔

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ قوال نے جو مجمع میں گایا تھا جس کے بارے میں خود قوال کو اعتراف ہے کہ میں نے یہ گایا تھا۔ اللہ انگوٹھی ہے محمد ہیں نگینہ۔ اسی پر فتویٰ مذکور میں حکم کفر دیا گیا تھا، یہ قوال کی سعادت مندی ہے کہ اس نے حکم شرعی تسلیم کر کے توبہ تجدید ایمان ونکاح کر لیا۔ اب اس سے کوئی بحث نہیں کہ قوال کی کاپی میں کیا لکھا تھا۔ سوال اس پر ہوا تھا کہ اس نے مجمع میں کیا گایا تھا۔ ثانیاً: اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں اس مصرع میں۔ اللہ انگوٹھی ہیں۔ جب بھی حکم کفر اپنی جگہ پر ہے، ہیں۔ جمع اس مصرع کو کفر سے نکال نہیں سکے گا۔ اس لیے کہ جمع کا صیغہ واحد کے لیے بہ طور تعظیم عام طور پر بولا جاتا ہے، اور اللہ کی تاویل عباد اللہ کرنا تاویل نہیں، کلام کی تبدیل ہے جو قطعاً کہیں معتبر نہیں۔ لفظ صریح میں تاویل مقبول نہیں اس پر امت کا اجماع ہے۔

اس مصرع میں لفظ اللہ سے ''عباد اللہ'' مراد ہونے کی کوئی سبیل نہیں اس لیے زبردستی اللہ سے عباد اللہ مراد لے کر اس کلمہ کو صحیح کرنا بے سود ہے۔ پھر بکر کو تسلیم ہے کہ یہ مصرع اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے پہلوے تشنیع

رکھتا ہے۔اس بنا پر بھی جمہور فقہا کے نزدیک قائل کافر ہے،اوراس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی کلمہ ایسا ہو جس کا ظاہری معنی کفر ہے۔مگراس کی کوئی تاویل صحیح بھی ہوتو قائل کفر سے اس وقت بچے گا جب وہ یہ کہے کہ میری مراد وہ معنی خفی ہے جو صحیح ہے اور یہاں قوال یہ نہیں بتایا کہ میری مراد یہ معنی خفی ہے بلکہ اس نے توبہ وتجدید ایمان وغیرہ کرلیا اس سے ظاہر ہے کہ قوال کی نیت کچھ اور نہیں تھی ورنہ وہ کہتا نہیں کہ میری نیت یہ ہے؟ توبہ وتجدید ایمان کیوں کرتا؟ بلکہ وہ خود کاپی میں ''ہیں'' دیکھ کر الجھن میں پڑ گیا اور کہنے لگا کہ ہیں جمع کا صیغہ ہے جو یہاں نہیں آسکتا۔اس کا یہ جملہ اس پر نص ہے کہ اس نے یہی سمجھا کہ اس مصرع میں اللہ عزوجل ہی کو انگوٹھی کہا گیا ہے۔رہ گئے سامعین تو کسی کا ذہن بکر کے تراشیدہ غلط معنی کی طرف نہیں گیا خود بکر کا ذہن بھی بہت سوچ بچار کے بعد اس معنی کی طرف گیا جو حقیقت میں صحیح نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مصرع: ''اللہ انگوٹھی ہیں محمد ہیں نگینہ'' بہر حال کفر ہے خواہ یہاں ''ہیں'' ہو یا ''ہے'' اور بکر کی تاویل کی یہاں کوئی گنجائش نہیں لفظ صریح میں تاویل قبول نہیں کی جاتی۔بکر نے جو تاویل بتائی ہے بالکل ایسی ہی ہے، جیسے کوئی آسمان بول کر زمین مراد لے بکر پر فرض ہے کہ بے جا سخن پروری کر کے ایک صریح کلمۂ کفر کو ایمان بنانے کی کوشش نہ کرے۔ورنہ پھر اس کے ایمان کی بھی خیر نہیں۔شرح شفا میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا ایسا کیا گیا تو اس شخص سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ رسول کے معنی بھیجا ہوا ہے اور ''رسول اللہ'' سے میری مراد بچھو ہے کیوں کہ وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے آئی ہے۔مگر علما نے اس کی بکواس نہیں سنی اور اسے قتل کرا دیا۔

بکر کی تاویل کو اگر مان لیا جائے تو امان اٹھ جائے۔جس شخص کا جو جی چاہے اللہ عزوجل کی شان میں بکے اور جب پکڑا جائے تو کہہ دے کہ میری مراد اللہ کی مخلوق ہے۔مثلاً کتا ہے، بلی ہے، سور ہے کون ایمان والا اسے تسلیم کرے گا۔کسی لفظ کو اس وقت محذوف ماننا صحیح ہوتا ہے جب حرف پر قرینہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں بلکہ محذوف ماننے پر مفاسد کثیر ہے۔اس لیے بکر کا قول ساقط۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل پر حاضر وناظر کا اطلاق، یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور سنتا نہیں، کفر ہے

مسئولہ: شمس الدین، غیاث الدین، دوکاندار، رائن شریف، کھگ رتھا، بہار

مسئلہ زید جو کہ عالم ہیں اور پیر طریقت بھی ہیں انھوں نے یہ کہا کہ اللہ حاضر وناظر نہیں ہے، نہ اللہ دیکھتا ہے، نہ سنتا ہے جو اللہ کو حاضر وناظر مانیں وہ کافر ہے۔تو ایسا کہنے پر شرع کا کیا حکم ہے، ان کی پیری مریدی رہی یا ختم ہوئی۔مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب

اللہ عزوجل کی ذات پر حاضر وناظر کا اطلاق ممنوع ہے۔اس لیے کہ حاضر کا اصل معنی جسم کے ساتھ موجود

ہونا ہے، اور ناظر کے معنی آنکھ سے دیکھنے والے کے ہیں۔ اللہ عزوجل جسم جسمانیات سے، اعضا جوارح سے منزہ ہے۔ مگر یہ کفر نہیں۔ درمختار میں ہے: ''**یا حاضر یا ناظر لیس بکفر**.''[1]

اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا نہیں ہے۔ اس کے تحت شامی میں ہے: **فان الحضور بمعنی العلم شائع والنظر بمعنی الرویۃ**.''[2]

مگر چوں کہ ان دونوں کا اطلاق شرع میں وارد نہیں، اور اس میں معنی کفر ایہام موجود۔ اس لیے اس کا اطلاق ممنوع۔ شامی میں ہے: ''**مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع**.''[3]

معنی محال کا ایہام ممنوع ہونے کے لیے کافی ہے۔ البتہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا، سنتا نہیں کفر ہے، اور متعدد آیات کا انکار، اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے بصیر بھی۔ وہ آنکھ اور کان سے پاک ہے مگر سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس پیر پر توبہ اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ اپنے پیر سے اس کی بیعت و خلافت فسخ ہوگئی۔ اب تک جتنے لوگ اس سے مرید ہوئے سب کی بیعت ختم۔ مریدین کو چاہیے کہ کسی پیر جامع شرائط سے مرید ہوں، اور یہ پیر اگر دوبارہ پیری مریدی کا دھندہ چلانا چاہتا ہے تو دوبارہ کسی پیر جامع شرائط سے مرید ہو۔ توبہ و تجدید ایمان کے بعد خلافت حاصل کرے پھر یہ دھندا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کے لیے ''ہوس'' کا استعمال کفر ہے

مسئولہ: محمد اکبر، مقام کیسر پورہ، گجرات ڈہ سابر، ۱۷ر شوال ۱۴۰۱ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ میں کہ زید اور اس کے ساتھی ایک ساتھ بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ دوران گفتگو زید کے ساتھیوں نے کہا کہ لفظ ہوس کا استعمال اچھی جگہ پر نہیں ہوتا۔ زید نے کہا کہ ہوتا ہے، اس لیے کہ ہوس کے معنی ہیں خواہش اور ایک قوال نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔

''ہوس تھی دید کی معراج کا بہانہ تھا''

تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا استعمال اچھی جگہ پر ہو سکتا ہے اور زید نے کہا کہ مجھے حج کی ہوس ہے، مثال کے طور پر یہ جملہ پیش کیا تو کیا ایسا کہہ سکتے ہیں یا نہیں، مع دلائل جواب عنایات فرمائیں اور اگر نہیں کہہ سکتے تو زید کو کیا کہنا چاہیے۔ آپ جلد جواب عنایت فرمائیں۔

---

[1] در مختار، ج:٦، ص:٤٠٩، کتاب الجهاد/ باب المرتد مکتبه زکریا

[2] رد المحتار ج:٦، ص:٤٠٩، کتاب الجهاد/ باب المرتد/ بحث کرامات الاولیاء

[3] رد المحتار ج:٩، ص:٥٦٧، باب استبراء

الجواب

''ہوس'' اصل میں عربی لفظ ہے، اس کے اصل معنی ایک قسم کے جنون کے ہیں اور خفت عقل کے ہیں۔
المنجد میں ہے: الهوس (مص) طرف الجنون و خفة العقل، يقال براسه هوس اى دوران أو دوی. (۹۶۸)
جس کا ترجمہ مصباح اللغات میں یوں کیا ہے: ''جنون کی ایک قسم ہے سبکی عقل اور کہا جاتا ہے ''براسه هوس'' اس کے سر میں چکر ہے۔''
غیاث اللغات میں اس لفظ کے معنی یوں لکھے ہیں: ''نوعے از جنون دیوانہ شدن بمعنی آرزو وشوق چیزے وعشق خام وناقص۔'' اردو میں اس کے معنی مذموم خواہش کے ہیں۔ مشہور شعر کا مصرع ہے:

ع: مذبلہ ہے وہ جہاں حرص وہوس رہتے ہیں

اور فارسی میں بھی اسی معنی میں غالبًا شیخ سعدی کہتے ہیں ۔

ہمی با ہوا و ہوس ساختی　　دمے با مصالح نہ پرداختی

بوالہوس اردو کا مشہور لفظ ہے، جو ذم کے لیے مستعمل ہے۔ مشہور شعر ہے ۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی　　اب آبروے شیوۂ اہلِ نظر گئی

بناءً علیہ یہ کہنا کہ مجھے حج کی ہوس ہے، جائز نہیں۔ رہ گیا قوال کا شعر تو کلمۂ کفر ہے۔ اللہ عزوجل ہر بری چیز سے پاک ہے، اس کی طرف ہوس کی نسبت کرنی گستاخی ہے، جس نے یہ شعر کہا ہے کہ:

''ہوس تھی دید کی معراج کا بہانہ تھا''

اس پر اور جس قوال نے اسے گایا اور جن لوگوں نے سن کر پسند کیا اور وہ سب جنھوں نے اس شعر سے استدلال کیا ان سب لوگوں پر توبہ وتجدیدِ ایمان اور بیوی والے ہیں تو تجدیدِ نکاح بھی لازم ہے۔ رہ گیا یہ بہانہ کہ ہماری مراد ہوس بہ معنی شوق کے ہے، یہاں پر قابلِ قبول نہیں اس لیے وہ اردو میں بول رہے ہیں اور اردو میں ہوس کے معنی مطلقاً شوق کے نہیں بلکہ مذموم شوق کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

''اگر اللہ تعالیٰ کہے تب بھی ہماری والدہ شریک نہیں ہوں گی'' کہنا کفر ہے۔

مسئولہ: حافظ اویس صاحب، بھارتی گنج، پوسٹ، مقام بھارتی گنج، الٰہ آباد، یکم ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ

مسئلہ زید کو ایک سید صاحب نے ختنہ میں شرکت کی دعوت دی اور کہا کہ اپنی والدہ صاحبہ کو بھی شریک ہونے کو کہیں۔ زید نے جواب دیا کہ، اگر اللہ تعالیٰ بھی کہے تب بھی ہماری والدہ صاحبہ شریک نہیں ہوں گی؟

الجواب

''زید اپنے اس قول کی وجہ سے کہ ''اگر اللہ بھی کہے تب بھی ہماری والدہ صاحبہ شریک نہیں ہوں گی'' کافرو مرتد ہو گیا۔ عالم گیری میں ہے:''رجل أراد أن یضرب عبده فقال له رجل لا تضربه فقال اگر محمد مصطفیٰ گوید مزن نهلم او قال اگر از آسمان بانگ آید که مزن هم بزنم یلزمه الكفر.'' [1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کو ظالم کہنا کفر ہے۔

مسئولہ: محمد رحمت علی انصاری قادری، بیرہ، ۲۰ر شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلۂ ذیل میں کہ ایک شخص بچوں کو پڑھاتا ہے، امامت کے فرائض انجام دیتا ہے، وعظ و تقریر بھی کرتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو ظالم کہا ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے، اس کے ساتھ کیسا سلوک کریں؟

الجواب

اس شخص کو نہ امام بنانا جائز نہ بچوں یا کسی کا معلم بنانا جائز۔ فرض ہے کہ امامت اور معلّمی سے فوراً علاحدہ کر دیں۔ اس نے خدا کو ظالم کہا ہے، جس پر وہ کافر ہو گیا ہے، اس بنا پر اس سے سلام کلام، میل جول بھی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ ''تم اپنے اللہ کو بلاؤ، کہاں ہے تمہارا اللہ؟''

مسئولہ: مشتاق احمد وغیرہ مقام کرہر، ڈاک خانہ گڑہول، ضلع سیتامڑھی، بہار، ۲۷ر شوال ۱۴۰۶ھ

مسئلہ (۱) زید جو نہایت دولت مند اور اہلِ ثروت ہے، کثرت دولت نے اس کو کچھ ایسے گم راہ کن راستے پر کھڑا کر دیا کہ وہ شرعی موقف اور فرائض اسلام سے بہت دور ہو گیا اور اسلام نیز اسلام کے صحیح علم برداروں یعنی علمائے کرام کی تنقیص شروع کر دی۔

ریحانِ ملت حضرت علامہ ریحان رضا خان صاحب علیہ الرحمہ کی شانِ اقدس میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کیے اس قول کی بنیاد پر اس سے قبل فتاویٰ طلب کیے گئے۔ جن میں زید پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح کے احکام صادر ہوئے۔ حضرت علامہ ریحان رضا خان صاحب قبلہ کے سامنے زید نے توبہ کی اور تجدید ایمان کی لیکن تجدید نکاح کی توفیق نہ ہو سکی۔ توبہ و تجدید ایمان پر بہت سے شاہد ہیں لیکن تجدید نکاح پر کوئی شاہد نہیں۔

[1] عالم گیری، ج:۲، ص:۲۶۶، رشیدیہ، پاکستان

زید کے گاؤں میں ایک مدرسہ چل رہا ہے جس کا وہ کافی عرصہ تک سکریٹری رہا اور حضرت ریحان رضا خان صاحب قبلہ کے سامنے زید نے وعدہ کیا کہ دو ماہ کے بعد مدرسہ کی عمارت کی تکمیل کردوں گا۔ لیکن اپنا وعدہ پورا نہ کرسکا، اور اہل گاؤں پر انتہائی ظلم وتشدد کیا، پانی بند کردیا، نل کو ختم کروایا وغیرہ وغیرہ۔ اس کی فاسد نیت یہی ہے کہ مدرسہ کی رقم غبن کر جائے۔

❷ زید جس گاؤں میں رہتا ہے اس کے جملہ لوگ بلکہ پوری آبادی صحیح العقیدہ متصلب سنی بریلوی ہیں۔ پورا گاؤں سلسلہ قادریہ رضویہ سے وابستہ ہے، زید نے سلسلۂ قادریہ رضویہ کے منسلک افراد پر انتہائی انسانیت سوز مظالم کیے، لوگوں کو پولس کی حراست میں لیا زدوکوب کیا پولس نے جس وقت لوگوں کو اپنی حراست میں لیا اس وقت زید طنزاً کہہ رہا تھا کہاں ہے تمہارا پیر؟ اپنے پیر کو بلاؤ، کہاں ہے تمہارا اللہ، تم اپنے اللہ کو بلاؤ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں زید اور اس کے معاونین وانصار پر شرعی کون سی دفعات قائم ہوسکتی ہے؟

الجواب

زید کے جو حالات سوال میں لکھے گئے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو ظالم وجفا کار فاسق فاجر، ستم گار ہے۔ حدیث میں ہے:

من اذی مسلمًا فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللّٰه. (۱)

جس نے کسی مسلمان کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا۔

تجدید نکاح کے حکم کے بعد اگر اس نے تجدید نکاح کیے بغیر اپنی بیوی کو ہاتھ لگایا اس نے اس سے صحبت کی تو حرام کار، زنا کار رہا۔ مسلمانوں کے حراست کے وقت اس نے یہ بکا۔ ''کہاں ہے تمہارا اللہ، تم اپنے اللہ کو بلاؤ'' یہ کلمۂ کفر ہے اس قول کی وجہ سے پھر تجدید ایمان اور توبہ لازم ہے، اگر بیوی سے نکاح کر چکا تھا تو دوبارہ تجدید نکاح بھی لازم۔ ایسے ظالم بدکار کا علاج صرف یہ ہے کہ اس سے میل جول، سلام کلام، بند کردیا جائے۔ مرجائے تو اس کے کفن دفن میں شرکت نہ کی جائے۔ اس کے جنازے کی نماز بھی نہ پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ کے سوا کسی اور کے نام کا روزہ رکھنا اور جانور ذبح کرنا یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام جانور چھوڑنا

مسئولہ: محمد فضل الرحیم قادری، ہاسپیٹ، کرناٹک، ۵/ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں:

[۱] فتاویٰ رضویہ، بحوالہ طبرانی، ج:۵، ص:۴۱، رضا اکیڈمی

عالی جناب مولانا مولوی خادم الشرع غلام محی الدین قاضی گھن پورہ، ضلع محبوب نگر کی کتاب نصاب اہل حرمات شرعیہ حصہ اول، عقائد باطلہ، کفر وشرک گناہ وغیرہ کا بیان ہے۔ شرک کے بیان میں اس طرح لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے استحقاق عبادت میں کسی اور کو شریک کرنے کی صورتیں۔

(۱) اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا۔

(۲) اللہ کے سوا کسی اور کے نام کا روزہ رکھنا۔

(۳) اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر جانور ذبح کرنا۔

(۴) اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور چھوڑنا۔

اس مسئلے میں یہاں پر بحث ہو رہی ہے۔ بعض حضرات اس کو غلط کہہ رہے ہیں۔ بعض اس کو درست کہہ رہے ہیں۔ لہٰذا برائے کرم اس مسئلے کی وضاحت کرکے تفصیلی جواب تحریر فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب

تین بعد والے مسئلے صحیح ہیں پہلے والے میں کچھ کلام ہے۔ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا بہ نسبت عبادت ضرور شرک ہے مگر بہ نیت تعظیم شرک نہیں ہے حرام ہے۔ شرک کسی شریعت میں جائز نہیں تھا۔ حالاں کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا اگر غیر خدا کو سجدہ شرک ہوتا تو اس کی اجازت کبھی نہ ہوتی۔ حالاں کہ ان کی شریعتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا ہماری شریعت میں حرام ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الرحمن علی العرش استوی کی تفسیر

مسئولہ: محمود بیگ، پوسٹ بکس نمبر ۱۵۱۵۴۶، ریاض، ۱۱۷۷۵، سعودیہ عربیہ، ۱۹؍ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ (۱) ہمارے یہاں سعودی عرب ریاض سے یومیہ ایک اخبار نکلتا ہے، اس اخبار کا نام ہے اردو نیوز، اردو نیوز میں جمعۃ المبارکہ کا ایک کالم ''اسلام اور زندگی'' کے متعلق ہوتا ہے، اور اس میں قارئین کے سوالات کا جواب قاری باسط صاحب دیتے ہیں۔ بارہ جون ۱۹۹۸ء کو فاتحہ سے متعلق سوالات کیے گئے۔ جس کے جواب میں موصوف نے فاتحہ خوانی کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے اور اسی پر بس نہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی کو کہیں سے ایک بھی واضح دلیل ملے تو پیش کرے۔

(۲) اور یوں ہی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدعت اور خرافات قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ سب غیر مسلموں کے ملک میں رہنے سے اور ان کے تہوار سے میل کھاتا ہوا رواج ہے۔ تفصیل کے لیے زحمت فرمائیں۔

③ "الرحمٰن علی العرش استویٰ." کا کیا مفہوم ہے نیز یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے کیا یہ قوم گمراہ فرقہ جہیمیہ کا قول ہے۔ نیز زید نے اگر یہ کہا کہ اوپر والا جانے تو کیا یہ جملہ ادا کرنا غلط ہے۔ حالاں کہ فرمان باری تعالیٰ یہ ہے:"یخافون ربّهم من فوقهم." سورۂ نحل، اور دوسری بات یہ کہ ایک شی کے اثبات سے دوسرے شی کی نفی تو لازم نہیں آتی، اگر بالفرض زید نے یہ کہہ دیا کہ اوپر والا جانے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ نیچے کے حالات سے بے خبر ہے۔ حالاں کہ اللہ پاک تو سمیع وبصیر ہے، علیم وخبیر ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ کی ذات کہاں ہے۔ انشاء اللہ وجود باری تعالیٰ کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں گے، آپ کے خدمات کا مشکور محمود احمد بیگ۔

الجواب

① اصل جواب سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لیں۔ سعودی عرب کے حکمراں اور وہاں کے قاضی، مدرس وغیرہ سب اہل سنت سے خارج، وہابی عقیدے کے افراد ہیں، اور اردو نیوز اخبار کے ایڈیٹر کالم نگار وغیرہ سب کے سب وہابی نجدی عقیدے کے ہیں۔

② وہابی اور نجدیوں کا عقیدہ، مذہب اہل سنت وجماعت سے الگ ہے۔ جیسے شیعہ اور قادیانیوں وغیرہ کا مذہب الگ ہے۔ آپ اگر سنی ہیں تو اپنے مذہب پر رہیے، اور نجدیوں کے عقیدے پر نہ رہیے، اور اگر آپ بھی خدانخواستہ وہابی نجدی ہو چکے ہیں۔ تو آپ کو آپ کا مذہب مبارک۔ پھر آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم سے چھیڑ خانی کریں۔

③ نجدیوں کا عقیدہ کیا ہے، یہ بہت لمبی کہانی ہے۔ جسے چند سطروں میں نہیں لکھا جا سکتا، پوری کتاب کی ضرورت ہے، اور مجھے دار الافتا میں آئے ہوئے سوالات کے جوابات ہی سے فرصت نہیں۔ دشواری یہ ہے کہ نجدی عقائد کے ردّ میں علمائے اہل سنت کی جو کتابیں ہیں ان سب کا داخلہ نجدی قلمرو میں ممنوع ہے۔ آپ صرف ایک عقیدہ سن لیجیے۔ نجدیوں کا مذہب یہ ہے کہ دنیا میں صرف وہی مسلمان ہیں، بقیہ سارے جہاں کے مسلمان کافر ومشرک ہیں ان کو قتل کرنا جائز بلکہ فرض ہے، ان کے مال کو لوٹنا حلال وطیب ہے۔ جیسا کہ خود نجدیوں کی کتاب سے ظاہر ہے۔

ان کا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ایسے ہے، جیسے ایک بادشاہ تخت پر بیٹھا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن مجید کے خلاف اور پوری دنیائے اسلام کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت قرآن مجید میں یہ بیان کی گئی ہے:"وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْئٍ مُّحِيْطًا."[1] ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

"اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْئٍ مُّحِيْط."[2] بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ نساء، آیت: ۱۲۶، پ:۵ [2] قرآن مجید، سورۃ فصلت، آیت: ۵٤، پ:۲٤

اور جب یہ مانا جائے گا کہ عرش پر بیٹھا ہے تو لازم آئے گا کہ ہر شے کو گھیرے ہوئے نہیں۔ تخت یا کرسی پر بیٹھنا جسم کا خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کا قول مجسمہ نے کیا تھا اور آیۂ کریمہ: ”الرحمٰن علی العرش استویٰ.“ وغیرہ آیات متشابہات میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهُ اِلَّا اللّٰه.“[1] اللہ کے سوا کوئی اس کی تاویل نہیں جانتا۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ اللہ کہاں ہے۔ آپ ذہن نشین کرلیں ”کہاں“ ”جہاں“ ”وہاں“ ”اس جگہ“ یہ سب جسم کے خواص سے ہے۔ یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود محیط کل شی ہے، اور اس کی ذات غیر متناہی ہے۔ جس کی حد نہیں، اور جیسا کہ نجدی کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے تو پھر اس آیت کا کیا جواب ہوگا جو فرمایا: ”نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد.“ [2] ہم انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں

اور جو فرمایا: ”وھو معکم.“ اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

اس لیے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محدود نہیں، وہ کسی ایک جگہ بیٹھا ہوا نہیں۔ وہ محدود ہونے سے پاک ہے، کسی جگہ بیٹھے رہنے سے پاک ہے جیسے ”الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى.“ فرمایا گیا۔ ویسے ہی یہ بھی فرمایا گیا: ”ید اللّٰہ فوق ایدیھم.“[3]

”السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهِ.“[4] اور حدیث میں رجل کا بھی لفظ وارد ہے، قدم کا وارد ہے، تو کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چہرہ بھی رکھتا ہے، ہاتھ بھی رکھتا ہے، پاؤں بھی رکھتا ہے، انسانوں جیسا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: ”لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ.“[5] اس جیسی کوئی چیز نہیں، ایمان یہ ہے کہ ہم یا کوئی انسان کما حقہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ذات اس کی صفات کو بھی نہیں جان سکتا، ہمہ وشما کیا بڑے بڑے عرفا نے فرمایا: ”العجز عن درکہ ادراک.“ مختصر لفظوں میں یوں سنیے، اللہ تعالیٰ کی ذات تک ہماری عقلوں کی رسائی نہیں، اور جہاں تک ہماری عقلوں کی رسائی ہے خدا کی ذات اس سے ماورا ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ اجماعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ موجود بالذات واجب الوجود، غیر محدود بالفعل ہے۔ ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائیں: ”کما ھو باسمائہ و صفاتہ.“ اگر اس مسئلہ کو تفصیل سے لکھوں تو آپ گھبرا جائیں گے۔

---

[1] قرآن مجید، پارہ: ۳، آیت: ۷، سورۃ آل عمران
[2] قرآن مجید، پارہ: ۲۶، آیت: ۱۶، سورۃ ق
[3] قرآن مجید، پارہ ۲۶، آیت: ۱۰، سورۃ فتح
[4] قرآن مجید، پارہ: ۲۴، آیت: ۶۷، سورۃ زمر
[5] قرآن مجید، پارہ: ۲۵، آیت: ۱۱، سورۃ شوریٰ

④ نجدی وہابی انبیاے کرام، اولیاے عظام کی شان میں نہایت گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ ان کے خطبوں اور کتابوں سے ظاہر ہے اور جو بھی انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرے وہ مسلمان نہیں۔

⑤ رہ گیا فاتحہ وعید میلا دالنبی کا معاملہ تو وہابیوں کا کہنا یہ ہے کہ چوں کہ یہ چیزیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھیں، اس لیے بدعت، حرام اور شرک ہیں۔ یہ ان کا فریب ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”**من سن فی الاسلام سنة حسنة یکون له اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شئی.**“[۱] جو اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے، اس کو ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا، اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے۔ سب کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی طریقہ پہلے سے نہیں اور وہ اچھا ہے تو جو اس طریقہ کو ایجاد کرے گا۔ اسے اس کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر سب عمل کرنے والوں کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔ اس لیے کسی کام کے جائز وناجائز ہونے کا مدار اس پر نہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتا تھا یا نہیں بلکہ اس کا مدار اس پر ہے کہ وہ چیزیں فی نفسہ اچھی ہے یا بری؟ اگر اچھی ہے تو حدیث مذکور کی روشنی میں اس کا کرنا ثواب ہے، اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا کہ فاتحہ کرنا بھی اچھی چیز ہے، اور عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا بھی اچھی چیز ہے۔ فاتحہ کی اصل ایصال ثواب ہے۔ یہ تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور عید میلا دالنبی کی اصل اللہ کی نعمت پر خوشی منانا ہے۔ جس کا حکم خود قرآن مجید میں ہے: ”قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا.“[۲] فرمادو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ۔

اللہ کا سب سے بڑا فضل اور اس کی رحمت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا اس پر خوشی منانا اس حکم خداوندی کی تعمیل ہے۔ جلسہ کرنا، جلوس نکالنا یہ خوشی کا جائز طریقہ ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبا شریف سے ہجرت کے موقع پر مدینہ طیبہ چلے۔ دورویہ انصار کرام کھڑے تھے اور یا رسول اللہ! یا محمد کا نعرہ لگا رہے تھے۔ میں نے چند باتیں لکھوا دیں۔ خدا کرے آپ کو اس سے تشفی ہو جائے۔ ایک مثال سن لیجیے، ایک مسلمان روزآنہ بعد نماز فجر بیٹھ کر قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرتا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ ثواب کا کام ہے۔ حالاں کہ یہ کہیں سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام نماز فجر کے بعد بیٹھ کر دیکھ کر تلاوت کرتے تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ ثواب کا کام کیسے ہوا؟ جب کہ نہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نہ صحابہ نے کیا، اس کا جواب صرف یہی

[۱] مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، ص:۳۳، مجلس برکات

[۲] قرآن مجید، پارہ: ۱۱، آیت:۵۸، سورۃ یونس

ہے کہ چوں کہ یہ کام اچھا ہے اگر چہ کہیں یہ حکم نہیں کہ فجر کے بعد بیٹھ کر قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرو، پھر بھی یہ ثواب ہے۔اسی طرح فاتحہ،عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی جائز اور مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وحدۃ الوجود کی بحث، اللہ عز وجل کے لیے لفظ شیدا اور رعنا کا اطلاق درست نہیں

مسئولہ: محمد مسیح الدین مصباحی، مدرس مدرسہ غوثیہ معین الاسلام، ہواگ بیلسگرا، ہزاری باغ، بہار

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے حق الیقیں اور مفتیان پابند شرع متین درج ذیل مضمون کے بارے میں (جو مسئلہ وحدۃ الوجود سے متعلق ہے) ضروری مہربانی فرما کر اسی ہفتہ میں جواب بھیج کر مسلمانانِ اہل سنت وجماعت کو مطمئن کرنا، آپ پر فرض سمجھا جارہا ہے۔ فی سبیل اللہ اور بہ طفیل روضۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر عظیم کو سب کاموں پر مقدم فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

نوٹ:- درج ذیل مضمون ایک پرچہ مسمّی بہ ’’پاسبان‘‘ سے لفظ بہ لفظ منقول ہے۔

باغ وحدت کا وہ گل رعنا　　قائل لا الہ الا انا
میم کی اپنے منہ پر کھینچ ردا　　سود لوں سے جو خود ہوا شیدا
کسوت احمدی پہن آیا　　اپنا محبوب آپ بن آیا

مولف علیہ الرحمہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے یہ وہ مسئلہ ہے کہ بحث ومباحثہ سے یقین واطمینان نہیں ہوسکتا ہے۔حضرات مشائخ کرام ہی کی صحبت سے ہوتا ہے۔یا فضل الٰہی شامل حال ہوجائے۔حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمہ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں: ”لا آدم فی الکونین ولا ابلیس ولا ملک سلیمان ولا بلقیس فالکل عبارۃ وانت المعنیٰ. یامن ھو للقلوب مقناطیس.“ یعنی نہ آدم ہے ہستی میں اور نہ ابلیس اور نہ ملک سلیمان کا ہے اور نہ بلقیس کا بس سب کے سب عبارت ومظہر تو اور معنی وظاہر ہے اور وہ ذات پاک جو تمام دلوں کے لیے مقناطیس ہے۔خازن العلوم حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ ایک متشدد اور متشرع عالم ہو کر بول اٹھے ؎

وہی ہے اول وہی ہے آخر، وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے، اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمالِ امکاں کے چھوٹے نقطو تم اول وآخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کہ کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

قمر کہتا ہے:

وہی وہ معنی ہے بے حرف وصورت بے نقطہ
وہی ہے مدعی آپ اپنا مدعا ہوکر

ناظرین اگر غیر وجود خدا کے دوسرا وجود مانا جائے تو دو وجود موجود ہو جائے گا، اور جب دو وجود ہوگا تو وہ اس وجود کے متصل ہوگا یا منفصل اور وجود خدا نہ کسی کے متصل اور نہ منفصل اسی اصول پر کہا جاتا ہے۔ عالم عین حق اور حق عین عالم ہے، اس علم کا نام وحدۃ الوجود ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ فتاویٰ عزیزیہ میں لکھتے ہیں کہ وجود مطلق ہی وجود حق ہے، اور وہی وجود مطلق موجود ہے اور وہی مطلق واجب ممکن ظاہر ...... نمایاں ہے اور عقل بھی کہتی ہے کہ یہ انسان حیوان ہے۔ سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ کل انسان ایک وجود یا ایک حقیقت ہے اور یہ بھی ماننا ہوگا کہ باہمی امتیاز بھی اسی ایک سے ہے، دوسری کوئی چیز نہیں اگر ہستی کے سوا دوسری کوئی چیز ہے تو وہ نیستی ہے، اور نیستی جب خود ہی موجود نہیں تو بھلا دوسروں کو خلعت وجود کیا بخشے اور اختلاف امتیاز کیوں کر پیدا کر سکے۔ مسئلہ وحدۃ الوجود بس اتنا ہے کہ عالم بہ لحاظ ہستی وحقیقت کے شے واحد ہے، اور یہ محسوسات موجودات اس حقیقت واحدہ کی صفات اعتباری کے مظاہر ہیں، پس ہر شے کو سمجھنا چاہیے کہ باعتبار حقیقت اور اصل کے کوئی مخلوق غیر خالق نہیں ہے۔ مخلوق تعینات اعتباریات کا نام ہے ان کا خالق وہی اصل حقیقت مطلقہ معانیہ ہے جس کا نام خدا ہے اور استحقاق ثواب وعذاب ومدح وذم کا باعتبار اطاعت وعصیان کے ان تعینات کے حق میں ضروری ہے۔ پس جس نے لا الہ الا اللہ سے یہی معنی نفی حقیقتاً اثبات غیریت اعتباریہ سمجھا پس وہ مومن حقیقی ہوا، اور نجاست شرک سے پاک ہوا۔

در بشر روپوش گشتۂ آفتاب   فہم کن واللہ اعلم بالصواب

صوفیائے اہل علم جو مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں وہ وجود حقیقی کو موجود ممتنع التعدد فی الذات مانتے ہیں۔ مخلوق کو تجلیات یا صورت یا مظہر یا کسوت غرض ہر صوفی نئے نئے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں، اسی ذات وحدہٗ لاشریک کو تمام مظاہر ین ظاہر ہونے کے قائل ہیں، مظاہر کی کوئی ذات نہیں مانتے ہیں ذات صرف ظاہر کی مانتے ہیں، مظہر کی کوئی ذات نہیں، تمام مظاہر **فی نفسها هالكة الذات** ہیں۔ "**كل شئی هالك الا وجه.**" اس لیے از روئے ذات ظاہر ومظہر کو ایک کہتے ہیں، حضرت جامی اپنی کلیات میں فرماتے ہیں۔

از روئے ذات ظاہر ومظہر کلیت ولیک   از روئے عقل ایں دگراں دیگر آمدہ

البتہ ذات کا ظہور مظہر اول نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بالذات مانتے ہیں۔ انبیائے کرام مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ کے اسمائے ذاتیہ سے اولیاء اللہ اسمائے صفات سے بقیہ کائنات صفات فعلیہ سے سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہیں، ذات حق سے (مدارج) صلی اللہ علیہ وسلم میں حق تعالیٰ کا ظہور بالذات ہے۔ (مدارج)

تمہید کے فہم ادراک کے لیے توحید آسان ہوجائے گا۔ مولف کتاب کے پہلے شعر سے ذات وحدہٗ لاشریک مراد ہے، کہنا حق بہ جانب ہے، جس کا منکر کھلا کافر ہے۔

اسی ذات وحدہٗ لاشریک کے صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اول واتم ہیں، اس نظر سے ذات کا ظہور بالذات ہے وحدہٗ لاشریک محبّ ہے اور اس کا مظہر اول واتم واکمل محبوب ومحبّ اپنے محبوب اعظم آئینۂ خدانما ظاہر ہوا۔

کسوت احمدی پہن آیا　　اپنا محبوب آپ بن آیا

ورنہ الفاظ کے اپنے معانی لغویہ حقیقیہ کے اعتبار سے باری تعالیٰ سے متعلق کرنا کفر ہے اگر کوئی خواہ مخواہ اعتراض کرے تو قرآن مجید کی آیتوں کو بھی کفر کہنا پڑے گا، مثلاً: ''**وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى اينما تولوا فثم وجه الله يد الله فوق ايديهم**.'' یوں ہی احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثنا اقوال بزرگان دین کو لکھنا شروع کر دیں تو ایک کتاب ہوجائے۔ ہر معترض کو یاد رکھنا چاہیے کہ صوفیاے کرام اپنے اصطلاحات مخصوص فرماتے ہیں جو معانی لغویہ کے خلاف ہیں، اسی بنا پر ان کے اصطلاحات کے اعتبار سے ان کے عقائد حقہ کے مطابق ہوتے ہیں۔ اگرچہ معانی لغویہ کے اعتبار سے کفر ہوں۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی کا قول علامہ ابن عابدین نے نقل فرمایا ہے کہ اسی جماعت کے بعض مسائل اہل ظاہر کے درک سے مخفی رہتے ہیں نہ کہ اہل کشف وباطن کے جو کوئی ان کے معانی ومراد کو نہ سمجھے، اس کو اس مقام پر سکوت کرنے کو علماے حق واجب فرماتے ہیں۔ رئیس الصوفیہ شیخ اکبر کے اقوال کے متعلق ابن کمال پاشا نے فرمایا کہ جو شخص ان کے معانی سے مطلع نہ ہو اس پر واجب ہے سکوت کرنا، فاضل بریلوی علیہ الرحمہ خلاصہ عقائد وشان رسالت میں لکھتے ہیں کہ رتبۃ الوجود میں صرف اللہ عزوجل ہے سب۔

الجواب

اشعار مذکورہ کے قائل خواہ وحدۃ الوجود کے قائل ہوں یا وحدۃ الشہود کے اگر وہ مجذوب نہیں تھے یا حالت جذب وسکر میں یہ اشعار نہیں کہے ہیں۔ حالت ہوش میں کہے ہیں تو بہر حال ان پر ان اشعار سے توبہ اور رجوع لازم ہے۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ حال سے تعلق رکھتا ہے، قال سے نہیں۔ اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ اس مسئلے کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ جب کوئی اس نازک دقیق سے دقیق تر خالص کشفی واشراقی وروحانی مسئلے کو الفاظ کا جامہ پہنائے گا تو بہک جائے گا۔

پھر شرعی گرفت سے نہیں بچ سکے گا، اگر ان اشعار کے قائل وحدۃ الوجود کے قائل تھے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ اگر ان پہ اس مسئلے کا انکشاف تام ہوا ہوتا تو اشعار مذکورہ ہرگز ہرگز نہیں کہتے جن مقدس ہستیوں پر انکشاف تام ہوا ہے۔ انھوں نے ہمیشہ اپنی زبان بند رکھی ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ الفاظ کا تحمل نہیں کرسکتا ہزار

وسعت کے باوجود الفاظ کا جامہ اس کے لیے تنگ ہے حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

این مدعیان دو طلبش بے خبر انند　　　کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

بوستاں میں فرماتے ہیں ؎

کسے را درایں بزم ساغر دہند　　　کہ دل روے بے ہوشیش دردبند

یکے باز را دیدہ بر دوختہ　　　دیگر دیدیا بعض پر سوختہ

کسے رہ سوئے گنج قاروں برد　　　وگر بر در باز بہروں نہ برد

اور جسے خلق کی ہدایت وارشاد کے لیے واپس کرتے ہیں۔ اسے ایسا ظرف عطا فرماتے ہیں کہ وارفتہ ہوش نہیں ہو پاتے۔ یہ اشعار اس کی دلیل ہیں کہ اس کے قائل یا تو وحدۃ الوجود کے صرف قائل تھے۔ وحدۃ الوجود کا ان پر انکشاف نہیں ہوا تھا۔ ورنہ یہ اشعار ہرگز ہرگز نہیں کہتے، یا پھر حالت سکر میں کہا ہے پھر ان پر عنداللہ کوئی مواخذہ نہیں کہ: ع

سلطان نہ گیرد خراج از خراب

ان اشعار میں شدید شرعی نقص ہیں جو حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں پہلے مصرعہ میں کہا: ع

باغ وحدت کا وہ گل رعنا

اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ قائل لا الہ الا انا حادث ہے۔ قدیم نہیں اس لیے کہ پھول حادث ہوتا ہے، باغ سے پیدا ہوتا ہے۔ وحدۃ الوجود میں باری عز اسمہ کے حادث ہونے کی کوئی سبیل نہیں، نیز رعنا کا اطلاق باری عز اسمہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز نہیں رعنا کے معنی ہیں مصنوعی طور پر حسین وخوبصورت بننا، اور میم کی اپنے منھ پر کھینچ ردا سودلوں سے جو خود ہوا شیدا۔ اس شعر میں منھ اور دل کا باری عز اسمہ کے لیے اثبات کیا گیا ہے، اور یہ جائز نہیں اگر چہ حقیقی معنی مراد نہ ہو، اور اگر بالفرض حقیقی مراد ہو تو کفر صریح۔ پھر یہ شعر ظاہر کر رہا ہے کہ باری عز اسمہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ہیں اس لیے کہ چہرے پر چادر ڈال لینے سے ذات میں تغایر نہیں پیدا ہوتا ذات وہی رہتی ہے۔ پھر میم کو ردا ٹھہرانا واقع کے غیر مطابق۔ اس لیے کہ منھ سب سے اوپر ہوتا ہے، اور میم نام نامی احمد میں وسط میں ہے۔ پھر ردا ظاہر جسم پر ہوتی ہے، اور یہاں میم جوف کلمہ میں، پھر شیدا ہو گیا۔ بتاتا ہے کہ پہلے سے شیدا نہیں تھا، حالاں کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت قدیم ہے پھر اللہ عزوجل کے لیے شیدا کا اطلاق محل کلام، اور تیسرا شعر کسوت احمدی پہن آیا۔ اپنا محبوب آپ بن آیا۔ یہ شعر بھی حلول اور ہندوؤں کے عقیدہ اوتار کی ترجمانی ہے۔ یاد رکھیے کہ شرعی احکام سے ان اعذار باردہ سے کوئی نہیں بچ سکتا ہے، حضرت منصور نے ''انا الحق'' کہا جن پر اس وقت کے علمائے ظاہر وباطن نے ان کے خلاف فتویٰ دیا حالاں کہ ان کے کلام کی تاویل ممکن تھی کہ حق

بمعنی ثابت لغت میں وارد ہے۔ مگر چوں کہ حق باری عز اسمہ کے اسما میں ایسا معروف ومشہور ہے کہ اس سے ہر خاص وعام کا ذہن باری تعالیٰ ہی کی طرف جاتا ہے۔ اس ظاہر معنی کے لحاظ سے ان پر فتویٰ دیا گیا اور حضرت محی الدین بن عربی قدس سرہٗ کے کلام سے استدلال کر کے ہر شخص کو اس کی نقل جائز نہیں، عرفا ہی نے فرمایا: صوفی محقق، اس کا مقلد زندیق۔ اس کا سبب یہی ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ صوفی نے جو بات کہی ہے، کس حالت میں کہی ہے۔ حالت صحو میں کہی ہے یا حالت سکر میں۔ علاوہ ازیں حضرت محی الدین بن عربی قدس سرہٗ کے کلام میں بے شمار الحاقات ہیں اس لیے اس کے ہر حصے سے استدلال درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ میں اپنے طور پر اللہ کو یاد کرتی ہوں یہی میری نماز ہے
یہ کہنا کیسا ہے کہ تم اپنے مسئلہ مسائل اپنے پاس رکھو

مسئولہ: زبیر احمد انجم، ۱۶؍شوال ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتی شرع متین اس مسئلہ میں۔

۱ بشیر احمد اپنی بیوی شاکرہ کو نماز وپردہ کی ترغیب دیتا رہا، کوئی اثر نہ ہونے پر تقریباً چھ ماہ قبل پھر کچھ سخت الفاظ میں نماز وروزہ کی ترغیب کی جس پر شاکرہ بی بی نے جواب دیا کہ میں اپنے طریقہ پر اللہ کو رات ودن یاد کیا کرتی ہوں۔ یہی میری نماز ہے۔ اس کو سمجھایا گیا کہ نماز کامل تبھی ہوگی جب کہ قرآن وحدیث میں بتائے طریقہ سے ادا کیا جائے۔ شاکرہ بی بی نے جواباً کہا کہ مجھ سے اس طریقہ سے نہیں ہوسکتا۔ تم اپنا مسئلہ مسائل اپنے پاس رکھو اور نماز کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ پردے کے بارے میں جواب دیا کہ سب کی بیویاں تو برابر ادھر ادھر نکلتی اور باہر بیٹھ کر بات چیت کرتی ہیں، اور دوسرے بہت کام کرتی ہیں، تم میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں، میں ایسے ہی رہوں گی۔ بشیر نے ان جوابات کو انکار وتحقیر احکامات شریعت اور کلمہ کفر مان کر تجدید ایمان وغیرہ کی ترغیب دی۔ جس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اگرچہ غالباً ایک بار یاد دہانی بھی کرائی گئی۔ بعد حالیہ رمضان میں شاکرہ بی بی نے از خود روزہ رکھا اور نماز پڑھی۔ درمیانی وقفہ (گزشتہ چھ ماہ) بشیر اور شاکرہ بی بی کے درمیان کچھ گھریلو مسئلہ پر تعلقات میں کشیدگی بڑھتی گئی، اور گزشتہ ہفتہ انتہائی طیش اور غصہ کی حالت میں سخت کلامی ہوئی۔ شاکرہ بی بی نے دوران جھگڑا میاں بیوی کے رشتہ کے بارے میں کچھ کہا، الفاظ یاد نہیں مگر مفہوم یہ تھا، کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے گاؤں کے دیگر لوگ، جواباً بشیر نے کہا ہاں تم تو پہلے ہی کلمہ کفر بک کر نکاح توڑ چکی ہو اور نکاح سے خارج ہو چکی ہو۔ اب میرے نکاح میں کہاں ہو میری بیوی نہیں رہ گئی۔ بشیر نے درمیان گفتگو میں رک رک کر متعدد بار کہا: کاش کہ یہ بات بیس برس پہلے ہوگئی ہوتی۔'' مذکورہ گفتگو فریقین کے

درمیان اتنا ہی طیش وغصہ کے عالم میں ہوئی۔ مذکورہ گفتگو فریقین نے طلاق مان کر علیحدگی اختیار کر لی، مذکورہ حالت میں اوپر کے سوال وجواب سے کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟

(۲) بشیر وشاکرہ بی بی سن رسیدہ ہیں۔ جنسی تعلقات کا سلسلہ ختم ہوئے سال ہا سال گزر چکے ہیں۔ ان کے بیٹا بیٹی، اور پوتی پوتا ہیں۔ شاکرہ بی بی پردہ نشین عورت نہیں ہے کیا بشیر وشاکرہ بی بی اب ایک ہی گھر میں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں، اور گھریلو مسائل پر تبادلۂ خیال کر سکتے ہیں؟ فریقین مقلد حنفی المذہب ہیں۔

الجواب

شاکرہ بی بی کے منھ سے دو ایسے جملے نکلے ہیں جو اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے کفر ہیں۔ ایک اس کا یہ کہنا ''میں اپنے طور پر اللہ کو یاد کرتی ہوں یہی میری نماز ہے۔'' اور دوسرا یہ کہنا ''تم اپنا مسئلہ مسائل اپنے پاس رکھو۔'' اگر چہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے مگر جب کسی کلام کا ظاہری معنی کفر ہو تو اگر چہ اس میں تاویل کی گنجائش ہو قائل پر توبہ وتجدید ایمان کا حکم لازم ہے۔ اعلام میں ہے: ''**فا للفظ اذا کان ......معان فان کان فی بعضها اظهر حمل علیه وکذ ان استوت ووجد لاحد هماور حج والارادة ......سهالا شغل لنا بها.**'' اگر چہ قطعی طور پر کافر کہنے میں احتیاط ہی برتی جائے گی۔ مگر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم بہر حال لازم۔

عالمگیری میں ہے:

''**ماکا ن فی کونه کفرا اختلاف، فان قائله یومر بتجدید النکاح وبا التوبه والرجوع عن ذلک باالاحتیاط، اذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل إلی ذلک الوجه.**'' (۱)

شاکرہ بی بی پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ بشیر نے یہ جو کچھ کہا ہے۔ تم تو پہلے ہی کلمہ کفر کو بک کر نکاح توڑ چکی ہو، اور نکاح سے خارج ہو چکی ہو۔ اب میرے نکاح میں کہاں ہو۔ میری بیوی نہیں رہ گئی۔'' ان جملوں سے طلاق واقع نہیں ہوئی اس لیے کہ بشیر نے یہ جملے طلاق دینے کے لیے نہیں کہے ہیں۔ بلکہ اس بنیاد پر کہے ہیں کہ ان میں شاکرہ کے بکے ہوئے ان جملوں سے یہ سمجھا تھا کہ ہمارا اور شاکرہ کا نکاح ختم ہو چکا ہے۔ اسی کو اس نے بیان کیا ہے اس لیے شاکرہ پر طلاق واقع نہ ہوئی۔ شاکرہ بی بی پہلے ان کلمات سے توبہ کرے، پھر کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان کرے۔ پھر دونوں تجدید نکاح کر لیں۔ پھر میاں بیوی کی طرح رہیں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] عالمگیری، ج:۲، ص:۲۸۳.

غیر خدا کو قیوم، قدوس، رحمٰن کہنا کیسا ہے؟
مکتوبات امام ربانی میں کچھ باتیں سکر آمیز ہیں۔

مسئولہ: مولانا شجاع الدین، امام قادری مسجد، مالونی، ملاڈ، بمبئی، یکم صفر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان کو زید نے اپنے شجرہ میں قیوم اول، اور قیوم زماں، اور قیوم ثانی لکھا ہے اور اعتقاد کے ساتھ کہتا بھی ہے۔ معلوم کرنے پر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مکتوبات شریف کا حوالہ دیتا ہے، جب کہ عمر کسی غیر خدا کو قیوم اول اور قیوم زماں، اور قیوم ثانی کہنے والوں کو کافر ٹھہراتا ہے، اور حوالہ سرکار اعلیٰ حضرت مجدد اسلام امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۶ / کا دیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روے شرع اپنے دعویٰ میں صحیح کون ہے اور کس کا دعویٰ شریعت مطہرہ کے موافق ہے۔ ہمیں صحیح حوالہ کے ساتھ مکمل و مفصل تحریر جواب سے آگاہ فرمائیں۔ کیوں کہ یہ اختلاف سبب فساد بن سکتا ہے؟

الجواب

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس بارے میں اپنا کوئی فتویٰ نہیں دیا ہے۔ بلکہ فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب مجمع الانہر کے حوالے سے لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

''یوں ہی فقہاے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی۔ مجمع الانہر میں ہے: ''**اذا اطلق علیٰ المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرها یکفر.**''

اس میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا کیا جرم؟ اگر جرم ہے تو فقہاے احناف کا ہے جس کو غصہ اتارنا ہو وہ فقہاے احناف پر اتارے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تو صرف ناقل ہیں۔ ناقل پر غصہ نہ کرے۔ مجمع الانہر دیکھ لے اگر اس میں مذکورہ بالا عبارت ہے تو کسی کو روا نہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر طعن کرے۔ اب صرف اس بنا پر کہ مثلاً زید ایک کلام کرتا ہے۔ علما نے اسے کفر لکھا۔ بکر نے علما کے اس قول کو نقل کر دیا۔ کون بیوقوف ہوگا جو بکر پر غصہ کرے گا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ مکتوبات میں ایسا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ مکتوبات علوم ظاہری اور باطنی کا خزینہ ہے، لیکن خود حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے دفتر سوم مکتوب بست و یکم میں تحریر فرمایا ہے:

''ایں فقیر ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرار ایں طائفہ علیہ نوشتہ است ظاہراً بخاطر شریف شما	اس فقیر نے ان تمام دفاتر کو اس طائفہ علیہ کے علوم واسرار کے بیان میں لکھا ہے بہ ظاہر

قرار یافتہ است کہ از روے صحو خالص نوشتہ است بے مزج سکر حاشا وکلا۔" — تمہارے دل میں قرار پایا ہے کہ بلا آمیزش سکر، خالص صحو کے رو سے لکھا ہے ایسا ہرگز نہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مکتوبات شریفہ میں بہت سی باتیں سکر آمیزش ہیں اور عارفان حق عالم سکر میں جو کچھ فرمائیں اگر وہ شریعت کے خلاف ہے تو قابل قبول نہیں۔ اس لیے مکتوبات کے ارشادات کو پہلے شریعت کی کسوٹی پر جانچ لیا جائے اور شریعت کی کسوٹی ایک حنفی کے لیے فقہاے کرام کے ارشادات ہیں، ہم پر ان کی تقلید واجب ہے، اور جب فقہاے کرام نے غیر خدا کو قیوم کہنے سے منع فرمایا تو سیدھی راہ یہی ہے کہ ہم اس سے احتراز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کو حضور کا مدحت سرا کہنا کیسا ہے؟
اللہ عزوجل کے لیے للچانا کا استعمال کیسا ہے؟

مسئولہ: مولانا عبد المبین، دار العلوم قادریہ چریا کوٹ، اعظم گڑھ، یوپی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین دریں مسائل۔ کیا مندرجہ ذیل صحیح ہے؟

❶ (الف) کیا کرے کوئی شان مصطفیٰ — ہے خدا مدحت سراے مصطفیٰ

اس میں خدا کو مدحت سرا کہا گیا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیوں کہ سرا، سرائیدن سے بنا ہے۔ جس کے معنی گانا ہے، جو خدا کی صفت نہیں ہو سکتی، اگر لازمی معنی مراد لیا جائے پھر بھی اصل کے اعتبار سے قباحت باقی رہے گی۔

(ب) ایک صاحب نے اپنی کتاب میں "صاحب خلق عظیم" کے عنوان کے تحت ایک شعر رقم کیا ہے۔ جس میں شاعر کا نام رقم نہیں ہے۔ شعر یہ ہے ؎

خلق ایسا کہ عالم ہوا مبتلا — حسن ایسا کہ قدرت بھی للچا گئی

اس میں دو بات قابل اعتراض معلوم ہوتی ہے، ایک تو عالم کو خلق میں مبتلا ہونا۔ دوسرے قدرت کا للچانا، واضح رہے کہ اردو میں مبتلا کا معنی مصیبت میں پڑنا ہوتا ہے اور عربی کا معنی یہاں پر اردو میں مراد نہیں ہوتا۔ اگر یہ دونوں اشعار غلط ہیں تو ناقل اور شاعر پر کیا حکم شرعی ہوگا واضح فرمائیں۔

❷ آج کل بعض تسبیح کے دانوں پر اللہ اللہ لکھا ہوا ہوتا ہے، یوں ہی بعض ٹوپیاں اور رومال بھی اس طرح کے پائے جاتے ہیں۔ جن پر اسم جلالت چھپا یا کڑھا ہوا ہوتا ہے، تو ان کا استعمال شرعاً کیسا ہے؟

❸ اگر ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوا اور بھول کر امام نے سجدۂ سہو نہ کیا پھر نماز کا اعادہ کیا جو لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ تھے۔ اب اس اعادہ والی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

(۱) شعر مذکور کفر ہے۔ ناقل وشاعر دونوں پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے، اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں۔ **هذا ما ظهر لى والعلم بالحق عند الله تعالىٰ وعند رسوله صلى الله عليه وسلم.**

(۲) تسبیح کے جن دانوں پر اللہ لکھا ہوتا ہے ان کا استعمال منع ہے کہ خلاف ادب ہے۔ اور ایسی ٹوپی ورومال کہ جن پر اسم جلالت چھپا یا کڑھا ہو، انھیں استعمال کرنا اور شدت کے ساتھ منع ہے کہ غفلت میں اس کے ساتھ بیت الخلا وغیرہ میں بھی چلا جائے گا۔ جس سے اسم جلالت کی سخت بے ادبی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سجدہ سہو کے نہ کرنے کے سبب اگر نماز کا اعادہ کیا جائے تو جو لوگ پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے یا شریک تھے مگر پوری نماز پڑھنے سے پہلے اسے توڑ دی تو وہ لوگ اعادہ والی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

''نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے نیا شخص شریک ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج: سوم، ص: ۳۱۹)'' **وهو تعالىٰ ورسوله الا على اعلم جل مجدهٗ وصلى الله عليه وسلم.** '' کتبہ جلال الدین احمد امجدی۔

(شارح بخاری علیہ الرحمہ کا جواب) الجوابُ صحیحٌ ''الف'' کے جواب

صحیح ''الف'' کے جواب میں گزارش ہے کہ اگر چہ سرائیدن کے معنی گانے کے ہیں لیکن مدح یا مدحت کے ساتھ تو اس کا اسم فاعل سرا جب لگتا ہے، تو اس کے معنی پڑھنے اور بیان کرنے کے ہوتے ہیں۔ جس پر اہل زبان کی روزمرہ کی بول چال شاہد ہے۔ بولتے ہیں مدح سرا، یا مدحت سرا فرہنگ آصفیہ جلد چہارم میں ہے: ''اسم مونث دیکھو مدح خوانی۔'' مدح خوانی کے معنی میں ہے اسم مونث مدح سرائی، ثنا خوانی، حمد سرائی، بھٹئی (ص: ۳۱۳)۔ فیروز اللغات میں ہے: مدح خوانی، سرائی، ثنا گوئی، تعریف وتوصیف کرنا (ص: ۶۲۴)۔

اس لیے اس شعر کو کفر نہیں کہا جا سکتا اور نہ قائل پر توبہ وتجدید ایمان کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ البتہ ایسے کلمات جن کے بعض معنی صحیح ہوں اور کچھ معنی فاسد ان کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر جائز نہیں۔ جیسے میاں کا اطلاق، ذات باری تعالیٰ پر اور راعنا کا اطلاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز نہیں، اس لیے اس شعر کے قائل پر توبہ اور رجوع کا حکم ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کو میاں کہنا کیوں منع ہے؟

مسئولہ: عزیز الرحمٰن، گاؤں بڑسرا، بازار والی گلی، مسجد غازی پور یوپی

 اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہے تو کس کتاب سے اور اگر نا جائز ہے

توکس کتاب سے ثبوت قرآن وحدیث سے مطلوب ہے صفحہ نمبر کے ساتھ۔

الجواب

اس بارے میں متقدمین کی کتابوں میں کچھ نہیں، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل کو میاں کہنا منع ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میاں کے تین معنی ہیں۔ مالک، شوہر، زنا کا دلال اور جس لفظ کے چند معنی ہوں اور کچھ معنی خبیث ہوں اور وہ لفظ شرع میں وارد نہ ہوتو اس کا اطلاق اللہ عزوجل پر منع ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا: ”**مجرد ایهام المعنی المحال کاف للمنع.**“[1]

اس کی مثال **راعنا** ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابۂ کرام جب اچھی طرح سن نہ پاتے یا سمجھ نہ پاتے تو عرض کرتے: راعنا، یعنی ہماری رعایت فرمائیے۔ یہود کی لغت میں **راعنا** کے معنی ہمارے بے وقوف کے ہیں۔ یہود بھی **راعنا راعنا** کہنے لگے، اور وہ اس معنی خبیث کی نیت سے کہتے، اللہ عزوجل نے **راعنا** کہنے سے صحابۂ کرام کو منع فرمادیا حکم ہوا **انظرنا** کہو۔ اسی طرح یہاں بھی خطرہ ہے۔ آپ اللہ عزوجل کو میاں کہیں آپ کی نیت مالک کی ہوگی۔ لیکن کوئی دہریہ بے دین دوسرے خبیث معنی کی نیت سے کہے تو کون روکے گا۔ وہ کہہ دے گا کہ آپ بھی تو کہتے ہیں۔ اس لیے ایسے الفاظ کے استعمال کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ خدا کو بھی حضور کی ضرورت پڑی، کفر ہے

مسئولہ: محمد نعمت اللہ قادری، محلّہ شاہ پور، گلبرگہ، کرناٹک، ۱۸ر رجب ۱۴۱۸ھ

مسئلہ زید نے ربیع الاول شریف کے موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر تقریر کرتے ہوئے دوران تقریر یہ بیان فرمادیا کہ دنیا میں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بے مثال مخلوق ہیں کہ ساری مخلوق کو ان کی ضرورت ”خدا کو بھی ان کی ضرورت پڑی۔“ اور بے مثل و بے مثال نبی سرکار کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ بے ان کے صدقے خدا نے اپنی خدائی کا ظہور نہیں فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”**کنتُ کنزًا مخفیًا.**“ اس حدیث قدسی کی مختصر تشریح کرتے ہوئے بیان ختم کیا۔

لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ خدا کو ان کی ضرورت پڑی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ جملہ شرعاً درست نہیں ہے، زید پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے، اور مخالفین نے اس میں احتیاج کا معنی ثابت کرنا شروع کیا، حالاں کہ زید نے قطعاً احتیاج کا معنی مراد نہیں لیا ہے۔ تو کیا زید پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے؟

---

[1] شامی ص: ۵۶۷ ج:۹، کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیره، دارالکتب العلمیة

الجواب

''خدا کو بھی ان کی ضرورت پڑی'' یہ کلمہ کفرِ صریح ہے، جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں اور اس کا قائل بلا شبہ کافر ومرتد ہے۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اپنے شیخ سے اس کی بیعت واجازت ختم ہوگئی۔ قائل پر فرض ہے کہ بلا تاخیر فوراً توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہو بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرے، کسی سلسلہ میں مرید رہنا چاہتا ہے۔ تو اب پھر جامع شرائط کسی پیر سے مرید ہو۔

''ضرورت پڑی'' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ حاجت پڑی۔ ہمارے عرف میں ضرورت اور حاجت قریب قریب ایک معنی ہیں۔ بولتے ہیں: ہمیں اس کی ضرورت ہے، یعنی حاجت ہے، اور اللہ تعالیٰ کو کسی کا محتاج ماننا کفر صریح ہے۔ قرآن مجید میں پچاسوں جگہ اللہ تعالیٰ کی صفت آئی ہے کہ وہ غنی ہے، غنی کے یہی معنی ہیں کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کو گالی دینا کفر ہے، مرتد کے احکام

مسئولہ: محمد بشیر، شیخ پورہ، پوسٹ بودھی پور، گونڈہ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں زید جاہل مطلق ہے۔ چند جہلا سے گفتگو کر رہا تھا۔ اثناے گفتگو میں خدائے تعالیٰ کو گالی دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے لیے شرعی حکم کیا ہے۔

الجواب

جس خبیث نے اللہ عزوجل کو گالی دی وہ کافر ومرتد ہوگیا۔ اسلام سے خارج ہوگیا۔ اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر واجب ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کرے۔ پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اگر اسی زوجہ کو رکھنا چاہتا ہو تو اس سے تجدید نکاح بھی کرے، اگر توبہ اور تجدید ایمان نہ کرے تو اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیا جائے۔ بیمار پڑے تو پوچھنے نہ جائیں۔ مرجائے تو جنازے کی نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کرنا کفر ہے۔ کلمۂ کفر کہنے والے پر تجدید ایمان ونکاح فرض ہے۔ تجدید نکاح میں نئے نکاح کا مہر بھی واجب ہے

مسئولہ: حافظ حقیق اللہ، مدرسہ تجوید الفرقان، دریائی ٹولہ لکھنؤ، ۲۸ر شوال ۱۴۱۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین شرع متین، اس مسئلہ مذکورہ میں۔

زید ایک کاشت کار آدمی ہے اس کے طبیعت میں گیہوں کی فصل لگی ہوتی تھی۔ بالاتفاق برف باری ہوئی۔ جس کی وجہ سے گیہوں کی فصل برباد ہو گئی۔ لہذا زید غصہ کی حالت میں باری تعالیٰ کو برا بھلا کوسنا شروع کر دیا کچھ لوگوں نے کہا کہ تم خارج عن الاسلام ہو گئے۔ تمہاری بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا۔ جب زید کا غصہ ختم ہوا، تو اس نے فی الفور توبہ کیا، اور کلمہ طیبہ پڑھا۔ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمایا جائے کہ زید خارج عن الاسلام ہوا یا نہیں؟ بیوی کا نکاح ٹوٹا یا نہیں؟ زید کے اہل خانہ بہت بے چین ہیں۔ لہذا فی الفور جواب سے نوازا جائے۔

الجواب

اللہ عزوجل کی شان میں گستاخیاں کرنے کی وجہ سے زید اسلام سے نکل کر بدترین کافر ومرتد ہو گیا تھا اس کے تمام اعمال حسنہ ضائع ہو گئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، زید نے جب ان کلمات خبیثہ سے توبہ کر لی اور کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو گیا تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا، اور اب وہ مسلمان ہے۔ لیکن سوال میں بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کا ذکر نہیں۔ اگر اس نے اب تک تجدید نکاح نہیں کیا ہے تو اسے جائز نہیں کہ بیوی کو ہاتھ لگائے، اگر اس بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ بیوی سے جدید مہر کے ساتھ نکاح کرے۔ اگر تجدید نکاح کر لے گا تو اس پر دو مہر واجب ہوگا ایک پہلے نکاح کا ایک دوسرے نکاح کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آیات متشابہات کو استخواں پیش سگاں کہنا کیسا ہے؟
قرآن کریم کی تحریف کفر ہے۔
اللہ تعالیٰ سارے جہاں کا بھی مالک ہے اور جہان والوں کا بھی

مسئولہ: معین الدین سیفی، چندوسی، ضلع مرادآباد

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) زید کہتا ہے کہ آیات متشابہات استخواں پیشِ سگاں ہیں۔ لہذا زید اور اس کے قول کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے یہاں فرمائیں۔

(۲) زید کہتا ہے کہ آیت کریمہ: ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب.'' میں وہاب آنا اشارہ واضحہ ہے وہابیت کی طرف برائے کرم وضاحت فرمائیں کہ زید اور اس کے قول کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

(۳) زید کہتا ہے کہ اللہ رب العزت سارے جہان والوں کا مالک ہے اور بکر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا مالک ہے۔ برائے کرم جواب بالوضاحت عطا فرمائیں کہ کس کا قول درست ہے اور کس کا غلط اور کس

کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) یہ کہنا کہ آیات متشابہات استخواں پیش سگاں ہیں صریح کلمۂ کفر ہے اور ایک نہیں کئی کفر، آیات متشابہات اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار ہیں۔ اس کو ''استخوان کہنا، ایک کفر، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سگ کہنا دوسرا کفر کلام ربانی کو مہملات پر مشتمل ماننا تیسرا کفر، کلام خداوندی کی اہانت چوتھا کفر، یہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کردیں۔ جب تک اس کلمۂ کفر سے توبہ نہ کرے اور کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ بھی صریح کلمۂ کفر ہے قرآن کریم کی تحریف ہے اس شخص کا بھی وہی حکم ہے جو پہلے والے کا ہے۔ وہاب اللہ عزوجل کے اسماے حسنیٰ میں سے ہے اس سے وہابی کی طرف اشارہ وہی نکالے گا جو ایمان سے محروم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) دونوں صحیح ہے اللہ تعالیٰ سارے جہان والوں کا بھی مالک ہے اور سارے جہانوں کا بھی مالک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں۔ صفات باری تعالیٰ کو مخلوق کہنا کفر ہے

مسئولہ: محمد اسلام الدین عزیزی، مدرسہ اہل سنت قادریہ رضویہ، رفیع گنج، اورنگ آباد، ۲۷؍ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

 زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات ہے اور تمام مخلوقات اس کی صفات ہیں؟

الجواب

زید کافر ومرتد اسلام سے خارج ہے۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً اس کلمہ سے توبہ کرے کلمہ پڑھ کر پھر مسلمان ہو، بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو پھر سے اس کے ساتھ نکاح کرے۔ مخلوقات کو اللہ عزوجل کی صفات کہنا صریح کفر اور شرک ہے۔ اللہ عزوجل کی تمام صفات واجب قطعی غیر مخلوق بر بنائے تحقیق عین ذات باری تعالیٰ ہیں، اور مخلوقات سب کے سب ممکن حادث مخلوق فانی۔ اللہ عزوجل کے وجود کے سوا الگ موجودات ہیں، مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کی صفات کہنا صریح کفر وشرک ہے۔ بلکہ صفات باری تعالیٰ کو غیر ذات کہنا گمراہی ہے۔ عامۂ متکلمین نے فرمایا کہ صفات باری تعالیٰ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات مگر محققین نے فرمایا کہ عین ذات ہیں:

''**المعتقد المنتقد**'' میں ہے:

"لما كان الصفة ليست بعين الذات بمعنى: ان مفهومها غير مفهومها ولا غيرها منفصلا عنها لقيامها بها وعدم انفكاكها."

دوسری جگہ ہے:

"صفات الله تعالىٰ فى الازل غير محدثة ولا مخلوقة فمن قال انها مخلوقة او محدثة كافر بالله."(۱)

جب صفات باری تعالیٰ کو مخلوق کہنے والے کا یہ حکم ہے تو جو شخص مخلوقات کو باری تعالیٰ کی صفات بتائے وہ کتنا بڑا کافر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نام الٰہی کی توہین کفر ہے۔

بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہٗ

مسئلہ گزارش یہ ہے کہ کل بازار میں دو لڑکے ساڑی کی بکری کے لیے ایک جگہ کھڑے تھے۔ ایک لڑکے نے چبوترے کے اوپر چڑھ کر دیکھا کہ ابھی بہت دیر ہے پیسہ ملنے میں، تو اس نے کہا چلو ابھی صبر کرو، اللہ اللہ کرو، تو دوسرے نے کہا لنڈ کرو سالے بیٹھے تماشا کرتے ہیں کہ کیسو دیر ہو لو تم دام لو میں چلا گھر کوئی صاحب ان کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ بعد میں کچھ سوچ کر پوچھنے آیا ہوں۔

الجواب

جس لڑکے نے یہ گندا جملہ کہا اس نے نام الٰہی کی توہین کی اسلام سے خارج ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس خبیث جملہ سے توبہ کرے۔ کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو اور اگر اپنی اس بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو پھر سے نئے مہر پر اس سے نکاح کرے۔ بغیر نکاح کیے ہوئے بیوی کو ہاتھ نہ لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ احد کب سے ہے، کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد زبیر احمد عاصی، مدرسہ محمدیہ عربیہ جامع مسجد مقام و پوسٹ جگدیش پور، ضلع بھوج پور، بہار، ۱۵ / ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید یہ کہے کہ احد کب سے ہے یا کبریائی کب سے ہے، یا جلال کب سے ہے، یا جمال کب سے ہے؟ اس کے لیے کیا حکم ہے۔ اگر زید کا یہ کہنا صحیح مانا جائے تو پھر مذکورہ باتوں کی تصریح کیا ہے؟

[۱] المعتقد المنتقد، ص: ۴۷، ۴۹، رضا اکیڈمی، ممبئی.

الجواب

احد کب سے ہے؟ یہ جملہ استفہام کا ہے، اور استفہام کبھی انکار کے لیے آتا ہے۔ احد اللہ عزوجل کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے ایسی صورت میں زید کافر ہو جائے گا، کیوں کہ وہ اللہ عزوجل کے وجود کا منکر ہوا۔ اور اگر سوال کے لیے ہے، اور سائل بے علم ہے تو معذور ہے، اسے بتایا جائے گا کہ اللہ عزوجل اور اس کی کبریائی، اس کا جلال ہمیشہ سے ہے، قدیم ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ اکبر کا صحیح ترجمہ

مسئولہ: فاروق احمد 15/1 ہوسپیٹل روڈ، کمرہٹی، کلکتہ، بنگال، ۱۶؍ شوال ۱۴۱۸ھ

مسئلہ زید جو کہ سنی عالم، خطیب اور امام مسجد ہے ایک بار دورانِ تقریر **اللّٰه اکبر** کا ترجمہ اللہ بہت بڑا ہے کرنے کے بعد کہا کہ اس کا ترجمہ اللہ سب سے بڑا ہے، نہایت غلط اور جہالت ہے، اس لیے کہ سب سے بڑا کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کئی ہیں اور ان میں سب سے بڑا اللہ ہے۔

بکر یہ تقریر سن کر شش و پنج میں پڑ گیا۔ اس لیے کہ مدرسہ ضیاء الاسلام کے مدرس مولانا ابوالکلام احسن القادری صاحب کی مشہور و معروف کتاب ''اسلامی قانون، حصۂ اول، ص: ۱۲'' پر **اللّٰه اکبر** کا ترجمہ ''اللہ سب سے بڑا ہے'' لکھا ہے۔ براہِ کرم از روئے شرع **اللّٰه اکبر** کا درست ترجمہ مع دلائل و شواہد تحریر کریں، نیز بتائیں کہ زید اور ابوالکلام احسن القادری میں سے کن کا ترجمہ درست ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان پر کوئی شرعی حد تو جاری نہیں ہو رہی ہے؟

الجواب

اللّٰه اکبر کا صحیح ترجمہ یہی ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے آیۂ کریمہ: ''وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ.''[1] کا ترجمہ فرمایا ہے، 'بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ اکبر اسم تفضیل ہے، اس کے استعمال کا تین طریقہ ہے۔ الف لام کے ساتھ جیسے **زید ن الافضل**. اضافت کے ساتھ جیسے **زید اعلم الناس**. یا من کے ساتھ جیسے **زید احسن من عمرو**. اور **اللّٰه اکبر** میں ان تینوں میں سے کوئی نہیں۔ اس کا جواب علم الصیغہ میں دیا۔ یہاں **من کل شیئ** محذوف ہے۔ اس پر یہ کہنا کہ پھر لازم آئے گا کہ بہت سے معبود ہوں، جہالت ہے۔ بڑا ہونا خاصۂ الوہیت نہیں اور نہ بڑے ہونے کے لیے معبود ہونا لازم کہ کسی کو بڑا کہنے سے اس کا معبود ہونا لازم ہو۔ اس کا ترجمہ بہت بڑا کہنا اگرچہ بہ ظاہر صحیح ہے مگر اس سے لازم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ چند افراد بہت بڑے ہو سکتے ہیں، مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدر الشریعہ بہت بڑے عالم تھے، صدر الافاضل بہت بڑے عالم تھے، حجۃ الاسلام بہت بڑے عالم تھے، مفتی اعظم بہت بڑے عالم تھے۔ اگر اس کا ترجمہ کریں گے

[1] قرآن مجید، سورۂ عنکبوت، آیت: ۴۵، پارہ: ۲۰

سب سے بڑا تو یہ اللہ عز وجل کے ساتھ خاص ہوگا، اس لیے کہ سب سے بڑا متعدد نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضور کو خدا کا لاڈلا کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: سید محمد جنید اشرفی، ابن سید محمد ہاشمی میاں صاحب، محلّہ ملاؤ بھاگل، سیدواڑہ، گجرات

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان فخام حسب ذیل مسئلہ میں کہ زید صلوٰۃ وسلام کے بعد ان الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں خراج عقیدت پیش کرتا ہے کہ ؎

اے خدا کے لاڈلے پیارے رسول — یہ سلامِ عاجزانہ ہو قبول

اس شعر کے اول مصرع میں لفظ ''لاڈلے'' کا استعمال حضور کی شان میں درست ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے اور اگر نہیں ہے تو پڑھنے والے پر شرع کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے، جواب آسان لفظوں میں مع تشریح عنایت فرمائیں۔

الجواب

لاڈلا، اور لاڈلے کا معنی فرہنگ آصفیہ میں یہ لکھے ہیں، پیارا، عزیز از جان، وہ بچہ جسے ماں باپ نے نہایت محنت ومحبت سے ناز ونعمت میں پرورش کیا ہو، ناز پروردہ، آنکھوں کا تارا، وغیرہ وغیرہ۔ وہ لڑکا جو ماں باپ کی محبت سے آوارہ اور بدراہ ہوگیا ہو۔(۱)

مذکورہ بالا شعر میں چوں کہ رسول بھی مذکور ہے اس لیے متعین ہے کہ اس شعر میں لاڈلے کا معنی پیارے، عزیز از جان، دُلارے کے ہیں۔ بچے کی صفت دُلارے بنانے سے جو معنی بنتے ہیں اس کا احتمال ساقط ہے، پھر شروع ہی میں ہے، خدا کے لاڈلے، کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا وہ لاڈلے کا معنی بچہ لے جو ناز ونعمت میں پلا ہوا ہو۔ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ عز وجل اس سے منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو، اس لیے یہاں متعین ہے کہ لاڈلے کے معنی پیارے ہی کے ہیں اور یہ عربی لفظ ''حبیب'' کا ترجمہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہہ بہ نص حدیث وبہ اجماع مسلمین اللہ کے حبیب ہیں: ''**وانا حبیب اللہ ولا فخر**''(۲)

اس لحاظ سے یہ شعر بالکل صحیح ہے۔ مگر شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی لفظ چند ایسے معنوں میں دائر ہو جن میں سے کچھ معنی کا اطلاق اللہ عز وجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز نہیں اس کی مثال لفظ ''رَاعِنَا'' ہے۔ عربی زبان میں لفظ ''رَاعِنَا'' کے معنی ہیں 'ہماری رعایت فرمائیے'۔ یہود کی لغت میں ''راعی'' کے معنی بے وقوف کے ہیں۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تو کبھی صحابۂ کرام عرض فرماتے ''رَاعِنَا''۔

---

[۱] فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، ص:۱۵۸

[۲] مشکوٰۃ شریف، ص:۵۱۳، باب فضائل سید المرسلین، مجلسِ برکات

یہودی خبثاء صحابۂ کرام کے ساتھ زبان دبا کر ”رَاعِنَا“ کہتے۔ اس پر صحابۂ کرام کو ”رَاعِنَا“ کہنے سے منع کر دیا گیا۔ ”رَاعِنَا“ میں لغت کا بھی فرق تھا، ”رَاعِنَا“ عربی زبان کا لفظ ہے اور ”راعی“ عبرانی زبان کا، پھر دونوں کے تلفظ میں بھی فرق ہے۔ ”رَاعِنَا“ میں عین کے بعد ُ نہیں اور ”راعی“ میں ُئے ہے، پھر بھی ”رَاعِنَا“ کہنے سے منع فرما دیا گیا۔ تو یہاں لاڈلے میں تلفظ کا بھی کوئی فرق نہیں اور زبان کا بھی فرق نہیں اور اس کا ایک معنی ایسا (بچہ) ہے جس کی اضافت اللہ عزوجل کی طرف اور اس کی اسناد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر ہے، اس لیے اس شعر کو ہرگز پڑھنا نہیں چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کو ’میرا پروردگارِ عالم میرا محبوب ہے‘ کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد یٰسین اشرفی، محلّہ پورہ صوفی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، ۱۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ کیا پروردگارِ عالم کو ایسا کہا جا سکتا ہے کہ ’میرا پروردگار عالم میرا محبوب ہے؟‘

الجواب

کہہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کی شان میں ایک لفظ کے استعمال کے متعلق سوال ایک مقرر کی تقریر پر اعتراض اور اس کا جواب

مسئولہ: محمد شمس الہدیٰ کیر آف مولانا شرف الدین رضوی، ہاوڑہ، بنگال، ۲۹؍ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ مولوی آل رسول نے خضر پور میں جمال پاڑہ کے ایک جلسے میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور ہم کو نور ہی ماننے کی بنیاد پر بریلوی کہا جاتا ہے، تو سنو میرے مصطفیٰ کو سارے ائمہ ومفسرین نے نور مانا ہے، اور میں تو آگے بڑھ کر ایک جملہ اور کہنا چاہتا ہوں کہ اگر نور ہی ماننے کی بنیاد پر ہم کو بریلوی کہتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ میرا خدا بھی نور ہے کہ اس نے بھی مصطفیٰ کو نور کہا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کو لفظ بریلوی، دیوبندی سے تعبیر کرنا کیسا ہے؟ اور ایسے مقررین کے بارے میں کیا حکم ہے آیا اس پر تجدید ایمان، تجدیدِ نکاح، تجدید بیعت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب

وعظ کی محفلوں میں حاضری کے وقت دماغ بہت حاضر اور طبیعت کو متوجہ کر کے بغور سننا ضروری ہے، ان مقرر صاحب نے اللہ عزوجل کو بریلوی نہیں کہا ہے، بلکہ ان دیوبندیوں کو الزام دیا ہے کہ ہم حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہتے ہیں، اس بنیاد پر تم ہم کو بریلوی کہتے ہو تو تمہارے قول کے موجب لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی بریلوی ہو کہ اللہ عزوجل نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا ہے۔ ان کا جملہ آپ نے خود یہ نقل کیا ہے۔ ''اگر نور ہی ماننے کی بنیاد پر ہم کو بریلوی کہتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ میرا خدا بھی نور ہے، اس نے بھی مصطفیٰ کو نور کہا اگر حرف شرط ہے تو بعد کے جملے شرط وجزا ہوئے اس کے لیے واقع میں یا اپنے اعتقاد میں شرط وجزا کا صحیح ہونا ضروری نہیں، یہ الزام دینے کے لیے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: ''قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ. ''[1] فرمادو اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی پرستش کرنے والا ہوتا، اور جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انیَّ رافضی.

اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رفض ہے تو جن وانس گواہی دیں کہ میں رافضی ہوں اس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو رافضی کہہ رہے ہیں، بلکہ یہ الزام ہے کہ اہل بیت کرام سے محبت اہل سنت کا جز وایمان ہے۔ اگر حب اہل بیت کا نام رافضیت ہے تو میں بقول تمہارے رافضی ہی سہی۔ اسی طرح مقرر کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ماننا بریلویت ہے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی بریلوی ہو، اس لیے کہ اس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا ہے، مگر چوں کہ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ماننا بریلوی ہونا نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ بھی بریلوی نہیں۔ جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ حب اہل بیت رافضیت نہیں تو میں رافضی نہیں، اور آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ چوں کہ اللہ عزوجل کا کوئی بیٹا نہیں۔ لہٰذا میں اس کا پرستار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کے لیے لفظ ''تھا'' کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حافظ عبدالمنان، رضا بیکری، احسانیہ چوک، فیض پور پوسٹ باتھ اصلی، ضلع سیتامڑھی، بہار، ۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ زید نے درمیان تقریر میں کئی مرتبہ بلکہ ہر مرتبہ خدا کے لیے تھا کا استعمال کیا۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ جانتا تھا، لیکن نہیں کیا، اللہ تعالیٰ جانتا تھا لیکن نہیں بتایا۔ ایسا لفظ بولنا کیسا ہے؟ واضح فرمائیں۔

الجواب

اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] قرآن مجید، سورۃ الزخرف، آیت ۸۱، پارہ ۲۳

یہ کہنا کہ اللہ حاضر وناظر ہے؟ اللہ ذرہ ذرہ میں موجود ہے؟

مسئولہ: شہاب الدین احمد، مدرس مدرسہ امجدیہ خالص پور، اعظم گڑھ، ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین، مسئلہ ذیل میں کہ زید نے بکر سے پوچھا کہ ایک طغریٰ پر یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہے۔ کیا یہ جائز ہے۔ یا، کے معنی تو حاضر کے ہوتے ہیں۔ بکر نے کہا کہ یا صرف ندا ہے، اس لیے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھنا یا کہنا ناجائز نہیں ہے کہ اس سے رسول کا حاظر وناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ اس لیے ناجائز ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ رسول کو اس طرح نہ پکارو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ رہی رسول کے حاضر وناظر ہونے کی بات تو بیشک رسول حاضر وناظر ہیں، زید نے کہا رسول حاضر وناظر ہیں یا اللہ حاضر وناظر ہے۔ بکر نے کہا اللہ کو حاضر وناظر نہیں کہنا چاہیے۔ زید نے کہا پھر اللہ کو کیا کہا جائے۔ بکر نے کہا اللہ شہید وبصیر ہے۔ زید نے گرم ہو کر کہا آپ کیسی بات کر رہے ہیں، اللہ حاضر وناظر ہے۔ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ اللہ ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔ بکر نے کہا تمہارا یہ عقیدہ کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک ومنزہ ہے۔ زید نے گرم ہو کر کہا میں فتویٰ لوں گا۔ بکر نے کہا ٹھیک ہے، فتویٰ منگا لیجیے۔ چناں چہ زید فرنگی محل وغیرہ سے فتویٰ منگا کر بکر کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہا ہے، اور اس عقیدہ کی عوام میں پرچار کر رہا ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے اور ہر ذرہ میں موجود ہے۔ برائے کرم حکم شرع متین سے مطلع فرمایا جائے کہ اللہ کو ہر جگہ اور ہر ذرہ میں موجود مانا جائے یا جگہ سے پاک ومنزہ؟

الجواب

یہ صحیح ہے کہ یا حرف ندا ہے کسی کو پکارنے کے لیے آتا ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنا جائز نہیں۔ اس میں بے ادبی ہے۔ جیسے ماں، باپ کو نام لے کر پکارنا بے ادبی کی وجہ سے منع ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ.''[1] رسول کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

جلالین میں اس کی تفسیر میں فرمایا:

''ان تقولوا یا محمد بل قولو یا نبی اللّٰہ یا رسول اللّٰہ فی لین و تواضع و خفض صوت.''[2]

یا محمد نہ کہو، یعنی نام لے کر نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو وہ بھی نرمی اور تواضع اور ہلکی آواز کے ساتھ۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ النور، آیت ۶۳، پارہ ۱۸

[2] جلالین، ص: ۳۰۲، سورۂ نور، پارہ: ۱۸، رشیدیہ

یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہنا بلا شبہہ جائز ہے، اگر چہ یہ عقیدہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ اسی پر امت کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ حضرت شیخ محدث عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلوک اقرب السبل میں فرماتے ہیں: ''با چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ درمیان امت است یک کس را دریں خلافے نیست کہ آنحضرت بہ حقیقت حیات بلا شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی اند بر احوال امت حاضر و ناظر اند۔''(۱)

حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں: ''**لان روح النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت جمیع اھل الاسلام.**''(۲)

اللہ عز و جل پر حاضر و ناظر کا اطلاق درست نہیں، حاضر کا لغوی معنی جسم کے ساتھ موجود رہنے والا، ناظر کا معنی آنکھ سے دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم اور آنکھ اور دیگر اعضا سے پاک ہے۔ یہ کہنا اللہ ہر جگہ موجود ہے، اللہ ذرہ ذرہ میں موجود ہے، کلمۂ کفر ہے۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

''**وفیھا أی التاتار خانیۃ لو قال نہ مکانی ز تو خالی نہ تو در ہیچ مکانے، کفر لان فیہ نسبۃ المکان الی اللّٰہ تعالیٰ و ھو یقتضی الجسمیۃ فی حقہٖ تعالیٰ و الجسمیۃ تقتضی الحدوث و ھو محال علیہ تعالیٰ.**''(۳)

کسی نے اگر یہ کہا اے خدا نہ تجھ سے کوئی جگہ خالی ہے نہ تو کسی جگہ ہے، یہ کفر ہے، اس لیے کہ یہ چاہتا ہے کہ اللہ عز و جل کے لیے جسم ہو اور جسم ہونے کا مطلب ہے کہ وہ حادث ہے، اللہ عز و جل کا حادث ہونا محال ہے۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ جگہ ظرف جسم کے لیے ہوتی ہے اور ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب ترکیب دیے جانے سے پہلے غیر موجود تو اگر کوئی اللہ عز و جل کے لیے جسم مانے تو لازم آئے گا کہ وہ پہلے موجود نہ تھا معدوم تھا، پھر موجود ہوا۔ پھر مرکب اپنے وجود میں ان چیزوں کا محتاج ہوتا ہے جس سے وہ مرکب ہے۔ اور ہر محتاج ممکن اور ممکن خدا نہیں۔ تو جس نے یہ کہا کہ خدا ہر جگہ ہے، ہر ذرہ میں ہے، اس نے اللہ عز و جل کو حادث مانا، ممکن مانا، بلکہ اللہ عز و جل کو اللہ نہیں مانا۔ علاوہ ازیں جگہ اس چیز کو گھیرے ہوتی ہے جو اس میں ہوتی ہے، مثلاً گلاس میں پانی ہے تو گلاس پانی کو گھیرے ہوتا ہے۔ جب اس قائل نے اللہ کو ذرے ذرے، میں مانا تو لازم آئے گا کہ ذرہ اللہ عز

---

[۱] سلوک اقرب السبل برھاش اخبار الاخیار، ص:۵۵
[۲] شرح شفا، ص:۴۶۴، ج:۳، مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ
[۳] حدیقہ ندیہ، ج:۱، ص:۲۰۵

وجل کو گھیرے ہو۔ اللہ عزوجل غیر متناہی ہے، ذرہ تو بے مقدار ہے، ساتوں آسمان بھی اس کو نہیں گھیر سکتے، بلکہ کوئی چیز اس کو نہیں گھیر سکتی، جسے کوئی چیز گھیرے وہ اللہ نہیں ہوسکتا۔ زید پر فرض ہے کہ وہ اس قول سے توبہ کرے اور تجدیدِ ایمان بھی اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔ درمختار میں ہے:"وما فيه خلاف يومر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح."[1]

اللہ عزوجل جگہ سے منزہ ہے یہی اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے، تمام کتب عقائد میں تصریح ہے:"ولايتمكن في مكان."[2] اللہ عزوجل جگہ سے پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کی طرف ستانے کی نسبت کرنا کفر ہے
یہ کہنا کفر ہے کہ اگر اللہ نے انصاف نہ کیا تو اس کی خدائی میں فرق ہے

مسئولہ: شبیر احمد راہی، رائے بریلی، ۱۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلۂ ذیل میں کہ ایک شخص جو کہ امام بھی ہے، اس نے مجمع کے سامنے کہا ایک طرف تو لوگ پریشان کر رہے ہیں، دوسری طرف تو اللہ میاں بھی ستا رہے ہیں کہ امام حسین کس کے ساتھ لواطت کرنے گئے تھے کہ ستائے گئے (قتل کیے گئے)۔ اور بعض لوگوں نے ایک معاملہ میں کہا کہ اگر اللہ میاں نے ہمارے معاملہ کا فیصلہ نہ کیا تو ان کی خدائی میں فرق ہے۔ ان جملوں کی روشنی میں اس شخص پر کیا حکم لگایا جائے، اور کیا اس کی امامت درست ہے، اور کیا اس شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ شخص بلاشبہہ کافر و مرتد ہو گیا، دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا، اس کے اب تک کے سارے اعمال صالحہ حبط اور رائیگاں ہو گئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، نہ اس کی نماز، نماز ہے، نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح، جو لوگ اسے مسلمان سمجھ کر لائق امامت جان کر اس کی اقتدا کریں گے، ان کے بھی ایمان کی خیر نہیں۔ یہ ایسا کافر ہو گیا کہ جو اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ اس پر فرض ہے کہ ان کلمات کفریہ سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس سے پھر سے نکاح کرے اگر یہ توبہ اور تجدید ایمان نہ کرے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ امامت سے فوراً بلا تاخیر معزول کریں۔ ان کلمات کفریہ کے بکنے کے بعد اس کے پیچھے جن جن لوگوں نے جتنی نمازیں پڑھی

---

[1] در مختار، ص: ۳۹۰، ج: ٦ کتاب الجهاد باب المرتد، دار الكتب العلمية، لبنان

[2] شرح عقاید نسفی، ص: ۵۹، مجلس برکات۔

ہیں، سب کی قضا کریں (پڑھیں) اس ظالم نے ارحم الراحمین کے بارے میں یہ بکا کہ اللہ تعالیٰ بھی ستاتا ہے۔ یہ صریح کلمۂ کفر ہے، اور قرآن مجید کا انکار۔ ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ. [1] اور ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا. [2] اس بے باک گستاخ نے یہ بکا کہ اگر "اللہ میاں" نے ہمارے معاملہ کا فیصلہ نہ کیا تو ان کی خدائی میں فرق ہے۔ یہ بھی کفر صریح ہے۔ اس بدزبان نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وہ بکا، یہ انتہائی گستاخانہ بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے لیے بھول جانے کی نسبت کفر ہے
معنی سوء کا ایہام بھی ممانعت کے لیے کافی ہے

مسئولہ: حافظ محمد ادریس، مدرسہ شمس العلوم، ضلع سیتا مڑھی، بہار، ۱۲/ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مندرجہ ذیل شعر کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ پڑھنے والوں پر شرعاً کیا حکم ہے۔

رحم کر اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا　　ہم تجھے بھولے ہوئے ہیں تم نہ ہم کو بھول جا

الجواب

اس شعر کا پڑھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، بھول جانے کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کرنا کفر ہے کہ اس کو جہل لازم ہے، اور غفلت بھی اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے لیکن اردو میں بھول جانے کے معنی مہربانی نہ کرنا بھی آتا ہے، اور مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا لازم، اس لیے اس کے کلام کو اچھے محل پر حمل کرنا ضروری اس لیے بہ طور حسن ظن یہی کہیں کہ شاعر کی مراد یہی ہے، مگر جب اس کا معنی حقیقی کفر ہے تو اچھے معنی مراد لے کر بھی اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہوگا۔ علماء نے لکھا ہے: "مجرد ایهام المعنی کاف للمنع." [3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

خدا کو حاضر وناظر نہ ماننے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئولہ: محمد علقمہ شبلی، مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ، یو. پی.

مسئلہ "ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں"۔ حضور والا سے گزارش ہے کہ ایسا لکھنے والا

---

[1] قرآن مجید، پارہ:۵، آیت:۴۰، سورۃ النساء

[2] قرآن مجید، پارہ ۱۱، آیت:۴۴، سورۃ یونس

[3] شامی، ج:۹، ص:۵۶۷، کتاب الحظر والاباحة/ باب الاستبراء وغیرہ، دارالکتب العلمیة لبنان

مسلمان ہے کہ کافر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

مولیٰ عزوجل شہید وبصیر ضرور ہے، حاضر وناظر نہیں۔ حاضر کے معنی جسم کے ساتھ موجود ہونے والا اور ناظر کے معنی آنکھ سے دیکھنے والا ہے اور مولیٰ عزوجل جسم اور اعضاء سے منزہ ہے اس لیے جو یہ کہتا ہے کہ ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت نہیں وہ مسلمان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اللہ عزوجل کو بھگوان کہنا کفر ہے

مسئولہ: محمد یار علی نوری، مقام گلہانگر، پوسٹ پانڈو، ضلع پلاموں، بہار، ۱۴۱۰ھ

مسئلہ ہندی مثل کہنا جس میں بھگوان یا ایشور یا اسی قسم کے الفاظ (جسے ہندو لوگ اپنے معبود کے لیے خاص کر لیے ہوں) اور دوسرے ہوں کیسا ہے؟ کیا کہنے والا کافر ہو جائے گا؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کو بھگوان کہنا کفر ہے۔ کہنے والے پر توبہ تجدید ایمان اور نکاح لازم ہے، ایشور کہنا بھی جائز نہیں۔ یہ ہندوؤں کا شعار ہے۔ ہندوؤں نے بہت سے الفاظ خاص کیے ہیں، ان میں کچھ کفر ہیں حرام سبھی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندے کی بیداری کو جاننے کے لیے اللہ تعالیٰ کو اذان کا محتاج بتانا کفر ہے

مسئلہ مسئولہ: محمد علی حسین، منجبیکری، جامع مسجد درگاہ گلی، ٹانیلا پور، ضلع کاروٹہ، کرناٹک

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مضمون کے متعلق کہ میں نے زید کو سخت تاکید کردی ہے کہ اگر وقت پر اذان نہیں ہوئی تو وہ جاکر اذان دیدے تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ منجبیکری کے لوگ سوئے نہیں جاگ رہے ہیں۔

الجواب

اس قائل پر توبہ تجدید نکاح وتجدید ایمان فرض ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کو جاننے کے لیے اذان کا محتاج بتایا یہ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر کو خدا کہنا، خدا کو اپنے اندر سرایت ماننا

مسئولہ: عبد الرحیم خان شیرانی، سلک مرچنٹ، اپار ہلی، ضلع تمکور، کرناٹک

مسئلہ زید مسجد میں بیٹھ کر علانیہ کہتا ہے کہ میرا پیر ہی میرے لیے خدا ہے، اور خدا میرے پیر سے جدا نہیں ہے، بلکہ خدا میرے پیر میں سرایت کر گیا ہے، اس لیے میں خدا مانتا ہوں اور سجدۂ تعظیم بھی کرتا ہوں تو کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟ اگر نہیں تو زید کی امامت درست ہے یا نہیں اور جو نمازیں زید کی اقتدا میں پڑھی گئیں ہوں اس کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ مسئلہ کی نوعیت معلوم ہونے پر بھی اگر لوگ اپنی نمازوں کا اعادہ نہیں کیے اور زید ہی کی اقتدا کرتے رہے تو یہ لوگ گنہگار رہیں یا بری؟

الجواب

زید اپنے اس قول کی وجہ سے کافر ومشرک ومرتد ہو گیا۔ اس کے سارے اعمال حسنہ اکارت ہو گئے اگر بیوی والا ہے تو اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی نہ اس کی نماز، نماز ہے، نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر، بلکہ اس سے بدتر۔ بلکہ اگر اس کو مسلمان جان کر اس کے پیچھے نماز پڑھی تو مسلمان بھی نہ رہا۔ اس لیے کہ زید ایسا کافر ومرتد ہے کہ جو اس کے کفر پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانے وہ بھی کافر ومرتد۔ جب سے اس نے یہ کلمۂ کفر بکا ہے اس وقت سے اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ایک بھی نہیں ہوئیں۔ سب کی قضا فرض ہے، اور آئندہ جو پڑھیں گے ان سب کی بھی۔ اس لیے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے، جب وہ مسلمان ہی نہیں تو نماز کیسی۔ در مختار میں ہے: ”وإن انكر بعض ماعلم من الدين ضرورة كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلا.“[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ تمہارے مرض کو اللہ بھی ٹھیک نہیں کر سکتا

مسئولہ: محمد اقبال خان، مقام وپوسٹ، پرتاپ پور، ضلع سرگوجہ، ایم پی، ۱۲/ربیع الآخرہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ ہندہ نے غصہ میں اپنے مریض شوہر سے یہ کہا کہ تمہاری بد پرہیزی کی وجہ سے خدا بھی تمہارے مرض کو ٹھیک نہیں کر سکتا ہے کیا ہندہ کے ان کلمات کی وجہ سے ہندہ پر کفر لازم ہوتا ہے کہ نہیں اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا کہ نہیں؟ ان صورتوں میں ہندہ کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا اس پر توبہ اور تجدید نکاح لازم ہوتا ہے کہ نہیں اور اگر ہاں تو تجدید نکاح کے لیے دو گواہوں کی بھی ضرورت پڑے گی؟

[1] در مختار، ج:۲، ص:۳۰۰، کتاب الصلوٰۃ /باب الامامۃ دار الکتب العلمیۃ، لبنان۔

الجواب

ھندہ کا جملۂ مذکورہ یقیناً حتماً کفر ہے، کیوں کہ یہ ارشاد خداوندی: ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر .''[1] کا کھلا انکار ہے۔ ہندہ بلا شبہہ کافر ہوگئی۔ ہندہ پر فرض ہے کہ بلا تاخیر توبہ کرے اور دوبارہ اپنے شوہر سے نکاح کرے۔ یہ نکاح بھی دو گواہوں کی موجودگی میں جدید مہر کے ساتھ ہونا ضروری ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کفر ہے

مسئولہ: محمد غلام غوث، مدرس مدرسہ رضویہ اشرفیہ معین العلوم، گورٹ بازار، بستی، یوپی،

مسئلہ عمرو نے کفری جملہ استعمال کیا، یعنی خداوند قدوس عزاسمہ تعالیٰ کی شان اقدس میں کہا کہ اللہ چودے **نعوذباللّٰہ من ذلک** اس کفری جملہ سے عمرو کا نکاح، اس کی بیوی ہندہ سے ٹوٹا یا نہیں؟ نیز اس کی بیعت برقرار رہی یا ختم ہوگئی؟

الجواب

جس نے اللہ عزوجل کو معاذ اللہ...... کہا وہ ضرور اسلام سے خارج ہوگیا، اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس کی بیعت ختم ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ خدا نہیں ہے، کفر ہے

مسئولہ: عبد الرحیم، اسٹار ٹیلر وے جی روڈ کوتما، ضلع شہڈول، ایم. پی ۴؍رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔

مولوی حنیف میاں اور مقصود عالم کہتے ہیں کہ خدا نہیں ہے۔ اگر خدا ہوتا تو بابری مسجد شہید نہ ہوتی، اور آج کل جو مسلمان نمازوں میں دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ مسجد کی حفاظت فرما اور مسلمانوں کی عزت بچا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ خدا ہے نہیں تو مسجد بچائے گا کون؟ اور مسلمانوں کی عزت کی حفاظت کون کرے گا جب جو عراق کے اوپر بمباری ہوئی تو غوث اعظم کیا کر لیے، ان کا جواب جلد عطا فرمائیں۔

نوٹ:- مولوی حنیف میاں اور مقصود عالم دونوں شادی شدہ ہیں۔

الجواب

جن لوگوں نے یہ بکا کہ خدا نہیں یہ دونوں اسلام سے خارج ہوکر کافر ومرتد ملحد بے دین ہوگئے۔ ان کی

---

[1] قرآن مجید، سورۃ البقرہ، آیت، ۲۰، پ:۱

بیبیاں نکاحوں سے نکل گئیں ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کریں اور یہ اقرار کریں کہ اللہ عزوجل موجود ہے۔کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں، بیویوں کو رکھنا چاہیں تو پھر سے نکاح کریں۔ اگر یہ لوگ یہ حکم شرعی مان جائیں تو فبہا ورنہ مسلمان ان دونوں سے مکمل بائیکاٹ کرلیں، سلام کلام، میل جول بند کردیں۔ ان کی بیویاں ان سے علیحدہ ہوجائیں، ورنہ جتنی قربت ہوگی زنائے خالص ہوگی، جو اولاد ہوگی، اولاد زنا ہوگی، اگر یہ دونوں اسی حال پر مرجائیں تو مسلمان ان دونوں کے دفن کفن جنازہ میں ہرگز شامل نہ ہوں، بلکہ اگر وسعت ہو تو مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن بھی نہ ہونے دیں۔ واللہ اعلم۔

یہ کہنا کہ جب خودی مٹ گئی خدا ہو گیا

مسئولہ: محمد یونس، سرکانہی شریف، مظفر پور، ۱۴۱۷ھ

مسئلہ گر خودی مٹ گئی تو خدا ہو گیا، اس جملہ کو اکثر ایک صاحب دل اور پابند سنت ولی کہتے ہیں، کیا یہ کہنا صحیح ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جملہ کفر ہے کیا ان کا کہنا صحیح ہے، یا اس سنی آدمی کا کہنا صحیح ہے۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

یہ جملہ کہ خودی مٹ گئی تو خدا ہو گیا کلمہ کفر ہے۔ اس میں کھلا ہوا دعویٰ خدائی ہے۔ عالم گیری میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ میں خدا ہوں، یعنی خود آنے والا ہوں، کافر ہے: "ولو قال من خدایم علی وجه المزاح. یعنی خود آیم فقد کفر كذا في التاتار خانيه."[1] اور یہاں مزاح نہیں جد ہے۔ اگر یہ کلام واقعی مسلم الثبوت ولی کا ہے تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو کسی نے ان پر جھوٹ باندھا ہے، یا حالت سکر کا کلام ہے۔ اور اگر ان کی کسی تصنیف میں ہے تو الحاق کا بھی احتمال ہے، اتنا محقق ہے کہ یہ کلمہ کفر ضرور ہے اور عامی کا کلام ہے تو ضرور کافر ہے کسی ولی کا ہے تو یا تو ثبوت میں شبہہ ہے یا غلبۂ حال و سکر کا کلام ہے۔ اس لیے ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت منصور اور حضرت بایزید بسطامی وغیرہ کے کلام میں علما نے توجیہ فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے لیے دل آزاری کا استعمال

مسئولہ: فیضان المصطفیٰ، نیو کریم گنج، گیا، بہار، ۱۶ر ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتی صاحب مندرجہ ذیل سوالوں کے بارے میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

دار العلوم اہل سنت عین العلوم کے مفتی صاحب سے سوالات۔

حضرت امام حسین نے جب اذان دینے کے لیے حضرت بلال سے کہا تو حضرت بلال نے سوچا کہ اگر امام

[1] عالم گیری، احکام المرتدین، مایتعلق بذات اللہ تعالیٰ ص: ۲۶۲، ج:۲، رشیدیہ

حسین کی بات ٹالتا ہوں تو ان کی دل آزاری ہوگی، اور نواسۂ رسول کی دل آزاری سے رسول کی دل آزاری ہوگی اور رسول کی دل آزاری سے پروردگار عالم کی دل آزاری ہوگی۔ کیا پروردگار عالم کی دل آزاری کہنا درست ہے؟

الجواب

اولاً اس قصے کی جتنی بھی روایتیں ہیں ان میں کسی میں مذکورہ بالا تصریح نہیں کہ حضرت بلال نے سوچا، الیٰ آخرہ یہ مقرر صاحب نے خطابت میں زور پیدا کرنے کے لیے ایجاد کیا ہے۔ روایات میں یہ اضافہ سخت معیوب ہے۔ مقرر صاحب کو آئندہ اس کی قسم باتوں سے احتراز ضروری ہے۔ دل آزاری کے لغوی معنی میں دل دکھانا، اللہ عزوجل جسم وجسمانیات سے منزہ ہے، اس کے لیے جسمانی کوئی بھی عضو ثابت کرنا کفر ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف دل آزاری کی نسبت کرنے میں لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیے دل کا اثبات لازم آتا ہے۔ لیکن عرف عام میں اس کا معنی ایذا رسانی، ایذا پہنچانا آتا ہے۔ فیروز اللغات میں ہے:

دل آزاری، دل دکھانا، ظلم وستم، ایذا رسانی، اور یہ لفظ اب معنی عرفی ہی میں شائع ذائع ہے، سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ دل آزاری سے میری مراد اس کا عرفی معنی تھا یعنی دکھ پہنچانا، ایذا دینا ایسی صورت میں ان مقرر صاحب پر کفر عائد نہیں ہوگا۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ اس کا معنی مراد ظاہر ہے۔ درمختار میں ہے:

”وفی الدرر وغیرها إذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفر وواحد یمنعه فعلی المفتی المیل لما یمنعه ثم لو نیته ذالک فمسلم وإلالم ینفعه حمل المفتی علیٰ خلافه۔“[1]

لیکن دل آزاری کا لفظ لغوی معنی کے اعتبار سے کفر ہے تو یہ لفظ معنی سوء کا کم از کم ایہام ضرور رکھتا ہے، اس لیے اس کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف حرام ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ **المعتمد المستند** میں فرماتے ہیں: ”**ومع ذالک فالایهام کاف فی المنع والتحریم.**“[2] اس لیے ان مقرر صاحب پر اس لفظ سے رجوع اور توبہ لازم ہے۔ مقرر صاحب ضد نہ کریں توبہ کرلیں، توبہ کرنا کوئی عیب نہیں کمال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کفر وشرک کے سوا ہر گناہ بخشنے والا ہے

مسئولہ: محمد زین العابدین، معتمد کمیٹی، تنظیم اہل سنت وجماعت، رام گنڈم کالونی، ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

مسئلہ ایک عالم دین بروز جمعہ دوران تقریر یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ گار وبدکار سیاہ کار بڑے سے بڑے گنہگار کو بخشنے والا ہے حتی کہ اپنی حقیقی ماں سے زنا کرنے والے کو بخش دے گا۔ کیا اس طرح کہنا درست ہے؟ اس بارے میں ہمیں تشویش ہے، تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

[1] در مختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ص:۳۶۸، ج:٦، دارالکتب العلمية

[2] المعتمد المستند، ص:١٤٦، مطبوعه رضا اکیڈمی، ممبئی

الجواب

قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرِكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ.''[1] اللہ عزوجل شرک (کفر) کو نہیں بخشے گا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے، ماں کے ساتھ زنا بہت بڑا گناہ اور انتہائی بے حیائی گھنونا ہے مگر کفر نہیں اس لیے اس ارشاد کے عموم میں یہ بھی داخل ہے۔ لیکن ایسی باتیں بیان کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔ خصوصاً مجمع میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کو ہری اوم کہنا کیسا ہے؟
گنپتی کے تیوہار میں چندہ دینا کیسا ہے؟

مسئولہ: پٹیل شبیر علی رضوی، مقام و پوسٹ دیادرہ، ضلع بھروچ، گجرات، ۵/ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ ❶ ایک آدمی ہندوؤں کا مشہور نعرہ ''ہری اوم'' کئی بار جان بوجھ کر بولا۔ جب دریافت کیا گیا کہ یہ کافروں کا کلام آپ کیوں بولے تو بتایا کہ اللہ کا ایک نام ہے۔ اللہ کے ناموں کا کوئی شمار نہیں ہے، اس میں کا یہ ایک نام ہے اور اس شخص کو لوگ عالم اور سید جانتے ہیں، اور بہ ظاہر ایک ذمہ دار آدمی ہے، تو ایسا بولنا اور اس کا یہ خلاصہ کرنا کیسا ہے؟ کیا ایسا بھی کوئی نام کوئی روایت میں موجود ہے، بولنے والے پر کیا حکم عائد ہوگا؟ اس کو تحریر فرمادیں۔

❷ ایک ہندوؤں کی بستی میں مسلمان کی دکان ہے اور پورا ہندو قوم کا علاقہ ہے۔ ہندوؤں کے گنپتی کے تیوہار میں وہ لوگ اپنے دھرم کی بیدھی میں کاروائی میں استعمال کرنے کو دکانوں سے چندہ کرتے ہیں اب اگر ان کو نہ دیں تو خطرہ ہے کہ فساد کے موقعہ میں دکان کو تباہ کردیں یعنی وہ لوگ نظر میں رکھ لیں اور فساد کے زمانے میں جان مال کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے، وہ مسلم دوکان دار نے پانچ روپئے مجبوراً ان لوگوں کو دیئے تو یہ فعل کیسا ہے؟ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب

❶ ''ہری اوم''، سنسکرت کا لفظ ہے سنسکرت میں اس کے کیا معنی مجھے معلوم نہیں مگر اتنی بات طے ہے کہ یہ کلمہ مسلمانوں میں رائج نہیں بلکہ ہندوؤں کے علاوہ کسی قوم میں مستعمل نہیں صرف ہندو اس کو استعمال کرتے ہیں۔ حتی کہ اگر دیوار کے پیچھے کوئی ہری اوم کہے تو سننے والا یہی سمجھے گا کہ یہ کوئی ہندو ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو یہ لفظ استعمال کرنا کم از کم حرام و گناہ ضرور ہے، اگرچہ واقع میں ہری اوم کا معنی ایسے ہوں جس کا اطلاق باری عز اسمہ پر درست ہو کیوں کہ اس نعرہ کے لگانے میں تشبہ بالہنود ضرور ہے، اور حدیث میں فرمایا گیا: ''من تشبه بقوم فهو

[1] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت ۴۸، پارہ ۵

منهم.‘‘(۱) اس شخص پر تو یہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ ایسی صورت میں جب کہ چندہ نہ دینے میں اپنی جان یا مال کا خطرہ ہو دفع شر کی نیت سے چندہ دیدے تو اس پر کوئی گناہ نہیں شریعت کا مشہور قاعدہ ہے: ’’دفع المضرة اهم من جلب المنافع.‘‘ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ کے وجود کا انکار کفر ہے، نماز و روزے کی فرضیت کا انکار کفر ہے
کفریہ عقائد پر مطلع ہو کر مرید ہونا کفر ہے
یہ کہنا کفر ہے کہ پہلے پیر کے حکم کو مانیں گے بعد میں قرآن و حدیث کا

مسئولہ: انیس احمد، دلی نگر چریا کوٹ، مئو، یوپی، معرفت حضرت نعمانی صاحب ۴؍ صفر ۱۴۲۱ھ

مسئلہ زید اپنے آپ کو پیر کہتا ہے اور کچھ لوگ اس کے مرید بھی ہیں، لیکن پیر کا حال یہ ہے کہ نماز کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ نماز کا اصل معنی ہے: ’’نہ ماج‘‘ یعنی اپنی پیشانی نہ ماجو، اور فرض تو اللہ کے لیے ادا کر لیے اور سنت رسول اللہ کے لیے، تو تو اپنے لیے کیا کیا، اس لیے اپنی نماز پڑھو، اس کا طریقہ یہ بتایا کہ نیت کی میں نے نماز کی حضرت محمد طاہر کے اللہ اکبر، واضح ہو کہ ’’محمد طاہر‘‘ پیر کے ایک مرید کا نام ہے۔ پیر صاحب نے اپنی نماز پڑھنے کا طریقہ اپنے مرید کو بتایا ہے اور اپنے آپ کو غوث و خواجہ سے بڑا بتاتا ہے کہ میں ان لوگوں سے بڑا ہوں۔

اس پیر سے جب پوچھا گیا کہ اللہ موجود ہے یا نہیں؟ تو اس نے کہا کہ اللہ لاموجود ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ بھی نہیں رکھتا، خود بھی دن کے اوقات میں کھانا بنا کر کھاتا ہے، اور مرید کو بھی اسی کی تعلیم دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ بھوکا رہنے سے کیا فائدہ جب کہ کھانے کا انتظام ہے۔ بھوکا تو وہ شخص رہے جس کے پاس کھانے کے لیے نہ ہو۔

قربانی کے متعلق لوگوں کو تعلیم دیتا ہے کہ لوگ قربانیاں کرتے ہیں، اور جانور کو ذبح کرتے ہیں تو کوئی اپنے ہاتھ کاٹے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے تو جانور کو تکلیف دینے سے کیا فائدہ؟ اس پیر کے ایک مرید مقبول احمد ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ بتاؤ کہ قرآن کو مانتے ہو؟ حدیث کو مانتے ہو؟ تو پہلے جو پیر کہے گا اس کو مانو گے۔ یا قرآن وحدیث کے حکم کو مانو گے، تو مرید برجستہ جواب دیتا ہے کہ پہلے اپنے پیر کے حکم کو مانیں گے۔ بعد میں قرآن وحدیث کو تو ایسے پیر و مرید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

یہ پیر جس کا ذکر سوال میں ہے، مسلمان نہیں بدترین کافر و مرتد ہے اس پیر نے نماز کی اور روزے کی

[۱] مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۷۵، کتاب اللباس، مطبع مجلس برکات، اشرفیہ

فرضیت سے انکار نہ صرف انکار بلکہ دونوں کا مذاق اڑایا اس کی جراءت یہاں تک بڑھی کہ اللہ کے وجود کا انکار کیا اور نماز کی نیت میں جہاں اللہ کے واسطے کہا جاتا ہے وہاں طاہر کا نام بڑھایا۔ اس پیر سے مرید ہونا حرام بلکہ اس کے کفریہ عقائد پر مطلع ہوکر مرید ہونا کفر۔ جو مرید ہو چکے ہیں ان پر فرض ہے کہ اس کی بیعت فسخ کریں۔ مرید ہونا تو دور کی بات ہے، اس سے میل جول، سلام کلام حرام اور اگر یہ مر جائے تو اس کے کفن دفن میں شریک ہونا حرام۔ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو کفن دفن کرنا حرام۔ یہ مکار پیر غوث وخواجہ سے افضل کیا ہوگا، ان حضرات کے غلام ادنیٰ مسلمان کی جوتیوں کی خاک کے برابر نہیں، ایسوں کے بارے میں فرمایا گیا: ”اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ .“[۱] یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گم راہ۔

جس نے یہ کہا پہلے اپنے پیر کے حکم کو مانیں گے، بعد میں قرآن وحدیث کو، یہ بھی اسلام سے خارج ہو کر کافر ومرتد ہو گیا۔ اس بدتمیز نے ایک جاہل کافر، کافر گر، مرتد، مرتد گر پیر کے حکم کو قرآن وحدیث کے حکم پر مقدم رکھا، یہ کفر صریح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[۲]

پیر کو خدا کہنا کفر صریح ہے، اپنے کو لا مذہب کہنے والا کافر ہے
حضرت آسی علیہ الرحمہ کے شعر کی توجیہہ

مسئولہ: لائق علی خان، بستی گنج، عابد منزل، بی. یو. ایم. ایس. ۲۶/ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں ایک خانقاہ ہے، جس میں عرس کی تقریب میں ایک محفل سماع ہوئی۔ اسی محفل میں ایک قوال نے یہ مصرع کہا۔ ع

ہوش کی باتیں ہیں ورنہ تو ہی ہے صنم تو ہی خدا ہے

اسی خانقاہ کی قبر کے اوپر چادر پر یہ مصرع۔ ”کیا پوچھتے ہو پیر کا دم کیا ہے یہی صنم ہے یہی خدا ہے“ یہی ہے دارالحرم کا رستہ“ اس کے آگے کیا ہے مجھے پتہ نہیں ہے۔ لکھا تھا ان اشعار کی تائید وآفریں صاحب سجادہ کرتے ہیں، ایسے مذکورہ شعر کی بابت ایک عالم صاحب سے پوچھا گیا تو انھوں نے اثنائے گفتگو میں کچھ اہم باتیں بسلسلہ جواب ارشاد فرمائیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مذکورہ شعر طریقت کا ہے، لہٰذا اس میں جائز ہے، اس قسم کے اشعار علمائے اہل سنت اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ہیں۔ مثال میں آسی علیہ الرحمہ کا یہ شعر ؎

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ الاعراف، آیت: ۱۷۹، پارہ: ۹

[۲] یہ فتویٰ حضور شارح بخاری نے وصال سے ایک روز قبل تحریر فرمایا ہے، محمد نسیم مصباحی

وہی جو مستویِ عرش تھا خدا ہو کر — اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ بن کر

مولانا موصوف نے کہا مذکورہ اشعار پر اعتراض ہے تو حضرت آسی علیہ الرحمہ کے اس شعر پر کیا کہیں گے۔ بار ہا استفسار پر اعلیٰ حضرت کا کوئی شعر پیش نہ کر سکے۔

❷ مولانا موصوف سے کہا گیا کہ دار الافتا سے فتویٰ منگایا جائے گا، تو مولانا موصوف نے کہا کہ ہم کسی دار الافتا کے فتویٰ کو نہیں مانیں گے، ہم اپنے پیر کے مذہب پر ہیں۔

❸ مذکورہ شعر کے بارے میں مولانا موصوف نے عاجز آ کر کہا کہ جو ہمارے پیر کا مذہب ہے وہی ہمارا مذہب ہے، پیر کا مذہب پوچھا گیا تو بتایا کہ ہمارے پیر لا مذہب اور ہم بھی لا مذہب۔ بار ہا اس کا اعادہ کیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولانا موصوف نے امر مذکور کی تائید کی، ان کے بارے میں حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں

الجواب

❶ اپنے پیر یا کسی مخلوق کو خدا کہنا کفر صریح ہے۔ قوال اور سجادہ نشین اور جس جس نے اسے پسند کیا، اس پر راضی ہوئے، سب کے سب اسلام سے خارج کافر مرتد ہو گئے۔ ان سب پر فرض ہے کہ توبہ کریں، تجدیدِ ایمان کریں اور بیوی والے ہوں تو تجدیدِ نکاح بھی کریں۔ یہی حکم ان مولوی صاحب کا ہے جنھوں نے یہ کہا کہ یہ طریقت میں جائز ہے۔ طریقت خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، خدا بننے یا بنانے کا نہیں۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر افترا کیا کہ اس قسم کے اشعار اعلیٰ حضرت کے بھی ہیں۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ جامع شریعت وطریقت بزرگ ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا قلم، قدم، زبان سب پابند شریعت ہے، اس سے بھی ان مولوی صاحب پر توبہ فرض ہے۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ کے اس شعر کو اس کفری کلمہ سے کیا لگاؤ۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ کا مذکورہ بالا شعر ایک حدیث کا ترجمہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**یا جابر انّ اللّٰہ قد خلق نور نبیک من نورہ.**"[1] اے جابر اللہ عزوجل نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ مولوی صاحب نے حضرت آسی کے شعر کو غلط پڑھا۔ صحیح یہ ہے۔

وہی جو مستویِ عرش ہے خدا ہو کر — اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

مطلب یہ ہوا کہ جو نورِ خدا اب بھی مستویِ عرش ہے، اسی نور سے ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہوئی ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے کو لا مذہب کہا، اس سے بھی ان پر توبہ وتجدیدِ ایمان وتجدید نکاح لازم۔ عالم گیری میں ہے: "**من قال انا ملحدٌ یکفر .**"[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ پہلے یہ فتویٰ مولوی صاحب اور سجادہ نشین صاحب کو دکھایا جائے، ان کو سمجھایا جائے ان کے شبہات دور

[1] المواهب اللدنیه للقسطلانی، ج:۱، ص:۵۵، شرح المواهب للزرقانی، ج:۱، ص:۵۵

[2] فتاویٰ عالمگیری، ج:۲، ص:۲۷۹، باب احکام المرتدین

کیسے جائیں، مان جائیں تو بہتر ہے اور مجھے امید ہے کہ دونوں مان جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک کفری شعر کے متعلق سوال، اللہ عزوجل وحدہٗ لاشریک ہے اس کے مثل کوئی شے نہیں، اس کی جملہ صفات واجب قدیم غیر مخلوق ہے، حضرت جبریل عارف باللہ بھی ہیں عارف بالرسول بھی، یہ کہنا کیسا ہے کہ جبریل حیرت میں تھے کہ مصطفیٰ کون ہے اور خدا کون ہے؟

مسئولہ: احسان احمد، کٹرہ، مبارک پور، اعظم گڑھ - ۱۴ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین کہ مندرجہ ذیل اشعار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ایک ہی نور تھا ہر طرف جلوہ گر — عرش اعظم سے تا سدرۃ المنتہیٰ
محوِ حیرت ہیں جبریل معراج میں — مصطفیٰ کون ہے اور خدا کون ہے
آئیں اہلِ شریعت بتائیں مجھے — ابتدا کون ہے، انتہا کون ہے

الجواب

یہ شعر صریح کفر وشرک ہے، اس کا قائل بلاشبہہ کافر ومرتد۔ اس کے قائل پر فرض ہے کہ توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اگر اس بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو تجدیدِ ایمان و نکاح کرے۔ مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ ہے، اپنی ذات میں اپنی صفات میں بھی، اس کے مثل کوئی شے نہیں۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ [1] قرآن مجید کا ارشاد ہے وہ نور ضرور ہے لیکن ایسا نور ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس کی جملہ صفات واجب قدیم غیر مخلوق ہیں، وہ سب کا خالق ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب، اس کے رسول، ساری مخلوقات سے افضل ہیں اور اللہ کے بندے ہیں، مخلوق ہیں۔ حادث، ممکن ہیں اس لیے یہ کہنا کہ ؎

محوِ حیرت ہیں جبریل معراج میں — مصطفیٰ کون ہے اور خدا کون ہے

بلاشبہہ کفر صریح ہے۔ جبریل امین تو عارف باللہ بھی ہیں اور عارف بالرسول بھی، انھیں کیا اشتباہ ہوسکتا ہے، کسی دین دار کو بھی اشتباہ نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱] سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۱، پارہ: ۲۵

یہ کہنا کہ اللہ سے کم نہیں عز وشان دیں کے سلطان کا، کفر ہے، ''اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے'' کفری شعر ہے

مسئولہ: محمد اعجاز، مقام و پوسٹ بیگم پور، ضلع سمستی پور، بہار-۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین سوال ذیل کے بارے میں:

① حضور غوثِ اعظم رضی اللہ کی شان میں ؎

بنا دیتا ہے سلطاں آپ سا جس پر عنایت ہو — خدا سے کم نہیں عز وجلال اُس دیں کے سلطاں کا

یہ شعر کس کا ہے، اور کہنا جائز ہے یا نہیں اور اس کے معنی کیا ہیں؟

② حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ؎

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے — جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

یہ شعر کس کا ہے، اور کہنا جائز ہے یا نہیں اور اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟

الجواب

① دوسرا مصرع کفر صریح ہے۔ اس شعر کا کہنے والا، اسے صحیح اعتقاد کرنے والا، اسلام سے خارج کافر مرتد ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو امتی ہیں کوئی نبی حتی کہ سید الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اللہ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ جو شخص کسی نبی، ولی، کسی بھی مخلوق کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے یا کہے کہ اس کی عزت وشان اسکا مرتبہ اللہ عزوجل سے کم نہیں، وہ بلا شبہہ کافر مرتد ہے۔ اللہ عزوجل کی عظمت وشان کے آگے سارے جہاں کی وہ حیثیت بھی نہیں جو پانی کی ایک بوند کو ساتوں سمندر کے مقابلے میں ہے کہ یہ حیثیت متناہی کی متناہی کے مقابلے میں ہے اور ساری مخلوقات متناہی ہیں اور اللہ عزوجل کی ذات وصفات غیر متناہی۔ اس قائل کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کرے، توبہ کے بعد پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، اور اگر اس بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو نئے مہر کے ساتھ جدید نکاح کرے۔ مجھے نہیں معلوم یہ شعر کس مرتد کا ہے۔ ویسے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل نے انبیاے کرام اور اولیاے عظام کو عالم میں تصرف کی قوت عطا فرمائی ہے۔ اولیاے کرام میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خصوصیت میں بھی ممتاز ہیں۔ یقیناً ان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ ایک ادنیٰ شخص کو سلطان بنا دیں۔ ارشاد فرمایا: ''بلاد اللّٰه ملكي تحت حكمي.'' ''اللہ عزوجل کے سارے شہر میری ملک اور میرے تحت حکم میں ہیں، مگر اس سے اللہ عزوجل کے ساتھ برابری نہیں لازم آتی۔ اللہ عزوجل کی ملک ذاتی قدیم واجب اور انبیاے کرام کی ملک عطائی، ممکن، حادث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس شعر کے بارے میں بھی مجھے نہیں معلوم کہ کس کا ہے۔ یہ شعر بھی کفر صریح ہے۔ اس کا قائل اور اسے صحیح سمجھنے والا اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو اور اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو تجدیدِ نکاح کرے۔ اللہ عزوجل کے قبضۂ قدرت میں سارا عالم ہے، سب کچھ ہے، اسی کی دین سے انبیاے کرام اور اولیاے کرام کو ملا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ ''اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے'' کفر صریح ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا انکار کفر صریح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چند فلمی اشعار کے بارے میں سوال، یہ کہنا کہ ''خدا بھی نہ جانے'' یا ''خدا سوچتا ہوگا'' یا اللہ تعالیٰ کو ظالم کہنا یا یہ کہنا کہ قدرت نے فرصت سے بنایا ہے کفر ہے

مسئولہ: محمد شوکت، کٹرہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، معرفت حافظ احمد رضا بن حضرت مولانا غلام حسین صاحب۔

۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ کچھ نوجوان مسلم مندرجہ ذیل اشعار بہت شوق سے گاتے ہیں۔ اب یہ نہیں معلوم کہ ان اشعار کے مفہوم کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں یا یوں ہی صرف زبان پر لاتے ہیں۔ بہر حال شریعتِ طاہرہ کی روشنی میں ان پر کیا احکام لاگو ہوں گے۔ وہ اشعار یہ ہیں

(۱) حسینوں کو آتے ہیں کیا کیا بہانے ---- خدا بھی نہ جانے تو ہم کیسے جانیں

(۲) خدا بھی جب زمیں پر آسماں سے دیکھتا ہوگا ---- مرے محبوب کو کس نے بنایا، سوچتا ہوگا

(۳) رب نے بھی مجھ پہ کیا ستم کیا ہے ---- سارے جہاں کا غم مجھے دے دیا ہے

(۴) پھولوں سا چہرا ترا کلیوں سی مسکان ہے
رنگ تیرا دیکھ کر روپ تیرا دیکھ کر قدرت بھی حیران ہے

(۵) کتنا حسین چہرا، کتنی پیاری آنکھیں ---- کتنی پیاری آنکھیں ہیں، آنکھوں سے چھلکتا پیار
قدرت نے بنایا ہوگا فرصت سے تجھے مرے یار

(۶) او مرے ربا ربا، اے ربا یہ کیا غضب کیا ---- جس کو بنانا تھا لڑکی اُسے لڑکا بنا دیا

(۷) اب آگے جو بھی ہو انجام دیکھا جائے گا ---- خدا تراش لیا اور بندگی کر لی

نیز کیا اِن گانوں کو کیسٹوں کے ذریعہ سننا بھی گناہ ہے؟

الجواب

جتنے اشعار سوال میں درج کیے گئے ہیں سب میں کوئی نہ کوئی کفر صریح ہے جو لوگ ان اشعار کو پڑھتے ہیں وہ سب کے سب اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گئے، ان کے تمام نیک اعمال اکارت ہو گئے، ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں، ان سب پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر ان اشعار میں جو کفریات ہیں ان سے توبہ کریں، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہوں، اپنی بیویوں کو رکھنا منظور ہو تو ان سے دوبارہ نئے مہر کے ساتھ نکاح کریں۔ ایسی کیسٹیں جن میں ایسے کفری اشعار ہوں، ان کو بجانا حرام سخت حرام منجر الی الکفر ہے اوران کیسٹوں کو سننا بھی حرام بلکہ ایسی کیسٹوں کو ضائع کر دینا فرض۔ اگر معاذ اللہ ایسے کفری اشعار کی کیسٹوں کو پسندیدہ اور اچھی سمجھ کر لگایا، یا کسی نے ان اشعار کو سن کر پسند کر لیا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ رضا بالکفر، کفر ہے۔ ارشاد ہے: ”اِنَّكُمۡ اِذًا مِّثۡلُهُمۡ.“[1]

اب اشعار مذکورہ بالا کے کفریات شمار کریں۔ یہ کہنا کہ ”خدا بھی نہ جانے“ کفر ہے، یہ کہنا کہ ”اللہ تعالیٰ سوچتا ہوگا کہ میرے محبوب کو کس نے بنایا“ اس میں تین کفر ہیں۔ اول یہ کہ اس جاہل کے محبوب کو اللہ نے نہیں بنایا، دوسرے کسی نے بنایا اسے معلوم نہیں، تیسرے یہ کہ سوچتا ہوگا۔ نیز پہلے مصرعہ میں بھی کفر ہے کہ ”جب دیکھتا ہوگا“ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زمین ہمیشہ اس کی قوت بصر کے احاطہ میں نہیں، بلکہ جب زمین پر دیکھے تو زمین کے احوال اسے معلوم ہو جائیں۔ اس میں ایک کفر تو یہ ہے کہ لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل کا بصیر ہونا اس کی صفت قدیم نہیں، حادث ہے، دوسرے یہ کہ زمین کی اشیا اور ان کے احوال کا ہمیشہ علم نہیں رکھتا۔ یہ کہنا کہ ”رب نے مجھ پر ستم کیا“ اللہ عزوجل کو ظالم بنانا ہے، جو صریح کفر ہے۔ یہ کہنا کہ ”قدرت بھی حیران ہے“ کفر ہے۔ یہ کہنا کہ ”قدرت نے تجھے فرصت سے بنایا ہوگا“ کفر ہے۔ یہ کہنا کہ ”جسے لڑکی بنانا تھا لڑکا بنا دیا“ یہ اللہ عزوجل پر اعتراض ہونے کی وجہ سے کفر ہے، پھر اس کو غضب کہنا دوسرا کفر۔ ”خدا تراش لیا اور بندگی کر لی“ میں دو کفر ہے، مخلوق کو خدا کہنا، پھر اس کی بندگی کرنا۔ اس قسم کے کفریہ اور بے ہودے اشعار اگر کوئی گائے، پڑھے تو بہر حال کافر اگر چہ وہ یہ کہے کہ میرا یہ اعتقاد نہیں، کفر بکنے کے بعد یہ بہانہ کام نہیں دے گا۔ اسی لیے ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ وہ علم دین حاصل کرے، کفر و اسلام کو پہچانے ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ اہل سنت سے واقفیت رکھے تا کہ ایسی غلطی نہ ہونے پائے کہ آدمی کا ایمان ہی جاتا رہے اور اشعار کے سلسلے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ”وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ. اَلَمۡ تَرَ اَنَّهُمۡ فِىۡ كُلِّ وَادٍ يَّهِيۡمُوۡنَ. وَاَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ مَالَا يَفۡعَلُوۡنَ.“[2] اور شاعروں کی پیروی گم راہ کرتے ہیں، کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں

[1] پارہ:٤، آیت:١٤٠، سورۃ النساء، پ:٥

[2] سورۃ الشعراء، آیت:٢٢٤ تا ٢٢٦، پ:١٩

سرگرداں پھرتے ہیں اوروہ کہتے ہیں جونہیں کرتے۔

جولوگ دین سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اگر شاعروں کے کلاموں کو پڑھیں گے توان پر واضح ہوجائے گا کہ اللہ عزوجل نے جوکچھ فرمایا ہے وہ حق ہے، اس لیے کسی بھی شاعر کے شعر کو پسند کرنے سے پہلے اس پر کافی غور و خوض کرلینا چاہیے اور ذرا بھی شک ہوتو علما سے دریافت کرلینا چاہیے۔ خصوصیت سے کیسٹ میں بھرے ہوئے گانے بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اوپر والا جانے کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ بات کرتے وقت خصوصاً ہندوؤں سے بات کرتے وقت یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اوپر والا جانے یہ جملہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

اوپر والا سے ان لوگوں کی مراد اللہ عزوجل ہے اس میں کفر کا شائبہ ہے اوپر والا کہنے کے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اوپر رہتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کا اثبات ہے اور اللہ عزوجل کے لیے مکان ثابت کرنا کفر نیز اس کا بھی شائبہ ہے کہ اوپر والا ہے نیچے والا نہیں ایسے کلمات کا بولنا شرعاً ممنوع ہے حدیقہ ندیہ میں ہے اگر کسی نے کہا: ''نہ مکانی زتو خالی نہ تو در ہیچ مکانی ''[1] تو وہ کافر ہوجائے گا اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کیا، اگرچہ صحیح یہی ہے کہ کافر نہ ہوگا جیسا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے اس کے حاشیے میں تحریر فرمایا ہے بہرحال ایسے کلمات کے بولنے سے بچنا لازم ہے جس میں کفر کا پہلو ہو اس لیے مسلمان ہرگز نہ کہیں کہ اوپر والا جانے یا نیلی چھتری والا جانے یہ سب ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے کہا جاتا ہے یہ نیت اور بری ہے مسلمان یقین رکھیں کہ ہندو مسلمان سے کبھی خوش نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ''**لا یرقبون فی مؤمن اِلًّا وَّلا ذِمّةً**۔'' (پ:۱۰، سورہ توبہ، آیت:۸۰) کفار مومنین کے بارے میں دوستی اور عہد کا کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔ اور فرماتا ہے: **قد بدت البَغْضَآءُ من افواھھم واما تخفی صدورھم اَکْبَرُ**. (پ:۴، سورہ آلِ عمران، آیت:۱۱۸) عداوت اور انھیں کے مونہوں سے ظاہر ہوچکی اور جو ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اور بڑی ہے۔ مسلمانوں کا حافظہ بہت کمزور ہے جب انگریز تھے تو یہاں کے ہندو لیڈروں نے مسلمانوں سے کتنے لمبے چوڑے وعدے کیے تھے اور انگریزوں کے جاتے ہی کس بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا ان کو خانماں برباد کردیا ان پر عافیت تنگ کردی یہ کس مسلمان کو معلوم نہیں پھر ان کو خوش کرنے کے لیے ایسی باتیں کرنی جن کی شرعاً اجازت نہیں کون سی عقل مندی ہے مسلمانوں کو لازم ہے کہ بات چیت کرتے وقت انتہائی

[1] حدیقه ندیه شرح طریقه محمدیه، ج: اول، ص:۲۰۵

جرأت کے ساتھ صاف صاف کہیں اللہ عزوجل چاہے گا تو یہ کام ہوگا، اللہ تعالیٰ جانے، اس میں انشاء اللہ تعالیٰ برکت بھی ہوگی برکت دینے والا اور کام بنانے والا اللہ عزوجل ہے نہ کہ ہندو آفیسر و مہاجن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ فیض الرسول کے ایک جواب کے متعلق استفتا

مسئولہ: مولانا شعیب عالم، مدرسہ مدینۃ العلوم تلیان، ضلع چورو، راجستھان۔ یکم ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے کہ خدا کو اوپر والا بولنا کفر ہے، تو یہ عرض ہے کہ ہمارے راجستھان میں عام طور پر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے، چاہے جاہل ہو یا کچھ پڑھا لکھا اگر کفر کا فتویٰ ہے تو ہمارے یہاں کے اکثر لوگ ایمان سے خارج ہوجائیں گے۔ کیوں کہ اوپر والا بول کر استعلاء تو کوئی مراد نہیں لیتا کیوں کہ جاہل لوگ جانتے نہیں کہ اوپر والا بولنے سے کیا خرابی ہے؟ اور استعلاء کسے کہتے ہیں؟ کیا کوئی جاہلہ عورت بول دے تو کافر ہوجائے گی، اور نکاح فاسد ہوجائے گا۔ اکثر لوگ اس مرض کے شکار ہیں اگر فساد نکاح کا حکم لگایا جائے تو کس کس کا نکاح پڑھوایا جائے گا؟ جب تو ہر گھر میں تجدید نکاح کرنا ہوگا اور کیا اوپر والے کا سہارا اور اوپر اللہ کا سہارا ان دو جملوں میں کچھ فرق بھی ہے یا دونوں ہم معنی ہیں؟ اور کیا دونوں میں کفر لازم آتا ہے جب کہ اکثر لوگ استعمال کرتے ہیں۔ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

اس قسم کی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ آپ نے فتاویٰ فیض الرسول سے صرف آدھا جواب نقل کیا ہے اور اس پر شق در شق سوالات کی لائن لگا دی ہے۔ خیریت یہ ہے کہ فتاویٰ فیض الرسول یہاں موجود ہے ورنہ آپ کو جواب بھی نہ ملتا ابتداً ہم حیرت میں پڑ گئے کہ حضرت مفتی جلال الدین امجدی جیسا نکتہ رس محتاط مفتی ایسا ناقص جواب کیسے لکھے گا۔ فتاویٰ فیض الرسول میں اس مسئلے کے اخیر میں ہے ''لیکن اگر کوئی شخص یہ جملہ بلندی اور برتری کے معنی میں استعمال کرے تو قائل پر حکم کفر نہ کریں گے۔ مگر اس قول کو برا ہی کہیں گے اور قائل کو اس سے روکیں گے'' عوام اللہ عزوجل کو جو اوپر والا بولتے ہیں ان کی مراد یہ ہرگز نہیں ہوتی کہ اللہ عزوجل اوپر کے احاطہ میں محدود ہے، ان کی مراد یہی ہوتی ہے کہ جو سب سے برتر و بالا ہے سب سے اوپر ہے اس کا حکم سب پر نافذ ہے اس لیے وہ کافر نہیں اور اگر معاذ اللہ بقول آپ کے کسی قائل کی وہی مراد ہو کہ اوپر کی جہت میں محدود ہے تو وہ بلاشبہہ کافر ہے۔ کوئی کلمۂ کفر بکنے کا مدار اس بنا پر نہیں ہوسکتا کہ وہ جاہل ہے وہ نہیں جانتا، جانتا ہو یا نہ جانتا ہو جو بھی کلمۂ کفر بکے گا وہ کافر ہے۔ جب کہ وہ کلمہ کفر کے معنی میں متعین ہو ورنہ مدار نیت پر ہوگا۔ مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے اور ان کے کلام کو اچھے محمل پر محمول کرنا لازم۔ درمختار میں ہے: ''لا یفتیٰ بکفر مسلم امکن

حمل كلامه على محمل حسن."[1] جب اس جملے کی ایک تاویل ظاہر ہے تو کہنے والوں کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ البتہ ان کو روکا جائے گا، سمجھایا جائے گا، اس لیے کہ اس جملے کا بولنا بہر حال ناجائز ہے، شامی میں ہے:"**ايهام المعنىٰ المحال كاف للمنع.**"[2] اس لیے جو لوگ یہ جملہ بولیں ان سے توبہ کرایا جائے اور ان کو سختی سے روکا جائے اصل بات یہ ہے کہ دنیا دار عام ہندؤں کو خوش کرنے کے لیے ان کی بولی بولنے لگے ہیں، اوپر والا، نیلی چھتری والا یہ ہندؤں کی بولی ہے۔ جاہل گنوار ان کو خوش کرنے کے لیے خود بھی بولنے لگے ہیں۔ حالاں کہ ان کی کوئی ضرورت نہیں، مسلمان اللہ عزوجل، خدائے تعالیٰ کہیں انھیں کون روکتا ہے اور اس سے ان کا کون سا کام بگڑتا ہے۔ علما اس کے مکلّف نہیں کہ عوام کی جہالتوں کی تصحیح کریں۔ بلکہ یہ سمّ قاتل ہے کبھی اس تصحیح میں عالم بننے والوں کا ایمان بھی رخصت ہوسکتا ہے۔ علما کا فرض ہے کہ عوام کی اصلاح کریں، غلط قول وفعل سے انھیں روکیں نہ کہ الٹے ان کی حمایت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ خدائے تعالیٰ بات کرنے کے لیے بیٹھا ہوا ہے کفر ہے؟

مسئولہ: مولانا شعیب عالم، مدرسہ مدینۃ العلوم، تلیان، ضلع چورو، راجستھان۔ یکم ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ زید کی بیوی زینب نے ایک دن زید سے کہا کہ میری شادی قریب ہوتی، آپ کے ہاتھ دور میں ہوگئی، خدائے تعالیٰ نے میری یہ بات نہیں سنی اور مجھ کو دور میں پھینک دیا اس پر زید نے کہا ایسے کلمات نہیں بولنا چاہیے توبہ کرو اور کلمہ پڑھو۔ پھر دوسرے دن زید اور زینب میں بات ہو رہی تھی زید بولا تیری شادی میرے ساتھ نہ ہوتی تو تجھ سے میری طرح کون بات کرتا۔ فوراً بولی خدائے تعالیٰ بیٹھا ہوا ہے بات کرنے کے لیے پھر زید نے توبہ کرایا اور کلمہ پڑھایا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان جملوں کا استعمال کیسا ہے؟ کیسا اس میں کوئی جملہ کلمۂ کفر کا بھی ہے۔ تحریر کر دیں کہ وہ کون سا جملہ ہے، کلمۂ کفر سے نکاح فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح فاسد ہو جائے تو شوہر کیا کرے کیا کلمہ کفر کے بعد فوراً توبہ کرا کے کلمہ پڑھا لے جب بھی نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور کیا تجدید نکاح کے لیے کوئی وقت مقرر ہے جس کے اندر تجدید نکاح ضروری ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

زینب کا پہلا جملہ صحیح ہے۔ ماں باپ سے دوری پر حسرت کے اظہار کے لیے وہ کہا ہے ہاں دوسرا جملہ ظاہر معنی کے اعتبار سے کفر ہے جس کی وجہ سے زینب پر توبہ تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے: درر، غرر وغیرہ میں

---

[1] در مختار، ج:٦، ص:٣٦٧، كتاب الجهاد/ باب المرتد۔

[2] رد المحتار، ج:٩، ص:٥٦٧، كتاب الخطر والاباحت/ باب الاستبراء۔

ہے: ”وما فيه خلاف يؤمر بالتوبة والاستغفار وتجديد النكاح.“[1] توبہ اور تجدید ایمان تو فوراً بلا تاخیر کر دینی چاہیے، یہ پتہ نہیں کہ کب موت آجائے۔ معاذ اللہ بغیر توبہ و تجدید ایمان مر گئی تو کیا ہوگا، تجدید نکاح کی کوئی میعاد مقرر نہیں، البتہ تجدید نکاح کے بغیر شوہر اپنی بیوی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے؟ رام و رحیم کو ایک کہنا مسجد و مندر کو خدا کا گھر کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: عبد اللہ خان پٹھان، محمد بخش پوسٹ سمدڑی، ضلع باڑمیر، راجستھان - ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ایک شخص ہے جو کہتا ہے کہ اے مسلمانوں سنو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ”**كما قال الله تعالىٰ في شان حبيبه.**“ اس جملے کو اللہ تعالیٰ کا فرمان بتانا قرآن مجید میں کہاں سے ثابت ہے اور اس جملے کو قرآن کا جملہ بتانے والے پر شرع کا کیا حکم ہے اور یہی شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، رام و رحیم ایک ہے؟ مسجد مندر خدا کا گھر ہے۔ امر حال یہ ہے کہ یہ مسلمان رہا؟ کیا اس کا نکاح درست رہا؟

الجواب

اس کا پہلے والا جملہ یعنی ”اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے: ”**كما قال الله تعالىٰ في شان حبيبه.**“ یہ اس کی جہالت ہے البتہ اس نے جو یہ بکا ”اللہ جھوٹ بول سکتا ہے، رام رحیم ایک ہے۔ مسجد مندر خدا کا گھر ہے۔ ان جملوں کی وجہ سے یہ شخص کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، رام رحیم ایک نہیں ہو سکتے۔ رام اجودھیا کے راجہ ایک انسان کا نام تھا جو مخلوق ہے۔ اللہ عزوجل خالق ہے دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں مسجد خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہے۔ مندر بتوں کی پوجا کے لیے ہے۔ دونوں کو ایک کہنا سراسر کفر ہے اس پر فرض ہے کہ ان کلمات کفریہ سے توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، بیوی رکھنا چاہتا ہے تو اس سے جدید نکاح کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں، مر جائے تو مسلمان اس کے غسل و کفن دفن جنازے میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] در محتار، ج:٦، ص:٣٩٠، كتاب الجهاد/ باب المرتد، مكتبه زكريا۔

دو خدا کا اعتقاد شرک ہے، ایک شعر کے متعلق سوال

مسئولہ: مولوی محمد رفیق عالم مدرس مدرسہ فیض الغربا، آرا بھوجپور، بہار

مسئلہ حافظ محمد علی حسن وارثی نے ''نصرت کعبہ'' کے نام سے ایک کتاب نکالی ہے جس میں انھوں نے یہ بیان کیا ہے۔(۱)ایک میدان محشر کا خدا ہے۔(۲)اور ایک تمام عالم کا خدا ہے۔میدان محشر کا خدا بے مثل نہیں، تمام عالم کا بے مثل ہے۔تمام عالم کا خدا بے نیاز ہے۔میدان محشر کا خدا بے نیاز نہیں۔

صورت انسان میں آکر خود دکھاتا ہے جمال ۔۔۔ رکھ لیا نامِ محمد کہ رسوائی نہ ہو

(بحوالۂ دیوانِ اکبر)

الجواب

یہ کہنا کہ خدا دو ہے۔صریح کلمۂ شرک اور قرآن مجید کا رد ہے۔[1] یہ کہنا کہ میدان محشر کا خدا بے مثل نہیں، یہ بھی قرآن مجید کا انکار ہے اور کلمۂ کفر ہے۔یوں ہی یہ کہنا کہ میدان محشر کا خدا بے نیاز نہیں کفر صریح اور قرآن مجید کا انکار ہے۔[2] ارشاد ہے:

''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ.''[3] ۔۔۔ فرمادو اللہ ایک ہے، بے نیاز ہے۔

اور فرمایا:

''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ.''[4] ۔۔۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔

یہ شعر جو نقل کیا وہ بھی صریح کفر ہے اس لیے کہ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت میں انسانوں کو جمال دکھانے کے لیے آیا ہے۔یہ دو کفروں کا مجموعہ ہے۔ایک یہ کہ اللہ عزوجل نے انسانوں کی صورت اختیار فرمائی یہ عقلاً ونقلاً محال اور کفر، جس کی کوئی صورت ہو وہ متناہی ہوتا ہے۔اللہ عزوجل غیر متناہی بالفعل ہے۔صورت شی کو محیط ہوتی ہے۔اللہ عزوجل سب شئ کو محیط ہے اسے کوئی شئ محیط نہیں ہوسکتی۔قرآن مجید میں ہے:

''وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْئٍ مُّحِيْطًا.''[5] ۔۔۔ اللہ ہر چیز کو محیط ہے۔

---

[1] درمختار، ج:۲، ص:۳۰۰

[2] شامی، ج:۲، ص:۳۰۱، باب الامامة

[3] قرآن مجید، سورۃ الاخلاص، آیت: ۲، پ:۳۰

[4] قرآن مجید، سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۱، پ:۲۵

[5] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت: ۱۲۶، پ:۵

اور جب اللہ ہر شئ کو محیط ہے تو اسے کوئی شئ محیط نہیں ہو سکتی، اور اگر یہ مراد ہو کہ اللہ عزوجل نے صورت محمدی میں حلول کیا تو یہ بھی کفر کہ وہی متناہی ہونا ذات باری تعالیٰ کا لازم آئے گا۔ اور یہ کفر، دوسرا کفر یہ کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا ہیں، یہ شرک صریح۔ ان کفریات کی وجہ سے اس کتاب کا مصنف کافر مرتد اسلام سے خارج ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مُوسَل کو خدا کہنا کفر

مسئولہ: ....

مسئلہ جو رسوم از راہ ٹوٹکہ برتی جاتی ہیں مثلاً بیاہ شادی میں مندھا گاڑنا، کنگنا باندھنا، چھپر کی اولٹی (پانی گرنے کی جگہ) آگ پانی داب دینا کہ آندھی مینہ نہ آئے۔ یا مثلاً ولادت کے بعد زچہ کی چارپائی کے پایوں کے نیچے پرانی جوتی داب دینا، چارپائی کے نیچے بندر کھڑ یالٹکانا، موسل (جس سے دھان وغیرہ جھڑتے ہیں) کے گلے کنگنا باندھ کر سر پر ایک کالا کپڑا ڈال کر چارپائی کے سرہانے رکھ کر عورت کا اس ''موسل'' سے گڑگڑانا تمھیں خدا ہو، تمھیں بچہ کو بچاتے ہو، بچہ کی حفاظت کرنا وغیرہ ان کا کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب

موسل کو خدا کہنا کفر ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ افعال لغو اور بے ہودہ مسلمانوں کو ان سے بچنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ خدا و رسول کی اطاعت سے کوئی فائدہ نہیں؟ مرتد کے احکام

مسئولہ: مستان محمد روزہ دین میاں، مقام و پوسٹ سکلوری، کوپا گنج، (یو. پی.)۔ ۲۹ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ بعد خیریت کے واضح ہو کہ ایک شخص مسلمان گھرانے میں پیدا ہو کر مسلم خواتین سے شادی بیاہ کرنے کے بعد بھی تمام مندرجہ ذیل شرعی احکام سے انحراف کرتا ہے۔ اس لیے اپنے فتویٰ سے مطلع کریں تا کہ اس پر شرعی پابندی عائد کی جائے وہ مندرجہ ذیل احکام یہ ہیں۔ (۱) قرآن تو ایک تاریخی کتاب ہے۔ (۲) روزہ نماز اور کلمہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ (۳) زکوۃ خیرات کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ (۴) خدا اور رسول کو کوئی دیکھا نہیں ہے اس لیے ان کی پیروی کرنے سے کیا فائدہ؟ (۵) قبر کے عذاب اور آخرت کے اجر سے ڈر کس بات کا، جب کہ جو بھی گیا وہاں سے کوئی خبر نہ لایا۔ گویا کہ تمام باتوں سے انحراف کرنے کی وجہ کو مسئلہ کی رو سے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ جوابی کارڈ ارسال خدمت ہے اس لیے جواب جلد دینے کی زحمت گوارہ کریں گے؟

الجواب

یہ شخص مسلمان نہیں کافر ومرتد ہے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی یہ کفر یہ کلمات بکنے کے بعد اس نے اپنی بیوی سے جتنی صحبت کی زنا خالص ہوئی اور جو اولاد ہوئی ہوگی وہ اولاد زنا ہوئی۔ آئندہ جو بھی صحبت کرے گا زنائے خالص ہوگی اور جو اولاد ہوگی اولاد زنا ہوگی۔ اس کی عورت پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس سے الگ ہو جائے پہلے اس شخص کو سمجھایا جائے اگر سمجھانے سے توبہ وتجدید نکاح کرے تو بہتر ہے ورنہ اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیا جائے، بیمار پڑ جائے تو اسے دیکھنے نہ جائیں مر جائے تو نہ اسے غسل دیں نہ کفن نہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ مردار کی طرح کسی گڈھے میں پھینک دیں، اس کی نجس لاش بغیر تختہ وغیرہ دیئے مٹی سے ڈھانک دیں تاکہ اس کی بدبو سے اذیت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ نماز روزے میں کیا رکھا ہے؟ یا ''اللہ تعالیٰ کرسی سے ہٹ گیا'' یا ''اللہ کی جگہ کرسی پر کوئی دوسرا بیٹھا ہے'' کفر ہے۔

مسئولہ: عبداللہ خاں پٹھان، محمد بخش، پوسٹ سمدڑی، ضلع باڑمیر راجستھان - ۲۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ جو آدمی عام اعلان کرے کہ روزے میں کیا رکھا ہے۔ نماز میں کیا رکھا ہے؟ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کرسی سے ہٹ گیا وہاں پر کوئی دوسرا بیٹھا ہوا ہے۔ ایسے گستاخ کے لیے شرع کا کیا حکم ہے کیا اس کا نکاح رہا یا نہیں کیا وہ مسلمان رہا اور ایسے شخص کا ساتھ دینے والے کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ شخص کافر ومرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ نماز، روزہ میں کیا رکھا ہے۔ یہ دونوں دو مستقل کفر ہیں۔ اللہ کرسی سے ہٹ گیا ہے یہ الگ کفر ہے۔ اس کی جگہ دوسرا کرسی پر بیٹھا ہے یہ الگ کفر۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر ان تمام کفریات سے توبہ کرے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی رکھنا چاہے تو اس سے جدید نکاح کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں ایسوں کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا:

''فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم.''[1] | نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو۔

اسی حال میں مر جائے تو کوئی مسلمان اس کے غسل وکفن دفن جنازے میں شریک نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] المستدرك للحاكم، ج:۳، ص: ۶۳۲۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ''مزاج'' کا استعمال کیسا ہے؟

مسئولہ: سید احمد شاہ بخاری قادری گلشن محمدی ٹرسٹ ساکھیاری تعلقہ بھچاؤ ضلع کچھ-۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ایک مولانا صاحب تقریر کر رہے تھے دورانِ تقریر کہا کہ شیطان نے جب خدا کا مزاج پہچان لیا تو ہمارا مزاج بھی آسانی کے ساتھ پہچان سکتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مزاج اس کا ہوتا ہے جس کا جسم ہو، اور خدا جسم سے پاک ہے تو مولانا کا یہ لفظ عندالشرع کیسا ہے؟ ازراہِ کرم اس سوال کا کتبِ معتبرہ سے جواب عنایت فرما کر ہمارے اس مسئلے پر جو فتنہ چل رہا ہے اس کا حل فرمائیں۔ خداے کریم آپ کو اجر عظیم عطا کرے اور جواب باصواب جلد عنایت فرمائیں۔

الجواب

اللہ عزوجل کے لیے مزاج کا اطلاق کسی طرح جائز نہیں۔ اس پر آپ کا یہ اعتراض بالکل صحیح ہے کہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ہو، نیز لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ چند چیزوں سے مرکب ہو۔ پھر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کیفیت سے متصف ہو اس لیے کہ مزاج کے معنی ہیں کہ چند چیزوں کے ملانے کے بعد مخلوط کی جو نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے مزاج کہا جاتا ہے۔ مثلاً فلاں کا مزاج گرم ہے، فلاں کا مزاج ٹھنڈا ہے۔ غیاث اللغات میں ہے:

''مزاج'' بکسر آمیزش واصطلاح اطباء کیفیت کہ از آمیختن چیز ہا بہم رسد مثلاً رنگ سرخ کہ از آمیختنِ برگ تنبول وکتھہ وچونا پیدا شود وسرشت وطبیعت انسان را بہمیں سبب مزاج گویند کہ کیفیتے از امتزاج عناصر اربع بہم می رسد۔''

لیکن چوں کہ اس کے معنی عادت وخصلت کے بھی ہیں۔ شیخ سعدی نے فرمایا کہ ''مزاج تو از حالِ طفلی نہ گشت'' فیروز اللغات میں ہے: ''مزاج، عادت، خصلت، طبیعت، خاصیت، خاصہ، جوہر، حقیقت، تکبر، ناز، نخرہ۔'' اس لیے قائل کی تکفیر درست نہیں کہ ہوسکتا ہے اس کی مراد عادت ہو اور قرینہ سے یہی ظاہر ہے لیکن چوں کہ یہ لفظ معنی سوء کا ایہام رکھتا ہے۔ اس لیے اس کا اطلاق باری تعالیٰ پر جائز نہیں۔ شامی میں ہے:

''مجرد ایهام معنی السوء کاف للمنع.''[1]

مگر قائل پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] شامی، ج:۹، ص:۵۶۷، کتاب الحظر والاباحة تحت فصل فی البیع، دارالکتب العلمیہ۔

یہ کہنا کہ اگر خدا بھی آئے تو فیصلہ نہ ہو سکے گا

مسئولہ: محمد جنید احمد قادری، خادم مدرسہ رضویہ غوث الوریٰ موضع منجھیاواں پوسٹ عثمان پور، ضلع بارہ بنکی (یو. پی.)-۱۴ر ستمبر ۱۹۹۸ء دوشنبہ مبارکہ/ ۱۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید نے گاؤں یا گھر یا کسی جگہ لڑائی جھگڑے دیکھ کر حد سے زیادہ پریشان ہو کر یہ کہا یا دھوکہ، یا غلطی یا بھولے سے یہ کہا: ''اور مدرسوں، علما و ماسٹران کے درمیان لڑائی ہوتی ہے تو ان میں صلح ہو جاتی ہے لیکن یہاں کا معاملہ اتنا سخت ہے کہ خدا بھی آئے تو وہ فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ زید شادی شدہ نیز مرید بھی ہے۔ دریافت امر یہ ہے کہ شریعت کے اعتبار سے خط کشیدہ الفاظ کے کہنے میں کوئی حرج ہے کہ نہیں، نیز جس مجلس میں یہ الفاظ کہے گئے، اس جگہ کے مرد و عورتوں پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ دراں حالے کہ لوگ سننے کے باوجود خاموش رہے ہوں۔ مع دلیل و تفصیل عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ بینوا و توجروا۔ فقط۔ والسلام علیکم۔

الجواب

جس نے یہ بکا ''اگر خدا بھی آئے تو فیصلہ نہ ہو سکے گا۔'' اس پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ اللہ عزو جل احکم الحاکمین ہے، قادر و مقتدر ہے اور جملہ مذکورہ اللہ عزو جل کی ان صفات کا بظاہر انکار ہے، لیکن اس جملہ کی تاویل ہو سکتی ہے، قائل کی مراد فیصلہ سے باہمی تصفیہ ہے، لوگوں کی عداوت کا دور ہونا، مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ ایسے ضدی ہیں کہ خدا کے حکم کو بھی نہیں مانیں گے، اپنی ضد پر اڑے رہیں گے۔ مگر چوں کہ ظاہر معنی کفر ہے، اس لیے قائل پر توبہ و تجدیدِ ایمان و نکاح لازم ہے۔ درر و غرر وغیرہ میں ہے:

''وما فيه خلاف يومر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح.''[1] واللہ تعالیٰ اعلم.

یہ کہنا کہ ہم لوگ اللہ کے وجود میں گھسے ہیں، کفر ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ کی صورت آگ کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رحمت کے دریا میں غوطہ لگانے والا کہنا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے منصور کو انا الحق کہنے کا حکم دیا تھا؟

مسئولہ: محمد عبد الرحمٰن رضوی، حضرت خواجہ بابا دربار، مقام و پوسٹ ڈنڈیہا، ضلع پرولیا، مغربی بنگال

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ زید مندرجہ ذیل جملوں کا قائل ہے:

(۱) ہم لوگ تمام سب اللہ تعالیٰ کے وجود میں گھسے ہوئے ہیں۔

[1] در مختار، ج:۶،ص:۳۹۰، کتاب الجهاد باب المرتد، دار الكتب العلمية.

❷ اللہ تعالیٰ کی صورت آگ کی طرح ہے۔ قرآن میں آیا ہے: "اللّٰہ نور السمٰوٰت الخ." (پ:۱۸، رکوع:۱۱) دلیل میں پیش کرتے ہیں۔

❸ اللہ تعالیٰ کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ السلام علیکم اے اللہ۔

❹ کہتے ہیں کہ حضرت منصور انا الحق کہتے تھے۔ جب لوگوں نے ان سے کہا آپ ایسا کیوں کہتے ہیں تو حضرت منصور نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے خود حکم دیتا ہے کہ تم ایسا کہو۔

❺ اے اللہ تعالیٰ رحمت کے دریا میں غوطہ لگانے والے آپ ہیں۔

الجواب

زید کے جو اقوال سوال میں مذکور ہیں ان میں تین قول بلا شبہہ کفر خالص ہیں۔ پہلا یہ کہ ہم لوگ تمام سب اللہ تعالیٰ کے وجود میں گھسے ہوئے ہیں۔ اس قول کی بنا پر لازم کہ معاذ اللہ معاذ اللہ اللہ عزوجل جوف دار، کھوکھلا ہے، جس میں کوئی گھس سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صمد ہونے کا انکار ہے۔ یا اللہ عزوجل پانی اور ہوا کی طرح ایسا نرم و نازک ہے کہ جو چاہے اس کو چیر پھاڑ کر اس میں اپنی جگہ بنا لے۔ یہ بھی صریح کفر خالص ہے۔ دوسرا جملہ یہ ہے: "اللہ تعالیٰ کی صورت آگ کی طرح ہے۔ قرآن میں ہے: اللّٰہ نور السمٰوٰت." یہ جملہ تین تین کفر کا مجموعہ ہے۔ اللہ عزوجل کے لیے صورت مانی، پھر اس کی صورت کو آگ کی طرح بتایا، یہ قرآن کا انکار لیس کمثلہ شي. پھر اسے اللّٰہ نور السمٰوٰت. کا معنی بتایا، یہ قرآن کریم کی تحریف معنوی ہوئی۔ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں نور معنی میں منیر کے ہیں یعنی اللہ عزوجل آسمان وزمین کو روشن کرنے والا ہے۔ تیسرا یہ جملہ: اے اللہ تعالیٰ رحمت کے دریا میں غوطہ لگانے والے آپ ہیں۔" اللہ تعالیٰ غوطہ لگانے سے پاک ہے۔ غوطہ لگانے والا غوطے لگانے کے بعد پانی سے گھر جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کا وجود غیر متناہی، اسے کوئی چیز محیط نہیں ہو سکتی۔ زید اپنے ان اقوال کی وجہ سے کافر ومرتد، اسلام سے خارج ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ زید پر فرض ہے کہ ان اقوال کفریہ سے توبہ کرے اور تجدید ایمان ونکاح کرے اور یہ کہنا منع ہے کہ السلام علیکم اے اللہ تعالیٰ۔ حدیث میں فرمایا گیا: "لا تقولوا السلام علی اللّٰہ فان اللّٰہ هو السلام." (۱)

یوں ہی اس نے جو یہ کہا کہ حضرت منصور نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے خود حکم دیتا ہے کہ ایسا کہو، یہ کہیں ثابت نہیں، یہ حضرت حسین بن منصور پر افترا ہے، بلکہ وہاں معاملہ یہ تھا کہ جیسے کوہِ طور پر جب ایک درخت پر تجلی ربانی کا ورود ہوا تو اس درخت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا: "اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ." (۲)

اسی طرح حضرت حسین بن منصور پر جب تجلی ربانی کا ورود ہوا تو ان کے وجود سے یہ کلام سنائی

---

[۱] مسند احمد بن حنبل، ج:۱، ص:۴۳۱

[۲] قرآن مجید، پ:۲۰، سورة القصص، آیت:۳۰

دیا: ''انا الحق''۔ حضرت حسین بن منصور بمنزلہ شجر طور تھے۔ نہ انھوں نے انا الحق فرمایا اور نہ انھیں حکم ہوا۔ بلکہ جیسے شجر طور سے حالاں کہ اس میں کلام کی استطاعت نہیں، یہ کلام سنائی دیا: انی انا اللّٰہ. یہ کلام اس درخت کا نہیں تھا بلکہ اللہ عز وجل کا ہی کلام تھا اور اللہ عز وجل ہی متکلم۔ اسی طرح حضرت حسین بن منصور سے جو سنا گیا انا الحق، یہ حضرت حسین بن منصور کا کلام نہ تھا اور نہ وہ اس وقت متکلم تھے اور نہ اس حالت میں انھیں تکلم کی قوت تھی۔ یہ کلام بھی اللہ عز وجل ہی کا تھا، اور وہی متکلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی تصغیر کا کیا حکم ہے؟ امانت کے روپے خرچ کرنے کا حکم۔

مسئولہ: اے. ایس. علیمی غفرلہ، تبغیہ ہیلتھ سینٹر، مالی پور، مظفر پور، بہار-۹ر ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ ❶ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلۂ ذیل میں کہ زید جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا تھا۔ بارش ہو رہی تھی، اس کے ہمراہ ایک صاحب اور تھے۔ زید نے کہا ''اے اللہ وا پانی بند کرو۔'' (روکو) کیا زید پر شریعت اسلامیہ کی جانب سے کوئی مواخذہ بھی ہوگا۔ آیا اگر وہ شادی شدہ ہے تو کیا حکم ہے؟

❷ خالد نے عمرو کو پندرہ روپے دیتے ہوئے کہا کہ یہ امانت ہے، اسے اپنے پاس رکھیں، کیا عمر اس روپے کو خرچ کر کے دوسرا روپیہ واپس کر سکتا ہے یا بعینہٖ وہی روپیہ واپس کرنا ہوگا۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

❶ اللہ عز وجل کو ''اللہ وا'' کہہ کر زید کافر و مرتد اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس کی زوجہ نکاح سے نکل گئی۔ زید پر فرض ہے کہ توبہ کرے، تجدیدِ ایمان کرے اور تجدیدِ نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ امانت بعینہٖ وہی روپیہ ہے جو خالد نے عمرو کو دیا تھا۔ اسے اپنے مصرف میں خرچ کرنا ضرور بالضرور خیانت ہے۔ خیانت کا وبال کو پر رہے گا اگر چہ بعد میں وہ روپیہ اپنے پاس سے ادا کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خدا کو گالی دینے والے سے میل جول رکھنے والوں پر توبہ لازم ہے۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی خدا کو گالی دیا اور اس وقت کچھ آدمی موجود تھے یعنی برادر تھے۔ یہ لوگ دعوت یا آپس کا جھگڑا سمجھنے کے غرض سے گئے تھے، بات بات میں کچھ بات بڑھ گئی، اس دوران وہ آدمی خدا کو گالی دیا جو برادر وہاں موجود تھے ان کے سامنے گالی دیا، سب لوگ سنے اور لوگوں نے کہا خدا کو گالی آپ دے رہے ہیں تو گنہگار ہو رہے ہیں۔ اس آدمی کو گنہگار سمجھتے ہوئے بھی لوگوں نے اس کے گھر کھانا کھایا اور کچھ روز تک گالی سننے والوں نے اس بات کو چھپائے رکھا۔ جس نے کہا کہ خدا کو گالی دینا گناہ ہے

ان کے لڑکے کی شادی کی بات چیت گالی دینے والے کے رشتہ داری میں ہوئی تھی، کچھ آپس میں تفرقہ پڑ جانے سے شادی کی بات چیت ختم ہوگئی، شادی نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے کے باپ نے موقع دیکھ کر گالی دینے والے پر فتویٰ منگایا اور اس وقت منگایا جب کہ کچھ عرصہ گزر گیا، کہا جاتا ہے کہ چار ماہ کے بعد فتویٰ منگایا گیا اس فتویٰ کے مطابق گالی دینے والے کو توبہ کرنے کی خبر دیا کہ آپ جو خدا کو گالی دیتے ہیں اس پر کفارہ یعنی یہ سزا ہے گالی دینے والے کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنی پوری برادری کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور جو فتوے کے مطابق تھا اس کو کیا۔ علماے دین کے لکھنے کے مطابق اس نے کان پکڑ کر اٹھا بیٹھا اور توبہ کیا اور دوبارہ کلمہ پڑھ کر پھر مسلمان ہوا اور پھر سے نکاح پڑھوایا۔ چوں کہ یہ سزا پورے پنچان کے سامنے ہوئی گالی دینے والا تھا اس کو معلوم نہ تھا کہ اس لفظ کی سزا ہوگی مگر گالی سننے والے سمجھ دار تھے خدا و رسول کے قانون سے واقف تھے کہ خدا کو گالی دینے والا بہت بڑا گنہگار ہوتا ہے یہ سب جانتے ہوئے بھی اس کے گھر کھانا کھانا اور چار ماہ تک اس بات کو یعنی عیب کو چھپائے رکھنا، بعد میں ظاہر کرنا شرعی رو سے جائز ہے یا ناجائز؟ کھانا کھانے والوں اور اتنا بڑا عیب چھپانے والوں کے ساتھ برادری کا کیا سلوک ہونا چاہیے؟ اور جب کہ یہ لوگ جان کر ایسا کام کیے آپ علماے دین اس فتویٰ پر غور کریں اور شرعی رو سے بتائیں اور پوری تفصیل کے ساتھ لکھیں تاکہ ہر آدمی سمجھ سکے اور پڑھ سکے۔

الجواب

جن لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ اس نے معاذ اللہ خدا کو گالی دیا ہے اس کے باوجود ان لوگوں کا اس سے میل جول رکھنا اور کھانا پینا رکھنا ضرور ناجائز و گناہ ہے ان سب پر توبہ و استغفار لازم ہے، یہ لوگ توبہ نہ کریں تو ان سے بھی مسلمان میل جول ترک کر دیں قال اللہ تعالیٰ: "واما يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود مقاماتِ حال ہیں

مسئولہ: حضرت مولانا غلام آسی ابوالعلائی، رام پور

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین دریں باب ایک صوفی باصفا علامہ زماں غوث وقت حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا شاہ عبد العلیم آسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مبارک شعر ملاحظہ فرمائیے۔ اس کا معنی جو آپ کو ظاہر ہو بیان فرمائیے: "یہ وحدۃ الوجود ہے یا وحدۃ الشہود ہے؟"

اور بڑی مہربانی ہوگی اگر اختصار کے ساتھ ان دونوں مصلحات صوفیاے کرام کی وضاحت فرمادیں مزید بر آں استدلال کے ساتھ فسبحان اللہ وبحمدہ شعر یہ ہے:

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت: ۱۲۶، پ: ۵۔

عالم ایک آئینہ خانہ ہے ترے جلوے کا
ہم جدھر دیکھتے آخر تجھے دیکھا کرتے

الجواب

حضرت سراپا برکت الحاج مولانا غلام آسی صاحب مدظلہ العالی ''میں کیا جانوں راز کی بات؟

ماندایم کہ منزل گرآں یار کجا است　　　　این قدر راست کہ بانگ جرس می آید

الحمد للہ ہم مقلد ہیں غیر مقلد نہیں، شریعت میں فقہاے احناف کے اور طریقت میں اہل اللہ کے، اور تقلید کہتے ہیں۔

''تسلیم قول الغیر بلا دلیل'' سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر.

وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود مقامات حال ہیں جن کے بارے میں عارف باللہ سعدی شیرازی قدس سرہ فرما گئے ہیں: (۱)

کسے را دریں بزم ساغر دہند　　　　کہ داروے بے ہوشیش در دہند
یکے باز را دیدہ بَردوختہ است　　　　یکے دیدہا بازو پرسوختہ است
کسے رہ سوئے گنج قارون نَبُر　　　　وگر بردرہ باز بیرون نَبُرد

کارآں کہ خبر شد خبراش باز نیامد

ہم قادری رضوی ہیں ہمیں عراقی کی طرح بدنام ہونا پسند نہیں ہے چوں خود کردند راز خویش فاش، عراقی راچرا، بدنام کردند۔ ہمارے مرشد نے یہ بتایا ہے کہ اس میں غور وتامل یا موجب حیرت ہے، یا باعث ضلالت، اگر اس کی تھوڑی سی تفصیل کروں تو کچھ سمجھ میں نہ آئے بلکہ اوہام کثیرہ پیدا ہو جائیں۔ الملفوظ، حصہ اول، ص:۵۵، میں قال را بگزار مرد حال شو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے پر ہنود کا ایک مغالطہ اور شارح بخاری علیہ الرحمہ کا مسکت جواب

مسئولہ: محمد مہتاب، مقام گوسائیں پور، ضلع مغربی دیناج پور، بنگال، ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

مسئلہ واجب الوجود ہر جا موجود ہے اور تمام روئے زمین مسجد اور سجدہ کی جگہ ہے تو پھر مسجد بنانے کی کیا ضرورت؟ اگر بلاضرورت ہے تو مال واسباب کا خرچ فضول اور اسراف اور اگر باضرورت ہے تو عبادت نماز مساجد

---

[۱] بوستان، ب: اول، ص: ۱۴۱

کے اندر ہی محدود ہے تو تمام روئے زمین مسجد اور سجدہ کی جگہ ہے۔ یہ قول لغو اور عبث ہوگا اور ساتھ ساتھ مساجد وسیلہ ہے اور اس پر غیر مسلم کا قول وفعل سے اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی مورتی کو سامنے رکھ کر ایک ذات کی پوجا کرتے ہیں۔ ایک واحد شکتی کو یاد کرتے ہیں جیسا کہ آپ لوگ خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں گویا خانہ کعبہ کو سامنے رکھتے ہیں؟ مکمل جواب دیا جائے۔

الجواب

اللہ عزوجل کے لیے یہ کہنا کہ ہر جگہ موجود ہے کفر ہے، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے: اگر کسی نے یہ کہا: ”نہ مکانی ز تو خالی نہ تو در ہیچ مکانی فہٰذا کفر“۔ [1] اس لیے کہ جگہ اس کو کہتے ہیں جو کسی کو گھیرے ہوئے ہو اور اللہ عزوجل غیر متناہی بالفعل اسے کوئی چیز گھیر نہیں سکتی، اس کی کوئی حد ونہایت نہیں۔

قرآن مجید میں ہے: ”وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا۔“ [2]

آپ اس قول سے توبہ کیجیے، اور تجدید ایمان ونکاح بھی۔

حدیث: ”جعلت الارض لی مسجدًا“ میں مسجد لغوی معنی میں ہے یعنی پاک زمین پر نماز پڑھیں گے، نماز ہو جائے گی، ایسا نہیں جیسا پہلی امتوں میں تھا کہ صرف مسجد ہی میں نماز صحیح ہوتی تھی۔ مسجد کے باہر اگر کہیں پڑھتے تو نماز صحیح نہیں ہوتی تھی۔ مسجد بنانے کا حکم اس لیے ہے کہ ایک پاک صاف معین جگہ متعین ہو جائے جہاں دوسرے کام نہ ہوں تا کہ عبادت میں خشوع وخضوع ہو، نیز زمین کی پاکی کے سلسلے میں اطمینان ہو، اور ہندوؤں کا اعتراض لغو ہے۔ ہندو مورتی کو معبود اعتقاد کر کے اس کی پوجا کرتے ہیں، مسلمان کعبہ کو معبود نہیں جانتا نہ اس کی پرستش کرتا، معبود صرف اللہ عزوجل کو جانتا ہے۔ اسی کی عبادت کرتا ہے، چوں کہ اس نے کعبہ کی طرف منھ کر کے نماز کا حکم دیا ہے اس لیے کعبہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر کو خدا کہنا کفر ہے۔ پیر کی تصویر کو سلام کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد اسلام لکچرر ڈگری کالج، شہرت گڑھ، بستی، ۲۴؍ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ کچھ ایسے پیر اور مرید ہیں جو سال میں ایک بار عرس کرتے ہیں اور پیر صاحب مدعو کیے جاتے ہیں مزامیر کے ساتھ قوالی ہوتی ہے اتفاق سے ایک قوال نے پیر صاحب کی طرف اشارہ کر کے یہ شعر پڑھا:

---

[1] حدیقۃ ندیہ، ج: اول، ص: ۲۰۵

[2] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت: ۱۲۶، پ: ۵

اے پیر و مرشد تجھ کو خدا کہوں یا اس کو خدا کہوں
دونوں کی شکل ایک ہے کس کو خدا کہوں

اس شعر پر واہ واہ کی آواز گونجی اور پیر صاحب اور مرید جذبہ میں مست ہوئے کیا عندالشرع یہ قوالی مزامیر کے ساتھ جائز ہے، نیز اس شعر کے قائل وسامع یا جائزین پر کیا حکم ہے؟

(۲) انھیں پیر صاحب کی تصویر رکھنا اور سفر کے ارادہ سے نکلتے وقت تصویر کو سلام کرنا اگر بتی سلگانا جائز ہوگا۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب

(۱) مزامیر کے ساتھ قوالی سننا ہی حرام حدیث میں ہے کہ امرنی ربی بمحق المعازف فوائد الفوائد میں محبوب الٰہی سلطان المشائخ سے منقول ہے مزامیر حرام ہے پھر یہ صریح کفری شعر جس میں ایک نہیں دونوں کفر۔ خدا عزوجل کو خدا کہنے میں تردد یہ کفر ہے۔ اور پھر اپنے پیر فرتوت کو خدا کہنے کا رجحان یہ کفر اور کلمہ کفر یہ کہ اللہ عزوجل کے لیے شکل مانا، قوال و پیر اور وہ سب سننے والے جنھوں نے اس پر واہ واہ کیا مست ہوئے، جھومے یا اس کو پسند کیا سب کے سب کافر مرتد خارج از ایمان ہوگئے ان سب کی بیعت فسخ ہوگئی ان سب کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں ان سب پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کریں تجدید ایمان کریں، بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی۔ ان سب کی بیعت بھی ختم ہوگئی اور مرید ہونا چاہیں تو کسی جامع شرائط پیر سے بیعت کریں اور پیر صاحب تو کام سے گئے ان کی بیعت خلافت سب ختم ہوگئی ہاں اگر کسی مرشد جامع شرائط سے مرید ہوکر پھر خلافت حاصل کرے تو مرید کرسکتا ہے۔ اگر پیر مرید قوال اور اس کفری شعر کو سننے والے، سن کر پسند کرنے والے، توبہ وتجدیدِ ایمان اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح اور اگر نہ کریں تو ان سب سے میل جول، سلام کلام حرام گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر کی نہیں مٹی کی بھی تصویر رکھنا حرام ہے۔ اسے سلام کرنا اور حرام اس پر اگر بتی لگانا نیز حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عقائد متعلقہ نبوت

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک سے افضل ہیں؟

مسئولہ: سید عنایت حسین شاہ، ففتھ بٹالین پولیس کمپلیکس، چھنی ہمت، جموں کشمیر - ۲۵؍ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کا مرتبہ بڑا ہے یا قرآن پاک کا؟ بندۂ ناچیز نے چند دن قبل ایک محفل میں دو آدمیوں کو بحث کرتے ہوئے سنا مگر اپنی کم علمی کے باعث کچھ نہ کہہ سکا، آپ سے استدعا ہے کہ تفصیلاً اس مسئلہ پر تحریر فرما کر ممنونیت کا موقع بخشیں۔

الجواب

اصل مسئلہ سمجھنے کے لیے پہلے قرآن کے دو اطلاق کو ذہن نشین کر لیجیے۔ قرآن حقیقت میں اللہ عز و جل کا کلام اور اس کی صفت ہے جو واجب قدیم غیر مخلوق ہے۔ یہ قرآن کا حقیقی معنی ہے، لیکن ہمارے عرف میں قرآن اس مصحف یعنی کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں قرآن لکھا ہو، مثلاً بولتے ہیں، یہ قرآن مجید بہت خوب صورت لکھا ہوا ہے، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے۔ فلاں نے قرآن مجید مسجد پر وقف کیا، قرآن مجید کی سنہری جلد بندھوادو وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام محاورات میں قرآن سے مراد مصحف اور کتاب ہے اور یہ بلا شبہہ حادث اور مخلوق ہے۔ قرآن مجید بہ معنی اول یعنی اللہ عز و جل کی صفت قدیم تمام مخلوقات حتی کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہے، اس معنی کر کسی کو قرآن سے افضل بتانا کفر۔ لیکن بہ معنی مصحف مخلوق اور حادث ہے اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل ہونا بالکل واضح ہے کیوں کہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جد الممتار میں فرمایا:

”فان القرآن ان ارید بہ مصحف اعنی القرطاس والمداد فلا شک انہ حادث و کل حادث مخلوق و کل مخلوق فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل منہ و ان ارید بہ کلام اللہ تعالی الذی ھی صفتہ فلا شک ان صفاتہ تعالیٰ افضل من جمیع المخلوقات و کیف یساوی غیر ما لیس بغیرہ تعالیٰ.“[1]	قرآن سے مراد اگر مصحف ہو یعنی کاغذ اور روشنائی (کتاب) تو کوئی شک نہیں کہ وہ حادث ہے اور ہر حادث مخلوق ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے افضل ہیں۔ اور اگر قرآن سے مراد اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہو تو کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات تمام مخلوقات سے افضل ہیں اور جو غیر باری تعالیٰ ہے وہ اس کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جو اس کا غیر نہیں۔

اس لیے یہ کہنا کہ قرآن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں، ایک اعتبار سے کفر ہے، جب کہ قائل

[1] جد الممتار، جلد اول۔ ص: ۱۱۹

کی نیت قرآن سے قرآن کا حقیقی معنی ہو، یعنی اللہ کا کلام جو اس کی صفت ہے اور قرآن سے اس کا عرفی معنی مراد ہو یعنی مصحف اور کتاب تو درست ہے، بہر حال ایسے کلام سے بچنا ضروری ہے، جس کا ایک معنی کفر ہو اور جس سے عوام میں انتشار پیدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کیسا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطن میں خدا ہیں ظاہر میں رسول؟ منکر حدیث کا حکم، کیا نماز مغرب سے پہلے افطار کرنا غلط ہے؟

مسئولہ: محمد جہاں گیر، ڈمری، برار یہ، بیگو سرائے، بہار- ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید ڈمری، بیگو سرائے کی مسجد میں امام ہیں، وہ ہتھیا ڑہ شریف، کلکتہ کے ماننے والے ہیں اور ان کا عقیدہ ہم لوگوں سے بالکل بدلا ہوا ہے، مثلاً

(۱) زید کا عقیدہ یہ ہے کہ میں اُس حدیث کو مانوں گا جو بالکل قرآن سے ملتی جلتی ہو، اور جو بالکل ملتی جلتی نہیں وہ حدیث ہی نہیں۔

(۲) نیز زید کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ رمضان شریف کے مہینہ میں جو افطار کرتے ہیں، نماز مغرب کے بعد کرنی چاہیے اور زید بعد نماز مغرب فوراً افطار بھی کرتا ہے۔ نیز زید دلیل یہ دیتا ہے کہ ”ثم اتموا الصیام الی اللیل.“ پھر روزہ کو پورا کرو رات تک لہذا جب قرآن نے رات تک کا حکم دیا تو لوگ شام ہی میں افطار کرتے ہیں۔ لہذا قبل نماز مغرب افطار کرنا بالکل غلط ہے۔ نیز زید یہ بھی کہتا ہے کہ جو عالم قبل نماز مغرب افطار کرنے کو کہتے ہیں وہ عالم نہیں بلکہ وہ جاہل ہے۔

(۳) زید کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باطن میں خدا ہیں اور ظاہر میں رسول ہیں، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ”وجاء ربّک والملئکۃ صفًّا صفًّا.“ اور ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ اور آیا تیرا رب اور فرشتے صف بہ صف۔

(۴) زید کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کلمات اذان میں محمد کے دال پر پیش ہے، اور وہ دلیل دیتے ہیں کہ قرآن کے اندر محمد رسول اللہ ہے، یعنی محمد کے دال پر پیش ہے۔ لہذا اذان میں بھی محمد کے دال پر پیش ہوگا۔

(۵) زید کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نر جانور کی قربانی جائز ہے اور مادہ کی ناجائز دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اونٹ کی قربانی دیئے ہیں اونٹنی کی نہیں۔

نوٹ:- زید کا ان تمام مسئلوں پر عمل ہے اور وہ مسجد کے امام بھی ہیں۔ لہذا ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) تا (۵) زید کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، نہ اس کی نماز، نماز ہے اور نہ اس کے پیچھے کسی

کی نماز صحیح اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ یہ مسلمان نہیں کافر و مرتد ہے، اس لیے کہ اس نے یہ بکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باطن میں خدا ہیں، یہ جملہ صریح شرک ہے اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں: ”وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ.“[1]

نیز اس نے آیت کریمہ: ”وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلٰئِكَةُ صَفًّا صَفًّا.“ میں رَبُّكَ سے مراد اس جاہل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا ہے یہ قرآن مجید کی تحریف معنوی اور کفر ہے، اور اس آیت میں ”رَبُّكَ“ سے مراد باجماع علما، اللہ عزوجل کی ذات ہے۔ جب یہ شخص اسلام سے باہر اسلام سے خارج کافر و مرتد ہے تو پھر اس کی کیا شکایت ہے کہ جہالت وضلالت کے چھکے اڑا رہا ہے، اس کا یہ کہنا کہ ”میں اس حدیث کو مانوں گا جو بالکل قرآن سے ملتی جلتی ہو اور جو بالکل ملتی جلتی نہیں وہ حدیث ہی نہیں ہے۔“ یہ بدترین گمراہی کفر تک لے جانے والی ہے اس سے لازم کہ یہ شخص حدیثوں کا منکر ہے یہ شخص نماز پڑھتا ہے۔ اسے پکڑ کر پوچھیں جس طرح تو نماز پڑھتا ہے دکھاؤ قرآن میں کہاں ہے بالکل ملتی جلتی کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ بات قرآن کریم میں بھی صراحت کے ساتھ ہو، یہ مرجائے گا مگر قرآن سے اپنی نماز کو ثابت نہیں کر پائے گا۔ اسی طرح افطار کے بارے میں جو کچھ اس نے کہا سب اس کی جہالت ہے سورج ڈوبتے ہی رات شروع ہو جاتی ہے اور شام کا لفظ تو عام ہے۔ ہمارے عرف میں چوتھے پہر کے ابتدا ہی سے شام کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً بولتے ہیں چار بجے شام کو آؤں گا، پانچ بجے شام کو آؤں گا، بہر حال جب یہ شخص کفریہ عقیدے کی وجہ سے مسلمان ہی نہیں تو اس کی ضلالت وجہالت کی کیا گنتی مسلمان فوراً بلا تاخیر اس کو امامت سے معزول کر دیں صرف امامت سے معزول کرنے ہی پر اکتفا نہ کریں بلکہ اس سے میل جول، سلام کلام سب بند کر دیں، بدمذہبوں کے بارے میں حدیث میں ہے:

”فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم.“[2]	نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے آبا و اجداد مومن تھے یا موحّد، والدہ محترمہ کے لیے استغفار کرنے سے حضور کو کیوں منع کیا گیا تھا؟

مسئولہ: محمد ضامن علی قادری رضوی، مقام و پوسٹ چھپی پور، گورکھپور، یوپی - ۱۰ر ذی القعدہ ۱۴۰۷ھ

 کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل میں کہ سنن نسائی میں ص: ۲۸۶ پر

[1] قرآن شریف، پارہ: ۱، سورۃ البقرہ، آیت: ۱۶۳۔

[2] كنز العمال وتاريخ بغداد للخطيب ومستدرك للحاكم ومعجم الكبير.

باب زیارۃ قبرالمشرک میں جو حدیث نقل کی اس کا کیا مطلب ہے کیا معاذ اللہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشرکہ تھیں۔ اگر نہیں تھیں تو سنن نسائی کے مصنف اس حدیث کو اس باب کے تحت کیوں لائے، مذکورہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یا مدلس یا مرسل وضاحت کر دیجیے۔ وہ حدیث یہ ہے: "عن ابی هريرة قال زارَ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قبر امه فبكى وابكى من حوله وقال استأذنت ربى عزوجل فى ان استغفرلها فلم يؤذن. الخ."[1]

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباے کرام، امہات عظام سب کے سب مومن یا کم از کم موحد ناجی تھے یا ان میں کچھ کافر و مشرک بھی تھے اس بارے میں سلف سے لے کر خلف تک علما کے مابین اختلاف رہا، بہت سے حضرات اس کے قائل ہیں کہ ان میں کچھ مشرک و کافر بھی تھے جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اور حضرت عبد المطّلب بھی ہیں ان لوگوں کا استدلال سنن نسائی میں مذکورہ بالا حدیث اور اس قسم کی دوسری احادیث کے ظاہر الفاظ سے ہے۔ حضرت امام نسائی کا مسلک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مشرک و کافر تھے۔

دوسرے بہت سے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہم السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ و حضرت آمنہ تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباے کرام و امہات عظام مومن یا کم از کم موحد ناجی تھے۔ ان میں کوئی بھی کافر و مشرک نہیں تھا اور یہی صحیح ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان اور ادب کا تقاضا یہی ہے کہ اسی کو اختیار کیا جائے۔

اس موضوع پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ایک رسالہ بھی "شمول الاسلام لاصول الرسول الكرام" ہے۔[2] یہ حضرات حدیث مذکورہ کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ استغفار کی اجازت نہ ملنا اس بنا پر تھا کہ استغفار کرنے سے لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ کریمہ معاذ اللہ گنہگار تھیں۔ جب کہ ان کا وصال زمانۂ فترت میں ہوا ہے اس لیے استغفار کی اجازت نہیں دی گئی۔ استغفار کی اجازت نہ دینا اس بنا پر نہیں تھا کہ معاذ اللہ وہ مشرکہ تھیں اگر وہ مشرکہ ہوتیں تو قبر کی زیارت کی بھی اجازت نہ ہوتی، اس لیے کہ کسی کافر و مشرک کی قبر کی زیارت جائز نہیں۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر تشریف لے جا کر نہیں روتے اس لیے کہ کسی مشرک یا مشرکہ سے نبی تو نبی کسی مسلمان کا رشتہ باقی نہیں رہتا اور اس پر ترحم جائز نہیں۔ حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے لڑکے کے بارے میں جب یہ عرض کیا: "اِنَّ ابْنِیْ مِنْ

[1] سنن نسائی، ص:۲۸۶ زیارۃ قبر المشرک

[2] یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد یازدھم، ص:۱۵۴ تا ۱۷۱ میں شامل ھے۔ محمد نسیم

اَهْلِكَ.‘‘(۱) تو ارشاد ہوا: ’’انه ليس من اهلك.‘‘ ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی تھی اور بہ ظاہر پرورش بھی، مشرکین کے مقابلے میں حمایت بھی کی تھی، لیکن جب وہ مرے تو حضور نہ ان پر روئے اور نہ ان کی میت کو ہاتھ لگایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انھوں نے لے جا کر انھیں دفن کیا تو کیسے ممکن ہے کہ اگر بالفرض حضرت آمنہ مشرکہ ہوتیں تو ان کے قبر کی زیارت کرنے جاتے اور روتے۔ اس حدیث کی حیثیت کیا ہے میں اس وقت بتانے سے قاصر ہوں۔ ۲۷ر رجب کی شب میں مجھے چوٹ آگئی ڈیڑھ ماہ گورکھپور ایک ہسپتال میں رہا ۱۸ر شوال کو یہاں آیا ہوں اور کسی طرح لیٹے لیٹے بیٹھے بیٹھے مسائل لکھوا رہا ہوں تین ماہ کی ڈاک جمع ہے لوگوں کے تقاضے پر تقاضے آرہے ہیں ایسی صورت میں یہ تحقیق کرنی کہ یہ حدیث کس درجے کی ہے مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مسلمان موحد تھے

مسئولہ: محمد فضل الرحمٰن، دارالعلوم قلندریہ، ہاونگل شریف پوسٹ اراسیکرہ ہاسن، کرناٹک -۲۷ر شوال ۱۴۰۸ھ

مسئلہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کافر تھے یا مسلمان؟ اگر کسی نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہا تو کیا اس کو کافر کہا جائے گا؟

الجواب

صحیح اور راجح مذہب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی للہ عنہما مسلمان موحد اور ناجی تھے بلکہ حضور کے جملہ آباء وامہات حضرت عبداللہ وحضرت آمنہ سے لے کر حضرت آدم وحوا تک اہل اسلام وتوحید ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ’’اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ.‘‘(۲)

جو تمھیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا۔ نیز حدیث میں ہے کہ خدائے تعالیٰ نے نور اقدس کے متعلق فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ وارحام طاہرہ میں رکھوں گا، اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب وطاہر نہ فرمائے گا: ’’اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ‘‘(۳) جس سے معلوم ہوا کہ والدین کریمین بلکہ آباوامہات کافر ومشرک نہ تھے۔ بلکہ اہل اسلام واہل توحید سے تھے، جو انھیں کافر ومشرک جانے وہ خاطی ہے۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ایک رسالہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام ہے۔ اس کا آپ مطالعہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] قرآن مجید، پارہ ۱۲، آیت: ۴۵ سورۃ الھود

[۲] قرآن مجید، پارہ ۱۹، آیت: ۲۱۸، ۲۱۹، سورۃ الشعراء. [۳] قرآن مجید، پارہ ۱۰، آیت: ۲۸، سورۃ التوبۃ.

حضور کے والدین مومن درجۂ صحابیت پر فائز تھے

مسئولہ: عبدالوحید، گاندھی بازار، کرناٹک

مسئلہ ایک عالم کا کہنا ہے کہ حضور کے والدین کو جو معاذ اللہ کافر کہے تو اس کی تکفیر نہ ہونی چاہیے۔ کیوں کہ بعض علما کا تو مذہب بھی یہی ہے۔ ملا علی قاری مرقات جلد ثانی میں فرماتے ہیں: "ثم الجمهور علی أن والديه صلى الله عليه وسلم الخ." [1] یہ اور بات ہے کہ ایسا شخص فاسق و گنہگار رہوتا ہم تکفیر نہ ہونا چاہیے۔ کیا عالم کا قول صحیح ہے؟

الجواب

اس عالم نے صحیح کہا تکفیر اس وقت درست ہے جب کوئی ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے، اور یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں۔ فروعی جزئی ظنی ہے اگر چہ حق راجح صحیح یہی ہے کہ والدین کریمین مومن موحد بلکہ درجۂ صحابیت پر فائز تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایمانِ ابوین کریمین کا منکر کافر نہیں خاطی ہے

مسئولہ: صلاح الدین مصباحی، گھوسیا بازار، اورائی، وارانسی - ۲۵ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کی قبر پر تشریف لے گئے تو خدا نے ان کے والدین کو زندہ فرما دیا اور وہ لوگ قبر سے باہر آئے تو حضور نے انھیں کلمہ پڑھا کر مسلمان بنایا اور صحابی اور صحابیات کا درجہ عطا فرمایا تو اس پر بکر نے کہا، یہ بالکل غلط روایت ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے اور اس نے ایک عالمِ دین کو رسوا کیا تو مفتیانِ کرام سے گزارش ہے کہ اگر اس کا کہیں ثبوت ہے تو تحریر فرمائیں نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ بکر پہ مفتیانِ کرام کا کیا فتویٰ لازم آئے گا، دلائل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب

علامہ احمد خطیب قسطلانی المواهب اللدنيه میں لکھتے ہیں:

"وكذا روى من حديث عائشة ايضا احياء ابويه صلى الله	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ

[1] مرقاة، جلد ثانی، ص:۴۰۸

تعالیٰ علیه وسلم حتی آمن به اورده السهیلی (فی الروض وکذا الخطیب فی السابق واللاحق.“	علیہ وسلم کے والدین کریمین زندہ کیے گئے، یہاں تک کہ حضور پر ایمان لائے اسے سہیلی نے روض الانف میں اور خطیب نے سابق لاحق میں ذکر کیا [1]

اگر کوئی اس سے انکار کرتا ہے تو وہ خاطی ہے اس انکار کی وجہ سے وہ گم راہ یا بددین نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دل بر، دل ربا اور معشوق کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد حسن رضا شریفی، کریم الدین پور، گھوسی، مئو، یوپی، معرفت حضرت نعمانی صاحب-۴؍صفر۱۴۲۱ھ

مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دل بر، دل ربا اور معشوق کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب

امتی اپنے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دل بر، دل ربا، معشوق کہہ سکتا ہے۔ عرف عام میں ان تینوں کے معنی محبوب کے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان تینوں میں سے کسی کا اطلاق صحیح نہیں۔ یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دل بر، دل ربا، معشوق ہیں۔ اس لیے کہ دل بر، دل ربا کہنے میں باری تعالیٰ کے لیے ایہام تجسم ہے اور معشوق کہنے میں اثبات نقص۔ کیوں کہ عشق کا حقیقی معنی محبت کی وہ منزل ہے جس میں جنون پیدا ہو جائے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

(مسئلہ اولیٰ) [2] اللہ تعالیٰ کو عاشق اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا معشوق کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ۔ورود ثابت شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی۔

ردالمحتار میں ہے: ”مجرد ایهام المعنی المحال کاف فی المنع.“ [3] واللہ تعالیٰ اعلم [4]

---

[1] المواهب اللدنیه، ج:اول، ص:۱۶۸، مع زرقانی

[2] فتاویٰ رضویه، کتاب الحظر والاباحة، ص:۶۱، ج:۹، نصف اول، رضا اکیڈمی

[3] رد المحتار، جلد نهم، ص:۶۱

[4] یه فتویٰ حضور شارحِ بخاری نے وصال سے ایك روز قبل تحریر فرمایا هے۔ محمد نسیم مصباحی

حضور کی شان میں ''غلطی کرنا'' استعمال کرنے والے کا حکم

مسئولہ: محمد علی حسین، جامع مسجد، درگاہ گلی ٹانیلا پور، ضلع کاروٹہ، کرناٹک

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مضامین کے متعلق کہ ہم پانچ وقت کی نماز برابر ادا کرتے ہیں جی چاہتا ہے کہ دس وقت کی نماز ادا کریں۔ مگر کیا کریں رسول اللہ نے معراج کی شب میں ایک چکر زیادہ لگا کر پہلے ہی غلطی کر دی ہے۔

۲ صرف رسول اللہ لکھنا اور اس کے آگے صلی اللہ علیہ وسلم قصداً چھوڑ دینا کیسا ہے؟

الجواب

۱ سوال میں مذکورہ جملہ صریح توہین ہے اس لیے یہ قائل کافر ومرتد ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر فرض ہے کہ اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اگر اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو پھر سے نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ یہ محرومی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''میرے محبوب'' کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد یٰسین اشرفی، محلّہ پورہ صوفی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی-۱۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ اپنے آقا رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ایسے کہا جا سکتا ہے کہ میرے محبوب ہیں۔

الجواب

ضرور یہ کہا جا سکتا ہے، متعدد صحابۂ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ''حبی'' کہا ہے جس کا ترجمہ یہی ہے۔ میرے محبوب، واللہ تعالیٰ اعلم۔

یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ کہنا جائز ہے

مسئولہ: نظام الدین خان، دادر بلڈنگ، نئی نگر، ممبئی مہاراشٹر

مسئلہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ کہنا پڑھنا کچھ لوگ غلط بتاتے ہیں اعتراض کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب

یہ وہابیوں کا مذہب ہے کہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، کہنا جائز نہیں ان کے مذہب سے سنیوں کو کیا غرض اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وصال کے بعد حضور کو ندا کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: عبدالحکیم، موضع نگرا، چھپرہ، بہار-۱۳ر رجب ۱۴۲۰ھ

مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے روپوش ہونے کے بعد ان کو ندا کرنا کس حدیث سے ثابت ہے یہ اعتراض ایک وہابی نے عرب میں ایک بہاری سنی پر کیا ہے۔ لہذا تفصیلی جواب سے نوازا جائے تاکہ اس وہابی کو جواب دیا جائے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انھیں ندا کرنا بلا شبہہ جائز اور مستحسن ہے اور صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک تمام امت میں رائج و معمول ہے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی التحیات میں ہے: "**السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته.**" اگر بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ندا کرنا حرام یا شرک ہوتا تو نماز میں جائز نہ ہوتا، جو چیز نماز کے باہر حرام یا شرک ہے نماز میں وہ بدرجہا اولیٰ حرام اور شرک ہوگا، بلکہ اور بڑھ کر بلکہ وہ چیز نماز کو فاسد کرنے والی ہوگی۔ بلکہ اگر وہ چیز شرک ہے تو ایمان بھی لے بیتے گی۔ مثلاً نماز کے باہر بت پوجنا شرک ہے تو نماز میں بدرجۂ اولیٰ شرک ہوگا بلکہ اس سے بڑھ کر شرک ہوگا۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ جب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انھیں ندا دینا جائز ہے تو نماز کے باہر بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا اسے شرک بتانا سارے جہاں کے مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانا ہوگا۔

آیئے چند صحابۂ کرام کا عمل ملاحظہ کیجیے۔ علامہ علی بن احمد بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"**اصاب الناس قحط في زمن عمر رضى الله عنه فجاء رجل الى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله استسق لامتك فانهم قدهلكوا فاتى الرجل فى المنام فقيل له ائتِ عمر اقرأهُ السلام واخبرهم انهم يسقون.**"[1]

اور دلائل النبوۃ کی روایت میں ہے۔ **فائدہ** "**رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام.**" "سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قحط پڑا ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوتے جا رہے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عمر کے پاس جا کر اسے سلام پہنچاؤ لوگوں کو خبر دے کہ بہت جلد پانی برسے گا۔ اس حدیث جلیل کو اسناد صحیح کے ساتھ امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم نے اپنے مصنف میں اور امام

[1] فتح الباری، جلد دوم، ص: ٤١٢ كتاب الاستسقا

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں سند صحیح کے ساتھ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خازن مالک داری سے روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امام مالک نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ زائر جب حاضر ہو یہ کہے: "السلام علیک ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاتهٔ."[۱] ان سب روایات سے ثابت ہوا کہ وصال کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنا جائز صحابۂ کرام کا اس پر عمل تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: پٹیل شبیر علی رضوی، دیادرہ، ضلع بھروچ، گجرات-۴؍ ذوقعدہ ۱۴۱۱ھ

مسئلہ ایک مسجد کے محراب پر یا محمد علیہ السلام لکھا ہوا ہے تو زید کا کہنا ہے کہ یہ لکھنا ناجائز ہے۔ یہاں یا رسول اللہ یا نبی اللہ وغیرہ صفات سے رسول پاک علیہ السلام لکھ کر یا بول کر یاد کرنا چاہیے۔ بکر کہتا ہے کہ نام پاک کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہوا ہے تو جائز ہونا چاہیے۔ تو دلائل کا خلاصہ فرمائیں کچھ مولوی اور پیر حضرات خلاصہ نہ کر کے بات ٹال دیتے ہیں۔ اگر سمجھا دیتے تو لوگ مان بھی جاتے تو آپ تفصیلی طور پر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

"یا" حرف ندا ہے یعنی عربی میں کسی کو پکارنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ جیسے اردو زبان میں اے" اس لیے، یا محمد کے معنی ہوئے۔ اے محمد" یعنی یہ کہنے والا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا نام لے کر پکار رہا ہے۔ اس میں حضور کی بے ادبی ہے۔ جیسے ماں باپ کو ان کا نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے، کوئی لڑکا اگر اپنے باپ کو اس کا نام لے کر پکارے تو وہ گستاخ سمجھا جائے گا۔ باپ کو پکارا جاتا ہے تو نام نہیں لیا جاتا بلکہ ابا یا بابا کہا جاتا ہے جو ان کا منصب ہے۔ ایسے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنا اور یا محمد کہنا حضور کی بے ادبی ہے، اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا ہے تو ان کا منصب ذکر کر کے پکارو۔ یعنی یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ، یا رسول اللہ کہہ کر پکارو۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا."[۲]

جلالین میں اس کی تفسیر یوں کی:

"بان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللّٰه یا رسول اللّٰه."[۳]

---

[۱] زرقانی علی المواهب، جلد ثانی، ص:۳۰۶

[۲] قرآن مجید، پارہ:۱۸، آیت:۶۳، سورۃ النور۔

[۳] جلالین شریف، ص:۳۰۲، سورۃ النور مطبع فاروقیه بك ڈپو دهلی

صاوی میں اس کی تفسیر ہے:

”لاتنادوہ باسمہ فقولوا یا محمد ولابکنیۃ فتقولوا یا اباالقاسم بل نادوہ وخاطبوہ بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یا رسول اللّٰہ یا نبی اللّٰہ الخ.“[1]

جس طرح زبان سے نام لینا منع ہے اسی طرح حرف ندا کے ساتھ نام نامی لکھنا منع ہے۔ کیوں کہ: ”القلم احد اللسانین. واللہ تعالیٰ اعلم۔

یارسول اللہ المدد، یا محمد المدد کہنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ یا محمد مددی کہنا کیسا ہے؟ اللہ الصمد یا محمد مددی ازروئے عربی قواعد درست ہے کہ اللہ الصمد یا محمد مدد؟

الجواب

صحیح اللہ الصمد یا رسول اللہ المدد ہے یا محمد المدد جائز نہیں جس طرح ماں باپ کو نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے۔ اس لیے بجائے یا محمد المدد کے یارسول اللہ المدد کہنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ماہنامہ اشرفیہ مئی ۱۹۹۴ء)

یارسول اللہ کہنا جائز و مستحسن ہے

اسلاف کرام کے اقوال سے اس پر چند دلائل اور اس کو ناجائز کہنے والوں کا حکم

۳۰ محرم ۱۳۸۵ھ / ۳ / جون ۱۹۶۵ء

مسئلہ کیا یارسول اللہ کہنا ناجائز ہے، اگر نہیں تو ناجائز کا حکم لگانے والے سے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یارسول اللہ کہنا بلاشبہہ جائز و مستحسن اور زمانہ رسالت سے آج تک تمام امت میں رائج و معمول ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک نابینا کو یہ دعا تعلیم فرمائی کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو نماز کے بعد دعا پڑھو۔

”اللھم انی اسئلک و اتوسل — الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں

---

[1] حاشیۃ الصاوی، ج:٤، ص:١٤٢١، سورۃ النور ٢٤، دار الفکر، بیروت، لبنان.

واتوجه الیک بنبیک محمد	تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے
نبی الرحمة یا رسول اللّٰہ اِنّی	سے جو نبیِ رحمت ہیں یا رسول اللہ میں حضور کے
تَوَجَّهتُ بِکَ اِلٰی رَبّی فی	وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت
حاجتی هٰذه لِتُقضٰی لِی اللّٰهُمَّ	میں توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو، الٰہی
فَشَفِّعْهُ فِیّ۔"	ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

حصن حصین کی ایک روایت میں "لتقضی لی بصیغه معروف" جس کا ترجمہ یہ ہوا یا رسول اللہ تا کہ آپ میری یہ حاجت روائی فرمائیں۔ بعد وصال حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا ایک صاحب کو تعلیم فرمائی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زمانہ خلفاے راشدین میں قحط پڑا میں نے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر عرض کیا: "یامحمد استسق لامتک" یارسول اللہ! اپنی امت کو سیراب فرمائیں۔

سیر و مغازی واقدی اپنی مغازی میں نقل فرماتے ہیں:

کارزار کی شدت کے وقت صحابہ و تابعین کا نعرہ ہوتا یا محمداہ یا غوثاہ۔ علامہ بوصیری قصیدہ بردہ میں عرض کرتے ہیں۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذه سواک عند حلول الحادث العمم

(ترجمہ)- اے تمام خلق سے بزرگ تر! سوائے آپ کے کون ہیں جس کی پناہ لوں جب بڑی بڑی مصیبتیں پڑیں۔

حضرت جامی عرض کرتے ہیں۔

زمہجوری بر آمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

ان کی کلیات میں پوری نظم ہے جس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ندا و خطاب ہے جس کا شروع یہ ہے: یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آمدہ ام۔ حتی کہ دیوبندیوں کے پیران پیر حاجی امداد اللہ نے بھی عرض کیا مجھے "دیدار تک اپنا دکھا دو یارسول اللہ! زمانۂ رسالت سے لے کر آج تک بلانکیر تمام امت کا دور و نزدیک سے یارسول اللہ! یا نبی اللہ! کہنا دلیل ہے اس کے جواز کی۔ جو اسے ناجائز کہتا ہے وہ تمام امت سے سواد اعظم سے جدا۔ "من شذ شذ فی النار" کا مصداق ہے ان تمام باتوں کے علاوہ التحیات میں ہر نمازی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان الفاظ میں سلام عرض کرتا ہے: السلام علیک ایها النبی. اے نبی! آپ پر سلام اس میں صرف ندا و خطاب کے ساتھ پکارنا ہے جو یارسول اللہ کہنے کو ناجائز کہتا ہے وہ التحیات کو ناجائز و حرام کہے تو یہ پتہ چلے کہ پھر اس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ- محمد شریف الحق امجدی، رضوی دارالافتا، بریلی شریف

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام یا کنیت کے ساتھ پکارنا منع ہے

مسئولہ: سید تصدق حسین اشرفی، جھنڈا بازار، موڈی واڈ، پٹلاڈ گجرات - ۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بکر نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک سلام لکھا ہے۔ جس کا شعر اول ہے ؎

یا محمد کرم ہو تمہارا　　لے لو سلام اب ہمارا

اور اسے بار بار میلاد وغیرہ میں پڑھا جاتا ہے: **لاتجعلوا دعا الرسول الآیه.**"[۱] رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے تو بمطابق آیت مذکور سرکار پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم ذات کو بذریعہ لفظ یا مخاطب کرنا کیسا ہے؟ اور اس لحاظ سے مذکورہ بالا سلام کا شعر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنا منع ہے اس میں بے ادبی ہے۔ جیسے ماں باپ اور استاذ کا نام لے کر پکارنے میں ہے۔ بلکہ خطابات، القاب، اسماے صفات کے ساتھ پکارنا چاہیے۔ جیسے یا رسول اللہ، یا نبی اللہ یا حبیب اللہ۔ سوال میں سورہ نور کی مذکور آیتِ کریمہ کے تحت جلالین میں ہے:

بان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللّٰہ، یا رسول اللّٰہ.[۱]

یوں نہ کہوا ے محمد، یا رسول اللہ کہو یا نبی اللہ کہو۔

تفسیر صاوی میں ہے:

ای نداءہ بمعنی لاتنادوا! باسمه فتقولوا یامحمد ولابکنیته بان تقولوا! یا اباالقاسم بل نادوہ وخاطبوہ بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یا رسول اللّٰہ یا نبی اللّٰہ یا امام المرسلین یا رسول رب العالمین یا خاتم النبیین واستفید من الأیة انه لایجوز نداء

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نام یا کنیت کے ساتھ مت پکارو، یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر نہ بلاؤ بلکہ تعظیم وتکریم توقیر کے ساتھ پکارو اور مخاطب کرو یوں کہو یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا امام المرسلین، یا رسول رب العالمین یا خاتم النبیین۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کسی نبی کو اس کی حیات میں اور

---

[۱] جلالین شریف، ص:۳۰۲، رشیدیه.

النبی بغیر مایفید التعظیم لافی حیاته ولا بعد وفاته.“

بعد وصال بھی ایسے کلمات سے پکارنا جائز نہیں، جو تعظیم کے لائق نہ ہوں

اس لیے اس سلام کا پہلا مصرعہ اس طرح پڑھنا جائز نہیں، نام نامی کی جگہ اور کوئی صیغۂ تعظیم کے ساتھ اس کو بدل دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یا محمد کہنا ممنوع ہے

مسئولہ: محمد معین الدین۔ پکھریروی، سیتامڑھی

مسئلہ محترم المقام حضرت صدر مفتی صاحب دار الافتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، یو. پی.

یہاں ایک شیخ طریقت تشریف لاتے ہیں جو اوصاف دیکھنے کو ملے ہیں وہ یہ ہیں اشراق چاشت، تحیۃ المسجد وغیرہ نوافل خود بھی پڑھتے ہیں اور اپنے مریدین و منسلکین کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں۔ سنت پر عمل کرنا انھیں محبوب ہے مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کے عمل سے محبت رکھتے ہیں، داڑھی رکھتے ہیں حد شرعی کے مطابق لباس استعمال کرتے ہیں کوئی شخص کسی وقت بھی ان سے کچھ پوچھ سکتا ہے۔ مریدین و منسلکین میں غریب و امیر سب سے یکساں برتاؤ اور پیار کرتے ہیں، رو رو کر خانۂ کعبہ مسجد نبوی، روضۂ منورہ، بیت المقدس و دیگر شعائر اسلام کی حفاظت کی دعائیں کرتے ہیں۔ امت کے درمیان اختلاف کا خاتمہ ہو اس کے لیے بھی گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے ہیں، راتوں کو بیشتر حصہ عموماً رمضان المبارک کی راتوں کو خصوصاً بیداری میں گزارتے ہیں۔ فرماتے ہیں راتوں کو سونا بھی سنت ہے، لیکن تقریباً ایک گھنٹہ سونا اور اس کے بعد بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہو جانا، استغفار اذکار کرنا، اللہ کے لیے سونا ہے، اس سے زیادہ سونا نفس کے لیے سونا ہے۔ وہ ہر کس و ناکس کو بیعت نہیں کرتے خواہش مند لوگوں کی بیعت کو بھی ٹالتے ہیں۔ فرماتے ہیں اصل مقصود قلب کی صفائی اور محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت قلب میں پیدا ہونا ہے، اور عرفان رب ہے اس کی تعلیم لینا ہی مقصود ہے تعلیم لو مجھ ہی سے بیعت ہو جاؤ ضروری نہیں، پہلے کچھ تعلیم لو پھر دل اجازت دے تو مجھ سے بیعت ہو لینا، ورنہ کہیں اور بیعت ہو لینا لطائف عشرہ کی تعلیم کے بعد ہی بہ آسانی بیعت کرتے ہیں ان کا طریقۂ تعلیم توجہ اور نسبت کا طریقہ ہے۔ شیخ طریقت سلاسل قادریہ چشتیہ وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں ان کی تعلیمات میں ابتدائی معمولات و وظائف یہ ہیں۔ معمولات سلسلۂ قادریہ بعد نماز عشا پہلے قلب پر دھیان دے کر یہ نیت کرنا۔

”میں اپنے قلب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ آپ کی محبت کا فیض میرے دل میں آئے۔“

نیت کے بعد: **صلی اللّٰہ علیک یا محمد**۔'' نوسو بار، بعد نماز فجر اول، آخر: ''**اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد ن النبی الامی واٰلہ وسلم**۔'' سوسو بار، درمیان میں: ''**حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر**۔'' سو بار، ایصال ثواب اس طرح یا اللہ اس کا ثواب حضرت غوث الاعظم میر محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ وحضرت سید عبد الباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح کو پہنچے۔ یا اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے فیوض وبرکات سے مجھ غریب کو مستفیض فرما، اس کے بعد مراقبہ پھر استغفار وتلاوت، بعد نماز مغرب سورۂ فاتحہ تین بار، سورۂ اخلاص نو بار: صلی اللہ علیک یا محمد. گیارہ بار، ایصال ثواب اس طرح یا اللہ تعالیٰ اس کا ثواب حضرت غوث الاعظم سید میر محی الدین، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید عبد الباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ وجمیع اولیاے طریقت کی ارواح پاک کو پہنچے۔ بعد نماز ظہر پھر مراقبہ، بعد نماز عصر مراقبہ، ۳۳ آیتیں استغفار وغیرہ

بعد نماز تہجد استغفار اذکار وظائف سلسلۂ چشتیہ بعد نماز عشا نیت مذکور کے ساتھ نو سو بار: **صلی اللّٰہ علیک یا محمد**'' بعد نماز مغرب سورۂ فاتحہ سات بار سورہ اخلاص نو بار: **صلی اللّٰہ علیک یا محمد**'' دس بار ایصال ثواب سلسلۂ قادریہ ہی کی طرح صرف حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام کے بجائے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام لیا جاتا ہے۔ پھر مراقبہ بعد نماز فجر اول آخر سو سو بار: **اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد ن النبی الامی واٰلہ وسلم**. درمیان میں: **لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر**. سو بار، ایصال ثواب سلسلہ قادریہ کی طرح صرف حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام کے بجائے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام لیا جاتا ہے۔ پھر مراقبہ، دیگر اوقات کے معمولات قادریہ سلسلہ ہی کی طرح، ان کے مریدین کو یہ درود شریف بھی پڑھتے سنا گیا ہے: ''**اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وسلیتی الیک واٰلہ وسلم**۔'' ایک بار ان کے سامنے موجود لوگوں میں سے کسی نے یا رسول اللہ کہا، وہ بگڑ گئے غصہ میں بھرا ہوا یہ جملہ انھوں نے فرمایا، کون بدتمیز ہے جو ایسی بدتمیزی اور بے ادبی کرتا ہے؟ کچھ لوگوں کو ان کا یہ جملہ برا معلوم ہوا۔ جب شیخ طریقت نے وضاحت فرمائی تو لوگ ٹھنڈے پڑے۔ انھوں نے فرمایا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام لیا جائے اور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ کہا جائے، اس سے بڑھ کر بدتمیزی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ شرابی جواری مسلمان اور غیر مسلم ان کی صحبتوں میں چند بار بیٹھنے ہی سے اتنا سدھر گیا کہ تہجد گزار بن گیا، ان سے پوچھا کہ آپ فاتحہ کے ایصالِ ثواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل نہیں کرتے ہیں، کیوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امت کا کوئی فرد قرآن پاک کا کچھ حصہ بھی تلاوت کرتا ہے یا کوئی نیک کام تو ایصالِ ثواب کے بغیر بھی فاعل کے اجر کے برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ جاتا ہے،

دوسری بات یہ ہے کہ ہم بزرگوں کو بہ ذریعہ ایصال ثواب تحفہ بھیجتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کے جو بندے محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور آپ کی تعلیمات نیز آپ کے محبوب افراد امت کی صحبتوں کے ذریعہ درجۂ ولایت تک پہنچے، انھیں ہمارا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اس تحفہ کو لیے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضری دیتے ہیں اور پیش کرتے ہیں۔ اس طرح ہم نام مبارک ایصال ثواب میں شامل نہیں کرتے ہیں تو بھی ہمارا تحفہ بہ ذریعہ ہمارے بزرگ اسلاف کے حضور عالی میں پیش ہو جاتا ہے اور پیشی کا یہ طریقہ ہمیں زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے، اس لیے ہم یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے:

ایسے شیخ طریقت سے بہ غرض اصلاح باطن تعلق قائم کرنا درست ہے یا نہیں، درست نہیں ہے تو کیوں؟

الجواب

کسی بھی پیر کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے جب تک اس کی ساری تفصیلات ہمیں معلوم نہ ہوں مثلاً یہ کہ اس کا عقیدہ کیا ہے، عالم ہے یا نہیں، کس کا مرید ہے، کس سے اسے خلافت حاصل ہے۔ اس شخص کی چند باتیں قابل اعتراض ہیں، جس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص پڑھا لکھا بھی نہیں ہے اور ریاکار بھی ہے۔ مثلاً اس نے یہ کہا، سونا سنت ہے، مگر ایک گھنٹہ۔ یہ بالکل بے بنیاد و غلط ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے جو معمولات احادیث میں وارد ہیں، اس کے خلاف ہے۔ یہ درود شریف کا صیغہ **صلی اللہ علیک یا محمد** قابل اعتراض ہے۔ نام نامی لے کر پکارنا جائز نہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

”لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا.“[1] — رسول کو ایسے نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

جلالین میں اس کی تفسیر میں فرمایا:

”بان تقولوا یا محمد بل قولو یا نبی اللّٰہ یا رسول اللّٰہ.“[2] — یا محمد نہ کہو، یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یا محمد کہنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

مسئولہ: اسرار حسن صدیقی، تلہری، ۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ندائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

[۱] قرآن مجید، سورۃ النور، آیت: ٦٣، پ:١٨۔ مطبع مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

[۲] جلالین شریف، ص:٣٠٢، سورۃ النور، آیت:٦٣، پ:١٨، مطبع فاروقیہ، دھلی، ھند.

الجواب

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم ذات کے ساتھ ندا کرنا جائز نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا." [۱]	رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس کی تفسیر میں علامہ صاوی حاشیہ جلالین میں فرماتے ہیں:

"لاتنادوه باسمه فتقولوا يا محمد ولا بكنيته فتقولوا يا ابا القاسم بل نادوه وخاطبوا بالتعظيم والتكريم والتوقير بان تقولوا يا رسول اللّٰه يا نبى اللّٰه يا امام المرسلين يا رسول رب العٰلمين يا خاتم النبيين واستفيد من الأية انه لايجوز نداء النبى بغير مايفيد التعظيم لافى حياته ولا بعد وفاته." [۲]	حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نام یا کنیت سے نہ پکارو یوں نہ کہو یا محمد یا ابا القاسم بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعظیم و تکریم و توقیر کے ساتھ پکارو۔ اور خطاب کرو یوں کہو یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا امام المرسلین، یا رسول رب العالمین یا خاتم النبیین، اس آیت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ نبی کو ایسے الفاظ سے ندا جائز نہیں جو تعظیم کے نہ ہو نہ حیات ظاہری میں نہ بعد حیات ظاہری۔

یہ مضمون خازن و مدارک میں بھی ہے۔ نام یا کنیت یا ایسے خطاب جو تعظیم پر دلالت نہیں کرتے جیسے عبداللہ وغیرہ کے ساتھ ندا کی ممانعت کا حاصل صرف یہ ہے کہ پکارتے وقت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال کا خیال رہے جس لفظ سے پکارو وہ عظمت پر دلالت کرے اس سے توقیر شان ظاہر ہو یہ نہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا جائز نہیں جیسا کہ وہابیہ کہتے ہیں: "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا آج بھی جائز ہے اور ہر جگہ سے جائز ہے، مگر اسمائے صفات کے ساتھ اجلال و تعظیم پر دلالت کرنے والے خطابات کے ساتھ مثلاً یا شفیع المذنبین یا رحمۃ اللعالمین وغیرہ وغیرہ۔ منع ہے یا محمد، یا احمد، یا عبداللہ یا ابا القاسم کہنا۔ نام کے ساتھ عام لوگوں کی طرح ندا کرنا اور بات ہے اور خطاب کے ساتھ ندا کرنا اور بات ہے۔ منع پہلی صورت ہے کہ نہ دوسری۔ اس کا روشن بیان الانتباہ فی حل ندا یا رسول اللہ"

---

[۱] قرآن مجید، سورة النور، آیت: ٦٣، پ:١٨۔

[۲] جلالين شريف، ص:٣٠٢، سورة النور، آيت:٦٣، پ:١٨، مطبع فاروقيه، دهلى، هند.

رسالہ مبارکہ مصنفہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد شریف الحق امجدی، رضوی دار الافتا، بریلی شریف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت جائز ہے

مسئولہ: مسلمانان اہل سنت، رسول پور، محمد آباد گوہنہ، مئو یوپی - ۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ایک شخص مسجد کے اندر بعد نماز کئی دعائیں: "ربنا آتنا اھ." پڑھتا ہے پھر "یا رسول اللّٰہ انظر حالنا، یا رسول اللّٰہ اسمع قالنا." پڑھتا ہے۔ پھر "ربنا تقبل منا اھ." پڑھتا ہے تو اس طرح دعائیں پڑھنا مناسب ہے کہ غیر مناسب۔ کچھ سنیوں ہی کو یہ شبہہ ہو رہا ہے کہ مسجد میں غیر اللہ سے سوال منع ہے، تو رسول اللہ سے سوال کس طرح ہوگا۔ جب کہ فرمایا گیا ہے: "انّ المساجد للّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احدًا."

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ سے مسجد میں سوال کر سکتے ہیں۔ مگر عین نماز کے بعد دعا میں اس طرح مناسب نہیں۔ اس کے اندر خدا اور رسول اللہ سے دعا میں خلط ہوتا ہے۔ کچھ یہ بھی کہتے ہیں کہ دعا عبادت ہے اور عبادت اللہ ہی کے لیے خاص ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح دعا میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ مگر جو طریقہ عوام میں رائج نہ ہو اور جس سے وہ نامانوس ہوں اور نا آشنائی کے باعث جو ان کے انکار و وحشت کا سبب بنے احتیاطاً اس سے بچنا ہی انسب ہے۔ کسی کا نظریہ ہے کہ اس طرح کے شبہات وہابی پروپیگنڈے اور لٹریچر کی دین ہے۔ اس لیے ان کا ازالہ ضروری ہے۔ پھر مذکورہ جائز طریقہ کو عمل میں لائیں تو کوئی حرج نہیں۔ ان میں سے کس کا قول درست ہے۔ براہ کرم مختصر جامع اور مدلل جواب سے نوازیں تا کہ باہمی انتشار جلد از جلد دور ہو۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجتیں طلب کرنا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین بلکہ دنیا کے تمام خزانے سپرد فرما دیئے ہیں اور سپرد فرمانا اس لیے ہے کہ لوگ ان سے مانگیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اعطیت بمفاتیح خزائن الارض."[1]　　مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں دی گئیں۔

[1] بخاری شریف ص:۱۰۳۸، ج:۲، باب المفاتیح فی الید، رضا اکیڈمی　اور
بخاری شریف ص:۵۰۸، ج:۱، باب کان للنبی ثنام عنه ثنا قلبه

یہ حدیث بخاری شریف میں جنائز مناقب، مغازی رقاق میں اور مسلم شریف میں بھی ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا:

”اعطیت بمقالید الدنیا .“(۱)　　مجھے دنیا کی سب کنجیاں دی گئیں۔

ان احادیث کی روشنی میں علما نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب اکبر ہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے کرم کے تمام خزانے اور اپنی تمام نعمتیں حضور کو عطا فرمادی ہیں، جسے چاہیں دیں۔ علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

”هو صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم خليفة اللّٰه الاعظم جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديه وارادته و يعطي منهما من يشاء .“(۲)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

”کار ہمہ بدست ہمت کرامت اوست ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود میدہد۔ سارا کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرم میں ہے جسے چاہیں جو چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرمائیں۔“ اس لیے سوال میں مذکورہ بالا اشعار بطور دعا کے پڑھنا بلاشبہہ جائز و درست ہے اور جب یہ درست ہے تو جیسے مسجد کے باہر جائز مسجد کے اندر بھی جائز جو چیز کفر وشرک ہے اگر مسجد میں ہے تو بھی کفر وشرک اور مسجد کے باہر تو بھی کفر وشرک، جیسے بت پوجنا مسجد میں شرک ہے تو مسجد کے باہر بھی شرک ہے۔ تو اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور کچھ مانگنا شرک وکفر ہوتا تو مسجد کے باہر بھی ہوتا۔ اس لیے امام صاحب جس طرح دعا مانگتے ہیں اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اس سے احتراز کرنا چاہیے کہ بے پڑھے لکھے عوام میں خلفشار ہوگا۔ حدیث میں ہے:

”لاتتکلم بکلام تعتذر منه.“(۳)　　ایسے کلام نہ کرو جس کا عذر بیان کرنا پڑے۔

اور آیت کریمہ: ”اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا.“(۴) سے یہ استدلال کہ مسجد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ مانگنا جائز نہیں۔ یوں فاسد ہے کہ اس آیت میں ’تدعوا‘ سے مراد عبادت ہے جیسا کہ خود دیوبندی جماعت کے حکیم الامت صاحب اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ”تو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو“۔ اور بہ نظر غائر دیکھا جائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ جیسے نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر مخاطب کر کے سلام عرض کرنا یقیناً اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز

[۱] مسند امام احمد، ج:۳، ص:۳۲۸

[۲] جوهر منظم، ص:۴۲

[۳] ابن ماجه شريف باب الحكمة ص:۳۰۷، ج:۲، اشرفی

[۴] قرآن مجید، پاره:۲۹، آیت:۱۸، سورة جن

کے جملہ ارکان اور نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے یہ سب اللہ کی عبادت ہے۔ تو التحیات میں حضور کو پکارنا، مخاطب کرنا، سلام عرض کرنا بھی خدا کی عبادت ہے۔ جب یہ ہمارا اعتقاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا و دین سے دنیا کے خزانوں کے مالک ہیں۔ تو حضور سے مانگنا حقیقت میں اللہ ہی سے مانگنا ہے۔ دیوبندی جماعت کے ایک دوسرے بہت بڑے عالم جناب شبیر احمد عثمانی نے جناب محمود الحسن دیوبندی کے ترجمے پر جو تفسیر لکھی ہے اس میں "ایاک نستعین" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ہاں اگر کسی مقبول بندے کو محض واسطۂ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ تو جب ہم اہل سنت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت اس اعتقاد کی بنا پر کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نائب اکبر بنایا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے تقسیم فرمانے والے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"إنما انا قاسم و اللّٰہ یعطی."[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا ہے جیسا کہ شبیر احمد عثمانی نے بھی اس کی تائید کی، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا اس حدیث کے منافی نہیں کہ دعا عبادت ہے۔ بلکہ خود ایک حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو حکم دیا کہ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ واتوسل واتوجه إلیک بنبیک محمد نبي الرحمة یا محمد (یا رسول اللّٰہ) انی قد توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقض لی اللّٰهم فشفعه لی."[2]	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور توسل کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے سے جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ میں حضور کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت کے بارے میں متوجہ ہوں۔ تاکہ میری حاجت پوری ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث کو امام ترمذی، ابن ماجہ، اور طبرانی وغیرہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حاجت مند کو بتائی، انھوں نے مسجد میں جا کر ترکیب بالا کے مطابق اس دعا کو پڑھا ان کی حاجت پوری ہوئی۔ اس دعا میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پکارا گیا ہے اور استعانت کی گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ دعا میں اور خاص مسجد کے اندر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگا جائے اور ساتھ ہی ساتھ حضور اقدس صلی اللہ

[1] مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، ص:۳۲، مجلس برکات

[2] ابن ماجہ شریف باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ص:۹۹، ج:۱، اشرفی

علیہ وسلم سے بھی کچھ مانگا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجتیں طلب کرنا بلاشبہہ جائز ہے اور اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے بلکہ دیوبندیوں کے اکابر سے بھی منقول ہے دیوبندی جماعت کے پیران پیر حاجی امداد اللہ صاحب نے کہا ہے۔

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں   اسے چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

اور دیوبندی مذہب کے بانی، دیوبندی جماعت کے حجۃ الاسلام قاسم نانوتوی صاحب نے کہا۔

کرم کرائے کرم احمدی کہ تیرے سوا   نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اور جب یہ جائز تو جیسے مسجد کے باہر جائز مسجد کے اندر بھی جائز البتہ نماز کے بعد امام صاحب سوال میں مذکور جس صورت سے دعا مانگتے ہیں۔ اس سے عوام کے غلط فہمی میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے اس سے بچنا چاہیے نماز سے فارغ ہو کر جب ان کا جی چاہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور جما کر مذکورہ بالا اشعار پڑھیں یا جو چاہیں مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاے کرام و اولیا سے استمداد جائز ہے یا نہیں؟

فلا تدعوا مع اللّٰہ احدًا کی تفسیر

مسئولہ: محمد نصیب علی، انٹر پرائیزز، گجر روڈ، گوتم نگر، نئی دلی - ۲۳ر شوال ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ایک بہت اہم استفتا خدمت خاص میں ارسال کر کے زحمت دے رہا ہوں جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ ایک کتاب کشف الشبہات تالیف محمد ابن عبد الوہاب نجدی جو حکومت سعودیہ کی طرف سے حجاج کرام کو مفت تقسیم کی گئی ہے اسی کی رو سے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات کے لیے رجوع کیا گیا ہے۔

(۱) حضرات انبیاے کرام علیہم السلام و اولیاے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے ان کی ظاہری حیات پاک میں ان سے غائبانہ مدد مانگنے میں اور ان حضرات سے ان کے وصال شریف کے بعد ان سے مدد مانگنے۔ مثلاً یا رسول اللہ المدد، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور یا غوث المدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا ثبوت قرآن پاک میں کہاں ہے؟ یا پھر حدیث صحیح میں کہاں ہے؟

(۲) کتاب کشف الشبہات میں ہے: ”وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا.“[1] اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لیے ہیں۔ لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔[2] مندرجہ بالا ترجمہ کشف الشبہات میں کیا

[1] قرآن مجید، سورۃ الجن آیت: ۱۸، پ: ۲۹

[2] کشف الشبہات: ص: ۵

گیا ہے اور کنز الایمان میں حضور امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ترجمہ فرمایا ہے.............تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔ اور خزائن العرفان میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ......

......(یہود و نصاریٰ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے عبادت خانوں میں کون سا عمل کرتے تھے۔ جس کو کنز الایمان میں (غیر خدا کی) بندگی اور خزائن العرفان میں اسے شرک کہا گیا ہے۔ صحیح حدیث کے حوالے کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

کشف الشبہات میں تو یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ وہ (یہود و نصاریٰ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کو غائبانہ مدد کے لیے پکارتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ "اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔" کہ خدا کے علاوہ کسی کو غائبانہ مدد کے لیے پکارنا یہ غیر خدا کی بندگی ہے اور غیر خدا کی بندگی شرک ہے۔[1] اور فلا تدعوا کا ترجمہ کنز الایمان میں "تو بندگی نہ کرو۔" ہے تو اس کا ثبوت حدیث صحیح میں کہاں ہے؟ کیوں کہ اس آیت پاک میں "فلا تدعوا" ہے، "فلا تعبدوا" نہیں۔

❸ "وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ الخ[2] اس آیت کی تفسیر میں پیارے نبی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں کیا فرمایا ہے؟ یا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کیا فرمایا ہے؟ صحیح حدیث کے حوالے سے ارشاد فرمائیں۔

براے کرم مندرجہ بالا سوالات کے جوابات قرآن پاک یا پھر حدیث صحیح کے حوالے سے مع اصل عبارت سلیس اردو ترجمہ کر کے واضح اور عام فہم عنایت فرمائیں۔

خصوصی گزارش یہ ہے کہ ہم اہل سنت کا معمول ہے کہ اپنی مسجدوں اور مجلسوں وغیرہ میں اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مدد کے لیے غائبانہ طور پر پکارتے ہیں اور پھر اولیاے کرام کو بھی بہر امداد غائبانہ پکارتے ہیں۔ مثلاً یا رسول اللہ المدد، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور یا غوث المدد، یا غریب نواز المدد، یا شاہ مدار المدد وغیرہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اور اسی طرح صلاۃ وسلام عرض کرنے کے لیے بھی یا کہہ کر پکارتے ہیں۔ مثلاً یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک، کشف الشبہات پڑھ کر خوف یہ ہوا کہ ہم اہل سنت کا یہ معمول کہیں آیت کریمہ: "فَلَا تَدْعُوا الخ" کے خلاف تو نہیں؟ گزشتہ اہل کتاب کی طرح۔

ہمارے اس خوف نے ہمارا رات دن کا سکون چھین لیا ہے کہ کہیں بارگاہ خداوندی میں ہم سے اس بارے میں باز پرس نہ ہو جائے، پھر وہاں قرآن وحدیث کے مقابلے میں کوئی کتاب کام نہ دے گی۔ اسی لیے یہ حقیر فقیر

[1] مستفاد کشف الشبہات ص:۵، وغیرہ

[2] قرآن مجید، سورۃ الجن آیت: ۱۸، پ:۲۹

جگہ جگہ قرآن وحدیث صحیح کا حوالہ بڑے ادب سے چاہتا ہے تاکہ کسی بھول خطا ونسیان اور شک وشبہے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ آپ حضرات قرآن وحدیث کے امین ونائب رسول ہیں۔ ہم آپ حضرات کے در کے سوالی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ قرآن واحادیث صحیحہ سے ہمیں جوابات عطا فرما کر اطمینان بخشیں گے اور مشکور فرمائیں گے۔

الجواب

آپ کے یہ سب سوالات خالص مناظرانہ ہیں آپ کو یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ دارالافتا دارالمناظرہ نہیں۔ مناظرہ ایک الگ کام ہے اور فتویٰ الگ کام ہے پھر مناظرہ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ فریقین علم میں مساوی ہوں یہاں مساوات نہیں کہاں آپ کا علم کہ آپ کشف الشبہات کے حافظ اور میرا علم یہ ہے کہ میں نے کشف الشبہات کا نام بھی نہیں سنا۔ آئندہ یہاں مناظرانہ سوالات بھیجنے سے احتراز کریں۔ آپ نے جب وہابیوں کی کتاب ''کشف الشبہات'' پڑھ کر یاد کر لی ہے اور واقعی آپ طالب تحقیق ہیں اور آپ کا مقصود مناظرہ نہیں تو آپ پر لازم تھا کہ اس موضوع پر علماے اہل سنت کی کتابیں بھی پڑھتے۔ مثلاً: الامن والعلیٰ، حیات الموات، انباے مصطفی وغیرہ پھر شاید آپ کو ان سوالات کی حاجت نہ ہوتی۔ آپ کی تسلی کے لیے مختصر جواب لکھوا رہا ہوں۔

(۱) آپ کے اس سوال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابۂ کرام نے نہیں کیا وہ ناجائز وحرام اور شرک ہے۔ بہت سے ایسے کام ہیں، جو سارے کلمہ گو کرتے ہیں خواہ وہ سنی ہوں یا وہابی اور اسے ثواب سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ وہ کام نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور نہ صحابہ نے کیا۔ مثلاً ایک شخص روزانہ بعد نماز فجر بیٹھ کر قرآن مجید دیکھ کر پابندی کے ساتھ بلا ناغہ تلاوت کرتا ہے۔ اس کو ہر فرقہ ثواب سمجھتا ہے، حالاں کہ نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور نہ صحابۂ کرام سے ثابت۔ نیز یہ حدیث صحیح کا رد ہے امام مسلم وغیرہ نے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من سنّ في الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئي.''(۱)	جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ملے گا، اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قیامت تک امت کو یہ حق حاصل ہے کہ اچھے طریقے ایجاد کرے، اچھا طریقہ ایجاد کرنے والے کو ایجاد کرنے کا بھی ثواب ملے گا، عمل کا بھی ثواب ملے گا اور اس کے بعد جتنے عمل کرنے

[۱] مشکوٰۃ شریف، ص:۳۳ کتاب العلم، مجلس برکات

والے ہیں سب کو ثواب ملے گا اور سب کے برابر ایجاد کرنے والے کو۔

اس لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ جو کام صحابہ کرام نے نہ کیا ہو وہ شرک یا حرام ہے اس حدیث صحیح کا رد ہے۔ یہ بدیہی بات ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرات انبیاے کرام اور اولیاے عظام کو عالم میں تصرف کرنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ بخاری وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اوتیت بمفاتیح خزائن الارض."[1]　　مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔

مسند امام احمد میں ہے:

"اوتیت بمقالید الدنیا."[2]　　مجھے دنیا کی تمام کنجیاں دی گئیں۔

تو اب ان سے مدد مانگنا شرک کیسے ہوگا۔ بخاری ہی میں یہ حدیث ہے:

"لا یزال عبدی یتقرب اِلَیّ بالنوافل حتی احببتُهٗ فکنت سمعه الذی یسمع بها وبصره الذی یبصر بها ویده الّتی یبطش بها ورجله الّتی یمشی بها."[3]

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ان اعضا پر اپنی خاص تجلی ڈال دیتا ہے جس کے سبب قریب کی چیز کو بھی دیکھتے ہیں اور دور کی چیز کو بھی۔ پست آواز کو بھی سنتے ہیں اور بلند آواز کو بھی قریب کی آواز کو بھی سنتے ہیں اور دور کی آواز کو بھی، اور قریب میں بھی تصرف کرتے ہیں اور دور میں بھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو یہ قوتیں عطا فرمائیں تو ان سے مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں خواہ حیات ظاہری میں مدد مانگیں یا بعد وصال قریب سے مدد مانگیں یا دور سے۔ اب آیئے عہدِ رسالت کا ایک واقعہ سن لیجیے۔

صلح حدیبیہ کے بعد بنی بکر کے ساتھ مل کر قریش نے بنی خزاعہ پر حملہ کیا ان کے بیس آدمی مار ڈالے۔ بنی خزاعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدد کے لیے پکارا اور حضور نے سنا، اور فرمایا: لبیک لبیک لبیک، نصرت نصرت نصرت۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں: طبرانی "معجم صغیر از حدیث میمونہ می آرد کہ گفت شنیدم شب آں حضرت را کہ می فرمود در متوضیٰ لبیک لبیک سہ بار می فرمود نصرت نصرت سہ بار چوں برآمد گفتم یا رسول اللہ شنیدم کہ تکلم می کنی ایا بود با تو کسے کہ تکلم می کردی باوے گفت ایں راجز بنی کعب بود از خزاعہ کہ از من طلب نصرت می نماید می گوید کہ

[1] بخاری شریف، ص:۱۴۱۸، کتاب التعبیر، باب رویا اللیل، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، حدیث: ٦٩٩٨، باب ۱۱/۱۱.

[2] مسند امام احمد، ج:۳، ص:۳۲۸۔

[3] بخاری شریف، ج:۲، ص:۹۶۳، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۳۸، حدیث: ٦٢٥٣۔

قریش، اعانت، بنی بکر کردن تا بر سر ما شب خون آوردند۔ بعد سہ روز عمر بن سالم خزاعی درمیان چہل مرد از مکہ بمدینہ مطہرہ آمد تا آں حضرت را کہ خبر کند باں چہ واقعہ شدہ است واستغاثہ کند وانتشار نماید۔ (۱)

امام طبرانی معجم صغیر میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث لاتے ہیں، انھوں نے کہا میں نے ایک رات سنا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو خانہ میں فرماتے ہیں۔ لبیک لبیک تین بار، نصرت نصرت تین بار جب حضور باہر تشریف لائے تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ میں نے آج رات سنا کہ کسی سے بات کرتے ہیں؟ کیا آپ کے ساتھ کوئی تھا جس سے بات کرتے تھے؟ فرمایا بنو خزاعہ کی شاخ بنی کعب کا فریادی تھا جو مجھ سے مدد مانگ رہا تھا کہتا کہ قریش نے بنی بکر کی مدد کی اور ہم پر شب خون مارا۔ تین دن کے بعد عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ آئے تا کہ آنحضرت کو اس واقعہ کی خبر پہنچائیں، اور مدد کی درخواست کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"**فلا تدعوا مع اللّٰه احدًا.**" کا ترجمہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا (تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو) اس پر آپ کو بہت غصہ ہے۔ لیجیے فتح محمد جالندھری غیر مقلد نے یہ ترجمہ کیا (تو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو) اور دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے یہ ترجمہ کیا (تو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو) اس کے متصل بعد تھا: "**لما قام عبد اللّٰه یدعوا الخ.**" اس کی تفسیر جلالین میں یہ ہے: "**یعبده ببطن نخله.**" اور جالندھری صاحب نے یہ ترجمہ کیا اور جب خدا کے بندے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی عبادت کو کھڑے ہوئے، اور تھانوی صاحب نے ترجمہ کیا۔ (جب خدا کا خاص بندہ خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے) اس کے بعد تھا (**إنما ادعوا ربی**) اس کا ترجمہ جالندھری صاحب نے یہ کیا (میں تو اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں) اب آپ فرمائیے کیا کہتے ہیں۔

اب آپ کی تسلی کے لیے ترمذی شریف کی ایک حدیث لکھواتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "**الدعاء العبادة.**" ایسی صورت میں اگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یدعوا کا ترجمہ: "بندگی" کیا تو اس حدیث کے مطابق کیا اس پر اعتراض حدیث پر اعتراض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر مطلق پکارنے کو کوئی شرک قرار دے تو پھر اس کا جینا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ان آیات میں یہ تخصیص نہیں کہ دور سے پکارتے تھے یا غائبانہ پکارتے تھے یا فوت ہونے کے بعد پکارتے تھے مطلق ہے تو لازم ہے کہ قریب کو پکارنا بھی شرک حاضر کو پکارنا بھی شرک اس لیے اس پر اجماع ہے کہ قرآن واحادیث کے ارشادات اپنے اطلاق اور عموم پر رہیں گے۔ جب تک قرآن یا حدیث سے اس کی تخصیص یا تقیید نہ ثابت ہو۔ اس لیے مطلق پکارنے کو شرک کہنا جہالت ہے اسی لیے مفسرین یدعوا۔ کی تفسیر یعبد سے کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] مدارج النبوة، ص: ۲۰۰

یہود و نصاریٰ اپنے عبادت خانوں میں کیا شرک کرتے تھے اس کی کوئی تفصیل قرآن و حدیث میں مذکور نہیں۔ یہود کے بارے میں قرآن میں ہے کہ وہ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ نیز نصاریٰ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی معبود جانتے تھے۔ قرآن مجید سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں کا شرک یہی تھا کہ یہود حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کو معبود جانتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے یہی ان کا شرک تھا۔ اہل سنت و جماعت بحمدہ تبارک وتعالیٰ حضرات انبیاے کرام اور اولیاے عظام کو نہ تو معبود جانتے ہیں نہ خدا کا بیٹا جانتے ہیں اور نہ عالم میں بالاستقلال متصرف جانتے ہیں۔ بلکہ اللہ کا بندہ اس کا محبوب اور اس کی عطا دین سے عالم میں متصرف مانتے ہیں۔ وہ بھی اس کے اذن سے اس لیے یہود و نصاریٰ پر قیاس کر کے اہل سنت کو مشرک کہنا افترا اور بہتان بھی ہے اور اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا بھی ہے اور ساری امت کو مشرک بنانا ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ وہابی علما سے دو باتوں کی توضیح کرا دیتے۔ شرک، عبادت، تعظیم کی جامع و مانع تعریف۔ عبادت و تعظیم میں فرق۔ لیکن جس طریقے سے آپ نے ہمیں پابند کیا ہے کہ قرآن و حدیث سے جواب دیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی پابند کریں کہ قرآن و حدیث کے حوالے سے ہر ایک کی تعریف کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وسیلہ کا معنی کیا ہے؟ وسیلہ لینے کا طریقہ کیا ہے؟

مسئولہ: حافظ محمد نعیم و حافظ محمد شفیق احمد صاحبان، تکیہ رائے گھاٹ، رائے بریلی، ۱۱؍ جمادی الاولیٰ

مسئلہ ❶ وسیلہ کے معنی کیا ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وسیلہ لینے کا کیا طریقہ تھا؟

❷ سورۂ مائدہ کے چھٹے رکوع کی پہلی آیت سے پتہ چلا کہ وسیلہ فرض ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وسیلہ کا کیا طریقۂ عمل بتایا، اور تارک وسیلہ کی کیا وعید فرمائی اور عامل وسیلہ سے کیا وعدہ فرمایا۔ اور وسیلہ فرض ہونے کی حالت میں نواقض و مفاسد فقہ حنفی سے ثابت فرمائیں۔

❸ بزرگانِ دین کے مزارات شریف سے وسیلہ لینے کا کیا طریقہ محدثین حضرات نے فرمایا؟

❹ وہ حدیث شریف جناب والا کی نظروں سے گزری ہوگی جس میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت ہے ان لوگوں پر جو لوگ اپنے بزرگوں کی قبروں کو وسیلہ بناتے ہیں۔

الجواب

❶ وسیلہ کے دو معنی ہیں۔ ایک تو ذریعہ، دوسرا جنت کا ایک درجہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

خاص ہے۔(روح البیان) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور ان کے عزیز و اقارب کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے جو حقیقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے وسیلہ سے دعا مانگنا ہوا۔ علاوہ ازیں مشکوٰۃ المصابیح ص:۵۴۵ پر ہے:

"عن ابی الجوزاء قال قحط اهل المدینة قحطا شدیدا شکوا الی عائشة فقالت انظروا قبر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فاجعلو منه کویً الی السماء حتی لایکون بینه و بین السماء سقف ففعلوا فمُطروا حتی نَبَتَ العُشْبُ وَسَمِنَتِ الابل حتی تَفَتَّقَتْ من الشحم فسمی عام الفتق رواه الدارمی ."

حضرت آدم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی:"ربنا ظلمنا الی اٰخره" کے ساتھ یہ عرض کیا:"اسئلک بحق محمد ان تغفرلی."

ایک روایت میں یہ کلمے ہیں:

" اللّٰهم انی اسئلک بجاه محمد عبدک وکرامته علیک ان تغفر لی خطیتی"	یعنی اے رب میں تجھ سے تیرے بندۂ خاص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبت کے طفیل میں اور ان کی کرامت کے صدقہ میں جو انھیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔

یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی۔ اس روایت سے واضح ثبوت ملتا ہے کہ مقبولان بارگاہ کے وسیلہ سے دعا بحق فلاں اور بجاہ فلاں کہہ کر مانگنا جائز ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

"عن انس بن مالک ان عمر بن خطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه کان اذا قُحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبد المطلب رضی اللّٰہ عنه فقال اللّٰهم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم فتسقینا وانا نتوسل بعم نبینا فاسقینا فیسقون."(۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا."(۲)

یہ آیت مستدل ہے اس لیے کہ شریعت من قبلنا تلزمنا اذا قص اللّٰہ تعالیٰ و رسوله بلا انکار کذا فی الکافی. عالم گیری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) طریقہ مذکورہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پسندیدہ طریقۂ عمل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[۱] بخاری شریف، ج:اول، ص:۱۳۷

[۲] قرآن مجید، سورة البقرة، آیت: ۸۹، پ:۱

نے اس کی تعلیم بھی دی ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے: عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين.[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) محدثین عظام نے بزرگانِ دین کے مزارات سے اس طرح وسیلہ لیا ہے۔ دیکھیے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال اني لأتبرک بابی حنيفه و اجئ الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين وسالت الله عند قبره فتقضى سريعا."[2]

جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار شریف پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں، ان کی قبر کے پاس اللہ سے دعا کرتا ہوں تو دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف محدث ہی نہیں بلکہ مجتہد بھی تھے اور بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل کرتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کے صرف حنفی ہی نہیں بلکہ شافعی بھی قائل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) میری نظر سے اس قسم کی کوئی حدیث نہیں گزری ہے۔ البتہ حدیث شریف میں ہے:

"عن عائشة ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال فی مرضه الذی لم يقم منه لعن اللّٰه اليهود و النصارىٰ اتخذوا قبور انبياء هم مساجد."

حضرت جندب کی روایت میں ہے:

"اَلا ان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم و صالحيهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد انى انهاكم عن ذٰلک."[3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے جو کچھ کہوں گا حاضر و ناظر جان کر کہوں گا

مسئولہ: محمد ادریس، محلہ حیدرآباد، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ پر کہ زید نے کہا کہ جو کچھ کہوں گا میں اللہ و رسول کو حاضر و ناظر جان کر کہوں گا تو کیا زید اسلام سے خارج ہو گیا۔ قرآن و احادیث کریمہ سے مدلل جواب دیجیے گا۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا بلاشبہ درست ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ "سلوک اقرب السبل بالتوجه الى سيد الرسل" میں فرماتے ہیں:

[1] مشکوٰۃ شریف، ص:۳۰۔
[2] مقدمہ شامی، جلد اول، ص:۱۴۹، مکتبہ زکریا۔
[3] مسلم شریف، جلد اول، ص:۲۰۱۔

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ درمیان علماے امت است یک کس رادریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی اندوبراحوال امت حاضروناظراند۔[1]	علماے امت میں کثیر اختلاف کے باوجود کسی ایک شخص کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ مجاز یا تاویل کے کسی شائبہ وتوہم کے بغیر دائم اور باقی ہیں، اور امت کے اعمال پر حاضروناظر۔

ایک حدیث یہ ہے جب گھر میں جاؤ اور کوئی نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہو۔ اس کی شرح میں شرح شفا میں حضرت ملاعلی قاری فرماتے ہیں:

”لان روح النبی حاضرة فی بیوت جمیع اهل الاسلام.“[2]	اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

قرآن مجید میں ہے: ”اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ.“[3]

اولیٰ کا ترجمہ مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں اقرب کیا ہے یعنی سب سے زیادہ نزدیک۔ اب آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ مومنوں سے نزدیک ہیں۔ اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضروناظر ہیں۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ یہاں اللہ کے ساتھ رسول کو ذکر کیا۔ صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ جب ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ دریافت فرماتے تو وہ عرض کرتے: ”اللّٰہ ورسوله اعلم.“ خود قرآن کریم میں ہے: ”اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ.“[4] واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو ہر جگہ حاضروناظر ماننا

مسئولہ: محمد ادریس، محلّہ حیدرآباد، مبارک پور، اعظم گڑھ - ۱۱؍ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ خدا ہر جگہ حاضروناظر نہیں ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضروناظر ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے کی اقتدا میں حنفی مسلک سے

[1] سلوك اقرب السبل بالتوجه الیٰ سید الرسل علیٰ هامش اخبار الاخیار ص:۵۵۔
[2] ص:٤٦٤، ج:۳، مكتبه سلفیه مدینه منوره۔
[3] قرآن مجید، پاره:۲۱، آیت:٦، سورة الاحزاب۔
[4] قرآن مجید، پاره:۱۰، آیت:٧٤، سورة التوبة۔

نماز ہوگی یا نہیں۔ جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں۔

الجواب

جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں اس نے صحیح کہا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے کلمۂ کفر ہے حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں ہے: ''من قال نہ تو در ہیچ مکانے، نہ زتو خالسیت مکان یکفر۔'' اللہ مکان جگہ سے پاک ہے اللہ کے لیے جگہ یا مکان ثابت کرنا باتفاقِ علما کفر ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے جائز نہیں، اس لیے کہ ''حاضر'' کا معنی ہوتا ہے ''سامنے موجود ہونے والا'' اور ''ناظر'' کا معنی ہوتے ہیں ''آنکھ سے دیکھنے والا'' اللہ تعالیٰ سامنے ہونے اور آنکھ سے پاک ہے اور یقیناً اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے یعنی اس کی ذات غیر متناہی ہر چھوٹی بڑی چیز کو محیط ہے، اور اسے کوئی شے محیط نہیں ہوسکتی اور ہر چھوٹی بڑی ظاہر، باطن چیز کو دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو شہید و بصیر کہنا چاہیے۔ حاضر و ناظر نہیں۔ ہاں بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''سلوک اقرب السبل'' میں فرماتے ہیں: ''باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ درمیان علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ حقیقت حیات بلاشائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی اند و بر احوال امت حاضر و ناظر اند'' اور یہ مضمون خود حدیث سے مستخرج ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب گھر میں جاؤ اور گھر میں کوئی نہ ہو: ''فقولوا السلام علیک یا رسول اللّٰہ.''[1] حضرت ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''لانّ روح النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت جمیع اھل الاسلام.''[2] اس لیے جس امام نے ایسا کہا اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنا کیسا ہے۔ ایک حکایت کے متعلق سوال

مسئلہ ۱ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ فرقۂ باطلہ کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں اور اللہ جل شانہ حاضر و ناظر ہے، اس پر ہمارے ایک دوست نے کہا کہ حضور پرنور حاضر و ناظر ہیں اور آپ کے سامنے ہر ذرہ ہے، اور اللہ جل شانہ کو حاضر ماننے والے لادین کافر ہیں اس پر عقائد باطلہ نے بہت شور و شر کیا، اور ہمارے دوست کا کہنا ہے کہ اللہ پہلے سے واجب الوجود ہے اس کے حاضر ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور زمین و آسمان اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں۔ دنیا میں کسی جگہ اللہ کو حاضر ماننا توہین ہے۔ کیا قرآن عظیم سے اللہ تعالیٰ کے حاضر ہونے کا ثبوت ملتا ہے؟

---

[1] شرح شفاء ص:٤٦٤، ج:٣، مکتبة سلفیه مدینه منوره

[2] شرح شفاء ص:٤٦٤، ج:٣، مکتبة سلفیه مدینه منوره

❷ زید کہتا ہے کہ حسین علیہ السلام غلط راستہ پر تھے اور یزید حق پر تھا اس پر بکر کہتا ہے کہ ایک واقعہ ہے کہ حسین علیہ السلام کو کوئی چیز اٹھانے کی ضرورت پڑی اور وہ چیز اونچائی پر تھی، وہ آپ نے قرآن شریف پر کھڑے ہوکر اٹھائی اس پر صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ حسین علیہ السلام قرآن عظیم پر کھڑے ہیں تو حضور نے فرمایا کیا جرم ہے جو قرآن پر قرآن رکھ دیا۔ بلکہ حضور حسین علیہ السلام کو قرآن فرمائیں اور تو ان کو غلط بتلائے اس پر زید کا کہنا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے حسین علیہ السلام کو غلط کہنے والے پر شرعی کیا قانون ہے؟ جواب صحیح دلائل اور کتب سے مع واقعہ مطلوب ہے۔

الجواب

❶ آپ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی کے بجائے صیغہ درود شریف کے صرف صلعم لکھا جو بالکل مہمل ولغو ہے جس کے کوئی معنی کسی لغت میں نہیں یہ حرام ہے، اس سے توبہ کریں اور آئندہ بھی احتراز کریں، یہ طریقہ سنیوں کا نہیں بد مذہبوں کا ہے۔ یقیناً حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہر جگہ جلوہ فرما اور ہر چیز کے دیکھنے والے ہیں اور یہ بحمدہٖ تعالیٰ قرآن کریم سے ثابت ہے، ارشاد ہے:

"النَّبِيُّ اَولٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ."[۱] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ مومنین سے قریب ہیں۔

جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومن کی جان سے بھی زیادہ مومن سے نزدیک ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ جہاں مومن ہوں سرکار کا جلوہ یہی معنی حاضر و ناظر ہیں۔ اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنے والا کافر تو نہیں مگر اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنا منع ہے کہ اللہ عزوجل کے اسما توقیفی ہیں یعنی شریعت نے جن اسما کا اطلاق باری تعالیٰ پر کیا ہے اسی کا اطلاق درست اور جن اسما کا اطلاق نہیں فرمایا ان سے احتراز چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ بکر نے جو واقعہ بیان کیا وہ بے اصل ہے رفاض کا تراشا ہوا ہے اور زید جو سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناحق پر کہتا ہے اور یزید پلید کو حق پر یزید پلید باطل کوش حق پوش تھا۔ ضال مضل ہے کہ علماے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ لخت رسول جگر گوشہ بتول حق پر تھے اور یزید باطل پر یزید کے فسق و فجور پر سب کا اتفاق بعض علما نے یزید کی تکفیر بھی کی ہے تفصیل کے لیے پاسبان کا حسین نمبر مطالعہ کریں۔[۲] واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ: حسین علیہ السلام لکھنا منع ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] قرآن مجید، پ:۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت:۶۔

[۱] یامقالاتِ شارحِ بخاری کا مطالعہ کریں۔ محمد نسیم۔

حضور کو معراج میں دودھ اور شراب دیا گیا، حضور نے دودھ پی لیا اور شراب چھوڑ دیا۔ قصص الانبیا نامی کتاب غیر معتبر ہے

مسئولہ: حمزہ خاں، سلیم پور، رسول پور، اعظم گڑھ (یو. پی)

مسئلہ حضرت مولانا غلام نبی ابن عنایت اللہ صاحب نے قصص الانبیا میں لکھا ہے کہ حضور کو معراج شریف میں دودھ اور شراب دیا گیا۔ حضور نے دودھ اٹھایا اور پی لیا۔ مگر تھوڑا چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ پورا پی جاؤ تو حضور پی گئے، تو اللہ کا حکم ہوا کہ اگر پورا پیتے تو آپ کی امت بالکل برے نہیں ہوتے، مگر تھوڑا چھوڑ نے کی وجہ سے تھوڑے لوگ برے ہوں گے، اور شراب پیتے تو سب لوگ برے ہوتے۔

الجواب

قصص الانبیا نامی کتاب غیر معتبر ہے، اس میں بہت سی موضوع، واہیات، خرافات روایتیں بھری پڑی ہیں۔ صحیح روایتوں میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ اور شراب پیش کیا گیا۔ حضور نے دودھ کو لے کر پی لیا تو ارشاد ہوا کہ تم نے فطرت کو اختیار کیا۔ اگر شراب لے کر پیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ یہ روایت کہیں میری نظر سے نہیں گزری کہ دودھ تھوڑا سا چھوڑ دیا، اور پھر بعد میں پیا اور نہ یہ کہیں میں نے دیکھا کہ اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سب برے ہو جاتے۔

کیا معراج میں نعلین اقدس پہن کر حضور عرش پر تشریف لے گئے تھے؟

مسئولہ: مولوی محمد عیسیٰ رضوی، انجمن ہدایت المسلمین، جوبل پورتولا، وایا سرسڑ، ضلع سیتامڑھی (بہار)

مسئلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا فرماتے ہیں علماے دین مندرجہ مسئلہ میں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں گئے تو نعلین مقدس پہنے ہوئے عرش پر گئے، یا نعلین مقدس کو نیچے اتار کر عرش پر گئے۔ بکر کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مکرم پہنے ہوئے عرش پر تشریف لے گئے۔ اور زید کہتا ہے کہ حضور نعلین شریف عرش سے نیچے اتار کر تشریف لے گئے۔ کس کا قول مانا جائے گا اس کا فیصلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مع دلیل جواب دیا جائے۔ عین احسان ہوگا۔

الجواب

نعلین مقدس پہنے ہوئے عرش پر جانا جھوٹ اور موضوع ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے عرفان شریعت حصہ دوم ص: ۹؍ پر تحریر فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شب معراج عرش پر حضور نعلین شریف پہنے تشریف لے گئے یا نہیں؟

مسئولہ: محمد غیاث الدین ماسٹر، سیرام پور، اردو میڈل اسکول، پوسٹ ایس. پی. (بہار) -۲۳ر صفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلے کے بارے میں۔ احکام شریعت حصہ دوم، ص: ۱۰ میں ابجد ہوز کے حرف دے کر مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ جس میں (ز) حرف کے مسئلہ میں سوال ہے

(ز) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج عرش الٰہی پر نعلین مبارک پہن کر تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: (ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔

اس سلسلہ میں کچھ لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ علماے اہل سنت عجیب عجیب نئی نئی باتیں لکھتے ہیں۔ جب کہ کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے علامہ ارشد القادری و دیگر علماے کرام سے تقریر میں سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نعلین مبارک پہن کر عرش پر گئے اور دیگر کتابوں میں بھی دیکھا گیا ہے۔ بلکہ علما یہ بھی کہتے ہیں کہ عرش کو نعلین مبارک سے سکون اور زینت ملی، بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ادھر علما کی تقریر میں بیان کچھ ہے، اور احکام شریعت میں بیان کچھ ہے۔

لہٰذا مدلل اور مفصل جواب دیں کہ نعلین مبارک کے ساتھ عرش پر گئے یا نہیں؟ اگر نعلین مبارک عرش پر نہیں لے گئے تو نعلین مبارک کہاں تھا؟ اگر لے گئے تو حوالہ پیش فرمائیں۔ نیز احکام شریعت کی اس عبارت پر غور فرما کر مجھ کو مطلع فرمائیں۔

الجواب

اس روایت کے جھوٹ اور موضوع ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں۔ جو صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ نعلین پاک پہنے عرش پر گئے، ان سے پوچھیے کہ کہاں لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی نے یہ کبھی نہیں بیان کیا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور نے جنت میں بلال کے کھڑاؤں کی آواز سنا یا قدم کی؟

مسئولہ: محمد مظہر الحق رضوی، جامع مسجد مسلم محلّہ چاس، نزیل حال، ڈومرڈیہہ، پوسٹ ررکھانگو، ضلع گریڈیہہ (بہار)

کیا فرماتے ہیں علماے حق و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی تقریر میں حضرت بلال

رضی اللہ عنہ کے ضمن میں یوں بیان کیا ہے کہ جنت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھڑاؤں کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمائی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ لفظ کھڑاؤں کی آواز تھی یا قدم نازکی آہٹ، مدلل بحوالہ جواب ارقام فرمائیں۔

الجواب

کھڑاؤں کا لفظ زائد ہے۔ حدیث میں جو لفظ آیا ہے۔ وہ خشخشة ہے اس کا صحیح ترجمہ آہٹ ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

"صوتا حادثا من تحرک الاشياء اليابسة واصطكا كها كالسلاح و النعل و الثوب."[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک روایت کے متعلق سوال

مسئولہ: ۵رشعبان ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ① معراج میں جب اللہ کے پیارے رسول خداوند قدوس کے حضور میں پہنچے تو اللہ اور اللہ کے حبیب کے درمیان نوے ہزار باتیں ہوئیں۔ کیا یہ گنتی کہیں سے ثابت ہے؟

② معراج ہی کے بارے میں بتاتے ہوئے امام صاحب نے کہا آسمان پر جب آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آدم علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ ظاہر میں تم میرے بیٹا اور باطن میں میرے باپ ہو کیا یہ جملہ کہیں سے ثابت ہے کہ باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے باپ تھے؟

الجواب

① میرے علم میں ایسی کوئی روایت نہیں جس میں یہ گنتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② واقعہ معراج میں کہیں یہ نظر سے نہ گزرا البتہ اتنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں فرمایا "یا ابني صورة وابي معنیً" اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للملا علی القاری، ج:۵، ص:٦١٨، مطبع اصح المطابع ممبئی، حاشیۃ مشکوٰۃ المصابیح، ص:٥٧٤، باب جامع المناقب، مطبع مجلس برکات، اشرفیہ۔

کیا حضور نے معراج میں اللہ عزوجل کا دیدار کیا ہے؟

مسئولہ: ایم.اے.این.انصاری، سین انجینئر، امپائر تھیٹر، جبل پور (ایم.پی.)-یکم محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ میں نے قرآن وحدیث کا مطالعہ بہت گہرائی سے کیا ہے۔قرآن میں مجھے یہ کہیں نہیں ملا کہ معراج میں اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی واضح دیدار دی۔مگر احادیث میں اختلاف پایا کہ کچھ تو بڑی شدومد کے ساتھ انکار دیدار ہے اور کچھ اقرار دیدار ہے۔مگر کوئی مستند اور پائدار نہیں کہ ثابت ہو سکے کہ حضور نے اللہ کا دیدار کیا۔میرے دل ودماغ میں یہ بار بار سوال اٹھتا ہے کہ کیا رسولِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اللہ کا دیدار کیا تھا۔اس سوال نے میرے دل ودماغ کو پریشان کر رکھا ہے۔

لہٰذا آپ سے استدعا ہے کہ قرآن وحدیث سے معراج شریف میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق مستند اور پائدار ثبوت برائے کرم تحریر کرنے کی زحمت گوارہ کریں۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج رب تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے مگر صحیح اور راجح یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو چشم سر سے دیکھا۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

”الراجح عند اکثر العلماء انه صلی اللّٰه علیه وسلم رای ربه بعینی راسه لیلة المعراج.“[1]

اس سلسلے میں متعدد احادیث مرفوع آئی ہیں۔امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی:

”قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رأیت ربی عزوجل.“[2]

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لان اللّٰه تعالیٰ اعطی موسی الکلام واعطانی الرؤیة.“

نیز اسی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے:

”قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لی ربی نحلت خلتی و کلمت موسیٰ

---

[1] زرقانی علی المواهب اللدنیه، ص:۲۴۴، ج:۸۔

[2] مسند امام احمد بن حنبل، ص:۲۸۵، ۲۹۰، ج:۱۔

تکلیما و اعطیتک بالحمد کفاحا.“

صاحبِ مجمع بحار الانوار ”کفاحا“ کے معنی یہ لکھتے ہیں:

کفاحا ای مواجھه لیس بینهما حجاب .

امام ابن مردویہ حضرت اسما بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

”سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وهو يصف سدرة المنتهىٰ (الى ان قال) فقلت مارأيت عندها قال رأيت عندها يعنى ربه.“

طبرانی صحیح اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی:

”انهٗ كان يقول ان محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم راى ربه مرتين مرةً ببصره ومرة بفوا ده.“

قرآن مجید کی آیات میں دونوں احتمال ہیں، لیکن قواعد عرب کے اعتبار سے راجح یہی ہے کہ ان سے بھی اثبات رؤیت ہوتا ہے:

”فاوحىٰ الىٰ عبده ما اوحىٰ. ما كذب الفواد ما رأى. افتما رونه على مايرى. ولقد راه نزلة اخرىٰ. عند سدرة المنتهىٰ.“[1]	رب نے اپنے بندے کی طرف وحی فرمائی جو فرمائی، جو کچھ دیکھا دل نے اسے جھوٹا نہیں کہا، تو کیا تم لوگ اس کے دیکھنے پر ان سے جھگڑا کرتے ہو۔ انھوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

ترجمہ کو ذہن میں بٹھانے کے بعد غور کیجیے، وحی کرنے والا کون، اللہ عزوجل۔ اب جو فرمایا کہ انھوں نے وہ جلوہ دوبار دیکھا تو ولقد راه کی ضمیر کا مرجع بھی اللہ عزوجل ہی کو ٹھہرانا اسبق الی الذهن ہے۔

اس لیے ان آیات سے بھی متبادر یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ عزوجل کو دیکھا۔ دار الافتا میں اتنی فرصت نہیں کہ تفصیل کی جائے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ منبه المنية فى وصول الحبيب الى العرش والروية کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

معراج سے متعلق ایک روایت

مسئولہ: محمد امین القادری، بہرام باغ، جوگیشوری، بمبئی - ۴؍رجب ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب کریم نے شب معراج بلایا، آنے جانے میں اور ہم کلامی میں تقریباً ۲۷؍سال کا عرصہ گزر گیا،

[1] قرآن مجید، سورة النجم، آیت: ١٠ تا ١٤۔

نیز زید کہتا ہے کہ ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ آن کی آن میں گئے اور چلے آئے۔

الجواب

زید زندہ ہے تو اس سے پوچھ لیجیے کہ اس نے یہ دونوں روایتیں کہاں دیکھی ہیں۔ بہر حال میں نے ان دونوں میں سے کوئی بھی کہیں نہیں دیکھی۔ یہ کہنا، یہ روایت کہیں نہیں، بہت مشکل کام ہے۔ ۲۷/سال والی بات تو میں نے کسی واعظ سے سنی بھی نہیں البتہ آن کی آن میں جانے اور آنے کی بات سبھی واعظین بیان کرتے ہیں۔ لیکن میں نے یہ روایت کہیں نہیں دیکھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا شب معراج حضور نے براق پر سوار ہوتے وقت غوث اعظم کے کندھے پر قدم مبارک رکھا تھا؟

مسئولہ: ظہیر الدین، محلّہ حبیب پورہ نئی پوکھری، قاسم باڑہ، ماتا کنڈ بنارس-۱۱/صفر ۱۴۱۱ھ

مسئلہ زید نے واقعہ معراج شریف بیان کرتے ہوئے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح پرفتوح کے واقعہ ظہور کو توڑ مروڑ کر بانداز گستاخانہ بایں طور پر بیان کیا کہ عرش الٰہی بہت اونچا تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس پر چڑھنے میں بے حد پریشانی اور دشواری ہوئی تو آپ نے عرض کیا کہ نانا آپ کو کوئی حاجت ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، فوراً ہی کندھا لگا دیا، جس سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشکل کشائی اور حاجت روائی ہوئی زید سے جب اس تقریر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہا کہ صحیح حدیث میں ہے: خالد کہتا ہے کہ کرامات اولیاے کرام قدست اسرارہم حق ہیں۔ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح پاک کے ظہور اور دوش مبارک پر حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پاک رکھنے میں عقلاً اور شرعاً استحالہ نہیں ہے۔ دریافت طلب امور یہ ہیں۔

(۱) ایسا وقوع ہوا بھی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا یہ واقعہ حدیث شریف کی کسی کتاب میں ہے یا نہیں؟

(۳) مندرجہ بالا عبارات میں خط کشیدہ الفاظ، بے حد پریشانی، دشواری، حاجت، کندھا لگا دیا، مشکل کشائی، حاجت روائی۔ کیا یہ سب کتاب میں ہے؟ نیز یہ الفاظ گستاخانہ ہیں یا نہیں اگر ہیں تو زید پر شرعاً کیا جرم عائد ہوتا ہے۔ زید کو پھر سے کلمہ شریف پڑھنا اور نکاح کرنا ہوگا یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب

(۱)-(۲)-(۳) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کتب احادیث و سیر میں اس

روایت کا نشان نہیں۔ رسالۂ غلام امام شہید محض نامعتبر بلکہ صریح اباطیل وموضوعات پر مشتمل ہے۔ منازلِ اثنا عشریہ کوئی کتاب فقیر کی نظر سے نہیں گزری نہ کہیں اس کا تذکرہ دیکھا۔ تحفۂ قادریہ شریف اعلیٰ درجے کی مستند کتاب ہے میں اس کے مطالعہ بالاستیعاب سے بارہا مشرف ہوا جو نسخہ میرے پاس ہے یا جو میری نظر سے گزرا ان میں یہ روایت اصلاً نہیں۔ فاضل عبدالقادر قادری بن شیخ محی اہلی نے کتاب تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ روایت لکھی ہے اور اسے جامع شریعت وحقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمۃ اللہ کی کتاب حرز العاشقین سے نقل کیا اور ایسے امور میں اتنی ہی سند بس ہے۔[1]

لیکن اس کتاب میں یہ واقعہ براق پر سوار ہوتے وقت کا لکھا ہے ویسے بعض کتابوں میں عرش جانے کے بارے میں بھی لکھا ہے اس روایت میں عقلاً یا شرعاً کوئی استبعاد نہیں۔ البتہ اس جاہل نے جن کلمات کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے یہ اس کی جہالت ہے اس سے اسے توبہ کرنا فرض ہے۔ کیوں کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے۔ جن کتابوں میں یہ روایت ہے ان میں یہ کلمات نہیں، روایت میں صرف اتنا ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک حاضر ہوئی اور اپنا کندھا پیش کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر قدم رکھا اور براق سے عرش پر تشریف لے گئے اس پر حضور نے خوش ہو کر فرمایا میرا قدم تیری گردن پر اور تمہارا قدم سارے اولیاء اللہ کی گردن پر مگر یہ شخص کافر ومرتد نہ ہوگا، اس لیے کہ بڑے چھوٹوں کو نوازنے کے لیے اس قسم کے کلمات کہیں تو اس سے توہین لازم نہیں آتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شب معراج غوث اعظم نے پائے اقدس کو اپنے کندھے پر رکھا

مسئولہ: مظہر ادیب، سری چھپرہ، بہار - ۵/صفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ شب معراج سیدنا غوث پاک نے پائے اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کندھے کا سہارا دیا جب کہ وہ موجود نہیں تھے؟ مدلل تحریر فرمائیں

الجواب

یہاں مراد روح مبارک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] مسائل معراج، ص:٥٤، ٥٥، فتاویٰ رضویہ، ج:١٢، ص:٢١

یہ کہنا کیسا ہے کہ نبی کی سب شانیں خدا کی شان ہیں؟ رزق کی نسبت بندوں کی طرف کرنا کیسا ہے؟ علقمہ کا معنی

مسئولہ: محمد علقمہ شبلی، مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ (یو. پی.)

کیا فرماتے ہیں علماے دین مندرجہ ذیل عبارت کے بارے میں۔

مسئلہ ① "اسی طرح یہاں مومنوں میں حضور کی امت داخل ہے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں"، اس عبارت میں نعوذ باللہ حضور کو مومن قرار نہیں دیا گیا ہے۔ مومن ہونے سے انکار ایسا لکھنے والا مسلمان ہے کہ کافر، جواب جلد مرحمت فرمائیں، کرم ہوگا۔

② نبی کی سب شان خدا کی شان ہے تو خدا کی بعض شان ضرور نبی کی شان ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے یا نہیں۔ جواب جلد عنایت فرمائیں۔

③ بندے بندوں کو رزق دیتے ہیں؟ آپ حضرات ان تمام سوالات کے جوابات مدرسہ کے مہر کے ساتھ دیں۔

نوٹ:- علقمہ شبلی کے معنی بھی لکھ دیں کہ کیا ہوتا ہے علقمہ شبلی کا معنی؟

الجواب

① جب مومن سے مراد امتی ہے اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں تو مومن بہ معنی امتی مراد لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن کہنے کا مطلب ہوا امتی کہنا۔ کون مسلمان حضور کو امتی کہنا گوارا کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② یہ عقیدہ بھی حق ہے، شان سے یہاں مراد صفات ہیں۔ مولا عزوجل رؤف، رحیم، حفیظ، عظیم، سمیع، بصیر ہے اور اس کی عطا و دین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رؤف، رحیم، حفیظ، عظیم، سمیع، بصیر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

③ رزق کی نسبت بندوں کی طرف حرام و گناہ منجر الی الکفر ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

علقمہ بہ معنی کڑوی چیز اور اندرائن کے ہیں، وہ ایک کڑوا پھل ہوتا ہے اور ایک تابعی کا نام بھی ہے۔ شبلی میں یاے نسبتی ہے، مشہور بزرگ کا نام ہے۔ شبلٌ کا معنی شیر کا وہ بچہ جو شکار کے قابل ہو جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

موضوع روایت فضائل میں بھی بیان کرنا حرام ہے۔

مسئولہ: محمد حسین حشمتی، مدرسہ اسلامیہ اہل سنت حشمت العلوم، رام پور، بارہ بنکی ۱۶ر رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے تو نہ یہ ثابت کہ نعلینِ مبارک پہنے ہوئے عرش اعظم پر تشریف لے گئے اور نہ یہ ثابت کہ نعلینِ پاک اتار کر تشریف لے گئے، جیسا کہ حضور اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی کتب مبارکہ سے پتہ چلتا ہے۔ اور بعض مقررین تقریر میں بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عرش اعظم پر تشریف لے گئے تو نعلینِ پاک اتارنا چاہا تو رب العزت نے فرمایا، اے محبوب! تم نعلین پہنے ہوئے چلے آؤ، تاکہ تمہاری نعلین کی خاک عرش اعظم کو لگے تو اس کو شرف حاصل ہو اور موسیٰ علیہ السلام کو اس لیے نعلین اتارنے کا حکم ہوا تھا کہ ان کے پیروں میں کوہِ طور کی خاک لگے تو ان کو شرف حاصل ہو۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ نہ تو نعلینِ پاک پہن کر جانا ثابت اور نہ اتارنا ثابت تو یہ کہنا کہ رب نے فرمایا کہ نعلین پہنے ہوئے چلے آؤ، یہ کہاں سے ثابت ہے؟ ایسا کہنا تو جھوٹ ہوگا۔ میں نے اعتراض کیا کہ ایسا نہ بیان کرنا چاہیے کیوں کہ پہن کر جانا ثابت نہیں ہے تو کہا اتارنا بھی تو ثابت نہیں ہے تو فضیلت کے لیے ایسا بیان کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ کیا اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ رب نے فرمایا نعلین پہنے چلے آؤ۔ اگر نہیں بیان کیا جا سکتا تو بیان کرنے والے پر توبہ لازم آتی ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

الجواب

یہ بھی حرام و گناہ ہے اور بہ حکم حدیث استحقاق جہنم کا سبب۔ موضوع روایت فضائل میں بھی بیان کرنا حرام۔ بیان کرنے والے پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حضور نے شب معراج اللہ عزوجل کا دیدار فرمایا؟ مسئلۂ علم غیب

مسئولہ: الحاج محمد ارمان، لال گنج، اعظم گڑھ (یو. پی.)- ۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے انھوں نے اسماعیل بن ابی خالد بجلی سے انھوں نے عامر شعبی سے، انھوں نے مسروق سے انھوں نے حضرت عائشہ سے انھوں نے کہا جو کوئی تجھ سے یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا وہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ تو سورۂ انعام میں فرماتا ہے، آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور جو کوئی تجھ سے یہ کہے کہ حضرت محمد غیب کی بات

جانتے تھے وہ جھوٹا ہے (اللہ تعالیٰ سورۂ نمل میں فرماتا ہے) کسی کو غیب کا علم بجز خدا کے نہیں [۱]

الجواب

ام المومنین نے شبِ معراج رویتِ باری سے انکار فرمایا، ان کا مذہب یہی تھا اور یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ عہد صحابہ سے مختلف فیہ رہا ہے، اگرچہ صحیح یہی ہے کہ دیکھا ہے، جیسا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے منبه المنیه میں ثابت فرمایا ہے۔ صحابۂ کرام میں کثیر صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمِ سر سے اپنے رب کا جلوہ دیکھا۔ ان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سید المفسرین بھی ہیں۔ انھوں نے فرمایا، ”رؤیا عین“ آنکھ سے دیکھا۔ اور مسئلۂ علم غیب میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد علم ذاتی کے بارے میں ہے، جیسا کہ ان کی آیت کریمہ کے استدلال سے واضح ہے کیوں کہ اس آیت میں مراد علم غیب ذاتی ہے اور غیب سے مطلق غیب کا انکار کرنا قرآن مجید کی کثیر آیتوں کا انکار ہے۔

”عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ .“[۲]

سورہ جن کی آیت مذکورہ کا ترجمہ وہابی مترجم نے غلط کیا۔ آیت مبارکہ یہ ہے: لا تدركه الابصار . اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ”آنکھیں اُسے احاطہ نہیں کرتیں“ دیوبندی جماعت کے حکیم الامت نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے: ”اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی۔ احاطہ کرنے اور محیط ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی شے کو پورے طور پر دیکھ لیا جائے، اس کا کوئی حصہ باقی نہ رہے، سب دیکھ لیا جائے۔ یہ مطلق دیکھنے کے منافی نہیں۔ ہم ہمالہ پہاڑ کو دیکھتے ہیں مگر ہماری نظر اس کو محیط نہیں۔ ہم آسمان کو دیکھتے ہیں مگر ہماری نظر اس کو محیط نہیں۔ آپ وہابیوں کے ترجمے نہ پڑھیں، نہ قرآن مجید کا نہ احادیث کا، اہل سنت کے احادیث کے ترجمے منگا لیں اور پڑھیں۔ میری بخاری شریف کی شرح نزہۃ القاری منگا لیں، اس کے پڑھنے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ وہابیوں، دیوبندیوں کے ترجمے اور شروح سے جو شبہات پیدا ہوں گے، سب دور ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو سید نہ کہنے والے کا حکم

مسئولہ: ابوالقاسم، خطیب آنند نگر، ہبلی، ضلع دھاروار، کرناٹک

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک عالم دین نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ غیر سید کو مرید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر وہ مرید کرتا ہے تو سید کا ایجنٹ بن کر۔ اس پر ایک دوسرے عالم نے کہا تھا

[۱] بخاری شریف مترجم، ج:۳، ص:۹۲۲، باب:۱۲۳۹، حدیث:۲۲۱۵

[۲] پارہ:۲۹، آیت:۲۶–۲۷، سورہ جن

کہ عوام کے عرف میں حضرت فاطمہ کی اولاد کو سید کہتے ہیں تو حضرت حسن و حسین سے خاندانی سید کی ابتدا ہوئی، لہذا اس معنی کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاندانی سید نہیں ہوئے اگر چہ آپ سید المرسلین ہیں۔ اس پر ایک صاحب بنام روشن شاہ نوری نے استفتا کیا۔ جن دار الافتا سے فتوے آئے ان میں سے کسی نے بھی اس دوسرے عالمِ دین پر حکم کفر نہیں دیا البتہ ایک فتویٰ میں اتنا ضرور تھا کہ عوام کے سامنے اس طرح کی بحث چھیڑنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیادت کی نفی کرنا نہایت غیر مناسب ہے۔ اس لیے ایسا کرنے والا عالم دین احتیاطاً توبہ کر لے۔ اس کے برخلاف ناگ پور سے یہ فتویٰ آیا کہ بہ نیت استخفاف و تعییب و تنقیص ہو تو یہ کفر ہے، جس پر ہنگامہ ہوا اور اس عالمِ دین نے مجمعِ عام میں توبہ کر لی۔ لیکن کچھ لوگ اب بھی شورش پھیلانے میں لگے ہیں۔ کچھ دنوں بعد مسند نشین مرکز اہل سنت جانشین مفتی اعظم ہند حضرت ازہری میاں صاحب حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب رضوی اور حضرت مفتی انور علی صاحب ایک جلسہ میں تشریف لائے تو ان کے سامنے بھی یہ مسئلہ آیا اور فتاوے پیش ہوئے۔ ان حضرات نے شورش کے پیش نظر پھر دوبارہ جلسۂ عام میں توبہ کرائی اور فرمایا کہ مولانا صاحب نے اس سے پہلے بھی توبہ کر لی ہے جیسا کہ معلوم ہوا اور ابھی آپ ہزاروں آدمیوں کے سامنے بھی توبہ کر لی، لہذا اب ان پر کوئی الزام نہیں۔ اس وقت تو لوگوں نے تسلیم کر لیا، مگر پھر چند آدمی کہہ رہے ہیں کہ جو کفر نبی کی توہین کی بنیاد پر ہو اس میں توبہ مقبول نہیں اس لیے اس کی توبہ مقبول نہیں ہوگی اور جو لوگ اس کی توبہ کو مقبول کہتے ہیں ان کے لیے بھی وہی حکم ہے۔ اس لیے حضور والا سے گزارش ہے کہ صحیح حکم شرعی سے صاف صاف لفظوں میں آگاہ کیا جائے۔

الجواب

جب مقرر نے سید کے معنی کی تعیین کر دی کہ اس سے مراد اولادِ سیدہ فاطمہ ہیں اسی معنی کو مراد لے کر اس نے یہ کہا کہ اس عرفی معنی کے لحاظ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سید نہیں تو اس میں کوئی تحقیر کا پہلو نہیں، پھر بھی اگر کسی مفتی کے فتوے کو دیکھ کر، سن کر اور عوام کے خلفشار کو دور کرنے کے لیے مقرر نے توبہ کر لی وہ بھی قاضی شریعت علامہ ازہری صاحب مدظلہ العالی کے حکم سے تو اب اس مقرر پر کوئی الزام نہیں اور یہ کہنا کہ گستاخِ رسول کی توبہ نہیں، اگر اس کی مراد یہ ہے کہ عند اللہ بھی اس کی توبہ مقبول نہیں تو غلط ہے۔ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ گستاخِ رسول کی توبہ نہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ حاکمِ اسلام اسے زندہ نہیں چھوڑے گا، مگر عند اللہ اس کی توبہ قبول ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

”وکل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الکافر بسبب نبی من الانبیاء فانه یقتل حدا

ولا یقبل توبتہ مطلقاً۔"[1]

اس کے تحت شامی میں ہے:

"ان جزاء ہ القتل علی وجہ کونہ حدا لان الحد لا یقسط بالتوبۃ و افاد انہ حکم الدنیا اما عند اللّٰہ تعالیٰ فھی مقبولۃ کما فی البحر۔"[2]

پھر یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔علامہ شامی وغیرہ کا رجحان یہ ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے۔اس معنی کر کہ اگر توبہ کرے گا تو قتل نہیں کیا جائے گا۔شامی میں ہے:

"قلت فھذہ العبارۃ مذکورۃ فی الشفاء للقاضی العیاض المالکی نقلھا عنہ البزازی و اخطأ فی فھمھا لان المراد بھا ما قبل التوبۃ والالزم تکفیر کثیر من الأئمۃ المجتھدین القائلین بقبول توبتہ و سقوط القتل بھا عنہ علی ان من قال یقتل وان تاب یقول إنہ إذا تاب لا یعذب فی الآخرۃ کما صرحوا بہ وقدمناہ آنفاً فعلم ان المراد ما قلناہ قطعا۔"[3]

چند سطر اوپر ہے:

"وانما الثابت انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عفی عن کثیرین من آذوہ وشتموہ قبل اسلامھم کابی سفیان وغیرہ۔"[4]

بلکہ صاحب درمختار کا بھی رجحان یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے، بہر حال اولاً مقرر دوم نے جو کچھ کہا جس تفصیل سے کہا اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص کا کوئی پہلو نہیں کہ جب وہ پہلے کہہ چکا کہ سید سے میری مراد فاطمہ کی اولاد ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے نہیں۔ پھر جب مقرر دوم نے توبہ کر لی تو اب اس پر کوئی الزام نہیں اور یہ کہنا کہ اس کی توبہ اس معنی کر قبول نہیں کہ اب بھی اس کا جرم باقی ہے، شریعت پر افترا ہے۔ جو لوگ مقرر دوم کو توبہ کے بعد بھی مجرم کہتے ہیں وہ اللہ کا خوف کریں۔ بے علم کو فتویٰ دینا حرام حدیث میں فرمایا گیا:

"مَنْ افتیٰ بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السمٰوات والارض۔"[1]

جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے اور غلط فتویٰ دینا اور سخت، ان سب

---

[1] در مختار، ج:٦، ص:٣٧٠ کتاب الجھاد باب المرتد، دارالکتب العلمیۃ لبنان

[2] رد المحتار علیٰ ھامش الدرالمختار، ص:٣٧٠، ج:٦، کتاب الجھاد باب المرتد، دارالکتب العلمیۃ لبنان

[3] رد المحتار علیٰ ھامش الدرالمختار، ص:٣٧٠، ج:٦، کتاب الجھاد باب المرتد، دارالکتب العلمیۃ لبنان

[4] رد المحتار علیٰ ھامش الدرالمختار، ص:٣٧٠، ج:٦، کتاب الجھاد باب المرتد، دارالکتب العلمیۃ لبنان

لوگوں پر علانیہ توبہ بھی فرض ہے اور مقرر دوم سے معافی مانگنا بھی واجب یاد رکھیں اللہ کی گرفت بہت سخت ہے اور اس کا عذاب شدید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاے کرام کے مراتب میں فرق ہے

مسئولہ: محمد روزہ دین، مقام و پوسٹ سونوانی، ضلع بلیا

مسئلہ انبیاے کرام میں امتیاز کرنا منع ہے۔ مگر مطیع عیسیٰ اور مطیع محمد میں فرق دیکھئے۔
''جب عیسیٰ علیہ السلام پھانسی (صلیب) پر لے جائے گئے تو ان کے مطیع بھاگ گئے اور ان کا دینی جذبہ ختم ہو گیا، اور اپنے نبی کو موت کے پنجہ میں پھنسا چھوڑ کر چل دیئے۔ اس کے برخلاف محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مطیع اپنے مظلوم و مجروح نبی کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور اپنی جان کو مصیبت اور خطرہ میں ڈال کر تمام دشمنوں پر آپ کو فاتح بنا دیا۔'' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کی عبارت کا بولنے یا لکھنے والا شخص شریعت اسلام میں کیا سمجھا جائے گا؟ اسے امام بنایا جائے کہ نہیں؟

الجواب

یہی غلط ہے کہ انبیاے کرام میں امتیاز کرنا منع ہے۔ خود قرآن مجید میں اور احادیث میں انبیاے کرام کا باہمی امتیاز مذکور ہے، ارشاد ہے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ. وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ.''[۲]

ممنوع یہ ہے کہ کسی نبی کی اس طرح فضیلت بیان کی جائے کہ دوسرے نبی کی تحقیر ہو۔ بعد میں جو کچھ مذکور ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین امتیاز کا بیان نہیں، بلکہ امتیوں کے درمیان جو فرق ہے اس کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے امتی ایسے تھے کہ اس نازک وقت میں ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نے خطرناک سے خطرناک موقع پر بھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ قائل پر کوئی ایسا جرم ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہو صرف پہلے جملے میں تعبیر کی غلطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] الجامع الصغیر لأحادیث البشیر النذیر، ص:۱۷۲، ج:۲

[۲] قرآن مجید، پارہ:۳، آیت:۲۵۳، سورۃ البقرۃ

باب عقائد میں بہت سی چیزیں ہیں جن پر ہمارا ایمان ہے مگر کیفیت معلوم نہیں

مسئولہ: سید اقبال احمد ایم. اے محلّہ معظم پور، پوسٹ تلہر، ضلع شاہ جہان پور-۱۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۰۹ھ

مسئلہ کتابوں میں بہت سی جگہوں پر لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا کیا ہے۔ اسی طرح دیگر انبیا علیہم السلام کے متعلق بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ ''زمین وآسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے۔'' (بہار شریعت) یعنی کہ انھیں بھی علم غیب عطا کیا گیا ہے حتی کہ اولیاء اللہ کے لیے بھی یہی ہے کہ ''ساتوں آسمان اور ساتوں زمین مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں ایک چھلہ پڑا ہوا ہو۔'' (ملفوظات اعلیٰ حضرت) لہٰذا ان عقائد کے تحت ناچیز کے ذہن میں علم غیب عطا کیے جانے کے دو مفہوم آتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم السلام اور اولیاے کرام کو غیب کی ایک ایسی قوت ایک ایسی صفت یا غیبی آنکھ مستقل طور پر عطا فرمادی ہے جس کی بنا پر سارا عالم ارض وسما، شرق وغرب، شمال وجنوب غرض یہ کہ کائنات کا ذرہ ذرہ روز ازل سے جو کچھ ہو چکا ہے اور آئندہ جو کچھ ہوتا رہے گا سب کا سب ذرہ ذرہ انبیاے کرام اور اولیاء اللہ کے سامنے ہمہ وقت مستقل طور پر تفصیلی ومکمل طور پر ایسے ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں ایک چھلہ پڑا ہو، اور انھیں غیب کی کوئی بات جاننے کے لیے وحی کشف یا الہام کی قطعاً ضرورت باقی نہیں کیوں کہ علم غیب انھیں عطا کیا جا چکا ہے۔

(۲) دوسرا مفہوم پہلی شکل کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام واولیاء اللہ کو ایسی قوت یا صفت تو عطا نہیں فرمائی کہ سارا عالم کائنات کا ہر ذرہ ہمہ وقت مستقل طور پر ان کے پیش نظر ہے۔ البتہ اللہ عزوجل نے انھیں ایسے اشارات اور قوت عطا فرمادی ہیں جس کی بنا پر وہ بزرگ یعنی انبیا واولیا جب چاہتے ہیں جو چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں اپنی مرضی ومنشا اور ارادے سے سب کچھ جان لیا کرتے ہیں۔ یعنی غیب جاننے کے لیے وہ وحی کشف یا الہام کو اپنی مرضی وحکم سے جب چاہتے ہیں طلب کر لیتے ہیں۔

سوال- غیب عطا کیے جانے کے متعلق مذکورہ بالا دو صورتوں وشکلوں میں کون سی شکل موافق شرع اور اہل سنت ہے اور ایک مسلمان کو انبیاے کرام اور اولیاے کرام کو غیب عطا کیے جانے کے سلسلے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ پہلا یا دوسرا یا کوئی اور تیسرا بھی ہو سکتا ہے۔ براے کرم واضح کریں۔

الجواب

باب عقائد میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن پر ہمارا ایمان ہے، مگر ان کی کیفیت معلوم کرنا ہماری عقول سے بالاتر ہے جیسے عذاب قبر، رویت باری عز اسمہ خود نزول وحی۔ اسی طرح ہمارا قرآن واحادیث کی تصریحات

کے مطابق یہ ایمان ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوبان بارگاہ کو علم غیب عطا فرمایا۔ اس کی کیفیت کیا ہے وہ نہ ہمیں معلوم اور نہ اس کا معلوم کرنا ہمارے بس میں آپ خود اپنے وجود پر غور کریں، روح کیا چیز ہے، زندگی کیا چیز ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو اللہ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا

۱۷ ستمبر ۱۹۶۴ء

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ سمجھا کہ اللہ نے ان کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے تو اس نے اللہ کے ٹکڑے کر دیے اور اللہ میں کمی کر دی اور اس نے بہت بڑا شرک کیا وہ مشرک ہے اس کا کہنا یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے نور پاک سے پیدا نہ فرمایا۔

(۱) جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ جو زید نے اپنی زبان سے ادا کیے وہ ایک مسلمانی کے دعویدار شخص کے لیے چاہیے یا نہیں؟ اور ان الفاظ سے توہین رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایسا عقیدہ رکھنے اور ایسا خیال رکھنے والے کو مسلمان سمجھا جائے یا نہیں؟ اگر مسلمان سمجھا جائے تو کس طرح سمجھا جائے؟ کیا توہین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وہ شخص مسلمان ہونے کا دعویدار ہوسکتا ہے؟ کیا وہ لائق امامت ہے؟ جب کہ اکثریت کا اس پر ایمان ہے کہ فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شک اللہ کے نور سے پیدا ہیں اس کے علاوہ لاتعداد علماے اسلام کے کتب سے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ کے نور سے پیدا ہونا ثابت ہے۔

(۳) ایسی کتب جن میں علماے اسلام کے قول سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ کے نور سے پیدا ہونا ثابت ہے کیا وہ قابل اعتماد نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ان کتب کو زید کے ساتھیوں کو دکھایا جاتا ہے۔ جس کو دیکھ کر انھوں نے زید کے مذکورہ الفاظ کو غلط بتایا اور کہا کہ بلا شک وشبہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا ہی کے نور سے پیدا ہیں لیکن زید کے ایک ہم نوا جو عالم دین بھی ہے ہرگز تسلیم نہیں کیا اور زید کے مذکورہ الفاظ پر برابر لبیک کہتے رہے ہیں اور کہتے ہیں۔

(۴) اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید اور زید کے وہ ساتھی جو خود عالم دین بھی کہلاتے ہیں مذکورہ الفاظ پر کامل یقین رکھتے ہیں، دوسرے وہ ساتھی کہ بظاہر زید کے مذکورہ الفاظ پر یقین نہیں رکھتے اور زید کی اس حرکت کو برا سمجھ رہے ہیں لیکن نہیں معلوم کس وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں جب کہ یہ خود بھی عالم دین ہیں اس طرح ہر دو قسم کے لوگوں سے مسلمانوں کو کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے، ان سے تعلق رکھا جائے یا قطع تعلق کر لیا جائے، اگر یہ

الفاظ توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو ایسے اشخاص پر کیا حد شرع قائم ہوتی ہے؟ جب کہ زید کے خیال کے مطابق وہ تمام مسلمان جن میں بزرگانِ دین علماے اسلام اور عام مسلمان شامل ہیں سب کے سب (نعوذ باللہ) مشرک ہوئے، ایسے لوگوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب صاف مدلل قرآن اور حدیث وفقہ کی روشنی میں دیا جائے۔ فقط۔

الجواب

بے شک بلا شبہ یہ حق وصحیح ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے نور سے پیدا فرمایا یہ حدیث سے ثابت ہے، امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد، اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور شیخین امام بخاری وامام مسلم کے استاذ حافظ الحدیث والاعلام عبد الرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی تصنیف میں سیدنا وابن سیدنا حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی:

”قال قلت یا رسول اللّٰہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئ خلقہ اللّٰہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللّٰہ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ الحدیث بطولہ.“	حضرت جابر فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بتا دیجیے سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا اے جابر بیشک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

اس حدیث کے اخیر میں مذکور ہے کہ پھر اسی نور سے لوح وقلم، عرش وکرسی، ملائکہ جن وانس، جنت ودوزخ، زمین وآسمان بنایا، اجلۂ ائمہ دین مثلاً امام احمد خطیب قسطلانی مواھب اللدنیہ میں، امام ابن حجر مکی افضل القری میں، علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں، علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواھب میں، اور خاتم المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ وغیرہا میں اس حدیث کو ذکر فرمایا، اس سے استناد فرمایا، اس پر تعویل واعتماد فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث تلقی امت بالقبول سے آراستہ ہے، تلقی امت بالقبول وہ شئے عظیم ہے، جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی بلکہ قوت پا جاتی ہے جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس کی جانب اشارہ فرمایا اور ہمارے علما نے اصول میں اس کی تصریح فرمائی۔ مرقاۃ میں ہے:

”رواہ الترمذی وقال غریب والعمل علی ھذا عند اھل العلم قال النووی و اسنادہ

ضعیف نقله میرک فکأن الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم.''

امام جلال الدین سیوطی تعقبات میں امام بیہقی سے ناقل:

''تداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفی ذلک تقویة للحدیث المرفوع.''

اسے صالحین نے ایک دوسرے سے لیا اوران کے اخذ کرنے سے حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔

اسی میں فرمایا:

''قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن اسناد یعتمد علی مثله.''

کتنے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحت کی دلیل ہے اگرچہ اس کی سند قابل اعتماد نہ ہو۔

علاوہ ازیں اس حدیث کو الفاظ کے تغیر کے ساتھ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمایا ہے، اسے اصطلاح حدیث میں متابعت کہتے ہیں اور علما نے تصریح فرمائی کہ متابعت سے حدیث میں قوت پیدا ہوجاتی ہے۔مقدمہ شیخ میں ہے:''والمتابعة یوجب التائید والتقویة.''

ان تمام تصریحات کا ماحصل یہ ہے کہ یہ لائق حجت مستند ومعتمد ہے لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ ''جس نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق یہ سمجھا کہ اللہ نے ان کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے تو اس نے اللہ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے، اور اللہ میں کمی کردی اور اس نے بہت بڑا شرک کیا وہ مشرک ہے۔'' حقیقت میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مشرک کہنا ہوا یہی نہیں بلکہ اس حدیث کے تمام رواۃ امام عبدالرزاق کو مشرک کہنا ہوا، نیز ان تمام ائمہ دین کو بھی مشرک کہنا ہوا جنھوں نے اس پر اعتماد فرمایا اس سے سند لائے اسی کی روشنی میں یہ تحریر فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ عز وجل نے اپنے نور سے اپنے حبیب کے نور کو پیدا فرمایا ظاہر ہے کہ جو بدنصیب تمام مسلمانوں، ان ائمہ جلیل الشان کو صحابی رسول کو حتی کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشرک کہے وہ کتنا بڑا ابد نصیب جاہل گمراہ بلکہ بدترین کافر مرتد ہوگا۔حدیث میں فرمایا:

''انما امری قال لاخیه یا کافر فقد باء باحدهما.''(۱)

جس نے اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہا ان دونوں میں سے ایک کی طرف رجوع اس کا یقیناً ہوگا۔

عالم گیری میں ہے:

[۱] مسلم شریف، جلد اول، ص:۵۷۔

"المختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان كان اراد الشتم ولا يعتقده كافر الا يكفر وان كان يعتقده كافرا فخاطبه بهذا بناء على اعتقاده انه كافر يكفر."(۱)

اس قسم کے مسائل میں مختار و مفتی بہ یہ ہے کہ اگر اس قسم کے قائل نے گالی کا ارادہ کیا تو کافر نہ ہوگا اور اگر مسلمان کو کافر اعتقاد کیا اور یہ سمجھ کر کافر کہہ کے پکارا کہ وہ کافر ہے تو کافر ہے۔

اور یہاں ایسی صورت ہے کہ کسی صورت میں نہیں بچتا ہے اگر اس نے گالی کی نیت سے کہا تو یوں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینی کفر اور اگر کفر اعتقاد کیا تو بھی کافر مگر چوں کہ اس نے اس حدیث پر اس لیے جھک مارا کہ اس جاہل کو یہ خبر ہی نہیں کہ یہ حدیث ہے۔ اس گھامڑ کا خیال ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ سنیوں نے اپنے زعم سے یہ عقیدہ بنالیا ہے اس لیے وہ اپنے زعم سے جو چاہا بک دیا اس لیے کفر کلامی سے تو بچ گیا مگر عند الفقہا اس پر ضرور کفر لازم اور توبہ تجدید ایمان، اگر بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی ضرور لازم کہ اس سے تو یہ انکار نہیں کرسکتا کہ اس نے کروڑوں سنی مسلمانوں کو مشرک جانا مشرک کہا کہ اس حدیث کی روشنی میں اپنا یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور رب جل وعلا نے اپنے نور سے پیدا فرمایا تو مسلمان کو مشرک کہہ کے لزوم کفر سے نہیں بچا اور عند الفقہا ضرور کافر۔ لہٰذا توبہ تجدید ایمان و نکاح ضرور لازم، زید پر بھی اور زید کے تمام حامی یاور اور اس کی اس بکواس کو حق جاننے والے پر، ارشاد ہے:

"اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ."(۲) اب تم بھی انھیں کے مثل ہو۔

زید جب تک توبہ وتجدید ایمان و نکاح نہ کرے، نہ اسے امام بنانا جائز اور نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز درست اس کے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ درمختار میں ہے:

"وان أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر لايصح الاقتداء به اصلاً."(۳)

نہ اگر ضروریات دین میں سے کسی بات کا منکر ہے تو کافر ہے اور اس کی اقتدا صحیح نہیں۔

زید کے وہ ساتھی جو زید کے اس کفری قول کو تو برا جانتے ہیں مگر پھر بھی زید سے میل جول رکھے ہوئے ہیں اس سے قطع تعلق نہیں کرتے وہ گنہگار و حرام کار مستحق عذاب نار مستوجب غضب جبار ہیں۔ تمام مسلمانوں کو واجب ہے کہ زید اور جو زید کے اس قول کو حق مانے، اس سے میل جول سلام کلام بند کردیں۔ حدیث میں ہے:

[۱] عالمگیری، ج: ثانی، ص:۲۷۸، وهكذا ايضاً في رد المحتار، ج:۳، ص:۱۸۳، باب التعزير، مطبع بيروت۔
محمد نسیم مصباحی

[۲] قرآن مجید، پ:۵، سورۃ النساء، آیت:۱۴۰۔

[۳] در مختار، جلد اول، ص:۳۷۷، بیروت۔

"ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم."[۱]

اس حدیثِ پاک پر وہابیہ کا بہت پرانا اعتراض ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو لازم کہ ذاتِ باری میں کمی لازم آئے گی۔ ان ظالموں نے ذاتِ باری عز و جل کو سمجھا ہی نہیں۔ اسے اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ جیسے ان کے نطفہ سے ان کی اولاد بنی تو ان میں کمی پیدا ہوگئی:

"سُبۡحٰنَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ علوًا کَبِیۡرًا."[۲] اسے پاکی اور برتری ان کی باتوں سے بڑی برتری۔

ذاتِ باریِ تعالیٰ کی قدرت تو وہ ہے کہ اس کی کنہ جاننا ادراک سے باہر ہے۔ ہمارے سامنے ایسی چیزیں ہیں کہ اگر ان سے دوسری چیزیں اس کے مثل بنائی جائیں تو شئ اول میں کوئی کمی نہ ہو۔ مثلاً چراغ ہے۔ ایک چراغ سے ایک ہزار چراغ روشن کیجیے، پہلے چراغ میں کوئی کمی نہ ہوگی آفتاب کے سامنے ایک کروڑ آئینے رکھ دیں سب چمک اٹھیں گے آفتاب میں کوئی کمی نہ ہوگی، جب ان محسوساتِ ممکنات میں ایسا ممکن تو کیا نسبت اس غیر محسوس، غیر مرئی، غیر فانی، غیر متجزی ایسی تخلیق کیوں محال کہ وہ اپنے نور سے نورِ محبوب بنائے اور اس کی ذات میں نہ تجزی ہو نہ کمی ہو۔ لیکن خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

محمد شریف الحق امجدی، رضوی دارالافتا بریلی شریف

حضور کے نور ہونے پر ایک تفصیلی فتویٰ

مسئولہ: شاہد رضا، نعیمی المرکز الاسلامی، لیسٹر، برطانیہ

مسئلہ حضرت مخدومی و مکرمی زیدت مکارمکم العالیہ سلام مسنون

یہاں ایک غیر مقلد وہابی سے نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ گفتگو چل رہی ہے۔ اس سلسلے میں اس کی ایک تحریر کا عکس بھی حاضرِ خدمت ہے، نیز اس کی روشنی میں اپنی جانب سے کچھ سوالات میں نیچے درج کر رہا ہوں، براہ کرم اس معترض کی تحریر کا اور میرے سوالات کے تحقیق و تشفی بخش جوابات مع حوالہ جات تحریر فرما کر جلد تر روانہ فرمائیے، بے حد کرم ہوگا، ممکن ہو تو کچھ الزامی جوابات و اعتراضات بھی اپنی جانب سے شامل فرما دیں۔

(۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حسی و معنوی طور پر نور ماننے کا عقیدہ کس منزل میں ہے۔ یعنی ایسا اعتقاد

---

[۱] مشکوۃ شریف، ص:۲۸۔

[۲] قرآن مجید، پ:۱۵، سورۃ الاسراء، آیت:۴۳۔

رکھنا فرض وواجب ہے یا افضل و مستحب یعنی صرف باب فضائل سے اس کا تعلق ہے؟

(۲) مصنف عبد الرزاق کی جو روایت حضرت جابر سے مروی ہے کہ: "اول ماخلق اللّٰہ نوری...الیٰ آخرہ." یہ حدیث پاک حدیث کے اقسام کے اعتبار سے کس درجہ میں ہے۔

(۳) اس حدیث پاک کی سند کیا ہے۔

(۴) اگر کسی حدیث کی اسناد نہ ہوں تو کیا اس کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ اصول حدیث کے کس قانون کی روشنی میں یہ ممکن ہے۔ وہ اصول حدیث کیا ہے اور کس کتاب میں ہے حوالہ اور اصل عبارت ضرور تحریر فرمائیں۔

(۵) کیا کچھ دوسری احادیث ایسی ہیں جن سے حضرت جابر کی مذکورہ بالا روایت کو تقویت پہنچتی ہو۔ اگر ہیں تو چند واضح اور مشہور احادیث کا حوالہ دیجیے۔

(۶) جماعت محدثین وعلما میں جن حضرات نے اس روایت کو قبول کیا ہے ان کے اسما اور کتابوں کا حوالہ ذکر فرمائیے۔

(۷) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالہ "صلاۃ الصفا فی نور المصطفیٰ" میں تحریر فرمایا ہے: "فانّ الحدیث یتقوی بتلقّی الائمہ بالقبول کما اشار الیہ. الامام الترمذی فی جامعہ وصرّح بہ علماؤنا فی الاصول."

اصول حدیث کے اس قانون کی تصریحات ہمارے کن علما نے کن کتابوں میں پیش فرمائی ہیں۔

(۸) ترمذی شریف کی حدیث: "اول ماخلق اللّٰہ القلم." سے کیا واقعی "اول ما خلق اللہ نوری" کا تضاد ہے، اگر اس تضاد کو دور کرنے کے لیے یہ کہا جائے کہ قلم والی حدیث میں اولیت اضافی مراد ہے تو یہ قول کس کا ہے۔ کیا محدثین نے اس طرح کی تاویل کی ہے۔

محترمی ابرار صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ خیریت جانبین مطلوب ثاقب صاحب کے ذریعہ ایک رقعہ ملا جس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور ہونے کے دلائل درج تھے میں ذیل میں اختصار کے ساتھ اس دلائل کا تجزیہ کر رہا ہوں۔

(۱) جس آدمی نے نور کے ثبوت میں جو روایت تحریر کی ہے اس نے اس بات کو بیان کر کے اپنی دلیل کو مضبوط بنانے کی کوشش کی ہے کہ امام عبد الرزاق کی کتاب میں یہ روایت ہے اور یہ امام موصوف امام بخاری اور امام مسلم کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امام عبد الرزاق کا مقام ائمہ دین میں بڑا اونچا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جو روایت ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ ثابت بھی ہے یا نہیں اور امام موصوف نے خود اس روایت کے بارے میں کیا کوئی وضاحت کی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ روایت غیر ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے کہا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے قبل تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

❷ اس لیے کہ جتنے لوگ یہ روایت پیش کرتے ہیں وہ اس کی سند پیش نہیں کرتے اور علم حدیث کے ساتھ تھوڑا سا تعلق رکھنے والا بھی یہ جانتا ہے کہ بغیر سند کے کوئی روایت چاہے کتنا ہی بڑا امام کیوں نہ پیش کرے اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ خاص طور پر ایک اختلافی موضوع میں تو ٹھوس اور ثقہ راویوں کی بات ہی قبول وترجیح کا درجہ حاصل کرے گی اور یہ مسئلہ چوں کہ عقیدے سے تعلق رکھتا ہے اس لیے یہاں ایسی بے سند روایت کا سہارا نہیں لیا جا سکتا۔

❸ دوم یہ کہ جو آدمی یہ روایت پیش کرتا ہے اور حوالہ امام عبدالرزاق کی کتاب مصنف کا دیتا ہے اس کو چاہیے کہ سند کا حوالہ دے اور بتائے کہ یہ روایت سند سمیت مصنف عبدالرزاق کی کون سی جلد کون سے باب اور کس صفحہ پر ہے۔ اس کے بعد ہم اس روایت کی سند کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ ہمیں تلاش کے باوجود یہ روایت سند کے ساتھ کسی جگہ نہیں مل سکی۔ جو لوگ یہ روایت پیش کرتے ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اس کا مکمل حوالہ پیش کریں بلکہ ہو سکے تو اس کی فوٹو اسٹیٹ ہمیں بھیج دیں تاکہ ہم بھی اس کی سند کا ملاحظہ کر سکیں۔

❹ تیسری بات یہ ہے کہ جامع ترمذی (باب القدر) اور حدیث کی دوسری کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت ہم پیش کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اوّل ماخلق اللّٰہ القلم.“ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اب ایک طرف یہ صحیح حدیث ہے اس کے مقابلے میں ایک بے سند روایت کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کیا نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو متضاد چیزوں کو بیان کر سکتے ہیں۔

❺ دوسری حدیث میں سے یہ ٹکڑا پیش کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ: ”واجعل لی نورا.“ ترجمہ یہ کہا گیا ہے کہ اے اللہ مجھے نور ہی بنا دے۔“

پہلی بات یہ ہے کہ ترجمہ بالکل غلط کیا گیا ہے اور جس آدمی نے یہ ترجمہ کیا ہے یا تو وہ جاہل ہے اور یا اس نے جان بوجھ کر بد دیانتی سے کام لیا ہے، اور معمولی عربی جاننے والا بھی لی کا ترجمہ کر سکتا ہے ”لی“ کا معنی ہوتا ہے میرے لیے اور پورا ترجمہ ہوگا ”اے اللہ میرے لیے نور (روشنی) پیدا فرما دے، یا نور کر دے یعنی آپ نور، روشنی اور ہدایت اللہ کی بارگاہ سے طلب کر رہے ہیں۔ جیسا کہ متعدد مقامات پر وہ دعائیں آئی ہیں جو آپ کیا کرتے تھے کہ: ”اللّٰھم اغفرلی.“ اے اللہ مجھے بخش دے۔ اللہ مجھے ہدایت دے ”اللّٰھم اھدنی“ اسی طرح یہاں فرمایا اے اللہ میرے لیے نور کر دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضور نے نور بننے کی دعا کی اور اللہ نے وہ دعا قبول کر کے آپ کو نور بنا دیا تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دعا سے پہلے آپ کیا تھے، اور اگر اس دعا کے بعد اللہ نے آپ کو نور بنا دیا تو پھر یہ عقل کے اندھے جو دوسری اوپر والی حدیث پیش کرتے ہیں کہ اللہ نے سب سے پہلے پیدا ہی آپ کے نور کو کیا تھا۔ اس کی حیثیت کیا ہے کیوں کہ خود ہی یہ لکھ دیا کہ دعا کے بعد آپ نور ہوئے۔ کیوں کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی، اس کا مطلب ہے پہلے آپ نور نہیں تھے

اور یہ روایت غلط ہے کہ سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔

❻ جہاں تک قرآن کی اس آیت کے سلسلے میں مفسرین کے اقوال کا تعلق ہے کہ: "قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين." کے بیان سے مراد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو اس امر میں کوئی باہمی اختلاف نہیں کہ آپ کی ذات اقدس کفر، ظلم، جہالت و گمراہی کے لیے نور تھی اور اس نور سے ہر قسم کے اندھیرے چھٹ گئے اور ان کی جگہ ایمان اور ہدایت کی روشنی نے لے لی۔ لیکن قرآن میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ اللہ کے نور میں سے نور ہیں اگر صرف نور کے لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نور من نور اللہ ہیں ،تو پھر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں قرآن کو بھی نور کہا گیا۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۶ میں دین اسلام اور ہدایت کو نور کہا گیا۔ مائدہ کی ایک آیت ۴۴ میں توراۃ کی اصل تعلیمات کو نور کہا گیا۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۲ میں دین اسلام کو نور کہا گیا، تو قرآنی آیات میں متعدد مقامات پر جو لفظ نور آیا ہے وہ قرآن، دین، ایمان، اسلام اور سچائی اور ہدایت کے لیے استعمال کیا گیا اور اس نور صاحب رسالت صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نور کا لفظ استعمال کیا گیا۔ خود اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں لفظ نور آیا کہ: "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ."[۱] بعض مقامات پر سورج اور چاند کو بھی نور کہا گیا ہے۔ جیسے سورہ یونس کی آیت ۵ میں۔ لیکن اکثر مقامات پر نور کا لفظ دراصل ہدایت کے معنی میں گمراہی کے مقابلے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کتاب کو نور کہا جائے گا تو مراد ہوگی کتاب ہدایت، اگر دین کو نور کہا جائے گا تو مراد دین ہدایت اور اگر رسول کو نور کہا جائے گا تو رسول ہدایت ہوگا۔ اس میں نہ کوئی اختلاف ہے نہ جھگڑا۔ لیکن اللہ کے نور میں سے نور خدا ہونے کے لیے کوئی دلیل قرآن وحدیث سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ جو ایک روایت یہ لوگ اس بارے میں جگہ جگہ پیش کرتے ہیں اس کی حیثیت کے بارے میں ہم نے شروع میں تحریر کر دیا ہے۔ اس موضوع پر مزید تفصیلات صراط مستقیم کی کسی قریبی اشاعت میں شائع ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔ محمود احمد بر منگھم

الجواب

❶ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور ماننے کا عقیدہ صرف باب فضائل ہی تک محدود ہے اس کے منکر کی نہ تکفیر جائز نہ تفسیق۔ لیکن اس زمانے میں یہ مسئلہ اہل سنت و جماعت کا اتفاقی و اجماعی عقیدہ بن چکا ہے اور اس زمانے میں اس کا منکر اہل سنت میں سے کوئی ایک فرد نہیں۔ صرف وہابی، نیچری وغیرہ بدمذہب گمراہ ایسے کہ جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہے۔ وہی اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس لیے اس زمانے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے سے انکار کرنا بدمذہبی کا شعار ہو چکا ہے پس اب جو بھی نورانیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ

[۱] قرآن مجید، سورۂ نور، آیت: ۳۵

و الثنا کا انکار کرے اس کو وہابی بدمذہب کہہ سکتے ہیں۔ نہ اس لیے کہ یہ انکار بدمذہبی ہے بلکہ اس لیے کہ یہ انکار بدمذہبوں کا شعار ہے۔ جیسے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے اہل سنت کی علامت پوچھی تو فرمایا: "تفضیل الشیخین وحب الختنین والمسح علی الخفین." [۲] کہ اُس زمانے میں اہل سنت اور روافض وخوارج کے مابین یہ تین چیزیں مابہ الامتیاز تھیں۔ اسی طرح اس زمانے میں میلاد، قیام، نیاز، فاتحہ ندائے یارسول اللہ اور استعانت، بالاولیا وغیرہا کی طرح سرکار علیہ التحیۃ و الثنا کے بارے میں یہ اعتقاد کہ آپ نور تھے یا نہیں؟ اہل سنت اور وہابیہ کے مابین امتیازی نشان بن چکا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

❷ تا ❼ مصنف امام عبدالرزاق کی روایت: "یا جابر ان اللّٰہ قد خلق نور نبییک من نورہ. الخ" کو اجلہ محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمایا اور اس سے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے پر استدلال فرمایا۔ مثلاً علامہ دیار بن بکری "تاریخ خمیس" میں، علامہ احمد بن حجر مکی "افضل القریٰ" میں، علامہ عبدالغنی نابلسی "حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں، علامہ احمد خطیب قسطلانی شارح بخاری "مواہب اللدنیہ" میں علامہ عبدالباقی زرقانی اس کی شرح میں، حضرت ملا علی قاری "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں اور اپنے رسالہ "المورد الروی فی المولد النبوی" میں سندالحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی "شرح شمائل ترمذی میں، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی "مدارج النبوت" میں اور علامہ فاسی "مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات" میں، اور علامہ اسماعیل حقی "تفسیر روح البیان" میں رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "مطالع المسرات" میں امام اہل سنت امام ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس حدیث سے استدلال نقل فرمایا، چناں چہ لکھتے ہیں:

"قد قال الاشعری انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار. والروح النبویۃ القدسیہ لمعۃ من نورہ، والملئکۃ شرر تلک الانوار و قال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: أول ما خلق اللّٰہ نوری و من نوری خلق کل شئ وغیرہ مما فی معناہ."

(مطالع المسرات)

امام ابوالحسن الاشعری نے فرمایا، اللہ عزوجل نور ہے مگر اور نوروں کے مثل نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اس نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے پھول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ اس کے سوا اور حدیثیں اس مضمون میں وارد ہیں۔

---

[۱] شرح عقائد، نسفی ص:۱۴۷، مجلس برکات

ان بزرگوں کے علاوہ اور بہت سے حضرات نے حدیث مذکور سے سرکار کے اول خلق ہونے پر استناد کیا ہے اور محدثین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کسی حدیث سے علمائے معتمدین استدلال کر لیں تو وہ حدیث ضرور بالضرور صحیح اور قابل استناد ہے۔ حضرت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"رواه الترمذی. وقال غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم قال النووی و اسناده ضعیف نقله میرک. فکان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم." (باب ما علی الماموم من المتابعة. الفصل الثانی)

امام ترمذی نے فرمایا، حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ امام ترمذی کے فرمانے کا مدعا یہ ہے کہ اہل علم کے عمل کرنے سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

خاتم الحفاظ امام اجل سیوطی طبقات میں امام بیہقی سے نقل فرماتے ہیں:

"تداولها الصالحون بعضهم عن بعض و فی ذلک تقویة للحدیث المرفوع." (تحت حدیث صلاة التسبیح)

اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔

نیز اسی میں ترمذی کی حدیث من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر کے بارے میں ہے: "اخرجه الترمذی و قال حسنٌ ضعفه احمد وغیره. والعمل علی هذا الحدیث عند اهل العلم." اس کے بعد فرمایا:

"فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرّح غیر واحد بانّ من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به. وان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله."

اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ حدیث کے مطابق اہل علم کے قول سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ بہت سے علما نے تصریح کی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحت حدیث کی دلیل ہے، اگر چہ اس کے لیے کوئی قابلِ اعتماد سند نہ ہو۔

ان سب ارشادات سے یہ ثابت ہو گیا کہ کوئی حدیث ایسی ہو کہ اس کی سند قابل اعتماد نہ ہو لیکن اہل علم اسے قبول کر لیں اور اس پر عمل کریں، اس سے دلیل لائیں تو حدیث قوی ہو جاتی ہے، ایسی حدیث صحیح مانی جائے گی۔ تعقبات کی اخیر عبارت میں صاف تصریح ہے کہ اہل علم کی موافقت حدیث کی صحت کی دلیل ہے اور یہ تصریح ایک دو کی نہیں متعدد علما کی ہے۔ اب مصنف عبد الرزاق کی اس حدیث کے بارے میں غور کیجیے۔

مصنف عبد الرزاق نایاب ہے اس لیے اس کی سند نہیں دیکھی جا سکتی۔ مگر جب کہ مذکورہ بالا جلیل الشان

محدثین اور بالاتفاق علماے معتمدین نے اس حدیث کو قبول فرمایا اور اس سے حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور اول مخلوقات علی الاطلاق ہونے پر استدلال فرمایا تو حسب اصول حدیث اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ حضرت علامہ عبدالباقی زرقانی کی یہ عادت ہے کہ: "مواهب اللدنیه" میں مذکور کسی حدیث پر اگر کچھ کلام ہوتا ہے تو اسے ضرور ذکر فرماتے ہیں۔ مگر "مواهب اللدنیه" کی شرح جلد اول ص: ۳۲-۳۳ پر یہ حدیث مذکور ہے، اور انھوں نے اس پر کوئی کلام نہیں فرمایا۔ اس حدیث کی سند میں اگر کوئی نقص ہوتا یا سند نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی نقص پیدا ہوتا تو اسے ضرور ذکر فرماتے، اس حدیث پر کسی قسم کا کوئی کلام ان کا نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک قابل استناد ہے ان کا یہ عمل اس حدیث کے معتمد ہونے پر ان کی تقریر ہے۔ حدیث پر کلام تو کیا کرتے انھوں نے اس کی تائید میں فرمایا: "وقدرواه البيهقي ببعض المخالفة." اسے بیہقی نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ ذکر کیا۔ اس لیے دیانت داری کا تقاضا یہی ہے کہ اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ اسی پر بس نہیں۔ بہت سے علما نے اس کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مدارج النبوۃ" جلد دوم، ص: ۲ پر فرماتے ہیں: درحدیث صحیح وارد شدہ کہ: "اول ماخلق الله نوری." "وسائر مکونات علوی و سفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ، نیز علامہ عبد الغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ کی "مبحث ثانی فی ذم الطعام" میں فرماتے ہیں:

"قد خلق كل شئى من نوره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كما ورد به الحديث الصحيح."

بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے بنائی گئی۔ جیسا کہ اس بارے میں حدیث صحیح وارد ہے۔

محدثین جب کسی حدیث کے بارے میں یہ تصریح فرمادیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اس کی صحت میں شبہہ نہیں رہ جاتا۔ ہاں اگر کسی نے اس کے خلاف کہا ہو تو پھر غور وخوض کی گنجائش نکل آتی ہے۔ مصنف عبدالرزاق اور بیہقی کی اس روایت کے بارے میں باوجود کوشش کے وہابیوں کو کسی محدث یا عالم کا کوئی قول آج تک نہیں مل سکا کہ یہ ضعیف ہے یا موضوع ہے۔ اگر خدانخواستہ ملا ہوتا تو آسمان سر پر اٹھا لیتے یہ کھوکھلی بات نہیں کرتے کہ سند نہیں معلوم۔ اگر غیر مقلدین کا خود زائیدہ یہ قاعدہ صحیح مان لیا جائے کہ جس حدیث کی سند نہ معلوم ہو وہ نامقبول ومردود ہے، تو لازم آئے گا کہ امام بخاری نے ان سب کو بلا سند ذکر کیا، اور اگر یہ کہیں کہ اگرچہ امام بخاری نے ان سب کو بلا سند ذکر کیا ہے مگر بعد میں شارحین نے اس کی سند تلاش کر لی ہے تو عرض ہے کہ جب تک اس کی سندیں نہیں معلوم تھیں اس وقت تک ان کا کیا حکم تھا۔ بقول اس غیر مقلد کے ماننا پڑے گا کہ اس وقت تک وہ سب مردود تھیں۔ معلوم نہیں اس غریب غیر مقلد نے امام بخاری سے کب کی عداوت نکالی ہے۔ علاوہ ازیں حدیث

اول ماخلق اللہ نوری کی صحت اس درجہ مضبوط ہے کہ غیر مقلدین کے برادران علاتی دیو بندی بھی اسے صحیح مانتے ہیں اور اسے مقام استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ دیو بندیوں کے سب سے بڑے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی نے مخدورات عشرہ ص:۵ میں بہ طور دلیل پیش کیا۔ لکھتے ہیں: اور "اول ماخلق اللّٰہ نوری" وغیرہ کی تغلیط کیجیے۔ نیز دیو بندیوں کے حکیم الکل فی الکل تھانوی صاحب نے نشر الطیب ص:۷ پر اس حدیث جابر کو نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیوں کہ جن جن اشیا کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیا کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ مصابیح میں امام بغوی نے صرف احادیث کے متن ذکر کیے سندیں ترک کردیں۔ اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تھا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں: "و ان کان نقله و انه من الثقات كالاسناد." [1]

اس کے تحت ملا علی قاری فرماتے ہیں: "هذا شان من اشتهرت امانته و علمت عدالته و صیانته فیعول علی نقله و ان تجرد عن اسناد الشي لمحله." [2]

یعنی جب کہ امام بغوی ثقات سے ہیں تو ان کا بلا سند نقل کرنا مثل اسناد کے ہے۔ یہی ہر اس شخص کی شان ہے جس کی امانت مشہور ہو اور جس کی عدالت و صیانت معلوم ہو اگرچہ اسناد سے خالی ہو۔ پھر یہی صاحب مشکوٰۃ اپنی اس طرز کے بارے میں کہ انھوں نے احادیث کو بلا سند رہنے دیا اور حدیث کی کتابوں کا حوالہ دے کر چھوڑ دیا، فرماتے ہیں:

"وانی اذا نسبت الحدیث الیهم کانّی اسندت الی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم لانّهم قد فرغوا منه واغنونا عنه." [3]

میں نے جب ان محدثین کی طرف نسبت کردی تو گویا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک سند پہنچا دی، اس لیے کہ یہ لوگ سندیں ذکر کر چکے اور ہم کو سند کے ذکر سے بے پرواہ کردیا۔

اس کے تحت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"عن تحقیق الاسناد من وصله و قطعه و وقفه ورفعه و ضعفه و حسنه و صحته و وضعه و من ثم لزم الاخذ بنص احدهم

ان محدثین نے ہم کو اسناد کی تحقیق سے بے پرواہ کردیا کہ یہ موصول ہے کہ مقطوع، موقوف ہے کہ مرفوع، ضعیف ہے کہ حسن، صحیح ہے کہ

[1] مشکوٰۃ شریف، ص:۱۰ (دیباچہ) مجلسِ برکات۔
[2] مرقاۃ، ج:اول، ص:۱۲۔
[3] مشکوٰۃ شریف، ص:۱۰ (دیباچہ) مجلسِ برکات

على صحة السند او الحديث او علىٰ حسنه و ضعفه او وضعه فعلم من كلام المصنف انه يجوز نقل الحديث من الكتب لمولفة المعتمدة التى اشتهرت او صحت نسبتها من الكتب الستة وغيرها من الكتب المؤلفة سواء فى جواز نقله مما ذكر كان نقله للعمل بمضمونه و لو فى الاحكام او للاحتجاج."(دیباچہ مشکوٰۃ)

موضوع۔اسی وجہ سے محدثین میں سے کسی ایک کا یہ ارشاد قبول کرنا لازم ہے کہ یہ سند یا حدیث صحیح ہے کہ حسن،ضعیف ہے کہ موضوع۔مصنف کے کلام سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کتابوں سے حدیث نقل کرنا جائز ہے جو معتمد اور مشہور ہوں یا ان کی نسبت مصنف کی جانب صحیح ہو جیسے صحاح ستہ یا دوسری حدیث کی کتابیں۔یہ نقل کرنا اس کے مضمون پر عمل کرنے کے لیے ہو اگر چہ احکام میں ہو،خواہ اس سے دلیل لانا مقصود ہو۔

صاحب مصابیح و مشکوٰۃ کے عمل اور صاحب مشکوٰۃ اور صاحبِ مرقات کے ارشاداتِ صریحہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر کسی معتمد کتاب میں کوئی حدیث مذکور ہو تو اس حدیث سے استدلال درست اور اس پر اعتماد جائز۔کسی حدیث پر اعتماد کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کسی معتمد کتاب میں موجود ہے،اگر چہ اس کی سند نہ معلوم ہو۔نیز محدثین اگر کسی حدیث کو صحیح کہہ دیں تو اس حدیث کو صحیح ماننا ضروری۔جب تک اس کے خلاف قابل تسلیم دلیل قائم نہ ہو۔امام عبد الرزاق بلا شبہہ قابلِ اعتماد محدث ہیں،اس درجہ کے محدث ہیں کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ اور امام احمد بن حنبل کے استاذ ہیں،نیز یہ حدیث بیہقی میں بھی ہے،جیسا کہ زرقانی کے حوالے سے گزرا اور بیہقی بلا شبہہ معتمد ہیں۔خود صاحب مشکوٰۃ نے انھیں معتمدین میں گنا۔

خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ یہ حدیث مصنف عبد الرزاق اور کچھ اختلاف کے ساتھ بیہقی میں بھی موجود ہے اور مصنف عبد الرزاق و بیہقی بالاتفاق معتمد و مستند ہیں۔کسی حدیث کا کسی معتمد و مستند کتاب میں مذکور ہونا اس کے لائق استناد ہونے کے لیے کافی ہے،جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ حدیث فلاں معتمد کتاب میں ہے۔صرف سند نہ معلوم ہونے کی بنا پر اس کو رد کرنا جہالت ہی نہیں حدیث سے عداوت بھی ہے۔تلقی امت بالقبول کسی بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اگر چہ اس کی سند نہ معلوم ہو،یا اس کی سند میں کچھ خلل ہو۔کسی حدیث کے بارے میں کسی معتمد عالم کا یہ فرمانا کہ یہ حدیث صحیح ہے،اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے،جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ قائم ہو۔اس لیے یہ حدیث جابر بلا شبہہ صحیح ہے اگر چہ اس کی سند ہم کو معلوم نہیں اس لیے کہ یہ دو دو معتمد کتابوں میں مذکور ہے اور اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہیں،کسی نے کوئی کلام نہیں کیا،نیز اسے تلقی امت بھی حاصل ہے۔علاوہ ازیں دو مسلم الثبوت علما نے اس کی تصحیح بھی کی ہے اور جب یہ حدیث صحیح ہے تو اس پر اعتماد کرنا اس کے مطابق اعتقاد رکھنا ضرور لازم و ضروری ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث "اول ماخلق اللّٰہ نوری" میں اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ علی الاطلاق ہے، اس لیے کہ دوسری احادیث میں جن جن چیزوں کی اولیت مذکور ہے، حدیث جابر میں ان سب کی نور محمدی سے تاخیر مذکور ہے۔ علاوہ ازیں حدیث "اول ماخلق اللّٰہ القلم" کا پچھلا حصہ اس پر دلیل ہے کہ اس حدیث میں اولیت سے مراد اولیت اضافیہ ہے۔ اس غیر مقلد نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ان کے مداحین اہل سنت کو عقل کا اندھا تو کہہ دیا، اب وہ یہ بتائے کہ اسے اس حدیث کے بعد والا حصہ نظر آیا کہ نہیں، اگر نہیں نظر آیا تو وہ نظر کے ساتھ عقل کا بھی اندھا ہے۔ اگر خود انکھیارا ہوتا تو پورا حصہ دیکھتا، لیکن اگر وہ واقعی اندھا ہے اور اسے عقل ہوتی تو کسی انکھیارے سے پوری حدیث پڑھوا کر سن لیتا۔

سچ ہے: "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ."[۱]

اور حق ہے: "ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَا يُبْصِرُوْنَ. صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ."[۲]

اس اندھے کو کیا دکھائیں، البتہ ایمان والے پوری حدیث دیکھیں، ارشاد ہے:

"ان اول ما خلق اللّٰہ القلم و قال لہ اکتب قال ما اکتب قال اکتب القدر فکتب ما کان وما ھو کائن الی الابد."[۳]

بے شک اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا لکھ، اس نے عرض کیا، کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ، تو جو کچھ ہو چکا تھا اور جو ابد تک ہونے والا تھا سب قلم نے لکھا۔

غور کیجیے! اگر قلم سے پہلے کچھ پیدا نہیں کیا تھا تو ما کان کا صدق کیسے ہوگا۔ ما کان بتا رہا ہے کہ قلم سے پہلے بھی کچھ پیدا ہو چکا تھا، جس کو قلم نے لکھا۔

اس ٹکڑے سے ثابت ہو گیا کہ اس حدیث میں اولیت سے مراد اولیت اضافی ہے۔ علاوہ ازیں اجلۂ محدثین وعلمائے معتمدین نے صاف صاف تصریح کی ہے کہ نور مصطفیٰ کو اولیت حقیقی حاصل ہے اور قلم وغیرہ میں اولیت سے مراد اولیت اضافیہ ہے۔ حضرت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"و فی الازھار اول ما خلق اللّٰہ القلم یعنی بعد العرش و السماء و الریح لقولہ

ازہار میں ہے، پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا فرمایا یعنی عرش اور پانی اور ہوا کے بعد، اس لیے حضور

---

[۱] قرآن مجید، پارہ:۱، سورہ بقرۃ، آیت:۷

[۲] قرآن مجید، پارہ:۱، سورہ بقرۃ، آیت:۱۷

[۳] مشکوٰۃ شریف، باب الایمان بالقدر، ص:۲۱، مجلس برکات

علیہ الصلاۃ والسلام کتب اللّٰہ مقادیر الخلق قبل ان یخلق السمٰوٰت والاراض بخمسین الف سنۃ و عرشہ علی الماء. رواہ مسلم و عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سئل عن قولہ تعالیٰ کان عرشہ علی الماء علی أی شئ کان الماء قال علی متن الریح رواہ البیھقی ذکرہ ابھری فالا ولیۃ اضافیۃ و الاول الحقیقی ھو النور المحمدی علیٰ ما بینتہ فی المورد للمولد."

علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھیں، اس حالت میں کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا عرش پانی پر تھا تو پانی کس پر تھا؟ فرمایا ہوا کی پیٹھ پر۔ اسے بیہقی نے روایت کیا، یہ سب ابہری نے بیان کیا اس لیے قلم میں اولیت اضافی ہے، اول حقیقی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ میں نے المورد للمولد میں ذکر کیا ہے۔

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث "اول ما خلق اللہ القلم. میں اگر اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ لیا جائے تو یہ مسلم شریف کی مذکورہ بالا حدیث صحیح کے معارض ہوگی، اس لیے دفع تعارض کے واسطے لازم ہے کہ قلم میں اولیت سے مراد اولیت اضافی لی جائے اور اگر یہ غیر مقلد اس پر راضی نہیں تو غیر مقلدین کے طریقے پر یہ کہا جائے کہ چوں کہ مسلم شریف کی یہ حدیث ترمذی شریف کی اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے خود امام ترمذی نے اس کے بارے میں فرمایا: "غریب اسنادًا." اور مسلم شریف کی حدیث بے داغ ہے اس لیے کہ مسلم کی حدیث راجح ومقبول، اور ترمذی شریف کی حدیث مرجوح نامقبول، پھر اب جھگڑا ہی ختم اس لیے کہ جب ترمذی شریف کی حدیث: "اوّل ماخلق اللّٰہ القلم." غیر مقلدین کے اصول سے نا قابل اعتبار۔ تو اب یہ حدیث: اول ماخلق اللّٰہ نوری." کے معارض نہ رہی اور حدیث اول: "اوّل ماخلق اللّٰہ نوری." کا مدلول بلا تعارض وتزاحم باقی۔ بولیے غیر مقلد جی اب کیا کہتے ہیں آپ کے عمل بالحدیث کا ادعا کہاں گیا۔ لیکن ہم اہل سنت مسلم شریف کی اور ترمذی شریف کی ان دونوں حدیثوں پر ایمان رکھتے ہیں اور حدیث ترمذی کی یہ توضیح کرتے ہیں کہ قلم کی اولیت اضافی ہے۔ جیسا کہ حدیثوں کے منطوق سے ثابت۔ اجلۂ علماے معتمدین کے ارشادات سے ثابت، حضرت علامہ ملا علی قاری کا ارشاد گزر گیا اور بقیہ علما کے ارشادات آگے آتے ہیں۔ اب کوئی اس غیر مقلد سے پوچھے کہ کسی حدیث کا انکار کرنا کس کا شیوہ ہے۔ سنیوں کو گالی دینے والے، جلی کٹی سنانے والے اس یہودی سرشت کو سنا دیں: "افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض. اوّل ماخلق اللّٰہ نوری." میں اولیت حقیقی مراد ہے، اور "اوّل ماخلق اللّٰہ القلم." میں اولیت اضافی۔

اس پر اسلاف کے اتنے کثیر ارشادات موجود ہیں کہ اگر ان سب کا استقصا کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے۔ ان کثیر ارشادات میں سے پہلے سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی جیسے جلیل الشان کا ارشاد سنئے:

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث کتب مقادر الخلائق کے تحت ہے:

قال ابن حجر اختلف الروایات فی اول المخلوقات وحاصلها لما بینتها فی شرح شمائل الترمذی انّ اولها النور الذی خلق منه علیه الصلاۃ والسلام ثم الماء ثم العرش."(۱)

ابن حجر نے فرمایا کہ اول مخلوقات کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ ان سب کا حاصل جیسا کہ میں نے شرح شمائل ترمذی میں بیان کیا ہے کہ ان سب سے اول وہ نور ہے جس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا فرمائے گئے۔ پھر پانی، پھر عرش۔

خاتم المحدثین حضرت سیدنا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

"وحدیث اول ماخلق اللّٰہ القلم." نیز گفتہ اند کہ مراد بعد العرش والماء است واقع شدہ است۔ (۲)

وکان عرشہ علی الماء ودر بعضے احادیث تصریح بداں واقع شدہ است وآمدہ است کہ خلق ماء پیش تر از عرش است وخلق نور وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازاں سابق است علاوہ ازیں علامہ احمد خطیب قسطلانی مواہب اللدنیہ میں اور علامہ عبد الباقی زرقانی نے اس کی شرح میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور پاک کی تخلیق مطلقاً سب سے پہلے ہوئی۔ اس لیے حدیث: "اوّل ماخلق اللّٰہ نوری." میں اولیت سے مراد اولیتِ حقیقی ہے، اور قلم میں اولیت سے مراد اولیت اضافی۔ علاوہ ازیں امام اجل امام اہل سنت سیدنا ابو الحسن الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اوپر مذکور ہوا کہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر چیز بنی۔ علامہ عبد الغنی نابلسی کا ارشاد گزرا کہ ہر ایک چیز اسی نور پاک سے بنائی گئی۔ ان دونوں ارشادات میں لفظ کل عموم و استغراق پر دلالت کرتا ہے۔ جس سے نور مصطفیٰ کا اول حقیقی ہونا متعین ہو جاتا ہے۔ حضرت ملا علی قاری "المورد الروی" میں فرماتے ہیں: "فعلم انّ اوّل الاشیاء علی الاطلاق النور المحمدی ثم الماء ثم العرش ثم القلم فذکر الاوّلیة فی غیر نوره اضافیة." معلوم ہوا کہ تمام اشیا سے پہلے نور محمدی ہے مطلقاً۔ پھر پانی، پھر عرش، پھر قلم۔ اس لیے نور پاک کے غیر میں اولیت کا ذکر اضافی ہے: "اکلیل التنزیل." اخیر سورۂ توبہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ آپ کے سوالوں کا جواب تھا اب اس غیر مقلد کی خدمت گزاری کے لیے چند باتیں معروض ہیں۔

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ص:۱۲۲، ج:۱

[۲] مدارج النبوۃ، جلد دوم، ص:۲

① اس نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ: ”قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین.“ میں نور سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہی ہے اس پر عرض ہے۔

یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ نصوص کو ان کے ظاہر معنی پر حمل کرنا واجب ہے جب تک ظاہر معنی سے پھیرنے پر کوئی دلیل نہ قائم ہو۔ یہ دلیل بھی اس درجہ کی ہو جس درجہ کی وہ نص ہو عقائد نسفی اور اس کی شرح تفتازانی میں ہے:

”والنصوص من الکتاب والسنۃ تحمل علی ظواھرھا مالم یصرف عنھا دلیل قطعی.“(۱) کتاب وسنت کے نصوص اپنے ظاہر معنی پر حمل کیے جائیں گے جب تک ظاہر معنی سے پھیر رہا ہے تو اس پر لازم ہے کہ کوئی دلیل قطعی لائے۔

اور ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہی نہیں اس کی پوری برادری قیامت تک کوئی دلیل نہیں لاسکتی اور جب اس کے ظاہر معنی سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہیں۔ بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنص قرآن حسب اعتراف مخالف نور حسی معنوی حقیقی ہیں۔

② اس نے تسلیم کرلیا کہ: ”اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.“ میں نور اپنے حقیقی معنی پر ہے ہم او پر مطالع المسرات کے حوالے سے سیدنا ابوالحسن الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کر آئے: ”والرّوح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ.“ روح نبویہ قدسیہ نور الٰہی کی تابش ہے۔ تو ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حقیقی معنی میں نور ہیں۔

③ اس نے اپنے مضمون میں قبولا ہے کہ چاند وسورج کا نور ہونا اپنے حقیقی معنی پر ہے۔ اب آیئے چند احادیث سنیے۔ امام ترمذی شمائل میں جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ انھوں نے فرمایا:

”رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فَلَھُوَ عندی احسن من القمر.“(۲) میں نے چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کے اوپر سرخ حلہ تھا۔ میں حضور کو دیکھنے لگا اور چاند کو دیکھنے لگا بلاشبہہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

ہوسکتا ہے حسب عادت یہ غیر مقلد عداوت رسول میں عندی اور احسن پر کلام کرے اس لیے دوسری حدیث لیجیے۔ مدارج النبوۃ میں ہے:

---

[۱] شرح تفتازانی، ص:۱۱۹

[۱] شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ص:۲۔

"در حدیث هند بن ابی هاله آمده کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فخماً مخفّماً یتلا لؤ وجهه تلالؤ القمر لیلة البدر."[۱]

ابوہالہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عظیم باہیئت تھے۔ حضور کا چہرہ یوں چمکتا تھا جیسے چودہویں رات کا چاند۔

نیز اسی میں ہے:

"درحدیث ابی ہریرہ آمدہ چناں روشن وتاباں بود گویا سیر می کند آفتاب درروئے وے صلی اللہ علیہ وسلم."[۲]

حضور ایسے روشن وتاباں تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب حضور کے چہرہ میں چل رہا ہے۔

اب بھی اگر آنکھ نہ کھلی ہوتو مزید سنیے۔ زرقانی میں ہے:

"روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما لم یکن للنبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الاّ غلب ضوؤهٔ ضوء الشمس."[۳]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا جب کبھی سورج کے ساتھ کھڑے ہوتے تو حضور کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آتی۔

اب عمل بالحدیث کے اس دعویدار دشمن رسول سے پوچھیں اب کیا کہتا ہے۔

❹ یہ غریب چلا تھا "اللّٰهم اجعل لی نورا." کی حجامت بنانے مگر خود اسی کے استرے سے چارابرو کا صفایا ہوگیا۔ یہاں "لی" کی آڑ لے کر یہ ترجمہ کیا: اے اللہ میرے لیے نور کردے، مگر دروغ گورا حافظہ نباشد۔ چندسطر بعد "اللّٰهم اغفرلی" کا ترجمہ کیا: اے اللہ مجھے بخش دے یہاں بیچارے کو "لی" نظر نہیں آیا یا نظر آیا تو ہضم کرگیا اور کیوں نہ ہضم کرتا اس کے مورثان اعلیٰ کی عادت تھی "وتکتمون الحق." پرانی رگ جوش مارتی ہی ہے ورنہ بات صاف ہے۔ جب اللهم اغفرلی کا ترجمہ مجھے بخش دے صحیح ہے، اسی طرح "اللّٰهم اجعل لی نورا." کا ترجمہ اے اللہ مجھے نور بنادے درست۔

❺ یہاں تو غریب نے "لی" کی آڑ لے کر اپنے دل کو تسکین دے لیا مگر مسلم شریف میں وارد: "واجعل فی نفسی نورًا." میں کیا کرے گا اور اگر یہاں "فی" پراترائے تو صاحب نسائی کی اس روایت کو جس میں "واجعلنی نورا." ہے اس سے کیسے جان بچائے گا۔ پھر اس بے چارے کو جو حضرت ملا علی قاری نے بلکلیہ ذبح کردیا ہے اس سے کیسے جان بچالے گا۔ مرقاۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

---

[۱] مدارج النبوة ج: اول ص:٥

[۲] مدارج النبوة ج: اول ص:٤

[۳] زرقانی، ص:١٢٢، ج:٤

”وفی روایة النسائی والحاکم واجعلنی نورًا. وھو ابلغ من الکل.“(۱) نسائی اور حاکم کی روایت میں ہے: ”واجعلنی نورًا.“ یہ سب روایتوں سے زیادہ بلیغ ہے۔

❻ یہاں بھی وہی صیہونی رگ پھڑکی ”اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ.“(۲)

اس حدیث میں تین الفاظ وارد ہیں ”واجعلنی نوراً“ کو لیا اور دوسری دو روایتوں کو ترک کر دیا، کیا یہی دین و دیانت ہے، کیا یہی عمل بالحدیث ہے؟ عمل بالحدیث وہ ہے جو حضرت ملا علی قاری نے فرمایا کہ سب روایتوں سے زیادہ بلیغ ”واجعلنی نوراً“ ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہوا کہ سب روایتوں کا معنی ایک ہے وہ اس طرح کہ جیسے ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوا کرتی ہے، اسی طرح ایک روایت دوسری روایت کی بھی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لیے تینوں روایتوں کا معنی ایک ہے۔

❼ ”واجعل لی نوراً“ پر یہ اعتراض جڑ دیا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے پہلے نور نہیں تھے۔ اگر ہر دعا کا مطلب یہ ہوتا کہ دعا سے پہلے وہ چیز حاصل نہیں تھی تو کوئی اس جاہل سے پوچھے کہ وہ خود کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے ”اللھم اغفرلی.“ اے اللہ مجھے بخش دے۔ تو اس کے بقول اس دعا کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ صد ہزار بار معاذ اللہ حضور گنہ گار معصیت کار تھے اور طرفہ ظلم یہ کہ بقول اس کے اس دعا سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت بھی نہیں ہوئی تھی۔ حالاں کہ علماے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاے کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور بطور غیر مقلدین یہ الزام ثابت۔ غیر مقلدین پر کہ سورۂ فتح میں فرمایا: ”لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ.“(۳) تو اب مغفرت حاصل ہونے کے بعد مغفرت کی دعا کا کیا معنی؟

❽ پھر یہی حافظ نباشد لکھتا ہے کہ حضور یہ بھی دعا مانگا کرتے تھے ”اھدنی“ مجھے ہدایت دے۔ اس کے نزدیک دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کی دعا مانگی جائے وہ پہلے سے حاصل نہیں ہوتی، تو اس کے بقول لازم کہ اس دعا سے پہلے معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت پر نہیں تھے۔ ایسی بات ایک غیر مقلد تو کہہ سکتا ہے، کوئی مسلمان ہرگز ہرگز نہیں کہہ سکتا۔

❾ علاوہ ازیں غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ نبی کی بھی دعا کا قبول ہونا ضروری نہیں، تو اب سوچیں بات کہاں تک جا پہنچی۔ بقول اس گمراہ کے دعا کے وقت تک حضور ہدایت سے محروم تھے اور دعا کے بعد بھی ہدایت ملی یا

[۱] مرقاۃ، ص:۱۲۲، ج:۲

[۲] قرآن مجید، سورہ البقرۃ، پارہ:۱، آیت:۸۵

[۳] قرآن مجید، سورہ الفتح، پارہ:۲۶، آیت:۲

نہیں، یہ مشکوک ہے۔ جب نبی ہی کا ہدایت پر ہونا مشکوک تو امت کا حال خدا ہی جانے۔ یہ دین کی خدمت ہے یا دین کو جیسے اکھاڑ پھینکنے کی صیہونی کوشش؟

⑩ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کیا لازم آیا، اس سے غیر مقلدین کو کیا مطلب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی توہین وتنقیص ہو، غیر مقلدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا چین، روح کا اطمینان، مگر اب اپنی خبر لیں، کسی اور وقت ہدایت کی دعا مانگتے ہیں یا نہیں، یہ تو نہیں معلوم، مگر نمازوں میں سورۂ فاتحہ ضرور پڑھتے ہیں، اس میں ہے: "اهدنا الصراط المستقيم" مرتے وقت جو بھی نماز پڑھیں گے سب میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ہدایت کی دعا مانگیں گے کہ اے اللہ صراط مستقیم کی ہدایت دے تو بقول اس غیر مقلد کے لازم کہ مرتے دم تک اسے اور کسی غیر مقلد کو ہدایت نصیب نہیں، سب گمراہ، ضال، مضل رہتے ہیں: "كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ." (۱)

⑪ اس غیر مقلد نے واجعل لی نورا کی تشریح میں کہا یعنی آپ نور وروشنی وہدایت اللہ کی بارگاہ سے طلب کر رہے ہیں اور اس کے نزدیک دعا کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ دعا سے پہلے وہ چیز حاصل نہیں تھی تو اس کے بقول لازم آیا کہ اس دعا سے پہلے آنحضور کو نہ نور ملا نہ روشنی نہ ہدایت پھر حافظ نباشد کے بہ طور آیۂ کریمہ: قدجاء كم من الله نور." کے بارے میں یہ تسلیم کر چکا ہے کہ حضور نور بمعنی ہدایت اور حق ہیں۔ تو اس آیت کی تشریح میں جو کچھ اس نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتدا ہی سے نور اور حق ہیں اور یہاں واجعلنی نورا کی تشریح میں جو کچھ کہا اس سے لازم کہ اس دعا سے پہلے حضور کو ہدایت نہ ملی۔ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں جو حضور کو نور بمعنی ہدایت کہا گیا وہ غلط ہوا۔ اب ناظرین انصاف کریں کہ حدیث کا ایسا مطلب بتانا جو قرآن کی تکذیب کو مستلزم ہو کسی مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہودیوں کے فتنہ کا عمل بالحدیث کے مدعی غیر مقلدین کا ہوسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سری نے سچ فرمایا۔

یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر
کہ شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے
ع بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا۔

⑫ اب ہم عوام اہل سنت کی تسکین خاطر کے لیے اخیر میں دعائے اقدس "واجعلنی نورا." کی اور "اللّٰهم اهدنی." کی تھوڑی سی تشریح عرض کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً بلا شبہہ مجسم نور

[۱] قرآن مجید، سورۃ القلم، پارہ: ۲۹، آیت: ۳۳

سراپا ہدایت تھے اور ہیں لیکن نور کوئی چھوٹی موٹی چیز نہیں جسے بتمامہا حاصل کر لیا جائے کہ وہ باقی نہیں رہتی۔ نور ایک عظیم شے ہے اور پھر جب کہ حسب تصریح امام ابوالحسن الاشعری حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور الٰہی کی تابش ہیں اور نور الٰہی غیر متناہی تو اس کی تابش بھی غیر متناہی، اس دعا کا حاصل یہ ہوا کہ اے اللہ تو نے مجھے نور بنایا میں نور ہوں لیکن اس پر بس نہ فرما۔ اپنے نور غیر متناہی کی تابشیں اور زیادہ کر اور دن بہ دن زیادہ کرتا جا۔ اسی طرح حضور سراپا ہدایت تھے۔ ''اللّٰھم اھدنی.'' سے مراد یہ ہے کہ ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔ یا امت کی تعلیم کے لیے دعا ارشاد فرمائی جیسا کہ ''ربّ اغفر لی.'' امت کی تعلیم کے لیے ارشاد فرمائی یا اس دعا میں غفران بہ معنی ستر ہے جیسا کہ علامہ احمد خطیب قسطلانی نے شرح بخاری میں تصریح فرمائی ہے تو اب اس کا ترجمہ وہ نہیں ہوگا جو غیر مقلد نے کیا اب ترجمہ یہ ہوگا۔ اے اللہ مجھے گناہوں سے بچائے رکھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح بشر ہیں؟

مسئولہ: محمد شمیم رضا خاں نوری رضوی، مدرسہ غوثیہ رضویہ، کھنڈیل، بشن پورہ، ضلع گیا (بہار) ۱۸ر صفر ۱۴۱۰ھ

 رسول اکرم کو اپنی طرح بشر کہہ سکتے ہیں؟

الجواب

یقیناً بلا شبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں مگر ہم جیسے بشر نہیں خود انھوں نے ارشاد فرمایا:

''لست کاحد منکم.''[1] میں تم جیسا نہیں ہوں۔

اور ارشاد فرمایا:

''لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی.'' میری حقیقت کو میرے رب کے علاوہ کسی نے نہیں جانا۔

دیوبندیوں کا یہ ضرور عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر ہیں، بڑے بھائی کی طرح ہیں، دیوبندی مجیب نے آیۂ کریمہ کا وہ حصہ نقل کیا جس سے مثلیت ثابت ہوتی تھی اور آگے جو فرمایا:

''یُوحیٰ إلیّ.''[2] میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اسے نقل نہیں کیا اس لیے کہ یہی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عام بشر کی طرح نہیں بلکہ عام بشر کی سطح سے بہت بلند و بالا ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] بخاری شریف، ج: اول، ص: ۳۹۰، کتاب الصوم، باب الوصال، ۴۸/۴۸، حدیث ۱۹۶۱، دار الکتاب العربی، لبنان۔

[2] قرآن مجید، سورہ الکہف، آیت: ۱۱۰۔ پ: ۱۶

انبیاے کرام کی بشریت کا انکار کفر ہے۔ مکتوبات امام ربانی میں بہت سی باتیں سکر آمیز ہیں۔ صحو اور سکر کا مطلب۔

مسئولہ: سید اقبال احمد، محلّہ معظم پور، تلہر، شاہ جہاں پور (یو. پی.) - ۱۷؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ حضرت شیخ احمد سرہندی جن کو دنیا امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی حامی سنت اور نگہبان ملت وغیرہ کے نام سے جانتی ہے، کے مکتوبات پڑھ کر ناچیز عجب ذہنی کش مکش میں مبتلا ہو گیا ہے۔ حضرت مجدد کے ان مکتوبات کے مطالعہ کا شرف ابھی حال ہی میں ایک دوست کے توسط سے حاصل ہوا ہے۔ ویسے تو حضرت مجدد کے یہ مکتوبات بلاشبہہ توحید و سنت اور اخلاق و معرفت کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں، مگر ساتھ ہی ان مکتوبات میں مجھے کچھ ایسی چیزیں نظر آئیں جو مذہب اہل سنت و جماعت کے بالکل خلاف ہیں۔ حضرت شیخ کے لیے عقیدت واحترام کا وہ جذبہ آہستہ آہستہ ختم ہوتا ہوا معلوم پڑتا ہے، جو پہلے تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے عقائد و نظریات رکھنے والے شخص کو امام ربانی مجدد الف ثانی اور حامیِ سنت وغیرہ جیسے ناموں سے کیوں کر منسوب کیا جاتا ہے؟

حضرت شیخ کے مکتوبات کی وہ چند عبارتیں آپ کے لیے نقل کر رہا ہوں جو ناچیز کے نزدیک اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں، ساتھ ہی ساتھ خدا سے دعا ہے کہ حضرت شیخ کی ان عبارتوں کا وہ مطلب نہ ہو جو ناچیز کے ناقص ذہن نے سمجھے ہیں۔

”اما در نبوت و رسالت درجہ ایست مر نبی را کہ ملک بآں نرسیدہ است و آں درجہ از راہ عنصر خاک آمدہ است کہ مخصوص بہ بشر است۔“(۱)

”نمی بینی کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ السلام با عامہ در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت و ذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است۔“(۲)

”اے برادر! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بآں علوشان بشر بود و بداغ حدوث وامکاں متسّم۔“(۳)

مذکورہ عبارتوں میں حضرت شیخ نے انبیاے کرام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف بشر کہا ہے بلکہ نفس انسانیت اور حقیقت و ذات کے اعتبار سے سب کے ساتھ متفق بتایا اور حدوث وامکان کے داغ سے بھی متصف قرار دیا ہے جب کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیاے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنا کفر ہے کیوں کہ

---

[۱] مکتوبات دفتر اول، حصۂ چار، ص: ۱۲۳

[۲] مکتوبات دفتر اول، حصۂ چار، ص: ۱۲۸

[۳] مکتوبات: ۱۷۳ دفتر اول، ص: ۱۷۷

قرآن پاک میں انبیاے کرام کو بشر کہنے والوں کو جا بجا کافر فرمایا گیا ہے۔(۱)

اسی طرح حضرت شیخ نے اپنے ایک طویل مکتوب میں بعض ان مسلمانوں کو بت پرست فرمایا ہے جو بزرگوں کی نذر و نیاز کے لیے کسی جانور کو ان کے مزار پاک پر ذبح کرتے ہیں اور اسی مکتوب میں حضرت شیخ نے ان عورتوں کو بھی شرک زدہ قرار دیا کہ جو پیروں اور بیبیوں کے نام پر روزے رکھتی ہیں۔ ان کے لیے خاص اہتمام کرتی ہیں اور ان روزوں کے توسل سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی چاہتی ہیں۔ عورتوں کے ان افعال کو بھی شیخ نے شرک و کفر قرار دیا ہے اور اپنی بات کی تائید میں کافروں اور مشرکوں کے حق میں نازل ہونے والی آیت: "**ومایومن اکثرھم باللّٰہ الاوھم مشرکون.**" کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا ہے۔(۲)

حضرت شیخ نے بس اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے ایک خط میں انھوں نے میلاد شریف جیسی سعادت کو بھی بدعت سیئہ قرار دیتے ہوئے اسے مطلقاً بند کر دینے کی بات بھی کہی ہے۔(۳) اور ایک جگہ عرس کی بھی مذمت کی ہے۔

اس سلسلے میں علماے اہل سنت کے موقف کو واضح کرتے ہوئے یہ بتانے کی زحمت گوارا کریں کہ حضرت شیخ کی مذکورہ تمام عبارتوں کے ہوتے ہوئے انھیں امام ربانی مجدد الف ثانی اور ولی کامل وغیرہ مانا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو پھر وجہ بیان کریں۔

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ مکتوبات امام ربانی کی اسناد میں بھی ضعف ہے انھوں نے مختلف دیار و امصار میں اپنے مریدین و معتقدین کو خطوط روانہ کیے جو ان کے وصال کے بعد کسی نے تلاش کر کے جمع کیا۔ اس میں اس کا بھی امکان ہے کہ الحاق ہوا ہو جو مکتوب حقیقت میں ان کا نہ ہو کسی خدا ناترس نے شامل کر دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ حضرت مجدد صاحب نے اپنے مکتوب "صد بست و یکم" میں اقرار فرمایا ہے کہ میں نے اپنے مکتوب میں سب باتیں صحو خالص میں نہیں لکھی ہے بہت سی باتیں سکر آمیز ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

> "ایں فقیر ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرار این طائفہ علیہ نوشتہ است ظاہراً بخاطر شما قرار یافتہ است کہ از روئے صحو خالص نوشتہ است بے مزج سکر حاشا و کلاّ۔(۴)

"صحو" کا مطلب ہوتا ہے کہ عارف غلبۂ محبت و جذب اور استغراق کی وجہ سے مغلوب نہ ہو اور "سکر" کا مطلب ہوتا ہے کہ مغلوب ہو۔ عالم سکر کی باتیں حجت نہیں اس لیے مکتوبات میں جو باتیں شریعت کے مطابق ہوں وہ مقبول ہیں اور جو اس کے خلاف ہوں وہ قابل قبول نہیں پھر یہ کہ آپ نے جو عبارتیں نقل کی ہیں ان سب

---

[۱] خزائن العرفان اور جاء الحق وغیرہ

[۲] مکتوبات: ٤١

[۳] مکتوبات: ٧٢، بنام حضرت خواجه حسام الدين

[۴] ص: ٥٦٥، دفتر دوم

کی تاویل وتوجیہ ممکن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ نے یہ لکھا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیاے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنا کفر ہے، یہ غلط ہے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ نہیں۔ حضرات انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے اور ان کی بشریت سے انکار کرنا کفر ہے۔ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کا بشر ہونا ضروری ہے۔ وہابیوں سے ہمارا اختلاف اس میں نہیں کہ ہم بشریت سے انکار کرتے ہیں اختلاف اس میں ہے کہ وہ ہمارے جیسے بشر تھے، ان کی تعریف اتنی کرو جتنی بڑے بھائی کی کرتے ہو۔ سو اس میں بھی کمی کرو جیسا کی تقویت الایمان میں ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرات انبیاے کرام ہم جیسے بشر نہیں ان کی ظاہری صورت ہم سے بدرجہا اعلیٰ واحسن اور ان کی ذات بدرجہا افضل و اعلیٰ، ارفع و اکمل، بڑا بھائی تو بڑا بھائی کسی کا باپ بھی انبیاے کرام کے ہم منصب نہیں۔ خزائن العرفان میں مطلقاً یہ نہیں لکھا کہ انبیاے کرام کو بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے۔ بلکہ یہ تحریر فرمایا قرآن کریم میں جابجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیا کو اپنے مثل بشر کہتے تھے اور اسی سے گمراہی میں مبتلا ہوئے۔[1]

اور یہ بات اپنی جگہ پر حق ہے کہ کفار نے انبیا کو جھٹلانے کے لیے عام طور پر یہی کہا کہ ہمارے مثل بشر ہیں میری یادداشت میں ۱۲/۱۳ رجگہ کفار کا یہ قول قرآن کریم میں مذکور ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ کفار انبیاے کرام کی نبوت و رسالت سے انکار کے لیے عام طور پر یہی کہتے تھے کہ یہ ہمارے مثل بشر ہیں۔ ان کے ایمان نہ قبول کرنے میں یہی وسوسہ آڑے آیا۔ کھلے کافروں کی طرح وہابی بھی حضرات انبیاے کرام کے فضائل و کمالات سے انکار کے لیے یہی کہتے ہیں کہ وہ ہمارے مثل ہیں۔ اسی لیے ان کا رد کیا جاتا ہے۔ ایک خاص بات یہاں یہ ہے۔ آیت کریمہ: "انّما انا بشر مثلکم."[2] میں خطاب مشرکین سے ہے اور یہ بات وہابی جماعت کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی تسلیم ہے۔ تقویت الایمان کے اخیر میں مولوی اسماعیل دہلوی کا ایک خط چھپا ہے، جس میں لکھتے ہیں۔

"ولا یخفیٰ ان المخاطبین انما انا بشر مثلکم هم المشرکون." اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ بشر مثلکم کا خطاب مشرکین کی طرف ہے ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ مذکور ہے کہ نبی ہمارے مثل ہیں اس کے قائل مشرکین ہیں اور جہاں کہیں یہ ہے کہ تم فرمادو میں تمہارے مثل بشر ہوں اس کے مخاطب بھی مشرکین ہی ہیں۔ اس تخصیص میں جو نکتہ ہے وہ یہی ہے کہ مسلمان کو اس کی اجازت نہیں کہ انبیاے کرام کو اپنے مثل بشر کہیں۔ آپ نے یہ لکھا کہ قرآن پاک میں انبیاے کرام کے بشر کہنے والوں کو جابجا کافر کہا گیا ہے۔[3] یہ خزائن العرفان اور جاء الحق پر افترا ہے ان میں سے کسی میں مذکورہ بالا عبارت نہیں غالبًا آپ نے کسی وہابی سے سن کر یہ لکھ دیا ہے۔ اگر آپ صفحہ کا حوالہ دے دیتے تو آسانی ہو جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] خزائن العرفان، قرآن مجید، پارہ: ۱۶، سورہ کہف کی آخری آیت

[2] قرآن مجید، سورۃ الکھف آیت: ۱۱۰

[3] خزائن العرفان وجاء الحق وغیرہ

حضور نور بھی ہیں، بشر بھی

مسئولہ: حاجی لطیف الرحمٰن، غریب نواز ہوٹل، گھنٹہ گھر، کوئٹہ - ۱۷ر ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ

 سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور والا کو نور مانیں یا بشر؟ اس کا جواب قرآن و حدیث صفحہ نمبر تحریر فرمائیں۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین.''[۱] اور قرآن مجید ہی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا: ''انما انا بشر مثلکم.''[۲] دونوں میں منافات نہیں اس کی تفصیل کے لیے رسالہ مبارکہ صلات الصفا کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر؟

مودودی جماعت نیو ماڈل وہابی جماعت ہے

مسئولہ: محمد نصیر الدین خاں، بشن پورہ، گیا (بہار) - ۲۳ر ربیع الاول شریف ۱۴۰۰ھ

 کیا فرماتے ہیں علماے کرام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) جماعت اسلامی کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ نہیں تو کیوں تفصیل سے وضاحت کریں۔

(۲) مولانا مودودی کی لکھی ہوئی کتاب ''تفہیم القرآن'' صحیح ہے یا غلط؟ غلط ہے تو کیسے تفصیل سے لکھیں۔

(۳) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر تھے یا نور؟ قرآن و حدیث و اجماع سے بتائیں؟ قل انما انا بشر مثلکم کی تفسیر کریں۔

(۴) میلاد النبی میں قیام کرنا صحیح ہے یا غلط؟ صحیح تو کیسے؟ تفصیل سے لکھیں۔

الجواب

نمبر ایک سے چار تک کے جواب کے لیے علماے اہل سنت و جماعت کی مندرجہ ذیل تصانیف کا مطالعہ کریں۔ آئینہ مودودیت، اسلامی جماعت، شیش محل، اقامت القیامہ، جاء الحق۔ آپ کے چاروں سوالات اتنے تفصیل طلب ہیں کہ دار الافتا میں ان سب کا تفصیلی جواب لکھنا بہت مشکل ہے۔ مودودی صاحب کی تفہیم

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ المائدۃ، آیت: ۱۵۔

[۲] قرآن مجید، سورۃ الکھف، ۱۸، آیت: ۱۱۰۔

القرآن میں نے نہیں دیکھی ہے اور نہ میرے پاس ہے کہ میں اسے دیکھ سکوں۔ مودودی جماعت نیو ماڈل وہابی جماعت ہے مودودیوں کے پیچھے نماز پڑھنا قضا کے برابر ہے۔ بلکہ قضا سے بدتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں نور بھی ہیں آپ کو "**انما انابشر مثلکم.**" کی آیت ملی اور آیت کریمہ: "**قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین.**" نہیں ملی ہمارا اور مودودیوں کا اس مسئلہ میں اختلاف یہ ہے کہ مودودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر ذرہ ناچیز سے کمتر چمار سے زیادہ ذلیل مانتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی کا مرتبہ دینے کو تیار ہیں یا گاؤں کے چودھری یا پردھان کے برابر اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں مگر ہم جیسے نہیں ہم سے بدرجہا افضل، بہتر، برتر، سید البشر، افضل البشر ہیں وہ ایسے بشر ہیں کہ رسل ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ ظاہری شکل میں حضور ہماری طرح ہیں

مسئولہ: اقبال اختر، ردولی شریف، فیض آباد (یو. پی.)-۲۵/رجب ۱۴۱۸ھ

مسئلہ زید قائل ہے اس قول کا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری شکل وصورت میں ہماری طرح بشر ہیں۔ بکر کہتا ہے کہ سرکار بشر ہیں مگر یہ نہیں کہنا چاہیے کہ ظاہری شکل وصورت میں رسول اللہ ہماری طرح بشر ہیں۔ زید اپنے قول کے استدلال میں اس آیت شریفہ کو پیش کرتا ہے۔ "**انما انابشر مثلکم.**" اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری مثل کہا گیا۔ مگر ساتھ ہی زید یہ بھی کہتا ہے کہ ہمارا یہ عقیدہ وہابیہ دیابنہ کی طرح نہیں ہے اور نیز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ بھی ہے کہ جو سرکار کو اپنی طرح بشر کہے وہ بھی کافر اور جو نہ کہے وہ بھی کافر اس کی تصریح فرمائیں، اور بکر کا یہ کہنا کہ سرکار ظاہری شکل میں ہماری طرح ہیں۔ اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب

میرے علم میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایسا کوئی فتویٰ نہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہے وہ بھی کافر اور جو نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ جس نے یہ کہا ہے اس سے حوالہ مانگا جائے۔ اس کو چھوڑا نہ جائے اور اس کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری شکل وصورت میں ہماری طرح بشر ہیں یہ حق ہے۔ خود مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے آیۂ کریمہ کا ترجمہ فرمایا: "تم فرماؤ کہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو اپنی طرح بشر کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: سید عبدالرحمٰن، رام چندر پور

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

اگر کوئی مسلمان مسجد میں جماعت کے روبرو یہ کہے کہ جو بھی شخص رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر کہے گا اس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔ شرع میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

نوٹ:- یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جو بھی مسلمان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول سمجھ کر نبوت کے مستحق سمجھ کر، سردار انبیا سمجھ کر، سرور کائنات سمجھ کر، رحمت اللعالمین سمجھ کر، اور اس پر ایمان رکھ کر ہی ظاہری اور جسمانی طور سے آپ کو انسان کہتا ہے صرف کفار مکہ جو آپ کو ادنیٰ انسان سمجھتے تھے، کیوں کہ ان کو آپ کی رسالت پر نبوت پر اور اللہ کے نبی ہونے پر ایمان نہ تھا۔ ایسی حالت میں گردن اڑا دینے والے صاحب کے متعلق شرع کیا کہتی ہے؟ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور آپ کی رسالت پر خود ایمان نہیں رکھتا ہے۔

الجواب

چوں کہ وہابی، دیوبندی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا معمولی بشر کہتے ہیں، بڑے بھائی کی طرح سمجھتے ہیں۔ ذرۂ ناچیز اور چمار سے بھی ذلیل جانتے ہیں، اور دلیل میں بھی کہتے ہیں کہ حضور بشر تھے، اور ہم بھی بشر ہیں۔ دیوبندیوں کے اس دھوکے کو دور کرنے کے لیے اس کے جواب میں اگر کسی نے کہا تو ٹھیک کہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں، مگر ہماری طرح معمولی ادنیٰ بشر نہیں۔ سید البشر، خیر البشر، افضل البشر ہیں۔ اس لیے اگر کوئی گستاخ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل سے انکار کرنے کے لیے بشر کہتا ہے تو ضرور وہ قابل گردن زدنی ہے۔ رفع فتنہ کے لیے ایسا تشدد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا، اور منافقین نے سورش مچانی چاہی تو فرمایا جو یہ کہے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ اس لیے نہیں تھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس میں شبہہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ بلکہ رفع فتنہ کے لیے، اسی طرح وہابی، دیوبندی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام فضائل وکمالات سے انکار کے لیے آپ کو بشر کہتے ہیں۔ اسی سورش اور فتنے کو ختم کرنے کے لیے مذکورہ بالا بات کہنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا فرشتوں نے حضور کو بھائی کہا؟

مسئولہ: محمد ضیاء الرحمٰن ہیڈ مولوی ہائی اسکول اسماعیل پور، ڈاک خانہ ڈبور، ضلع گیا (بہار) ۱۷؍ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مندرجہ ذیل حدیث بیہقی کی ہے یا نہیں اگر ہے تو فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں لفظ بھائی استعمال کیا تو اس کا کیا مفہوم ہے، دیوبندیوں کے لیے یہ محل استدلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیہقی میں ابوسعید سے اس طرح روایت ہے کہ آپ نے داخل ہوکر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ (یعنی اس جماعت کے امام آپ ہوئے) جب نماز پوری ہوگئی تو ملائکہ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں انھوں نے کہا کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں ملائکہ نے کہا کہ کیا ان کے پاس پیامِ الٰہی (نبوت کے لیے یا آسمانوں پر بلانے کے لیے) بھیجا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں! فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تحیت نازل فرمائے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں۔ (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ)

نوٹ: یہ واقعہ شب معراج کا ہے جب کہ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔

الجواب

یہ حدیث میری نظر سے نہیں گزری، اگر چہ یہ حدیث ہے تو اس کی تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ فرشتوں نے جو بھائی کہا تو ہمسری اور برابری کی نیت سے نہیں کہا، بلکہ اظہار محبت کے لیے کہا۔ جیسے ہمارے عام عرف میں مخاطب کو بھائی کہہ دیتے ہیں۔ برخلاف وہابیہ کے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی اتنی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی ہونی چاہیے۔ اس جملہ میں اہانت کا پہلو غالب ہے۔ برخلاف فرشتوں کے اس قول سے اس سے صرف اظہار محبت ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہہ کر فرشتوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وکمال کو بھی ظاہر کر دیا کہ اللہ کے خلیفہ و نائب ہیں اس لیے وہابیوں کے کفری قول کی اس سے کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کی شان میں لفظ ”تھے“ استعمال کرنا کیسا ہے؟ حضور حقیقی حیات کے ساتھ اب بھی زندہ ہیں اور منصب رسالت پر فائز ہیں

مسئولہ: محبوب احمد، سرائے ترین، سنبھل۔ ضلع مرادآباد

 کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں ”لفظ تھے“

استعمال کرنا کیسا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے وہ اللہ کے رسول تھے نیز ایسے کہنے والے کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اور جس کتاب میں ایسا لکھا ہوا اس کتاب کو داخل نصاب کرنا کیسا ہے؟

الجواب

یہ کہنا مناسب نہیں اس میں ایہام ہے کہ پہلے رسول تھے اب نہیں حالاں کہ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی حقیقی دنیوی حیات کے ساتھ اب بھی زندہ ہیں اور منصب رسالت پر فائز ہیں جیسے پہلے رسول تھے اب بھی ہیں۔ اس لیے کہنا یہی چاہیے کہ رسول ہیں لیکن اس قول کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ وہ باعتبار ظاہر کہہ رہا ہے۔ ایسی کتابوں کو نصاب میں ہرگز داخل نہیں کرنا چاہیے۔ جس سے بچوں کے عقیدے میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور جملہ مذکورہ سے اس کا اندیشہ ہے اس لیے اس کتاب کو نصاب سے نکال دینا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ حضور نے ساری جنگیں حکومت کے لیے کی تھیں نہ کہ دین کے لیے

مسئولہ: شمع شوز اسٹور، نگر پالیکا روڈ دیوریا (یو. پی.)-۱۲ر صفر ۱۴۰۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین اس شخص کے بارے میں، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی جنگیں لڑیں وہ سب حکومت کے لیے تھیں نہ کہ دین کے لیے؟

الجواب

یہ شخص کافر ومرتد ہو گیا، اسلام سے خارج ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کرے اس کلمۂ کفر سے اور پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ اگر اس کی بیوی راضی ہو اور یہ بھی رکھنا چاہتا ہو تو نئے مہر کے ساتھ پھر نکاح کرے۔ اس جاہل کو یہ بھی پتہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنگ میں پہل نہیں کی ہے۔ جتنی جنگیں عہد رسالت میں ہوئی ہیں سب کی سب مدافعانہ اور اپنی حفاظت کے لیے ہوئی ہیں۔ اگر یہ شخص تاریخ سے واقف ہوتا تو ایسی بات ہرگز نہ بکتا۔ اس جاہل کو یہ نہیں معلوم کہ ابتدا میں مکہ والوں نے خود یہ پیش کش کی تھی کہ تم اگر بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تم کو بادشاہ بنانے کے لیے تیار ہیں مگر بتوں کا رد اور ہمارے مذہب کے خلاف تحریک بند کرو۔ اگر معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بادشاہ بننا اور ملک حاصل کرنا تھا تو اسے قبول فرما لیتے، پھر وہ مصائب وآلام جو اس کے بعد خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابۂ کرام پر نازل ہوئے، سے محفوظ رہتے اور مقصد حاصل ہو جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ اللہ کے علم کے سامنے ساری مخلوق ذرۂ ناچیز سے کم تر ہے؟ ذرۂ ناچیز سے کیا مراد ہے؟ معجزہ و کرامت میں کیا فرق ہے؟

مسئولہ: حافظ عتیق الرحمٰن، مقام پکورہ، پوسٹ بھن جوت، ضلع گونڈہ (یو. پی.)-۲۶/رجب ۱۴۱۱ھ

مسئلہ ① زید نے دورانِ تقریر یہ بیان فرمایا کہ خدا کی قدرت یا علم کے سامنے ساری کائنات کی مخلوق ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہے۔

② ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ کی شان کے آگے ذرۂ ناچیز سے بھی زیادہ کم تر ہے۔ مذکورہ بالا دو جملوں میں شرعاً کچھ فرق ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا دونوں جملوں میں کسی ایک جملے پر اعتقاد رکھنے والا مومن ہے یا کافر؟ اور قائل پر شرعاً کچھ عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

③ معجزہ اور کرامت میں کیا فرق ہے؟

④ ذرۂ ناچیز سے کیا مراد ہے؟

الجواب

① - ② یہ دونوں جملے کفر ہیں۔ پہلے جملے میں ساری کائنات کے استغراق کلی میں اور ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا کے عموم میں انبیاے کرام بھی داخل ہیں۔ انبیاے کرام کے لیے ایسا کہنا ضرور کفر اور قرآن کا انکار۔ سورۂ احزاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ارشاد ہوا:

”وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا.“[1] وہ اللہ کے حضور عزت والے تھے۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے سورۂ مریم میں فرمایا گیا:

”وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا.“[2] وہ اپنے رب کے حضور پسندیدہ تھے۔

ان جملوں کے قائل پر توبہ و تجدیدِ ایمان و نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

③ جو خرق عادت نبی سے ظاہر ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں اور جو خرق عادت کسی ولی سے ظاہر ہو اسے کرامت کہتے ہیں۔ خرق عادت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا ہونا عادۃً محال ہو، مثلاً مردے جلانا، مادر زاد اندھے کو انکھیارا کر دینا، تھوڑی غذا یا پانی کو بہت زیادہ آدمی کو کھلا پلا دینا وغیرہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

④ ہوا میں جو بہت باریک اڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، صبح یا شام کسی دروازے یا روشن دان سے

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب، ۳۳، آیت: ۶۹، پ: ۲۱

[2] قرآن مجید، سورہ مریم، آیت: ۵۵، پ: ۱۶

دھوپ مکان کے اندر آرہی ہو، سائے میں کھڑے ہو کر اس مکان والی دھوپ میں نظر ڈالیں گے تو بہت چھوٹے چھوٹے ریزے اڑتے ہوئے دکھائی دیں گے، انھیں کو ذرہ کہتے ہیں۔ عرف عام میں اس کے معنی ہیں بے وقعت چیز، جس کی نہ کوئی قیمت ہو، نہ کوئی عزت ووقعت۔ ناچیز کے بھی تقریباً یہی معنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رُسلانِ عظام کی تعداد ۳۱۳ اور آسمانی صحائف ۱۰۴ تو ہر رسول صاحب کتاب کیسے ہوئے

مسئولہ: نعیم ایم کیاتھل ایجنسی بوکس اینڈ ڈائجسٹ کاوَل پیٹھ، ہبلی، کرناٹک

مسئلہ یہ بات ظاہر ہے کہ جس پیغمبر کو کتاب دی گئی وہ رسول کہلاتے ہیں اور جنھیں کتاب نہیں دی گئی وہ سب نبی ہیں مگر جس وقت ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن سلام نے سوال کیا تھا تو آپ نے کل رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ بتائی تھی اور جب آسمانی کتب کے متعلق تعداد پوچھی گئی تو آپ نے بتایا کہ کل ایک سو چار کتابیں جن میں پچاس صحیفے حضرت شعیب علیہ السلام پر تیس حضرت ادریس علیہ السلام پر، بیس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر داؤد علیہ السلام پر زبور موسیٰ علیہ السلام پر توریت، عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مقدس نازل ہوا۔ تو اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ کل صرف سات انبیا کو کتب آسمانی دیے گئے اور وہ رسول کہلائے۔ بقیہ تین سو چھ رسول کس طرح رسول کہلائے جب کہ انھیں کتاب نہیں دی گئی تو پھر بھی وہ کس بنا پر رسول ہیں؟

الجواب

رسول و نبی دونوں ہم معنی ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے اس سلسلے میں ائمہ کے چار اقوال ہیں جس کی تفصیل نزہۃ القاری، شرح بخاری[1] میں ملاحظہ کریں۔ رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ یا پندرہ تھی اور صحیفے کل ۱۰۴ نازل ہوئے اس تفصیل سے کہ دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، پچاس حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس حضرت ادریس علیہ السلام پر، دس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر، توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر (بشیر القاری) اس کے مطابق صاحب کتاب صرف نو انبیاے کرام ہوئے اس لیے جن لوگوں نے رسول کی تعریف میں صاحب کتاب کی شرط لگائی ہے ان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے مگر اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے یا دیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کتابوں کا نزول دو مرتبہ ہوا ہو۔ جیسے سورۂ فاتحہ کا نزول دو مرتبہ ہوا ایک دفعہ مکہ میں دوسری دفعہ مدینہ میں مگر یہ محتاج دلیل ہے اس لیے راجح تعریف یہ ہے۔ جسے محققین نے اختیار کہ نبی وہ بشر ہے جس کی طرف وحی ربانی آتی ہو وہ تبلیغ کا مامور ہو

[1] نزهة القاری، جلد اول، ص: ۱۷۷

یا نہ ہو رسول وہ ہے جس کے پاس وحی بھی آئے اور وہ تبلیغ کا بھی مامور ہو۔[1]

مخلوق میں کسی کو بلا واسطہ حضور کچھ نہیں مل سکتا

مسئولہ: محمد مبین الدین قادری رضوی -۱۵/ جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید کہتا ہے کہ حضرت بدیع الدین قطب مدار رحمۃ اللہ علیہ بلا کسی واسطہ کے حق تعالیٰ سے فیض حاصل کرتے تھے۔

الجواب

یہ کہنا غلط ہے۔ مخلوق میں کسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ کچھ نہیں مل سکتا۔ بخاری وغیرہ میں صحیح حدیث ہے کہ فرمایا:

"انما أنا قاسم و اللّٰہ یعطی."[2] میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔

قاسم اور یعطی دونوں کا متعلق محذوف ہے جو عموم کو افادہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ عز و جل مخلوقات میں جس کسی کو جو کچھ بھی دیتا ہے خواہ وہ نعمت جسمانی ہو، یا روحانی یا ظاہری ہو یا باطنی سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے دلاتا ہے۔ اس لیے علامہ احمد خطیب قسطلانی شارحِ بخاری نے المواھب اللدنیہ میں فرمایا، جسے علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نے باقی رکھا:

"ھو صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانۃ السر و موضع نفوذ الأمر فلا ینقل خیر الاعنہ ولا ینفذ امر الامنہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم."[3] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانۃ السر ہیں اور اللہ کے حکم کے نافذ ہونے کے مرکز۔ اس لیے ہر چیز حضور ہی سے منتقل ہوتی ہے اور ہر حکم حضور ہی سے نافذ ہوتا ہے۔

اس لیے یہ کہنا کہ کسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ فیض پہنچتا ہے، یا پہنچ رہا ہے، باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] جلالین، المعتقد المنتقد

[2] مشکوٰۃ شریف، ص:۳۲، کتاب العلم، مجلس برکات

[3] المواھب اللدنیہ

تخلیق آدم سے پہلے بھی حضور نبی تھے

مسئولہ: ممتاز علی رضوی، محلّہ ڈیہہ پور، کھیری (یو. پی.)-۶ / ذو قعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ بکر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو قبل آدم علیہ السلام نبی نہیں مانتا، کہتا ہے قبل آدم علیہ السلام آدمی نہیں، نبی جسمانی کا کیا مطلب؟ بحیثیت نور تو اس نور کو رکھا کہاں، ملائکہ یا جنت میں، یہ ممکن نہیں، احادیث اختلافی ہیں، اس معاملہ میں قول بکر کفر ہے یا نہیں؟

الجواب

بکر حدیث صریح صحیح کا انکار کر رہا ہے۔ جامع صغیر میں بحوالہ حلیہ وابن سعد وطبرانی ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد."[1] میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح و جسد کے درمیان تھے۔

اور مصنف عبد الرزاق میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ حدیث مذکور ہے:

"یا جابر! ان اللّٰہ قد خلق قبل الاشیاء نور نبییک من نورہ."[2] اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

اس سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا گیا۔ رہ گیا یہ سوال کہ نور رکھا کہاں گیا؟ یہ جاہلانہ سوال ہے۔ کیا اتنے بڑے عالم میں نور مصطفیٰ رکھنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی؟ سیکڑوں باتیں ایسی ہیں جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں مگر ان کی تفصیل مذکور نہیں۔ دوسری حدیث کے معارض تو کچھ حدیثیں ہیں مگر پہلی حدیث کے معارض کوئی حدیث نہیں۔ بکر اس انکار کی وجہ سے کافر تو نہیں ہوا مگر ایک حدیث صحیح کا منکر ضرور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا وزیر اعظم کہنا کیسا ہے

مسئولہ: غلام احمد نوری، مدرس دار العلوم انوار مصطفیٰ، قالن بازار ضلع سرنا، نیپال-۱۷ / ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ خالد نے دوران تقریر کہا کہ پیارے محبوب رب کے عطا کرنے سے سب کو سب کچھ بانٹتے ہیں اور دیتے ہیں اور پیارے محبوب خدا کے وزیر اعظم ہیں۔ عمر نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وزیر اعظم کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے قرآن وحدیث میں حضور کے لیے کہیں بھی وزیر اعظم کا لفظ نہیں ہے اور یہاں تک کہ یسرنا القرآن

---

[1] جامع صغیر فی احادیث البشیر النذیر

[2] مواهب لدنیه، ج:۱، ص:۹

میں حضور کے ننانوے نام میں سے نہیں ہے، لہٰذا حضور کو وزیر اعظم کہنا ناجائز ہے، جب کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ۷۰۰ نام تک گنائے ہیں اور عمر کو صرف ننانوے ہی یاد ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد و عمر میں کون حق پر ہے اور کون باطل پر واضح لفظوں میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عز و جل کا نائب اکبر، مظہر اتم، مظہر ذات وصفات کہنا چاہیے، وزیر اعظم نہیں کہنا چاہیے۔ وزیر کے لغوی معنی بوجھ اٹھانے والے کے ہیں، وزیر کو وزیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ اللہ عز و جل پر کوئی چیز بوجھ نہیں، خود فرماتا ہے: "وَلَا يَؤُدُهُ حِفْظُهُمَا." [1] حدیث میں ہے: "ان اللّٰه لا يمل." [2] اللہ کا وزیر اعظم کہنے میں اس کا ایہام ہے کہ اللہ عز و جل پر کچھ بار تھا۔ ایسے الفاظ استعمال کرنے ممنوع ہیں۔ شامی میں ہے: "ایهام المعنى المحال كاف للمنع." [3] اور یہ لفظ شریعت میں وارد بھی نہیں، اس لیے اس کے استعمال سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں

مسئولہ: نظام الدین

 ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ کیسا رکھنا چاہیے، زندہ یا مردہ؟

الجواب

اس پر عہد صحابہ سے لے کر آج تک پوری امت کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی، جسمانی، دنیوی حیات کے ساتھ اب بھی زندہ ہیں، حدیث میں فرمایا: "إنّ اللّٰه حرّم على الأرض ان تاكل اجساد الأنبياء فنبی اللّٰه حي يرزق." [4] واللہ تعالیٰ اعلم

کیا کفار نے حضور کی تکذیب کی یا نہیں

مسئولہ: شمس الحق، شہر کہنہ، بریلی

مسئلہ زید نے تقریر کے اندر کہا کہ ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ بہت بدصورت ہیں، جھوٹے ہیں، بکر کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوجہل نے جھوٹا نہیں کہا تھا اور نہ کسی کافر نے جھوٹا

[1] قرآن مجید، پارہ: ۳، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۵۵

[2] بخاری شریف، ج: ۱، ص: ۱۵۴، کتاب التهجد باب ما يكره من التشديد فى العبادة، اصح المطابع

[3] رد المحتار، ج: ۹، ص: ۵۶۷، کتاب الحظر و الاباحة، باب الاستبراء، مکتبہ زکریا

[4] سنن ابن ماجہ، ج: ۱، ص: ۱۱۸، کتاب الجنائز باب ذکر و فاته و دفنه صلى الله عليه وسلم۔ سنن ابی داؤد، ص: ۱۵۰، باب تفريع، ابواب الجمعة۔

کہا، بلکہ ساحر وغیرہ کہا تھا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ زید نے صحیح کہا تھا یا بکر نے؟

الجواب

جس موقع کا یہ واقعہ ہے، اس وقت ابو جہل نے بدصورت کہا تھا، جھوٹا کہا تھا یا نہیں، یہ یاد نہیں۔ مثنوی مولانا روم میں واقعہ ہے مگر مثنوی یہاں موجود نہیں، البتہ دوسرے موقعوں پر کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور کذاب دونوں بکا ہے:

"وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ."[1] اور کافر بولے، یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔

ابو جہل حضور کا چچا نہیں

مسئولہ: اصغر صاحب ارئی، پوسٹ ہنڈیہ بازار، ضلع الہ آباد - ۱۸/رجب

مسئلہ ۲۳/مارچ ۱۹۸۶ء کو موضع بھداری میں سنی تبلیغ جماعت کا پروگرام ہوا۔ دوسرے دن گرام روسان گنج میں زید بکر سے اسی جلسہ کے سلسلہ میں بحث ہوئی۔ اس بحث کے درمیان زید نے کہا، یہ مولوی لوگ نذرانہ کے لیے اتنی دور تقریر کرنے چلے آتے ہیں۔ پہلے اپنے گھر والے اور گاؤں والے کو سدھارلیں تو دوسری جگہ جا کر تقریر کریں۔ اس پر بکر نے جذبات اور غصہ میں کہا، ایسے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دین کی طرف بلایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو اسلام کی دعوت دی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو جہل کو دعوت دی تو یہ حضرات انبیاے کرام علیہ الصلاۃ والسلام مسلمان نہ کر سکے تو زید نے کہا، یہ لوگ سنتوں پر عمل نہیں کرتے ہیں، دعویٰ کچھ ہے اور کرتے کچھ ہیں تو بکر نے کہا، دس کام اچھا کرتے ہیں، ایک کام خراب بھی کرتے ہیں تو کیا ہوا ہم سے تو اچھے ہی ہیں۔ اس پر زید نے بکر کے بارے میں دعویٰ کیا کہ بکر نے نبیوں کی شان میں گستاخی کی ہے اور بکر کافر ہو گیا اور نکاح ٹوٹ گیا۔ چناں چہ یہ استفتا دیوبندی مولوی کے پاس پہنچا تو دیوبندی نے زید کی بات کی تصدیق کی، نیز دیوبندی کے فتوے پر بکر کلمہ پڑھنے پر تیار ہے، لیکن جس وقت بکر پر سختی کی گئی تو کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ہم بھی بکر ہیں، یہ کہہ کر بکر کا ساتھ دیا تو رہا از روے شرع بکر حقیقتاً کافر ہوا کہ نہیں، نیز جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم بھی بکر ہیں، وہ کافر ہوں گے کہ نہیں۔ فقط والسلام۔

الجواب

بکر نے جو کچھ کہا صحیح کہا سوائے اس کے کہ ابو جہل کو حضور کا چچا کہا۔ ابو جہل حضور کا چچا نہیں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کا نام ابو طالب تھا۔ بکر نے جو کچھ کہا وہ کلمۂ کفر نہیں، جس دیوبندی جاہل نے

[1] قرآن مجید، سورۂ صٓ، آیت: ٤، پ: ٢٣

اسے انبیاے کرام کی گستاخی قرار دے کر کفر بتایا اور بکر کو کافر کہا وہ انتہائی معاند اور سخت جاہل ہے۔ بکر نے جو کچھ کہا، بہ اختلاف الفاظ قرآن مجید میں بھی ہے۔ معاذ اللہ اللہ عزوجل بھی اس دیوبندی مولوی کے نزدیک کافر ہے۔ بکر پر کسی قسم کی توبہ لازم نہیں، جو لوگ توبہ کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ خطا پر ہیں۔ توبہ زید پر لازم ہے۔ زید نے علماے اہلِ سنت پر صرف اپنے عناد اور جہالت کی وجہ سے اعتراض کیا، جس سے ظاہر ہوا کہ وہ علماے اہل سنت سے بغض اور عداوت رکھتا ہے۔ عالم گیری میں ہے:

”من ابغض عالما بلا سبب ظاهر خيف عليه الكفر.“[1] جو کسی عالم سے بلا وجہ عداوت رکھے، اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔

اس نے جھوٹ باندھا کہ علماے اہلِ سنت اپنے گھر والوں کو ارشاد و ہدایت نہیں کرتے اور سنت کی پابندی نہیں کراتے، علماے اہل سنت بحمدہ تبارک وتعالیٰ اپنے گھر والوں کو بھی ارشاد و تلقین کرتے ہیں تو دوسری جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ رہ گئی نذرانہ کی بات تو مسلمان از راہِ اخلاص و نیازان کی خدمت میں کچھ پیش کرتے ہیں اس میں کون سا جرم ہے۔ زید ذرا اپنے مولویوں کی خبر لے جو لمبی لمبی تنخواہیں لے کر مدرسوں میں پڑھاتے ہیں وہ بھی اس طرح کہ تنخواہ طے ہوتی ہے، اگر ایک پیسہ کم کر کے دیں تو واپس کر دیں، جھگڑا کریں، فتنہ اٹھائیں، وہ کیسے جائز ہے اور اگر مسلمان بخوشی بغیر کسی مطالبہ کے از خود علماے اہل سنت کی خدمت میں کچھ پیش کریں تو وہ ناجائز و حرام ہو؟ زید ذرا دہلی جا کر وہابی تبلیغی جماعت کے دفتر میں دیکھے کہ روزانہ ہزاروں ہزار روپے لوگ پیش کرتے ہیں، وہ کیسے جائز ہے؟ مگر دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دیوبندیوں کے لیے کوئی چیز حرام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فارقلیط کہا گیا
بنیادی عقائد سارے پیغمبروں کے ایک تھے

مسئولہ: محمد مصعب مصباحی اشرفی، مصباحی کتب خانہ، مسجد چھپان، پالی، مارواڑ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے ملت اسلامیہ اس بارے میں کہ:

❶ کس آسمانی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی ”فارقلیط“ تھا؟

❷ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا مذہب کیا ہے؟

[1] فتاویٰ عالم گیری، ج:۲، ص:۲۵۷، الباب التاسع فی احکام المرتدين

الجواب

(۱) انجیل میں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو فارقلیط کہا گیا ہے۔

(۲) ان حضرات کے مذاہب کی تفصیل نہیں معلوم بنیادی عقائد حضرت آدم سے لے کر ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک سب ایک تھے۔ اعمال حلال وحرام میں تفاوت تھا، اس کی پوری تفصیل نہیں معلوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ حضور کو نبوت ۳۵ رسال بعد ملی؟ حضور کو اپنے نبی ہونے کا علم کب ہوا؟ یہ کہنا کہ حضور اعلانِ نبوت سے پہلے کچھ نہیں تھے۔ بلا عذر شرعی بیعت توڑ کر دوسرے سے مرید ہونا؟ کیا عورت کو چہرہ چھپانا ضروری ہے؟

مسئولہ: محمد ایوب انصاری، دار السلام، تنزانیہ، افریقہ

مسئلہ (۱) زید کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ۳۵ رسال بعد نبوت ملی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ظاہری عمر شریف کے ۳۵ رسال قبل کچھ نہیں تھے، کیا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲) جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ظاہری عمر شریف کے چالیس سال قبل یہ معلوم نہیں تھا کہ میں نبی ہوں، بلکہ حضرت جبریل علیہ السلام کے بتانے سے معلوم ہوا، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا یہ عقیدہ درست ہے؟

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی ہونے کا علم کب ہوا؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں، کرم ہوگا۔

(۴) ایک شخص بلا کسی شرعی عذر کے ایک پیر کی بیعت توڑ واکر دوسرے پیر کا مرید بناتا ہے، کیا یہ عمل جائز ہے؟

(۵) عورت سوائے چہرہ کے سارے بدن کا پردہ کرے، کیا یہ کافی ہے یا چہرہ بھی چھپانا ضروری ہے؟

الجواب

(۱) اس شخص کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۳۵ رسال کی عمر سے قبل کچھ بھی نہیں تھے، بدتمیزی اور گستاخی ہے۔ کچھ نہیں کا جملہ بہت سخت ہے۔ یہ تحقیر کے لیے متعین ہے۔ جو شخص واقعی معمولی درجہ کا ہو اور اس کو کہہ دیا جائے کہ تم کچھ نہیں تو اگر اس کا بس چلے گا تو کہنے والے کو جوتے مارے گا، جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اعلانِ نبوت سے پہلے بھی ایسی وسیع تھی کہ پورا مکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلیٰ کردار، اعلیٰ اخلاق، حسن معاملہ، سچائی اور دیانت کا معترف تھا اور آنحضور کو الصادق الامین کہتا تھا۔ یہ تو ظاہری

حال تھا۔ باطنی حال یہ تھا کہ ترمذی وغیرہ میں حدیث پاک ہے:

”کنت نبیا وآدم لمنجدل فی طینته.“(۱) میں اس وقت بھی نبوت کے منصب پر فائز تھا کہ ابھی آدم کا خمیر بھی نہیں تیار ہوا تھا۔

یہ کہنے والا گمراہ، بددین، گستاخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اس بارے میں کوئی تصریح میری نظر سے نہیں گزری۔ مسند امام احمد بن حنبل اور مسلم شریف جلد ثانی میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ میں تھا اور قبل بعثت مجھ کو سلام کرتا تھا۔(۲) مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں علامہ بدرالدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ سے ناقل کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ان کے کان میں خازن جنت رضوان نے کہا، اے محمد! آپ کو بشارت ہو، ہر نبی کا علم آپ کو عطا کیا گیا اور آپ ان سب سے زیادہ علم والے اور ان سب سے زیادہ بہادر ہیں۔(۳)

ان روایتوں سے ظاہر ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل بعثت بھی یہ جانتے تھے کہ میں نبی ہوں، بلکہ یوم پیدائش ہی میں بتا دیا گیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❸ ابھی روایت گزری کہ پیدائش کے وقت ہی بتا دیا گیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❹ بر بنائے طریقت یہ سخت محرومی کا سبب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❺ اس زمانے میں چہرہ بھی چھپانا واجب ہے کہ اصل کشش چہرہ میں ہوتی ہے، اور چہرہ دیکھنا فتنہ کا باعث ہے، بلکہ پوری کشش بغیر چہرہ دیکھے نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا انبیا و اولیا کو تصرف کا اختیار ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب اکبر ہیں؟

مسئولہ: سید اقبال احمد ایم اے، محلّہ معظم پور، پوسٹ شاہ جہاں پور (یو. پی) - ۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

مسئلہ مسئلہ ہے کہ انبیا و اولیاء اللہ حاجت روا مشکل کشا اور صاحب عطا ہیں۔ یعنی کہ انبیاے کرام و اولیاء اللہ اپنی حاجت و بعد وفات لوگوں کی دستگیری حاجت روائی و مشکل کشائی کرتے ہیں۔ انبیاے کرام اور اولیاے

---

[۱] مشکوٰۃ شریف، ص:۵۱۳، باب فضائل سید المرسلین، مطبع مجلس برکات اشرفیہ

[۲] مسند امام احمد بن حنبل، ج:۵، ص:۸۹، و مسلم شریف جلد ثانی، ص:۲۴۵

[۳] زرقانی، جلد اول، ص:۱۱۵

کرام کے تصرفات کے عجیب وغریب واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں اور اسی بنا پر عوام الناس مشکل ومصیبت میں انبیا و اولیا اللہ کو پکارتے ہیں اور ان سے تکوینی امور میں مدد چاہتے ہیں۔ مگر ناچیز کے ذہن میں اس مسئلہ کے متعلق کبھی کبھی سوال اٹھتے ہیں جن کا ناچیز خود نہیں جٹا پاتا۔ اس لیے آپ کو زحمت دیتا ہوں۔ براہ کرم آپ میرے ان خدشات کا حل بتائیے اور وہ یہ کہ انبیاے کرام اور اولیاء اللہ کو تصرفات کے یہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر ہمہ وقت کے لیے عطا فرما دیئے ہیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصرفات کا مالک ومختار بنا دیا ہے کہ خدا کی طرف رجوع کیے بغیر اپنی مرضی ومنشا سے اور اپنے ہی حکم یا ارادے سے جو چاہیں جب چاہیں اور جیسا چاہیں تصرف کر سکتے ہیں کیوں کہ کسی چیز کا اختیار دیے جانے کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے یا پھر یہ ہے کہ انبیاے کرام واولیاء اللہ مطلوب بندہ کے مسئلہ کو جان کر اس کی دستگیری حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے وہ بزرگ خدائے تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اس بندہ کے حق میں ان برگزیدہ بندوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور اس طرح وہ نیک مقبول بندے لوگوں کی حاجت روائی ومشکل کشائی کرتے ہیں۔ بلکہ کروایا کرتے ہیں اور جہاں تک دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا یہ بھی صرف خدائے تعالیٰ کی مرضی ومنشا پر ہی منحصر سمجھتا ہوں مگر چوں کہ انبیا واولیاے کرام چوں کہ اللہ عزوجل کے نیک وپسندیدہ بندے ہوتے ہیں اس لیے ان کی دعاؤں کا زیادہ سے زیادہ قبول ہونا ہی مانتا ہوں مگر ضروری نہیں سمجھتا ہوں کہ کسی نبی یا ولی کی دعا مقبول ہی ہو، رد بھی ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ وہ قادر مطلق ہے اسے کسی بات کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(۱) مذکورہ بالا دو صورتوں میں ایک مسلمان کو کس پر عقیدہ رکھنا چاہیے اور ایک مسلمان کو کسی تکوینی امور میں مدد طلب کرنے کے لیے سوال سیدھا (حیات یافتہ یا وفات یافتہ) بزرگان دین سے ہونا چاہیے کہ اے اللہ کے نبی یا ولی اے فلاں اے فلاں میں بیمار ہوں آپ مجھے شفا عطا کیجیے یا میں بے اولاد ہوں مجھے ایک نیک سیرت بیٹا عطا کر دیجیے، یا آپ میری روزی وروزگار میں برکت اور ترقی عطا فرمائیے، وغیرہ وغیرہ۔ (اللہ نے انھیں یہ اختیارات عطا کر دیئے ہیں، اور تصرف کے معاملے میں انھیں مستقل مالک ومختار بنا دیا ہے)

(۲) یا کسی امور میں استعانت کے لیے سوال خطاب سیدھا انبیا اور الیاء اللہ سے نہ ہو کر اس طرح ہو کہ اے اللہ کے فلاں ولی آپ اللہ سے بہت قریب ہیں۔ آپ اس سے اور وہ آپ سے راضی ہیں براہ کرم آپ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ میں بیمار ہوں وہ مجھے شفا عطا فرمائے میں بے اولاد ہوں وہ مجھے ایک نیک بیٹا عطا کر دے وغیرہ وغیرہ۔ براہ کرم آپ یہ واضح کریں کہ ایک مسلمان کو انبیاے کرام اور اولیاء اللہ سے استعانت کیسے کرنی چاہیے۔

دوم یہ کہ انبیاے کرام اور اولیاء اللہ لوگوں کی حاجت روائی، مشکل کشائی اور دستگیری خود اپنے عطا کردہ

اختیارات سے کرتے ہیں یا خداے تعالیٰ سے دعا کر کے کرواتے ہیں۔ براہ کرم تفصیل سے مدلل واضح کریں۔

الجواب

اس موضوع پر علماے اہل سنت کی کثیر تصانیف ہیں۔ آپ ان کا مطالعہ کریں مثلاً مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی یہ تصنیفات ''الامن والعلی، الانتباہ، برکات الامداد، حیات الموات، دارالافتا میں اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ سائلین کو رسالے لکھ لکھ کے بھیجے جائیں۔ کتابیں اسی لیے لکھی گئی ہیں کہ لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں۔ حق اور صحیح یہی ہے کہ محبوبان بارگاہ کو اللہ عز وجل نے محض اپنے فضل و کرم سے اور ان کی عزت افزائی کے لیے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ امور تکوینیہ میں تصرف کریں اور یہ ان کے اختیار میں ہے جس کی چاہیں مدد فرمائیں اور جس کی نہ چاہیں نہ فرمائیں۔ ہاں اللہ عز وجل کو یہ قدرت ہے کہ وہ چاہے تو روک دے یا انھیں منع کر دے۔ علامہ ابن حجر مکی جوہر منتظم میں فرماتے ہیں:

''هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خليفة الله الأعظم جعل خزائن كرمه و موائد نعمه طوع يديه و ارادته يعطي من يشاء.''

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عز وجل کے نائب اکبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے خزانے اور اپنی نعمت کے کل دسترخوان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست کرم اور ارادے کے تابع کر دیے ہیں، جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

دیوبندی مذہب کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ معجزات نبی کے قدرت و اختیار میں ہوتے ہیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''من استغاث بي في كربة كشفت عنه.''

جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے گا، میں اس کی مصیبت دور کروں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا یہ حدیث ہے کہ جب تک امت محمدیہ کو نبیوں کا درجہ نہ مل جائے انھیں نہیں اٹھایا جائے گا؟ واستغفر لذنبک کی تفسیر

مسئولہ: سید یوسف قدیر، معرفت خواجہ میاں مین پوسٹ آفس، فلک نما حیدر آباد - ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ۱ ایک شخص جو خود کو عالم دین سنی مسلمان بتاتا ہے جس کو اس کے ہم خیال علما محدث کا خطاب دیتے ہیں۔ جس کے لاکھوں مسلمان مرید ہیں وہ اپنی کسی کتاب میں ایک حدیث لکھا ہے۔ جس میں نہ راوی کا پتہ ہے، نہ حدیث کا حوالہ ہے۔ وہ حدیث مندرجہ ذیل ہے۔

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمگین تھے یہ فکر تھی کہ معلوم نہیں میری امت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام پیام لائے کہ اللہ فرماتا ہے کہ میرے پیارے نبی آپ مغموم نہ ہوں۔ آپ کی پیاری امت میرے پاس بھی پیاری ہے۔ جب تک میں دنیا میں آپ کی امت کو نبیوں کا درجہ نہ دے دوں گا دنیا سے نہ اٹھاؤں گا۔ کیوں نبی اب تو خوش ہوئے۔ اس پر آپ سجدۂ شکر بجالائے۔''

یہ حدیث کہاں تک صحیح ہے اس کا راوی کون ہے؟ حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ پیغمبروں کا درجہ ملے بغیر کسی امتی کو موت نہیں آئے گی۔ (معاذ اللہ)

❷ مذکورہ شخص اپنی دوسری کتاب میں قرآن کی آیت کا ترجمہ اس طرح کرتا ہے: ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ.''[۱] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نماز میں ہوں یا غیر نماز میں اپنے گناہوں سے جو صورتاً گناہ ہیں۔ مغفرت مانگئے، اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے واقعی گناہوں سے بھی مغفرت مانگئے۔ (مزید لکھتا ہے) گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو واقعی گناہ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ دوسرا گناہ یہ ہے کہ صورت تو گناہ کی ہے واقع میں گناہ نہیں بلکہ افضل عمل ترک کر کے جو افضل نہیں ہے اس کو اختیار کیا گیا ہے۔ اسی واسطے مقربین کا افضل کام چھوڑ کر غیر افضل کام کا اختیار کرنا۔ ان کے درجہ کے لحاظ سے گناہ سمجھا جائے گا۔ بخلاف اس کے یہی عمل اگر عوام کریں وہ ان کے لیے گناہ نہیں بلکہ عبادت ہی ہوگا۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ: ''حسنات الأبرار سيئات المقربين.'' بعض وقت نیکوں کی نیکیاں مقربین کے لیے گناہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ابن ام مکتوم نابینا صحابی آئے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کافر کو اسلام کی حقانیت سمجھا رہے تھے، ایسے وقت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بیچ میں دخل دے کر خود کچھ پوچھنے لگے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوا۔ یہ واقعہ سورۂ عبس میں مذکور ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایک طرف مسلمان ہو اور دوسری طرف کافر ہو تو اس وقت مسلمان کے فرعی سوال کے جواب کو ملتوی کر کے اس کافر کو اصل دین کی دعوت دینا کون نہیں جانتا کہ عبادت ہے؟ مگر اس کا فائدہ یقینی نہ ہونے کی وجہ سے افضل نہیں ہے اور مسلمان کے سوال کا جواب دے کہ مسئلہ سمجھانا یہ بھی عبادت ہے اور اس کا فائدہ یقینی ہونے کی وجہ سے یہ افضل ہے۔ مسلمان کو چھوڑ کر کافر کو تفہیم کرنا اوروں کے لیے گناہ تو نہیں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہی عمل صورتاً گناہ سمجھا گیا۔ اسی لیے یہ اور اسی طرح کے غیر افضل امور جو

[۱] قرآن مجید، پارہ: ۲۶، سورۃ محمد، آیت: ۱۹

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لحاظ سے ان کو گناہ سمجھا گیا اور حکم کیا گیا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے گناہوں سے جو صورتاً گناہ ہیں، مغفرت مانگیے۔

قال اللہ عزوجل: "رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط۔"(۱)

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لا کر میرے گھر میں پناہ کے لیے آیا ہے، اس کو اور عام باایمان مردوں اور باایمان عورتوں کو بخش دیجیے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تشہد اور درود کے بعد سلام پھیرنے سے قبل یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ میں عذاب قبر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ مجھے اس سے بچائیے اور میں دجال کے فتنہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، الٰہی میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں گناہوں میں مبتلا ہونے سے اور قرض میں مبتلا ہونے سے مجھے بچائیے۔

مذکورہ شخص کی کتب حیدرآباد میں جنگی صورت اختیار کر چکی ہیں مذکورہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے جو لکھی گئی ہیں اور آخر میں عائشہ صدیقہ کو راوی بنا کر جو دعا لکھی گئی ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے۔ برائے خدا جلد از جلد جواب دیجیے۔ یہاں کے سنی مسلمانوں پر آپ کا احسان عظیم ہوگا۔

نوٹ: - مذکورہ شخص کی کتابیں رکھنا یا اس کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ عقائد سنیوں کے ہیں؟ ایسا شخص آپ کی نظر میں کیسا ہے؟ فتویٰ صادر فرمائیں۔

الجواب

❶ یہ حدیث نہیں کسی کی من گھڑت اور جعل ہے کسی خدا ناترس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ کر اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنایا ہے۔ بلکہ اللہ عزوجل پر بھی جھوٹ باندھا ہے، اس کے غضب کو مول لیا ہے۔ کوئی امتی نبی کے درجے پر پہنچے یہ عقلاً نقلاً دونوں طرح باطل ہے اور یہ اعتقاد رکھنا کہ کوئی امتی نبی کے درجے تک پہنچ سکتا ہے کفر ہے۔ یہ شخص اپنے آپ کو محدث بنے، مجتہد بنے مگر حقیقت میں جاہل اور گمراہ ہے، اور اگر اس سے مطالبہ کیا جائے کہ یہ حدیث اس نے کہاں سے لکھی ہے اگر وہ کسی کتاب میں لکھی ہوئی دکھائے تو خیر! اور نہ دکھا سکے تو وہ بلا شبہہ اسلام سے خارج کافر، مرتد ہے کہ اس نے اللہ عزوجل کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر منسوب کیا۔ بہر صورت نہ اس سے مرید ہونا جائز اور نہ اس کی کتابیں پڑھنا جائز، اور نہ اس کی تقریر سننا جائز۔ بلکہ اس سے میل جول، سلام کلام حرام حدیث میں فرمایا گیا:

[۱] قرآن مجید، پارہ: ۲۹، سورۃ نوح، آیت: ۲۸

"فلا تجالسوهم ولاتشاربوهم ولا تؤاكلوهم."[1] نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو۔

اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کرے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو۔ بیوی والا ہو اور بیوی کو رکھنا چاہتا ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ اس کی بیعت وخلافت بھی فسخ ہوگئی اس کے جتنے مریدین ہیں سب بے پیر ہوگئے۔ اب اگر یہ پیری مریدی کا دھندا کرنا چاہتا ہے تو توبہ اور تجدید ایمان کے ساتھ کسی جامع شرائط پیر سے مرید ہو اور خلافت حاصل کرے، پھر پیری مریدی کرے۔ اگر یہ شخص توبہ اور تجدید ایمان کر لے فبہا ورنہ اسی حال پر مر جائے تو مسلمانوں کو جائز نہیں کہ اس کے کفن دفن میں شریک ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ آیت کریمہ: "واستغفر لذنبک." کا ترجمہ اس نے ایک حد تک ٹھیک کیا ہے بہت سے مترجمین نے اس آیت میں: "ذنب" کا ترجمہ گناہ ہی کیا ہے۔ ترجمے میں کلمات قرآن کا لفظی ترجمہ جائز ہے۔ لیکن ترجمہ سے خارج اپنے بیان میں اس کو انھیں الفاظ سے ذکر کرنا ممنوع ہے۔ لیکن چوں کہ لفظی ترجمے سے بے پڑھے لکھے عوام کی غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔ اس لیے علماے محتاطین نے ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھا اور جو اس کی تاویل تھی اس کے مطابق ترجمہ کیا، البتہ اپنے ترجمہ کی توجیہ میں بہک گیا۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ غلط بیان کیا۔ صحیح واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل، عباس بن عبدالمطلب، ابی بن خلف اور امیہ بن خلف قریش کے رؤسا کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسی اثنا میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، یہ نابینا تھے۔ انھوں نے دیکھا نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کن لوگوں سے کلام فرما رہے ہیں، انھوں نے پکار کر بار بار عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو سکھایا ہے، مجھے بھی تعلیم فرمائیے۔ درمیانِ کلام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی یہ مداخلت ناگوار خاطر ہوئی جس سے حضور کی پیشانی پر بل آ گیا اور حضور نے رخِ انور پھیر لیا اس پر عتاب ہوا اور سورۂ عبس نازل ہوئی۔ اس میں اس نکتہ کی کوئی گنجائش نہیں جو اس شخص نے لکھا ہے۔ اس پر علما کا اتفاق ہے کہ جن آیات میں ذنب کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوئی ہے ان میں "ذنب" سے مراد گناہ نہیں، کیوں کہ اس پر اتفاق ہے کہ انبیاے کرام گناہ سے معصوم ہوتے ہیں بلکہ یہاں وہ امور ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ کے لائق نہیں تھے۔ وہ حقیقت میں جائز ومباح تھے؛ "حسنات الأبرار سيئات المقربين." سے مراد گناہ نہیں بلکہ وہی خلاف شان امور مراد ہیں۔ جو لوگ اس قول میں "سئیات" سے گناہ مراد لیتے ہیں وہ نہ شریعت سے واقف ہیں نہ طریقت سے۔ ان سب باتوں کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ مجھے اتنی فرصت نہیں، اختصار سے لکھ دیا ہے۔ اس پر آپ غور کریں آپ اہل ہیں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہ جائے گا۔ ان آیات کے ترجمے کے سلسلے میں سب

[1] المستدرك للحاكم، ص:٦٣٢، ج:٣/ السنة لابن عاصم ص:٤٨٣، ج:٢

سے احوط اور عمدہ وہ روش ہے جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اختیار فرمائی ہے کہ ان آیات میں ''ذنب'' اپنے معنی متعارف میں ہے۔ البتہ اضافت میں مجاز ہے۔ جیسے بولتے ہیں: ''هزم السلطان فتح السلطان.'' بادشاہ شکست کھا گیا۔ بادشاہ فتح پا گیا۔ حالاں کہ حقیقت میں فتح اور شکست سپاہیوں کو حاصل ہوئی۔ لیکن چوں کہ یہ بادشاہ سے متعلق تھے اس لیے بادشاہ کی طرف اضافت کر دی گئی۔ اسی طریقہ سے ان آیات میں مراد یہ ہے کہ اپنے خاص لوگوں کے گناہوں کی مغفرت چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تمام انبیاے کرام معصوم ہیں، حضور کے لیے لفظ توبہ کا استعمال کیسا ہے؟

مسئولہ: حبیب احمد جیلانی، عمر کوٹ، نورنگ پور، اڑیسہ - ۱۲؍ شوال ۱۴۱۹ھ

مسئلہ اگر کوئی مولوی نماز جمعہ سے پہلے تقریر میں قرآن کے ترجمہ میں غلط بیانی کرتا ہے۔ جیسے اے حبیب آپ اپنے لیے توبہ کریں اور اپنی اولادوں کے لیے بھی، دوبارہ عالم کی عظمت کے مدنظر محفل میں نہیں کہا گیا اور نمازِ جمعہ کے بعد یاد دلایا گیا پہلے تو مکر گئے۔ جب کچھ لوگوں نے تصدیق کیا تو مان گئے۔ ایسی صورت میں بغیر توبہ کے نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ان پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟ جماعت کے سامنے یا اکیلے میں۔

الجواب

ہمارے عرف میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ زید نے توبہ کی تو اس سے ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ زید سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا، اس لیے اس نے توبہ کی اور سارے انبیاے کرام علیہم السلام، خصوصاً ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام گناہوں سے معصوم ہیں، اس لیے یہ کہنا کہ نبی نے توبہ کی صحیح نہیں۔ لیکن قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ.''[1] اپنوں کے لیے اور تمام مومنین اور مومنات کے لیے استغفار کرو۔ ''ذنب'' کے مشہور و معروف معنی گناہ کے ہیں، اور استغفار بھی توبہ ہے۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے اگر کسی نے کہہ دیا، یہ فرمایا گیا ہے۔ اے حبیب آپ اپنے لیے توبہ کریں وہ کافر یا فاسق نہیں ہوگا۔ البتہ اسے ایسے کلام سے رجوع ضروری ہے۔ آئندہ ایسی چیز سے بچنا لازم ہے جس سے عوام میں شور و شر ہو اور لوگوں کی غلط فہمی میں پڑنے کا اندیشہ ہو، یہ نماز ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا انبیاے کرام کو توبہ کا حکم دیا گیا؟

مسئولہ: محمد نعیم الدین ریوڑی تالاب، بنارس - ۴؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے میں۔

---

[1] قرآن مجید، پارہ: ۲٦، آیت: ۱۹، سورۃ محمد

❶ زید نے ایک مسجد میں جمعہ کے دن تقریر کیا کہ نبیوں اور صحابہ نے اور تابعین نے توبہ کیا، مگر ان کی توبہ قرب الٰہی کے لیے تھی اور دوران تقریر ایک جگہ یہ بھی کہا۔ نبیوں کی توبہ تعلیم امت کے لیے تھی مذکورہ وضاحتوں کے کچھ دیر بعد زید کے منھ سے یہ نکل گیا کہ اللہ نے نبی کو حکم دیا کہ توبہ کرو اور بالکل تقریر کے آخر میں زید نے یہ کہا کہ اے اللہ اگر میری زبان سے قصداً یا سہواً کوئی غلطی نکل گئی ہو تو معاف فرما، ان جملوں کے بعد زید نے اپنی تقریر ختم کر دی۔ اس کے بعد مسجد کے امام صاحب بکر نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ زید کی تقریر اچھی ہوئی، مگر ایک جگہ غلطی کر گئے۔ یعنی زید نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ اللہ نے نبی کو توبہ کرنے کا حکم دیا ہے امام صاحب اعلان کرتے ہوئے یہ کہا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کو توبہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ لہٰذا زید کھڑے ہو کر علانیہ توبہ کریں، امام صاحب کے کہنے کے بعد زید نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ ہم نے یہ تقریر بڑے بڑے علما کے سامنے کی مگر کسی نے گرفت نہیں کی اور آج امام صاحب (بکر) نے توبہ کا حکم نافذ کیا ہے، توبہ کرنا اچھا کام ہے، لہٰذا میں توبہ کرتا ہوں۔

جمعہ کے بعد زید اور بکر اور کچھ لوگ ایک سنی عالم کے پاس آئے اور مسئلے کو سامنے رکھا تو سنی عالم نے زید سے بیان لیا، پھر بکر سے کہا کہ زید نے جب تقریر کے آغاز اور دوران میں تشریح کر دی ہے کہ نبیوں کی توبہ قرب الٰہی اور تعلیم امت کے لیے تھی تو پھر امام صاحب آپ نے توضیح و تشریح کے بعد توبہ کا حکم کیسے نافذ فرما دیا؟ اور رہا یہ سوال کہ قرآن میں کہیں بھی کسی بھی نبی کو اللہ نے توبہ کا حکم نہیں دیا ہے تو سورہ اذا جاء میں **فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا**. میں استغفار کا حکم کس کو دیا گیا؟ تو امام صاحب (بکر) نے جواباً یہ کہا کہ استغفار کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے تو سنی عالم نے کہا کہ توبہ اور استغفار میں کیا فرق رہ جاتا ہے، جب کہ توبہ استغفار کے معنی میں آتا ہے، لہٰذا امام صاحب آپ نے حکم نافذ کرنے میں غلطی کی ہے۔

اس کے بعد امام صاحب نے کہا کہ ہم نے زید کی تقریر کی ابتدائی تشریح نہیں سنی تھی اس لیے ہم نے توبہ کا حکم دیا ہے تو سنی عالم نے جواباً یہ کہا کہ حکم لگانے کے لیے اول و آخر کا سننا ضروری ہے، پھر امام صاحب نے یہ وعدہ فرمایا کہ آئندہ جمعہ کو میں اعلان کر دوں گا کہ زید کی توضیح و تشریح کو میں نے نہیں سنا تھا اس لیے توبہ کا حکم دے دیا تھا، اب جب کہ زید کی وضاحت معلوم ہو گئی تو میں اعلان کرتا ہوں کہ زید پر توبہ واجب نہیں تھی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب نے وعدہ کے باوجود آئندہ جمعہ میں اعلان نہیں کیا اور مسلسل لوگوں سے یہی کہتے ہیں کہ ہم نے صحیح توبہ کرائی تھی۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمایا جائے کہ زید پر توبہ واجب ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو امام صاحب وعدہ کے باوجود وعدہ پورا نہیں کیا تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں

کوئی شرعی قباحت ہے یا نہیں؟ اور لفظ توبہ، استغفار کے معنی میں آتا ہے یا نہیں؟

(۱) اٹھارہ دن کے بعد امام صاحب سنی عالم سے پھر ملے تو سنی عالم نے بیضاوی شریف دکھایا، ص: ۶۷ پر کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سلسلے میں حضرت صاحب بیضاوی نے امر بالتوبة تحریر فرمایا ہے۔ امام صاحب کو دوسرے سنی عالم نے تفسیر خازن ج: ۶، ص: ۱۹۷ اور تفسیر بغوی بر خازن، ص: ۳۱۷ اور تفسیر خازن جلد: ۷، ص: ۲۰-۱۱۶ اور (سورہ اذا جاء) کی عبارت لکھ کر بھیجا اس لیے تاکہ امام صاحب پر واضح ہو جائے کہ زید پر توبہ واجب نہیں تھی مگر تفسیر خازن اور تفسیر بغوی کی عبارتوں کو دیکھنے کے باوجود امام صاحب پیہم اصرار کر رہے ہیں کہ زید پر توبہ واجب تھی، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ تفسیر خازن و تفسیر بغوی کی عبارتوں کو دیکھنے کے باوجود امام صاحب کا اپنی بات پر مصر رہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

امام صاحب پر واجب تھا کہ وہ اعلان کر دیتے کہ میں نے مقرر کی پوری تقریر نہیں سنی تھی اور مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی اس لیے میں نے مقرر کو توبہ کرنے کا حکم دیا تھا، اگر وہ اعلان کر دیتے تو بری الذمہ ہو جاتے، انھوں نے اعلان نہیں کیا اور اب وہ پھر اسی پر مصر ہیں کہ مقرر پر توبہ لازم ہے۔ یقیناً دو وجہ سے فاسق معلن ہے۔ اولاً وہ مفتی نہیں اور غیر مفتی کو فتویٰ دینا حرام۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے، فرمایا گیا:

”من افتى بغير علم لعنته ملائكة السموات والارض.“[۱] — جو بغیر علم فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتوں کی لعنت ہے۔

اور فرمایا:

”اجرأ كم على الفتيا اجرأكم على النار.“[۲] — جو فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہوگا وہ جہنم میں جانے میں زیادہ بے باک ہے۔

دوسرے یہ کہ انھوں نے غلط فتویٰ دیا۔ انبیاے کرام نے توبہ فرمایا ہے یہ خود قرآن کریم میں مذکور ہے۔ سورۂ بقرہ میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے ارشاد ہے:

”فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ.“[۳] — پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے سیکھ لیے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

---

[۱] الجامع الصغير للسيوطى، ج:۲، ص:۲۷۲

[۲] الجامع الصغير للسيوطى، ج:۱، ص:۱۸

[۳] قرآن مجيد، سورة البقرة، آيت:۳۷

جلالین میں ہے: ”قبل توبته.“[1]

اسی سورۂ بقرہ میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل علیہم التسلیم کے بارے میں ہے کہ انھوں نے یہ دعا کی:

”وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج“[2] اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما۔

جلالین میں اس کی تفسیر میں ہے:

”سئلاه التوبة مع عصمتهما تواضعا وتعليما لذريتهما.“[3] ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کا سوال کیا تواضعاً اور اپنی اولاد کی تعلیم کے لیے۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد جگہ ہے:

”واستغفر لذنبک.“

اور استغفار کے معنی بخشش چاہنا۔ بخشش کی درخواست کرنا بھی توبہ ہے۔ لفظاً توبہ اور استغفار اگرچہ الگ الگ ہیں مگر معنی اور مآل کے اعتبار سے ایک ہیں بہر حال مقرر کا یہ کہنا کہ اللہ نے نبیوں کو حکم دیا کہ توبہ کرو، صحیح ہے جب کہ مقرر نے پہلے ہی توضیح کر دی کہ انبیاے کرام کی توبہ تواضع اور امت کی تعلیم کے لیے ہے اور یہ ٹھیک قرآن مجید سے ثابت ہے، اس پر توبہ کا حکم دینا اور یہ بتانا کہ یہ بات غلط ہے اور جو چیز قرآن مجید سے ثابت ہوا سے غلط کہنا بہت بڑا جرم ہے، اور گمراہی ہے۔ اس لیے امام پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر خود توبہ کرلے اور اعلان کرے کہ میں نے جو حکم دیا تھا غلط ہے۔ اور حق یہی ہے کہ انبیاے کرام کو توبہ کا حکم دیا گیا، اگر امام توبہ نہ کرے اور اعلان نہ کرے تو فوراً اسے امامت سے معزول کر دیں۔ اسے امام بنانا گناہ ہوگا۔ نیز امام اس سے بھی توبہ کرے کہ مفتی نہ ہو کر اس نے فتویٰ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حضور اللہ عز و جل کے محتاج ہیں؟

مسئولہ: محمد شبیہ الحسن، دار العلوم اہل سنت حشمت رضا، ہردولی، ضلع باندہ (یو. پی.)

مسئلہ سرکار تاجدار مدینہ صل المولیٰ تعالیٰ کو خداے تعالیٰ کا محتاج کہنا کیسا ہے؟ کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محتاج ہیں یا نہیں؟

[1] جلالین شریف، ص:۸، البقرة، مختار اینڈ کمپنی

[2] قرآن مجید، سورة البقرة، آیت:۱۲۸

[3] جلالین شریف، ص:۱۹، البقرة، مختار اینڈ کمپنی

الجواب

یہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے محتاج ہیں۔ ارشاد ہے:

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ج وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ"[1] اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ستودہ صفات ہے۔

اس عموم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں علاوہ ازیں اس کی دلیلیں، اہلِ سنت کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کمالات عطائی ہیں، اور ہر "مُعْطٰی له مُعْطِی" کا محتاج ہوتا ہے۔ مگر عرف عام میں محتاج استخفاف کے لیے بولا جاتا ہے، اس لیے بلاضرورت خواہ مخواہ یہ کہتے پھرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محتاج ہیں۔ سخت ناپسندیدہ ہے۔ بلکہ بہ نیت استخفاف ہو تو کفر۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کلکٹر پورے ضلع کا حاکم ہوتا ہے۔ لیکن وہ خود کمشنر کے ماتحت ہوتا ہے اور اس کا محتاج۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ کلکٹر کیا مالک ہوگا وہ خود کمشنر کا محتاج ہے اس میں ضرور کلکٹر کی توہین ہے۔ اسی طرح وہابی جو کہتے پھرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی کیا مدد فرمائیں گے وہ خود اللہ کے محتاج ہیں۔ اس میں بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے:

"کلمة حق ارید به باطل" کلمۂ حق بول کر باطل معنی مراد لیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرکار کے دیدار کے لیے کیا عالم وحافظ ہونا ضروری ہے؟

مسئولہ: کفیل احمد خاں، بھروچ، گجرات - ۱۳؍ رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک شخص حضور مفتی اعظم کا مرید ہے۔ وہ شخص کہتا ہے میں نے خواب میں حضور کا دیدار دو مرتبہ کیا ہے۔ مگر زید مولوی انکار کرتا ہے اور کہتا وہ ہرگز سرکار کا دیدار نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ عالم اور حافظ کے علاوہ دوسرا حضور کا دیدار ہی نہیں کرسکتا۔ کیا عالم اور حافظ کے علاوہ دوسرا مسلمان حضور کا خواب میں دیدار نہیں کرسکتا؟

الجواب

زید نے یہ غلط کہا عالم ہو یا غیر پڑھا لکھا سرکار جس پر کرم فرمائیں، اپنا دیدار کرا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] قرآن مجید، پارہ:۲۲، آیت:۱۵، سورۃ فاطر

یہ کہنا کیسا ہے کہ تمام اشرف المخلوقات گنہگار ہوئے؟ زوجہ کی نس بندی کرانا کیسا ہے؟

مسئولہ: معین الدین، پلاموں، ادری، سرگجہ (ایم. پی.)-۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ایک حافظ جو قرآن یاد کر کے بھول گیا ہے۔ اس نے دوران تقریر یہ کہا کہ سبھی اشرف المخلوقات گنہگار ہیں۔ لیکن اولیاے اللہ کم گنہگار ہوتے ہیں کیا ایسا کہنا درست ہے؟ انبیاے کرام اشرف المخلوقات میں سے ہیں یا نہیں؟

(۲) مذکورہ حافظ نے دوران تقریر کسی پیر طریقت با کرامت کو گنہ گار تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ گنہ گار ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ انھیں عذابِ قبر سے نجات عطا فرمائے،، ان کے گناہوں کو بخش دے، جنت الفردوس عطا فرمائے، اور سامعین نے آمین کہا۔ از روے شرع دونوں کا اس طرح کہنا کیسا ہے؟

(۳) زید نے اولاد کی کثرت کی بنا پر بیوی کی مرضی پاتے ہوئے بیوی کا آپریشن کرا دیا ہے۔ عند الشرع زید اور اس کی بیوی پر کیا حکم نافذ ہوگا۔

الجواب

(۱) یقیناً ایسا کہنا غلط ہے کہ تمام اشرف المخلوقات گنہ گار ہیں۔ اشرف المخلوقات میں انبیاے کرام داخل ہیں، بلکہ انبیاے کرام ہی کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ انبیاے کرام گناہ سے معصوم ہیں، ان کو گنہ گار کہنا گم راہی ہے۔ زید اس جملہ سے توبہ کرے۔

(۲) کسی کے لیے بھی اگر چہ وہ پیر طریقت ہو، مذکورہ بالا دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے پناہ کی دعا مانگی ہے اور اپنے لیے جنت کا سوال فرمایا ہے۔ ایسی صورت میں کسی امتی کے لیے بچنے اور جنت الفردوس کی دعا کرنے میں کیا حرج ہوسکتا ہے۔

(۳) یہ دونوں گنہ گار ہوئے ہیں، توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث تفترق امتی کو ضعیف کہنا کیسا ہے؟ وَوَجَدَکَ ضَالًّا میں ضَالًّا کا معنی گم راہ، بے خبر بتانا غلط۔ ضال کا صحیح معنی۔ تمام انبیاے کرام قبل نبوت ہدایت پر تھے۔ حضور روز اول سے منصب نبوت پر فائز تھے۔

مسئولہ: حافظ منظور احمد، وگیان نگر، کوٹہ-

 کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ ایک مسجد میں دو فریق کے

درمیان بحث چھڑ گئی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت تہتر فرقے میں تقسیم ہو جائے گی، جس میں ایک فرقہ جنتی ہوگا، یہ حدیث میں آیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے آپ کو مولوی کہلاتے ہیں، کہنے لگے وہ حدیث ضعیف ہے۔ مسجد میں بیٹھے ایک دینی بزرگ نے ان مولوی صاحب سے پوچھا کہ ضال کا کیا معنی ہے تو جواب دیا، گم راہ، بے خبر، حالاں کہ یہ سوال وَ وَجَدَکَ ضَالًّا فَھَدیٰ کے ضَالًّا سے متعلق تھا، پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ حدیث صحیح کو ضعیف اور ضال کے معنی گم راہ و بے خبر بتانا کیسا ہے؟

الجواب

یہ حدیث صحیح ہے۔ تمام امت نے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے، اسے ضعیف بتانا جہالت ہے، بلکہ گم راہی کی طرف مفضی کیوں کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ اس نے صحیح حدیث کا انکار کیا اور حدیث صحیح کا انکار گم راہی ہے۔ اگر اس شخص نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ سوال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ہے ضَالًّا کا ترجمہ گم راہ کیا تو وہ خود گم راہ بد دین ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم اور تمام انبیاے کرام قبل نبوت بھی ہدایت پر تھے، اس پر اجماع ہے۔ شرک، کفر، ضلالت، گم راہی سے معصوم تھے بلکہ گناہوں سے بھی معصوم تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ وحی کی ابتدا سے پہلے ہی بلکہ روز ازل سے منصب نبوت پر فائز تھے۔ اس آیت میں ضَالًّا کا ترجمہ بے خبر کرنا بھی غلط ہے۔ اولاً ضَالًّا کے معنی بے خبر کے ہے ہی نہیں، ثانیاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول روز سے منصب نبوت پر فائز تھے تو بے خبر کہنا غلط۔ اس آیت میں ضَالًّا کے معنی خود رفتہ کے ہیں یعنی محبت الٰہی میں۔ عرب میں یہ معنی شائع ذائع تھا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحب زادگان سے فرمایا، میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں تو صاحب زادگان نے عرض کیا تھا، بے شک آپ یوسف کی محبت میں پرانی وارفتگی میں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حضور نے فرمایا ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی؟

مسئولہ: محمد یٰسین کرانہ مرچنٹ پورہ صوفی، مبارک پور

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں؟

کیا یہ صحیح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر دوزخی ایک جنتی ہوگی تو صحابہ نے عرض کیا کہ وہ ایک کون ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ البتہ جو لوگ زندہ رہیں گے وہ لوگ بہت سے نئے نئے کام دیکھیں گے بس نئی نئی چیزوں سے بچتے رہنا اگر یہ صحیح ہے تو میلاد شریف اور بزرگوں کا عرس اس قسم کا کام ہم لوگ کیسے نیا نیا کرتے ہیں۔

الجواب

جو لوگ زندہ رہیں گے وہ بہت سے نئے نئے کام دیکھیں گے، اس حدیث کا حصہ نہیں۔ یہ دوسری حدیث ہے: اور اس کے مراد ایسی نئی بات ہے جو سنت کے مزاحم ہو اور اس کی اصل نہ ہو۔ ہر نئی بات مراد نہیں۔ ورنہ دوسری حدیثوں کا انکار لازم آئے گا۔ حضور نے فرمایا جو اسلام میں کوئی نیا اچھا طریقہ نکالے گا اسے اس کا ثواب ملے گا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے ثواب برابر اس کو ثواب ملے گا۔ اسی بنا پر صحابہ سے لے کر آج تک ہر زمانے میں مسلمان صحیح العقیدہ علما و فقہا نئے نئے طریقے نکالتے رہے۔ مثلاً جماعت کی پابندی کے ساتھ تراویح، جمعہ کی پہلی اذان، قرآن مجید کا اکٹھا ایک جلد میں لکھنا زیر زبر لگانا۔ آج جو طریقہ تعلیم ہے وہ پورے کا پورا، جو کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں وہ سب نئی ہیں حتی کہ بخاری و مسلم بھی نئی ہیں یعنی تیسری صدی میں لکھی گئی ہے۔ اس حدیث کی شرح دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا:

"من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد."[1]　　جو دین میں ایسا طریقہ ایجاد کرے جو دین سے نہ ہو مردود ہے۔

اس لیے کہ ایسا طریقہ جس سے دین کی تقویت ہو نشر و اشاعت ہوتی ہو وہ سب مستحسن اور باعث ثواب ہے۔ میلاد شریف میں دین کی نشر و اشاعت ہوتی ہے۔ اسی طرح اہل سنت کے تمام معمولات میں دینی فائدے ہیں اس لیے وہ سب مستحسن ہیں۔ تفصیل کے لیے جاء الحق کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا تہتر فرقے سب کے سب مسلمان ہوں گے؟

مسئولہ: محمد یٰسین کرانہ مرچنٹ پورہ صوفی، مبارک پور

مسئلہ ① کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو قیامت تک تہتر فرقہ ہوگا کیا سب لوگ مسلمان ہوں گے اور روزہ اور نماز اور کلام پاک کے ماننے والوں میں سے ہوں گے؟

② ہمارے عقیدے سے جس کا عقیدہ الگ ہو جائے وہ ۷۳ رفرقوں میں سے ایک فرقہ ہوگا یا نہیں؟ جواب جلد از جلد دینے کی زحمت گوارہ کریں۔

الجواب

① حدیث میں امتی کا لفظ ہے اس سے مراد ہے کہ وہ سب یہ دعویٰ کریں گے کہ ہم مسلمان ہیں قرآن کو مانتے ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کو فرض جانتے ہیں مگر ان میں کوئی نہ کوئی گمراہی ایسی ہوگی کہ وہ جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] مشکوٰۃ شریف۔ ص: ۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

② جس بدعقیدہ کا عقیدہ ہم سے الگ ہو وہ بھی ان تہتر میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کی ہر بات وحیِ الٰہی ہے

مسئولہ: محمد ارشاد حسین جامعہ عربیہ انوار القرآن ضلع بلرام پور، یو۔ پی۔ - ۲۸ / ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید کہہ رہا ہے کہ حضور کی ہر بات وحیِ خدا نہیں ہے، جب کہ خالد کا قول ہے کہ حضور کی ہر بات وحیِ خدا ہے اور خالد دلیل دے رہا ہے: "وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى." اب زید اعتراض یہ کر رہا ہے کہ حضور نے اگر کسی صحابی سے فرمایا کہ پانی لے آؤ، کیا یہ بھی وحیِ خدا ہے۔ اب ایسی حالت میں کس کی بات صحیح ہے، کس کی غلط؟

حضور والا سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔ فقط۔

الجواب

یہ حق و صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر بات وحی خدا ہے، خواہ یہ ظاہری ہو یا باطنی، اس لیے کہ آیتِ کریمہ "وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى." کا یہی مفاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر وحی کے کوئی بات نہیں فرماتے، اور حضور کا کسی سے یہ فرمانا بھی کہ پانی لاؤ، یہ فرمانا بھی وحی خدا سے ہے۔ اسی لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کسی سے فرمائیں کہ پانی لاؤ، تو اس پر پانی لانا فرض ہو جاتا ہے۔ اگر نہیں لائے گا گنہ گار ہوگا، اور سرتابی کرے گا کافر ہو جائے گا، اور یہ بات خالد کا کلام نہیں، اگر زید کسی سے کہے پانی لاؤ، وہ نہ لائے تو گنہ گار نہیں ہوگا، بلکہ بہت سی صورتوں میں ثواب پائے گا۔ مثلاً زید وہابی رافضی ہے تو اس کے مانگنے پر اسے پانی نہ دینا ثواب کا کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا غلط ہے کہ انتقال کے بعد انبیا و اولیا کی طاقت ختم ہو جاتی ہے

مسئولہ: محمد ادریس نوری، مدرسہ حیدریہ احیاء السنّت، نوتنوا، مغربی چمپارن، بہار - ۶ / ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید بکر سے کہتا ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا پاور سیج ہو جاتا ہے، خواہ وہ ولی ہوں خواہ نبی۔ اس صورت میں زید پر کیا حکم صادر ہوگا۔ از روئے شرع ثبوت کے ساتھ مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب

''پاور سیج ہوجاتا ہے'' سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر اس کا مطلب ہے کہ طاقت ختم ہوجاتی ہے تو زید کا قول غلط ہے اور حدیث کا رد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان الدنیا جنة الکافر و سجن المؤمن و انما مثل المومن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض و یتفح فیھا.''[1]

بے شک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کا قید خانہ ہے اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کا حال ایسا ہے جیسے کوئی قید خانے میں تھا، اب اس سے نکال دیا گیا ہے کہ زمین میں گشت کرے اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا انبیا و اولیا بعد حساب جنت میں جائیں گے؟ تبلیغی جماعت کی حقیقت۔ کیا حضور نے یہ فرمایا ہے کہ فرقوں میں نہ بٹ جانا؟ نمازِ عیدین عیدگاہ میں پڑھنا افضل ہے۔ وہابی امام کے پیچھے نماز عیدین صحیح نہیں۔

مسئولہ: صغیر احمد عزیزی، غلامی پورہ، شہر اعظم گڑھ، یو. پی. -۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

مسئلہ (۱) ایک روز ہماری مسجد محلّہ غلامی کا پورہ اعظم گڑھ میں عصر کی نماز جیسے ختم ہوئی، تبلیغی جماعت والے اچانک گھس آئے اور مبلغ بیان کرنے لگے، شروع میں تو روزہ نماز کی تقریر کی آخر میں اولیا انبیا کی توہین پر اتر آئے اور اس طرح بیان کیا کہ قیامت کے دن انبیا ہوں یا اولیا ہوں یا بزرگان دین سب کو میدان حشر میں کھڑا ہونا ہے اور سب کو حساب و کتاب دینا ہے۔ چاہے کوئی ہو اور سب کو پل صراط سے گزرنا ہوگا۔ ایسا کہنے والا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کو مسجد میں مسلمانوں کو وعظ کہنے کا حق ہے یا نہیں؟

(۲) ایک فدوی عالم نے عید کے موقع پر عیدگاہ میں تقریر کی اور کہا کہ قوم فرقے فرقے میں بٹ رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب مل کر رہو فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔ بہت سی جگھوں پر لوگ الگ عید کی نماز پڑھ رہے ہیں حالاں کہ عیدگاہ آبادی سے باہر اسی لیے بنائی جاتی ہے کہ تمام لوگ یک جا ہو کر عید کی نماز پڑھیں۔ لہٰذا بہت سے لوگ اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے افراد جو الگ کسی مسجد میں عید کی نماز پڑھ رہے ہیں یہ غلط ہے اس سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا سنی مسلمانوں کو

[1] جامع الترمذی، ج:۲، ص:۵۶۔ ابواب الزھد (باختلاف الفاظ) باب، ماجاء ان الدنیا سجن المومن

اپنی عید کی نماز الگ پڑھنا چاہیے یا اتحاد کے پیش نظر وہابی عالم کے پیچھے؟ دوسری بات یہ ہے کہ عید گاہ کے علاوہ مسجد میں عید بقرعید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عید گاہ ہی میں عید کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔

الجواب

(۱) تبلیغی جماعت اصل میں دیوبندیت پھیلانے کے لیے قائم کی گئی ہے۔ اس کے بانی محمد الیاس نے صراحۃً کہا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہرگز نہیں، ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں مجھے ایک نئی قوم بنانی ہے۔ (بحوالہ دینی دعوت) نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے مولانا (اشرف علی) تھانوی نے بہت کام کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ طریقہ کار میرا ہو اور تعلیمات ان کی پھیلائی جائیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی وہ ہیں جنھوں نے اپنی کتاب حفظ الایمان کے صفحہ ۷؍ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع واعلیٰ کو ہر کس وناکس زید، عمر، بکر بلکہ ہر بچے و پاگل اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح امریکہ کا (C.I.A.) سی. آئی. اے. اپنے مخالفین میں گھس کر ان کا دوست بن جاتا ہے بہ ظاہر ان سے ہمدردی جتاتا ہے ان کے کاز کی حمایت کرتا ہے، مگر چالاکی وعیاری سے اپنے مخالفین میں اختلاف پیدا کرتا ہے اور ان کے نظام کو درہم برہم کر دیتا ہے، اسی طرح تبلیغی جماعت والے مسلمانوں میں گھل مل کر نماز روزے کی باتیں کرتے ہیں اور اسی میں اپنی بدعقیدگی کو پھیلاتے ہیں، تبلیغی جماعت اصل میں انگریزوں کی قائم کی ہوئی ہے۔ ایک دیوبندی کی لکھی ہوئی کتاب ”مکالمۃ الصدرین“ میں تصریح ہے کہ تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کو انگریزوں سے روپے ملتے تھے، اور مولوی اشرف علی تھانوی کو انگریز اس زمانے میں ۵۰۰؍ روپے ماہوار دیتا تھا، جو اِس زمانے کے تقریباً چالیس ہزار ہوئے۔

اس تبلیغی مبلغ نے جو یہ کہا کہ قیامت کے دن سب سے خواہ انبیا ہوں یا اولیا حساب کتاب ہوگا، اس نے حدیث کا رد کیا۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یدخل الجنة من امتی سبعون الفا بغیر حساب.“[1]　　میری امت سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ صحیح ہے کہ پل صراط پر انبیا، اولیا، عوام وخواص سبھی کو گزرنا ہے، لیکن گزرنے گزرنے میں فرق ہے۔ حضرات انبیاے کرام واولیاے عظام بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائیں گے، کچھ ایسے اللہ کے بندے ہوں گے کہ جب وہ پل صراط سے گزریں گے جہنم ان سے کہے گا:

---

[۱] مسلم شریف، جلد اول، ص: ۱۱۶، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب والعذاب، مطبع اصح المطابع

”جز یا مومن فان نور ایمانک یطفی ناری.“　　اے مومن! جلدی سے گزر جا، اس لیے کہ تیرے ایمان کا نور میری آگ کو بجھا رہا ہے۔

کافر کٹ کٹ کر گریں گے۔ اس نے ازراہِ خیانت وگم راہ گردی یہ تو بیان کیا کہ سب کو پل صراط سے گزرنا ہے، لیکن گزرنے گزرنے کا جو فرق ہے اس کو گول کر گیا تا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں انبیا و اولیا کا جو مرتبہ ہے وہ عوام نہ سمجھ سکیں اور سب یہ سمجھیں کہ انبیا و اولیا و عوام سب ایک درجے کے ہیں۔ مسلم کی حدیث گزری کہ ستر ہزار بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے، مگر مسند امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے ان ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے، پھر اللہ عزوجل تین چلو جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے مزید بلا حساب و کتاب جنت میں داخل فرمائے گا۔[1]

تبلیغی جماعت والے اپنی تقریر میں اسی طرح کی فریب کاری اکثر کرتے رہتے ہیں، اسی لیے عوام کو جائز نہیں کہ ان گم راہوں کی باتیں سنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اس ندوی سے کوئی پوچھے کہ پھر وہ کیوں اپنا الگ فرقہ بنائے ہوئے ہے، کیوں کر اہل سنت کو مشرک و بدعتی، گم راہ کہتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حضور نے فرمایا کہ آپس میں متفرق مت ہونا، الگ فرقے مت بنانا، مگر خود ہی یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں ۷۳ر فرقے ہوں گے، سوائے ایک فرقہ کے سب جہنم میں جائیں گے۔ یہ صحیح ہے کہ فرقہ بندی نہیں ہونی چاہیے تھی مگر یہ مقدر ہو چکا اور امت میں فرقہ بندی ہو کر رہی، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اب ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ تلاش کرے کہ ۷۲ر وہ فرقے کون ہیں جو جہنمی ہیں اور ایک اکیلا وہ فرقہ کون ہے جو جنتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جہنمی اور جنتی کے درمیان اتحاد نہیں ہو سکتا، جنتی کی نماز جہنمی کے پیچھے صحیح نہیں۔ جہنمی کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے کسی رافضی کے پیچھے پڑھی ہو، یا قادیانی کے پیچھے پڑھی۔ اس ندوی سے پوچھیے رافضی اور قادیانی کے پیچھے نماز صحیح ہے؟

ندوی، وہابی، دیوبندی، غیر مقلد ضروریات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں، نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے نماز نہیں پڑھی۔ نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان نہیں تو نماز کیسی؟ درمختار میں ہے:

”و ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلا.“[2]

شہر کی مسجدوں میں عید کی نماز صحیح ہے، ہاں بہتر یہ ہے کہ عیدگاہ میں پڑھی جائے، جب کہ عیدگاہ کا امام سنی

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص: ٤٨٦

[2] در مختار، ج:٢، ص: ٣٠٠–٣٠١، کتاب الصلاة باب الامامة، مطبع زکریا

صحیح العقیدہ ہو۔ اور اگر عیدگاہ کا امام بدمذہب ہے، مثلاً ندوی، مودودی، وہابی، دیوبندی تو عیدگاہ میں ہرگز نماز نہ پڑھیں، محلے کی مسجد میں عید کی نماز پڑھ لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے ہی منصب نبوت پر فائز تھے۔ انبیاے کرام سے قبل اعلان نبوت گناہ صغیرہ سہواً بھی صادر نہیں ہوسکتا

مسئولہ: اقبال احمد اشرفی، بنگلہ مسجد، پونہ - ۵؍ ذی قعدہ

مسئلہ ① زید کہتا ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں بہ حیثیت جسم آنے کے چالیس سال بعد نبوت عطا کی گئی تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ ”میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب وگل کی منزل طے کر رہے تھے۔“ بہ حیثیت روح نبی ہونا اور بہ حیثیت جسم نبی ہونا، کیا ان میں فرق ہے، جواب اہل سنت کے مطابق عطا فرمائیں۔

② انبیاے کرام سے قبل نبوت سہواً گناہ صغیرہ کا صدور ہوسکتا ہے یا نہیں، اس کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے اور اس میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں، جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب

① صحیح اور مختار یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے منصب نبوت پر فائز تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ”كنت نبيا و آدم لمنجدل فى طينته.“[1] اعلانِ نبوت کا حکم اور نزولِ قرآن کی ابتدا چالیس سال کے بعد ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② صحیح اور مختار یہی ہے کہ انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے قبل نبوت قصداً کسی گناہ صغیرہ کا بھی صدور نہیں ہوسکتا، رہ گیا سہواً تو بہت سے علما اس کے قائل ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ سہواً بھی کسی گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا اور نظیر میں جو کچھ پیش کیا جاتا ہے، وہ حقیقت میں گناہ نہیں، لوگوں کو دھوکا لگا ہے جس کی تفصیل بہت طویل ہے، مجھے اتنی فرصت نہیں کہ اسے لکھوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۱۳، باب فضائل سید المرسلین، مطبع مجلس برکات، اشرفیہ

نعرۂ رسالت کے جواب میں لا الٰہ الا اللہ کہنا

مسئولہ: ارشاد علی ٹھیکیدار، درگاہ شریف، بہرائچ (یو. پی.)-۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

نعرہ رسالت پر لا الہ الا اللہ کہا گیا ہے۔ کیا یہ کہنا درست ہے۔ نعرہ ہائے جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم منسلک ہے۔

نعرہ ہائے جلوس محمدی

نعرۂ تکبیر	اللہ اکبر	صدیق اکبر	زندہ آباد
نعرۂ رسالت	لا الہ الا اللہ	فاروق اعظم	زندہ آباد
نور مجسم	صلی اللہ علیہ وسلم	عثمان غنی	زندہ آباد
سرور عالم	صلی اللہ علیہ وسلم	علی مرتضیٰ	زندہ آباد
فخر دو عالم	صلی اللہ علیہ وسلم	نعرۂ تکبیر	اللہ اکبر
رحمت عالم	صلی اللہ علیہ وسلم	عشرۂ مبشرہ	زندہ آباد
محسن انسانیت	صلی اللہ علیہ وسلم	اسلام	زندہ آباد
صحابۂ کرام	زندہ آباد		

نوٹ:- براہ کرم جو نعرے دیئے گئے ہیں، یہی نعرے لگائے جائیں۔

المشتہرین

سعید احمد خاں سکریٹری، سیرت کمیٹی بہرائچ — عبد الرحمٰن کنوینر، سیرت کمیٹی بہرائچ

الجواب

ہر لفظ کے معنی عرفِ عام میں وہی مراد ہوتے ہیں جو اہل عرف متعین کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ نیا معنی کسی شخص واحد کا بنانا جہالت ہے۔ نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت عوام کے عرف میں نام ہے۔ مخصوص نعرے کا۔ یعنی نعرۂ تکبیر کے معنی اللہ اکبر اور نعرۂ رسالت کے معنی یا رسول اللہ۔ جیسے کلمہ طیبہ کے معنی ہیں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**. حالاں کہ لغت میں کلمۂ طیبہ کے معنی ہیں پاک بات۔ قرآن وحدیث کا ہر ایک کلمہ پاک بات ہے مگر کلمۂ طیبہ بول کر کوئی قرآن کی تلاوت یا حدیث پڑھنا مراد نہیں لیتا مثلاً کسی سے کہا جائے کہ کلمہ طیبہ پڑھو تو وہ قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرے گا۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**. پڑھے گا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے عرف میں کلمہ طیبہ علم ہے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**. کا۔ اسی طرح مسلمانوں کے عرف میں نعرۂ تکبیر

علم ہے اللہ اکبر کا اور نعرۂ رسالت علم ہے یا رسول اللہ کا۔

لہٰذا نعرۂ رسالت پر لا الہ الا اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ نعرۂ رسالت یا رسول اللہ سے ان کو جلن ہے۔ نعرۂ رسالت کس معنی کر۔ لا الہ الا اللہ ہے اس کو کوئی صاحب سمجھا دیں۔ یہ معنی لغوی ہے کہ عرفی کہ شرعی۔ اگر لا الہ الا اللہ کو نعرۂ رسالت اس معنی کر کہتے ہیں کہ یہ نعرہ رسول اللہ نے لگایا تو غلط ہے۔ یہ دعویٰ کرنے والے ثبوت لائیں کہ کسی بھی موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے اجتماعی طور پر لا الہ الا اللہ کہلایا ہو۔ دوسرے یہ کہ لا الہ الا اللہ صرف بغیر محمد رسول اللہ کے نعرۂ رسالت کیا ہوگا نعرۂ اسلام بھی نہیں، اس لیے کہ اس کے معنی ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس سے مسلمان ہونا لازم نہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اس کے قائل ہیں کہ اللہ عزوجل ایک ہے، آریہ بھی توحید کے مدعی ہیں، صرف لا الہ الا اللہ کا نعرہ تو کیا ہوگا اسلام کا بھی کلمہ نہیں۔ جب تک کہ محمد رسول اللہ ملایا نہ جائے۔ اس سے نعرۂ رسالت پر لا الہ الا اللہ کہنے والے کے ایمان کا حال ظاہر ہوگیا کہ ان لوگوں کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی عداوت ہے۔ بات یہی ہے کہ وہابیہ یا رسول اللہ کہنے کو شرک جانتے ہیں۔ اور نعرۂ رسالت یا رسول اللہ سے اتنا چڑھتے ہیں کہ اتنا ہندو بھی نہیں چڑھتے۔ اس کے توڑ کے لیے انھوں نے یہ ڈھکوسلا نکالا ہے۔ اگر وہابیہ کی بات درست ہو کہ نعرۂ رسالت کے معنی رسول اللہ کا لگایا ہوا نعرہ تو پہلے وہ ثبوت لائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نعرہ لگوایا ہو۔ واضح ہو کہ نعرہ کے معنی ہیں بلند آواز سے اجتماعی آواز نکالنا، اور جب کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں تو یہ بدعت ہوا وہابیوں کے اصول پر، تو وہابیہ اپنے اصول پر بدعتی ہوئے، اور جب نعرۂ تکبیر کے معنی کے لیے اللہ اکبر اور نعرۂ رسالت کے معنی لا الہ الا اللہ تو معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کا نعرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لگوایا ہوا نہیں، اور یہ صریح انکار حدیث ہے۔ پھر وہابیوں کے اصول پر جلوس نکالنا، میلاد شریف کی طرح ناجائز و حرام و بدعت سیئہ وضلالت ہے۔ پھر اس میں وہابی شریک ہو کر بدعتی اور اسے جائز جان کر گمراہ ہوئے۔ مسلمان ان کے غوغا پر کان نہ دھریں۔ نعرۂ رسالت یا رسول اللہ ہے۔ اور یہ علم ہے۔ صحابہ کرام نے جنگ یرموک میں یا محمداہ کا نعرہ لگایا تھا۔ اس کو اہل سنت نے یا رسول اللہ سے بدل دیا۔ جلوس محمدی کے پمفلٹ میں محمدی پرؐ اور صحابۂ کرام کے نام نامی کے ساتھ (رض) لکھا ہوا ہے، یہ ممنوع ہے۔ **طحطاوی علی الدرر** میں ہے: ''**یکرہ الرمز بالترضی بل یکتب ذلک کله بکماله.**'' پورا صیغہ درود لکھیں اور صیغۂ ترضی نہ لکھیں۔ ان بے معنی مہمل لفظ کے لکھنے سے کیا فائدہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیا نہ ماننا گمراہی ہے

مسئولہ: محمد انصار الحق، امام جامع مسجد، پچھّم دروازہ، پٹنہ سٹی۔۱۰ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

 کیا فرماتے ہیں علماے دین حسب ذیل عبارات سے متعلق اس کے کہنے والے پر از روئے شرع کیا حکم عائد

ہوتا ہے؟

بانی اسلام ایک نظر میں

تاریخ ولادت: -۱۲؍ربیع الاول شریف سال عام الفیل مطابق ۲۲؍اپریل ۵۷۱ء دوشنبہ کو صبح صادق کے وقت بمقام مکہ معظّمہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے چھ ہزار ایک سو چپّن سال بعد اور افضل الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار پانچ سو سال بعد۔

تاریخ عطاے نبوت: -۷؍ربیع الاول شریف مطابق ۲۲؍فروری ۶۱۰ء بروز پنجشنبہ بہ عمر چالیس سال (کچھ ایام کم و بیش)

خط کشیدہ ہر دو جملے افضل الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور عطاے نبوت کے بارے میں بتایا جائے کہ آیا لکھنے والوں نے از روے شرع صحیح لکھا یا غلط اگر صحیح ہے تو کیوں! جب کہ افضل الانبیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بہت پہلے عطا کی گئی۔

اور اگر غلط ہے اور اس غلطی پر لکھنے والے کو توجہ دلائی گئی تو انھوں نے غلطی تسلیم نہ کرکے یہ کہہ دیا کہ میری تحقیق صحیح ہے۔ میں نے جو لکھا سب صحیح ہے، اس مسئلہ کو لے کر یہاں ایک نزاع کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ لہذا تشفی بخش جواب فرما کر نزاع کو دور کرکے مشکور فرمائیں۔

الجواب

اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم حتی کہ سب انبیاے کرام سے افضل ہیں۔ یہ مضمون قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے ثابت ہے اور کثیر آیات کریمہ کی نص صریح سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَنَا سَیِّدُ ولد آدم یوم القیٰمۃ."[1] میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ نیز انھیں سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "فُضِّلتُ علی الانبیاء بستٍّ."[2] مجھے تمام انبیاے کرام پر چھ باتوں کے ساتھ فضیلت دی گئی۔ نیز ایک طویل حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، کچھ لوگوں نے کہا اللہ عز وجل نے حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ بنایا، دوسرے نے کہا موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ایک صاحب نے اور کہا حضرت عیسیٰ اللہ عز وجل کے کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ پھر کسی نے کہا آدم کو اللہ نے چن لیا یہ سب سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے جو کچھ کہا سب حق ہے سنو میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں فخر یہ نہیں کہتا اور میں قیامت کے دن لواء محمد اٹھائے رہوں گا۔ آدم اور ان کے علاوہ سب ان کے نیچے ہوں گے، اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔[3] پہلی

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:۵۱۱، باب فضائل سید المرسلین، مطبع اشرفیۃ مجلس برکات

[2] مشکوٰۃ المصابیح ص:۵۱۲، باب فضائل سید المرسلین، مطبع مجلس برکات اشرفیۃ مبارک پور

[3] مشکوٰۃ المصابیح ص:۵۱۳، باب فضائل سید المرسلین، مطبع مجلس برکات اشرفیۃ مبارک پور

والی دو حدیثیں اپنے عموم کے اعتبار سے اس پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاے کرام حتی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے بھی افضل ہیں۔ اور دوسری حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے بھی اور خاص طور سے بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاے کرام حتی کہ حضرت ابراہیم خلیل سے بھی افضل ہیں۔ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل الانبیا ہونے سے انکار کرے یا یہ کہے کہ فلاں نبی مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، وہ گمراہ ہے۔ کلینڈر والے نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو افضل الانبیا لکھا۔ تنبیہ کے بعد بھی اس پر اڑا ہوا ہے یہ ضرور گمراہ ہے، اس پر توبہ فرض ہے۔ تنبیہ میں اس سے یہی کہا گیا ہوگا کہ افضل الانبیا ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم افضل الانبیا نہیں۔ پھر بھی اس نے یہ کہا میں نے جو کچھ لکھا وہ صحیح ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل نہیں مانتا یہ بلاشبہہ گمراہی ہے۔ دوسرے اس نے اعطاے نبوت کی تاریخ ۷/ربیع الاول شریف مطابق ۲۲/فروری ۶۱۰ء بروز پنجشنبہ لکھی یہ بھی غلط ہے، اور حدیث کے خلاف ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی، فرمایا: ”و آدم بین الروح و الجسد.“[1] اس وقت سے کہ ابھی آدم روح و جسم کے مابین تھے۔ مسند امام احمد کی روایت میں ہے: و آدم لمنجدل فی طینتہ.“[2] اور آدم علیہ السلام ابھی اپنی خمیر میں تھے اس لیے یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی غلط ہے۔ کلینڈر بنانے والے نے بات نہیں سمجھی غارِ حرا میں جو واقعہ پیش آیا یہ اعطائے نبوت نہ تھی، نبوت تو پہلے ہی سے مل چکی تھی۔ قرآن مجید کے نزول کا پہلا موقع تھا۔ اس کو یہ کہنا کہ اس وقت نبوت ملی یہ غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا نبی رسول ہوسکتا ہے؟

مسئولہ: کبیر احمد، قصبہ کیمری، ضلع رام پور (یو. پی.)

 رسول تو نبی و پیغمبر ہوسکتا ہے، بتائیے نبی بھی رسول ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہوسکنے کی کیا بات ہے، تین سو تیرہ انبیاے کرام رسول بھی تھے اور نبی بھی۔ جتنے انبیاے کرام اور رُسُلِ عظام ہوسکتے تھے وہ ہوچکے اب نہ کوئی نبی ہوسکتا ہے نہ کوئی رسول۔ اس لیے اس سلسلے میں ہوسکنے کا لفظ استعمال کرنا بے کار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] جامع الترمذی ج:۲، ص:۲۰۱، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبع مجلس برکات الأشرفیہ مبارکفور

[2] المستدرک للحاکم ج:۲، ص:۶۰۹، المسند للعقیلی، ج:٤، ص:۳۰۰

کیا جبرئیل حضور کے استاد تھے؟

مسئولہ: محمد ادریس رضا مصباحی، مقام ڈیوائن، پوسٹ کھویا، ضلع گریڈیہہ (بہار) ۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

مسئلہ ① زید کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امام حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوئے۔ بکر کہتا ہے کہ نہیں یہ بات بالکل غلط ہے، وہ امام نہیں ہو سکتے۔ بلکہ حضرت جبرئیل نے وقت پہنچوانے کے لیے امامت کی تھی۔ اس مسئلہ پر زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا قول صحیح ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

② زید کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام کے استاذ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوئے کیوں کہ زید مثال پیش کرتا ہے کہ وحی لانا استاد کی دلیل ہے، اور قرآن کی آیت اقراء کی مثال دیتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قاصد بن کر آئے۔ بکر مثال دیتا ہے کہ جیسے میں نے عتبہ کو ایک خط دیا، جا کر شیبہ کو دے دو۔ علمائے کرام کیا فرماتے ہیں۔ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا قول صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

① یہ صحیح ہے کہ شب معراج کے دوسرے دن حضرت جبرئیل امین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی۔ بخاری باب بدأ الخلق میں ہے: فأمني جبرئيل. ''[۱] جبرئیل نے میری امامت کی۔ ترمذی شریف میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی یہی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مفضول افضل کی امامت کرے۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی، غزوۂ تبوک کے موقع پر مدینہ طیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے مسجد نبوی کا امام حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ جن کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازیں پڑھتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② یہ غلط ہے کہ حضرت جبرئیل امین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استاذ ہیں۔ وحی پہنچانے میں حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حیثیت صرف ایک قاصد کی تھی۔ قرآن مجید میں نہایت وضاحت کے ساتھ فرمایا:

''وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ.''[۲] — آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے ہم نے وہ سب آپ کو سکھایا۔

یہ ارشاد اس پر نص ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب کچھ اللہ عزوجل نے سکھایا علاوہ ازیں

---

[۱] بخاری شریف، ج:۱، ص:۴۵۷، کتاب بدأ الخلق باب ذکر الملائکۃ، مطبع رضا اکیڈمی

[۲] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت:۱۱۳

خاص قرآن مجید کے بارے میں سورۂ قیامہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ. فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ. ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ. "[1] بیشک قرآن کا آپ کے سینے میں محفوظ کردینا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ ہم جب اسے پڑھ چکیں اس کے بعد آپ اسے پڑھیے۔ اس کے معانی کا بیان کرنا ہمارے ذمے ہے۔

پیغام پہنچانے والا استاد نہیں ہوتا اس خصوص میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایک رسالہ بھی ہے افسوس یہ ہے کہ وہ طبع نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جبرئیل امین وحی پہنچانے کا واسطہ تھے

مسئولہ: محمد حسین کھکھوالا، ایم آزاد روڈ نل بازار، بمبئی۔ ۲۳ ؍محرم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ یوم جمعہ ۲۷؍شعبان ۱۴۱۶ھ مدرس مکتب و امام مسجد جناب عبدالحمید صاحب جمعہ سے پہلے شعبان کی فضیلت بیان کی اور نزول قرآن شریف بیان کیا۔ عبدالحمید صاحب نے بیان کیا کہ جبرئیل امین نے اقرأ لے کر نازل ہوئے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا پڑھو اقرأ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ما انا بقاری." دوبارہ جبرئیل نے کہا پڑھو اقرأ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ کہا: "ما انا بقاری." امام صاحب نے پھر کہا سرکار علیہ الصلاۃ والتسلیم کو دبوچا پھر جبریل نے اقرأ پوری سورہ پڑھا پھر سرکار علیہ السلام نے ایسا ہی پڑھا۔

نماز جمعہ ختم ہونے کے بعد محمد حسین نے امام عبدالحمید صاحب کو تنہائی میں روکا مسجد اور امام صاحب سے پہلے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اس لیے کہ آپ نے جو بیان اقرأ کا کیا ہے ایسا نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جبرئیل نے اقرأ پڑھا جہاں رب کا نام آیا رب کے نام سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورہ پڑھا نہ کہ جبرئیل کے پڑھانے سے پڑھا۔ پڑھانے والا استاذ ہوتا ہے۔ عبدالحمید صاحب نے کہا جبرئیل وحی لاتے تھے۔ محمد حسین نے کہا سچ ہے جبرئیل وحی کے لیے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور جبرئیل نے کہا "الف" سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا "نعم" جبرئیل نے کہا 'لام' سرکار نے کہا "نعم" جبریل نے کہا "میم" سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "نعم" محمد حسین نے کہا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سمجھا اور جبرئیل کچھ نہ سمجھ پائے، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا وحی کیسے لائے ہو؟ جبرئیل نے کہا پردے سے حکم ہوتا ہے وہ آکر آپ کو سنا دیتا ہوں۔ پھر عبدالحمید نے کہا جبرئیل وحی لے کر احد میں آئے، بدر میں آئے، محمد حسین نے کہا جبرئیل کا کام ہے وحی لانے کا اس پر بہت ضد کیا۔ محمد حسین کا تجویز یہ ہے کہ عبدالحمید کا کہنا یہ ہے جو کچھ جبرئیل

[1] قرآن مجید، سورۃ القیامۃ، آیت: ۱۷–۱۹، پارہ: ۲۹۔

آ کر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتاتے ہیں تب آپ کو جانکاری ہوتی ہے۔ محمد حسین نے جمعہ بعد کہا صلاۃ وسلام پڑھو امام نے کہا میری مرضی ہوگی تب پڑھوں گا، تمہارے کہنے سے نہیں پڑھوں گا، سلام نہیں پڑھا کافی مسلمان جمع ہو گئے۔ عبد الحمید صاحب نے کہا کہ تم ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھنا، محمد حسین نے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ اقرأ کے بارے میں کہا کہ میں حوالہ دوں گا، ایسا ہی لکھا ہے۔ محمد حسین نے کہا: قرآن پڑھ کر آدمی گمراہ ہو جاتا ہے، اور قرآن پڑھ کر آدمی راہِ راست پر ہو جاتا ہے۔ قرآن سب کے سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

الجواب

بے پڑھے لکھے لوگوں کو آپس میں اس طرح دینی امور میں بحث کرنا جائز نہیں، ان کو جو شبہہ ہو وہ علما کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے پیش کریں۔ ارشاد ہے:

"فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ."[1]　　اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔

بمبئی میں بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ علماے اہل سنت کی کمی نہیں اب بھی آپ کو یہی مشورہ دیتا ہوں۔ آپ کی تسلی کے لیے چند کلمے لکھوا دیتا ہوں۔ جبرئیل امین وحی پہنچانے کا واسطہ تھے، بلا تمثیل جیسے زبانی پیغام کسی کے ذریعہ مثلاً زید کے ذریعہ عمرو تک بھیجا جائے اور زید، عمرو تک پیغام پہنچا دے تو زید، عمرو کا استاذ نہیں ہوتا اسی طرح حضرت جبرئیل امین اللہ عزوجل کے ارشادات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچانے کا واسطہ تھے۔ اس لیے جبرئیل امین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استاذ نہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

"وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ."[2]　　اور اللہ نے آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

جب اللہ نے سب کچھ سکھا دیا تو جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یا کسی اور کے سکھانے کی کوئی حاجت نہیں صحیح ہے کہ غار حرا میں جب پہلی بار جبرئیل امین وحی لے کر آئے اور حضور سے عرض کیا پڑھیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میں نہیں پڑھتا اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت غار حرا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات وصفات باری تعالیٰ عز اسمہ کے مشاہدے میں مستغرق تھے۔ محویت کا عالم طاری تھا، اسی حالت کو ارشاد فرمایا کبھی کبھی میرا اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے جس میں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس استغراق کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں پڑھتا۔ اسی استغراق کو ختم کرنے کے لیے جبرئیل امین نے طاقت بھر دبوچا، ایک بار دبوچنے سے استغراق ختم نہیں ہوا تو دوبارہ دبوچا، دوسری بار بھی استغراق ختم نہیں ہوا تو تیسری بار دبوچا یہاں تک کہ جب استغراق ختم ہو گیا تو جبرئیل امین نے اللہ عزوجل کا پیغام پہنچا دیا۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ کو کوئی خلجان نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] قرآن مجید، سورۃ النحل، آیت:۴۳، پارہ:۱۴۔
[2] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت:۱۱۳، پارہ:۵۔

کیا حضرت ابراہیم حضور سے افضل ہیں؟

مسئولہ: محمد انیس، نوادہ، ضلع ہزاری باغ، بہار-۲۱/جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ زید ایک سنی صحیح العقیدہ عالم ہے، اس نے ایک دن اپنی تقریر کے دوران "**ربنا وابعث فیھم**" کو موضوع بنا کر اس پر روشنی ڈالی اور کہا کہ بعض حیثیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہیں اور ثبوت میں یہ کہا کہ درود ابراہیمی "**اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم** الخ"، میں حضور علیہ السلام مشبہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشبہ بہ ہیں اور مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوتا ہے، جیسے زید شیر کی طرح ہے، یقیناً شیر زید سے زیادہ بہادر ہے، نیز بُنُوَّت سے ابوت افضل ہوتی ہے، اس سے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ زید کی اس تقریر کے بعد ایک ہنگامی کیفیت پیدا ہوگئی۔ زید سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو افضل کیسے کہہ دیا، جواب میں زید نے مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب "تفسیر نعیمی" جلد:۱، ص:۸۶۰/ کی یہ عبارت پیش کی: "دوسرا اعتراض درود ابراہیمی کو مشبہ بنایا گیا، **کما صلیت علی ابراھیم** اور مشبہ بہ مشبہ سے بڑھ کر ہوتا ہے، جیسے زید شیر کی طرح ہے، جواب بے شک ایک میں ابراہیم علیہ السلام واقعی بہت بڑھ چڑھ کر ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا فرزند ملا۔" کہو اب ابراہیم علیہ السلام بڑھ کر ہیں یا نہیں؟، بے شک افضل ہیں مگر حضور ہی کے طفیل۔ بکر کہتا ہے کہ زید کی تقریر جس میں افضلیت ابراہیم کا تذکرہ ہے، نص قرآن کے خلاف ہے، اس لیے توبہ کرنی چاہی۔

۱. زید پر ازروے شرع کیا حکم ہے؟
۲. حضرت علامہ احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟
۳. تفسیر نعیمی کی یہ عبارت قرآن وحدیث کی روشنی میں کیسی ہے؟
۴. کچھ سنی حضرات زید کے بارے میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟
۵. بکر کا قول ازروے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟
۶. قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب جلد از جلد عنایت فرمائیں تاکہ ہنگامی ماحول پر قابو حاصل کیا جائے۔

الجواب

اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاے کرام بلکہ ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔ تجلی الیقین میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اسے قرآن مجید کی آیات اور

احادیث سے ثابت فرمایا ہے اور اس پر اہلِ سنت کا اتفاق ہے کہ کسی نبی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل بتانا گم راہی اور بد دینی ہے۔ اس قائل نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلقاً افضل نہیں کہا ہے، اس لیے گم راہ بد دین نہیں ہوا۔ اور اس نے جو یہ کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم بعض حیثیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہیں، یہ اس کی جہالت ہے اور دلیل میں جو اس نے **کما صلیت علی ابراھیم** پیش کیا، یہ پہلے سے بھی بڑی جہالت اور یہ کہنا کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے افضل ہونا ضروری ہے، یہ ان دو جہالتوں سے بڑھ کر جہالت اور ثبوت میں جو مثال پیش کی ہے، وہ خود اس کا رد۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ زید شیر کے مثل ہے، اس سے کوئی عاقل یہ نہیں سمجھتا کہ شیر انسان سے افضل ہے اور نہ واقعہ ایسا ہے، انسان اشرف المخلوقات ہے اور شیر سے بہ درجہا افضل۔ تشبیہ میں ضروری صرف یہ ہے کہ وجہ شبہ کا مشبہ بہ میں پایا جانا مشہور و معروف ہو۔ بارگاہِ رسالت کا ادب اور یہی اس مثال میں پایا جارہا ہے۔ انسان بزدل بھی ہوتا ہے اور بہادر بھی اور شیر بہر حال بہادر ہوتا ہے اور شیر کا بہادر ہونا ہر شخص کو معلوم ہے۔ **کما صلیت علی ابراھیم** میں بھی یہی بات ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی عظمت و تقدس عرب میں مشہور و معروف تھا۔ ان پر اللہ عزوجل کے بے پایاں فضل و کرم کو تمام اہل عرب بلکہ دوسرے لوگ بھی جانتے تھے۔ تشبیہ کے لیے اتنی بات کافی ہے، خود مفتی احمد یار خاں صاحب نے یہی لکھا ہے: ''عام علما یہ فرماتے ہیں یہاں محض شہرت کی وجہ سے تشبیہ دی گئی۔''[1] یہ بھی مفتی احمد یار خاں صاحب پر افترا ہے کہ انھوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام حضور سے افضل ہیں۔ انھوں نے تو خود اسی کتاب میں قائل کے بتائے ہوئے ص: ۸۶۰ رہی پر صاف صاف لکھا۔ ان وجوہ سے حضور علیہ السلام کی افضلیت کا صاف پتہ لگتا ہے۔ غالباً اس قائل کو ان کے اس جملہ سے شبہہ ہوا کہ انھوں نے لکھا ہے۔ بے شک ایک میں ابراہیم علیہ السلام واقعی بہت بڑھ چڑھ کر ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فرزند ملا، جس سے ان کی شہرت، عزت اور حرمت کو چار چاند لگ گئے، اور اس درود میں یہی رحمت مراد ہے۔ کہو اب ابراہیم علیہ السلام بڑھ کر ہیں یا نہیں، بے شک افضل ہیں مگر حضور ہی کے طفیل۔''

اس عبارت کو پڑھ کر ایک عام آدمی یہی سمجھے گا جو اس قائل نے سمجھا۔ لیکن جب مفتی صاحب موصوف نے یہ تصریح کر دی کہ یہ فضیلت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل انھیں حاصل ہوئی ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے افضل ہیں۔ جب ظاہری فرزند ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ شرف ملا تو لامحالہ فرزندان سے افضل ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] تفسیر نعیمی، جلد اول، ص: ۸٦١

ماہ صفر کے آخری بدھ کی حقیقت، حضور کے مرض کی ابتدا آخری بدھ سے ہوئی، حضور پر جھوٹ باندھنا جہنم کا مستحق ہونا ہے۔

مسئولہ: امام الدین انصاری، جامع مسجد، مسجد روڈ، بلاس پور (ایم. پی.)

مسئلہ زید کہتا ہے کہ ماہ صفر میں جو لوگ آخری بدھ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مہینے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شکار کو گئے تھے اور حضور نے سفر بھی کیا تھا یہ غلط ہے بلکہ ان دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت سے تھا تو کفار مکہ خوشی میں شکار کو نکلے تھے، اس لیے ہم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب کہ زید بہار شریعت کا حوالہ پیش کر رہا ہے۔ لیکن بکر ماننے کو تیار نہیں ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

صحیح یہی ہے کہ آخری بدھ کی کوئی اصل نہیں اور یہ کہنا کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفا حاصل ہوئی تھی، اور جنگل میں تفریح کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ سراسر من گڑھت اور جھوٹ ہے، کہیں کسی روایت میں یہ نہیں بلکہ بعض روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرض وصال کی ابتدا آخری چہار شنبہ سے ہوئی تھی۔ مدارج النبوۃ میں ہے: ”ابتداے مرض آں حضرت در اواخر صفر بود واز دو شبے کہ باقی ماندہ بود ودر روایت روز چہار شنبہ۔“[1] آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض وصال کی ابتدا صفر کے آخر میں ہوئی تھی۔ صفر دو دن باقی رہ گیا تھا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ چہار شنبہ سے ہوئی تھی۔ اس دوسری روایت کا حاصل یہ نکلا کہ صفر کے آخری چہار شنبہ سے مرض کی ابتدا ہوئی تھی۔ بکر نہیں مانتا تو اس کے منانے کا ہمارے اور آپ کے پاس کیا ذریعہ، کتنے لوگ بتوں کو خدا مانتے ہیں۔ بکر کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ البتہ بکر کو یہ بتا دیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا جہنم کا مستحق ہونا ہے۔ حدیث مشہور بلکہ متواتر ہے:

”من کذب علیّ متعمداً فلیتبؤا مقعدہ من النار.“[2]

جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] مدارج النبوۃ، ج: ثانی، ص: ۴۱۷۔

[2] مسلم شریف، ج: ۱، ص: ۷، کتاب الایمان، مطبع اصح المطابع

کیا پیغمبر اسلام کچھ نہیں دے سکتے؟

مسئولہ: قاضی سمیع اللہ شہر قاضی مندسور، محلّہ مند چوک، مندسور- ۲۹/ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

مسئلہ پیغمبر اسلام کچھ نہیں دے سکتے اور نہ قرآن میں ایسا کچھ ہے۔ لینے دینے کا واسطہ صرف خدا اور بندوں کے درمیان کا ہے، اور غوث وخواجہ بھی کچھ نہیں دے سکتے ہیں اور اگر غوث وخواجہ کچھ دے سکتے ہیں تو پشو پتی ناتھ مندر اور سومناتھ مندر والے بھی دے سکتے ہیں۔ ایسا کہنے والے پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

یہ کہنا کہ پیغمبر اسلام کچھ نہیں دے سکتے، نہ قرآن میں ایسا کچھ ہے، گمراہی ہے، قرآن کی آیتوں اور صدہا احادیث کا انکار ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"اغناھُم اللّٰہ ورسوله." انھیں اللہ اور رسول نے مال دار کر دیا۔

اور اگر رسول نے کچھ نہیں دیا تھا تو مال دار کرنے کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے درست ہے۔ حدیث میں ہے:

"اوتیت بمفاتیح خزائن الارض، اوتیت بمفاتیح الدنیا."(۱) مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی گئیں، مجھے دنیا کی کنجیاں دی گئیں۔

اس گم راہ نے یہ کہا، غوث وخواجہ بھی کچھ نہیں دے سکتے، اگر غوث وخواجہ کچھ دے سکتے ہیں تو پشو پتی ناتھ اور سوم ناتھ والے بھی دے سکتے ہیں، یہ اس کی جہالت وحماقت وضلالت ہے۔ غوث وخواجہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب ہیں۔ حدیث میں فرمایا:

"فکنت سمعه الذی یسمع بی و بصره الذی یبصر بی و یده التی یبطش بها ورجله الذی یمشی بها."(۲) میں اپنے محبوب بندوں کا کان ہو جاتا ہوں، وہ مجھ سے سنتے ہیں، ان کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے دیکھتے ہیں، ان کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتے ہیں، ان کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "جب اللہ کے محبوب بندے اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں تو بلند

---

[۱] المسند لأحمد بن حنبل، ج:۱، ص:۹۸، السنن الکبریٰ للبیهقی، ج:۱، ص:۲۱۳

[۲] الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۹۶۳، کتاب الرقاق باب التواضع، مطبع رضا اکیڈمی، ممبئی

وآہستہ، دورونزدیک کی آواز سنتے ہیں، قریب ودور کو دیکھتے ہیں، ہر جگہ تصرف کر سکتے ہیں، ہر جگہ پہنچ سکتے ہیں۔"
اللہ عزوجل نے اپنے محبوب بندوں کو یہ قوت عطا فرمائی ہے وہ جسے جو چاہیں دیں اور اللہ عزوجل سے دلائیں، اور یہ دیوتا ناچیز محض ہیں، ان پر اولیاے کرام کو قیاس کرنا گمراہی و جہالت ہے۔ اولیاے کرام کو اللہ عزوجل نے یہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جسے جو چاہیں دیں، دلائیں، مگر دیوتاؤں کو کوئی قدرت وطاقت نہیں دی ہے اس لیے وہ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے۔ اس شخص پر فرض ہے کہ توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک ارض وسما ہیں۔

مسئولہ: افروز عالم، مقام چھوٹی بورنا، ڈاک خانہ بورنا، ضلع مونگیر، بہار۔ ۱۷/ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) کہ زید کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک ارض وسماں ہیں۔ یعنی زمینوں اور آسمانوں پر آپ ہی کی ملکیت ہے اور آپ ہی کی حکومت ہے؟

(۲) یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک اوامر ونواہی ہیں جس کو چاہیں حلال وحرام قرار دیں اور جس شخص پر چاہیں جتنے وقت کی نماز فرض کریں۔

(۳) کہ زید کا عقیدہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی حاکم نہیں وہ حاکم ہیں کسی کے محکوم نہیں، تمام چیزوں کو نافذ کرنے والے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔

(۴) زید کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان کن فیکون ہے کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے۔ اہل سنت والجماعت اس عقیدے کے قائل ہیں اگر یہ عقیدہ قرآن وسنت واہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا دائرہ ایمان سے باہر ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ کتب شرعیہ معتبرہ عند الجمہور کے حوالہ سے بھی فرمائیں گے۔ فجزاء کم اللہ عنی و عن جمیع المسلمین.

الجواب

اللہ عزوجل کی عطا و دین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور ضرور مالک ارض وسما ہیں آمر بھی ہیں ناہی بھی ہیں حاکم بھی ہیں اور ان کی زبان مظہر کن فیکون ہے۔ بخاری میں ہے:

"اوتیت بمفاتیح الارض" ایک اور حدیث میں بمفاتیح الدنیا بھی وارد ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "قل لاأملک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللّٰہ."

علامہ صاوی اس تفسیر میں فرماتے ہیں: "ای الا ماشاء تملیکہ فاملکہ"

جوہر منظم میں ہے: ھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفۃ اللّٰہ الاعظم جعل خزائن کرمہ

وموائد نعمه طوع يديه وارادته يعطي منهما من يشاء.(۱)

علامہ بوصیری فرماتے ہیں:"نبينا الآمر والناهي"

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حاكم لاحكم سواه.

اس پر مفصل دلائل کا مطالعہ کرنا ہوتو الامن والعلیٰ کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہار شریعت حصہ اول میں رسول اللہ کی عظمت یا توہین؟ وہابی مکتب فکر کے ایک اشتہار کا تحقیقی جواب۔ وہابیوں سے چند سوال۔

علماء اہل سنت ومفتیان دین وملت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ علماے دیو بند نے زیر نظر پرچہ "عظمت یا توہین" شائع کر کے ایمان والوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے لہذا آپ سے گزارش ہے کہ اس کا مفصل جواب عنایت فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے (آمین) (اراکین نیاز حسین کمیٹی ۳۴۸ عبدالرحمٰن اسٹریٹ بمبئی ۳)

نقل اشتہار : عظمت یاتوهين

رضا خانی مسلک کی مشہور کتاب بہار شریعت حصہ اول میں صفحہ ۱۵ تا ۱۶/ ایک عقیدہ بتلایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں تمام جہان ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوت سنت سے محروم ہے تمام زمین ان کی ملک ہے اور تمام جنت ان کی جاگیر ہے۔ ملكوت السمٰوٰت والارض، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان، جنت ونار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں دنیا وآخرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کا ایک حصہ ہے احکام تشریعیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں کر دیئے گئے ہیں کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔

اس عبارت میں جنت کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگیر بتلایا ہے پھر آسمان اور زمین کی بادشاہی (ملكوت السمٰوٰت والارض) کو حضور کے حکم کا پابند بتلایا ہے اور جنت اور جہنم کی کنجیاں سرکار کے پاس ہیں کہہ کر مزید توضیح کر دی کہ آپ جنت اور جہنم کے مالک ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مالک کبھی بھی سفارش نہیں کرتا وہ تو حکم کرتا ہے کبھی آپ نے یہ نہیں سنا ہوگا کہ

[۱] جوهر منظم، ص:۴۲۔

کوئی مالک اپنی ملکیت میں اپنا اختیار چلانے کے لئے سفارش کرتا ہو بلکہ ''مالک تو دوسروں کی سفارش قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے اب اگر یہ عقیدہ تسلیم کر لیا جائے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور جہنم کے مالک ہیں تو پھر شفاعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے حالاں کہ پوری امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ''شفاعت'' ایک بہت بڑا جلیل القدر اعزاز ہے جو خصوصاً خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا اور آپ کے علاوہ دوسرے انبیاے کرام علیہم السلام اور اولیاے کرام رحمہم اللہ بھی شفاعت کا شرف حاصل کریں گے،

بہار شریعت کے مذکورہ عقیدے سے ''عقیدۂ شفاعت ختم ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ قرآن کریم کی کئی آیات ''شفاعت'' کی بشارت دیتی ہیں قرآن کی ایک آیت کا منکر بھی کافر ہے، لہذا ہرگز ایسا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے جس سے عقیدۂ شفاعت پر ادنیٰ سا غبار آئے۔

اسی طرح جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں، اس عقیدے سے آیت **یاایھا النبی لم تحرم ماحل اللہ لک** (سورہ تحریم) کا انکار ہوتا ہے۔ رضا خانی مترجم کا ترجمہ اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمھارے لئے حلال کی، (کنز الایمان)

آیت یہ کہہ رہی ہے کہ حلال و حرام سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار میں نہ تھا ایک عام آدمی اس طرح کی باتوں سے شک و شبہات اور وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے قرآن کریم کی طرف سے آدمی کے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کرنا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں

اس عقیدے سے بھی قرآن کریم کی آیات کا انکار ہو رہا ہے اور قرآن کی آیت کا منکر کافر ہے عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں یہ دین حنیف کے ساتھ توہین آمیز شرمناک کھلواڑ ہے جس کے مرتکب رضا خانی مسلک کے سربراہ ہیں'' ادارہ فروغ سنت بھوپال''

الجواب

اس قسم کے مناظرانہ بلکہ مجادلانہ مغالطوں کے لئے بمبئی کے علماے کرام ہی کافی تھے یہاں استفتاء کی اتنی کثرت ہے کہ ان کے مختصر جواب لکھنے کے لئے بھی وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے اور میں اب عمر کی اس منزل میں ہوں کی تقریباً ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں لیکن چند مختصر ضروری باتیں عرض کر دیتا ہوں پہلے بہار شریعت میں جو عقیدہ تحریر ہے ان کے دلائل ملاحظہ کیجیے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی میں سیدنا حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض. (۱)　　مجھ کو زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں دیدی گئیں۔

امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں امام نسائی و دارمی نے اپنی سنن میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں حضرت

[۱] مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۴۷۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

وبینما انانائم رأیتُنی اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔(۱)	میں سورہا تھا کہ میرے پاس زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھی گئیں۔

نیز امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اوتیت بمقالید الدنیا .(۲)	میرے پاس دنیا کی کل کنجیاں لائی گئیں۔

نیز دارمی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والمفاتیح یومئذٍ بیدی .(۳)	قیامت کے دن سب کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی ۔

سب کنجیوں میں جنت اور دوزخ کی کنجیاں بھی داخل ہیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے اپنے سنن میں اور امام ابوالقاسم طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا سل اور طبرانی کی روایت میں یہ لفظ ہے سلنی فاعطیک مجھ سے مانگ میں تجھے دونوں گا اس کے تحت حضرت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

یوخذ من اطلاقه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الامر بالسوال ان الله تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق .(۴)	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نکرد بمطلوب خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ	سوال کے مطلق ہونے سے کہ حضور نے حضرت ربیعہ سے فرمایا کہ مانگ اور کسی خاص مطلوب کی تخصیص نہیں کی معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام حضور کے دست

[۱] بخاری، ج:اول، ص:۴۱۸، مسلم جلد اول، ص:۱۹۹، نسأی، ج:۲، ص:۴۲، دارمی، جلد اول، ص:۳۰، مشکوٰۃ، ص:۲۱۵۔

[۲] مسند للامام احمد بن حنبل، ج:۳، ص:۳۲۸، دار الفکر، بیروت۔

[۳] مسلم، جلد اول، ص:۲۵۳، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود والحث علیۂ مشکوٰۃ: ص:۸۴۔

[۴] مرقاۃ المفاتیح، ج:۲، ص:۳۲۳۔

علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پرور دگار دہد۔(۱)	اقدس میں ہیں صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرمائیں۔

متعدد احادیث میں بتصریح مذکور ہے کہ قیامت کے دن ایک فرشتہ پکارے گا اور یہ فرشتہ رضوان داروغۂ جنت ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، ابوبکر کو سپرد کر دیں۔ الاکتفاء فی فضیلة اربعة الخلفاء اسی لیے حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج میں فرمایا:

''آمدہ است کہ ایستادہ می کند اورا پروردگار وے یمین عرش ودر روایتے برعرش ودر روایے برکرسی وی سپارد بوے کلید جنت۔''	حدیث میں آیا ہے کہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے داہنے یا عرش پر یا کرسی پر کھڑا کرے گا اور جنت کی کنجی سپرد فرمائے گا۔

علامہ خطیب قسطلانی شارح بخاری نے مواہب اللدنیہ میں فرمایا اور اسکے شارح علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے اس کی شرح میں اس کی تائید کی ہے فرماتے ہیں:

هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خزانة السرو موضع نفوذ الامر فلاينفذ امرالامنه ولاينقل خيرالا عنه.	آپ صلی اللہ علیہ وسلم راز کے خزانہ ہیں اور حکم الٰہی نافذ کرنے کے مرکز اور کوئی حکم حضور کے علاوہ کہیں سے نافذ نہیں ہوتا اور کوئی خیر حضور کے علاوہ اور کہیں سے منتقل نہیں ہوتا۔

الابابی من کان ملکا وسیدا وآدم بین الماء والطین واقف
اذا رام امرا لایکون خلافه ولیس لذالک الامر فی الکون صارف (۲)

سنو! میرے باپ اس ذات پر قربان جو اس وقت سردار اور بادشاہ تھے۔ کہ آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا۔ جب کسی کام کا ارادہ فرمالیں تو اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اور کائنات میں کوئی اس کا پھیرنے والا نہیں۔

علامہ ابن حجر مکی جوہر منظّم میں فرماتے ہیں:

هو صلى الله عليه وسلم خليفة اللّٰه الاعظم جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديه وارادته	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے سب سے بڑے نائب ہیں اللہ نے اپنے کرم کے تمام خزانے اور اپنی نعمت کے تمام دسترخوان حضور کے ہاتھ میں دیدئے ہیں اور حضور

[۱] اشعة اللمعات، جلد اول، ص: ۲۷٤۔ باب ہشتم وصل در تفضیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشفاعت و مقام محمود۔

[۲] زرقانی علی المواهب، جلد اول، ص: ٥٦، ٥٧ ، المقصد الاول فی تشرف اللّٰه تعالیٰ له علیه السلام۔

يعطى منهما من يشاء.(۱) کے ارادہ کے ماتحت کر دیا ہے جسے جو چاہیں عطا فرمائیں۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت اعشی مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور منظوم عرض داشت پیش کی جس کا پہلا مصرع یہ ہے

يا مالك الناس و ديان العرب.(۲) اے تمام انسانوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حاجت پوری فرمادی۔

ان احادیث کریمہ اور محدثین وفقہائے کرام کے ارشادات جلیلہ سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہی عقیدہ صحابہ کرام سے لیکر آج تک پوری امت کا ہے بات یہیں سے پوری ہوگئی مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ رہ گیا منکرین مجادلین، معاندین کی ریشہ دوانیاں تو اس سے کوئی عقیدہ نہیں بچا ہے کیا لا الہ الا اللہ پر ملحدین کے شبہات نہیں اگر منکرین کے محض شبہات سے اس کے کہنے کی اجازت دے دی جائے کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں تو پھر مذہب کا خدا حافظ جس طرح اس بھوپالی نے سوال کیا ہے اسی طرح اہل سنت پر لازم ہے کہ اب اس سے یہ پوچھیں تو میرا تجربہ ہے کہ دیوبندی وہ ضدی قوم ہے کہ تحقیقی جواب سے مطمئن نہیں ہوتی ہاں جب اس سے تابڑ توڑ سوال کئے جاتے ہیں تب ان کے منہ پر مہر لگتی ہے حلق میں خناق ہو جاتا ہے قلم ٹوٹ جاتا ہے اس لئے آئندہ ان بھوپالیوں کے شر سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ان سے تین چار سوالات کر لیے جائیں۔

اول بھوپالی یہ بتائے کہ ہم نے جو احادیث کریمہ محدثین وفقہائے کرام کے ارشادات عالیہ ذکر کیے ہیں، یہ اس کے نزدیک حق ہیں یا باطل؟ اگر حق ہیں تو بھولی ہی بتائے کہ جب تیرے بقول اس سے شفاعت کا انکار لازم آتا ہے تو اب تو ہی بتا اس کا کیا جواب ہوگا؟

دوم اگر وہ اپنی آنتیں اپنی گردن میں پھنسی دیکھ کر کہہ دے یہ سب حدیثیں اور ارشاداتِ سلف وخلف باطل ہیں تو اب بھوپالی بتائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور راویان حدیث صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین ومحدثین اور وہ محدثین وفقہا جنھوں نے وہ تشریحات کیں وہ شفاعت کے منکر ہوئے یا نہیں؟ اگر تیرے بقول منکر ہوئے تو ان کا حکم کیا ہے؟ گمراہ ہوئے کہ نہیں؟ اور جب تیرے بقول خاک بدہن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور تابعین عظام یہ سب گمراہ ہوئے تو تجھے کلمہ پڑھنے کا کیا حق ہے جس کا کلمہ پڑھتا ہے اسی کو گمراہ کہہ رہا ہے تجھے چاہیے کہ کلمہ چھوڑ کر رام رام جپ، شیطان کا کام وسوسہ ڈالنا ہے ہوسکتا ہے اس بھوپالی کے

---

[۱] الجوهر المنظم، ص:٤٢۔

[۲] مسند للامام احمد بن حنبل، ج:٢، ص:٦٤٤، مطبوعه دار الفكر، بيروت۔

اس وسوسہ سے کچھ ناسمجھ یا کم فہم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوجائیں اس لئے ہم خاص برادران اہل سنت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں پر مہر نہیں ہوچکی ہے اس وسوسہ کا جواب لکھوا دے رہے ہیں اہل سنت کا عقیدۂ مرضیہ حقہ یہ ہے کہ سارے جہان کا اللہ عزوجل مالک حقیقی مستقل بالذات ہے یہ تمام انبیاے کرام ملائکہ عظام اولیاے فخام اس کے مملوک اور بندے ہیں مگر اللہ عزوجل نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوبان بارگاہ کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے اور انھیں عالم کا مالک بنایا ہے ان کی ملکیت عطائی اور مرضی الٰہی کے تابع ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شہنشاہ خودمختار اپنے مقربان بارگاہ میں سے جسے چاہتا ہے اپنی سلطنت کے جز یا کل کا حاکم بنا دیتا ہے۔ ان مقربان بارگاہ کی حکومت بادشاہ کی عطا اور دین ہے اور اس کی مرضی کے تابع یہ مقربان بارگاہ اپنے حدود سلطنت میں اپنی صواب دید سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں رعایا میں کسی کو ان کے معاملے میں دخل دینے کا قانونی حق نہیں مگر بادشاہ کو یہ حق ہے کہ اپنے نائبان سلطنت کو ہدایت کرے انھیں حکم کرے انھیں روکے ایسا بہت ہوتا ہے کہ کسی رحم دل حاکم کی رحم دلی سے رعایا میں سرکشی پیدا ہوجاتی ہے حکم عدولی کرنے لگتی ہے اس وقت بادشاہ کو غصہ آسکتا ہے اور غصہ میں رعایا پر عتاب کرسکتا ہے بل کہ انھیں سزا دے سکتا ہے اس موقع پر بادشاہ کے مقربان خاص نائبان سلطنت بادشاہ کے حضور سفارش و شفاعت کرسکتے ہیں۔

یہ شفاعت ان مقربان بارگاہ کی اس حکومت کے منافی نہیں جو بادشاہ نے دی تھی، بلاتمثیل اس طرح سے اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے عنایت و مہربانی سے اپنے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیفۂ اعظم اور نائب اکبر بنایا۔ دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائیں مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پھیر سکے اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مالک ہے انھیں جو چاہے حکم فرمائے جس چیز سے چاہے منع فرمائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض و واجبات بیان فرمادیے حرام و حلال واضح فرمادیے مگر امت نے نافرمانی کی جس پر اللہ عزوجل قیامت کے دن غضب فرمائے گا وہ بھی ایسا غضب کہ نہ اس کے پہلے کبھی ایسا کیا اور نہ آئندہ کرے گا حتیٰ کی جلال و غضب کی شدت کا احساس کرکے اور انبیاے کرام نفسی نفسی پکاریں گے اس موقع پر سید المحبوبین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ ذوالجلال میں شفاعت فرمائیں گے یہ شفاعت مالک حقیقی شہنشاہ حقیقی کی بارگاہ میں ہوگی یہ شفاعت ملک عطائی و مجازی کے منافی نہیں شفاعت ملک حقیقی کے منافی ہے یہ بہت اہم نکتہ ہے اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے تو سب واضح ہوجائے گا ایک باپ نے اپنا سارا کاروبار اپنے بیٹوں کو سپرد کردیا مالک و مختار بنادیا بیٹے اپنی صواب دید سے کاروبار کررہے ہیں لیکن بیٹوں کی رحم دلی یا غفلت سے کچھ لوگوں کے یہاں بقایا زیادہ ہوگیا باپ کو معلوم ہوا اسے غصہ آیا اس نے ان باقی داروں کو ڈانٹا ان پر کیس کرنے کی دھمکی دی آئندہ مال دینے سے روک دیا باقی دار عاجز آکر بیٹوں ہی میں سے کسی کو یہ سمجھ کر کہ یہ باپ کا چہیتا ہے باپ کو اس پر اعتماد ہے باپ کے یہاں سفارشی بنایا اس بیٹے نے باپ کے

یہاں سفارش کی یہ سفارش اس کے کب منافی ہے کی باپ نے اپنے بیٹوں کو کاروبار کا مالک ومختار بنایا تھا لیکن وہابیوں خصوصاً بھوپالیوں کا یہ حال ہے کہ کہا کچھ جاتا ہے سنتے کچھ اور ہیں سمجھتے کچھ اور ہیں اور پھر بولتے کچھ اور ہیں یہ سب قصداً کرتے ہیں: **فی قلوبھم مرض فزاد ھم اللہ مرضا**۔ اور بھوپالی تو فریب دہی وچار سو بیسی میں مشہور زمانہ ہے۔

لکھاتے لکھاتے خیال آیا ایک عنوان رہ گیا کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ جسے جو چاہیں حلال فرمادیں اور جس ممنوع شئ سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں اس خصوص میں احادیث اتنی کثیر ہیں کہ سب کو بیان کرنا اس وقت میرے بس سے باہر ہے۔ سونے کا زیور مردوں کے لیے حرام ہے لیکن حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے کسریٰ کے سونے کا کنگن پہننے کی اجازت دی اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنائی ڈھائی سال کی عمر کے بعد یہ جائز نہیں کہ کوئی مرد یا عورت کسی عورت کا دودھ پیے یا اگر پی لے تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی لیکن حضرت سالم مولیٰ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت حذیفہ کی اہلیہ کا دودھ پی لیں۔ نماز پانچ وقت فرض ہے لیکن ایک صاحب کے لئے تین وقت کی معاف فرمادی، اس قسم کی متعدد احادیث مروی ہیں جس کا قدرے بیان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے منبہ اللبیب بان التشریع بیدالحبیب میں واضح فرمایا اسی بنا پر علامہ احمد خطیب قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں فرمایا:

کان لہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخص من شاء بماشاء من الاحکام.	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق حاصل تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

اسی مضمون کا ارشاد خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں فرمایا اور یہ مضمون خود قرآن مجید سے ثابت ہے ارشاد ہے:

ماآتاکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا. (۱)	رسول جو تمھیں عطا فرمائیں اسے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

نیز فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ. (۲)	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

رہ گیا بھوپالی کا سورۂ تحریم کی آیت کریمہ سے استدلال یہ اس کے بھوپالی پن کا نتیجہ ہے یا وہابیت کی بیماری کا اثر۔ یہ ارشاد غایت محبت کی دلیل ہے شہد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھا حضرت

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ الحشر، پ:۲۸، آیت:۷

[۲] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت:۸۰

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں کہیں سے شہد آ گیا تھا عادت کریمہ تھی کہ روزانہ ایک بار تھوڑی تھوڑی دیر تمام ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے اس میں بھی یہ لحاظ فرماتے کہ سب کے یہاں برابر وقت دیں ام المومنین حضرت زینب کے یہاں جب تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں جس کی وجہ سے وہاں کچھ زیادہ قیام ہو جاتا یہ بات بعض دیگر ازواج مطہرات کو گراں گزری محبت کا مقتضا ہی کچھ اس قسم کا ہے ''باسایہ ترا نمی پسندم'' اور انھوں نے شہد کی بو کو ناگوار لہجہ میں تعبیر کیا جس پر حضور نے فرمادیا کہ اب میں شہد استعمال نہیں فرماؤں گا اس کا حاصل یہ نکلا کہ شہد جو حضور کو مرغوب تھا بعض ازواج کی رضا جوئی کے لئے حرام فرمایا تھا اس پر پیار بھرے انداز میں ارشاد ہوتا ہے۔ اے محبوب اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے ایسی چیز اپنے اوپر کیوں حرام فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی تھی محبوب سے پیار بھرے انداز میں خطاب کی لذت وہابی بھوپالی کیا جانے یہ اس کی دلیل نہیں کہ حضور کو احکام تشریعی میں ردوبدل کا اختیار نہیں تھا اگر حضور کو اس کا حق نہ ہوتا تو تبتغی مرضات ازواجک نہ فرمایا جاتا بلکہ فرمایا جاتا لاحق لک تمھیں اس کا حق نہیں۔

اب بھی اگر بھوپالی دیوبندیوں کو نہ سمجھ میں آئے تو ان سے پوچھئے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ جس حلال کو چاہیں حرام فرمادیں تو شہد کو اپنے اوپر حرام کرنا گناہ ہوتا تب دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق ثابت ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بالقصد گناہ کا ارتکاب کیا حیرت ہے کہ اللہ عزوجل نے اس پر توبہ کا مطالبہ نہیں فرمایا۔ بولو بھوپالیو کیا اتنی ہمت ہے کہ یہ کہہ دو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کیا گناہ کرکے فاسق ہوئے اب تمھارے لئے دو ہی راستے رہ گئے ہیں یا تو یہ کہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ جس حلال کو چاہیں جس کے لئے چاہیں حرام فرمادیں یا کہو کہ شہد کو اپنے اوپر حرام فرما کر گنہگار ہوئے فاسق ہوئے اخیر میں دیوبندیوں سے ایک سوال اور کر لیا جائے کہ تمھارا تو عقیدہ یہ ہے کہ خدا کی بارگاہ میں کسی کو شفیع ماننا شرک ہے دیوبندیوں کی بنیادی مذہبی کتاب تقویۃ الایمان میں ہے ''پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھیں سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر'' اس عبارت سے بالکل ظاہر ہے کہ سارے وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کوئی کسی کو اپنا سفارشی اور شفیع مانے اور شفاعت کا عقیدہ رکھے وہ مشرک ہے اور وہ بھی معمولی نہیں بلکہ ابوجہل کے برابر میں شریک ہے اب کسی وہابی کو خواہ وہ بھوپالی ہو یا جنگلی کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ شفاعت کا نام لے اور اگر لیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے تقویۃ الایمان کے مصنف امام الطائفہ اسماعیل دہلوی سے بیزاری کا اظہار کرے اور اسے گمراہ اور گمراہ گر مانے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضور کی عظمت، اسلام کی روح ہے۔
وہابی کے کھڑے ہونے سے صف منقطع ہوگی۔ اللہ اکبر کا معنی۔

مسئولہ: پیر محمد صاحب پٹواری، جھابوا۔ ۲۶ ستمبر ۶۵ء

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اسلام اور وہابیوں کے مذہب میں عمل اور اعتقاد کے اعتبار سے کیا کیا اختلافات ہیں۔ ایک نامور شخص وہابی ہے اور اسلام کے خلاف وہابیانہ عقائد رکھتا ہے، ہندو مسلم فساد کرانے کی کوشش کرتا ہے اور نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کا یہ مطلب بتاتا ہے کہ ایک دو کراتا ہے یعنی قتل کرنا ''یا قتل کرو'' اہل سنت و جماعت مسلمانوں کی مسجد میں نماز بھی پڑھنے آتا ہے، اس شخص کو یا وہابی عقائد کے کسی شخص کو مسلمانوں کی مساجد میں آنا شرعاً منع ہے یا نہیں؟ اور سنی مسلمانوں کی صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں، اور ایسے شخص کے کھڑے ہونے سے صف منقطع ہوگی یا نہیں اس کو یا اس قسم کے دوسرے لوگوں کی سنی مسلمان اپنی مساجد میں آنے سے روک سکتے ہیں یا نہیں، نعرۂ تکبیر اور اللہ اکبر کے کیا معنی ہیں اور اللہ اکبر کی کیا فضیلت ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

اسلام کی روح عظمت محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد ہے:

''لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.''[1] کوئی بھی اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کے باپ اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

اور وہابیت کی بنیاد شانِ رسالت کی توہین پر ہے۔ امام الوہابیہ دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا سارے اولیا انبیا، اللہ کے نزدیک ذرۂ ناچیز سے کمتر ہیں، چمار سے زیادہ ذلیل ہیں، مر کر مٹی میں مل گئے۔ اللہ ہی کو مان کسی کو نہ مان اوروں کو ماننا خبط ہے جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں کوئی کسی کا وکیل اور سفارشی نہیں، پھر دیوبندیوں کے سرگروہ نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کیا، گنگوہی اور انبیٹھی نے شیطان کے علم کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی زیادہ وسیع بتایا، تھانوی نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس وناکس زید وعمرو بلکہ ہر بچے اور پاگل اور چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی۔ ان پر تمام علماے عرب وعجم نے یہ فتویٰ دیا: ''من شک فی کفره وعذابه فقد کفر.'' تفصیل کے لیے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کا مطالعہ کریں جب یہ شانِ الوہیت اور رسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر ومرتد ہو گئے تو مسلمانوں پر واجب کہ ان کو ہرگز ہرگز مسجد میں نہ آنے دیں۔ درمختار میں ہے:

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۲، کتاب الایمان۔

”ویمنع منہ کل مو ذ ولو بلسانہ“　　مسجد میں آنے سے ہر موذی کو روکا جائے، اگر چہ وہ اپنی زبان سے ایذا دیتا ہے۔

شاتم رسول سے بڑھ کر اور کون موذی ہوگا اس لیے ان وہابیوں کو ہرگز مسجد میں نہ آنے دیا جائے۔ یقیناً وہابی کے کھڑے ہونے سے صف قطع ہوگی کہ ان کا کھڑا ہونا خالی جگہ رہنے سے بدتر ہے۔ جس نے اللہ اکبر کے معنی وہ بتائے جو کہ سوال میں لکھے ہیں اس نے غلط بتایا اپنے جی سے معنی گڑھا ہے۔ اللہ اکبر کے معنی اللہ سب سے بڑا ہے اس کے پڑھنے پر بہت ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔　　محمد شریف الحق امجدی، رضوی دارالافتا بریلی شریف

حضور کو بولتا قرآن کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد بھورے خان، امراوتی، ایم. ایس۔ ۲۱/ ذوقعدہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ زید عالم دین ہے، اپنی تقریر میں عوام سے مخاطب ہوکر کہتا ہے بلاتشبیہ کے کہ قرآن دو ہیں، ایک خاموش ہے اور دوسرا بولتا۔ بولتا سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور خاموش سے مراد قرآن مجید ہے۔ عمر کا یہ اعتراض ہے کہ زید نے اپنی تقریر میں بلاتشبیہ وتمثیل کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن بتایا ہے، اس لیے سامعین کو دو باتیں تسلیم کرنی پڑیں گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید دونوں مخلوق ہیں یا غیر مخلوق۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو کیا بلاتشبیہ وتمثیل قرآن کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو ایسا کہنے والے کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے۔ زید کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب

زید نے جو لفظ کہے ہیں اس کا ظاہر مفہوم بہت خطرناک ہے، لیکن مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا لازم اور اس کے معنی کو اچھے کلام پر محمول کرنا ضروری۔ زید نے حضور کو بولتا قرآن کہا۔ یہ حقیقت میں حضرت ام المومنین محبوبۂ محبوب رب العالمین حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد ”کان خلقہ القرآن“ کی دوسری تعبیر ہے یا جیسے باب مدینۃ العلم سیدنا اسداللہ الغالب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”انا مصحف ناطق“ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول وعمل قرآن کی تفسیر ہے، قرآن کے معانی اور مطالب وہی حق اور صحیح ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واقوال کے مطابق ہوں جو ان حضرات کے اعمال وارشادات کے معارض ہو وہ قرآن کی تفسیر معتبر نہیں۔ یہ معنی یقیناً حق ہیں اور زید کی یقیناً یہی مراد ہے۔ اگر زید کی اس قول کی بنا پر تکفیر کی جائے گی تو حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی بھی تکفیر لازم آئے گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ عوام میں ایسی باتیں نہیں بیان کرنی چاہیے جس سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ہمارے دیار میں قرآن

بول کر مصحف بھی مرادلیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں الماری میں قرآن رکھا ہوا ہے۔ یہاں یقیناً قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اس لیے کہ مصحف ہی الماری میں رکھا جاسکتا ہے۔قرآن اس معنی پر جواللہ عزوجل کی صفت اورقدیم غیر متناہی غیرمخلوق ہے وہ الماری میں نہیں رکھا جاسکتا۔قرآن بہ معنی مصحف ضرورمخلوق ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور نے آخری نماز کس طرح پڑھی ہے؟
حضور سے آمین بالجہر وآمین بالسر دونوں طرح پڑھنا مروی ہے۔
غیر مقلدین سے بنیادی اختلافات کیا ہیں؟

مسئولہ: جمن علی انصاری، مصرپور، نیاپورہ، ضلع اعظم گڑھ

مسئلہ جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ضروری تحریر یہ ہے کہ ان سوالوں کا جواب حدیث وقرآن سے دیں۔حضواقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری نماز کس طرح ادا کی ہے، آمین بالجہر اور رفع الیدین کیے ہیں یانہیں۔

الجواب

احادیث میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آمین بالجہر پڑھنا بھی مروی ہے اورآمین بالسر بھی پڑھنا مروی ہے۔اسی طرح رفع یدین میں بھی دونوں روایتیں آئی ہیں۔احناف کے یہاں راجح آمین بالسر ہے اوررفع یدین نہ کرنا ہے۔اس ترجیح کے دلائل کتب فقہ میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہیں جن کا جواب مخالفین کے پاس کچھ نہیں۔غیر مقلدین سے اختلاف بنیادی آمین بالجہر و بالسر یا رفع یدین کرنا اور نہ کرنا نہیں بلکہ عقیدے کا اختلاف ہے۔ان کا عقیدہ یہ ہے کہ معاذ اللہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرکرمٹی میں مل گئے۔نماز میں حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ان کا عقیدہ ہے کہ ہر وہ کام جو بندہ کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کرسکتا ہے، مثلاً جھوٹ، چوری، ظلم، خودکشی، شراب خوری، بدکرداری۔ان کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیا و اولیا چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں، اس بنا پر غیر مقلد وہابیوں کے بارے میں یہ فتویٰ ہے کہ وہ گم راہ بددین ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

خاتم النبیین کا معنی

مسئولہ: سید یوسف قدیر حسینی، حیدرآباد (اے۔پی۔) ۱۳/صفر ۱۴۲۰ء

 کتاب ''آفتاب نبوت'' حصہ دوم مصنف طیب قاسمی دیوبندی وہابی نے ص:۹۷ پر لکھا ہے کہ

حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آ گیا، نبی ہو گیا اور اس طرح نور نبوت آپ ہی سے چلا اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہو گیا اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے، کہ اسی سے اس کے وصف خاص کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہا بھی ہو جاتی ہے، اس لیے ہم آپ کو وصف نبوت کے اعتبار سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے، بلکہ خاتم النبیین کہیں گے کہ آپ ہی پر تمام انوار نبوت کی انتہا ہے، جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آخر کار آپ ہی پر عود کر آتی ہے۔ پس آفتاب کی تمثیل سے آفتاب نبوت، نبوت کا مبدا بھی ثابت ہوتا ہے اور منتہا بھی۔ نبوت میں اول بھی نکلتا ہے اور آخر بھی، فاتح بھی ثابت اور خاتم بھی چناں چہ آپ نے اپنی نبوت کی اولیت کا توان الفاظ میں اعلان فرمایا کہ: **كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد.**

مولوی طیب قاسمی کی مذکورہ تحریر کے متعلق ان کے بعض ہم خیال علما نے یہ بتایا کہ مولانا ہرگز ختم نبوت کے منکر نہیں ہیں، جو بھی لکھا ہے وہ انبیاے سابق سے متعلق لکھا ہے۔ براہ کرم آپ اس کا مدلل جواب دیجیے تا کہ ہم مطمئن ہو جائیں، مزید یہ بھی بتائیے کہ مولوی طیب کی طرز تحریر اور قادیانیوں کی طرز تحریر میں جو ختم نبوت سے متعلق ہے، کیا فرق ہے؟ یہ دونوں شریعت کی نظر میں کیسے ہیں؟ فقط۔

الجواب

طیب جی نے حقیقت میں اپنے دادا نانوتوی صاحب کی "تحذیر الناس" کی کفری عبارت کی مرہم پٹی کی ہے۔ نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے "خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا عوام کا خیال ہے، وغیرہ وغیرہ خاتم النبیین کے معنی موصوف بہ وصف نبوت بالذات ہے۔ اسی لیے حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاص نبوت محمدی میں کوئی فرق نہیں ہوگا اور آپ بدستور خاتم رہیں گے۔" جس پر علماے حرمین طیبین حل و حرم نے نانوتوی صاحب کو کافر کہا، طیب جی اپنے دادا کے اس کفر کی اصل میں توضیح کر رہے ہیں اور کفر کے پھنکے اڑا رہے ہیں۔ یہاں دو باتیں قابل لحاظ ضروری ہیں۔ اول یہ کہ یہ حق ہے کہ ہر نبی کو نبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست پاک سے ملی، جس کی دلیل حدیث صحیح: **انما انا قاسم و الله يعطي.**"[1] یہ اہل سنت کا اجماع ہے، اس سے ہمیں انکار نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں اور اس معنی کی حیثیت کیا ہے، مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کا معنی سب سے پچھلا نبی، آخری نبی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے یہی معنی متعارف اور متواتر ہیں اور قطعی اور یقینی ہے، جس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں، حتی کہ خاتم النبیین کا معنی ضروریات دین سے ہے علما تو علما دین سے واقف کار مسلمانوں سے بھی پوچھیں گے۔ آپ کے نزدیک خاتم النبیین کے کیا معنی تو وہ یہی بتائے گا کہ آخری نبی ہے اور یہ مسلم عند الفریقین ہے کہ قرآن مجید کے کسی ایسے معنی کا

[1] مشکوۃ شریف، ص:۳۲، کتاب العلم مجلس برکات

انکار کفر ہے، مثلاً ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں نہ چھوٹا نہ بڑا۔ اب ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کا معبود ہے۔ فضیلت اس میں ہے کہ معبودوں کا بھی معبود ہو اس میں کوئی حرج نہیں کہ کروڑوں چھوٹے چھوٹے معبود برحق ہوں، ان سب معبودوں کا بھی۔ معبود اللہ تعالیٰ ہو اس میں اللہ کی شان دوبالا ہوگی اس پر اگر کوئی یہ مواخذہ کرے۔

"وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ."(۱)

اس لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہوسکتا تو یہ جواب دے کہ الہٌ پر تنوین تعظیم کے لیے ہے اور لا الہ میں لا نفی کمال کے لیے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ سب سے بڑا معبود ایک ہی ہوگا یہ اس کے منافی نہیں کہ چھوٹے چھوٹے کروڑوں معبود برحق ہوں۔ اب آپ خود بتائیے کہ یہ شخص کافر ہے کہ نہیں اسی طرح جب پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین کے معنی سب میں پچھلا اور آخری نبی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی معنی بتایا، صحابہ کرام نے یہی معنی بتایا تو اب اگر کوئی کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں خاتم بالذات کے ہیں تو یقیناً بلاشبہہ کافر ومرتد ہوگا۔ تفصیل کے لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ: "جزاء الله عدوهٔ." اور میری کتاب منصفانہ جائزہ کا مطالعہ کرلیں۔ حقیقت یہی ہے کہ مسئلہ خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں دیوبندی اور قادیانی متحد العقیدہ ہیں۔ بلکہ درون خانہ کی خبر یہ ہے کہ قادیانی کو دعوائے نبوت کی ہمت تحذیر الناس پڑھ کر ہوئی، اسی لیے علمائے دیوبند ابتداءً زمانۂ دراز تک قادیانیوں کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیتے تھے اور بہت بھولے پن سے کہہ دیتے تھے کہ ہمیں ان کا حال معلوم نہیں یہ تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خنجر خوں خوار وبرق بار کا فیض ہے کہ دیوبندیوں کو بھی قادیانیوں کے خلاف فتویٰ دینا پڑا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ حضرت یوسف وزلیخا، حضرت سلیمان وبلقیس کا واقعہ قرآن میں کیوں آیا؟ کیا حضور کا وصال زہر کھانے سے ہوا؟ کیا حضور کا جنازہ تین دن تک کمرے میں بند تھا؟ تدفین میں تاخیر کی وجہ کیا تھی؟

مسئولہ: حافظ کرامت علی، پہلوارہ، بہرائچ شریف، یو. پی۔ ۱۳ ؍رجب ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ زید مندرجہ ذیل بکواس کرتا ہے، ایسے قائل اور اعتقاد رکھنے والے شخص کے بارے میں احکام شرع کیا ہیں۔ زید کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ

[۱] قرآن مجید، سورۃ البقرہ، پارہ:۲، آیت:۱۶۳

السلام وزلیخا اور حضرت سلیمان علیہ السلام و بلقیس کا قصہ قرآن پاک میں کیوں آیا، اور اعلیٰ حضرت کو کوڑھی ہو کر مرنے کو کہتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ زہر کھا کر مرے، بلکہ ان کو زہر دیا گیا اور ان کی لاش تین دن کمرے میں بند تھی، خلافت کا جھگڑا چالو رہا، بعد میں دفن ہوئے۔ رمضان میں وہ اپنے پیر کے پاس آیا دراں حالے کہ وہ روزے سے تھا۔ اس کے پیر نے کہا کہ اگر روزہ قبول کرانا ہے تو آؤ تھوڑا سا چاول کھالو۔ علی الاعلان چاول کھانا شروع کر دیا، کہتا ہے میرا روزہ نہیں ٹوٹا، میں اپنے پیر کے کہنے پر کھایا ہوں، جو میرا پیر کہے گا وہی کروں گا، ہمارے پیر بھی دن میں حالت روزہ میں چاول کھاتے ہیں۔

الجواب

وہ زید کفریات بکنے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا، اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس کی بیعت فسخ ہو گئی، اس پر فرض ہے کہ ان کفریات سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، تجدید نکاح بھی کرے۔ اس نے قرآن مجید پر اعتراض کیا، یہ اس کا کفر صریح ہے۔ یوسف اور زلیخا، حضرت سلیمان اور بلقیس علیہم الصلاۃ والتسلیم کے جو واقعات قرآن مجید میں مذکور ہیں، ان میں بے شمار فائدے ہیں، عبرت و موعظت ہے، پھر اس پر اعتراض کرنا بد باطنی کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ بھی بالکل جھوٹ اور افترا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زہر کھا کر مرے اور یہ جملہ توہین کا بھی ہے۔ زہر کھا کر مرنا خودکشی ہے خودکشی گناہ کبیرہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاے کرام گناہ سے معصوم ہیں، اس پر امت کا اجماع ہے۔ اسی طرح اس دریدہ دہن نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارک کے بارے میں جو کہا کہ تین دن تک کمرے میں بند رہا، اس کی خباثت اور بد باطنی کا نتیجہ ہے، یہ صحیح ہے کہ صحابۂ کرام نے دفن پر خلافت کے مسئلہ کا حل مقدم رکھا۔ شرعاً اور عقلاً یہی ضروری تھا اور آج اس پر اعتراض کرنا سراسر شرارت ہے۔ آج پوری دنیا کا قانون ہے، اگر کسی ملک کا والی مر جائے یا صدر یا وزیر اعظم مر جائے تو سب سے پہلے اس کے جانشین کا انتخاب کرتے ہیں، اس کے بعد کفن دفن، کریا کرم، پھونک تاپ کا انتظام کرتے ہیں۔ اس جاہل کو کیا پتہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں تاخیر کے اسباب کیا کیا تھے۔ دوشنبہ کو بعد دوپہر وصال ہوا۔ صحابۂ کرام پر بجلی گر گئی، ہوش و حواس قابو میں نہ رہ گئے۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج بہت بحال تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حال دیکھ کر عوالی مدینہ چلے گئے۔ وصال کی خبر سن کر وہاں سے آئے، مسجد نبوی سے عوالی مدینہ تین میل ہے، وہاں سے صدیق اکبر کو آنے میں کم از کم ڈیڑھ گھنٹے لگ گئے ہوں گے کاشانۂ اقدس میں پہنچ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا وہ مشہور و معروف خطبہ دیا۔ جس سے صحابہ کرام کو ایک گونا سکون حاصل ہوا اس سے فراغت کے بعد اطلاع ملی کہ انصار کرام ثقیفہ بن ساعدہ میں جمع ہیں اور خلیفہ کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کو لے کر وہاں پہنچے بہت دیر تک بحث کے بعد سب نے باتفاق رائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا۔ اتنے میں شام ہوگئی یہ بیعت خاص تھی کہ مخصوص لوگوں نے بیعت کی تھی اس لیے ضروری تھا کہ اعلان کر کے بیعت عامہ لی جائے، دوسرے دن سہ شنبہ کو مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی جب اطمینان ہوگیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر سب کا اتفاق ہوگیا ہے تو اب یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے اس میں کچھ وقت صرف ہوا اس کے بعد غسل دیا گیا پھر نماز جنازہ پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ اجتماعی طور پر نہیں ہوئی حجرۂ مبارکہ میں جنازہ رکھا ہوا تھا۔ حجرے میں جتنے آدمی کی گنجائش تھی جاتے اور نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجاتے اس طرح رات ہوگئی اور پھر رات ہی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت شیخ عبدالحق نے فرمایا:

''تاخیر کہ در دفن راہ یافت سبب ایں بود وفات روز دوشنبہ بود و در روز سہ شنبہ تمام روز گزاشتہ شد سر بروئے در بیعت وی و نماز گزار دند و دفن کردہ شد و شب چہار شنبہ۔''(۱)

اس نے یہاں بھی جھوٹ بولا کہ تین دن جنازہ گھر میں رہا وصال دوشنبہ کو بعد دوپہر ہوا اور سہ شنبہ کا دن گزار کر چہار شنبہ کی رات میں دفن کیے گئے۔ یہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ دن ہوتا ہے۔ ڈیڑھ دن کو اس نے تین دن بتایا چوبیس گھنٹہ چھتیس گھنٹہ جنازے کو روکنا عام بات ہے جب یہ گستاخ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھ چکا۔ جس کی وجہ سے مسلمان نہ رہا کافر و مرتد ہوگیا اس سے اس کی کیا شکایت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو وہ کہا، یہ سفید جھوٹ دیوبندی جماعت کے سرغنہ اور بانی گنگوہی کی ایجاد ہے نیز پھر اس کی کیا شکایت۔ روزے کی حالت میں کھاتا پیتا ہے۔ خود بھی کھاتا ہے اور پیر بھی کھاتا ہے۔ جب مسلمان نہیں رہا تو کیا دار و گیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ ''حضور قطرۂ ناپاک سے پیدا ہوئے''؟ امام معین کے بعد دوبارہ نمازِ عیدین پڑھانا کیسا ہے؟

مسئولہ: حافظ شوکت علی، جنرل اسٹور، سرائے جامع مسجد، مانک شاہ چوک، بیگوسرائے (بہار) -۲۴/صفر ۱۴۱۵ء

مسئلہ حافظ ولی محمد صاحب نے بھری مجلس میں کہا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطرۂ ناپاک سے پیدا ہوئے (نعوذ باللہ من ذالک) ایسے قول پر یہ اسلام سے خارج ہوتے ہیں یا نہیں، اور ان کا نکاح باقی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اب تک اپنی بیوی کے ساتھ شب و روز گزارنا کیسا ہے؟ ان کی امامت کیسی ہے، اور مقتدیوں کی سابقہ نماز ان کے پیچھے باقی رہی یا نہیں، اور لوگوں کے گھر گھر جا کر تقریر و نیاز و فاتحہ کرنا کیسا ہے؟ اور عید کی نماز پڑھ کر روپے کی

(۱) جلد ثانی، ص:٤٤١

لالچ میں دوبارہ عید کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اسلام اور قرآن کا کیا فرمان ہے مکمل مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب

① یقیناً یہ جملہ سخت توہین آمیز ہے کسی بھی شخص کو اگر یہ کہا جائے کہ تو قطرۂ ناپاک سے پیدا ہوا ہے تو وہ کہنے والے کا دماغ صحیح کر دے گا۔ اس لیے حافظ پر اس جملہ سے توبہ، تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اگر یہ اس جملے سے توبہ کر لے اور تجدید ایمان و نکاح کر لے تو مسلمان اس سے وعظ کروائیں، نیاز و فاتحہ دلائیں۔ لیکن اگر توبہ، تجدید ایمان و نکاح نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں۔ صحیح و محقق یہ ہے کہ حضرات انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق جن مبارک نطفوں سے ہوئی ہے وہ ناپاک نہیں پاک تھے۔ جس طرح سے حضرات انبیاے کرام کے بول براز پاک ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② اگر حافظ ولی محمد نے عیدین کے امام معین کے نماز پڑھانے کے بعد اسی مسجد یا عید گاہ میں دوبارہ نماز عید پڑھائی تو وہ کئی گناہ کا مرتکب ہوا، اس نے جو نماز پڑھائی وہ صحیح نہیں ہوئی، خود اس نے نماز عید چھوڑ دی اور اس کے پیچھے جن جن لوگوں نے پڑھا سب کی چھڑائی نماز عید واجب ہے، اس کا چھوڑنا گناہ پھر بنام نماز عید جو پڑھائی وہ نماز عید نہ ہوئی نفل ہوئی، اور جس طرح نماز عید پڑھی جاتی ہے اس طرح کوئی نماز نفل مشروع نہیں تو یہ ایک غیر صحیح فعل کو عبادت سمجھ کر اس میں مشغول ہونا ہوا پھر تداعی کے ساتھ۔ واضح ہو کہ نماز جمعہ و عیدین پنج گانہ نمازوں کی طرح نہیں یہ اس وقت صحیح ہوں گی جب کہ وہی امام پڑھائے جو عیدین پڑھانے کے لیے مقرر ہے دوسرا شخص اس کے بغیر اجازت پڑھائے گا تو نماز عید صحیح نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاے کرام سے سہو و نسیان ممکن ہے یا نہیں؟
گاندھی کو مہاتما کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حامد رضا، دار العلوم عربیہ اسلامیہ سعدی پور، مدن پورہ، ضلع باندہ (یو. پی.)- ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ء

مسئلہ بحر العلوم حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں:

① علماے حقہ اس مسئلہ میں کہ زید نے عام لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہر انسان سے خطا و نسیان ہوتی ہے، مگر دو ہستیاں ایسی ہیں جو خطا و نسیان سے پاک ہیں ان کے لیے محال ہے۔ وہ مبارک ہستیاں انبیا علیہم السلام اور فرشتوں کی ہیں۔ بکر نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہرگز نہیں انبیاے کرام کے لیے نسیان محال نہیں ہے بلکہ ممکن ہے۔ زید نے جواب دیتے ہوئے قرآن شریف کی آیت کریمہ پیش کیا:

”سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی .“(۱) اے محبوب ہم تمھیں پڑھائیں گے کہ تم بھولو گے نہیں۔

[۱] قرآن مجید، سورۃ الاعلیٰ، پارہ: ۳۰، آیت: ٦

مفتی احمد یار خان صاحب قبلہ کی تفسیر بھی پیش کیا۔ ”انبیاے کرام کے بھول ونسیان بھی رب کی طرف سے ہے، جن میں ہزار حکمتیں ہیں سارے عالم کا ظہور آدم علیہ السلام کے ایک نسیان کی برکت سے ہے۔ لہذا ہماری بھول اوران کی بھول میں بڑا فرق ہے۔ ہماری بھول نفسانی وشیطانی ہے، ان کی بھول رحمت ربانی ہے۔ (تفسیر کے اخیر میں ہے کہ) جہاں کہیں حضور کے لیے نسیان ثابت ہے وہ ظاہری نسیان ہے اور رب کی مشیت سے ہے ورنہ حضور کمزوریِ حافظہ نسیان کی بیماریوں سے پاک ہیں۔ اس کے بعد حوالہ ثانی دیتے ہوئے کہا کہ انبیاے کرام علیہم السلام کے لیے احکام تبلیغیہ میں سہو ونسیان محال ہے۔“[1]

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید وبکر میں کون شرعاً حق پر ہے اور کون ناحق پر واضح فرمائیں تبلیغیہ سے کیا مراد ہے۔

❷ حامد دوران تقریر حدیث قدسی کا ترجمہ باللفظ کرنے جارہا تھا مگر باللفظ کے بجائے اس کا مفہوم بیان کردیا مثلاً آدم علیہ السلام کی توبہ کے سلسلہ میں جو حدیث آئی ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرش کے قوائم پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دیکھ کر اسی کا وسیلہ لے کر توبہ کی تو رب تعالیٰ نے استفسار فرمایا۔ ”**کیف عرفت**“ تو بجائے کیسے پہچانا کے! یہ کہا کہ یہ پیارا نام تم کو کیسے ملا، یا کہاں سے ملا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حامد کا بیان کس حد تک صحیح ہے۔ واضح فرمائیں۔

الجواب

❶ حضرات انبیاے کرام سے بعض امور میں بہ حکمت ربانی نسیان ہوا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

”فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا.“[2] سو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

خود آیت کریمہ: ”سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى“[3] کے ساتھ استثنا مذکور ہے: ”**الا ماشاء الله.**“ جلالین میں اس کی تفسیر یہ ہے:

”اَنْ تنساه بنسخ تلاوته وحكمه.“[4]

خود مفتی احمد یار خان صاحب کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اسی سے ظاہر کہ انبیاے کرام سے نسیان ہوتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پانچ بار نماز میں نسیان ہوا۔ بہار شریعت میں جو فرمایا کہ احکام تبلیغیہ میں نسیان محال ہے اسی سے ظاہر ہے کہ احکام تبلیغیہ کے علاوہ

---

[1] بهار شريعت، ج:١، ص:١٤

[2] قرآن مجيد، سورة طٰهٰ، پاره:١٦، آيت: ١١٥

[3] قرآن مجيد، سورة الاعلىٰ، پاره:٣٠، آيت: ٦

[4] جلالين، ص:٤٩٧، مكتبه ملت

میں ممکن۔ احکام تبلیغیہ سے مراد وہ احکام ہیں جن کی تبلیغ یعنی امت تک پہنچانے کے انبیاے کرام مامور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکیرین کے سوال کے وقت قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، یا ان کی شبیہ پیش کی جاتی ہے؟

مسئولہ: سید سیف الدین، اندرا جی انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی

مسئلہ اب تک یہی پڑھا ہے کہ قبر میں: "ما تقول فی هذا الرجل." کے سوال کرنے پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں اور مومن ان کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور بے سروسامان عشاق اور غمزدگان مشتاقان کے لیے یہ ایک نوید روح افزا اور بشارت عظمیٰ ہے۔ ایک طرف جو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے، اور دوسری طرف اطاعت کی طرف راغب جیسا کہ امام زرقانی ملا علی قاری محقق دہلوی رحمہم اللہ علیہم نے بتصریح لکھا ہے۔ مگر آج غیر مقلد عبد الحکیم سیالکوٹی کی کتاب مسلمان کا سفر آخرت ص: ۳۲۰ ہاتھ لگی تو انھوں نے اس بارے میں یوں لکھا ہے:

"تحفۃ القضاۃ" میں ہے: "یزعمون انّ روحه یحیٌ وحاضرٌ فزعمهم باطل بل هذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمة الاربعة عن مثل هذا." پھر آگے یوں رقم طراز رہا: "هذا" تو یہ قریب کے لیے آتا ہے۔ لیکن جب ہذا کے ساتھ "الذی" آئے تو پھر مراد حاضر اور موجود نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ نکیرین کے سوال "ماهذا الرجل بعث فیکم." کا جواب: "هو رسول الله." آیا ہے یعنی وہ اللہ کے رسول ہیں تو "هو" غائب کے لیے آتا ہے، اگر حاضر سے مراد حاضر اور موجود ہوتی تو جواب ہوتا هو رسول الله جب بہ نص حدیث جواب میں "هو" غائب ہے تو لامحال سوال میں "هذا" سے مراد بھی غائب ہے حاضر اور موجود نہیں۔ پھر کلام عرب میں کسی مشہور غائب شخصیت کے لیے ہذا آتا ہے۔ چناں چہ مکہ کے سوداگروں سے روم کے بادشاہ ہرقل نے سوال کیا: "ایکم اقرب نسبًا بهذا الرجل الذی یزعم انه النبی." غور کریں هذا الرجل کہہ کر اشارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا۔ اب بصد احترام آپ کی جناب میں عرض ہے کہ تحفۃ القضاۃ کس کی کتاب ہے کیسی ہے؟ اس کا جواب کیا ہے، ہذا الرجل کی تفہیم یہ نہیں تو کلام عرب میں اس کی حالت کیا ہے؟ محض لوجہ اللہ و بحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام احمد رضا کی روح مبارک کو خوش کرنے کے لیے یہ تحقیق اولین فرصت میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

تحفۃ القضاۃ کس کی کتاب ہے یہ معلوم نہیں اور نہ آج سے پہلے اس کا نام سنا احادیث میں صرف اتنا ہی ہے کہ نکیرین یہ سوال کریں گے: "ماتقول فی ھذا الرجل." ظاہر ہے کہ یہ سوال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مشخص، معین ہو کر مردے کو معلوم ہوگی۔ حدیث میں نہیں ہے کہ یہ تعین و تشخص کس طرح حاصل ہوگا نہ اس حدیث میں ہے نہ کسی اور حدیث میں ہے، اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے صحابہ کرام یا تابعین عظام سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں۔ مگر یہ سوال بہت اہم ہے اس لیے شارحین حدیث نے اس کی تین توجیہیں کی ہیں۔

ایک تو یہ کہ قبر سے گنبد خضری تک کے سارے حجابات اٹھا دیئے جائیں گے، اور مردہ جمال جہاں آرا سے مشرف ہوگا۔ اب نکیرین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے پوچھیں گے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک نکیرین کے پاس ہوگی، اس کی طرف اشارہ کر کے پوچھیں گے۔ تیسری توجیہ یہ کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے ہیں، مگر ان تینوں میں سے کوئی قطعی نہیں کہ ان میں سے کسی کا انکار کرنے والا کافر و مرتد گمراہ ہو۔ واعظین اپنا بازار چمکانے کے لیے وعظوں میں تیسرے احتمال کو اس زور وشور کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ گویا یہی قطعی یقینی ہے اور دوسرے احتمالات باطل، عوام واعظوں سے سن سن کر اس کو قطعی سمجھنے لگے ہیں، رہ گیا اس غیر مقلد کا جاہلانہ استدلال، اس کا جواب یہ ہے کہ ہذا کی اصل وضع محسوس، مبصر، قریب، موجود کی طرف اشارہ کے لیے ہوئی ہے، اور یہی اس کا اصل معنی ہے۔ کبھی مجازاً بوقت قرینہ محسوس، مبصر کے بجائے حاضر فی الذہن کی طرف بھی اشارہ ہذا سے کیا جاتا ہے جو شے ذہن میں موجود ہے وہ محسوس مبصر تو نہیں مگر باعتبار حضور فی الذہن کے قریب ضرور ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ہذا کے استعمال میں مشارٌ الیہ کا قریب ہونا لازم ہے خواہ یہ قرب حقیقی ہو یا حکمی اس حدیث میں حضور فی الذہن مراد لینا صحیح نہیں اولاً قرآن وحدیث کے کلمات میں ان کے ظاہر حقیقی معنی مراد لینا متعین ہے۔ جب تک کہ اس کے خلاف پر کوئی دلیل شرعی نہ ہو۔ نکیرین کے سوال میں ہذا کا معنی حقیقی محسوس مبصر مراد لینے میں کوئی شرعی نقص نہیں اور نہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود ہے۔ تیسرے احتمال پر غیر مقلدین اور تمام وہابی شرک کی پھبتی کس سکتے ہیں۔ اور دوسرے احتمال پر بھی کوئی کیڑا نکال سکتے ہیں، مگر پہلے احتمال پر ان کے اصول کے مطابق بھی کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا پھر معنی حقیقی سے عدول کیوں کیا جائے گا۔

ثانیاً یہاں معنی مجازی بن ہی نہیں سکتا، اس لیے کہ مسلمانوں کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ان کے ذہنوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر ہیں مگر منافقین اور کفار کے بارے میں کسی طرح یہ صحیح نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اگر ان کے ذہنوں میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر ہوں تو پھر لا ادری کیسے

کہیں گے۔ یہ کہنا کہ "هُوَ" بعید کے لیے آتا ہے یہ صریح جہالت ہے۔ اولاً اس پر علماے نحو کا اتفاق ہے کہ ہذا قریب کے لیے ہے اب اگر "هُوَ" کو بعید کے لیے مانیں تو تعارض لازم آئے گا۔ قبر کے سوال و جواب میں بھی اور دوسری بہت سی جگہ۔ ثانیاً یہ قرآن کی نص کے خلاف ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جاڑے کے پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے پھل جاڑوں میں آتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا یہ کہاں سے آتے ہیں تو انھوں نے ارشاد فرمایا، یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: "قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ"[1] زکریا نے پوچھا یہ کہاں سے آتے ہیں، انھوں نے کہا اللہ کے پاس سے ہے، یہاں وہ میوے قریب موجود ہیں اس لیے "هُوَ" کا استعمال ہوا۔ صحیح یہ ہے کہ "هُوَ" نہ قریب کے لیے ہے نہ بعید کے لیے۔ یہ واحد مذکر غائب کی ضمیر ہے۔ اس کا مرجع قریب بھی ہو سکتا ہے اور بعید بھی، یہاں غائب سے مراد مجلس سے غائب نہیں بلکہ ہر وہ چیز ہے جو مخاطب نہ ہو۔ یہاں غائب بمعنی غیر مخاطب و غیر متکلم ہے مجلس میں چند آدمی موجود ہوں ایک سے آپ بات کر رہے ہوں ایک ہی آپ کا مخاطب ہے تو بقیہ لوگوں کے لیے غائب کا صیغہ استعمال ہوگا۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ یہاں ہذا یعنی سوال نکیرین میں اپنے معنی حقیقی محسوس مبصر قریب کے لیے ہے۔ معنی مجازی پر یہاں پر کوئی قرینہ نہیں اس لیے حقیقی معنی متعین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرکار کے جسم کا سایہ نہیں تھا۔ ایک حدیث چند سندوں سے مروی ہو، تو اگر کسی سند پر کلام ہو تو بھی حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا

مسئولہ: صغیر احمد، راجہ بازار، کھڈا، دیوریا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی جو حدیث شفا قاضی عیاض میں درج ہے، اس کی سند فن رجال کے اصول سے کیسی ہے؟ اس کے سب راوی ثقہ و معتبر ہیں کہ نہیں، اور روایت کرنے والوں کی آخری کڑی کسی صحابی پر ختم ہے کہ نہیں؟

الجواب

شفا شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی جو حدیث مذکور ہے اس کے بعض راویوں پر کلام کیا گیا ہے اور وہ ذکوان تابعی تک منتہی ہے۔ ایسی حدیث کو مرسل کہا جاتا ہے اور ایسے امور میں جو قیاس سے نہ جانے جائیں بلکہ اس کا علم سماع پر موقوف ہو مرسل حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ غنیۃ وغیرہا میں مذکور ہے۔ اس روایت کے بعض راویوں پر کلام بھی مضر نہیں کہ اولاً یہ باب فضائل میں ہے اور باب

[1] قرآن مجید، سورۃ آل عمران، پارہ:۳، آیت: ۳۷

فضائل میں حدیث ضعیف بھی مقبول اس پر محدثین کا اجماع ہے۔ ثانیاً اس حدیث کو تلقیِ امت حاصل اور تلقیِ امت سے حدیث ضعیف حسن ہو جاتی ہے۔ ثالثاً اس حدیث کا ضعیف ہونا اصل مقصود میں مضر نہیں۔ اس مضمون کی دوسری حدیثیں مرفوع موجود ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن مبارک اور علامہ حافظ ابن جوزی، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

"لم یکن لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس الّا غلب ضوؤہ ضوءہ." یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا، اور جب آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کا نور آفتاب کی روشنی پر غالب آ جاتا۔

علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو کتاب الوفا میں نقل کیا اور اس پر کوئی کلام نہ کیا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ حدیث کے بارے میں ان کی شدت سب کو معلوم کہ انھوں نے صحیح حدیثوں کو بھی موضوع کہہ دیا ہے۔ ایسے متشدد کسی حدیث پر کوئی طعن نہ کریں۔ تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ کسی مقصود پر اگر چند احادیث آئی ہوں تو اگر ان میں بعض حدیثیں ضعیف ہوں یا کسی حدیث کی ایک سند پر کلام ہو تو اس سے دوسری صحیح حدیث اور دوسری صحیح سند پر اثر نہیں پڑتا وہ اپنی جگہ صحیح ہی رہتی ہے بلکہ اس صحیح حدیث کی وجہ سے وہ حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں شفا شریف میں مذکور حدیث کی سند میں اگر چہ کچھ سقم ہو بھی تو اس سے دوسری حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بلکہ دوسری حدیث سے اس حدیث کا ضعف دور ہو جائے گا، اور وہ ضعیف سے ترقی کرکے حسن کے درجہ تک پہنچ جائے گی۔ تفصیل کے ساتھ ان مباحث کو سمجھنے کے لیے نفی الفی، ھدی الحیران فی نفی الفیٔ عن سید الاکوان، اور منیر العین کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نام پاک کے ساتھ "ﺻ" یا صلعم
اور صحابۂ کرام کے ناموں کے ساتھ "رض" لکھنا کیسا ہے؟

مسئولہ: انجمن رضائے مصطفیٰ، مانک پور، پرتاپ گڑھ (یو. پی.)۔ ۱۶/رجب ۱۴۱۰ھ

مسئلہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے بعد "ﺻ" یا صلعم لکھنا یا صحابیوں کے نام کے بعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ رض لکھنا کیسا ہے از روئے شریعت کتب ہائے فقہا سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

نام نامی کے بعد "ﺻ"، صلعم یا "ﺻ" وغیرہ اشارات لکھنا ممنوع ہے۔ کیوں کہ یہ مہمل الفاظ ہیں۔ ان کا

کوئی معنی نہیں۔ ہمیں نام نامی کے ساتھ درود پڑھنے اور لکھنے کا حکم دیا گیا ہے، نہ کوئی الم غلم مہمل کلمات کا جس کے کوئی معنی نہیں۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ ''حطۃ'' کہو۔ یعنی گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ انھوں نے اسے بدل کر ''حنطۃ'' کہا۔ جس کے معنی گیہوں کے ہیں۔ اس پر انھیں عذاب دیا گیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

''فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ.''[1]

جس بات کا حکم ہوا تھا ظالموں نے اسے بدل کر اور کچھ کرلیا۔ تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا ان کے فسق کا بدلہ۔

ہمیں نام نامی کے ساتھ درود پڑھنے اور لکھنے کا حکم ہے۔ ارشاد ہے:

''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا .''[2]

اے ایمان والوں نبی پر درود بھیجو اور کما حقہ ان پر سلام پڑھو، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بنی اسرائیل نے جو بدلا تھا تو اس کے عوض با معنی لفظ کہا تھا، اور وہ بھی ایک نعمت الٰہی کی طلب کی تھی اور یہاں درود وسلام کے بجائے مہمل بے معنی لکھتے ہیں۔ ان کا فعل جب فسق ہے تو بدرجۂ اولیٰ یہ بھی فسق جس کا اقل درجہ ناجائز وحرام۔ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ پہلے جس شخص نے ایسا کہا تھا اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ طحطاوی علی الدر میں فتاویٰ تتارخانیہ سے ہے:

''من كتب عليه السلام بالهمزة والميم يكفر لانه تخفيف وتخفيف الانبياء كفر بلا شك.''[3]

کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ بجائے درود وسلام کے ہمزہ اور میم لکھنے والا کافر ہے۔ اس لیے کہ یہ تخفیف ہے اور انبیاے کرام کی شان میں تخفیف کفر۔

اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کوئی انبیاے کرام کی شان میں تخفیف کی نیت سے ایسا لکھے تو ضرور کافر۔ لیکن عام طور پر لوگ سستی، کاہلی، نادانی، جہالت کی وجہ سے ایسا لکھتے ہیں تخفیف شان کی نیت نہیں ہوتی، اس لیے کفر نہیں۔ مگر ناجائز وگناہ ضرور ہے۔ رد المحتار میں ہے:

''ايهام معنى المحال كاف للمنع.''

معنی محال کا احتمال منع کے لیے کافی ہے۔

صحابہ کرام اور علماے عظام واولیاے کرام کے اسماے مبارکہ کے ساتھ ؓ اور ؒ بھی لکھنا ممنوع ہے۔ طحطاوی

---

[١] قرآن مجید، سورة البقرة٢، آیت:٥٩، پ:١۔

[٢] قرآن مجید، سورة الاحزاب٣٣، آیت:٥٦، پ:٢٢۔

[٣] حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، ج:اول، ص:٦۔

علی الدرر میں ہے:

”یکرہ الرمز باالصلاۃ و الترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہٖ.“[1]

بلکہ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

”ومن اغفل ھذا حرم خیراً عظیما وفوت فضلا جسیما.“

جو اس سے غافل ہوا اجر عظیم سے محروم رہا، اور بڑے فضل کو اس نے فوت کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کلمہ طیبہ میں لفظ رسول اللہ پر الف، لام لانا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد نظام الدین، روم نمبر: ۱۸۴، علی گڑھ (یو. پی.)-۲۴ر صفر ۱۴۱۱ھ

مسئلہ کلمہ طیبہ میں لفظ رسول اللہ سے قبل الف لام لگانا صحیح ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیوں کر اور نہیں ہے تو کس طرح؟ اثبات و نفی میں جن پہلو کو اپنائیں مدلل، مفصل تحریر فرمائیں۔ اگر برائے تحسین کلمات الف لام لگائے جائیں تو معنی میں کوئی فساد تو نہ ہوگا۔ نیز الف لام کی صورت میں کوئی گناہ تو نہیں اور الف لام کے ساتھ کوئی ترکیب ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

کلمہ طیبہ میں ”رسول“ پر الف، لام لانا از روئے قواعد کے بھی غلط ہے اور شرعاً ناجائز بھی۔ از روئے قواعد یوں غلط ہے کہ لفظ ”رسول“ اسم جلالت کی طرف مضاف ہے اور مضاف پر الف لام لانا نحو کے قواعد کی رو سے نادرست جیسا کہ نحو کی ہر کتاب میں تصریح ہے، اور از روئے شرع یوں جائز نہیں کہ یہ غلط طریقہ سے استعمال کرنا ہے۔ یعنی غلط تلفظ کرنا ہے۔ جسے لحن کہتے ہیں۔ بالقصد آیات و احادیث و وظائف میں لحن حرام ہے۔ اس لیے کہ یہ تحریف لفظی ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں لحن بالقصد کفر ہے۔ اس پر الف لام داخل کرنے سے حسن پیدا نہ ہوگا، بلکہ قبح پیدا ہوگا۔ ہر لفظ کا حسن یہی ہے کہ اسے اس زبان کے قاعدے کے مطابق ادا کیا جائے۔ قاعدے کے خلاف اضافہ کرنے سے کلمے کا حسن ختم ہو جاتا ہے اور وہ بھونڈا اور قبیح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

من رأنی فقد رأ الحق کی تشریح

مسئولہ: رحمت اللہ، جرول روڈ، بہرائچ (یو. پی.)-۲۳ر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید اور بکر میں دینی باتیں چل رہی تھیں، دوران گفتگو زید نے کہا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ جس نے ہم کو دیکھا ہے گویا اس نے خدا کو دیکھا ہے۔ اس بات پر بکر کو سخت

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ج: اول، ص: ٦۔

تشویش ہوئی۔ از روئے شرع اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔ کہاں تک درست ہے۔ جیسا حق ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب

حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من رأني فقد رأ الحق.'' جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، اور ایک تاویل کی بنا پر اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا۔ اس نے (حق) یعنی خدا کو دیکھا۔ حدیث دونوں معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔ لہٰذا زید نے جو کہا درست کہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابو جہل حضور کا چچا نہیں۔ حضور کے بول و براز کوز مین نگل جاتی۔ بہت سے لوگوں نے حضور کے پیشاب کو نوش کیا۔ بول و براز کے متعلق علامہ عینی کا عقیدہ۔

مسئولہ: مولانا محمد ادریس، ۳۰ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مضمون کے لکھنے والے کے بارے میں جس نے اپنے مضمون میں لکھا۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے، رسول کے چچا ابو جہل سب سے زیادہ مورتیوں کے بھگت تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ معراج کو آسمان پر گئے یہ سچ ہے، خدا کا کرم تھا لیکن پھر اپنی استنجی کے مطابق لوٹا لے کر پاخانہ گئے تھے، یہ بھی سچ ہوگا کہ محمد رسول اللہ کا پسینہ مہکتا ہوگا، لیکن صبح اس کے ساتھ یہ بھی ان کے انسان ہونے کی استنجی بتاتی ہوگی کہ ان کا پاخانہ بدبو کرتا ہوگا۔

الجواب

محمد حنیف سنگاریہ کا یہ مضمون جو اخبار سودیش اور اخبار دشیور درشن ۱۸ر دسمبر ۱۹۸۳ء میں چھپا ہے بہت ہی غلط اور مسلمانوں کے لیے بہت ہی دل آزار اور مشتعل کرنے والا ہے۔ اس مضمون میں بہت سی غلط باتیں ہیں مثلاً ابو جہل کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا یہ بالکل غلط بھی ہے اور مسلمانوں کے لیے اشتعال انگیز بھی، ابو جہل قبیلۂ بنی مخزوم کا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی ہاشم سے تھے۔ پھر ابو جہل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا کیسے ہوسکتا ہے۔ ابو جہل بہت سرکش، فسادی کافر تھا کسی فسادی وسرکش بدنام آدمی کو اگر کسی شریف، عزت دار آدمی کا چچا بتایا جائے اور رشتہ میں وہ اس کا چچا نہ ہو تو یہ ایک طرح کی گالی ہوتی ہے۔ اس لیے حنیف سنگاریہ نے ابو جہل جیسے فسادی بدنام آدمی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا چچا کہہ کر آپ کی توہین کی جو مسلمانوں کے لیے نا قابل برداشت ہے۔ اس کے علاوہ اس نے لکھا۔ ”لیکن صبح پھر اپنی استنجی کے مطابق لوٹا لے کر پاخانہ گئے تھے، یہ بھی سچ ہوگا کہ محمد رسول اللہ کا پسینہ مہکتا ہوگا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ان کے انسان ہونے کی استنجی بتاتی ہوگی کہ ان کا پاخانہ بدبو کرتا ہوگا۔“

اس میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ کسی شریف آدمی کو یہ کہنا کہ تم اچھے آدمی ہو لیکن روز صبح کو پاخانہ کرتے ہو جو بدبودار ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی احمق کلکٹر کو کہے کہ تم ضلع کے حاکم صحیح، گورنر کے یہاں بھی جاتے ہوگے لیکن روز صبح کو پاخانہ کرتے ہو جو بدبودار ہوتا ہے، یقیناً یہ کلکٹر کی توہین ہے۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہ لکھنا کہ اگرچہ وہ معراج کو گئے مگر صبح کو لوٹا لے کر پاخانہ گئے، اور پاخانہ بدبودار تھا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

پھر یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے دوسرے آدمیوں کا پاخانہ ضرور بدبودار ہوتا ہے اور ناپاک ہوتا ہے، اسی طرح پیشاب بھی، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاخانہ اور پیشاب نہ بدبودار تھا نہ ناپاک۔ علما نے اس کی تصریح کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاے حاجت کرتے تو جو کچھ نکلتا ان سب کو زمین نگل جاتی اور وہاں سے عمدہ خوشبو اڑتی تھی۔ حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو عہد اکبری کے سب سے بڑے عالم اور محدث تھے، اپنی مشہور کتاب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

”و چوں آنحضرت می خواست تغوط کند یعنی قضاے حاجت نماید شگافتہ می شد زمین وفرو می برد بول و غائط اورا و فائح می شد ازاں بوے خوش مطلع نمی شد برآنچہ بیروں می آمد از وے ہیچ بشرے۔ واز عائشہ رضی اللہ عنہا آمدہ است کہ گفت مرآں حضرت را تو می آئی متوضأ راونمی بینم از تو چیزے از پلیدی فرمود کہ آیا ندانستۂ تو اے عائشہ کہ زمین فرو می برد آنچہ بیرون می آید از انبیاء پس دیدہ نمی شود ازاں چیزے ومروی است از بعضے صحابہ کہ گفت صحبت داشتم من آنحضرت را درسفرے چوں خواست قضاے حاجت را درآید در مکانے پس قضا کرد حاجت را پس درآمدم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاے حاجت فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور جو کچھ نکلتا اسے نگل لیتی اور اس سے عمدہ خوشبو اڑتی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت سے پوچھا کہ آپ قضاے حاجت کے لیے جاتے ہیں مگر میں وہاں کوئی گندگی نہیں دیکھتی فرمایا اے عائشہ کیا تو نہیں جانتی ہے کہ انبیاے کرام سے قضاے حاجت کے وقت جو کچھ نکلتا ہے اسے زمین نگل لیتی ہے، ایک صحابی سے روایت ہے کہ وہ ایک دفعہ سفر میں آنحضرت کے ہمراہ تھے ایک دفعہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضاے حاجت سے

من آں مکان را کہ بر آمد آنحضرت ازاں پس ندیدم مر او را اثر غائط و نہ بول و دیدم در آنجا کلوخ پس گرفتم آنہا و یافتم آنہا را رائحۂ طیبہ و قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ در شفا گفتہ کہ بتحقیق رفتہ اند قومے از اہل علم بطہارت حدثین از آنحضرت و انیست قول بعضے اصحاب شافعی و اما بول را مشاہدہ کردہ اند بسیارے و نوشیدہ است اورا ام ایمن کہ خدمت میکرد آنحضرت را آوردند کہ شبہا در تحت سریر آنحضرت قدحی می نہادند کہ دراں بول میکرد شبے دراں قدح بول کردہ بود چوں صبح شد فرمود یا ام ایمن بریز آں چہ دراں سفال است پس نیافتند دراں چیزے گفت ام ایمن واللہ تشنہ شدم و خوردم آنرا پس خندہ کرد۔ آنحضرت وامر نکرد بغسل فم و نہی نکرد از عود و گفت درد نکند شکم تو ہرگز۔ بارے دیگر زنے بود کہ نام وے برکہ بود او نیز خدمت میکرد آنحضرت را پس بخورد بول را فرمود آنحضرت صحت یا ام یوسف بیمار نشوی ہرگز پس بیمار نہ شد آں زن ہرگز مگر ہماں بیماری کہ دراں روز از عالم رفت و در بعضے روایات آمدہ است کہ مردے بول آنحضرت را خوردہ بود پس بوئے خوش می دمید از وے و از اولاد وے تا چند پشت۔“(۱)

واپس ہوئے یہ وہاں گئے وہاں صرف ان کو ڈھیلے ملے ان سے نہایت عمدہ خوشبو اٹھ رہی تھی وہاں اور کچھ نہ ملا۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں فرمایا، بہت سے علما نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاخانہ پاک ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کو بہت لوگوں نے دیکھا بھی ہے اور پیا بھی ہے آنحضور کے چار پائی کے نیچے پیالہ رکھ دیا جاتا تھا جس میں پیشاب فرماتے تھے، ایک بار آنحضور کی خادمہ حضرت ام ایمن نے اسے پی لیا حضور نے اس پر تبسم فرمایا کہ اب تمہارا پیٹ کبھی درد نہ کرے گا، اگر یہ مبارک پیشاب ناپاک ہوتا تو حضور ام ایمن کو حکم دیتے کہ منہ دھوؤ اور آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا، مگر منھ دھونے کے لیے کہا نہ آئندہ کے لیے منع کیا۔ ایسے ہی حضور کی دوسری خادمہ حضرت برکہ نے بھی پیشاب پی لیا تھا ان سے فرمایا تو کبھی بیمار نہ ہوگی۔ انھیں سوائے مرض الموت کے بیماری نہ ہوئی ایک اور صحابی نے آنحضور کا مبارک پیشاب پی لیا تو ان کے اور کئی پشت تک ان کی اولاد کے جسم سے خوشبو اڑتی تھی۔

اس کے علاوہ علامہ بدر الدین محمود عینی متوفی ۸۵۵ھ جو اپنے زمانہ میں مصر کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے انھوں نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں بھی اس کی تصریح کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیشاب و پاخانہ پاک ہے۔ یہاں تک کہ اخیر میں لکھا:

(۱) مدراج النبوۃ، جلد اول، ص: ۲۵

”وانا اعتقد انه لایقاسُ علیه غیره وان قالوا غیر ذالک فاذنی عنه صماء .“[1]

ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسروں کا قیاس نہ کیا جائے اور جو اس کے علاوہ کچھ اور کہے، میرا کان اس کے سننے سے بہرا ہے۔

جب یہ واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ (پیشاب پاخانہ) پاک ہیں اور خوشبو دار ہیں تو ان کو بدبودار کہنا یقیناً غلط ہے اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو ایذا پہنچانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الصلاۃ و السلام علیک یا مکی اللّٰہ پڑھنا کیسا ہے؟

مسئولہ: فیروز علی، ساکن بنگال - ۹/ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلۂ ذیل میں زید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں جس میں نظر اس لفظ پر ہے: الصلاۃ و السلام علیک یا مکی اللّٰہ، یا مدنی اللّٰہ، یا ھاشمی اللّٰہ، یا قریشی اللّٰہ. اب سوال یہ ہے کہ پڑھنے میں آواز آتی ہے مکی اللّٰہ الف فتحہ کے ساتھ اور عوام الناس بھی یہی پڑھتے ہیں۔ بہ صورت دیگر اگر مکی اللہ پر فتحہ ہو تو ترکیب کیا ہوگی؟ بکر کہتا ہے کہ الف پر فتحہ کے ساتھ پڑھنا کفر ہے اور اگر اضافت کے ساتھ پڑھیں تو ممنوع ہے، کیوں کہ از روے ترکیب مضاف و مضاف الیہ کے درمیان فاصلہ ہو جاتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے، لہٰذا اس کا پڑھنا منع ہے، مگر زید درود اکبر مثال میں پیش کرتا ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے مگر وظائف رضویہ میں جو درود اکبر ہے، اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مندرجہ بالا عبارت کا سلام میں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اطلاع کریں۔

الجواب

یا مکی اللّٰہ پڑھنا بظاہر کفر ہے کہ اب ترجمہ یہ ہوگا ”صلاۃ وسلام ہو آپ پر اے مکی جو اللہ ہیں۔“ اس تقدیر پر لازم آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کہا یہ ضرور شرک و کفر ہے۔ اس کی ترکیب دو ہوگی ”اللہ“ کو ”مکی“ کی صفت مانیں یا ”مکی“ کو مبدل منہ اور ”اللہ“ کو بدل۔ یہ دونوں صورتیں کفر ہیں اور از روے قواعد بھی خلجان ہے، اس لیے کہ علم خصوصاً اسم جلالت صفت نہیں ہو سکتا۔ اسم جلالت موصوف ہونے کے لیے متعین ہے، بدل کے چار اقسام میں سے دو بن سکتے ہیں، بدل الکل، اور بدل الغلط، ان دونوں صورتوں میں کفر، ہاں مکیُّ اللّٰہِ پڑھیں تو معنی صحیح و درست۔ بکر کا یہ کہنا کہ اضافت کے ساتھ پڑھنا ممنوع ہے، اس لیے کہ مضاف مضاف الیہ میں فصل ہو جاتی ہے، لایعنی بات ہے، یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کاہے کا فصل ہوگا۔ بہر حال ایسا جملہ جس میں کفر کا پہلو ہو خصوصاً

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری، ص:۳۵، ج:۳

اس طرح جب لوگ پڑھتے ہیں یقیناً قابل اعتراض ہے۔ حتی کہ جو شخص اس کے اس معنی کا قصد کر کے پڑھے جو کفر ہے تو ایسا شخص کافر بھی ہو جائے گا، لیکن عوام عربی نہیں جانتے اور ان کی نیت ہرگز وہ نہیں ہوتی جو کفر ہے، اس لیے پڑھنے والوں کو کافر تو نہ کہیں گے مگر اس طرح پڑھنے سے سختی کے ساتھ روکا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حالت نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اوجھڑی ڈالی گئی

مسئولہ: قطب الدین قادری، نیا پوہ، ضلع تھانہ-۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ تاریخ اسلام کی روایات میں ایک بات یہ ملتی ہے کہ کفار مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اذیتیں دیں ان میں آپ پر کوڑا کرکٹ ڈالنا، حالت نماز میں اوجھڑی ڈالنا بھی ثابت ہے۔ مگر زید کہتا ہے کہ یہ سلوک عام مومنین کے ساتھ ہوا ہے۔

الجواب

زید غلط کہتا ہے۔ نماز پڑھنے کی حالت میں اوجھڑی ڈالنے کی روایت اکثر کتب حدیث میں موجود ہے، حتی کہ بخاری شریف میں بھی ہے کہ عین حالتِ نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی خبثاء نے ڈالی۔ ڈالنے والا ایک تھا، ابھارنے والا ابوجہل تھا، سات خبثا تھے جو اس پر خوش ہوئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نام بہ نام ان کی ہلاکت کی دعا کی اور یہ ساتوں بدر میں مارے گئے۔ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی روایت اس وقت یاد نہیں ہے۔ تین ماہ سے آنکھ کی شدید تکلیف میں مبتلا ہوں لکھنا پڑھنا بند ہے، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اعلانِ نبوت سے پہلے نبی تھے، اعلانِ نبوت کا اذن چالیس سال بعد ملا۔

مسئولہ: قطب الدین قادری، نیا پوہ، ضلع تھانہ-۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔ دریافت طلب ہے کہ ماقبل نبوت کی زندگی کیا نبوی زندگی نہ تھی جب کہ اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم آب وگل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب

حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی منصب رسالت و

نبوت پر فائز تھے، جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے: "کنت نبیا و آدم لمنجد ل فی طینته." اور قرآن کریم میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے۔ انبیائے کرام سے عالمِ ارواح میں جو عہد لیا گیا، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا: "ثم جاء کم رسول" اس عالم میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول فرمایا گیا، البتہ اعلانِ نبوت کا اذن چالیس سال کی عمر میں ملا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضور کو نبوت تخلیق آدم سے پہلے ملی۔

اعلانِ نبوت کے وقت حضرت علی کی عمر کتنی تھی؟

مسئولہ: عبدالغفار قادری، چریا کوٹ، اعظم گڑھ - ۱۳؍صفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضور کو نبوت ملنے سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے یا بعد میں، نیز اگر پہلے پیدا ہوئے تو نبوت ملنے کے وقت ان کی عمر شریف کتنی تھی اور اگر بعد میں ہوئی تو نبوت ملنے کے کتنے سال بعد۔ بینوا توجروا

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی مل چکی تھی۔ حدیث ہے: "کنت نبیا و آدم لمنجد ل فی طینته." اس لیے یہ تو طے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ ہی نہیں حضرت آدم علیہ السلام کی بھی تخلیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے کے بعد ہوئی ہے۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو نبوت ملی جیسا کہ وہابی کہتے ہیں۔ ہاں چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کا اذن ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش اعلانِ نبوت کے پہلے ہوئی ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اعلانِ نبوت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک کیا تھی۔ ۱۵/۱۶/۵/۱۰/سال کی عمر کے اقوال ہیں۔ زیادہ راجح دس سال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور نے اعلانِ نبوت کب کیا؟ کیا اب کوئی عثمان و علی ہوسکتا ہے؟

مسئولہ: شیخ افتخار الدین، مقام و پوسٹ ہٹا (بہار) ۲۴؍صفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ (۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کب کیا؟

(۲) ہم عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

(۱) غارِ حرا میں پہلی بار نزول وحی کے بعد جب نزول وحی سے قویٰ بشری پر جو اثر پڑا تھا اس کے ختم ہوتے

ہی فوراً پوشیدہ طور پر اپنے خصوصی معتمدین کو مطلع فرما دیا۔ پھر جب آیۂ کریمہ: فاصدع بما تومر. نازل ہوئی تو اعلانِ عام فرمایا۔ یہ کتنی مدت بعد ہوا اس میں علما کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مدت تین سال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اب کوئی عثمان و علی رضی اللہ عنہما نہیں ہوسکتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات صحابی تھے اور اب کوئی صحابی نہیں ہوسکتا۔ یہ سابقین واولین میں سے ہیں اور اب کوئی سابقین واولین میں سے نہیں ہوسکتا۔ یہ حضرات عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، شرکاے بدر، شرکاے بیعت رضوان میں سے ہیں اور اب کوئی نہ شریک بدر ہوسکتا ہے نہ شریک بیعت رضوان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا غلط ہے کہ حضور کفار پر ہمیشہ سختی فرماتے

مسئولہ: ماسٹر سید محمد مختار حسن قادری، رسول پور، ضلع کٹک

مسئلہ زید ایک مسجد میں امام ہے اور بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ خاص خاص مجلسوں میں یہ کہتا ہے کہ رسول پاک ﷺ کی رحمت مجھے تسلیم ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار پر ہمیشہ سختی فرماتے۔

الجواب

زید کا یہ کہنا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار پر ہمیشہ سختی فرماتے تھے۔ جھوٹ ہے۔ قرآن کریم کی تکذیب ہے۔ ارشاد ہے:

”فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص۔“(۱)

یہ اللہ کی کتنی مہربانی ہے کہ تم ان کے لیے نرم ہو اگر تم تندمزاج، سخت دل ہوتے تو ضرور لوگ تمہارے پاس سے دور ہوجاتے۔

قرآن مجید ہی نہیں صدہا احادیث کو جھٹلانا ہے۔ جو سختی کے مستحق تھے ان پر سختی فرماتے اور جو نرمی کے اہل تھے ان پر نرمی فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو افضل الانبیا کہنا گمراہی ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ حضور کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ فاسق معلن کو دینی انجمن کا صدر بنانا۔

مسئولہ: رمز عظیم آبادی، کشمیری کوٹھی، پٹنہ - ۲۵ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین اس بارے میں کہ شہر عظیم آباد میں ایک دینی انجمن (انجمن محمدیہ) کے نام سے مذہبی پروگرام کرتی ہے جو ہر سال ایک تبلیغی کلینڈر مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرتی ہے۔ اس

[۱] قرآن مجید، سورۃ آل عمران ۳، آیت: ۱۵۹، پ: ٤

سال ۱۹۸۳ء تبلیغی کلینڈر پر ہمارے یہاں کے عالم دین حضرت سید شاہ فرید الحق عمادی سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ پٹنہ سٹی معترض ہیں۔ نماز جمعہ کے خطبہ میں کلینڈر کے مضمون پر اعتراض کرتے ہوئے اس میں توہین رسول کریم بتایا۔ حضرت کی خدمت میں اس ساک کا کلینڈر ارسال کر رہا ہوں، براہ مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی رائے سے مطلع فرما کر عظیم آباد کے مسلم عوام کے اضطراب کو دور فرمائیں۔

❷ انجمن ہذا ہر سال محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر ۱۱/تا ۱۳/ربیع الاول شریف کو یوم بانی اسلام کے نام سے سیرت کانفرنس، جلوس محمدی، کل ہند نعتیہ مشاعرہ، خواتین کا کھلا اجلاس (بند جگہ پر جہاں کسی بھی نامحرم کو آنے کی اجازت نہیں ہے) مناتی ہے۔ مگر اس انجمن کے صدر کے عہدہ پر ایک شخص فائز ہے جو کھلے عام دن کی روشنی میں موٹر سائیکل کے پیچھے بے پردہ اپنی اہلیہ کو بیٹھا کر پورے شہر میں گشت کرتا ہے۔ از روئے شرع بتایا جائے کہ ایسا شخص کسی بھی مذہبی ادارے کے اہم عہدہ پر فائز رہ سکتا ہے؟

(کلینڈر): بانی اسلام ایک نظر میں:-

تاریخ ولادت:- ۱۲/ربیع الاول شریف، سال عام الفیل مطابق ۲۲/اپریل ۵۷۱ء دوشنبہ کو صبح صادق کے وقت بمقام مکہ معظّمہ- ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے چھ ہزار ایک سو پچپن سال بعد اور افضل الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار پانچ سو سال بعد۔

تاریخ عطائے نبوت:- ۷/ربیع الاول شریف، مطابق ۲۲/فروری ۶۱۰ء بروز پنج شنبہ بہ عمر چالیس سال، کچھ کم وبیش۔

تاریخ ہجرت:- ۷/ربیع الاول شریف بروز دوشنبہ مطابق ۲۵/ستمبر ۶۲۲ء داخلۂ مدینہ پاک (قبا) ۱۲/ربیع الاول شریف مطابق ۲۹/ستمبر ۶۲۲ء بروز جمعہ۔

تاریخ فتح مکہ:- ۱۰ھ مطابق مارچ ۶۳۲ء۔

تاریخ وفات:- ۱۲/ربیع الاول شریف ۱۱ھ مطابق ۸/جون ۶۳۲ء بروز دوشنبہ مبارکہ۔

قیام دنیا:- ۲۲۳۳۰ ایام چھ گھنٹے یعنی تریسٹھ سال پانچ یوم بحساب ہجری اور اکسٹھ سال چوراسی دن بحساب عیسوی۔

بشری زندگی:- چالیس سال، بےعیب، بےداغ، ستھری، اور نہایت پاکیزہ۔

نبوی زندگی:- تیئیس سال، روشن، تابناک، اور فضل ومعجزات سے لبریز۔

قیام مکہ:- بعد نبوت تیرہ سال صرف، اسلام کی خاطر قریش کی مخالفتوں کے نرغے میں۔

قیام مدینہ:- بعد ہجرت پورے دس سال، فتوحات اور کامیابی سے بھرپور۔

ایام تبلیغ:- ۸۱۵۵، ایام یعنی تقریباً تیئیس سال، کچھ ایام کم وبیش۔

تعداد اصحاب:- بہ وقت وصال آپ کے اصحاب کی تعداد لگ بھگ ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی کسی نبی کو بہ کثرت

نصیب نہیں ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذلک

مشیت نے جسے پیدا کیا بہر شناسائی زمین و آسماں نے نور سے جس کے ضیا پائی

الجواب

(۱) اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم حتی کہ جملہ انبیاے کرام سے بھی افضل ہیں۔ یہ مضمون قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے ثابت ہے اور کثیر احادیث کریمہ کی نص صریح سے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا سید ولد ادم یوم القیم. (۱) میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔

اور ارشاد فرمایا: **انا اکرم الاولین والاخرین۔** (۲)

اس لیے جس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو افضل الانبیا لکھا وہ گمراہ ہے۔ بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ اس کو تنبیہ کی گئی کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیا ہیں تو اس نے کہا میں نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس گمراہ کی مراد یہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، یہ یقیناً گمراہی ہے، اس پر توبہ فرض ہے۔ اس نے جو یہ لکھا کہ عطاے نبوت کی تاریخ ۷ رربیع الاول مطابق ۲۲ رفروری ۶۱۰ء بروز پنج شنبہ ہے، یہ غلط ہے اور حدیث کے خلاف ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی۔

ارشاد فرمایا: **و آدم بین الروح والجسد.** (۳)

مسند امام احمد میں ہے: **و آدم لمنجدل فی طینته.** (۴)

اس لیے یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی، غلط ہے۔ کلنڈر والے نے بات نہیں سمجھی۔ غار حرا میں جو واقعہ پیش آیا، یہ اعطاے نبوت کا نہیں تھا، نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی۔ قرآن مجید کے نزول کا پہلا موقع تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو شخص اپنی بیوی کو موٹر سائیکل پر بٹھا کر بے پردہ بازاروں میں گھمائے، گھومے۔ وہ شخص کسی طرح اس لائق نہیں کہ کسی دینی انجمن کا صدر یا عہدہ دار ہو رہے۔ یہ بڑا ہی بے باک فاسق ہے۔ حدیث میں ہے:

---

[۱] مشکوۃ المصابیح، ص:۵۱۱، باب فضائل سید المرسلین ﷺ، الفصل الاول، مجلس برکات۔
[۲] مشکوۃ المصابیح، ص:۵۱۴، باب فضائل سید المرسلین ﷺ، الفصل الاول، مجلس برکات۔
[۳] ایضاً، ص:۵۱۳۔
[۴] ایضاً، ص:۵۱۳۔

"اذا قلتم للفاسق يا سيّدُ فقد استخطتم ربكم."[1]

اگر تم نے کسی فاسق کو کہا، اے سردار! تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔

تبیین الحقائق اور شامی میں ہے:

"في تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً."[2]

فاسق کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور شرعاً ان کی توہین واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چالیس سال کی عمر میں حضور پر وحی آنی شروع ہوئی تھی۔
کیا بخاری و مسلم میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں؟

مسئولہ: پی. ایس. ایم. برہان الدین ہودی-۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) زید نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، یہ سن کر بکر نے کہا۔ حدیث: "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين." کے لحاظ سے غلط ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے خلاف۔ براہ کرم یہ بتائیں کہ کس کا قول صحیح ہے۔

(۲) کسی نے کہا کہ ترمذی بخاری ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث وتفسیر میں تمام روایات صحیح نہیں ہوتیں۔ بلکہ ضعیف اور موضوع بھی ہوتی ہیں۔ براہ کرم یہ واضح کریں کہ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ خاص کر کے بخاری کے بارے میں بتائیں کہ بخاری میں ضعیف اور موضوع حدیثیں ہے یا نہیں اگر ہیں تو نشاندہی کیجیے۔

الجواب

(۱) زید نے غلط کہا، بکر صحیح کہہ رہا ہے، امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں بہ اختلاف الفاظ حدیث روایت کی ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم اپنی خمیر میں تھے۔ اوکما قال حضرت ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کی تصریح فرمائی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت منصب نبوت پر فائز تھے۔ اس لیے یہ کہنا یقیناً غلط ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ چالیس سال کی عمر میں حضور پر وحی آنی شروع ہوئی، اور حضور نے اعلان نبوت فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ان کتابوں میں بھی ضعیف احادیث ہیں بلکہ بخاری و مسلم چھوڑ کر بقیہ کتابوں میں کچھ موضوع احادیث

---

[1] السنن لأبی داؤد، ج:۲، ص:۶۸۰، باب لا يقول المملوك ربی، مطبع اصح المطابع۔

[2] رد المحتار، ج:۲، ص:۲۹۹، كتاب الصلوٰة باب الامامة۔

بھی درج ہوگئی ہیں جس کی قدرے تفصیل میں نے شرح بخاری کے مقدمہ میں کر دی ہے۔اس کا مطالعہ کریں۔
حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"وفی هذه الكتب الاربعة اقسام من الاحاديث من الصحاح والحسان والضعاف وتسميتها بالصحاح الست بطريق التغليب."[1]

ان کتابوں میں کتنی حدیثیں ضعیف ہیں اور کتنی موضوع ہیں ان سب کی نشاندہی کے لیے کافی فرصت چاہیے، اور مجھے اتنی فرصت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہیں تھا

مسئولہ: نبی احمد جنرل اسٹور اسپسٹ بیچن پی جی شاہ جہاں پور (یو. پی.)

مسئلہ اللہ کے آخری رسول پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ تھا یا نہیں، جواب سند کے ساتھ ارسال فرمائیں۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہیں تھا۔ حدیث میں ہے: "لم يكن له ظل في شمس ولا قمر."[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

بدمذہبوں کا رد فرض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کافروں کی ایذاؤں پر صبر فرمایا؟ حضور نے دشمنوں کے لیے دعاے ہلاکت بھی کی ہے۔ بنو عرینہ کو کیسی سزائیں دی گئیں؟ کس کافر کو مطاف میں قتل کیا گیا؟

مسئولہ: سید شوکت علی نوری، پاکیزہ بیکری، پوسٹ آفس روڈ، کلم نوری، ضلع پربھنی (ایم ایس.)-۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

مسئلہ ۱ عرض یہ ہے کہ ہمارے شہر میں سے تمام نجدیت و وہابیت کا بہ فضل الٰہی اور آقاے دو جہاں کے صدقے و طفیل اور تمام اولیاء اللہ و بالخصوص حضرت سید نور الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور مدد غیبی کی وجہ سے مکمل طور پر خاتمہ ہو چکا ہے۔ لیکن ایک شخص جو اپنے آپ کو اسلام کا خیر خواہ بتاتے ہوئے اس برے مذہب کی پھر سے بنیاد رکھنا چاہتا ہے، سنی بن کر بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو تین تین گھنٹے مذہبی باتیں

[1] مقدمة لمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح، ص:٤٢، ج:١۔
[2] سيرت حلبيه، ج:٣، ص:٣٨١

بتا تا ہے اور نئے اور میٹھے انداز سے مسلمانوں کو مذہب اہل سنت کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے یہاں حضرت علامہ منصور علی خاں صاحب بمبئی اور مولانا محبّ محمد قادری اور دیگر علماے اہل سنت کی تقریریں ہوئیں اور ان حضرات نے گستاخ رسول کا بھرپور قرآن وحدیث کی روشنی میں رد کیا، مذمت کی تو یہ دانش ور کہتا ہے کہ مولانا کی زبان پھیل گئی اور کسی کی دل آزاری نہیں کرنی چاہیے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگوں نے تکلیفیں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی برا نہیں کہا اس طرح کی دلیل دیتا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ جس کتاب میں رد ہوتا ہے یعنی گستاخ رسول کا علماے اہل سنت نے جن کتابوں میں مذمت کیا ہے میں ایسی کتابوں کو خرید کر جلا ڈالتا ہوں، پھاڑ ڈالتا ہوں۔ اسی طرح کی دن بہ دن بڑھتی ہوئی چال کو دیکھ کر سید شوکت علی نوری نے اس اشتہار کو شائع کیا ہے، تو اس کی بھی مخالفت کر رہا ہے، اور فتنہ پھیلا رہا ہے اور کہتا ہے کہ کسی کو اختیار نہیں کہ اس طرح کا اشتہار نکالے۔

اور پوچھنے پر یہ فریب دیتا ہے کہ رد و مذمت کرنے سے آپس میں اختلاف ہوتا ہے، میں مسلمانوں میں اتحاد چاہتا ہوں۔ الحاصل آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا باطل عقائد والوں کا رد کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو رد کرنے کو برا کہے اور رد کرنے والوں کے خلاف لوگوں کو بہکاوے تو ایسے شخص کے متعلق شرع کا کیا حکم ہے اطمینان بخش جواب دے کر ہماری رہنمائی کریں۔

❷ یہ اشتہار صحیح ہے یا نہیں، جو باطل فرقے کے رد و مذمت کرنے کو برا کہے اور دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رد میں لکھی گئی کتابوں کو خرید کر جلانے کا اقرار کرنے والا منکر قرآن ہے یا نہیں؟ براہ کرم مہربانی فرما کر جلد از جلد تشفی بخش جواب دے کر ہمیں حق کی راہ دکھائیں۔

الجواب

یہ شخص گمراہ بددین، دیوبندی ہے یا صلح کلی ہے، قرآن کریم کا منکر اور اسلام کا باغی ہے۔ کلمہ پڑھنے والے بدمذہبوں کا رد فرض ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا:

”اذا ظهرت الفتن او قال البدع فلم يظهر العالم علمهٔ فعليه لعنة اللّٰه والملئكة والناس اجمعين لا يقبل اللّٰه صرفا ولا عدلا.“[1]	جب فتنے ظاہر ہوں یا فرمایا جب بدعتیں ظاہر ہوں تو جو عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے۔ اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

اشتہار کا مضمون صحیح ہے، مزید یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کے بارے میں جانتے تھے کہ ایک دن حق ان پر واضح ہوگا اور یہ ایمان قبول کریں گے، انھیں کی ایذاؤں پر صبر فرمایا ہے اور انھیں کو دعاے ہدایت دی، مثلاً حضرت خالد بن ولید سیف اللہ، حضرت عکرمہ بن ابوجہل، حضرت ابوسفیان بن حرب

[1] كنز العمال للمتقى، ج:۱، ص:۱۹۳، لسان الميزان لابن حجر، ج:۵، ص:۹۱۱

رضی اللہ عنہم۔ ورنہ احادیث میں متعدد واقعات ہیں کہ دشمنوں کی ہلاکت کی بھی دعائیں فرمائیں۔ عاص بن وائل کے لیے فرمایا:

"اللھم سلط علیه کلبا من کلابه."[1] اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مقرر فرما۔

اور ہوا یہی کہ اس کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ آل ذکوان کے لیے ایک مہینے تک دعاے ہلاکت فرمائی۔ بنی عرینہ کو یہ سزا دی کہ مدینہ کے سنگستان پر ان کے ایک ہاتھ ایک پاؤں کٹوائے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیری جس سے آنکھیں پھوٹ گئیں اور پھر انھیں یوں ہی تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر چھوڑ دیا۔ تکلیف کی شدت میں کنکریاں دانتوں سے پکڑتے تھے، پیاس سے جاں بلب ہوکر پانی مانگتے تھے مگر پانی دینے کی اجازت نہ تھی، یوں ہی تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

فتح مکہ کے دن ابن خطل وغیرہ کے قتل کا حکم دیا۔ ابن خطل کعبہ کے پردے سے لپٹ گیا، حکم ہوا اسے قتل کر دیا جائے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اسے گھسیٹ کر مطاف ہی میں قتل کر ڈالا۔ بنی قریظہ یہود کے تمام مردوں کو جن کی تعداد چھ سو تھی قتل کرا دیا۔ مسلمان کہلانے کے باوجود ان واقعات سے انکار کرنا پرلے درجے کی بے ایمانی ہے، پھر یہ امن وامان کے قیام کے بھی منافی ہے کہ ہر دشمن کو چھوڑ دیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہ شخص بد مذہب، گم راہ، در پردہ دیوبندی اور صلح کلی ہے۔ اس کا مقصد ان باتوں سے یہ ہے کہ اس کے ان پیشواؤں کو جنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہینیں کیں انھیں کچھ نہ کہا جائے۔ ان کے کفریات پر بھی پردہ پڑا رہے، مسلمان اس کے فریب میں نہ آئیں، اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لا تسمع الموتیٰ کی تفسیر۔ حضور کو حضرت عائشہ کی پاک دامنی کا علم پہلے ہی سے تھا۔ ابن عبد الوہاب نے روضہ اقدس کو صنم اکبر کہا، کافر مرتد سے جو میل جول رکھیں ان کا بھی بائیکاٹ کر دیں

مسئولہ: منظر خان، حاجی عبد الرحمٰن، محمد امجد علی وجملہ مسلمانان، قتال پور ویرا ٹولہ، کھجوہٹی، ضلع گوپال گنج

(بہار)-۴؍ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

مسئلہ حاجی اکبر نامی ایک شخص ہمارے یہاں ہے جو کچھ دنوں سعودی عربیہ رہ چکا ہے۔ وہاں سے واپسی

[1] زرقانی، ص:۱۹۷، ۱۹۸، ج:۳۔

کے بعد عوام الناس میں نئے عقائد کا پرچار کرنا شروع کیا ہے، اس کے پاس کتاب التوحید ''عربی ٹو اردو'' تقویۃ الایمان، اس طرح کی متعدد کتابیں ہیں۔ جن کو پڑھ کر عوام کو سناتا ہے، نیز علماے دیو بند کی کتابیں مفت تقسیم کرتا ہے اور علماے اہل سنت پر طرح طرح کے بہتان لگاتا ہے۔ اس کے چند اعتراضات یہ ہیں۔

(۱) بہار شریعت میں تقویۃ الایمان کو کتاب التوحید کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ جب کہ دونوں میں کوئی مطابقت نہیں، بہار شریعت میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمد ابن عبد الوہاب نجدی نے رسول اللہ کے مزار اقدس کو (صنم اکبر) بڑا بت لکھا ہے، جب کہ اس کا نام ونشان نہیں۔ محمد ابن عبد الوہاب نجدی کی تاریخ پیدائش جو بہار شریعت میں درج ہے وہ بھی جھوٹی ہے۔ اس لیے بہار شریعت لائق اعتبار نہیں۔

(۲) ''لاتسمع الموتی'' سے دلیل دیتا ہے کہ مردے سنتے نہیں۔ لہذا صاحب قبر سے استمداد بت پرستی ہے۔

(۳) اعلیٰ حضرت نے حضرت عائشہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔

(۴) اگر حضور کو غیب کا علم ہوتا تو حضرت عائشہ پر جو بہتان تھا اس کی صفائی رسول اللہ نے کیوں نہیں کی، اس کے علاوہ بھی اس کے بہت سارے اعتراضات ہیں جن کے جوابات مولانا اسلام الحق خطیب جامع مسجد قتال پور ومولانا دیان احمد نوری مصباحی نے بھر پور طور پر دیا لیکن وہ اپنی تحریک چلاتا رہا، مجبور ہو کر امام صاحب نے اسے مسجد سے نکال دیا۔ بعدہ جمعہ وعیدین دوسری بستی میں ادا کرتا رہا، اس بستی کی مسجد سے بھی نکالا گیا، بعدہ علما نے چار پانچ بستی کے لوگوں کو جمع کر کے اس کا بائیکاٹ کیا۔ ایک ہفتہ کے بعد اس نے ممبر پر کھڑے ہو کر توبہ کیا اور علماے دیو بند کی تکفیر بھی کیا لیکن ہفتہ عشرہ کے بعد اپنی بستی چھوڑ کر علاقہ میں انھیں عقائد مذکورہ کا پرچار کرنا شروع کر دیا اور کتاب التوحید پڑھتے ہوئے پکڑا گیا۔ جب لوگوں نے کتاب التوحید اور اس کے بارے میں عوام کو بتایا کہ اسی جرم میں اس کا بائیکاٹ کیا گیا تھا پھر بھی یہ اپنی عادت سے مجبور ہے تو اس نے انکار کر دیا کہ میں نے توبہ نہیں کی ہے اور اپنی قدیم روش پر چلتا رہا اور امام صاحب قتال پور کے خلاف ریشہ دوانی شروع کر کے اپنے خاندان کے لوگوں کو ملا کر اسی مسجد میں دوسری جماعت قائم کیا اور خود ہی امامت بھی کی۔ جب حالات بد سے بدتر ہو گئے تو پورے علاقے کے لوگ جمع ہو کر ایک کمیٹی کا انتخاب کیے، متفقہ طور پر اس کا شوسل بائیکاٹ کیا گیا۔ پورے علاقے کے مسلمانوں نے اس کی حمایت کی اور تحریری دستخط بھی دیا کہ اس سے ہم تمام مسلمانوں کو کسی طرح کا تعلق نہ رہا اور اگر کوئی اس فیصلہ کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسے بھی سماج سے الگ سمجھا جائے گا، جس کی رپورٹ اخبار میں چھپی اور سرکاری محکمہ سے کمیٹی کی منظوری بھی کرائی گئی کہ یہ مسجد اہل سنت وجماعت کی ہے، لہذا بدعقیدہ اس میں داخل نہ ہوں۔ علاوہ ازیں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اب اگر وہ تائب ہونا چاہتا ہے تو ضروری یہ ہے کہ پہلے امام سے معافی مانگے۔ چوں کہ امام صاحب کو بھی سخت وسست کہہ چکا ہے اور امام صاحب عوام الناس میں اس کی توبہ کا اعلان کریں گے، بعدہ عوام اس سے تعلقات رکھیں گے۔ ایسی صورت میں وہ عاجز ہو کر یہاں

کے امام اور لوگوں سے نہ مل کر علاقہ میں جا کر کہتا ہے کہ میں تو سنی ہوں، مفتی اعظم کا مرید ہوں، ذاتی مخاصمت کی بنیاد پر میرا بائیکاٹ کیا گیا ہے، میں علماے دیوبند کی تکفیر کرتا ہوں لیکن علما اس کی باتوں پر دھیان نہ دے کر فرماتے ہیں کہ پورے علاقے کے جید علما کو جمع کرو، اس کے بعد ہی کوئی صورت نکلے گی۔ عاجز ہو کر غیر مسلم لوگوں سے کہتا ہے کہ ہمارے گاؤں کے امام یہ شعر نماز میں پڑھتے ہیں ۔

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا　　　ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

تو آپ لوگوں کو کتا کہہ کر گالی بولتے ہیں، محض اس مقصد کے تحت تاکہ ہندو مسلم منافرت پھیلا دیا جائے۔

ایسی صورت میں ایک نیم مولوی جو ہر شفیع آبادی جو کہ اپنے آپ کو پیر بھی کہتے ہیں، ان لوگوں سے اچھے مراسم رکھے ہوئے ہیں، ان کے یہاں کھاتے پیتے ہیں، ان سے علیک سلیک بھی ہے۔ جب عوام ان سے پوچھتے ہیں کہ علاقے کے تقریباً تمام علما اور مسلمانوں نے اس کا بائیکاٹ کیا ہے تو آپ ان لوگوں کے یہاں کیوں جاتے ہیں؟ تو ان کا برجستہ یہ جواب ہوتا ہے کہ، وہ سنی ہے، کسی کے دل میں کیا ہے، وہ کوئی نہیں جانتا، ہم سمجھا دیں گے، وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

(۵) اب حضور والا سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کا مقاطعہ از روے شرع درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے تو جو لوگ اپنے آپ کو مفتی اعظم کا مرید بھی کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ میں اپنے بھتیجے سے الگ نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ سماج سے الگ ہو جاؤں، ایسے شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۶) پیر مذکور پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے، محض اپنے مفاد کی خاطر کسی بدعقیدہ کا سپورٹ کیا جا سکتا ہے، اس کی وکالت کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ قبل از توبہ ان سے مراسم رکھنے والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، نیز اس کو سماج میں ملانے کی صورت کیا ہوگی، جو سامنے توبہ کرے اور پیٹھ پیچھے وہی عقائد کو صحیح مانتا ہے؟

الجواب

(۱) اللہ عزوجل آپ لوگوں کو ہدایت پر قائم رکھے اور توفیق خیر عطا فرمائے۔ آپ لوگوں کو نہ تو اس کی توفیق ہے کہ علماے اہل سنت کی کتابیں خریدیں اور پڑھیں اور نہ اس کی توفیق ہے کہ علما کی خدمت میں حاضر ہو کر معلومات حاصل کریں۔ آپ لوگوں نے اگر بہار شریعت دیکھ لیا ہوتا تو اس اکفر کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا۔ بہار شریعت میں ابن عبد الوہاب کی تاریخ پیدائش لکھی ہی نہیں لکھا ہے تو یہ لکھا ہے: وہابی ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ یہ وہابی فرقے کی پیدائش کا سنہ ہے ابن عبد الوہاب نجدی کی پیدائش کا نہیں۔ کوئی شخص پیدا ہوتے ہی کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالتا ہے، اسے نہیں پھیلاتا ہے۔ پیدا ہونے کے بعد سن شعور تک پہنچ کر پڑھتا ہے، لکھتا ہے، کچھ سوچتا ہے، غور کرتا ہے، مختلف مذاہب کی معلومات حاصل کرتا ہے، پھر اپنے مذہب کی نوک

پلک درست کرتا ہے، پھر نئے مذہب کی بنیاد ڈالتا ہے، یہی ابن عبد الوہاب نے بھی کیا۔ ۱۲۰۹ھ میں اس نے اپنے نئے مذہب وہابیت کا پرچار شروع کیا۔ بہار شریعت میں یہ بھی نہیں کہ اس نے کتاب التوحید یا اپنی کسی کتاب میں روضۂ انور کو صنم اکبر لکھا ہے۔ ہے تو یہ ہے: روضہ اکبر کا نام معاذ اللہ صنم اکبر رکھا تھا، یعنی بڑا بت۔ اس بدطینت نے یہ جملہ زبانی اس وقت کہا تھا جب مدینہ طیبہ فتح کرنے کے بعد جنت البقیع وغیرہ کے تمام کتبے و مزارات ڈھا کر، کھود کر، پھینک کر مسجد نبوی میں آیا تو گنبد خضریٰ دیکھ کر اس نے کہا تھا۔ **هذا صنم اكبر.** جیسا کہ سیف الجبار میں تصریح ہے واضح ہو کہ سیف الجبار مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی یا ان کے کسی تلمیذ و خلیفہ کی کتاب نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت سے تقریباً ۵۰؍ سال پہلے کے عالم مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب ہے۔ اب جو سعودی حکومت کتاب التوحید چھپوا رہی ہے، یہ مکمل نہیں۔ وہ گندے زہریلے جملے، جس کے ترجمے تقویۃ الایمان میں ہیں جن پر اس وقت کے علمائے مکہ نے کفر کے فتوے دیئے تھے، اسے نکال دیا ہے۔ سیف الجبار میں اس کی اصل عربی عبارت چھپی ہے، اس سے تقویۃ الایمان کو ملالیں۔ مثال کے طور پر ایک جگہ کی عبارت دیکھیں۔ سیف الجبار میں جو اقتباس درج کیا گیا ہے، وہ یہ ہے: "**قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أريت لو كنت مررت بقبرى اتسجد له اى اذا كنت رمة فى التراب.**"

تقویۃ الایمان میں ہے، مذکورہ بالا حدیث کے بعد: "یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ یہ **رمة فى التراب** کا ترجمہ نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ آپ لوگ سیف الجبار منگا کر پڑھ لیں، پوری تسلی ہو جائے گی۔ اب غور کیجیے اس اکبر شیطان نے کتنا دھوکا دیا۔ پہلا دھوکا یہ دیا، بہار شریعت میں وہابی فرقے کی پیدائش کا سنہ لکھا تھا، اس کو اس اکبر شیطان نے ابن عبد الوہاب نجدی کی پیدائش کا سنہ بتایا۔ دوم بہار شریعت میں تھا: "روضہ اکبر کا نام صنم اکبر رکھا تھا"، اس کو اس اکفر نے لکھا بنالیا، سوم، یہ دھوکا دیا کہ اسے کتاب التوحید میں لکھا ہوا بتایا۔ چوتھا دھوکا یہ دیا کہ کٹی چھٹی کتاب التوحید کو اصل کتاب التوحید بتایا۔ اسی سے آپ لوگ سمجھ لیجیے کہ آدمی کذاب و دجال، فریب کار پہلے ہوتا ہے، وہابی بعد میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اس آیت میں "موتیٰ" سے مراد کفار ہیں جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔ روح البیان میں ہے:

"**هذه الآية واردة فى حق الكفار و قطع الطمع للنبى صلى الله عليه وسلم فى هذا يتهم فان كونهم كالموتىٰ موجب لقطع الطمع.**"[1]

جلالین میں ہے: "وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ اى الْكُفَّارِ شَبَّهَهُمْ بِالْمَوْتىٰ."[2]

[1] روح البيان، ص:٣٦٩، ج:٦، سورة النمل، آيت:٨٠

[2] جلالين شريف، ص:٣٦٦، سورة فاطر ٣٥، آيت:٢٢

ورنہ اس آیت کا کثیر احادیث سے تعارض لازم آئے گا، مثلاً دفن والی حدیث سے جس میں یہ ہے کہ جب لوگ دفن کر کے لوٹتے ہیں تو مردہ ان کے جوتے کی چاپ سنتا ہے: "**یسمع قرع نعالھم.**" علاوہ ازیں مسند امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی وغیرہ میں ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے لوٹنے لگے تو تین دن کے پاس اس کنویں پر تشریف لے گئے، جس میں چوبیس رؤسا ے مشرکین کو ڈالا گیا تھا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، ہم سے ہمارے پروردگار عالم نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے حق پایا، کیا تم سے تمہارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے حق پایا۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا، حضور مردوں کو بلا رہے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمہارے برابر سنتے ہیں۔ دیوبندیوں کی مشہور داستان ہوش ربا ارواح ثلاثہ میں ہے: ایک مرتبہ نانوتہ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی، سو جو شخص مولانا یعقوب (ایک دیوبندی مولوی) کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا، اسے ہی آرام ہو جاتا، پس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تبھی ختم۔ کئی مرتبہ مٹی ڈال چکا، پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوگئی، یاد رکھو اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈلوائیں گے، ایسے ہی پڑے رہو، لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر چلیں گے، اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ (ص: ۳۲۳)

اس مسئلے کی پوری تفصیل و تحقیق مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ "**حیات الموات فی سماع الاموات**" میں درج کر دیا ہے، اور اس خادم نے نزہۃ القاری شرح بخاری کی جلد چہارم میں اختصار کے ساتھ بہ قدر ضرورت لکھ دیا ہے، اس کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ بالکل جھوٹ اور افترا ہے۔ حدائق بخشش جلد سوم کے جو اشعار یہ مفتری پیش کرتا ہے وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہیں بلکہ عرب کی مشرکہ عورتوں کے بارے میں ہیں، جن کا ذکر بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں ہے۔ حدیث میں ان میں سے ایک کے بارے میں وارد ہے: "**ملأ کسائھا**" جس کا ترجمہ شاعرانہ انداز میں کیا گیا ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے کی ہے "الخطوب المذیبہ" میں لکھا ہے کہ ایک صالح کو مکشوف ہوا کہ حضرت عائشہ احقر کے گھر میں آنے والی ہیں، میرا خیال معاً (یعنی اپنی نویلی کم سن بیوی کی) طرف گیا، کیوں کہ ام المومنین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئی تھیں تو بہت کم سن تھیں، وہی معاملہ یہاں ہے۔ اپنے حکیم الامت کے چہرے کا کالک چھپانے کے لیے دیوبندیوں نے وہ افترا کیا ہے۔ اس افترا کا منہ توڑ مدلل اور مفصل جواب میں نے اپنی کتاب "تحقیقات" میں دیا، اس کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) یہ بھی اس جاہل کی جہالت اور دیوبندیوں کا اپنا باطل مذہب بچانے کے لیے کتمان حق ہے۔ خود بخاری

میں موجود ہے کہ سورۂ نور کے نزول سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام میں فرمایا تھا:

"واللّٰہ ما علمت فی اھلی الا خیرا." خدا کی قسم میں اپنے اہل کے بارے میں خیر ہی جانتا ہوں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵ علمائے اہل سنت اور مسلمانان اہل سنت نے اس اکفر اور اس کے حامیوں کے بارے میں بائیکاٹ کا جو فیصلہ کیا وہ حق ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ."[1] اور یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون جو مسلمانان اہل سنت اور علما پر افترا اور بہتان باندھتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کو اپنا پیشوا جانتا ہے حدیث میں صحابہ کرام کی شان میں تنقیص کرنے والوں کی شان میں فرمایا:

"فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم."[2] نہ ان کے ساتھ اٹھو بیٹھو، نہ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو جمعہ کے دن عین خطبہ کی حالت میں مسجد نبوی سے نکلوا دیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶ یہ پیر جب اس فسادی وہابی کے حامیوں کے ساتھ نیز اس کے ساتھ میل جول رکھتا ہے ان کے یہاں کھاتا پیتا ہے، تو یہ پیر نہیں دین دارتا جر ہے۔ جو چند لقموں چند ٹکڑوں کے عوض وہابیت کو تقویت پہنچاتا ہے۔ اس پیر سے مرید ہونا جائز نہیں جو لوگ مرید ہو چکے ہیں ان پر واجب ہے کہ بیعت فسخ کر دیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو مفتی اعظم کا مرید بتاتے ہیں پھر بھی اس وہابی کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ان سے آپ لوگ کہیں کہ حضرت مفتی اعظم ہند نے بیعت لیتے وقت یہ اقرار کرایا تھا یا نہیں۔ بد مذہب کی صحبت سے دور رہوں گا، جب یہ اس اقرار سے پھر گیا تو مفتی اعظم کا مرید کہاں رہا۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے جو شجرہ دیا تھا اس میں خصوصیت کے ساتھ وہابیوں، دیوبندیوں سے دور رہنے کی ہدایت ہے۔ مان جائیں فبہا ورنہ ان کا بھی بائیکاٹ جاری رکھیں۔ رہ گیا یہ اکفر تو یہ یاد رکھیں۔ گستاخان رسول کے بارے میں آچکا ہے: "ثم لا یعودون" وہ اپنے عقیدے سے نہیں پلٹیں گے۔ مولوی اشرف علی تھانوی بارہ سال کان پور میں سنی بنے رہے، اور اندر اندر وہابیت پھیلاتے رہے۔ خود

[1] قرآن مجید، سورۃ الانعام، آیت:۶۸، پ:۷۔
[2] المستدرك للحاكم، ج:۳، ص:۶۳۲

حسین احمد ٹانڈوی نے اپنے مکتوبات میں اپنے متعلقین کو ایسی جگہ تقیہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ جہاں سنیوں کا غلبہ ہو اس مکار کی توبہ پر ہرگز اعتماد نہ کریں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ایک بار توبہ کر کے وہ دغا دے چکا ہے۔ حدیث میں ہے:

”لایلدغ المومن من جحر مرتین.“[1] ایک سوراخ سے مومن دو بار ڈنک نہیں کھاتا۔

اب اگر یہ توبہ کرنے پر آمادہ ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ امام صاحب سے معافی مانگے۔ مجمع عام میں وہابیت دیوبندیت سے توبہ کرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کے جرم میں رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی کو کافر و مرتد کہے اور اس مضمون کی تحریر بھی لکھ کر دے جسے چھپوا کر آپ لوگ علاقے میں تقسیم کر دیں مگر پھر بھی اس سے ہوشیار رہیں، اس کی کڑی نگرانی کریں، اگر وہ اپنی توبہ پر قائم رہے، فبہا۔ ورنہ اس کا اور اس کے حامیوں کا بائیکاٹ جاری رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حضور محفلِ میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟ کیا حضور کو اپنی تعظیم پسند ہے۔

مسئولہ: غلام سرور، مدرسہ دار العلوم سرکار آسی، سکندر پور، بلیا، یو. پی.۔ ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلۂ ذیل میں:

سلام اور قیام اور فاتحہ کو کس نے ایجاد کیا؟ کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟ تو اگر تشریف لاتے ہیں تو اپنی تعظیم کو کیوں کر پسند کرتے ہیں؟ کیا ان کو قدرت حاصل نہیں کہ بند کرا سکیں؟

الجواب

تاریخ معلوم نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر میلاد شریف میں تشریف لائیں۔ اپنے کرم سے جہاں چاہیں تشریف لا سکتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر اپنی تعظیم پسند نہ ہوتی تو اپنی تعظیم و تکریم کا حکم نہ دیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام و اولیاے عظام کو عالم میں تصرف کا اختیار دیا ہے

مسئولہ: اعجاز اختر قادری، بیگم پور

مسئلہ زید کا کہنا ہے کہ کسی بھی نبی یا ولی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کے ایسے پیارے اور

[1] جامع بخاری شریف، ج:۲، ص:۹۰۵، مسلم شریف، ج:۲، ص:۴۱۳

چہیتے اور مقرب ہیں کہ اللہ نے ان کو ایک درجہ اور دائرہ میں کن فیکونی تصرف کی قدرت دے دی ہے۔ یعنی صرف وہ اپنے ارادہ اور حکم سے تصرف کر سکتے ہیں اور یہ ان کے اختیار میں ہے۔ یہ بعینہ وہی عقیدہ ہے جو مشرکین عرب اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے، یہ شرک ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ ''الفوز الکبیر'' ص:۲۰ پر فرماتے ہیں:

''شرک آنست کہ غیر خدا را صفات مختصہ خدا اثبات نماید مثل تصرف در عالم بارادہ کہ تعبیر ازاں بکن فیکو نی میشود۔''

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی ہستی کے لیے اللہ کی خاص صفات ثابت کی جائے، مثلاً اپنے ارادہ سے عالم میں تصرف کرنا جس کو کن فیکو نی تصرف کہا جاتا ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ ''ارشاد الطالبین'' کے ص:۲۰ پر فرماتے ہیں کہ:

''اولیا قادر نیستند برایجاد معلوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیرہ آں بسوے شان کفر است۔''

ترجمہ: اولیاء اللہ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ کسی غیر موجود کو وجود بخش دیں یا کسی موجود کو معدوم یا نیست کر دیں، پس کسی چیز کو وجود بخشنے یا معدوم کر دینے یا کسی کو رزق دینے یا اولاد دینے یا کسی سے کوئی بیماری یا بلا دور کرنے کی کسی بزرگ یا ولی کی طرف نسبت کرنا کفر ہے۔

پس زید کا کہنا صحیح ہے یا غلط۔ بر تقدیر ثانی قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔''

الجواب

اس موضوع پر علماے اہل سنت کی متعدد معرکۃ الآرا تصانیف موجود ہیں جس کے جواب سے مخالفین عاجز ہیں اور قیامت تک عاجز رہیں گے۔ آپ اگر واقعی اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی تصنیف ''الامن و العلی'' کا مطالعہ فرمائیں، جس میں اس قسم کے سارے شکوک و شبہات کا بالکلیہ استیصال ہے۔

ہم اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ عز و جل نے اپنے محبوب بندوں، انبیاے کرام اور اولیاے عظام کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے۔ یہ حضرات اس کی عطا اور اس کے اذن سے عالم میں تصرف فرماتے ہیں، لوگوں کی حاجتیں پوری فرماتے ہیں، بیماروں کو شفا دیتے ہیں حتی کہ مردے جلاتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ اور قاضی پانی پتی صاحبان سے بدر جہا افضل و اعلیٰ، برتر و بالا معتمد و مستند سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''من استغاث بی فی کربة کشفت عنه.''

جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے گا میں اس کی مصیبت دور فرما دوں گا۔

ایک بار بغداد شریف میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مشائخ بغداد کی دعوت تھی۔ سب لوگ تشریف لے گئے، دستر خوان لگا دیا گیا، کھانا چن دیا گیا۔ صاحب خانہ نے سب سے گزارش کر دی کہ آپ حضرات کھانا کھائیں، مگر سرکار غوث اعظم سر جھکائے مراقبے میں تھے۔ جب غوث اعظم نے کھانا شروع نہیں کیا تو کسی نے پیش قدمی نہیں کی۔ اسی مکان میں ایک طرف ایک ٹوکری رکھی ہوئی تھی۔ سرکار غوثِ اعظم نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ اس ٹوکری کو اٹھالاؤ۔ خادم ٹوکری اٹھالایا۔ اسے کھول کر دیکھا گیا تو اس میں صاحبِ خانہ کا ایک بچہ تھا جو پیدائشی نابینا، اپاہج ومبروص تھا۔ سرکار غوث اعظم نے فرمایا:

”قم معافاً باذن اللّٰہ.“　　اللہ کے حکم سے صحت یاب ہو کر کھڑے ہو جا۔

فوراً وہ بچہ صحت یاب ہو کر کھڑا ہو گیا، اس کی بینائی واپس آ گئی، جذام اور برص دور ہو گئے۔ مجلس میں ایک شور برپا ہو گیا اور سب مشائخ نے بیک زبان فرمایا:

”ان الشیخ عبد القادر یبرئ الاکمه والابرص و یحی الموتیٰ باذن الله.“　　بے شک شیخ عبد القادر مادر زاد اندھے اور مبروص کو ٹھیک کرتے ہیں اور مردے جلاتے ہیں اللہ کے اذن سے۔

یہ دونوں باتیں علامہ نور الدین شطنوفی قدس سرہ نے بہجۃ الاسرار میں سند محدثانہ کے ساتھ ذکر فرمائی ہیں۔

ان دونوں افراد سے بدرجہا افضل ومعتمد امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انھوں نے اپنی تفسیر کبیر سورہ کہف میں کرامات اولیا کے حق ہونے کے ثبوت میں پہلے بخاری شریف کی یہ حدیث صحیح ذکر فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها.“　　اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے جب میں کسی کو محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد امام رازی فرماتے ہیں:

”کذالک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللّٰہ کنت له سمعا و بصراً فاذا صار　　اور ایسے ہی جب بندہ طاعات پر پابندی کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں اس کے لیے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں پس

نور جلال اللّٰہ سمعاً له سمع القريب و البعيد واذا صار ذالک النور بصراً له راى القريب و البعيد و اذا صار ذالک النور يداله قدر على التصرف بالصعب و السهل و البعيد و القريب."[1]

جب اللہ کے جلال کا نور اس کا کان بن گیا تو قریب کی بھی آواز سنے گا اور دور کی بھی اور جب یہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے تو قریب کو بھی دیکھتا ہے اور دور کو بھی اور جب یہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ سخت ونرم اور قریب و بعید میں تصرف پر قادر ہو جاتا ہے۔

ان دونوں بزرگوں سے بدر جہا افضل واعلیٰ امام ابوالبرکات نسفی قدس سرہ ہیں وہ عقائد نسفی میں لکھتے ہیں:

"فتظهر الكرامة على طريق نقض العادة باللولي من قطع المسافة البعيدة فى المدة القليلة و ظهور الطعام و الشراب واللباس عند الحاجة والمشى على الماء و ألطيران فى الهواء و كلام الجماد والعجماء واندفاع المتوجه من البلاء وكفاية المهم عن الاعداء و غير ذالک من الاشياء ."[2]

خرق عادت کے طور پر ولی سے کرامت ظاہر ہوتی ہے، جیسے بڑی مسافت تھوڑی سی مدت میں طے کرنا، کھانے پینے کی چیزوں کا حاجت کے وقت حاضر ہونا، پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا، جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا، بلا میں گرفتاران کی طرف متوجہ ہو تو بلا کا دور کر دینا، دشمنوں کی وجہ سے جو پریشانی لاحق ہو اس کی کفایت کرنا اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری چیزیں ہیں۔

رہ گیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا وہ قول اور قاضی صاحب پانی پتی کا وہ کہنا۔ خود ان دونوں حضرات کی دوسری کتابوں میں لکھی ہوئی باتوں کے معارض ہے۔ تفصیل کے لیے "الامن و العلی" اور "الكوكبة الشهابية" ملاحظہ کریں۔ اپنے اپنے مدعا کی تائید میں نہ قرآن پیش کیا نہ حدیث، صرف شاہ ولی اللہ صاحب اور قاضی صاحب پانی پتی کے اقوال پر اکتفا کیا، اور ہم سے قرآن وحدیث سے دلیل کا مطالبہ ہے۔ آپ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں تیرہویں صدی کے دو عالم کا قول پیش کیا، جو خود ان کے اقوال کے معارض ہے، اس کے جواب میں ایک حدیث اور ان دونوں بزرگوں سے بدر جہا اعلیٰ و افضل، معتمد حضرات کے اقوال پیش کر دیے۔ اگر شاہ ولی اللہ صاحب اور قاضی صاحب پانی پتی کا قول حجت ہے تو پھر سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام رازی، امام ابوالبرکات نسفی کے اقوال بدر جہا حجت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] تفسير كبير

[2] شرح عقائد نسفی، ص:١٤٤، ١٤٥، مجلس بركات، مبارك پور

یہ کہنا کیسا ہے کہ ہماری نجات وترقی درجات کے لیے رسول پاک کا حکم کافی ہے

مسئولہ: ابوالکلام احمد، کسم کھو، ضلع فرخ آباد (یو. پی.)-۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید کا کہنا ہے کہ ہماری نجات وترقی درجات کے لیے رسول پاک کا حکم کافی ہے، اور جس چیز کو شریعت مطہرہ نے قبول فرمایا ہے، اس کو کوئی بھی رد نہیں کرسکتا، اور "**علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین.**" اور "**ما انا علیه واصحابی**" بھی اسی میں شامل ہیں۔ زید کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے؟

(۲) شریعت مطہرہ نے جہاں پر کوئی واضح حکم نہیں فرمایا ہے، وہاں پر اشیا میں اباحت بہرحال قائم ہیں۔ زید کا یہ قول کیسا ہے؟

(۳) زید کا کہنا ہے کہ نمبر ا سوال کی روشنی میں ہم ایسی طریقت کو نہیں مانتے جو حکم رسول سے ٹکرائے اور شریعت پر ایسی بالا دستی قائم رکھے۔ اور شریعت نے جس کو مسلمان تسلیم کیا ہے اس کو طریقت میں کافر کہا جائے۔ مدلل جواب دیا جائے۔ اور اس کو بھی وضاحت سے بیان کیا جائے کہ زید کے اس دعویٰ کے خلاف کسی مجمع علما یا صوفیا میں یا کسی مدرسہ یا کسی خانقاہ میں یا کسی جلسہ یا مسجد میں تردید بیان کرنے والے، اور سن کر چپ رہنے والے علما وصوفیا کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

سوال نمبر ۱ اور ۲ میں جو مذکور ہے وہ حق ہے اور اس کی روشنی میں ان کلمہ گو فرقوں کی علانیہ تردید فرض ہے جو طریق اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں۔ حدیث میں ہے:

"**اذا ظهرت الفتن او البدع ولم یظهر العالم علمه فعلیه لعنة اللّٰه والناس اجمعین.**"	جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے اس پر اللہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

حضور ہی نے ارشاد فرمایا:

"**ستفترق امتی علی ثلث وسبعین فرقةً کلّهم فی النار الاملة واحدة.**"	عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب کے سب جہنمی ہیں مگر ایک۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال فرمایا۔ اس کے علاوہ اس سلسلے میں کثیر احادیث اور صحابہ کرام کے ارشادات ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ ہر بدمذہب گمراہ کی تردید فرض ہے۔ اب

اگر کوئی بد مذہبوں اور گمراہوں کی تردید کرتا ہے تو فرض ادا کر رہا ہے۔ اس پر وہ ثواب کا مستحق ہے، یہ جہاد باللسان ہے۔ اس کا رد گناہ ہے اور اسے ناپسند کرنا گمراہی، بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ مثلاً وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی اب اگر کوئی وہابیوں کے اس جرم کی وجہ سے وہابیوں کی تردید کر رہا ہے، اور ان کے کفری مضامین کو رد کر رہا ہے، اسے جو شخص ناپسند کرے گا، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو پسند کر رہا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو پسند کرنا کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عقد کیے؟

مسئولہ: ڈاکٹر جعفر علی علوی شاہ میڈیکل ہال، ڈھوڈھیر، ضلع مرینہ پرگنہ، شیو پور، کلاں (ایم. پی.)۔ ۲؍شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کتنے عقد کیے تھے، جن جن ازواج مطہرات سے آپ نے عقد کیے اس وقت آپ کی اور آپ کی بیوی صاحبہ کی عمر کتنے سال کی تھی، مع نام کے تحریر فرمائیں۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گیارہ ازواج مطہرات سے عقد کیے۔ حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت میمونہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت صفیہ، حضرت جویریہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت زینب بنت جحش۔ کس سن میں کس سے عقد کیا اور بوقت عقد ان کی عمریں کیا تھیں، اس کو آپ سیرت رسول عربی، تواریخ حبیب الہ، سیرت النبی میں دیکھ لیں۔ مجھے اس وقت سب زبانی یاد نہیں اور کتابوں سے دیکھ کر لکھنے میں کئی گھنٹے صرف ہوں گے، اور ان دنوں مسائل بہت جمع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے وصال کے بعد انگوٹھی مبارک کس کے پاس گئی، اور اب کہاں ہے؟

مسئولہ: امیر الدین، دھرم پور، ساٹھی، چمپارن، (بہار)۔ ۲۳؍ذوقعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل سوالوں میں

۱ بعد وفات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی انگوٹھی کس کے پاس گئی اور اب کہاں ہے؟

۲ بعد شہید ہوجانے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی انگوٹھی کنویں میں گرگئی، اس کنواں کا نام کیا تھا؟

۳ کس غزوہ کے وقت تاج دار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جانوروں کے گوشت کو حرام کیا تھا؟ جس میں

کا ایک گدھا ہے، دوسرا کون جانور تھا، نیز وہ کون غزوہ تھا؟

الجواب

(۱) وصال کے بعد خاتم مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں یہ انگوٹھی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تھی، اریس نامی کنویں میں گر گئی تھی۔ بہت تلاش کے بعد نہ ملی، مولیٰ عزوجل ہی خوب جانتا ہے کہ اب کہاں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جنگ خیبر کے موقع پر دیسی گدھے اور خچر کھانے سے منع فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سید ہیں یا نہیں؟

مسئولہ: خلیفہ پاشا قادری مدار شاہی، کرناٹک

مسئلہ آپ کی خدمات عالیہ میں حضرت مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی صاحب کا فتویٰ پیش ہے۔ حضرت نے اس سوال پر جواب لکھے ہیں۔ جس کو یہاں کے سنی عوام اکثریت پر ہیں۔ مگر اس بات پر یہ فتویٰ تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ اس پر دستخط فرما کر روانہ کریں یا آپ خود اس کا جواب وضاحت فرما کر اس فتنہ کو دور کریں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید ہیں یا نہیں؟ کیا اس میں کوئی تاویل بھی ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ کیا لغت اور بشری اور نسب کے اعتبار سے اس کا جواب الگ الگ ہوگا؟

(۲) کیا کسی مولانا کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسبی سید اور قریشی کہنے سے گستاخی ہوگی؟ کیا اس کے لیے توبہ و استغفار کرنا چاہیے، یا کافر و مرتد ہو جائے گا؟

(۳) کسی گستاخ رسول کی توبہ قبول ہے کہ نہیں؟ تاریخ اسلام میں کیا کوئی گستاخ بھی توبہ نہیں کیا؟

الجواب

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً حتماً جزماً سید ہیں نہ صرف سید بلکہ سید الاولین، والآخرین ہیں۔ سید الانبیا والمرسلین ہیں جو بدنصیب یہ کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سید نہیں وہ یقیناً گمراہ بد دین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) لیکن آج کے عرف میں سید ایک قوم اور برادری کا نام ہے۔ جیسے شیخ، پٹھان، مغل، مرزا وغیرہ۔ سیدنا سبطین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد امجاد کو سید کہا جاتا ہے، اگر کسی نے اس معنی کو مراد لے کر یہ کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید نہیں تو نہ وہ کافر ہوا نہ گمراہ اس لیے کہ آج کا عرف سامنے رکھ کر کسی کو سید کہنے کا

مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی ایک کی اولاد ہیں، اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرات سبطین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد نہیں۔ البتہ اس چیز کو بھی کہنے سے احتراز ضروری ہے کہ عوام کالانعام اپنی بے علمی کی وجہ سے الجھن میں پڑیں گے۔ حدیث میں ہے: "ایاکم و ما یعتذر منه." ایسی بات کہنے سے بچو جس سے معذرت کرنی پڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں

مسئولہ: عبدالسلام، موضع بڑوکھر، ضلع اعظم گڑھ - ۱۵/ ذوقعدہ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاظر و ناظر ہیں لیکن زید اس عقیدے کو ماننے سے انکار کرتا ہے، اور ان لوگوں سے اس بارے میں قرآن وحدیث سے دلیل طلب کرتا ہے۔ وہ لوگ دلیل دینے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہے اور قرآن وسنت نبوی سے ثابت ہے تو اس کے دلائل سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے:

"يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا." [۱] اے غیب کی خبر دینے والے نبی ہم نے تمھیں حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔

شاہد کے معنی حاضر کے ہیں۔ حدیث میں ہے:

"فليبلغ الشاهد الغائب." [۲] حاضر غائب تک پہنچا دے۔

نمازِ جنازہ کی دعا میں ہے:

"اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا" اے اللہ ہمارے زندے کو بخش دے، ہماری میت کو بخش دے، ہمارے حاضر کو بخش دے، ہمارے غائب کو بخش دے۔

ان دونوں حدیثوں میں غائب کے تقابل کی وجہ سے شاہد بہ معنی حاضر متعین ہے، اس لیے اس آیت کریمہ کا صحیح ترجمہ یہ ہوا کہ ہم نے آپ کو حاضر بنا کر بھیجا، اور اس شاہد کے لیے جو آنکھ والا ہو، ناظر ہونا لازم تو آیت کریمہ کا مکمل ترجمہ یہ ہوا "ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

[۱] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب، پ: ۲۲، آیت ٤٥

[۲] بخاری شریف، ج: ۱، ص: ۲۱، باب یبلغ العلم الشاهد الغائب، کتاب العلم، رضا اکیڈمی

"النبي اولیٰ بالمومنين من انفسهم." [۱] نبی مومنین سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ یہاں اولیٰ بہ معنی اقرب ہے تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانوں سے زیادہ ہم سے قریب ہیں تو جہاں مسلمان موجود وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی حاضر و ناظر۔ ایک حدیث ہے کہ جب تم گھروں میں داخل ہو اور کوئی نہ ہو تو رسول اللہ کو سلام کرو اور اس کی شرح میں حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

"لأن روح النبی صلی اللّٰه علیه وسلم حاضرة في بيوت اهل الاسلام." [۲]

یہ حکم اس لیے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلوک اقرب السبل میں لکھتے ہیں:

"با چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ درمیان علمائے امت است دریں مسئلہ را اختلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بلا شائبۂ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی اند و بر احوال امت حاضر و ناظر اند۔" [۳]

علمائے امت کے درمیان کثیر اختلافات اور مذاہب کے باوجود اس مسئلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ معنی مجازی کا شائبہ اور تاویل کا کوئی شائبہ نہیں دائم اور باقی ہیں۔ اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر ہیں

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا درود و سلام کے لیے طہارت شرط ہے؟
اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: عبدالجلیل، محلہ سالار گنج، بہرائچ (یو. پی.)- ۲۶/ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ صلاۃ و سلام پڑھنے کے لیے باوضو ہونا شرط ہے یا نہیں، مسجد کا ہونا شرط ہے یا نہیں، لاؤڈ اسپیکر کا ہونا شرط ہے یا نہیں؟ چند آدمی آواز بنا کر ایک ساتھ پڑھنا افضل ہے یا فرداً فرداً۔ کیا کھڑے، بیٹھے، لیٹے کیا ہر حالت میں صلوٰۃ و سلام پڑھ سکتا ہے، یا کھڑا ہونا ضروری

[۱] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب، پ:۲۱، آیت ٦۔
[۲] شرح شفا، ج:۳، ص:٤٦٤، سلفیه، مدینه منوره۔
[۳] سلوك اقرب السبل بالتوجه إلى سيد الرسل على هامش اخبار الاخيار، ص:٥٥۔

ہے۔ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھتا ہے تو اس کا عقیدہ کیسا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کیا حضور بھی حاضر و ناظر ہیں۔ اگر دونوں اس صفت میں متحد ہوں تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کیا فرق ہے؟

الجواب

درود و سلام پڑھنے کے لیے باوضو رہنا ضروری نہیں، مگر بہتر یہی ہے کہ باوضو رہے۔ اسی طرح مسجد کا ہونا ضروری نہیں، مگر مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ اس لیے کہ اس میں زیادہ تعظیم ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہابی کھڑے ہوکر درود و سلام پڑھنے کو حرام و شرک کہتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے زیادہ تر کھڑے ہوکر ہی درود شریف پڑھا جائے، تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ یہ شرک و بدعت و حرام نہیں۔ لاؤڈ سپیکر پر درود و سلام پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر لاؤڈ سپیکر پر پڑھنے میں چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا اعلان دور دور تک ہوتا ہے۔ اس لیے لاؤڈ سپیکر پر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ مجمع کے ساتھ درود و سلام پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بہ نیت حسن مستحسن ہے۔ مثلاً غافلوں کو تنبیہ اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے غیظ دلانا مقصود ہو۔ بلا شبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے:

”اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا۔“[1]　　اے نبی ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

شاہد کے اصل معنی حاضر کے ہیں۔ نماز جنازہ کی دعا میں جو حدیث سے ثابت ہے:

”اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا“　　اے اللہ ہمارے زندے و مردے اور حاضر و غائب کی مغفرت فرما۔

دوسری حدیث میں ہے:

”فلیبلغ الشاھد الغائب۔“[2]　　حاضر، غائب کو میرا پیغام پہنچا دے۔

اور ہر حاضر کے لیے ناظر ہونا ضروری ہے۔ اس لیے ”اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا۔“ کے معنی ہوئے اے محبوب ہم نے تم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔ حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں لکھتے ہیں:

”روحہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام۔“[3]　　حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”سلوک اقرب السبل“ میں فرماتے ہیں:

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب، پ:۲۲، آیت ۴۵

[2] بخاری شریف، ج:۱، ص:۲۱، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب، رضا اکیڈمی

[3] شرح شفا، ج:۳، ص:۴۶۴، سلفیہ، مدینہ منورہ

"وبراحوال امت حاضر وناظر اند۔" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے احوال پر حاضر وناظر ہیں۔

اللہ عزوجل اگرچہ شہید وبصیر ہے مگر اس کی ذات پر حاضر وناظر کا اطلاق جائز نہیں بلکہ بہت سے فقہا نے یہ لکھا ہے کہ جو اللہ عزوجل کو حاضر وناظر کہے کافر ہے، اور اگر بالفرض اللہ عزوجل پر اس کا اطلاق صحیح بھی ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر کہنے کی وجہ سے شرک لازم نہیں آئے گا۔ جیسے اللہ عزوجل حفیظ، علیم، سمیع، بصیر ہے۔ مگر اس کا اطلاق غیر خدا پر خود قرآن مجید میں وارد ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ارشاد فرمایا:

"اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ." [1] بیشک میں حفیظ (حفاظت والا) علیم (علم والا) ہوں۔

ہر انسان کے لیے اللہ عزوجل نے فرمایا:

"فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا." [2] تو ہم نے اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

وجہ فرق یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی، قدیم، واجب، غیر متناہی ہے، اور انبیاے کرام واولیاے عظام ودیگر مخلوقات کی ہر صفت عطائی، ممکن، حادث، متناہی ہے۔ اس لیے اگر بالفرض اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہو تو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے سے شرک لازم نہیں آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا نبی امتی کے حال سے باخبر رہتے ہیں؟ اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہنا جائز ہے۔

مسئولہ: محبت علی، کپڑے والے، کمال گنج، فرخ آباد (یو. پی.)

مسئلہ ۱ کیا ہر نبی اپنی امت کے ہر امتی کے ہر حال سے ہمہ وقت باخبر رہتے ہیں؟

۲ اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہنا اور حاضر وناظر جاننا کیسا ہے؟

الجواب

۱ یہ ممکن ہے کہ ہر نبی ہر وقت اپنے ہر امتی کے جملہ احوال کی خبر رکھتا ہو مگر اس سلسلے میں مجھے کوئی دلیل نہیں ملی، البتہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ثبوت ہے۔ ارشاد فرمایا، مولی عزوجل نے زمین میرے پیش نظر فرمادی میں زمین کو اور زمین میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں، جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو (طبرانی)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] قرآن مجید، سورة یوسف، آیت ۵۵، پ: ۱۳

[۲] قرآن مجید، سورة الانسان، آیت ۷٦، پ: ۲۹

۲ اٹھتے بیٹھتے یا رسول اللہ کہنا بلا شبہہ جائز و مستحسن و باعث برکت ہے، اور بلا شبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔قرآن کریم میں حضور کو شاہد کہا گیا۔اور شاہد کے اصل معنی حاضر ہی کے ہیں۔گواہ کو شاہد اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ موقع پر حاضر رہتا ہے۔نماز جنازہ کی دعا ہے۔

"اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا" — اے اللہ ہمارے زندے و مردے اور حاضر و غائب کی مغفرت فرما۔

حضرت ملا علی قاری نے شرح شفا میں لکھا:

"روحه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم حاضرة في بيوت اهل الاسلام." [1] — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاے کرام زندہ ہیں۔غیر مقلدوں سے چند سوالات

مسئولہ: حاجی سیف الاسلام صاحب، لال چوک، پرانی بستی، مبارک پور اعظم گڑھ (یو. پی.)

مسئلہ آنحضور حاضر و ناظر نہیں ہیں اور اگر حاضر و ناظر ہیں اور ان کی وفات نہیں ہوئی ہے تو آپ یہ بتایئے کہ آنحضور کی قبر مدینہ میں کیسے ہے، اور کیوں ہے، اور پھر قرآن شریف میں ایک جگہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ." اور حدیث شریف میں موجود ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا یا جب وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ کے عالم میں مسجد حرام کے صحن میں ایک جانب سے دوسری جانب تلوار ننگی لے کر آ جا رہے تھے، اور وہ یہ سننے کو تیار نہیں تھے کہ حضور کا انتقال ہو چکا ہے، اور وہ کہہ رہے تھے کہ اگر کسی نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے تو میں اس کی گردن مار دوں گا، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک خطبہ دیا اور اس خطبے میں ارشاد فرمایا کہ: "من كان يعبد محمدا فان محمدًا قدمات ومن كان يعبد اللّٰه فان اللّٰه حي لايموت."

تو مذکورہ بالا آیت اور مذکورہ واقعہ کے متعلق علماے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں۔وضاحت فرمائیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ہمارے دلوں کے شکوک و شبہات کا ازالہ فرمائیں۔فقط

الجواب

علماے اہل سنت کا خواہ سلف ہوں یا خلف اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مزار پاک میں حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواهب اللدنيه میں

---

[1] شرح شفا، ج:۳، ص:٤٦٤، سلفيه، مدينه منوره

فرماتے ہیں:

"نقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورک انه علیه السلام حی فی قبره علی الحقیقة لا المجاز یصلی فیه باذان واقامة."(۱)

علامہ سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار میں حقیقی حیات کے ساتھ نہ کہ مجازی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ "سلوک اقرب السبل" میں فرماتے ہیں:

"باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبۂ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی اند وبر اعمال امت حاضر وناظر اند ومر طالبان حقیقت راومتوجہان آنحضرت رامفیض ومربی اند۔"(۱)

اس کے باوجود کہ علماے امت میں بہت سے اختلافات ہیں کسی ایک شخص کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ جس میں مجاز کا کوئی شائبہ نہیں اور تاویل کا توہم نہیں دائم وباقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر اور حقیقت کے طالبین اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچانے والے اور تربیت فرمانے والے ہیں۔

اور جب یہ مسئلہ اتفاقی ہے تو اس میں کوئی شبہہ کی گنجائش نہیں۔ حدیث میں ہے:

"لاتجتمع امتی علی الضلالة."(۳)　میری امت گمراہی پر اکٹھا نہیں ہو سکتی۔

دین دار، انصاف پسند مسلمانوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ لیکن وہابی غیر مقلدین کو ان کے گھر تک پہنچانے کے لیے چند حدیثیں بھی لکھوا دیتا ہوں۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق اٰدم وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصلاة فیه فان صلاتکم

تمہارے سب سے افضل دنوں میں جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اسی دن ان کا وصال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا،

---

[۱] مواهب اللدنیه، جلد سادس، ص؛۱۵۹

[۲] برحاشیه اخبار الاخیار ص:۵۵۔

[۳] مشکوٰة شریف، ص:۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مجلس برکات۔

معروضة عليّ فقال رجلٌ يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت يعني بليت فقال ان الله عزوجل حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء. رواه ابوداؤد والنسائي و ابن ماجة والدارمي والبيهقي في الدعوات الكبير.“ (۱)

اسی دن لوگ بے ہوش ہوں گے، اس لیے ان دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا، حالاں کہ آپ کا جسم مبارک معدوم ہوگا۔ فرمایا بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ انبیاے کرام کے جسم کو کھائے۔

یہ حدیث صحیح اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جملہ انبیاے کرام زندہ ہیں کیوں کہ اگر زندہ نہ مانا جائے اور وہابی غیر مقلدین کی طرح یہ مان لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر چکے ہیں البتہ صرف ان کا جسم باقی ہے تو پھر درود شریف پیش کرنا ایک لغو کام ہوگا اس لیے کہ جب حضور کو مردہ مانا تو پیش کرنے کے باوجود کوئی خبر نہ ہوگی۔ پھر پیش کرنے سے کیا فائدہ، اس لیے ماننا پڑے گا کہ اس حدیث کا صریح مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جملہ انبیاے کرام زندہ ہیں۔ اسی لیے شارحین نے اس حدیث کے تحت فرمایا۔ حضرت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

”فان الانبياء في قبورهم احياء.“ (۲)

انبیاے کرام اپنے مزارات میں زندہ ہیں۔

نیز اسی میں علامہ سید جمال الدین سے نقل فرمایا:

”ان الانبياء احياء في قبورهم فيمكن لهم سماع صلاتهم من صلى عليهم.“ (۳)

انبیاے کرام اپنے مزارات میں زندہ ہیں، اس لیے درود پڑھنے والوں کے درود شریف کا سننا انھیں ممکن ہے۔

پھر چند سطر بعد ہے:

”هذه المسائل كلها ذكرها السيوطي في كتابه الشرح الصدور في احوال القبور بالاخبار الصحيحة والأثار الصريحة قال ابن حجر كما افاده من

ان سب مسائل کو خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے اپنی کتاب ”شرح الصدور فی احوال القبور“ میں ذکر کیا ہے۔ اسے صحیح احادیث اور صریح آثار سے ثابت کیا ہے۔ سند

[۱] سنن ابن ماجه، ج:۱، ص:۷٦، كتاب الصلوٰة باب في فضل الجمعة۔مشكوٰة، ص:۱۲۰۔
[۲] مرقاة شرح مشكوٰة، ج:۲، ص:۲۰۹
[۳] مرقاة شرح مشكوٰة، ج:۲، ص:۲۰۹

ثبوت حیات الانبیاء حیاۃ بھا یتعبدون ویصلون فی قبورھم امر لامریۃ فیہ فقد صنف البیھقی جزءً فی ذالک." [۱]

الحفاظ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ افادہ کہ انبیاے کرام کے لیے ایسی حیات ثابت ہے کہ وہ عبادت بھی کرتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں اپنی قبروں میں اس میں کوئی شک نہیں۔

ملا علی قاری نے اس حدیث کے بارے میں مزید فرمایا۔ اسے نسائی اور دارمی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح اور بیہقی نے دعوات کبیر میں بھی روایت کیا۔ امام نووی نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔ ابن دحیہ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسے عادلوں نے عادلوں سے نقل کیا۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود وتشھدہ الملائکۃ وان احدا لن یصلی علی الاعرضت علی صلا تہ حتی یفرغ منھا قال قلت فبعد الموت قال وبعد الموت ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق." [۲]

جمعہ کے دن مجھ پر درود بہ کثرت پڑھا کرو اس لیے کہ وہ یوم مشہود ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تم میں سے جو کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حتی کہ تم اس سے فارغ ہو جاؤ میں نے عرض کیا وصال کے بعد؟ فرمایا اور وصال کے بعد بھی بیشک اللہ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ انبیا کے جسموں کو کھائے تو اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دی جاتی ہے۔

علماے اہل سنت کو جانے دیجیے دیوبندی جماعت کے صف اول کے مقتدا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی بذل المجہود میں لکھتے ہیں:

"فان الانبیاء فی قبورھم احیاء." انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

سائل نے حضرت صدیق اکبر کا جو قول نقل کیا ہے: "وان محمدا قدمات."

غیر مقلدین کے طور پر اس کا جواب سیدھا سادھا یہ ہے کہ یہ ایک صحابی کا قول ہے: "وان اللّٰہ حرم علی الارض." (الحدیث) اور "فنبی اللّٰہ حی یرزق." حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد ہے اور غیر مقلدین کے اصول کے طور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کو بہر حال صحابی کے ارشاد پر ترجیح ہے۔ اس لیے راجح وہی ہوگا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسی طرح آیۂ کریمہ: "وانک میت

[۱] مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج:۲، ص:۲۱۰

[۲] سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ص:۱۱۸

وانهم میتون." سے بھی کوئی غیر مقلد معارضہ نہیں کرسکتا ہے۔ کیوں کہ ان کے اصول میں داخل ہے کہ اگر کوئی آیت کسی حدیث کے منافی ہے تو ان کے یہاں ترجیح حدیث کو ہوتی ہے۔ اور ہم اہل سنت کے طور پر اس کا جواب یہ ہے کہ وعدۂ الٰہیہ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی موت طاری ہوئی، مگر پھر حیات حقیقی عطا فرمادی گئی، اور کفن دفن سب ظاہر کے اعتبار سے ہوا، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا وہ بھی ظاہر کے اعتبار سے فرمایا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں پہلے: "**بعد الموت**" ہے اور پھر فرمایا: "**فنبی اللّٰہ حی**" یہاں بھی وہی بات ہے کہ بعد الموت جو فرمایا وہ ظاہر کے اعتبار سے ہے اور "**حی یرزق**" جو فرمایا یہ حقیقت کے اعتبار سے فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ:- سوال مذکورہ بالا کسی غیر مقلد مولوی کا لکھا ہوا ہے اس لیے اس سوال کے مرتب کرنے والے غیر مقلد سے ہم دو سوال کرتے ہیں۔ اول حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے یا مسلمان؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ کہنا کہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے یا نہیں؟ اور ایسا لکھنے والا کافر ہے یا مسلمان؟ اور ایسے لکھنے والوں کو جو شخص ولی شہید مانے وہ مسلمان ہے یا کافر؟

حضور کے حاضر و ناظر ہونے پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ امام حسین کی شہادت کے وقت حضور کربلا میں موجود تھے۔

مسئولہ: محمد بدرالدین احمد، محلّہ عمر گنج، بلتھرا روڈ، ضلع بلیا - ۱۹ر رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین ذیل میں کہ

زید نے میلاد پاک میں لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور حضور قبر میں تشریف لاتے ہیں اور فرشتے منکر نکیر مردے سے سوال کرتے ہیں۔ تیسرا سوال:

"**ما کنت تقول فی هذا الرجل**"　　اس مرد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

مردہ اگر مومن ہے تو جواب دیتا ہے: "**محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.**" المختصر اپنی خطابت کو ختم کرتا ہے۔

بعدۂ بکر کو خطابت کے لیے بلایا گیا جو مسجد کے امام ہیں، بکر نے دوران خطابت کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حاضر و ناظر کہنا یا سمجھنا زیبا نہیں دیتا، بلکہ حضور پر یہ بہتان عظیم ہے۔ حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کے لیے آیا ہے۔ اس لیے کہ رسول اگر حاضر و ناظر ہوتے تو کربلا میں امام حسین کو شہید ہوتے وقت کیوں نہیں بچا لیے، حضور

کے حاضر و ناظر ہوتے ہوئے کیوں حضور کے نواسے پر اتنے ظلم وتشدد ڈھائے گئے، آپ دیکھتے رہے کیوں نہیں بچا لیے، اور حضور قبر میں تشریف نہیں لاتے ہیں۔ ان کو اتنی فرصت کہاں ہے کہ قبر میں تشریف لائیں فرشتے انھیں ساری خبریں پہنچاتے ہیں یہ تمام باتیں کہتے ہوئے بکر نے تقریر کا اختتام کیا تو کیا بکر کے اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

الجواب

بکر وہابی معلوم ہوتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''سلوک اقرب السبل'' میں لکھا ہے، اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنا جائز نہیں، شہید و بصیر کہنا چاہیے۔ مشکوٰۃ میں یہ حدیث ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کربلا میں موجود تھے اور شہدا کے خون کو شیشی میں جمع فرما رہے تھے، پھر بکر وہابی سے پوچھیے کہ حضرت امام حسین اللہ عزوجل کے نبی کے نواسے تھے، اللہ نے ان کو کیوں نہیں بچایا؟ پھر حضرت یحییٰ وزکریا علیہما السلام اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے، یہودیوں نے انھیں شہید کر دیا، اللہ تعالیٰ نے انھیں کیوں نہیں بچایا؟ واللہ تعالیٰ اعلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک مومنوں کے گھر میں حاضر ہے

مسئولہ: محمد ادریس، محلّہ حیدرآباد، مبارک پور

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں:

زید نے کہا کہ جو کچھ کہوں گا میں اللہ اور رسول کو حاضر و ناظر جان کر کہوں گا تو کیا زید اسلام سے خارج ہوگیا؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا بلا شبہہ درست ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''سلوك اقرب السبل بالتوجه الى سيد الرسل'' میں فرماتے ہیں:

''باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ	علماے امت میں کثیر اختلافات کے باوجود کسی ایک شخص کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی حیات

وسلم بحقیقت حیات بے شائبۂ مجاز وتو ہم تاویل دائم وباقی اند براعمال امت حاظر وناظر۔''[1]	کے ساتھ مجاز یا تاویل کے کسی شائبہ وتو ہم کے بغیر دائمی اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر۔

ایک حدیث ہے جب گھر میں جاؤ اور کوئی نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہو، اس کی شرح میں ''شرح شفا'' میں حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

''لأن روح النبی صلی اللّٰه علیه وسلم حاضرة فی بیوت جمیع اهل الاسلام.''[2]	اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:''اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ .''[3] اَوۡلٰی کا ترجمہ قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں اقرب کیا ہے، یعنی سب سے زیادہ نزدیک۔ اب آیت کا ترجمہ یہ ہوا ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ مومنوں سے نزدیک ہیں۔ اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاظر و ناظر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کیا دیگر انبیا بھی حاضر و ناظر ہیں؟

مسئولہ: چنے ٹیلر ماسٹر، محلّہ وزیر باغ، آنکھ اسپتال روڈ، نزد پھل منڈی، بہرائچ

مسئلہ زید ایک سنی المذہب آدمی ہے اور عبد الرحیم ایک وہابی المذہب آدمی ہے۔ زید نے کہا حضور علیہ السلام خدا کی عطا کردہ طاقت سے حاضر و ناظر ہیں اور اولیاے کرام بھی۔ اس پر عبد الرحیم نے کہا، کیا حضور کے علاوہ جتنے انبیاے کرام آئے سب کے سب ایک ساتھ حاضر و ناظر ہیں اور صحابی اور صحابیہ جتنی بھی تعداد میں ہوئے انبیا اور اولیا میں سے کوئی بھی ایک یا ایک سے زیادہ شخص ایسے نہیں جو حاضر و ناظر نہ ہوں۔ اس پر زید نے کہا، ہاں ایسا ہی ہے، یہ میرا عقیدہ ہے۔ براے مہربانی بتائیے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا غلط۔ دوسری بات یہ کہ سارے انبیا و اولیا حاضر و ناظر ہیں، ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی حاضر و ناظر صفت نہ ہو۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

---

[1] سلوك اقرب السبل بالتوجه الى سيد الرسل على هامش اخبار الاخيار،ص:٥٥

[2] شرح شفا،ج:٢،ص:٤٦٤، مكتبه سلفيه، مدينه منوره، قديم نسخه،ص:١١٧

[3] قرآن مجيد، پ:٢١،سورة الاحزاب،آيت:٦

الجواب

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ عطاے الٰہی حاضر و ناظر ہیں۔ دیگر انبیاے کرام اور اولیاے کرام کے لیے یہ عقیدہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔
بلاشبہہ حضور کو غیب حاصل ہے۔

مسئولہ: محمد کرامت علی، بالون گرام، تھانہ کلیا چک، ضلع مالدہ، بنگال

مسئلہ جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

1. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے یا نہیں؟
2. حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟
3. حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور سے ہیں یا نہیں؟

الجواب

1. بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل ہے، قرآن مجید میں ہے:

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ." [1]

2. صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، ارشاد ہے:

"يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا." [2]

اور شاہد کے اصل معنی حاضر کے ہیں۔ نمازِ جنازہ کی دعا میں ہے: و شاهدنا و غائبنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

3. حدیث میں ہے:

"يا جابر ان اللّٰه قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره." [3]

ان مسائل پر علماے اہل سنت کی بہ کثرت تصانیف موجود ہیں، ان کا مطالعہ کریں، مثلاً خالص الاعتقاد، انباء المصطفیٰ، الکلمۃ العلیا، صلوٰۃ الصفا، الشاهد، جاء الحق. واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] قرآن مجید، پ:۳۰، سورۃ التکویر، آیت:۲۴

[2] قرآن مجید، پ:۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت:۴۵

[3] صلات الصفا فی نور المصطفیٰ، ص:۳

حضور کو عالم الغیب کہنا منع ہے۔

مسئولہ: ماسٹر سید مختار حسن قادری، رسول پور، ضلع کٹک، اڑیسہ

مسئلہ زید کھلے عام کہتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست نہیں ہے؟

الجواب

بعض الفاظ کی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، ان کا اطلاق اللہ عز وجل کے علاوہ کسی پر نہیں ہوتا، جیسے ''رحمٰن'' کہ اگر چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں مگر حضور کو رحمٰن کہنا منع ہے۔ اسی طرح اگر چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں مگر عالم الغیب کہنا منع ہے۔ مگر وہابی اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے۔ یہ ان کی گم راہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا انبیاے کرام جب چاہیں غیب جان لیتے ہیں، یا جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے انھیں باخبر کرتا ہے؟

مسئولہ: محمد اعجاز احمد، مقام و پوسٹ بیگم پور، ضلع سمستی پور، بہار- ۱۳؍ ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

 (۱) زید کہتا ہے کہ وحی یا کشف والہام سے اس کا علم (علم غیب) حاصل کرنا انبیا علیہم السلام اور اولیاے کرام کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کہ جب چاہیں اپنے ارادہ اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کی وحی یا الہام اتار لیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے ارادہ اور فیصلہ سے وحی یا الہام فرماتا ہے۔ زید کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟ بر تقدیر ثانی کتاب وسنت کی روشنی میں جواب تحریر کریں۔

(۲) زید کہتا ہے کہ معجزہ یا کرامت نبی یا ولی کا فعل نہیں ہوتا، جن کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی و ولی اس کے صرف مظہر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**سبحان الذی اسریٰ بعبده.**'' یعنی وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو راتوں رات یہ معجزانہ سفر کرایا۔ زید کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟ بر تقدیر ثانی اس کا صحیح جواب کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کریں۔ ان سارے سوالوں کا جواب کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر فرما کر عند اللہ مشکور ہوں۔

الجواب

دونوں سوالوں کا حاصل ایک ہی ہے، علمِ غیب بھی نبی کا معجزہ ہے اور معجزہ نبی کی قوت میں ہوتا ہے اور دیگر معجزات کی طرح علم غیب بھی، منکرین کے سب سے بڑے پیشوا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں لکھا، سو بعینہ یہ مضمون: "علمت علم الاولین و الآخرین ہے۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ معجزۂ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانۂ تقرری بہ طور سند نبوت ملتا ہے اور بہ نظر ضرورت ہر وقت قبضے میں رہتا ہے۔"[1] حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا۔ نبوت وہ وصف ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے۔ جس کی وجہ سے غیر سے ممتاز ہوتا ہے۔ نبی چند قسم کے خواص کے ساتھ مختص ہوتے ہیں: "الی ان قال" ثانی۔ نبی میں ایک صفت (قوت) ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ معجزات دکھاتا ہے، جیسے ہمیں یہ قوت ہے کہ ہم اپنے ارادے سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہی قدرت ہے۔ "الی ان قال" ثالث۔ اسے ایک ایسی قوت ہوتی ہے۔ جس سے یہ جان لیا کرتا ہے کہ غیب میں کیا ہوگا، اصل عبارت یہ ہے: "قال الغزالی النبوة عبارة عما یختص به النبی ویفارق به غیره وهو یختص بانواع من الخواص. (الی ان قال) ثانیها . انّ له فی نفسه صفة بها تتم الافعال الخارقة للعادة کما انّ لنا صفة تتم بها الحرکات المقرونة بارادتنا وهی القدرة. (الی ان قال) رابعها. انّ له صفة بها یدرک ماسیکون من الغیب."[2] حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"ومتیٰ تشاء یخبرک عما فی غد." جب تم چاہو تمھیں بتادیں گے کل کیا ہونے والا ہے۔

دوسری احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ فرمایا:

"فتجلی لی کلّ شئی وعرفت."[3] مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے جان لیا۔

جب ہر چیز جان لیا تو یہ کہنا کہ بتانا اختیار میں نہیں اس حدیث کا انکار ہے۔ نیز فرمایا:

"اعطیت بمفاتیح خزائن الارض."[4] مجھے زمین کے کل خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔

مسند امام احمد میں ہے:

"اوتیت بمقالید الدنیا."[5] مجھے دنیا کی تمام کنجیاں دی گئیں۔

---

[1] تحذیر الناس ص:۷
[2] زرقانی علی المواهب جلد اول، ص:۱۹، ۲۰۔
[3] مشکوٰۃ المصابیح، ص:۷۲، الفصل الثالث، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔
[4] صحیح مسلم، ص:۱۹۹، ج:۱، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔
[5] مسند امام احمد بن حنبل، ص:۳۲۹، ج:۳۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا:

”اَنِّیٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ ج وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ج۔“(۱)

میں تمھارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اور اصل اسناد میں حقیقی ہے جب تک کہ مجازی پر قرینہ قائم نہ ہو اور معنی اسناد حقیقی سے صارف کسی درجے کا نہ ہو، اور یہاں کوئی صارف نہیں اس لیے اسناد حقیقی ہونا متعین اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلق ”ابراء، احیاء پر قدرت ثابت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور غیب داں ہیں مگر عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ حضور کو رحمٰن کہنا جائز نہیں۔ منکر شفاعت کا حکم۔ برزخی زندگی دنیاوی زندگی سے مختلف ہے۔ کتاب قصص الانبیا کی حکایت کے بارے میں سوال کا جواب۔ کتاب قصص الانبیا غیر معتبر ہے۔

مسئولہ: حمزہ خاں، سلیم پور، رسول پور، اعظم گڑھ (یو. پی.) ۱۱ر صفر ۱۴۱۱ھ

مسئلہ ① مولانا غلام نبی بن عنایت اللہ صاحب نے قصص الانبیا میں لکھا ہے کہ حضور کو معراج شریف میں دودھ، شراب دیا گیا۔ حضور نے دودھ اٹھایا اور پی لیا، مگر تھوڑا چھوڑ دیئے۔ اللہ کا حکم ہوا کہ پورا پی جاؤ۔ تو حضور پی گئے۔ تو اللہ کا حکم ہوا کہ اگر پورا پیتے تو آپ کی امت میں بالکل برے نہیں ہوتے مگر تھوڑا چھوڑنے کی وجہ سے تھوڑے لوگ برے ہو گئے، اگر شراب پیتے تو سب لوگ برے ہوتے۔

② انسان مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا تو قبر میں جانے کے بعد منکر نکیر آتے ہیں اور اس سے حساب کرتے ہیں، اور پھر آخرت میں اس سے حساب ہوگا، اور وہ اپنے اعمال کے مطابق جنت میں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کبھی نہیں مرتا۔ موت کسے کہتے ہیں؟ موت کس چیز کا نام ہے؟

(۱) قرآن مجید، آلِ عمران ۳، آیت: ۴۹، پارہ: ۳۔

③ ایک مسلمان نہ وہ نماز پڑھتا ہے، نہ روزہ رکھتا ہے، بلکہ شراب پیتا ہے، ناچتا اور نچواتا، اس کو کیا کہا جا سکتا ہے، اس کے جنازے میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

④ ہر کلمہ گو جنتی ہے۔ اگر ہر کلمہ گو جنتی ہے تو ایک نمازی کے ساتھ بے نمازی بھی جنتی ہے۔ کیوں کہ وہ کلمہ گو ہے۔

⑤ ماجد نے کہا اکرم سے کہ حضور آخرت کے دن ہر ایک مسلمان کو جنت میں بھجوائیں گے، تو کریم نے کہا نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا جب ایک پیغمبر اپنے ایک نافرمان بیٹے کو جنتی نہیں بنا سکتا تو ایک نبی کیسے اپنے نافرمان امتی کو جنتی بنا سکتا ہے؟

⑥ ماجد نے کہا اکرم سے حضور عالم الغیب ہیں، اس لیے کہ اگر عالم الغیب نہ ہوتے تو کیسے بتاتے کہ آگے چل کر ہماری امت کی ۷۳ رفرقہ ہوں گے۔ اکرم نے کہا نہیں، حضور عالم الغیب نہیں، اس لیے اگر عالم الغیب ہوتے تو یہ ضرور بتاتے کہ قیامت کس سن میں آئے گی، اور بھی دلیل پیش کی۔

الجواب

آپ کے سارے سوالات مناظرانہ ہیں، مناظرانہ سوالات کے لیے آپ علما کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی استفادہ کر لیا کریں۔ دارالافتا کو دارالمناظرہ نہ بنائیں۔

① قصص الانبیا نامی کتاب غیر معتبر ہے، اس میں بہت سی موضوع واہیات، خرافات روایتیں بھری پڑی ہیں۔ صحیح روایتوں میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ اور شراب پیش کیا گیا۔ حضور نے دودھ پی لیا تو ارشاد ہوا تم نے فطرت کو اختیار کیا، اگر شراب پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ یہ روایت کہیں میری نظر سے نہیں گزری کہ دودھ تھوڑا سا چھوڑ دیا اور پھر بعد میں پیا، اور نہ یہ کہیں میں نے دیکھا کہ اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سب برے ہو جاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② دنیوی زندگی ختم ہونے کا نام موت ہے۔ مرنے کے بعد برزخی زندگی شروع ہوتی ہے وہ دنیوی زندگی سے مختلف ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں چار مہینے کے بعد بچے کے جسم میں جان ڈال دی جاتی ہے اور وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ماں کے پیٹ کی بھی زندگی زندگی ہے مگر دنیا کی زندگی سے مختلف ماں کے پیٹ میں غذا کچھ اور ہے۔ غذا حاصل کرنے کا طریقہ بھی کچھ اور ہے۔ آکسیجن حاصل کرنے کا بھی طریقہ کچھ اور اسی طرح برزخی زندگی بھی دنیوی زندگی سے مختلف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

③ یہ فاسق معلن بدکردار فاجر ہے، مگر اسے کافر نہیں کہہ سکتے۔ گناہ کی وجہ سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھنا فرض کفایہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

④ یہی غلط ہے کہ ہر کلمہ گو جنتی ہے، کلمہ گو تو قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی بھی ہیں مگر یہ جنتی نہیں کافر مرتد

جہنمی ہیں۔ منافقین بھی کلمہ گو تھے۔ مگر ان کے بارے میں فرمایا گیا:

"اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج." (۱)　　بیشک منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ ہر مسلمان جنت میں ضرور جائے گا، اب اس کی دو صورت ہے۔ ایک یہ کہ وہ بہ طور سزا جہنم میں بغیر گئے شروع ہی سے جنت میں جائے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو کچھ دن جہنم میں رہنے کے بعد جنت میں جائیں گے۔ جو مسلمان حرام و گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں ان میں سے تو کچھ لوگ وہ ہیں۔ جنھیں معاف کر دیا جائے گا۔ خواہ اللہ عزوجل اپنی رحمت سے خود معاف فرمائے گا، یا کچھ لوگ وہ ہوں گے کہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر پوری سزا بھگتنے سے پہلے ہی کسی کی شفاعت یا اللہ عزوجل کی مہربانی سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑤ ماجد نے صحیح کہا، اکرم نے غلط کہا اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور احتیاطاً تجدید ایمان و نکاح بھی کرے۔ اکرم کے قول سے لازم آتا ہے کہ وہ مطلقاً شفاعت کا منکر ہے۔ حالاں کہ شفاعت کے حق ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ." (۲)　　وہ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے۔

معلوم ہوا اذن کے بعد کچھ لوگ شفاعت کریں گے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اعطیت الشفاعة." (۳)　　مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی." (۴)　　میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔

رہ گیا حضرت نوح علیہ السلام کا ان کے بیٹے کے ساتھ معاملہ تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ کافر تھا کافر کے لیے شفاعت نہیں۔ اگر چہ وہ نبی کی اولاد ہو۔ امتی کے لیے شفاعت ہے، اگر چہ کوئی خونی رشتہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] قرآن مجید، سورة النساء٤، آیت:١٤٥، پ:٥۔
[۲] قرآن مجید، سورة البقرة٢، آیت:٢٥٥، پ:٣
[۳] صحیح مسلم، ص:١٩٩، ج:١، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰة۔
[٤] مشکوٰة المصابیح، ص:٤٩٤، الفصل الثانی، باب الحوض والشفاعة۔

❻ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہہ حتماً، یقیناً، جزماً، غیب داں تھے، اور ہیں یہ قرآن مجید کی کثیر آیتوں اور سیکڑوں احادیث سے ثابت ہے، جو تفصیل دیکھنا چاہے وہ ''الدولة المكية، الفيوض الملكية، خالص الاعتقاد، انباء المصطفى، ادخال السنان اورالكلمة العليا''وغیرہ کا مطالعہ کرے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا:

''عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ .''[1]
اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا سوائے ان رسولوں کے جسے اس نے چن لیا۔

اور فرمایا:

''مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ''[2]
اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہر کس و ناکس کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب فرمالیتا ہے۔

مسند امام احمد، ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فتجلیٰ لی کل شئی فعرفت .''[3]
تو ہر چیز میرے لیے روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لیا

اور ایک روایت میں ہے:

''فعلمت مافی السمٰوات والارض .''[4]
آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب میں نے جان لیا۔

رہ گیا یہ خبر نہ دینا کہ کس سن میں قیامت قائم ہوگی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ جانتے نہیں تھے۔بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جاننے کے باوجود راز میں رکھی جاتی ہیں۔انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے۔علامہ صاوی تفسیر جلالین کی شرح میں لکھتے ہیں:

''قال العلماء الحق انه لم یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعه اللّٰه علی تلک الخمس لکنه امر بکتمها .''[5]
علمانے فرمایا یہ حق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں پر حضور کو مطلع فرمادیا تھا البتہ ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا تھا۔

---

[1] قرآن مجید، سورة الجن، آیت:٢٦،٢٧، پ:٢٩
[2] قرآن مجید، آلِ عمران، آیت:١٧٩پ:٤۔
[3] مشكوٰة المصابيح، ص:٧٢، الفصل الثالث، باب المساجد و مواضع الصلوٰة۔
[4] مشكوٰة شريف، ص:٧٢۔
[5] صاوی شریف، ج:٣، ص:٢٦١۔

زرقانی علی المواہب میں طبرانی کے حوالے سے یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہٖ.“[1]	بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے کر دیا ہے تو میں دنیا کو اور دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔

اس لیے یہ ارشاد اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہو کہ قیامت کب قائم ہوگی، ورنہ یہ فرمانا درست نہ ہوگا کہ قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو دیکھ رہا ہوں۔ البتہ اللہ عز و جل کے علاوہ کسی کو عالم الغیب کہنا منع ہے، کیوں کہ یہ لفظ اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہے، جیسے لفظ ”رحمٰن“، جس کے معنی بہت مہربان کے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ رحمتِ عالم ہیں مگر حضور کو رحمٰن کہنا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ لفظ اللہ عز و جل کے لیے خاص ہے۔ اسی طرح اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام غیوب کے عالم ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا منع ہے، اس لیے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ اکرم نے چوں کہ اس بات کا انکار کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اس لیے وہ کافر ہو گیا۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اس بات کو سچ جانے اور زبان سے اقرار کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو عالم الغیب کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: مولوی محمد یوسف، امام مسجد جھمیا ٹولہ، فیروزہ آباد، آگرہ- ۱۳ر صفر ۱۴۰۶ھ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ علم غیب کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر فرمائیں۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عز و جل نے جمیع ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہہ غیب جانتے تھے، غیب داں ہیں۔ مگر حضور پر لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق درست نہیں۔ لفظ ”عالم الغیب“ اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہے، دوسرے پر اس کا اطلاق درست نہیں۔ اس کی مثال لفظ ”رحمٰن“ ہے اس کے باوجود کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، قرآن میں حضور کو ”رحیم“ فرمایا گیا، پھر بھی حضور کو رحمٰن کہنا جائز نہیں، اس لیے یہ لفظ اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہے۔ ویسے ہی لفظ ”عالم الغیب“ ہے کہ اس کے باوجود کہ حضور جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہیں، حضور کو عالم الغیب کہنا درست نہیں، اس لیے کہ اللہ عز و جل کے ساتھ

[1] زرقانی علی المواہب، ص:۲۰۴، ج:۷۔

خاص ہے۔ ہمارا اور دیوبندیوں کا اختلاف یہ نہیں ہے کہ ہم حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں اور دیوبندی منع کرتے ہیں۔ ہمارا ان کا اس سلسلے میں اختلاف یہ ہے کہ، دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا، حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں تھی، اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں تھا۔ حضور کے لیے علمِ غیب ماننا شرک ہے۔ شیطان کا علم حضور سے زیادہ ہے۔ حضور جیسا علم ہر کس و ناکس، زید، عمرو بکر بلکہ ہر بچہ اور پاگل اور تمام حیوانات اور چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔ اس کے برخلاف تمام امت کے مطابق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام ''ما کان و ما یکون'' کا علم عطا فرمایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ حضور سے زیادہ تو بڑی بات ہے، حضور کے مساوی بھی مخلوقات میں کسی کو علم غیب حاصل نہیں۔ علمِ غیب کے لغوی معنی ہیں پوشیدہ بات کا جاننا۔ علم غیب کی شرعی تعریف یہ ہے:

''الخفی الذی لا یدرکه الحس ولا یقتضیه بداهة العقل.''(۱)　　وہ پوشیدہ چیز جس کو حواس پنج گانہ سے نہ جانا جا سکے اور نہ بداہت عقل سے اس کا جاننا ممکن ہو۔

علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہو، جیسے وجود باری اور قیامت کے حالات، جنت و دوزخ وغیرہ۔ علم غیب کی پہلی قسم یعنی وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہوا سے کوئی بھی دلائل کے ذریعہ جان سکتا ہے، جیسا کہ فلاسفہ نے وجود باری اور عالم کے حادث ہونے کو جانا ہے۔

دوسری قسم، یہ رسول کا خاصہ ہے۔ مخلوقات میں اگر کسی کو بھی حاصل ہوتا ہے تو رسول کے بتانے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے علم غیب کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

مسئولہ: از پرولیا، مغربی بنگال

مسئلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب کلی تھا یا نہیں؟ نیز آپ کے ہمہ وقت ہمہ جگہ حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں علمائے اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے۔

الجواب

بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب حاصل تھا۔ تفصیلی دلائل کے لیے ''جاء الحق'' ''الکلمة العلیا'' کا مطالبہ کریں۔ بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''سلوک اقرب السبل'' میں فرماتے ہیں:

---

[۱] تفسیر بیضاوی، زیر آیت ''ویؤمنون بالغیب''

''باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در میان علماے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بلا شائبۂ مجاز وتوہم تاویل باقی اند وبر احوال امت حاظر و ناظر اند۔''

علماے امت میں کثیر اختلاف کے باوجود کسی ایک شخص کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ مجاز یا تاویل کے کسی شائبہ وتوہم کے بغیر دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اللہ کی عطا سے غیب جانتے تھے، حضور کو عالم الغیب کہنا منع ہے، کیا حضور مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟ سلام میلاد کے آخر میں کیوں پڑھا جاتا ہے؟

مسئولہ: سراج احمد، بسکٹ والے محلّہ منصور گنج، بہرائچ شریف -۱۲ر صفر ۱۴۱۴ھ

مسئلہ ① حضور عالم الغیب تھے یا نہیں؟ اگر عالم الغیب تھے تو اس کی دلیل کیا ہے۔ جب کہ بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے حضور کا عالم الغیب ہونا ثابت ہے۔

② حضور میلاد میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟ اگر لاتے ہیں تو کیا شروع میلاد سے رہتے ہیں، یا بیچ میں آتے ہیں اگر بیچ میں آتے ہیں تو اس وقت کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور حاضر وناظر ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضور تشریف لاتے ہیں تو اب اس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضور حاضر وناظر ہیں تو تشریف لانے کا کیا مطلب؟ اور اگر حضور تشریف لاتے ہیں تو کیا بدکار، زانی، مکار، طوائف وغیرہ اگر میلاد کرائیں تو حضور وہاں بھی تشریف لے جائیں گے؟

الجواب

یقیناً بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ عطاے الٰہی غیب جانتے تھے۔ جو قرآن کی آیات اور سیکڑوں احادیث سے ثابت ہے۔ سورۂ جن میں فرمایا:

''عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ.''[1]

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الجن، آیت:۲۶، ۲۷، پ:۲۹

مسند امام احمد، ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث ہے کہ، اللہ عزوجل نے اپنا دست قدرت میرے سینے پر رکھا تو مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی، تفصیل کے لیے ''**الدولة المكية، خالص الاعتقاد، انباء المصطفىٰ، الكلمة العليا**'' کا مطالعہ کریں۔ جن آیتوں سے نفی ثابت ہوتی ہے۔ ان میں علم ذاتی مراد ہے، ورنہ قرآن مجید میں تعارض لازم آئے گا۔ البتہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا منع ہے۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی مثال لفظ ''رحمٰن'' ہے جس کے معنی مہربان ہیں اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمٰن کہنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں لفظ ''رحیم'' کہہ سکتے ہیں بلکہ قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحیم فرمایا گیا۔ ارشاد ہے: ''**وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.**''[1] غیب جاننے والا دانائے غیب وغیرہ کہہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ سلوک اقرب السبل میں لکھا ہے:

''یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بلا شائبہ مجاز دائم و باقی اند و بر احوال امت حاظر و ناظر اند۔''	کسی ایک کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ جس میں کسی مجاز کا شائبہ اور تاویل کا توہم نہیں دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔

رہ گیا عوام کیا کہتے ہیں اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔ میلاد شریف میں صلاۃ وسلام اس تصور سے نہیں پڑھا جاتا کہ اس وقت حضور تشریف لاتے ہیں۔ جیسے التحیات میں ہے: ''**السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاتهٗ.**'' کوئی التحیات میں سلام اس اعتقاد سے نہیں پڑھتا کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، اسی طرح میلاد شریف میں صلاۃ وسلام اس اعتقاد سے کوئی نہیں پڑھتا کہ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میلاد میں تشریف لاتے ہیں۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ اخیر میں کیوں پڑھتے ہیں، یہ سوال ناسمجھی پر مبنی ہے جس وقت بھی آپ درود وسلام پڑھیں گے، تو کوئی بھی یہ سوال کرسکتا ہے کہ اس وقت کیوں پڑھتے ہیں۔ اس کو آپ یوں سمجھئے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ہمیں درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں کسی وقت کا تعین نہیں ہم جس وقت بھی پڑھیں گے اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ اب اگر کوئی شخص عشا بعد بیٹھ کر بلا ناغہ پابندی کے ساتھ سو بار درود شریف پڑھتا ہے اس کو آپ بھی مانیں گے کہ یہ کار ثواب ہے اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ عشا بعد بیٹھ کر سو بار درود کیوں پڑھتے ہیں، تو آپ اس کی سند نہیں پیش کرسکتے ہیں اور یوں ہی

[2] قرآن مجید، سورة التوبة، آیت: ۱۲۸، پ: ۱۱

کہیں گے کہ اللہ عزوجل نے چوں کہ درود و سلام پڑھنے کے لیے کسی وقت کی تعین نہیں کی ہے۔ اس لیے ہم جس وقت بھی پڑھیں گے وہ حکم خداوندی کی تعمیل ہوگی۔ اس کو اصول فقہ کی کتابوں میں اصول الشاسی وغیرہ میں لکھا ہے: ''الاتی بای فرد کان آتیا للما موربه.'' مطلق کا حکم یہ ہے کہ اس کے کسی فرد کا ادا کرنے والا ماموربہ کا ادا کرنے والا ہے۔ تفصیل کے لیے اثبات ایصال ثواب کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم غیب کا معنیٰ۔ کیا حضرت عائشہ نے علم غیب کا انکار کیا ہے؟

حضور نور ہیں یا بشر؟

مسئولہ: ایم. اے. راشد، مدرسہ احسن العلوم، ڈالٹن گنج۔ ۱۷ر رمضان ۱۴۰۱ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

① علم غیب کے کیا معنی ہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو کون سا؟ اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے جو بخاری شریف میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جو کوئی تم سے کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے تو وہ جھوٹا ہے۔ (بخاری و ترمذی) اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟

② حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور تھے یا بشر، اور قرآن کریم کی اس آیت کا ترجمہ: قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ.'' کیا ہوگا؟ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہی تھے، اور بہار شریعت حصہ اول کی عبارت ''کہ انبیا سب بشر تھے اور مرد'' سے کیا مراد ہے۔ بہ ظاہر قرآن کریم اور بہار شریعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت ثابت ہے۔

دونوں سوالات کے جوابات مکمل و مدلل مع حوالہ کتب حنفی سے دے کر مشکور فرمائیں۔ چوں کہ آج کل ان دونوں سوالات پر مسلمانوں کا اتحاد ختم ہوتا جارہا ہے۔

الجواب

① دارالافتا میں اتنی فرصت نہیں کہ مناظرانہ سوالات پر کتاب لکھے، سائل ان مسائل کو حل کرنا چاہتا ہے تو علماے اہل سنت کی کتابیں مطالعہ کرے۔ مثلاً ''خالص الاعتقاد، الدولة المكية، الكلمة العليا، جاء الحق، صلاة الصفا.'' وغیرہ علی سبیل الاختصار تحریر ہے۔ قاضی بیضاوی نے تفسیر میں علم غیب کی یہ تعریف کی وہ علم جو حواس پنج گانہ سے نہ حاصل ہو، اور جس پر بداہۃ عقل حکم نہ کرے۔ بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو علم غیب حاصل تھا۔ قرآن کریم میں ہے:

”مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ.“[1]

اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہر کس و ناکس کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

اور فرمایا:

”عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ.“[2]

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

تیسری جگہ فرمایا:

”وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ.“[3]

یہ رسول غیب بتانے پر بخیل نہیں۔

اور کثیر آیتوں سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد تیس سے تجاوز ہے، اور احادیث اس باب میں اتنی کثیر ہیں کہ ان کا شمار نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول ہے کسی صحابیہ یا صحابی کا قول قرآن کے مقابلے میں لائق ترجیح نہیں۔ علاوہ ازیں اس سے مراد علم غیب ذاتی ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ام المومنین نے قرآن کا انکار کیا اور یہ سوائے رافضی کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ جس طرح اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے:

”وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ.“[4]

اور فرمایا: وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ.“[5]

مگر پھر بھی آپ کو رحمٰن کہنا منع ہے۔ حالاں کہ آپ رحمت عالم ہیں اور لغوی اعتبار سے رحیم اور رحمٰن کے معنی ایک ہی ہیں، صرف اس وجہ سے کہ رحمٰن اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے۔ اسی طرح اس کے باوجود کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے، مگر لفظ عالم الغیب کا اطلاق آپ پر منع ہے۔ اس لیے کہ لفظ عالم الغیب اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ یوں سمجھو کہ عزوجل کے معنی ہیں عزت والا، بزرگی والا، اور بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوقات سے زیادہ عزت و بزرگی والے ہیں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[1] قرآن مجید، سورۃ آل عمران، آیت: ۱۷۹، پ: ٤

[2] قرآن مجید، سورۃ الجن، آیت: ۲٦، پ: ۲۹

[3] قرآن مجید، سورۃ التکویر، آیت: ۲٤، پ: ۳۰

[4] قرآن مجید، سورۃ الانبیاء، آیت: ۱۰۷

[5] قرآن مجید، سورۃ التوبۃ، آیت: ۱۲۸، پ: ۱۱

وسلم کے نام اقدس کے ساتھ عزوجل لگانا منع ہے۔ اس لیے کہ عزوجل اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ یہی حال لفظ عالم الغیب کا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور بھی تھے اور بشر بھی تھے۔ دونوں میں منافات نہیں۔ قرآن مجید ہی میں ہے: ''قدجاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین.'' اس آیت میں نور سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ حدیث میں ہے: ''یاجابر ان اللّٰہ قد خلق نور نبیک من نورہ.'' نور اور بشر میں کوئی تنافی ہو تو لکھیں۔ بلا شبہہ یہ حق ہے کہ سارے انبیاے کرام بشر تھے اور مرد۔ اور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بشر تھے، اور مرد تھے اور اب بھی ہیں وہابیوں اور ہم میں یہ اختلاف نہیں کہ وہابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مانتے ہیں اور ہم نہیں مانتے۔ اختلاف یہ ہے کہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی و ولی ہماری طرح معمولی بشر تھے۔ عاجز و ناداں چمار سے بھی زیادہ ذلیل تھے، کمتر تھے، اور اہل سنت کہتے ہیں کہ بشر تھے، اور ہیں مگر ہماری طرح عاجز و ناداں و ذرۂ ناچیز سے کمتر نہیں۔ بلکہ اللہ کے محبوب اور اس کے مصطفیٰ، مجتبیٰ، مرتضیٰ رسول ہیں، بہ ظاہر بشر ہیں، اور حقیقت میں نور ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

مصطفیٰ بکشاید ار پر جمیل　　تا ابد بے ہوش ماند جبرئیل

یہ پر جمیل کیا ہے، اور کیا جلوہ ہے جو جبرئیل امین کو بھی بے ہوش کر دے۔ جس کو آپ یوں سمجھو کہ خود جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتے ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ فرشتے نوری مخلوق ہیں، مگر یہی جبرئیل انسانی شکل میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ حتی کہ صحابہ کرام بھی زیارت کرتے۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا تمثیل سمجھئے حقیقت میں نور ہیں اور نور ہوتے ہوئے کیا ہیں، یہ کوئی نہیں جان سکا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''**لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی.**'' اور بہ ظاہر بشر تھے، اور بہ نص قرآنی نور بھی ہم ظاہر کے ساتھ قرآن پر ایمان لانے کے مکلّف۔ لہٰذا اجماعی طور پر یہ ایمان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ ان دونوں مسئلوں میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہ ہے نہ رہے گا۔ البتہ اہل سنت و جماعت اور وہابیوں کا ہے، اور رہے گا۔ اس کو نہ آپ ختم کر سکتے ہیں اور نہ کوئی ختم کر سکتا ہے۔ جب کہ حدیث میں وارد ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر جہنمی ایک جنتی۔ اور اہل سنت اور وہابی دیوبندی کا اختلاف بنیادی یہ مسئلہ نہیں، بلکہ یہ ہے کہ دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا صحیح نہیں، اگر آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ایسا علم تو ہر وکس وناکس بلکہ ہر بچے، پاگل بلکہ سب حیوانوں اور چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔ حوالے کے لیے آپ نے بہار شریعت حصہ اول کا حوالہ سوال میں دیا ہے اسے دیکھ لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا مقطعات کا علم حضور کے سوا کسی اور کو ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب حاصل ہے یا بعض؟ ما کان و یکون کا مطلب۔ وما یعلم تاویلہ الا اللّٰہ کی تفسیر۔ اللہ عزوجل کی ذات وصفات کا احاطہ کوئی نہیں کرسکتا۔ ایک مرید کیا کسی دوسرے پیر سے مرید ہوسکتا ہے؟

مسئولہ: غلام سرور، شیب پور، ہوڑہ، ویسٹ بنگال- ۲۹ر صفر ۱۴۱۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) حروف مقطعات کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اولیاے عظام کو سینہ بہ سینہ حاصل ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل علم غیب حاصل ہے یا بعض؟ اگر کل علم غیب حاصل ہے تو اللہ کے علم کا مساوی ہے یا کم؟ اگر اللہ کے علم کے مساوی ہے تو اعلیٰ حضرت نے یہ کیوں فرمایا کہ اللہ کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہے آپ کے علم کی حد کیوں مقرر کی؟ زید کہتا ہے کہ اللہ نے اپنا سارا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا، مگر عمر اس کا منکر ہے۔ عمر کا قول ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو علم غیب سے سرفراز فرمایا ہے۔ مگر کل علم غیب جس کا خدا متحمل ہے رسول اللہ کو عطا فرمایا اس طور پر کہ خدا اور رسول کے علم میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ اسے تسلیم نہیں کرتا۔ آپ بالتفصیل روشنی ڈالیے کہ مساوات میں خدا اور رسول اللہ بالکل برابر ہیں یا کم وبیش؟

(۳) زید بیعت کے شرف سے مشرف ہے، مگر پیر ومرشد سے دوری یا پیر ومرشد کے پردہ پوشی اور شجرہ فوت ہوجانے کے سبب دوسرے پیر سے بیعت ہونے کا خواہش مند ہے۔ آیا بیعت دوبارہ کے سلسلے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) غالبًا ابریز شریف یا الیواقیت والجواہر میں عارف باللہ حضرت سیدنا عبد العزیز دباغ قدس سرہ کا یہ قول منقول ہے کہ اولیاے کرام میں جو اہل خدمت ہیں وہ اس وقت تک اپنے منصب پر فائز نہیں ہوتے۔ جب تک

مقطعات کا ان کو علم نہ ہو اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے اولیاے کرام کو بھی مقطعات کا علم ہوتا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اس میں کسی سے الجھا جائے یا اگر کوئی انکار کر دے تو اس کی تضلیل و تفسیق کی جائے۔ مقطعات متشابہات میں سے ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا:

”وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا.“[1]

یہاں دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ پر وقف تام اور **و الراسخون** جملہ مستانفہ۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ متشابہات کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اس تفسیر پر بھی علم سے مراد ذاتی علم ہوگا، جو اللہ کی صفت ہے، تو اب انبیا و اولیا سے عطائی کی نفی نہ ہوگی۔ قاضی بیضاوی نے اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ کے سوا ان کے معنی کوئی نہیں جانتا۔ حتی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب لغو ہو جائے گا۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقطعات کا علم تھا۔ اب اگر ذاتی و عطائی کا فرق نہ کریں گے تو بات نہیں بنے گی۔ مجھے بتانا یہ ہے کہ اس تفسیر کی بنا پر بھی یہ آیت اس کے منافی نہیں کہ حضرات انبیاے عظام و اولیاے کرام مقطعات کا علم رکھتے ہیں۔ اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ **و الراسخون فی العلم** کا اللہ پر عطف ہے اب معنی یہ ہوئے اور اس کی تاویل اللہ اور پختہ علم والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اب یہ آیت اس کی دلیل ہوگی کہ انبیاے کرام و اولیاے عظام مقطعات کا علم رکھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ آپ کے یہاں ہوڑہ ٹکیہ پاڑہ میں ایک عظیم الشان دار العلوم ہے، آپ کو چاہیے تھا کہ وہاں حاضر ہو کر وہاں کے علماے کرام سے اس مسئلہ کو سمجھ لیتے یا پھر بریلی شریف بھیج دیتے۔ اس مسئلہ میں پوری تشفی کے لیے آپ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ ”خالص الاعتقاد“ کا مطالعہ کرلیں تو آپ کی ساری الجھن دور ہو جائے گی۔ صرف دو ایک باتیں لکھوا دیتا ہوں۔ امید ہے کہ یہی کافی ہوں گی۔ دیوبندی انتہائی بد دیانت اور خدا ناترس قوم ہے ان کے عقیدے میں جھوٹ بولنا عبادت ہے۔ اسی لیے تو عوام تو عوام ان کے بڑے بڑوں نے اپنے مذہب کی یہ سب سے بڑی عبادت ہمیشہ ادا کی ہے۔ ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنا سب علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا یہ ممکن بھی نہیں۔ شرعاً، عقلاً محال۔ دیوبندیوں نے شان الوہیت و رسالت میں جو گستاخیاں کی ہیں ان پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ فریب کار یہودی صفت ہمارے عقیدے کو غلط طور سے بیان کرتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے محض اپنے فضل سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان بڑھانے کے لیے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[1] قرآن مجید، سورۃ آل عمران، پارہ: ۳، آیت: ۷

وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم عطا فرمادیا۔ ماکان ومایکون سے مراد یہ ہے کہ جس دن سے دنیا کی تخلیق ہوئی اس دن سے لے کر قیامت قائم ہونے تک جتنی چیزیں عالم وجود میں آچکی ہیں یا آئیں گی وہ سب ماکان ومایکون ہیں۔ اوران سب کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ دیوبندی اسی کو سب علم مانتے ہیں، اورانھوں نے جسے خدا گمان کرلیا ہے اس کا بس اتنا ہی علم محدود مانتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان ظالموں نے اللہ ہی کو نہیں پہچانا اور کیسے پہچانیں گے۔ جب کہ انھوں نے رسول ہی کو نہیں پہچانا۔ اب آئیے ماکان ومایکون کے علاوہ علوم کی وہ بحر بیکراں دیکھئے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

ماکان ومایکون سے یہ علوم خارج ہیں۔ اول:- ذات باری تعالیٰ کا علم۔ دوم:- صفات باری تعالیٰ کا علم، یہی دونوں ایسے ہیں کہ کسی مخلوق کے لیے ان کا حصول محال ہے۔ ذات باری تعالیٰ غیر متناہی، اس کی صفات غیر متناہی، صفات کی تعداد بھی غیر متناہی اور ہر صفت غیر متناہی۔ ذات باری تعالیٰ اوراس کی صفات واجب قدیم غیر متناہی، غیر مخلوق، کس مخلوق کی مجال کہ ان کا احاطہ کرسکے۔ سوم:- ممتنعات کا علم یعنی وہ چیزیں جن کا وجود محال ہے یہ بھی غیر متناہی۔ چہارم:- ممکنات میں وہ اشیا جن کا وجود نہ ماضی میں ہونہ مستقبل میں مثلاً یاقوت کا پہاڑ موجود ہو ممکن ہے، مگر نہ ماضی میں کبھی موجود ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا۔ اس لیے یہ ممکن ہے مگر موجود نہیں اور ماکان ومایکون سے خارج اور غیر متناہی۔ پنجم:- کسی بھی چیز کا علم محیط تفصیلی مثلاً ایک ذرہ کہیں فرض کیجیے، اور اس کا نام الف رکھیے۔ اس کی دوری دوسرے ہر ہر ذرہ سے تفصیلی طور پر پھر ہر ہر موجود تفصیلی طور پر مثلاً آپ نے ہندوستان میں کسی جگہ الف فرض کیا وہاں سے اس ذرہ کی دوسرے ذرات سے دوری خواہ وہ اسی ریگستان میں ہوں یا دنیا کسی حصے میں مثلاً یورپ یا امریکہ میں۔ پھر دنیا کے تمام درختوں سے دوری پھر درختوں کے پتے پتے سے دوری، پھر مکانات سے دوری، اور مکانات کے ذرے ذرے سے دوری، پھر اسی طرح صحراؤں، پہاڑوں، دریاؤں پھر فضا کے اجزائے متخیلہ پھر چاند سورج آسمان کے ذرہ ذرہ سے اس فاصلہ کا علم، اوراس سے پیدا ہونے والی وضع اور ہیئت کا علم وغیرہ وغیرہ۔ علوم کثیرہ یہ بھی ماکان ومایکون سے خارج ہیں۔ اگر میں ان پانچوں علوم کی تفصیل کروں تو دفتر ہوجائے، پھر بھی کما حقہ تفصیل نہ ہوسکے گی۔ یہ سب ماکان ومایکون سے خارج ہیں، اور یہ سارے علوم غیر متناہی بالفعل ہیں اور ماکان ومایکون متناہی بالفعل اور یہ حق ہے کہ، متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ وہ نسبت نہیں جو ایک قطرہ کو ساتوں سمندروں سے ہے اس لیے کہ یہاں ساتوں سمندر کتنے ہی عظیم سہی لیکن ہیں متناہی۔ تو یہاں قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی سے ہوئی اور جمیع ماکان ومایکون متناہی اور علوم باری تعالیٰ غیر متناہی بالفعل تو یہاں متناہی کی نسبت غیر متناہی سے۔ اسی لیے اس اعتقاد پر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل ہے۔ دیوبندیوں کا یہ الزام دینا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو باری تعالیٰ کے علم کے برابر کردیا، گمراہ گردی وفریب دہی ہے اہل سنت

کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و مایکون کا علم حاصل تھا، اتنا ہمیں معلوم ہے اس کے علاوہ اور کثیر علوم حاصل تھے، اسے وہ جانیں یا ان کا رب جانے، اس کی کوئی تعیین و تحدید نہیں کی جاسکتی۔ امید ہے کہ آپ اصل مسئلہ کو سمجھ گئے ہوں گے، اور اگر بالفرض نہ سمجھے ہوں تو مقامی علما کی طرف رجوع کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اپنے مرشد سے اعراض اور استنکار کے بغیر کسی بھی مرشد برحق سے طلب فیض کے لیے بیعت ہوسکتا ہے، ایسے کو طالب کہتے ہیں، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ اپنے پہلے مرشد کو فراموش نہ کرے، ان سے ذرہ برابر بد اعتقادی تو دور کی بات ہے، بے اعتقادی بھی نہ رکھے، یہ سم قاتل ہے، کسی اللہ والے سے اعراض سم قاتل ہے، بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ میرے مرشد برحق ہی کا فیض ہے جو مجھے ان دوسرے پیر صاحب تک پہنچایا۔ البتہ اس کا لحاظ رکھے، اگر سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہے تو طالب بھی کسی سلسلۂ قادریہ میں ہو جو کسی بادشاہ کا غلام ہے وہ اگر کسی صوبہ کے والی کا غلام بنے تو یہ اس کی ترقی نہیں تنزلی ہے۔ ع: ہمیں شیران جہاں بستہ ایں فتراک اند۔ مزرع چشت و بخارا و سمرقند و عراق۔ کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے علم غیب کا انکار کفر ہے

مسئولہ: مشتاق احمد قادری رفاقتی، سکریٹری مدرسہ الجامعۃ الغوثیہ، و منتظم کار توسیع جامع مسجد سمستی پور، بہار – ۲۰/ اگست ۱۹۸۷ء

مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبر نہیں (معاذ اللہ) ایسا عقیدہ رکھنے والا کیسا مسلمان ہے، جواب قرآن و حدیث کے حوالوں سے عنایت فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

الجواب

ایسا شخص کافر ہے، اس لیے کہ یہ قرآن مجید کی صریح آیت کا انکار کر رہا ہے۔ ارشاد ہے:

”مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ.“[1]

اللہ تعالیٰ ہر کس و ناکس کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا، ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

”عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ.“[2]

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے برگزیدہ رسولوں کے۔

[1] قرآن مجید، سورة آل عمران، پاره: ٤، آيت: ١٧٩

[2] قرآن مجید، سورة الجن، پاره: ٢٩، آيت: ٢٦–٢٧

اور فرماتا ہے:

”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ.“(۱) یہ رسول غیب کی بات بتانے پر بخیل نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلا شبہہ حضور کو علم غیب تھا

مسئولہ: ہارون رشید، موضع سمی ٹولہ، رام پور، پوسٹ شنکر پٹا ولی، ضلع دیوریا

 حضور کو علم غیب تھا کہ نہیں؟

الجواب

بلا شبہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا جو قرآن مجید کی آیتوں اور سیکڑوں احادیث سے ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہے

مسئولہ: سید عبد الرحمٰن

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں!

(۱) فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ.(یونس:۲۰)

(۲) قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ.(النمل:۶۵)

(۳) رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ.(الانعام:۵۰)

(۴) فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ.(الجن:۲۶)

(۵) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى.(النجم:۳-۴)

(۶) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ.(آل عمران:۱۷۵)

(۷) وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ.(البقر:۲۵۵)

(۸) مستقبل کے واقعات کا بھی علم انسان کو نہیں جیسا کہ کلام پاک میں ارشاد ہے:”وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ.“(لقمان:۳۴)

(۹) وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ.(ہود:۳۱)

(۱۰) تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا.(ہود:۴۹)

[۱] قرآن مجید، سورۃ التکویر، پارہ:۳۰، آیت:۲۴

نوٹ: جیسا کہ سورۂ ہود اور لقمان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم مثلاً قیامت، بارش، موت، مادر شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی، اور کل کیا ہوگا، ان باتوں کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ بہ ذریعہ وحی جو علم غیب وقتاً فوقتاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے۔ نبوت کا اتم نامہ غیبی علم ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بعض آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ اس کا علم تم کو نہ تھا جیسا کہ غزوۂ تبوک میں عدم شرکت بعض لوگوں کے متعلق سورۂ توبہ میں ذکر ہے۔ جہاں جھوٹی قسمیں کھا کر اجازت حاصل کر لی تھی۔ حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، سید کونین، سردار دو جہاں، سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علم غیب اللہ کی طرف سے عطا ہوا وہ بذریعۂ وحی، کشف، الہام، رویا (خواب) ہے جو نبوت کا اتم نامۂ غیبی علم ہے۔ اسی کو علم غیب عطائی کہتے ہیں۔ (اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا)

نوٹ: مذکورہ بالا آیات ربانی کے اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عالم الغیب ہیں اور آپ کو پورا علم غیب بغیر وحی کے بھی حاصل ہے۔ ایسے شخص کے لیے شرع میں کیا حکم ہے۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بہ عطائے الٰہی حاصل تھا یا نہیں یہ مسئلہ علمائے اہل سنت اور علمائے وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین کے مابین مختلف فیہ ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و مایکون کا علم عطا فرمایا۔ یہ عطا بذریعۂ وحی بھی ہے، بذریعۂ الہام بھی، بذریعۂ کشف بھی۔ اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مطلق علم غیب تو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتدا ہی سے تھا، مگر جمیع ما کان و مایکون کا علم نزول قرآن کے اختتام پر مکمل ہوا۔ اس پر قرآن کریم کی متعدد آیتیں اور بہ کثرت احادیث دلیل ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ." [۱]　　اے محبوب ہم نے تم پر ایسی کتاب اتاری جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اور فرمایا:

"وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ." [۲]　　یہ (قرآن) اپنے سامنے کی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔

كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کے وہی معنی ہیں جو جمیع ما کان و ما یکون کے ہیں۔ لہٰذا بہ نص قرآن ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید میں جمیع ما کان و ما یکون کا علم مذکور ہے۔ لہٰذا ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[۱] قرآن مجید، سورۃ النحل، آیت:۸۹، پ:۱٤

[۲] قرآن مجید، سورۃ یوسف، آیت:۱۱۱، پ:۱۲

وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل تھا۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

”فتجلی لی کل شئ و عرفت“(۱)	مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

ص: ۷۰ پر ہے:

”فعلمت ما فی السماوات و الارض.“(۲)	میں نے جان لیا جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما ماترک شیئًا یکون فی مقامہ ذٰلک الیٰ قیام الساعۃ الا حدث بہ.“(۳)	ایک بار ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، قیامت تک اس جگہ جو کچھ ہونے والا تھا سب کو بیان فرما دیا، کچھ نہیں چھوڑا۔

بخاری شریف میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

”قام فینا النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم.“(۴)	ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے، ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا۔

اور وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم حاصل نہ تھا، نہ ذاتی نہ عطائی۔ تقویۃ الایمان میں صاف صاف ہے۔ ”اللہ صاحب نے یہ طاقت (علم غیب) کسی کو نہیں بخشی۔“ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے: ”حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔“ یہی نہیں براہین قاطعہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ ”شیطان کے علم کی وسعت (زیادتی) قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم کی وسعت و زیادتی ماننا شرک ہے۔“ اور حفظ الایمان میں تو یہاں تک ہے کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید، عمرو بکر، ہر بچے، پاگل، چوپائے کو حاصل ہے۔“

[۱] مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۷۲، الفصل الثالث، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔

[۲] مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۷۰، الفصل الثانی، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔

[۳] مشکوٰۃ المصابیح، ص: ٤٦١، الفصل الاول، کتاب الفتن/صحیح مسلم، ص: ۳۹۰، ج: ۲، کتاب الفتن و أشرط الساعۃ۔

[٤] صحیح بخاری، ص: ٤٥٣، ج: ۱، کتاب بدء الخلق۔

دنیا میں کوئی مسلمان نہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسی بے ادبی و گستاخی کو برداشت کرے۔ اسی بنا پر علماے اہل سنت علماے دیو بند کو کافر کہتے ہیں۔ اب آپ اپنے سوال کا جواب لیجیے۔

جن آیتوں میں اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور سے علم غیب کی نفی سمجھی جاتی ہے ان سے مراد علم ذاتی ہے۔ اور جن آیتوں سے انبیا و اولیا کے لیے علم غیب ثابت ہوتا ہے ان سے مراد علم عطائی ہے۔ اگر یہ فرق نہ کریں گے تو قرآن مجید میں تعارض لازم آئے گا۔ دنیا میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی عطا کے بغیر ذاتی علم حاصل تھا۔ اس لیے یہ سوال ہی ساقط ہے۔ دیو بندی چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قطعاً علم غیب نہیں مانتے، نہ ذاتی، نہ عطائی۔ جب ان پر مذکورہ بالا آیات و احادیث سے الزام دیا جاتا ہے تو عاجز آکر اپنا بھرم قائم کرنے کے لیے اہل سنت پر جھوٹا الزام رکھتے ہیں کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ذاتی علم مانتے ہیں۔ عالم الغیب کہتے ہیں۔

اہل سنت کا بحمدہٖ تعالیٰ یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص علم غیب نہیں بلکہ ایک ذرے کا علم اللہ عزوجل کے علاوہ کسی مخلوق حتیٰ کہ انبیاے کرام یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذاتی مانے، کافر و مشرک ہے۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی عطا سے جمیع ما کان و ما یکون کا علم رکھتے ہیں، مگر پھر بھی آپ کو عالم الغیب کہنا منع ہے۔ یہ اس لیے کہ لفظ عالم الغیب اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی مثال لفظ ''رحمٰن'' ہے کہ اگر چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں مگر آپ کو رحمٰن کہنا منع ہے۔ کیوں کہ ''رحمٰن'' کا لفظ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ جس طرح رحمۃ للعالمین ہوتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمٰن کہنا منع ہے، رحیم و رؤف کہا جاتا ہے، اسی طرح جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتے ہوئے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''عالم الغیب'' کہنا منع ہے۔ مگر یہ کہنا درست ہے کہ آپ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم تھے۔ غیب جانتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم غیب سے متعلق شرح فقہ اکبر کی عبارت سے معارضہ کا جواب

مسئولہ: محمد ضامن علی قادری رضوی، مقام و پوسٹ بچھی پور خورد، گورکھپور یو. پی۔ ۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ شرح فقہ اکبر، ص: ۱۸۵ کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟

''ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمھم اللّٰہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یعلم الغیب بمعارضة قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی

السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ کذا فی المسامرۃ۔“
اردو زبان میں تشریح کیجیے۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق جس عبارت کو آپ نے شرح فقہ اکبر سے نقل کیا اس کی تشریح یہ ہے کہ انبیاے کرام غیب کی باتیں نہیں جانتے تھے مگر وہ باتیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انھیں مطلع فرمایا اور حنفیہ نے اس شخص کو صراحۃً کافر کہا جو یہ اعتقاد رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے، کیوں کہ آیت کریمہ: قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ.[1] سے معارضہ لازم آتا ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں اس صورت میں کفر ہوگا اور آیت کریمہ سے معارضہ لازم آئے گا، جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ذاتی علم سے مانا جائے ورنہ آیت سے معارضہ اور کفر کی کوئی صورت ہی نہیں، کیوں کہ سورہ جن میں فرمایا گیا: ”عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ.“[2] اور ایک جگہ فرمایا: ”مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ.“[3] اور خود ملا علی قاری نے اس عبارت میں فرمایا: ”الا ما اعلمهم اللّٰه.“ یعنی انبیاے کرام اللہ تعالیٰ کے بتانے سے غیب جانتے ہیں۔ یہ استثنا متعین کر رہا ہے کہ تکفیر اس صورت میں ہے جب کہ علم ذاتی کا اثبات انبیا کے لیے کیا جائے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کے عطا کردہ علم سے انبیاے کرام غیب جانتے تھے۔ اور اگر اس کے متعلق زیادہ تحقیق طلب ہو تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالۂ مبارکہ ”خالص الاعتقاد“ کا مطالعہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

حضور کو علم غیب مکمل کب دیا گیا؟
حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کا علم حضور کو تھا یا نہیں؟

مسئولہ: محمد علی حسین، بھگوان پور، ٹیگور باڑہ، اساڑیادہ، مرشد آباد، بنگال - ۱۵؍ شوال ۱۴۱۹ھ

مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل علم غیب کب دیا گیا؟ اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا اس وقت حضور کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اگر حضور کو علم غیب تھا تو اس سے انکار کرنے والے پر کیا حکم نافذ ہوگا، قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

علم غیب کو کما حقہ سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل رسائل کا مطالعہ کریں۔ خالص الاعتقاد، انباء المصطفیٰ، الدولۃ

[1] قرآن مجید، سورۃ النمل، آیت: ٦٥، پ: ٢٠ [2] قرآن مجید، سورۃ الجن، پارہ: ٢٩، آیت: ٢٦-٢٧
[3] قرآن مجید، سورۃ ال عمران، پارہ: ٤، آیت: ١٧٩

المکیۃ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتدا ہی سے علم غیب عطا فرمایا گیا۔ اس لیے کہ نبی کے لیے علم غیب جاننا لازم ہے۔ علم غیب نبی کے خصائص سے ہے، جو علم غیب نہیں جانے گا وہ نبی نہ ہوگا، لیکن جمیع ما کان و ما یکون پر اطلاع اس وقت مکمل ہوئی جب نزول قرآن کی تکمیل ہوئی۔ قرآن کی تکمیل سے پہلے اگر بالفرض دو ایک باتوں کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا، وہ اس کے منافی نہیں کہ وہ غیب کے عالم تھے۔ جیسے علما میں کوئی عالم تمام علوم کا عالم نہیں ہوتا، لیکن بہ نسبت عوام کے کثیر اور بہت زیادہ علوم کا عالم ہوتا ہے، اس لیے اُسے عالم کہتے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی عالم ایک آدھ مسئلے میں یہ کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں تو یہ اس کی دلیل نہیں کہ عالم ہی نہیں جب کہ وہ بہت کثیر وافر علوم کا جامع ہے۔ اسی طرح اگر یہ مان لیا جائے کہ نزولِ قرآن کی تکمیل سے قبل بعض غیوب کو حضور نہیں جانتے تھے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ غیب ہی نہیں جانتے تھے، جب کہ بہت کثیر در کثیر وافر غیوب کو جانتے تھے۔ اور ہار والے قصہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضور کو معلوم نہیں تھا کہ ہار کہاں ہے۔ مگر چوں کہ معلوم تھا کہ یہیں آیت تیمّم نازل ہوگی، جس سے امت کے لیے آسانی ہوگی، اس لیے بہ اطمینان آرام سے سوئے۔ واضح ہو کہ یہ ہار منگنی کا تھا۔ کسی کا ہار غائب ہو جائے وہ بھی منگنی کا وہ بھی عرب کے ریگستان میں تو وہ اتنے اطمینان سے سوئے گا؟ جس اطمینان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس رات سو رہے تھے۔ اسی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے کہ حضرت صدیق اکبر حاضر ہوئے اور حضرت ام المومنین پر عتاب فرمایا، انگلیوں سے کچو کے مارے اور فرمایا، تو نے مسلمانوں کو اور رسول اللہ کو ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور نہ ان کے ساتھ پانی ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ بات یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ ہار بہ حفاظت اونٹ کے پیٹ کے نیچے ہے، صبح کو جب اونٹ اٹھایا جائے گا تو مل ہی جائے گا، مگر اسی جگہ آیت تیمّم نازل ہوگی، اس لیے قیام فرما لیا۔ لہٰذا اس واقعہ سے یہ ثابت کرنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا، جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نبی کا معنی کیا ہے؟ کیا حضور کو ما کان و ما یکون کا علم ہے؟

مسئولہ: احمد حسین رضوی، مدرسہ شمس العلوم، مکند گڑھ، جھنجھنوں راجستھان- ۱۹؍ رجب ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

(۱) زید کہتا ہے کہ ”نبی“ کا معنی غیب بتانے والا، لغت کی کسی کتاب میں نہیں۔

(۲) زید کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ما کان و ما یکون“ کا علم ہرگز نہیں تھا۔ اس کے برعکس بکر کا کہنا ہے کہ حضور کو ”ما کان و ما یکون“ کا علم تھا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ''نبی'' کا معنی غیب بتانے والا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو لغت کی کس کتاب میں؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ما کان و ما یکون'' کا علم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں مع حوالہ جات تحریر فرمائیں؟

نیز زید و بکر میں کون حق پر ہے؟ اور زید کی طرح عقیدہ رکھنے والے شخص کا حکم کیا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) لغت کی مشہور کتاب ''المنجد'' میں نبی کے معنی ''غیب کی خبر دینے والے'' تحریر ہے۔ واضح ہو کہ ''المنجد'' کا مصنف عیسائی ہے۔ پھر نبی کے معنی غیب کی خبر دینے والے، دیوبند کے مشہور فاضل اور دیوبندی جماعت کے سرمایۂ افتخار ادیب عبدالحفیظ بلیاوی صاحب نے بھی مصباح اللغات میں نبی کے معنی ''غیب کی خبر دینے والے'' لکھا ہے۔ المنجد میں ہے: ''النبی المخبر عن الغیب.''[۱]۔

مصباح اللغات میں ہے: ''النبی- اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی خبر بتانے والا۔''[۲]

(۲) حق یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کی تکمیل پر جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہو گئے تھے۔ ارشاد ہے: ''وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ.''[۳]

اور فرمایا: ''مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ.''[۴]

بخاری وغیرہ میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا:

''قام فینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا بدء الخلق حتی دخل الجنة منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظه و نسیه من نسیه .''[۵]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے، ابتداے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبر دی، اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا، جو بھول گیا بھول گیا۔

اس کے علاوہ اس مضمون کی کثیر احادیث کریمہ ہیں۔ تفصیل کے لیے الدولة المکیه، الفیوض المکیه، ادخال السنان، خالص الاعتقاد کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] المنجد، ص:۷۸٤

[۲] مصباح اللغات، ص:۸٤۷

[۳] قرآن مجید، سورة النحل، آیت:۸۹، پ:۱٤

[٤] قرآن مجید، سورة یوسف، آیت:۱۱۱، پ:۱۲

[٥] بخاری شریف، کتاب بدء الخلق، ص:٤٥۳، ج:۱، رضا اکیڈمی

امورِ خمسہ کا علم حضور کو تھا یا نہیں

مسئولہ: محمد اشرف حسین، مقام کدھون، پوسٹ بھوج پور، ضلع پلاموں (بہار) -۳ر صفر ۱۴۱۰ھ

مسئلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کل علوم غیبیہ جس میں علوم خمسہ بھی ہیں ثابت ہیں یا بعض؟ علامہ سید احمد آفندی نے غایۃ المامول میں کل علوم غیبیہ کے بطلان کا قول جو کیا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے؟ تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب

مولانا سید احمد برزنجی مفتی شافعیہ کا مذہب مختار یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علوم خمسہ کے علاوہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم تھا۔ جمیع ما کان و ما یکون میں علوم خمسہ بھی داخل ہیں۔ جیسا کہ الدولۃ المکیۃ میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے تحقیق فرمائی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علوم خمسہ کا علم تھا یا نہیں، یہ مسئلہ ہمیشہ مختلف فیہ رہا ہے اور یہ ظنی ہے۔ اس میں موافق یا مخالف کسی کی تکفیر تو بڑی چیز ہے، تفسیق بھی جائز نہیں، دلائل متعارض ہیں۔ مجھے اتنی فرصت نہیں کہ میں اس موضوع پر کوئی کتاب لکھوں۔ علماے اہل سنت کی بہت سی کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں۔ یہاں تو مجھے، ہاں، نہیں میں جواب دینا مشکل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم غیب پر دیوبندی اعتراض کا تفصیلی جواب۔ وما علمناه الشعر وما ينبغي له کی تفسیر۔

مسئولہ: جناب جمال احمد صاحب بریلی شریف -۲۳ر محرم الحرام ۱۳۷۷ھ -۱۵ر اگست ۱۹۵۷ء

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غلیظ القلب وہبڑہ کہتا ہے عقائد قطعیہ کو ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلائل کی ضرورت ہے اس لیے ہم قرآن کی اس آیت: "وما علمناه الشعر وما ينبغي له." سے استدلال کرتے ہیں جو اثبات مدعا میں بالکل صریح ہے آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں دیا اور یہ علم ان کی شان گرامی کے مناسب بھی نہیں ہے، اور چوں کہ شعر بھی ما کان و ما یکون میں داخل ہے اس لیے جب علم شعر کی نفی ہوگئی تو جمیع ما کان و ما یکون کا علم کہاں رہا۔ اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ ہمارے مخالفین کا دعویٰ کہ حضور کو ما کان و ما یکون کا علم حاصل تھا غلط ہوگیا کیوں کہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم عنوان ایجاب

کلی کے مترادف ہے اور ایجاب کلی کے ابطال کے لیے سلب جزی کافی وافی ہے۔ کیوں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتی ہے۔ اس سے مدعا ثابت ہوجاتا ہے اس کے لیے ہمارے مخالفین ایجاب کلی کے قائل ہیں اور ہم ایجاب جزئی اور سلب جزئی دونوں کے قائل ہیں، لہٰذا برائے مہربانی وہابی کے اس بکواس کا جواب بالدلائل عقلیہ اور نقلیہ عنایت فرمایا جائے۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

علم کے دو معنی آتے ہیں ایک جاننا، دوسرے ملکہ (یعنی کسی کام کی مشق رکھنا) یہ اطلاق زبان عربی میں بھی شائع ہے، اور اردو میں بھی۔ علم بمعنی دانستن کا محاورہ ہر شخص جانتا ہے۔ علم بمعنی ملکہ کے محاورات سنئے:

"قال اللّٰہ تعالیٰ. وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ."(۱) — ہم نے داؤد کو تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھا دیا کہ تمھیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کروگے؟

اس آیت میں تعلیم سے ملکہ دینا مراد ہے، ورنہ کون ایسا ہے جو علم بمعنی دانستن زرہ بنانا نہیں جانتا۔ حدیث شریف میں ہے:

"عَلّموا غلمانکم العوم، ومُقاتلتکم الرمی."(۲) — اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیراندازی سکھاؤ۔

دوسری حدیث میں لڑکیوں کے بارے میں ارشاد ہے:

"لا تعلموا هن الکتابة وعلموا هن الغزل." — عورتوں کو لکھنا مت سکھاؤ انھیں کاتنا سکھاؤ۔

ان احادیث کریمہ میں بھی تعلیم سے مراد ملکہ اور مشق ہے۔ اردو میں بولتے ہیں۔ "میں گھوڑے کی سواری نہیں جانتا، تم سائیکل چلانا نہیں جانتے۔" ان دونوں جملوں میں جاننے سے مراد ملکہ اور مشق ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب علم کی نسبت کسی صنعت کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد ملکہ ہوا کرتا ہے۔ جیسے وہ لوہاری جانتا ہے، وہ معماری جانتا ہے، ان دونوں جملوں میں صنعت کی طرف اضافت کی وجہ سے جاننے سے مراد ملکہ ہے ورنہ کون ہے جو نہیں جانتا کہ لوہا پیٹ کر فلاں چیز اس طرح بنائی جاتی ہے اور کون ہے جو نہیں جانتا کہ اینٹیں کیسے چنی جاتی ہیں مگر ملکہ سب کو نہیں ہوتا اب جب کہ علم کے دو معنی معلوم ہو چکے تو سنیے آیت کریمہ: "وما عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ."(۳) میں علم سے مراد ملکہ ہے یعنی ہم نے نہ ہی شعر کا ملکہ دیا اور نہ یہ تمہارے شایان شان ہے، اس قسم

[۱] قرآن شریف، پ:۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت:۸۰۔
[۲] مسند امام احمد بن حنبل، ج:۱، ص:٤٦، حدیث نمبر: ۳۳۔
[۳] قرآن مجید، سورہ یٰس، آیت: ٦٩، پ:۲۳۔

کے محاورات خود اردو میں ہیں۔ لوگ بولتے ہیں کہ فلاں کیا شاعری جانے، یعنی اس کو شاعری کا کیا ملکہ ہے اس کی تائید تفاسیر سے ہوتی ہے، تفسیر خازن میں ہے:

"ای ما یسهل له ذلک وما یصلح منه بحیث لواراد نظم شعر لم یتأت له ذلک." (۱)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے شعر آسان نہیں اور نہ ان کے لائق ہے، اگر وہ کوئی شعر بنانا چاہتے تھے تو نہ بنتا۔

اور تفسیر مدارک میں ہے:

"ای جعلناہ بحیث لو أراد قرض الشعر لم یتات له ولم یتسهل." (۲)

یعنی ہم نے انھیں ایسا بنایا کہ اگر شعر کہنا چاہیں تو نہ کہہ سکیں۔

ابو سعود میں ہے:

"ای جعلناه بحیث لواراد قرض الشعر لم یتات له." (۳)

انھیں ایسا بنایا کہ اگر شعر کہنا چاہیں تو نہ ہو سکے۔

تمام مفسرین نے وما علمناه کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر گوئی عطا نہیں کی اور انھیں شعر کہنے کا ملکہ نہیں عطا ہوا۔

کسی نے ان کے یہ معنی نہیں بیان کیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اشعار کا علم نہیں عطا ہوا اور سابقہ قرینہ کہ علم کی اضافت جب کسی صنعت کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد ملکہ ہوتا ہے یہی بتا رہا ہے کہ علم سے مراد ملکہ کی نفی ہے کیوں کہ شعر گوئی بھی ایک صنعت ہے۔ علاوہ ازیں علما نے تصریحیں کی ہیں اور احادیث کریمہ بھی وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا اشعار پڑھے ہیں اور اشعار پر تنقیدیں کی ہیں، اصلاح فرمائی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید الا کل شی ما خلا الله باطل." (۴)

سچی بات جو شاعر نے کہی وہ لبید کی بات ہے کہ سن لو خدا کے سوا ہر چیز باطل ہونے والی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام شعرا کے کلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر تھے جبھی تو یہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ لبید کا یہ مصرع تمام شعرا کے تمام کلمات سے صادق ترین ہے، اگر شعرا کے تمام کلمات حضور

---

[۱] الجزء الرابع، ص: ۱۲، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت۔
[۲] الجزء الرابع، ص: ۱۲۔
[۳] الجزء السابع، ص: ۱۷۷، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت۔
[۴] مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۰۹۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر نہ ہوتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے فرماتے کہ یہ مصرع شعرا کے تمام کلمات سے زیادہ سچا ہے یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کے پیش نظر تمام اشعار ہوں اور وہ ان کے حسن و قبح اور صدق و کذب سے کما حقہ واقف ہو بلکہ صاحب روح البیان یہ فرماتے ہیں:

”ولما كان الشعر مما لا ينبغي للانبياء عليهم السلام لم يصدر من النبي عليه السلام بطريق الانشاء دون الانشاد والا ماكان بغير قصد منه وكان كل كمال بشرى تحت علمه الجامع فكان يجيب كل فصيح وبليغ و شاعروا شعاروكل قبيلة بلغاتهم وعباراتهم وكان يعلم الكتاب علم الخط واهل الحرف حرفتهم ولذا كان رحمة للعالمين.“(۱)

چوں کہ شعر انبیا علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شعر بنانے کا صدور نہیں ہوا مگر بلا قصد، مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعر پڑھا ہے اور ہر کمال بشری حضور کے علم جامع کے تحت تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر فصیح و بلیغ ہر شاعر و اشعار اور ہر قبیلہ کو ان کے زبان اور محاورے میں جواب دیتے تھے۔ اور کاتبوں کا لکھنا اور ہر پیشے والے کو اس کا پیشہ سکھاتے تھے اس لیے رحمۃ اللعالمین تھے۔

اس عبارت سے مندرجہ ذیل افادے ہوئے۔ (۱) شعر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ انبیا علیہم السلام کی شایان شان نہیں۔ (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصداً شعر بنایا نہیں بلا قصد شعر کبھی کبھی بنا بھی دیا۔ (۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعر پڑھا ہے۔ (۴) ہر کمال بشری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم جامع ہے۔ (۵) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر قبیلہ کی زبان اور محاورے سے واقف تھے۔ (٦) ہر صنعت و حرفت کو سکھاتے تھے۔ اب نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعر پڑھا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شعر حفظ بھی تھے ورنہ پڑھتے کیسے۔

نفی شعر بنانے کی ہے نہ کہ دوسرے کے اشعار کا علم اگر اس آیت میں علم بمعنی دانستن کی نفی مراد لی جائے تو یہ ان احادیث کریمہ کے صریح منافی ہے جن میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد قبا تعمیر کے وقت، پھر خندق کی کھدائی کے وقت بہ نفس نفیس اشعار پڑھے، اور ایک مرتبہ ابو طالب کے ان اشعار کو دہرایا جو انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت میں کہے تھے۔ نیز اس کا کیا جواب ہوگا کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے مسجد نبوی میں منبر مبارک پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں اور کفار مکہ کے رد و طرد میں اشعار پڑھے اور دیگر مواقع پر دوسرے شعراے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نعت گوئی کی یہ سب اشعار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں آئے تو یہ **وما علمناه الشعر** کے صریح منافی

[۱] الجلد السادس، ص:۳۱۷، تحت قوله تبارك و تعالیٰ: وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ۔

ہوا۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آیت کریمہ میں علم بمعنی دانستن مرادنہیں بلکہ ملکہ ومشق مراد ہے اس آیت کے معنی ہوئے ہم نے اپنے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا اور نہ یہ ان کے شایان شان ہے ملکہ کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوتی۔لہٰذا یہ آیت:''ماکان ومایکون'' کے ایجاب کلی کے مناقض نہیں ہوئی اور ہم اہل سنت کا یہ دعویٰ کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''جمیع ماکان ومایکون'' کے عالم ہیں اپنے عموم کے ساتھ صادق رہا، رہ گیا یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ''جمیع ماکان ومایکون'' کا علم ثابت ہے اس کے دلائل کیا ہیں اسے علمائے اہل سنت کے مصنفات ''الدولة المكية، خالص الاعتقاد، الكلمة العليا'' وغیرہ دیکھو فقیر کی مصروفیت بہت زیادہ ہے ورنہ اسے بھی دلائل قاہرہ سے ثابت کردیتا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

آج کل ایک طغریٰ نکلا ہے جس میں حضور کے جبہ، عمامہ شریف اور عصا مبارکہ کی تصویر ہوتی ہے، اس کی تعظیم کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد ممتاز عالم قادری، امام سنی جامع مسجد، کمپنی باغ، ستنا (ایم.پی.)-۹رصفر ۱۴۱۳ھ

مسئلہ آج کل عام طور پر طغریٰ نکلا ہے، جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمامہ شریف، جبہ شریف، وعصا مبارکہ کی تصویر ہے جس کو عقیدت مند مسلمان تبرکاً اپنے گھروں میں اور مسجدوں میں لٹکاتے ہیں اور اس کو تعظیماً وتبرکاً بوسہ دیتے ہیں اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔کیا چومنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ عقیدت مندوں کو چومتے ہوئے دیکھ کر شرک کہا جارہا ہے۔شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب

یہ طغریٰ مصنوعی اور جعلی ہے۔اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبرکات کی شبیہ سمجھ کر بوسہ دینا یا اس کی تعظیم کرنا جائز نہیں۔البتہ یہ شرک بھی نہیں، کسی کام کا گناہ ہونا اور بات ہے اور شرک ہونا اور بات ہے۔ہر گناہ شرک نہیں یہ وہابیوں کا طریقہ ہے کہ بات بات پر بلکہ ادنیٰ باتوں پر شرک کا حکم لگاتے رہتے ہیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ نہ یہ شرک سے واقف ہیں اور نہ توحید سے دیوبندیوں کا معیار یہ ہے کہ جو چیز انھیں ناپسند ہوا سے دھڑام سے شرک کہہ دیا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرکار کے جبہ وعمامہ وعصا مبارک کے جو طغرے بک رہے ہیں کیا وہ صحیح ہیں؟

مسئولہ: محمد عبدالشکور، مقبولی مظفری سوداگر، کرانہ مرچنٹ، گنج گار، محلّہ ہانگل شریف، کرناٹک

 حضور پرنور سرکار نائب مفتی اعظم ہند، بعد ہدیہ سلام معروض ایک آپ کا عطا کردہ ایک فتویٰ

برائے طغریٰ مبارکہ جبہ، عمامہ اور عصائے پاک کے بارے میں جو اشرفیہ میں نافذ ہوا ہے اس سے قبل یہ جو فتویٰ بریلی شریف کے مفتیان سے مع تصدیق کے آیا ہوا ہے۔ جس کا عکس حاضر خدمت ہے تو اس میں صحیح اور قوی کیا ہے؟ بینوا وتو جروا۔

عکس: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبۂ مبارک عصا شریف، اور عمامہ شریف جو شاہی جامع مسجد (لاہور) پاکستان میں موجود ہے، جو فوٹو بنا کر لوگ اپنے مکانوں دوکانوں اور کارخانوں میں بڑی عقیدت سے لگاتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ لوگ بڑی محبت والفت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ آقائے نعمت کا سایہ نہ تھا تو پھر اب تبرکات کا فوٹو کیسے آگیا۔

لہٰذا شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ مدلل جواب عنایت کریں کہ اس کو گھروں وکمروں میں لگائیں کہ نہیں؟ ہمراہ تعویذ بھی ہو۔

مفتی محمد اعظم رضوی دار الافتا بریلی شریف کا جواب

بیشک حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک کے مسلمانان اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے مگر جسم اقدس کا سایہ نہ ہونے سے یہ سمجھنا کہ آپ کے مبارک لباس وعصا کا بھی عکس وسایہ نہ ہوگا۔ آپ سے جدا ہونے کے بعد محض نادانی ہے ۔البتہ ان اشیا کا بھی سایہ نہ ہونا اسی وقت تک تھا جب تک آپ کے جسم اقدس سے متصل تھیں۔ جدا ہونے کے بعد سایہ اور عکس اور فوٹو ہونا سایہ نہ ہونے کے خلاف نہیں۔ جب ان تبرکات کا فوٹو لیا گیا تو اصل تبرکات سے حاصل ہونے اور ان کی نقل صحیح ہونے کے سبب یہ بھی ایک طرح قابل احترام ہیں۔ ادب واحترام کی جگہ ان چیزوں کا رکھنا، لگانا حصول برکت کے لیے جائز و مستحسن ہے۔ جیسے کعبہ معظّمہ وروضہ اقدس وغیرہ غیر جان دار محترم امور کے عکس وفوٹو لگانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد اعظم غفرلہ رضوی دار الافتا بریلی شریف/ ۸ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

(حضور شارحِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جواب)

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ مبارکہ، جبہ شریف، عصا شریف کے فوٹو کے بابرکت ہونے میں مجھے کوئی کلام نہیں۔ میرا بھی عقیدہ یہی ہے کہ یہ بابرکت ہے، کلام اس میں کہ بازاروں میں جو فوٹو بک رہے ہیں یہ صحیح ہیں یا غلط؟ میری تحقیق یہی ہے کہ یہ سب فرضی اور غلط ہیں۔ خود شاہی مسجد لاہور میں جو تبرکات ہیں وہ خود محل نظر ہیں۔ پھر یہ انھیں کے عکس ہیں۔ یہ بھی زیر غور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرکار کے جبے وعمامے کے عکس کے متعلق شبہات کا جواب

مسئولہ: فخر الدین احمد القادری، المصباحی - ۱۹ر رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلِکَ واصحابک یا حبیب اللہ. سگ مدینہ وبغداد وبریلی خاک پاے علما فخر الدین احمد القادری المصباحی کی جانب سے استاذ العلما، ملاذ الفقہا قدوۃ المحدثین ، عمدۃ المفسرین ، راس المصنفین قائد المبلغین ، استاذی سیدی وسندی ، شارح البخاری، صدر دارالافتا الجامعۃ الاشرفیہ کی بارگاہ پروقار میں تمناؤں کے ساتھ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ رب العالمین علی کل حال

بصد ادب واحترام وخلوص وانکسار عرض ہے کہ ماہنامہ اشرفیہ میں عمامۂ مبارکہ، جبۂ مبارکہ وعصائے مقدسہ کے تعلق سے فتویٰ پڑھا۔ دل میں کچھ خلجان پیدا ہوا۔ حضور سے گزارش ہے کہ اسے دفع فرمائیں۔

یہ تبرکات جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور برسوں سے لاہور کے میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں تو انتساب کے بعد اب بغیر دلیل شرعی ان کا انکار کیسے مناسب ہے۔ جب کوئی شخص اپنے آپ کو سید کہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرے تو بغیر ثبوت شرعی ہم اس کی سیادت کا انکار نہیں کر سکتے۔ حالاں کہ اس میں سیادت کی خوتو نہ ہو تو اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟

رہا اعتماد کا مسئلہ تو عرض ہے کہ بہت ممکن ہے ٹوپی شریف اور عمامہ مبارک الگ الگ، عمامۂ مبارکہ کو الگ رکھنے میں چادر کا گمان ہوسکتا ہے۔ اس لیے ٹوپی شریف پر لپیٹ دیا گیا ہو۔

اب رہا عصائے مبارک کے نقش ونگار کا معاملہ تو عرض ہے کہ اس عصائے مبارک کو غور سے دیکھنے پر سادگی ہی کا احساس ہوتا ہے۔ نقش ونگار ترکی یا مغل شہنشاہوں کی طرح بنائے گئے ہو سکتے ہیں۔ جس طرح منبر شریف اس سادگی کے عالم میں نہیں ہے۔ جس طرح حجرۂ عائشہ اس سادگی کے عالم میں نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کسی دیوانہ نے اپنی عقیدت کا اظہار اسی طرح کیا ہو۔ جبہ تو ان شبہات سے بالاتر ہے۔ ایک ساتھ منسوب کی گئی تینوں چیزوں میں سے ایک کا اقرار اور دو کا انکار بھی غیر مناسب ہے۔

الحاصل یہ کہ اس کے انکار کے لیے کوئی ٹھوس ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ جتنی باتیں فتویٰ میں فرمائی گئی ہیں وہ خلجان پیدا کرتی ہیں۔ اس طرح کے تبرکات اگر خاص شخص کے پاس ہوں تو اس سے سند حصول طلب کی جاسکتی ہے۔ لیکن جب وہ اس جگہ زیارت عوام کے لیے وقف کردی گئی ہیں تو پھر اب کس سے سند حصول طلب کی جائے۔ ہوسکتا ہے، وہیں میوزیم میں اس کی سند بھی رکھی ہو۔ بغیر سند دیکھے بغیر اس طغریٰ کے پبلیشر سے معلومات کیے یہ

کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ غلط ہے۔ ابھی مقدمات اور تحقیق کی منزل ہی پوری نہیں ہوئی اور نتیجہ کیسے سامنے آ گیا۔ حضور والا سے گزارش ہے کہ اس خلجان کو دور فرمائیں۔ ہوسکتا ہے کہ مجھ نکمے بے تہذیب کا کوئی جملہ حضرت کی لطافت مزاج پر گراں ہو۔ لیکن اپنے شفیق استاذ محترم کی بارگاہ سے مجھے یہی امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔ فقط

الجواب

محض شاہی مسجد میں رکھا رہنا کوئی ثبوت نہیں کہ فلاں چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استعمال کی ہوئی ہے۔ اس کے لیے ثبوت کی حاجت ہے اس لیے دلیل آپ کے ذمے ہے، اور سادات کے سلسلے میں جو کچھ آپ نے لکھا اس زمانے میں وہ مجھے تسلیم نہیں۔ میرے علم میں بہت سے خاندان ایسے ہیں جو حقیقت میں سید نہیں اور سید بن بیٹھے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے بول و براز پاک تھے،
بعض صحابہ نے حضور کے خون اور پیشاب اور غسالہ کو پیا

مسئولہ: محمد شبیر عالم رضوی، خرادی محلّہ، پی. بی. روڈ، ہبلی ضلع دھارواڑ، کرناٹک—۱۰ر جمادی الآخر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ آفتاب شریعت حضور مفتی اعظم صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بول و براز پاک ہیں یا ناپاک؟

(۲) سرکار کی خادمہ ام ایمن نے سرکار کے پیشاب کو، سلمی ام رافع نے غسل کے پانی اور مالک بن سنان نے حضور کے جسم پاک سے لگے ہوئے خون کو پیا ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح اور محقق یہی ہے کہ فضلات شریفہ پاک اور طیب ہیں بلکہ مطیب اور شفا ہیں۔ جس پر مختصر سا کلام نزھۃ القاری جلد اول، ص: ۵۱۵، ۵۱۶ر میں ہے۔ علامہ بدر الدین عینی قدس سرہ نے اس پر بہت مفصل بحث فرمائی ہے۔ اخیر میں عظمت رسول سے سرشار ہو کر تحریر فرمایا:

”انا نعتقد انه لایقاس علیه غیره وان قالوا غیر ذٰلک فاذنی عنه صماء.“[1]	ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور اس کے علاوہ کوئی کچھ اور کہے تو اس کے سننے سے میرا کان بہرہ ہے۔

[1] نزھۃ القاری، جلد اول، ص: ۵۱۵، ۵۱۶۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۲۵-۲۶ پر حضرت ام ایمن اور حضرت مالک بن سنان کے خون پینے کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی روایت کیا ہے۔ نیز ایک حجام کے بارے میں بھی ذکر فرمایا ہے، اور حضرت رافع کی زوجہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غسالہ مبارکہ پینے کو علامہ عینی نے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے فضلات مبارکہ پاک ہیں۔

مسئولہ: محمد مشتاق احمد قادری، بادوٹولہ، پوسٹ ڈمری، بیگوسرائے (بہار) - ۲؍ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسائل ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضلات و بول ناپاک ہیں اور بکر کہتا ہے کہ نہیں بلکہ پاک ہے۔ ایسی صورت میں کس کا قول درست ہے؟

الجواب

بکر کا قول صحیح ہے۔ علامہ بدرالدین عینی قدس سرہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ پاک نہیں۔ اس کی بات سننے سے میرے کان بہرے ہیں۔ اور حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلوی قدس سرہ نے بھی مدارج النبوۃ جلد اول میں دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ طیب وطاہر ہیں[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

موے مبارک کو حرام کہنا، فضلات مبارکہ طیب وطاہر ہیں۔ کس صحابی نے جسم اطہر کے بہتے ہوئے خون کو نوش کیا؟ کس صحابیہ نے بول مبارک نوش کیا؟

مسئولہ: ماسٹر سید مختار حسن قادری، رسول پور، ضلع کٹک، اڑیسہ

مسئلہ زید کہتا ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کا موئے مبارک حرام ہے۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ ایک صحابیہ نے رسول پاک کا بول پی لیا تھا اور وہ صحت مند ہوگئیں تو خاموش ہوجاتا ہے۔ وہ کون سی حدیث ہے جس میں صحابی کا یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس کی تفصیل کیا ہے؟ ایک ہمارے عالم نے بتلایا کہ ایک حدیث یوں بھی ہے کہ کسی صحابی نے رسول پاک کا بہتا ہوا خون چوس کر پی لیا تھا اور اس کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی گئی۔ یہ حدیث کس کتاب میں، تفصیل کیا ہے؟

---

[1] مدارج النبوۃ، ص: ۳۱، ج: ۱

الجواب

یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک حرام ہے۔ یقیناً گستاخی ہے۔ عرف عام میں حرام کو نجاست لازم سمجھی جاتی ہے اور کسی کو حرام کہنے میں اس کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے حرام کہنے سے احتراز لازم ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو کھانا جائز نہیں۔ اس لیے کہ کھانے میں اس کی توہین ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور ذات مبارک کے جمیع اجزا طیب، طاہر پاک ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد وصال مخاطب ہو کر عرض کیا:

"طِبُتَ وَحیّا ومیتا." آپ حیات ظاہری میں بھی طیب تھے اور اب بھی ہیں۔

جسم مبارک کے اجزا تو اجزا فضلاتِ مبارکہ بھی طیب و طاہر ہیں۔ حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں: "وقاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ در شفاء گفتہ کہ بہ تحقیق رفتہ اند، قومے از اہل علم بہ طہارت حدثین از آں حضرت واینست قول بعضی اصحاب شافعی۔ وروایت ست کہ مردم تبرک می کردند۔ ببول ودم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔"[1]

مدارج النبوۃ میں مذکور ہے کہ: "جنگ احد کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخمی ہوئے تو مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان زخموں کا خون چوس کر پی گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بشارت دی کہ جو جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے تو انھیں دیکھے۔"[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک کو حضرت برکہ، وام ایمن رضی اللہ عنہما نے پیا تھا۔ ام ایمن کو یہ فرمایا، تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔ اور برکہ کے لیے فرمایا، تم ہمیشہ صحت مند رہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاے کرام کے خون اور بول و براز طیب و طاہر ہیں۔

مسئولہ: محمد عابد حسین رضوی، دولت پور، بنگال – ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلہ میں کہ بہار شریعت حصہ دوم، ص: ۲۵ تحت مسئلہ انبیاے کرام کا وضو نیند سے ٹوٹتا ہے یا نہیں، بطور فائدہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ارقام فرمایا ہے کہ، علاوہ نیند کے اور نواقض سے انبیاے کرام کا وضو جاتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جاتا رہتا ہے بوجہ ان کی عظمت شان کہ نہ بسبب نجاست کہ ان کے فضلات شریفہ طیب و طاہر ہیں، جن کا کھانا پینا ہمیں حلال اور باعث

---

[1] مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۳۱

[2] مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۳۱

برکت۔ اس عبارت پر ایک وہابی دیوبندی نے اعتراض کیا ہے کہ دیکھو سنی بریلوی عالم کو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز کو پاک اور کھانا حلال بتا رہا ہے۔ اس عبارت کو دکھا کر عوام کو دھوکا دینا شروع کیا۔ حضور والا اس عبارت کی توضیح اور ثبوت مع حوالہ کتب وعبارت مرحمت فرمائیں۔ اگر وہابی عالم کی کسی کتاب میں یہ مسئلہ موجود ہو تو اس کتاب کا نام بھی درج کریں۔ بینوا۔

الجواب

انبیاے کرام کے فضلات شریفہ پاک ہیں، اس کی تصریح **عمدۃ القاری شرح بخاری** میں علامہ بدر الدین محمود عینی قدس سرہ نے کی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے **مدارج النبوۃ** میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بول مبارک حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پی لیا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بشارت دی تھی تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ بول مبارک طیب و طاہر ہیں۔ اسی میں ہے کہ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگھی لگوائی، جو خون نکلا وہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو دیا کہ اسے کسی محفوظ جگہ ڈال دو، وہ لے گئے اور پی لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی بشارت دی، اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دم مبارک طیب و طاہر ہے۔ میں تین ماہ سے شدید آنکھ کی تکلیف میں مبتلا ہوں، لکھنا پڑھنا بند ہے اس لیے اصل عبارت نقل نہیں کرا سکا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

''محمد سرِّ وحدت ہے، کوئی رمز اس کی کیا جانے'' یہ شعر کیسا ہے؟

مسئولہ: علی محمد قادری، مدرسہ تبلیغیہ سراج العلوم، شہباز پور، پوسٹ سیرسیاں، ضلع مظفر پور-۲۳ر صفر ۱۴۱۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین وشرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ مختلف علماے کرام سے درمیان تقاریر یہ شعر سننے میں آیا، وہ شعر یہ ہے کہ ۔

محمد سر وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے　　شریعت میں وہ بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

از روے شرع درست ہے یا نہیں۔ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ اور کیا ایسا شعر پڑھنے والے پر توبہ لازم ہے؟ جواب جلد دیں۔

الجواب

یہ شعر بالکل صحیح اور حق ہے۔ دوسرے مصرع کا پہلا حصہ بالکل ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں اور پہلا مصرع یعنی ''محمد سر وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے'' اور دوسرے مصرع کا اخیر حصہ یعنی ''حقیقت میں خدا جانے'' اس حدیث کا ترجمہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یا ابا بکر لم یعلمنی حقیقة غیر ربی.“ اے ابوبکر! میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کسی نے نہیں جانا۔

اس لیے اس شعر کا پڑھنا حق اور درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے ”جلوۂ روے محمد جلوۂ رحمٰن ہے“؟
”من رانی فقد رأی الحق“ میں ”حق“ سے کیا مراد ہے؟

مسئولہ: مولانا عقیل احمد مصباحی، کیر آف مقبول احمد، سکراول، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر (یو. پی.)-۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ زید جو کہ ایک معروف و نام ور شاعر ہے، اس نے ایک نعت لکھی، جس میں ایک شعر یہ ہے:

من رانی کی صدا اس بات کا اعلان ہے ——— جلوۂ روے محمد جلوۂ رحمٰن ہے

زید نے حاشیے میں یہ حدیث پاک حوالے کے طور پر لکھی کہ ”من رانی فقد رای الحق“ (جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا)۔ بکر نے شعر میں پیش کیے گئے عقیدے کو کفر و شرک سے تعبیر کیا اور زید کو اعادۂ کلمۂ طیبہ کی تلقین کی۔ بکر کہتا ہے کہ زید نے اس شعر میں معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا بنا دیا جو سراسر کفر و الحاد ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اصل حدیث یوں ہے: ”من رانی فقد رای الحق ان الشیطٰن لا یتمثل بی؛“ (جس نے مجھے دیکھا اس نے حقیقۃً مجھے دیکھا کیوں کہ شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا) اور زید نے حق سے مراد باری تعالیٰ لیا ہے جو صریح غلط ہے۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا واقعی مذکورہ بالا زید کا شعر سراسر کفر و شرک ہے؟

(۲) کیا حق کا معنی باری تعالیٰ نہیں ہے، اور اس حدیث پاک میں حق سے بایں معنی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام آئینۂ ذات باری تعالیٰ ہیں۔ اللہ کا معنی لینا غلط ہے؟

(۳) زید کا یہ کہنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک میں فرما رہا ہے کہ: ”وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی .“ اور ”یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ.“ تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ اللہ کا جلوہ کیوں نہیں اور اس کی تائید میں حدیث مذکور کا لانا کیوں کر درست نہیں؟

(۴) اگر عقیدہ مذکورہ کو سراسر کفر و شرک ٹھہرانے کا بکر کا قول درست نہیں تو ایسا غلط فتویٰ دینے کی وجہ سے اس پر از روے شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

الجواب

یہ کہنا صحیح ہے کہ ”جلوۂ روے محمد جلوۂ رحمٰن ہے۔“ اس کو کفر و شرک کہنا اپنا ایمان کھونا ہے۔ اس سے صریح

حدیث بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا: "خلق اللّٰہ آدم علی صورته." جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

بکر نے اپنے کفر و شرک کا فتویٰ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روے زیبا یا روے زیبا کے جلوے کو جلوۂ رحمٰن کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ غالباً حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظہر ذات الٰہی ہیں۔ البتہ اس کی دلیل حدیث: من رانی فقد رای الحق. "ٹھہرانا صحیح نہیں اس لیے کہ اخیر کا جملہ: "فان الشیطٰن لا یتمثل بی." "اس پر قرینہ ہے کہ یہاں حق سے مراد ذات باری تعالیٰ نہیں اور یہاں حق بہ معنی ثابت ہے۔ ایک مخصوص حدیث سے کسی مضمون کا ثابت نہ ہونا اس کی دلیل نہیں کہ وہ مضمون غلط ہے۔ جب کہ دوسرے طریقوں سے ثابت ہو۔ بکر پر فرض ہے کہ وہ توبہ کرے، زید سے معافی مانگے: من قال لاخیه یا کافر فقد باء باحدهما." [1] جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہا تو یہ قول ان دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹے گا۔ جس کو کافر کہا اگر وہ حقیقت میں کافر نہیں تو کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نعت مصطفیٰ حقیقت میں حمد خدا ہے۔
حضور نے دنیا میں کسی سے پڑھا لکھا نہیں۔

مسئولہ: شمیم اختر، کٹرہ، مبارک پور، اعظم گڑھ - ۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مندرجہ ذیل کے بارے میں

دنیا کو سبق دیتے ہیں حیرت کی یہ جا ہے　　سرکار دو عالم نے لکھا ہے نہ پڑھا ہے
کہتے ہوئے یہ اہل بصیرت سے سنا ہے　　جو نعت ہے سرکار کی وہ حمد خدا ہے

مندرجہ بالا اشعار کے بارے میں کیا فرماتے ہیں علماے دین۔ شریعت کی روشنی میں دیکھ کر وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، خصوصیت کے ساتھ اشعار کا آخری مصرع جو نعت ہے۔ چوں کہ زید کا کہنا ہے سرکار کی نعت کو حمد خدا کہہ کر شاعر نے کفر بک دیا ہے۔ اب آپ براے کرم تفصیلی جواب دے کر مشکور کریں۔

الجواب

مصنوع کی تعریف اصل میں صانع کی تعریف ہے۔ کوئی چیز قابل تعریف بنتی ہے تو وہ بنانے والے کا کمال

[1] مسلم شریف، ج:۱، ص:۵۷، کتاب الایمان، مطبع اصح المطابع

ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں جتنے بھی کمالات ہیں وہ سب اللہ عزوجل کے پیدا کردہ وعطا فرمودہ ہیں۔ اس لحاظ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف حقیقت میں اللہ عزوجل کی حمد ہے کہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسی جامع کمالات ذات کو بنایا۔ اس اعتبار سے اس شعر کا معنی درست ہے، اسے کفر کہنا جہالت ہے۔ جس نے اس کو کفر کہا اس پر توبہ فرض ہے۔ پہلا شعر بھی درست ہے، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ظاہر دنیا میں کسی سے کچھ پڑھا لکھا نہیں۔ اسی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما میں سے ایک اسم ''اُمی'' بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شعر کے متعلق سوال۔

مسئولہ: فاروق احمد ہوسپٹل روڈ، کمرہٹی، کلکتہ، بنگال -۱۹ر شوال ۱۴۱۸ھ

مسئلہ زید جو کہ ایک نعت خواں ہے، اسٹیج پر اکابر علمائے کرام کی موجودگی میں نعت کا یہ شعر پڑھتا ہے ؎

ایک روز مسجد نبوی میں سرکار نے کہا تھا ایماں جو لائیں گے عمر تو کیسا لگے گا

بکر کا اعتراض ہے کہ یہ شعر تاریخی حقائق وشواہد کی روشنی میں سراسر لفاظی ہے جو شرعی نقطۂ نظر سے درست نہیں۔ کیا بکر کا یہ اعتراض درست ہے؟ واضح ہو کہ علما میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا، جس کا مطلب خاموش رضامندی ہی ہوسکتا ہے، ورنہ علما فوراً اعتراض کرتے۔ ایسے صورت میں زید اور دوسرے علما پر شرعی گرفت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اس شعر میں دو غلطیاں ہیں۔ اس شعر کے پہلے مصرعہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد بلکہ نعت خواں کے مزعومہ کے مطابق اس وقت تک جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان نہیں لائے تھے، یہ غلط ہے۔ سیدنا فاروق اعظم عمر رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر سے بہت پہلے اسلام کے ابتدائی دور میں مکہ معظّمہ میں ایمان لائے تھے۔ ایمان لانے والوں میں آپ کا چالیسواں نمبر ہے۔ دوسرے یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کبھی نہیں فرمایا: ''ایمان جو لے آئیں گے عمر تو کیسا لگے گا''۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا ہے۔ یہ شاعر یقیناً اس حدیث:

''من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار.''[1] جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔

کا مصداق ہے۔ اس شاعر پر بھی توبہ فرض ہے، اور ان علما پر بھی جو اسٹیج پر بیٹھے تھے۔ حدیث میں

[1] مسلم شریف، کتاب الایمان، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۱، ص:۷، مطبوعہ فاروقیہ

ہے: السا کت عن الحق شیطان اخرس." واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو خاکساروں کا خاکسار کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: نوجوانان اہل سنت و جماعت، ادونی - ۱۹ر شوال ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت ومفتیان شریعت کہ مندرجہ ذیل صلاۃ وسلام پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ چوں کہ اس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاکسار، کوہسار اور آبشار وغیرہ کہا گیا ہے۔

خاکساروں کے خاکسار سلام — شہر یاروں کے شہر یار سلام
کون سا غم ہے کہ نہیں ٹوٹا — استقامت کے کوہسار سلام
دشمنوں کو بھی ماننا ہی پڑا — اے صداقت کے آبشار سلام
اے امین کلام ربانی — اے خدا کے راز دار سلام
دل محبت سے جیتنے والے — نرم لہجے کے شاہکار سلام
زندگی بخش دی زمانے کو — اے زمانے کے تاجدار سلام
آبرو حشر میں بچا لیجو — اے شفاعت کے تاجدار سلام
ہے شفیع کی بھی یہی حسرت — ہو قبول اس کا عاجزانہ سلام

زید کہتا ہے کہ مذکورہ سلام میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہورہی ہے، لہٰذا نہ پڑھا جائے۔ بکر کہتا ہے کہ مذکورہ سلام میں کوئی تحقیر وتوہین نہیں ہے، لہٰذا سلام پڑھا جائے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ سلام پڑھا جائے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

اس نظم میں کوئی شرعی قباحت نہیں، خاک سار کے معنی عاجزی فروتنی کرنے والا ہے۔ خاکساروں کے خاکسار کا مطلب یہ ہوا کہ سارے تواضع فروتنی کرنے والوں میں سب سے زیادہ تواضع فروتنی کرنے والے۔ کہسار کے معنی ہوتا ہے پہاڑ۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استقامت میں پہاڑ کی طرح اٹل تھے۔ آبشار کا معنی چشمہ۔ صداقت کے آبشار کا مطلب یہ ہوا کہ سچائی کے سرچشمہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک شعر کی توجیہ۔

مسئولہ: رضی الدین رضوی، خطیب وامام مسجد ابراہیمیہ، کٹی باڑی، دھاروار ی بمبئی - ۲۷ر ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صوفی صاحب کی قیادت میں ایک جلسہ منعقد

ہوا، جس میں نعت کے یہ شعر پڑھے گئے۔

مالک کائنات سے وارث کائنات نے ورثۂ خاص لے لیا، ورثۂ عام لے لیا
عرش پہ اولیں بنے، فرش پہ آخر الزماں یہ بھی مقام لے لیا، وہ بھی مقام لے لیا

یہ دونوں شعر صحیح ہیں یا غلط۔ اگر غلط ہیں تو پڑھنے والے اور اس کی تائید کرنے والوں کے لیے حکم شرع کیا ہے؟

الجواب

یہ دونوں شعر صحیح ہیں، وارث بہ معنی مالک، خود قرآن کریم میں وارد ہے، ارشاد ہے:

"اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ."(۱) کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

وارث میں صرف یہ ملحوظ ہوتا ہے کہ دوسرے کی نیابت میں وہ مالک ہوتا ہے، اسی طرح اس شعر میں ورثہ بہ معنی حصہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چند نعتیہ اشعار کے متعلق سوال۔

مسئولہ: ڈاکٹر غلام رسول، نزد مکن کنواں، ڈاک خانہ، گودھرا، گجرات-۲۴ / ذوقعدہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ مقام گودھرا میں معماروں کی مسجد میں ماہ رمضان المبارک میں تراویح کی نماز میں ہر چار رکعت کے بعد جناب عبد الحکیم صاحب اشرفی متفرق شعرا کا نعتیہ کلام پڑھتے ہیں۔ یہ کلام بہ طور دعا پڑھا جاتا ہے۔ اس سال رمضان المبارک میں راز الہ آبادی کا ایک نعتیہ کلام جس کی تفصیل حسب ذیل ہے، پڑھا گیا تو جناب عبد الکریم نامی صاحب نے یہ اعتراض اٹھایا کہ یہ کلام پڑھنے اور اس پر آمین کہنے سے کفر عائد ہوتا ہے۔ پوری نعت یوں رقم ہے۔

عنوان نعت-- یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

متاعِ دیں کو ہم کیسے بچائیں یا رسول اللہ ہمیں گھیرے ہیں اب کافر گھٹائیں یا رسول اللہ
اگر قسمت سے تم کو دیکھ پائیں یا رسول اللہ یہ مہر و ماہ بھی قربان جائیں یا رسول اللہ
ہمارا ایک سجدہ بھی نہیں مقبول ہو سکتا نمازوں میں جو تم کو بھول جائیں یا رسول اللہ
مرا ایمان تو یہ ہے یقیناً آپ سنتے ہیں مرے ٹوٹے ہوئے دل کی صدائیں یا رسول اللہ
غموں کی دھوپ میں جلتی ہے کب سے زندگی اپنی کب آئیں گی مدینے سے گھٹائیں یا رسول اللہ
سگِ طیبہ سمجھ کر ہی پڑا رہنے دو طیبہ میں کہاں تک ٹھوکریں در در کی کھائیں یا رسول اللہ
مرے مرشد مدینے کو چلیں جب حاضری دینے انھیں کے ساتھ مجھ کو بھی بلائیں یا رسول اللہ

[۱] قرآن مجید، سورۃ الانبیاء، آیت: ۱۰۵، پ: ۱۷

ہم ایسے رازِ لاکھوں ہوں تو تم سے چھپ نہیں سکتے ہم اپنا راز تم سے کیا چھپائیں یا رسول اللہ

(حوالۂ کتاب، بارش رحمت، اعجاز بک ڈپو، ہوڑہ)

کیا واقعی تحریر کردہ نعت میں ایسے کوئی اشعار ہیں جن سے کفر عائد ہوتا ہے؟ اگر کفر عائد نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں ایسے اعتراض کرنے والے پر کفر لوٹ جاتا ہے یا نہیں، اور اگر وہ تائب نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب

ان نعتیہ اشعار میں کفر تو بہت دور ہے کوئی ایسی بات نہیں جو نامناسب ہو، جس شخص نے ان اشعار کو کفر و شرک کہا وہ شخص خود کافر ہو گیا۔ آپ لوگوں پر لازم تھا کہ اس سے پوچھتے کہ اس میں کیا کفر و شرک ہے۔ اہل سنت و جماعت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیاوی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور امت کے احوال سے باخبر۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "سلوک اقرب السبل" میں فرماتے ہیں:

"باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ درمیان علماے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات و بلا شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی اند و بر احوال امت حاظر و ناظر اند۔"

"یعنی اس کے باوجود کہ امت میں بہت زیادہ اختلافات ہیں اس مسئلہ میں کسی ایک کا کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ بغیر کسی مجاز و تاویل کے زندہ اور باقی ہیں، اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر ہیں۔" حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

"روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت جمیع اھل الاسلام."[1] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر میں حاضر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو بات حضور نے نہ فرمائی ہو اسے حضور کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔ کوہِ صفا سے عام کفار کے لیے حضور سے دعا کرنا ثابت نہیں، یہ کہنا کیسا ہے کہ خداے تعالیٰ بتوں سے برتر و بالا ہے

مسئولہ: تنویر احمد، پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو.پی.)۔ ۴؍ ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

صفا سے دی پیمبر نے صدا یہ اہلِ مکہ کو

[1] شرح شفاء، ج:۳، ص:۴٦٤، مكتبة السلفية مدينه منوره

بتوں کو مت مانو خدا، بتوں کو مت مانو خدا

ارے یہ بت پرستی چھوڑ دو تم خدا یکتا ہے، اب تو مان لو تم

پکڑ لو سچا راستہ، پکڑ لو سچا راستہ

خدا کا برگزیدہ ہوں پیمبر بتوں سے جو ہے بالا اور برتر

عبادت اُس کی ہے روا، عبادت اس کی ہے روا

مجھے بھیجا ہے دنیا میں اُسی نے یہ لوگوں سے کہا میرے نبی نے

پڑھو تم سب کلمہ مرا، پڑھو تم سب کلمہ مرا

یہی ہے جادۂ حق جان لو تم نشاں منزل کا اب پہچان لو تم

اندھیرے سے نکلو ذرا، اندھیرے سے نکلو ذرا

نہ لاؤ گے اگر ایمان لوگو مٹے گی آپ کی پہچان لوگو

یہ شہرت بھی ہوگی فنا، یہ شہرت بھی ہوگی فنا

عذاب اللہ کی جانب سے ہوگا خدا کا قہر نازل تم پہ ہوگا

بڑی مشکل ہوگی سزا، بڑی مشکل ہوگی سزا

مگر شاہِ ہدیٰ کی سن کے باتیں نہایت سرخ ہو اٹھیں وہ آنکھیں

کہ جن میں غصہ تھا بھرا، کہ جن میں غصہ تھا بھرا

خفا سرکار سے سب لوگ ہو کر چلے راہوں میں اپنی خار بو کر

نبی کو گالی بھی دیا، نبی کو گالی بھی دیا

اٹھائے ہاتھ سرور نے دعا کو خدایا بخش دے ان کی خطا کو

ہوئی نادانی میں خطا، ہوئی نادانی میں خطا

یہی مہتاب تھی تبلیغ پہلی صدا جب حق کی کانوں میں تھی گونجی

ہوا باطل کا خاتمہ، ہوا باطل کا خاتمہ

ان اشعار کا پڑھنا درست ہے یا نہیں، جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

اس نظم کا یہ مصرع: ''بتوں سے ہے جو بالا اور برتر'' اس موقع پر پڑھنا یوں غلط ہے کہ جب کوہ صفا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے فرمایا تھا تو مصرع مذکورہ کے ہم معنی کوئی جملہ نہیں ارشاد فرمایا تھا اور جو بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو اسے یہ کہنا کہ حضور نے فرمایا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

پر جھوٹ باندھنا ہے اور جہنم کا مستحق بننا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من یقل علی مالم اقل فلیتبؤا مقعده من النار.“[1] جس نے وہ بات میری طرف منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

علاوہ ازیں اس میں معنوی خرابی بھی ہے، جب دو چیزوں کے موازنے کے موقع پر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں سے برتر ہے تو اس کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز میں موازنہ ہے وہ دونوں میں پائی جائے۔ مثلاً کسی نے کہا زید عمر سے علم میں برتر و بالا ہے۔ یہ اس وقت کہنا صحیح ہوگا، جب عمرو بھی عالم ہو اور زید بھی۔

جب شاعر نے یہ کہا کہ خدا بتوں سے برتر و بالا ہے تو اس کے لیے لازم کہ جس وصف میں اللہ عزوجل کو بتوں سے برتر و بالا کہا گیا ہے وہ وصف بتوں میں بھی پایا جائے اور اللہ عزوجل کا کوئی وصف بتوں میں ماننا کفر ہے۔ اس مصرع کا یہ پہلو منجر الی الکفر ہے۔ اول وہلہ میں ذہن اسی طرف جاتا ہے، اس لیے ایسا مصرع پڑھنے سے بچنا لازم ہے۔ مگر اس کا ایک معنی صحیح بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ عزوجل سارے موجودات سے اعظم و اکبر و اجل ہے، جس پر مشہور جملہ ”اللہ اکبر“ شاہد ہے اور موجودات میں بت بھی داخل، اس طور پر یقیناً حتماً اللہ تعالیٰ بتوں سے اعظم و اکبر و اعلیٰ ہے۔ اگر شاعر نے اس نیت سے کہا تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ لیکن چوں کہ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی جملہ نہیں فرمایا ہے جس کا معنی وہ ہو جو اس مصرع میں مذکور ہے، اس لیے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا ہوا جو گناہ کبیرہ ہے۔ اور جہنم میں لے جانے والا ہے۔ اسی طرح اس نظم کا اخیر حصہ:

اٹھائے ہاتھ سرور نے دعا کو — خدایا بخش دے ان کی خطا کو
ہوئی نادانی میں خطا، ہوئی نادانی میں خطا

یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا ہے، اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاے مذکور نہیں کی تھی۔ بلکہ عام کفار کے لیے دعاے مغفرت کرنے کی کوئی روایت نہیں۔ اس لیے شاعر پر، قوال پر اور جن لوگوں نے اسے سن کر پسند کیا ان سب پر بہر حال توبہ واجب ہے اور اس کا اعلان بھی کہ اس نظم میں یہ دو باتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی تھیں۔ اس موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] بخاری شریف، ج:۱،ص:۲۱، کتاب الایمان، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فاروقیہ بک ڈپو، دھلی

چند اشعار کے متعلق سوال۔ خدا و رسول کو ایک کہنا کفر ہے۔

مسئولہ: معز الدین، مقام مصری گنج، حیدر آباد-۲۴؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ حضرت مفتی اہل سنت محمد شریف الحق امجدی مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد قدم بوسی عرض خدمت یہ ہے ایک مندرجہ ذیل نعت روزنامہ ریاست حیدر آباد میں مورخہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۹۱ء کو شائع ہوئی۔ اس نعت کی بابت براہ کرم اسلامی فکر و نظر اور عقیدہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔

محمد خدا ہے، خدا ہے محمد	احد کا خلاصہ علیٰ ہے محمد
حقیقت محمد کی کیا کوئی جانے	خدا سے کہو کب جدا ہے محمد
بہ ظاہر بشر کی تو وہ حیثیت ہیں	بہ باطن خدا ہی خدا ہے محمد
محمد کے جلووں سے روشن ہے دنیا	احد احمد و مصطفیٰ ہے محمد
یہ رمز طریقت کو کیا کوئی جانے	سوا سے سوا ماسوا ہے محمد
محمد نہ ہوتے تو دنیا نہ ہوتی	عیاں اس سے ہے دیکھو کیا ہے محمد
خدا مجھ میں ہے اور محمد ہے مجھ میں	میرے آئینہ کی ضیا ہے محمد
کہو بے جھجک سائیں اہل نظر سے	تجلّی نورِ خدا ہے محمد

نتیجۂ افکار: محمد عبدالصمد سائیں مرزائی چشتی وقلندری

نوٹ:- اس نعت کی فوٹو بھی حاضر خدمت ہے۔ امید کہ حضرت قبلہ جس طرح میری بارہا علمی سرپرستی اور شرعی رہ نمائی کیے ہیں اور متعدد فتوے احقر کے طلب کرنے پر عنایت فرمائے ہیں، اسی طرح اس مرتبہ اس سائل کو سرفراز فرمائیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بخاری شریف کی شرح لکھنے کے اہم کام میں مصروف ہیں، مگر کیا کروں میں بھی مجبور ہوں کہ مجھے آپ ہی کی رہ نمائی سے تشفی ہوگی۔

الجواب

اس نظم کے تین مصرعوں پر نشان لگے ہوئے ہیں وہ سب قابل اعتراض ہیں، ان میں سے یہ مصرع:

محمد خدا ہے، خدا ہے محمد	احد کا خلاصہ علیٰ ہے محمد
بہ ظاہر بشر کی تو وہ حیثیت ہیں	بہ باطن خدا ہی خدا ہے محمد

جس پر لکیر کھینچی ہوئی ہے، شرکِ خالص اور کفر صریح ہے۔ اس کا قائل، اسے حق سمجھ کر پڑھنے والے، اسے سن کر پسند کرنے والے، سب کافر، مشرک، اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، ان سب کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں، یہ اگر کسی کے مرید تھے تو ان سب کی بیعت فسخ ہوگئی۔

ان سب پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس کفر و شرک سے توبہ کریں، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہوں، ان میں جو بیوی والے ہیں وہ اپنی بیویوں سے دوبارہ نئے مہر کے ساتھ نکاح کریں اور کسی جامع شرائط پیر سے دوبارہ مرید ہوں۔ اگر یہ لوگ ایسا کرلیں، فبہا، ورنہ ان سے میل جول، سلام کلام، خورونوش حرام و گناہ۔ اگر اسی حال میں مر جائیں تو ان کے کفن دفن، جنازے میں شرکت حرام و گناہ۔

خدا اور محمد ایک نہیں دو ہیں۔ اللہ عزوجل خالق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق۔ وہ معبود ہے اور یہ عبد۔ وہ قدیم ہے اور یہ حادث۔ وہ واجب ہے یہ ممکن، وہ غیر متناہی ہے اور یہ متناہی۔ اس کی ذات و جملہ صفات ذاتی اور ان کی ذات و جملہ صفات عطائی، جس پر قرآن مجید کی ایک نہیں سیکڑوں آیتیں دلالت کر رہی ہیں: "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ." [1] اور ارشاد ہوا: "اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ." [2] اور فرمایا: "اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ. فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ." [3] اور فرمایا: "هُوَ الَّذِیْ اَرسل رَسُوْلَهٗ." [4] اور فرمایا: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ." [5]

یہ سب آیتیں صراحةً بتا رہی ہیں کہ اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک نہیں۔ ان مصرعوں میں ان تمام آیتوں کے قطعی مفہوم کا انکار کیا گیا ہے۔ یہ جب اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک مانتا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود بھی جانتا ہوگا، اور غیر خدا کو معبود جاننا شرک اور قرآن مجید کی صدہا آیتوں کا انکار کرنے والا، قرآن مجید کی کسی آیت کا انکار کفر اور انکار کرنے والا کافر چہ جائے کہ صدہا آیتوں کا کوئی انکار کرنے والا۔ کافروں منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا:

"وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ." [6]	ان میں سے کوئی مر جائے تو ان کی کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

حدیث میں بدمذہبوں کے بارے میں فرمایا:

"فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تصلوا معهم ولا تصلوا عليهم" [7]	نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔

رواه العقيلي و ابن حبان عن انس رضى الله تعالىٰ عنه و فى رواية ولا تناكحوهم. اور

[1] قرآن مجید، پ:۱۷، سورة الانبیاء، آیت:۱۰۷

[2] قرآن مجید، پ:۲۲، سورة الاحزاب، آیت:۴۵۔

[3] قرآن مجید، پ:۳۰، سورة الکوثر، آیت:۱-۲

[4] قرآن مجید، پ:۲۶، سورة الفتح، آیت:۲۸

[5] قرآن مجید، پ:۲۶، سورة الفتح، آیت:۲۹

[6] قرآن مجید، پ:۱۰، سورة التوبة، آیت:۸۴

[7] المستدرك للحاكم، ص:۶۳۲، ج:۳

ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔ اور یہ مصرع: ''خدا مجھ میں ہے اور محمد ہے مجھ میں''۔ یہ مصرع بھی اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے کفر، کیوں کہ اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ خدا عزوجل قائل کے اندر حلول کیے ہوئے ہے۔ یہ صریح کفر اور اسے لازم کہ اللہ عزوجل محدود ہو اور وہ بھی اتنا مختصر کہ انسان میں گھس آیا اور یہ قرآن مجید کا صریح انکار۔ ارشاد ہے: ''اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيط.''[1] اور فرمایا: ''وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا.''[2] اس کی وجہ سے بھی قائل وغیرہ پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم۔ درمختار میں ہے: ''**وما فيه خلاف يومر بالتوبة و الاستغفار و تجديد النكاح.**''[3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک شعر کے متعلق سوال کا جواب

مسئولہ: مولوی حکیم نثار احمد، ۔ پیگا پور، سلطان پور، (یو. پی.)۔ ۱۶ر صفر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ حضور سرور کائنات فخر موجودات کی شان اقدس میں نعت شریف کا یہ مصرع:

''ڈوبا ہوا سورج لوٹانا سب کے بس کی بات نہیں''

از روے شرع کسی قباحت کا حامل تو نہیں؟

الجواب

یہ مصرع بالکل صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

''لولاک لما خلقت الافلاک'' حدیث ہے یا نہیں؟

مسئولہ: احمد حسین رضوی، مدرسہ شمس العلوم، مکند گڑھ، جھنجھنوں، راجستھان۔ ۱۹ر رجب ۱۴۱۸ھ

مسئلہ حدیث پاک (۱) ''**لولاک لما خلقت الافلاک**''۔۔ (۲) ''**لو لا محمد و امته لما خلقت الجنة والنار الخ**''۔۔ کے متعلق زید کہتا ہے کہ یہ دونوں احادیث موضوع من گڑھت ہیں، صحاح ستہ میں نہیں اور نہ ہی حدیث کی کسی مستند کتاب میں۔ نیز زید کہتا ہے کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ حدیثیں موضوع ہیں یا مرفوع یا مقطوع؟ اور یہ کہ حدیث کی کسی مستند کتاب میں یہ احادیث ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ کیا حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اسے کیا واقعی موضوع قرار دیا ہے؟ براہ کرم جواب مع حوالہ و اسانید عنایت فرمائیں۔

---

[1] قرآن مجید، پ:۲۵، سورة حم السجدة، آیت:۵٤

[2] قرآن مجید، پ:۵، سورة النساء، آیت:۱۲٦

[3] در مختار، ص:۳۹۰، ج:٦، کتاب الجهاد، باب المرتد، دار الكتب العلمية، لبنان

الجواب

حضرت ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں صرف حدیث: "لو لاک لما خلقت الافلاک"[۱] کے بارے میں صنعانی کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس کو موضوع کہا، اپنی کوئی تحقیق ذکر نہیں کی ہے، بلکہ فرمایا:

"لٰکن معناہ صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً اتانی جبریل فقال یا محمد لولاک لما خلقت الجنۃ و لو لاک لما خلقت النارو فی روایۃ ابن عساکر لو لاک لما خلقت الدنیا"[۲]

آپ نے دوسری حدیث جن الفاظ میں لکھی ہیں ان کے بارے میں حضرت ملا علی قاری نے کچھ بھی نہیں لکھا ہے بلکہ مذکورہ بالا روایت سے ظاہر ہے "لو لاک لما خلقت الجنۃ لو لاک لما خلقت النار لو لاک لما خلقت الدنیا"[۳] مستند ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس موضوع پر یعنی احادیث لولاک کی تخریج پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حضور نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا تھا کہ تو نے کیوں آدم کو جنت میں بھیجا اور مجھے زمین میں؟

مسئولہ: عبد الخلیل، اڈ کیگر ے، سی ایس پورہ، ضلع تمکور، کرناٹک

مسئلہ ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے رجب کی ستائیس تاریخ کی شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے حضور جلوہ گر ہوئے تھے۔ اس وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سوال کیا کہ یا اللہ تو حضرت آدم علیہ السلام کو بنا کر جنت میں بھیجا اور مجھے پیدا کر کے دنیا میں بھیجا، ایسا کیوں؟ اس مضمون کو تبلیغی جماعت والے ایک شخص نے اپنی تقریر میں جمعہ کے دن بیان کیا۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سوال اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی زبانِ پاک سے ادا کیے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کا تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

الجواب

یہ روایت اب تک میری نظر سے کسی کتاب میں نہیں گزری ہے۔ بہ ظاہر یہ موضوع معلوم ہوتی ہے۔ یہ

[۱] موضوعات کبیر، ص:۵۹

[۲] موضوعات کبیر، ص:۵۹

[۳] موضوعات کبیر، ص:۵۹

سوال ہی مہمل ہے۔ اس تبلیغی جماعت والے سے پکڑ کر پوچھیں کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟ یقین مانیے اس نے اس کو خود گڑھا ہے اور بہ حکم حدیث جہنمی ہے۔ حضو اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار."[1] — جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

اس جہنمی تبلیغی کو اپنا امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنا نمازوں کو برباد کرنا ہے۔ اس کو بلا تاخیر امامت سے الگ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" حدیث ہے

مسئولہ: محمد صدیق، ہیڈ کلرک، ٹی سی سیکشن، سی سی ایس آفس ان اسی ریلوے گورکھپور-۱۸ر رمضان ۱۴۰۱ھ

مسئلہ محترم! سلام مسنون۔ جناب کی خدمت میں اپنے چھوٹے بچے حسن خالد جو گورکھپور میں سینٹ جوزف اسکول میں انگلش میڈیم کا طالب علم ہے اور دینی معلومات کا انتہائی اشتیاق مند ہے، اس کا مندرجہ ذیل حدیث سے تعلق رکھنے والا سوال برائے استفتا ارسال کر رہا ہوں، توجہ فرمائیں۔

کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ بعض اولیاے کرام (علماے کرام) قوم بنی اسرائیل کے انبیا کے مثل ہیں۔ یہ حدیث عربی میں مع ترجمہ اردو مصدقہ حوالہ تفصیل ارسال فرمائیں۔

الجواب

ہاں یہ حدیث صحیح ہے:

"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل." — میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کے مثل ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں یہ طریقہ تھا کہ ایک نبی کے تشریف لے جانے کے بعد دوسرا نبی اس کی جگہ تشریف لاتا اور قوم کی ہدایت کرتا، ان کے دین وایمان کی حفاظت کرتا، اور ہر ہر قوم کے جدا جدا نبی ہوتے۔ ایک ایک وقت میں کثیر انبیاے کرام موجود ہوتے تھے اور یہ سب شریعت موسوی کے پابند اور اس کے محافظ تھے، سواے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں کہ خاتم النبیین ہیں، حضور کے بعد اور کوئی نبی پیدا نہ ہوگا تو جیسے کہ بنی اسرائیل میں انبیا شریعت موسوی کی حفاظت کا کام انجام دیتے تھے اسی طرح میری امت کے علما میری شریعت کی حفاظت کریں گے اور مخلوق کو ہدایت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] مسلم شریف، ج:۱، ص:۷، کتاب الایمان، مطبع اصح المطابع

ایک حدیث کے متعلق سوال

مسئولہ: خلیفہ پاشا قادری، کرناٹک-۲۹ر جمادی الآخر، ۱۴۲۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں: یہ حدیث جو لکھی گئی ہے، کیا یہ ٹھیک ہے، کیا اس میں سید "سادات کرام" کی بے حرمتی نہیں ہوگی؟ اس کا اصل معنی و مطلب کیا ہے، معلوم کرائیں اور اس طرح کے اشتہارات سنی مساجد میں لگانا کیسا ہے؟

حدیث: عن عبد اللّٰہ بن عمر قال کنا قعوداً عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذکر الفتن فاکثر فی ذکر ھاجتی ذکر فتنة الاحلاس قال قائل وما فتنة الاحلاس قال ھرب و حرب ثم فتنة السرّاء دختھا من تحت قد فی رجل من اھل بیتی یزعم انه منّی و لیس منی انما اولیائی المتقون. (الحدیث)

الجواب

یہ حدیث صحیح ہے۔ مشکوٰۃ میں ص: ۴۶۴ پر ابوداؤد کے حوالہ سے مذکور ہے۔ ابوداؤد کے علاوہ یہ حدیث امام حاکم نے مستدرک میں بافاضات تصحیح ذکر فرمائی۔ امام منذری نے بھی۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم پر اس حدیث کی تصدیق ضروری ہے، کسی کی توہین ہو یا تذلیل۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو ایسا ہو کر رہے گا، بلکہ ہو رہا ہے۔ روافض کے سارے سرغنہ اپنے آپ کو سید کہتے ہیں۔ ہندوستان میں وہابیت، غیر مقلدیت، دیوبندیت اور مودودیت کا بیج بونے والے اسماعیل دہلوی کا پیر بھی اپنے آپ کو سید کہتا تھا۔ اور جہاں تک شجرۂ نسب کی بات ہے تو اس کا شجرۂ نسب درست بھی ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث غلط بیان کرنے والے پر توبہ فرض ہے۔

یہ روایت کیسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو اپنے نور سے پیدا فرمایا

مسئولہ: محمد سمین القادری، دار العلوم انوار مصطفیٰ، سالوہ، کھمبات، کھیڑا، گجرات-۴ر رجب، ۱۴۱۳ھ

مسئلہ ❶ زید تقریر کر رہا تھا دورانِ تقریر حدیث پاک کا تذکرہ کیا جن کے الفاظ یہ ہیں: "ان النبی ادم بین الماء و الطین." تو یہ حدیث کے الفاظ کہاں تک غلط ہیں، کہاں تک صحیح؟

❷ مندرجہ بالا حدیث کا ترجمہ نہ بیان کر کے اس کی تشریح یوں بیان کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ زید صریح

لفظوں میں بول رہا تھا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کے ساتھ ساتھ مولائے کائنات حضرت علی ارضاہ عنّا کا بھی نور موجود تھا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت بانٹ رہے تھے، اور مولائے کائنات ولایت۔ یہ مندرجہ کلمات زید کے ہیں تو زید کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرماتے ہیں؟

الجواب

۱ یہ جملہ حدیث نہیں، حدیث یوں ہے: **کنت نبیّا و آدم لمنجدل فی طینتہ.**"[1] زید پر توبہ فرض ہے کہ اس نے غیر حدیث کو حدیث کہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ یہ بھی زید کی من گڑھت اور افترا ہے، اور رافضیوں کی بکواس کی اشاعت، اس نے حضرت علی کے بارے میں جو کچھ کہا اس سے بالتفصیل اس پر توبہ واجب ورنہ اس کا ٹھکانہ جہنم۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا امام بخاری نے ساری حدیثیں حضور سے دریافت کر کے لکھی ہیں؟

الہام حجت نہیں

مسئولہ: علی محمد عمر، خطیب امام درگاہ مسجد، دادر بمبئی - ۲۳ر رجب ۱۴۱۰ھ

مسئلہ زید کا کہنا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ جب کبھی کوئی حدیث نقل فرماتے تو لکھنے سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرماتے کہ اے آقا! یہ آپ کا ارشاد ہے تو جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے کہ ہاں یہ میرا ارشاد ہے تو اس قول کو امام بخاری علیہ الرحمہ نقل فرماتے۔ اسی طرح انھوں نے ساری احادیث کریمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرما کے لکھیں۔ اب اس صورت میں زید کا یہ کہنا ہے اس سے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کی نقل شدہ احادیث جو انھوں نے نقل فرمائی ہیں، سب کے سب احادیث صحیحہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ درمیان میں کسی راوی کا دخل بھی نہیں ہے کہ ضعیف وغیرہ کا احتمال ہو۔ حالاں کہ بخاری شریف میں صحیح احادیث کے علاوہ اور بھی احادیث مذکور ہیں۔ تو اب مذکور واقعہ کا کیا مطلب ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں یہ روایت نقل کی ہے کہ امام بخاری احادیث کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش فرماتے۔ جس کے بارے میں انھیں یقین ہو جاتا۔ خواہ واقعہ میں یا الہام سے کہ اس کے بارے میں حضور کی اجازت ہے تو اسے لکھتے۔ یہ خود خبر واحد ہے۔ نیز ایک باطنی چیز ہے جو

[1] مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کسی چیز کی فضیلت کے لیے تو مفید ہے۔ مگر احکام شرعیہ کی بنیاد کے لیے کافی نہیں۔ علما نے تصریح کی ہے کہ الہام حجت نہیں۔ اس لیے اس واقعہ کو اس کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ بخاری شریف کی تمام احادیث صحیح ہیں، اور حجت ہیں۔ بخاری شریف کی احادیث پر جو نقد و جرح ہے وہ دلائل شرعیہ سے ہے جس کے مقابلے میں عالم واقعہ یا الہام کی بات دلیل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میری امت تہتر مذہب میں بٹ جائے گی، اس حدیث میں مذہب سے کیا مراد ہے؟ ائمہ اربعہ کا عقائد میں کوئی اختلاف نہیں؟

مسئولہ: معراج علی، ادریس، سیٹھ چال کھولی نمبر ۳، غیبی نگر بھیونڈی، تھانہ (مہاراشٹر) - ۱۸ر صفر، ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے حق اس مسئلہ میں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت تہتر مذہب میں بٹ جائے گی۔ ان میں ایک مذہب والوں کے سوا باقی تمام مذہب والے ناری اور جہنمی ہوں گے۔ (انوار الحدیث: ص: ۴۳) اب سوال یہ ہے کہ مذہب سے مراد کیا ہے، اور مذہب کسے کہتے ہیں؟ اور یہ چار مصلے جو ہیں ان کو فرقہ کہا جائے یا مذہب یا مصلے ہی پر مبنی ہے۔ اور اگر یہ چاروں مصلے پر ہی مبنی ہیں تو یہ تہتر مذہب کون سے ہیں؟

الجواب

حدیث میں جو فرمایا گیا کہ میری امت میں تہتر فرقے یا مذہب ہوں گے ایک کے سوا بقیہ جہنمی اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے عقائد میں اختلاف ہوگا۔ ان میں سے بہتر ایسے عقیدہ رکھتے ہوں گے۔ جن کی بنا پر وہ گمراہ ہوں گے اور گمراہی کی وجہ سے جہنمی ہوں گے۔ ایک کا عقیدہ صحیح ہوگا، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ ان چاروں کے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں، ان چاروں کے عقائد ایک ہیں اختلاف چند فروعی احکام میں ہیں۔ عقائد میں سب متفق ہیں اس لیے یہ چاروں ایک ہی فرقہ ایک ہی مذہب اہل سنت و جماعت ہیں۔ مذہب کا عرف میں دو اطلاق ہے ایک یہ کہ کسی مخصوص عقیدے کو مذہب بولتے ہیں، دوسرا کسی مخصوص طریقہ کار کو بھی مذہب کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطلقاً احادیث کے بارے میں تذبذب رکھنے والا شخص گمراہ ہے

مسئولہ: ۳۰ر محرم ۱۳۸۵ھ / ۳ر جون ۱۹۶۵ء

 جو شخص احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذبذب خیالات رکھے اس کے لیے

شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جو شخص مطلقاً احادیث کے بارے میں تذبذب رکھے وہ گمراہ ہے، بد دین ہے اور اگر کسی حدیث مخصوص کے بارے میں ہے تو وہ حدیث ذکر کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شریف الحق۔ رضوی دارالافتا، بریلی شریف

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا مطلق انکار کفر ہے

مسئولہ: ۳۰؍ محرم ۱۳۸۵ھ ؍ ۳؍ جون ۱۹۶۵ء

 جو شخص حضور کے معجزات کو جھوٹا کہے اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کا مطلق انکار اور کسی خاص معجزے کے انکار کا حکم اسی وقت بیان کیا جا سکتا ہے جب یہ تصریح ہو کہ اس نے فلاں معجزے کا انکار کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد شریف الحق۔ رضوی دارالافتا، بریلی شریف

ابو طالب کے ایمان لانے کی دعا قبول نہیں ہوئی

مسئولہ: کفیل احمد خاں، بھڑوچ، گجرات - ۱۳؍ رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ زید عالم نے دورانِ گفتگو بتلایا کہ حضور کی دعا اللہ تعالیٰ نے ایک بار قبول نہیں کی، کیوں کہ حضور اپنے چچا ابو طالب کے لیے دعا فرما رہے تھے، اس لیے ان کی دعا قبول نہیں ہوئی اور فوراً آیت کریمہ نازل ہوئی سورہ توبہ کی، کیا یہ سچ ہے؟

الجواب

یہ روایت صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک موضوع روایت،

کیا امام حسین نے مسجد نبوی کے اندر قرآن کے پاروں پر قدم رکھا؟

مسئولہ: صدر مدرسہ ہاشمیہ، بیجاپور، کرناٹک - ۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ

 کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک واعظ اپنے وعظ میں

اکثر واقعات کو بیان کرتا ہے جن کی سند موجود نہیں ہوتی اور پوچھنے پر کہ یہ واقعہ کس کتاب میں ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں پڑھا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں تو کہنے والوں نے کہا کہ جب آپ کو کتاب کا نام یاد نہیں تو آپ ایسا واقعہ کیوں کہتے ہیں، تو وہ جواب دینے سے قاصر رہا۔ مثلاً واعظ اپنی تقریر میں اکثر یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے، آپ کھیلتے ہوئے مسجد نبوی شریف میں آئے۔ کوئی چیز آپ کے ہاتھ میں نہیں آ رہی تھی تو آپ نے مسجد نبوی شریف میں رکھے ہوئے قرآن مجید کے جدا جدا پاروں کو اوپر رکھ کر ان پاروں پر قدم رکھ کر یعنی چڑھ کر اس چیز کو حاصل کیا۔ جب یہ بات رسولِ کریم کے دربار ذی وقار میں کسی صحابی نے اعتراضاً کہا تو حضور نے فرمایا کہ قرآن پر قرآن رکھنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، کیا تم حسین کو میرے دوش پر سوار ہوتا نہیں دیکھتے۔ برائے کرام اس واقعہ کے تعلق سے اصلاح بیان کریں کہ یہ کس کتاب میں ہے اور اس کی سند درست ہے یا نہیں اور غیر معتبر واقعات جس کی سند نہیں ہوتی اس کو وعظ یا تقریر یا خطبہ میں بیان کرنا کیسا ہے اور ایسے واعظ کے تعلق سے کیا حکم ہے، جو اس طرح کے غلط واقعات کو بیان کرتا ہے، جس کی کہیں سند کتاب میں موجود نہیں ہوتی۔ برائے کرم کتاب وسنت کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کریں۔

الجواب

یہ واقعہ جو سائل نے بیان کیا، سراسر گڑھا ہوا اور جھوٹ ہے۔ یہ کسی انتہائی بے باک رافضی نے گڑھا ہے۔ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی جھوٹ باندھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔ حضور اقدس کے عہد مبارک میں ابھی قرآن مجید یکجا طور پر لکھا ہی نہیں گیا تھا اور نہ مسجد نبوی میں رکھا گیا تھا، نہ تیس پاروں کی طرح اس کی تقسیم ہوئی تھی، اس لیے اس کا امکان ہی نہیں کہ مسجد میں پارے رکھے ہوئے ہوں جن کو تہ بہ تہ رکھ کر ان پر حضرت امام حسین چڑھیں اور پھر حضور وہ فرمائیں۔ اس واعظ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ کر اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔ حدیث میں ہے:

”من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار.“[۱]	جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

اس قسم کی جھوٹی روایتیں بیان کرنے کے عادی فاسق معلن ہیں اور گمراہ کن۔ انھیں امام بنانا گناہ، ان سے وعظ کہلانا گناہ۔ حدیث میں ہے:

”يكون في آخر الزمان دجالون كذابون ياتونكم من الاحاديث بمالم تسمعوا انتم ولا آباؤكم.“[۲]	آخری زمانہ میں جھوٹے دجال ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا نہ تمہارے باپ دادا نے سنا۔

[۱] مسلم شریف، ص:۷، ج:۱، کتاب الایمان، باب تغلیظ الکذب علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم

[۲] مشکوٰۃ شریف، ص:۲۸، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مجلسِ برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

اور فرمایا:

”فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا.“[1]

بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

تیسری حدیث میں فرمایا:

”کان اثمہ علیٰ من افتاہ.“[2]

اس کا گناہ اس پر ہوگا جو اس سے فتویٰ پوچھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

دو موضوع روایتوں سے متعلق سوال۔

مسئولہ: محمد امیر الحسن قادری، یتیم خانہ صفویہ، کرنیل گنج، گونڈہ (یو. پی.)۔ ۲۰ ر صفر ۱۴۱۲ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں:

زید ایک مستند عالم، دینی ادارے کا استاذ بھی ہے۔ اس نے اس مفہوم میں ایک حدیث بیان کی کہ قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا، قراء کی کثرت ہوگی، چناں چہ یہ وہی دور ہے۔ تقریباً ہر ادارے سے قاریوں کی فراغت ہوتی ہے اور اس شعبے کا ہر ادارے میں قیام کیا جا رہا ہے، آیا کیا یہ عین حقیقت ہے اور قراء سے مراد کون لوگ ہیں، صرف قاری یا حافظ اور عالم بھی؟

بکر ایک دینی ادارے کے شعبۂ پرائمری کا ماسٹر ہے جس نے مشورہ کے سلسلے میں ایک حدیث پیش کی جس کا مفہوم اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ یہودیوں کے کچھ سرغنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مشورہ لینے حاضر ہوئے اور کہا کہ مسلمانوں سے جنگ جیتنے کی کیا صورت ہے؟ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان نماز کے لیے کھڑے ہوں تو ان پر حملہ کردو، کامیاب ہو جاؤ گے۔ جب وہ چلے گئے تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز ہی میں ہم لوگ قتل کر دیے جائیں، اس طرح اسلام اور مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوگا۔ یہ سن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدھے لوگ نماز پڑھیں اور آدھے لوگ جنگ کے لیے تیار رہیں۔ چناں چہ ایک بار دھوکے سے یہودیوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ آدھے مسلم مجاہد جو نماز میں مشغول نہیں تھے جنگ لڑے، کامیابی ملی۔ نتیجۃً ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ سرکار نے کافروں کو بھی صحیح مشورہ دیا۔ لہٰذا عرض ہے کہ کیا اس طرح کی کوئی حدیث ہے اور یہ واقعہ کب رونما ہوا؟

---

[1] سنن ابن ماجہ، ص:۶، ج:۱، باب اجتناب الرای والقیاس۔ اشرفی

[2] مشکوٰۃ شریف، ص:۳۵، کتاب العلم، مجلسِ برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

الجواب

پہلے ایک قاعدہ ذہن نشین رکھیے جو شخص حدیث یا کوئی مضمون کسی کتاب سے بیان کرے تو پہلے اس سے سند مانگی جائے کہ تم نے کس کتاب میں یہ حدیث دیکھی ہے اور اب یہی آپ بھی کیجیے۔ اگر یہ لوگ سند بتا دیں تو جس کتاب کا نام بتائیں اسے آپ خود لکھ لیں۔ کسی عالم کا نام بتائیں تو اگر وہ زندہ ہوں تو ان سے دریافت کر لیں۔ قاری صاحب اور ماسٹر صاحب کی بیان کردہ دونوں حدیثیں میں نے ابھی تک نہ کسی کتاب میں دیکھی ہیں اور نہ کسی سے سنی ہیں۔ پہلی حدیث بھی بہ ظاہر موضوع معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ حدیث صحیح اور ثابت کے معارض ہے۔ اس لیے کہ قیامت کی نشانیوں میں یہ فرمایا گیا:

"ان من اشراط الساعة ان يقل العلم و يظهر الجهل."[1]　قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی۔

اور ماسٹر کی بیان کی ہوئی حدیث تو یقیناً جعلی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہودیوں سے تین جنگیں ہوئیں، کسی میں نماز کی حالت میں یہودیوں نے حملہ نہیں کیا ہے، نیز جب تک یہودی مدینے میں رہے نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔ ان لوگوں کو بتا دیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا اتنا بڑا گناہ کبیرہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ماسٹر پر تو یقیناً توبہ فرض ہے اور قاری اگر سند دکھا دیں تو پھر میرے پاس لکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک حدیث کے متعلق سوال

مسئولہ: جی باشاہ، متن مارکیٹ، کالیٹھ ہاسپیٹ، بلاری، کرناٹک

مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ میں تمہارے لیے دو چیزوں کو چھوڑ رہا ہوں ایک قرآن اور دوسرے میری سنت۔ یہاں پر کسی کا کہنا ہے کہ سنت نہیں وہاں پر لفظ "آل" ہے، یعنی قرآن اور میری آل کو چھوڑ رہا ہوں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن کے بعد سنت کا لفظ ہے یا "آل" کا۔ اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب

روایتیں دونوں کی ہیں۔ سنت بھی ہے عترۃ بھی ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے "آل" کا لفظ کسی روایت میں نہیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] مشکوٰۃ شریف، ص: ٤٦٩، باب اشراط الساعة، مجلسِ برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

”ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھا کتاب اللّٰہ و سنتی.“[۱]

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑیں جن کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے، اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ فرمایا:

”انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللّٰہ حبل ممدود ما بین السماء والارض و عترۃ اھل بیتی.“[۲]

میں اپنے بعد تم میں رہنے والی دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب آسمان و زمین کے درمیان تنی ہوئی رسی اور میری عترۃ میرے اہل بیت۔

نیز مشکوٰۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہٖ.“[۳]

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

نیز مشکوٰۃ ہی میں یہ حدیث بھی ہے:

”و انا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللّٰہ فیہ الھدیٰ و النور فخذو بکتاب اللّٰہ واستمسکوا بہ فحث علی الکتاب و رغب فیہ ثم قال و اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی.“[۴]

میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان دونوں میں پہلے اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ اللہ کی کتاب پر لوگوں کو ابھارا اور اس پر رغبت دلائی پھر فرمایا اور میرے اہل بیت، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

اور ان میں منافات نہیں۔ اہل بیت سے مراد امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ، سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا، حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن ہیں اور حضرات حسنین کریمین کی وہ اولاد امجاد جو ثابت النسب مسلمان صحیح العقیدہ سنی ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] مشکوٰۃ شریف، ص:۳۱، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مجلسِ برکات

[۲] مشکوٰۃ شریف، ص:۵۶۹، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مجلسِ برکات

[۳] مشکوٰۃ شریف، ص:۳۱، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مجلسِ برکات

[۴] مشکوٰۃ شریف، ص:۵۶۸، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مجلسِ برکات

رمضان المبارک میں جمعہ کے دن کوئی ہیبت آنے کا ذکر حدیث میں ہے

مسئولہ: وجاہت رضا، مدرسہ عربیہ حیاۃ العلوم، توپ خانہ، شاہ گنج، جالون (یو. پی.)-۲۷ر ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ عرض ہے کہ ایک مسئلہ بہت اہم ہوگیا ہے۔ ہوا یہ کہ ایک عالم صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بیان کیا کہ پندرہویں رمضان دن جمعہ کو ایک ہیبت آنے والی ہے۔ تقریر کرنے کے بعد اس کو پیپر میں شائع بھی کرادی جو مضمون انھوں نے اخبار والوں کو دیا، انھوں نے چھاپ دیا۔ موصوف نے ایک جھوٹی حدیث بیان کیا اور اخبار میں شائع بھی کرادی ہیں۔ ثبوت کے لیے باریکی سے مطالعہ فرما کر صادر فرمائیں۔ موصوف نے جو جھوٹی حدیث بیان کی اور اسے فرمان رسول کہا۔ گویا رسول کی بارگاہ میں الزام تراشی کی ہے، اور حد یہ کہ موصوف نے خود ہی حدیث گڑھی اور پھر اسی حدیث کی خود ہی تردید بھی کردی۔ موصوف پر توبہ واجب ہوئی یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم میں یہ حدیث ذکر کی ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ضروری نہیں کہ فلاں سال یہ حادثہ پیش ہوگا، قیامت تک کبھی بھی پیش آسکتا ہے۔[1] یہ حدیث جھوٹی نہیں صحیح ہے یہ بمبئی کے ایک خام کار مولوی نے اس کو پھیلایا اور پھر پورے ملک میں پھیل گیا، جس کی اشاعت کی کوئی حاجت نہیں تھی عوام کو بلاوجہ خوف وہراس میں مبتلا کیا گیا، مگر فائدہ سے خالی نہ رہا۔ اس کی وجہ سے کروڑوں مسلمانوں نے توبہ واستغفار کیا، اللہ کو یاد کیا، آپ نے اس حدیث کو جھوٹی کہا، آپ بھی توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور پر جھوٹ باندھنا

مسئلہ مسئولہ: غلام مصطفیٰ حبیبی، پیپل کنڈہ، وارانسی-۱۶ر رجب ۱۴۱۰ھ

مسئلہ زید ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان پابند صوم، صلوٰۃ، خطیب سنی مسجد مسائل شرعیہ سے آگاہ ہے۔ کچھ درسی کتب فن مولوی حضرت علامہ محمد باقر علی خان اشرفی سابق شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ بنارس سے پڑھا ہے۔ حضرت سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند و سرکار مجاہد ملت رضی اللہ عنہما و دیگر علماے اہل سنت زید کو لفظ مولوی سے زبانی وتحریری نوازتے رہے، اور سرکار مجاہد ملت و دیگر علماے کرام نے زید کی اقتدا میں نمازیں ادا فرمائیں ہیں۔ زید کو سلسلۂ قادریہ رضویہ کی خلافت حضرت مفتی عبد الرب صاحب مراد آبادی سے حاصل ہے۔ اجازت نامہ پر لفظ مولوی موجود ہے۔

بکر جو غیر عالم ہے، زید کے بارے میں کہتا پھرتا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عالم نہیں اسے

[1] فتاویٰ رضویہ: جلد دوازدہم ص: ۱۵۹

مولوی کہنے والے کے چہرے کا گوشت قیامت میں جدا کر دیا جائے گا۔ لہٰذا مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ زید کو مولوی کہا جائے یا نہیں؟ اور بکر پر شرع کا کیا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

الجواب

آج کل کے عرف عام میں مولوی کے معنی عالم کے نہیں۔ آج کل لوگ معمولی پڑھے لکھے لوگوں کو بھی مولوی کہتے پھرتے ہیں، اس لیے زید کو جس کے اوصاف سوال میں مذکور ہیں مولوی کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ بکر جھوٹا ہے۔ ایسی کوئی حدیث نہیں۔ بکر نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ کر اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔ ارشاد ہے: ”من كذب علي متعمداً فليتبوا مقعده من النار.“[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنت میں کھانے پینے سے پیشاب پاخانہ کی حاجت نہیں۔ ایک غلط روایت

مسئولہ: حاجی نور محمد فروٹ مارکیٹ، گلی ۳۶۰، نیو ممبئی

مسئلہ خنزیر کی پیدائش کب ہوئی اور کس کے زمانے میں ہوئی۔ زید کہتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو رفع حاجت ہوئی تو اللہ نے خنزیر کو پیدا فرمایا اور اس نے گندگی کو صاف کیا، کیا یہ صحیح ہے؟ زید علمائے کرام کا حوالہ دیتا ہے کہ ہم کو عالم صاحب نے بتایا ہے، مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب

مجھے نہیں معلوم۔ بظاہر یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ جنت میں کھانے پینے سے پیشاب پاخانہ کی حاجت نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جھوٹی حدیث بیان کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حمد یار، مدن پور، دیوریا، یو. پی۔ ۶/ ذوقعدہ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس حدیث کے متعلق کہ زید کہتا ہے حضور کی حدیث ہے کہ شرابی کو سلام کہنا، مصافحہ کرنے سے چالیس سال کی عبادت برباد ہو جاتی ہے۔ کیا یہ حدیث خود ساختہ حدیث ہے، برائے مہربانی جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

ایسی کوئی حدیث میرے علم میں نہیں بظاہر موضوع اور من گڑھت معلوم ہوتی ہے۔ زید سے دریافت کیا جائے کہ اس نے یہ حدیث کہاں دیکھی ہے۔ اگر حوالہ دے تو اسے یہاں بھیجیں، حوالہ نہ دے تو اسے بتادیں کہ

---

[1] مسلم شریف، ج:۱، ص:۷، کتاب الایمان، مطبع اصح المطابع

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار."[1]　　جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

میرے صحابہ ستاروں کے مثل ہیں جس کی بھی اقتدا کروگے کامیاب رہوگے۔

مسئولہ: نور محمد کریم - ۱۷ر شوال المعظم

مسئلہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے کہ میرے صحابی کوکب کی طرح ہیں جس نے جس کی پیروی کی وہ ہدایت پا گیا۔ یہ کس حدیث شریف کی کتاب میں ہے اور کس باب میں ہے؟

الجواب

اس حدیث کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:

"اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم."[2]　　میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں، ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۵۴ پر مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مقام صہبا میں سورج لوٹانے والی روایت کس کتاب میں ہے؟

مسئولہ: مطلوب احمد خاں نوری، محلّہ کھنسارائے، رام نگر، نینی تال (یو. پی.) - ۲۵ر شوال ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ایک امام صاحب نے جمعہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام صہبا میں سرکار کے سر مبارک کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانوے مبارک پر سر رکھ کر سونے کے واقعہ کی طرف لوگوں کی توجہ دلاتے ہوئے بیان فرمایا کہ جب نماز عصر کے فوت ہونے کا خوف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ جس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہو کر ارشاد فرمایا کہ علی تم کیوں رو رہے ہو؟ کیا تمھیں کوئی تکلیف ہے، کوئی درد ہے، تم سے کسی نے کچھ کہا ہے، تمھیں کسی نے پیٹا ہے کوئی زیادتی کی ہے، وغیرہ۔ عصر کی نماز کے وقت چند لوگوں نے امام صاحب سے معلوم کیا کہ آپ نے مذکورہ الفاظ بیان کیے ہیں وہ کس کتاب میں درج ہیں، ہم اس کتاب کو دیکھنا چاہتے ہیں، امام صاحب نے پہلے تو کہا کہ تاریخ کی کتاب میں

[1] مسلم شريف، ج:۱، ص:۷، كتاب الايمان، مطبع اصح المطابع۔

[2] مشكوٰة شريف، ص: ٥٥٤، الفصل الثالث، باب مناقب الصحابة۔

درج ہے۔اس پر ایک شخص نے کہا کہ احادیث کا تاریخ سے کیا واسطہ۔تو امام صاحب نے فرمایا کہ سچی حکایات میں وہ واقعہ درج ہے، جب وہ دیکھنے کو مانگی تو امام صاحب نے دوسرے محلے کے ایک شخص کا نام لے کر کہا کہ اس کے پاس جا کر دیکھ لو۔لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کے مذکورہ خط کشیدہ الفاظ از روے شرع شریف کیسے ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے الفاظ منسوب کر کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائے ہوں، کہنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

امام ابو جعفر طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں اور امام طبرانی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔حضرت علی نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔جاگنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے علی، کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ انھوں نے عرض کیا، نہیں۔الخ۔اس میں رونے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔امام نے حضرت علی پر بھی جھوٹ باندھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔اس سے توبہ کرے، علما ہمیشہ واعظوں سے بیزار رہے ہیں۔واعظین ہمیشہ عوام کو خوش کرنے اور ان سے پیشہ اینٹھنے کے لیے اس قسم کی روایات میں اس قسم کی رنگ آمیزی کر دیتے ہیں، اللہ ان کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔آمین۔امام پر اس سے توبہ لازم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

”کلھم فی النار“ کی توضیح

مسئولہ: عابد حسین مصباحی، امام ٹیمبر، مقام و پوسٹ لوکہا، ضلع مدھوبنی، بہار-۲۲/ ذو قعدہ ۱۴۱۴ھ

مسئلہ بہار شریعت حصہ اول، ص: ۵۵ پر ”ستفترق امتی ثلثا و سبعین فرقة کلھم فی النار الا واحد.“ والی حدیث نقل کر کے ان بہتر ناری فرقوں میں قادیانی، رافضی اور وہابی و غیر مقلد کو شمار کیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ چاروں ان بہتر فرقوں میں داخل اور جہنمی ہیں ساتھ ہی یہ کہ علماے اہل سنت جن میں خود حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ان بد مذہب کی تکفیر کے قائل ہیں، اس کے برخلاف حال میں شیخ محقق عبد الحق دہلوی کی طرف منسوب ”مرج البحرین“ نامی کتاب دہلی سے شائع ہوئی ہے جس میں مذکورہ بالا حدیث کو نقل کر کے یوں لکھا ہوا ہے: ”وہ بہتر فرقے اہل بدعت وضلالت اور نفس کے بندے کہلاتے ہیں اور ان کو اہل قبلہ بھی کہا جاتا ہے۔اہل قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیے اور نہ ان کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھنا چاہیے۔“ حضرت شیخ کی عبارت کا حاصل یہ ہوا کہ بہتر فرقے میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ وہ اہل قبلہ ہیں اور حضرت صدر الشریعہ کا انھیں بہتر فرقوں میں سے چند کی تکفیر کرنا کیا معنی رکھتا ہے، اس کی تطبیق مطلوب ہے۔

حضرت ملا علی قاری نے جو مرقاۃ میں حدیث مذکور کے تحت توضیح کی ہے اس سے تو توفیق ممکن ہے مگر شیخ کی عبارت میری سمجھ سے باہر ہے، کیوں کہ شیخ نے **اشعة اللمعات** جلد اول میں بھی امت اجابت اور اہل قبلہ ہی سے کی ہے۔ دوسرا شبہہ یہ ہے کہ اسی ''مرج البحرین'' میں اور مرقاۃ جلد اول میں ایسی عبارات ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بہتر ناری فرقے **مخلد فی النار** نہیں ہوں گے، بلکہ عذاب کے بعد جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ تو سوال یہ ہے کہ جب یہ بھی **مخلد فی النار** نہیں اور ناجی فرقے کے فساق بھی **مخلد فی النار** نہیں تو آخر حدیث میں بہتر فرقوں کے ناری ہونے کی تخصیص کیوں کر ہے؟ ''مرج البحرین'' کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: ''ان میں سے بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور گم راہی کے سبب اور عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے اور بدعت کے باعث عذاب نار میں گرفتار ہوں گے جب تک قادر مطلق چاہے کہ ان کو آلائش اور کثافت سے پاک کر کے جنت میں داخل کرے۔'' (حوالہ مذکورہ، ص:۸۱، مطبوعہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اکادمی، نئی دہلی) تفصیلی طور پر جواب سے اپنے اس خادم کو ذاتی طور پر ممنون فرمائیں کرم ہوگا۔ اگر پہلے تعارض کا دفعیہ حضرت شیخ ہی کی کسی تصنیف سے ہو تو اطمینان خاطر کے لیے احریٰ وانسب ہوگا، اگر ممکن نہ ہو تو دیگر کتب سے۔

الجواب

''مرج البحرین'' یہاں موجود نہیں اور آپ کے پاس جو موجود ہے وہ اصل کتاب نہ ہوگی، ترجمہ ہوگا۔ ترجمہ میں بسا اوقات غیر محتاط یا خدا ناترس مترجمین اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتے ہیں یا ترجمہ بھی غلط کر دیتے ہیں، اس لیے کسی کتاب کے ترجمہ پر اعتماد کلی کرنا درست نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ ان بہتر فرقوں میں تعمیم ہے، یہ اہل بدعت واہل ہوا کچھ وہ ہوں گے جو کافر ہیں اور وہ مخلد فی النار ہیں اور کچھ وہ ہوں گے جو گمراہ بد دین ہوں گے جن کی بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہوگی، یہ اپنی بدعقیدگی کی سزا میں جہنم میں جائیں گے، پھر سزا بھگت کر نجات پائیں گے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ''**کلهم فی النار**'' میں تعمیم ہے، یعنی یہ لوگ بظاہر کتنے ہی پابند شریعت ہوں اپنی بدعقیدگی کی سزا میں جہنم میں جائیں گے۔ جن کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہوگی وہ **مخلد فی النار** ہوں گے، اور جن کی بدعقیدگی حد کفر کو نہیں پہنچی ہوگی وہ بالآخر نجات پائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

منافقین کو مسجد سے نکالنے والا واقعہ کس کتاب میں ہے؟

مسئولہ: محمد عطاء اللہ خاں سوداگر، رانی بنور، کرناٹک

مسئلہ ہمارے شہر رانی بنور کرناٹک میں اہل سنت وجماعت کی مسجد سے بدعقیدہ کو یہ کہتے ہوئے نکالا کہ تم گستاخ رسول ہو، تم کو یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اس کے نکالے جانے کے بعد بعض مذبذب سنیوں نے ہم سے یہ سوال کیا کہ یہ کس حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد سے ہر ایک منافق کا نام لے لے کر نکالا؟ اب

دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکالے جانے والے اوقات کے جواب بحوالہ جلد وصفحہ نمبر با تفصیل عنایت فرمائیں۔

الجواب

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ تفسیر ''درمنثور'' میں آیت کریمہ: ''سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ.''[1] کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار جمعہ کے دن خطبہ کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک منافق کا نام لے کر مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا۔ فرمایا: اخرج يا فلان فانك منافق، اخرج يا فلان فانك منافق.'' اس طرح نام لے لے کر ہر منافق کو مسجد سے نکال دیا۔ مسجد سے نکالے جانے کے بعد یہ لوگ اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جمعہ کی حاضری میں کچھ تاخیر ہوگئی تھی انھوں نے جب ان کو واپس ہوتے دیکھا تو سمجھا کہ نماز ہوگئی اور منافقین رسوائی کی وجہ سے انھیں دیکھ کر چھپنے لگے۔ علاوہ تفسیر درمنثور، تفسیر ابن جریر، ابن ابی حاتم، تفسیر صاوی وغیرہ میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

چند موضوع روایتیں

مسئولہ: محمد عثمان

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

زید نے اپنی تقریر میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گشت کے دوران کا واقعہ جو کہ ایک بیوہ کے متعلق مشہور ہے، بیان کیا۔ ان الفاظ میں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیوہ کے پاس جا کر پوچھتے ہیں کہ اس ہانڈی میں کیا ہے؟ تو بیوہ جواب دیتی ہے کہ عمر کا کلیجہ ہے۔ پھر کہتی ہے کہ اللہ نے بڑی بے انصافی کی کہ عمر کو ہمارا خلیفہ مقرر کیا۔ ایک حدیث یہ بیان کی کہ ایک بار اللہ کے رسول نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے حسین بتاؤ تم بڑے ہو یا ہم تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، بعض معاملوں میں تو آپ بڑے ہیں اور بعض میں میں۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کون سے معاملے ہیں جن میں تم بڑے ہو تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جیسے میرے نانا ہیں، ویسے آپ کے نانا نہیں۔ جیسے میرے باپ ہیں ویسے آپ کے نہیں۔ عظمت شہداے کربلا بیان کرتے ہوئے زید نے اس تبصرے کے ساتھ یہ حدیث نقل کی کہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں بہتر فرقے ہوں گے۔ جن میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ یہ تو سرکار نے فرمایا لیکن میرا عقیدہ ہے کہ بہتر شہداے کربلا،

[1] قرآن مجید، سورۃ التوبۃ، آیت: ۱۰۱

[2] یہ واقعہ تفسیر صاوی، جلد ۳، ص: ۲۷۱، بر زیر تفسیر آیت کرمہ ''ومن حولكم من الاعراب'' سورہ توبہ، تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ محمد نسیم مصباحی

بہتر ہی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر کے پیوند اور بہتر ہی فرقے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہر ایک فرد ہر ایک چادر کا پیوند ہر ایک فرقے کو قیامت کے دن ڈھانک لے گا۔ یہ حدیث بھی بیان کی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حشر کے دن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہرا جوڑا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرخ جوڑا ہاتھ میں لے کر اور حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صافہ سر پر رکھ کر عرش اعظم کی طرف بڑھیں گی کہ مجھے ان سب کا انتقام چاہیے تو اس وقت حضرت جبرئیل دوڑتے ہوئے سرکار کے پاس پہنچیں گے یا رسول اللہ جلد چلیے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ حضرت فاطمہ کو دیکھ لے۔ اگر اللہ تعالیٰ حضرت فاطمہ کو دیکھ لے گا تو غضب ہو جائے گا، اور اس کے انتقام سے کوئی نہیں بچے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت تیز دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اس حالت میں کہ سرکار کی کملی مبارک آدھی زمین پر گھسٹ رہی ہوگی، اور آدھی کندھے پر ہوگی۔ وحی الٰہی کو اس انداز میں بیان کرتا رہا کہ اے جبرئیل تم کہاں ہو فوراً میرے محبوب کے پاس میرا پیغام لے جاؤ، تو کیا مذکورہ بالا احادیث جو زید نے بیان کی سب درست ہے یا نہیں، اگر نہیں تو زید کے متعلق از روے شرع کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب

سوال میں مذکورہ روایتیں سب من گڑھت موضوعات وواہیات ہیں۔ ان کو بیان کرنا حرام اور حسب فرمان حدیث جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنانا ہے۔ ارشاد فرمایا:

"من كذب على متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار."[1] جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

اس میں بعض الفاظ کفر بھی ہیں۔ مثلاً اس نے یہ کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ لے گا الخ۔ یہ کلمۂ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ سے ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ اس سے کسی وقت کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اور یہ کہنا کہ اگر دیکھ لے گا یہ بتاتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوشیدہ ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا کسی صحابی نے خودکشی کی ہے؟

مسئولہ: قاری امانت رسول رضوی، محلّہ بھورے خاں، پیلی بھیت

مسئلہ ایک شخص سرکار کی طرف سے لڑ رہا تھا، سرکار نے فرمایا یہ جہنمی ہے۔ صحابہ نے کہا سرکار وہ تو مشرکین کو خوب کاٹ رہا ہے۔ سرکار نے فرمایا وہ جہنمی ہے۔ پھر وہ زخموں کو برداشت نہیں کرسکا۔ اپنا نیزہ مار کر خود فوت

[1] مسلم شریف، ج:۱، ص:۱۱

ہوگیا۔ وہ مومن صحابی ہے یا نہیں، اور خودکشی کرنا کیسا ہے، اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا بعد سزا رہائی پائے گا؟

الجواب

اس قسم کے دو واقعے احادیث میں مذکور ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس نے اپنی تلوار زمین پر کھڑی کی اور اس کی نوک اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس نے اپنے سینہ کے اوپر والے حصہ اور گلے کے جوڑ پر ایک چھوٹا سا گڑھا ہوتا ہے، اس میں تیر کی نوک گھونپ کر اپنے آپ کو مار ڈالا تھا۔ نیزہ سے مار ڈالنے کی روایت میری نظر سے نہیں گزری، اس کے جہنمی ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ خودکشی کرنا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر وہ **مخلد فی النار** نہ ہوگا، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ منافق رہا ہو۔ ایسی صورت میں وہ **مخلد فی النار** ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی بنا پر فرمایا کہ وہ اہل نار سے ہے کہ اپنے باطنی علم سے جانتے تھے کہ یہ منافق ہے۔ شارحین نے جو تفصیل ذکر کی ہے اس کے لحاظ سے یہ دو واقعے ہیں۔ ایک وہ جس میں یہ مذکور ہے کہ اس نے تلوار اپنے سینہ میں گھونپ لی، یہ غزوۂ احد میں پیش آیا تھا۔ اس کے راوی سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بارے میں تفتازانی میں ہے کہ یہ منافقین میں گنا جاتا تھا۔ اب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور دوسرا واقعہ خیبر کے موقع پر ہوا تھا جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ اس نے تیر کی نوک سے گلا کاٹ لیا تھا۔ اس حدیث میں اس شخص کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

"لرجل ممن يدعي بالاسلام." اخیر میں ہے کہ حضور نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ ندا کرو "انه لايدخل الجنة لا نفسٌ مسلمة."[1] اس سے متبادر ہے کہ وہ بھی کوئی منافق ہی تھا، مگر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے "حضور گناہ کو پسند فرمائیں تو وہ نیکی ہو جائے"؟

مسئولہ: شمس الحق، شہر کہنہ، بریلی

مسئلہ ① کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تقریر میں کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر گناہ کو پسند کیا تو وہ نیکی ہوگئی۔ جیسے مثال پیش کیا کہ خودکشی کرنی حرام ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا اس سوراخ پر رکھ دیا۔ جس کو سانپ نے آپ کے آنے سے قبل تیار رکھا تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی پیش کیا کہ نماز ترک کرنا حرام ہے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گناہ کیا، مگر اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمالیا تو وہ نیکی ہوگئی۔

② زید نے تقریر کے اندر کہا کہ ابوجہل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ بہت بدصورت ہیں،

[1] مسلم شریف، ج:۱، ص:۷۲، باب بيان غلظ تحريم قتل الانسان نفسه الخ. كتاب الايمان

جھوٹے ہیں، بکر کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل نے جھوٹا نہیں کہا تھا اور نہ کسی کافر نے جھوٹا کہا۔ بلکہ ساحر وغیرہ کہا تھا اب پوچھنا یہ ہے کہ زید نے صحیح کہا یا بکر نے؟

الجواب

(۱) یہ جملہ کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اگر گناہ کو پسند فرمائیں تو وہ نیکی ہو جائے کلمۂ کفر ہے۔ وہ ذات گرامی جو گناہوں کو مٹانے کے لیے تشریف لائی تھی، کیسے گناہ کو پسند کر سکتی ہے؟ زید پر توبہ وتجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ جو واقعات اس نے پیش کیے ہیں ان میں گناہ کو پسند کرنا نہیں بلکہ فرض اور ایک عبادت کو پسند کرنا ہے۔ غار ثور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بیک وقت دو فرض عائد ہوئے تھے۔ ایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت، دوسرے اپنی جان کی حفاظت۔ انھیں ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اہم تھی، اور قاعدہ ہے کہ جب بیک وقت دو فرض عائد ہوں، اور دونوں کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو اہم کو ترجیح دی جائے گی، اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اپنی جان سے اہم ہے۔ لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوراخ میں انگوٹھا رکھ کر اور سانپ کے سر مارنے پر بھی نہ ہٹا کر فرض اہم کو ادا فرمایا، اور حفاظت ذات نبوی کو مقدم رکھا یہ بہترین عبادت ہے۔ بلکہ عبادت کی جان ہے۔ اسے گناہ وہی کہے گا جو کج فہم جاہل علم دین سے بے بہرہ ہوگا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ غزوۂ احد میں بعض صحابہ نے اپنے سینہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سپر بنا دیا، جو تیر حضور کی طرف آتا اسے اپنے سینے پر لیتے۔ اسے کون جاہل خودکشی کہے گا۔ کون کج فہم گناہ کہے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جان خطرہ میں ڈالنی حضور پر اپنی جان نثار کرنی، اہم الفرائض وافضل عبادات ہے۔ حضور نے اگر اسے پسند فرمایا تو گناہ کو نہیں بلکہ افضل عبادات اور اہم الفرائض کو پسند فرمایا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور نماز عصر کا وقت نکلا جا رہا تھا، تو مولا علی رضی اللہ عنہ پر دو فرض عائد تھے۔ ایک نماز عصر کی ادائیگی، دوسرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت، یہ دوسرا فرض پہلے سے زیادہ اہم تھا کہ تمام عبادات کی اصل طاعت حضور ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو حالت نماز میں حاضر خدمت ہونا فرض ہے، اور اگر نہیں حاضر ہوگا نماز پڑھتا رہے گا تو وہ سخت گنہ گار ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ. ”اس آیت کا شان نزول ہی یہ ہے کہ ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے، حضور نے انھیں آواز دی، وہ فوراً نہیں حاضر ہوئے۔ نماز پوری کی اور پھر حاضر ہوئے، حضور نے جب دریافت کیا تو نماز پڑھنے کا عذر بیان کیا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ علما فرماتے ہیں کہ اگر حالت نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں اور وہ حاضر خدمت ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ وہ حالت نماز ہی میں رہے گا۔ تو

جب کہ نماز شروع کرنے کے بعد عین حالت نماز میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت فرض ہے، اور حاضری بارگاہ عبادت اور نماز پڑھنے کی وجہ سے ادنیٰ تاخیر حرام و گناہ تو جو ابھی نماز نہ شروع کیے ہو تو اس پر اطاعت حضور کس درجہ فرض ہوگی۔ اور ترکِ اطاعت کس درجہ قبیح و گناہ۔ اطاعت حضور میں اگر نماز کا وقت نکل جائے تو یہ گناہ نہیں بلکہ بہترین عبادت ہے، اور اہم فرض کی ادائیگی اس کو گناہ کہنے والا عبادت اور فرض کو گناہ کہہ رہا ہے۔ غرض کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دو فرض عائد تھے۔ انھوں نے ان میں جو اہم تھا۔ بلکہ روحِ فرض یعنی اطاعت حضور، اس کو ادا کیا۔ لہٰذا اس وقت نماز چھوڑنا قطعاً گناہ نہیں ہوا بلکہ بہترین عبادت ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا تو یہ گناہ کو پسند فرمانا نہیں بلکہ عبادت کو پسند فرمانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جس موقعے کا یہ واقعہ ہے اس وقت ابوجہل نے بدصورت کہا تھا جھوٹا کہا تھا یہ یاد نہیں مثنوی مولانا روم میں واقعہ ہے، مگر مثنوی یہاں موجود نہیں۔ البتہ دوسرے موقعوں پر کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور کذاب دونوں بکا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ”وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ.“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد شریف الحق امجدی، رضوی دار الافتا، بریلی شریف

یہ کہنا کہ ”اللہ تعالیٰ نے جو کچھ علم تھا سب حضور کو دے دیا“ کیسا ہے؟ اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی بالفعل ہے، شیٔ کے تین معانی ہیں

مسئولہ: شبیر علی رضوی، کیر آف فیضان رضا منزل، دیا درہ، بھروچ۔ ۳۰ر شوال ۱۴۱۴ھ

مسئلہ ایک بیان کرنے والے نے اپنے بیان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں یوں کہا کہ آؤ میرے محبوب کا علم تمھیں بتاؤں ”الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ.“ کہ میں نے سارا علم جو کچھ میرے پاس تھا اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب کو عطا فرمادیا۔ ہر شے کا بیان قرآن مقدس میں موجود ہے۔ تو رب قدیر نے ساری چیزوں کا علم عطا کیا۔ زید کا کہنا ہے کہ بیان کرنے والے کا یہ کہنا ہے کہ سارا علم جو کچھ میرے پاس تھا یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب کو عطا فرمادیا۔ اس بیان میں بھاری غلطی ہوئی ہے اور بیان دینے والے پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ تو از روے شریعت حکم واضح فرمائیں اور غلطی اگر ہے تو کیا ہے اور توبہ کا طریقہ کیا ہوگا، تحریر فرمائیں۔

الجواب

یہ کہنا کہ اللہ عزوجل کے پاس جو کچھ علم تھا سب اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا، کفر ہے، کیوں کہ اس میں اللہ عزوجل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں مساوات لازم آتی ہے اور اللہ عزوجل کا علم

غیر متناہی بالفعل ہے۔ یہ محال ہے کہ کسی مخلوق یا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک غیر متناہی بالفعل ہو اور نہ یہ تحت قدرت باریِ تعالیٰ داخل کہ وہ کسی مخلوق کو اپنا سب علم عطا فرمائے۔ اس بیان کرنے والے پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ وہ علانیہ بیان کرنے والا یوں توبہ کرے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا (جملہ مذکورہ کو دُہرائے) یہ کلمۂ کفر ہے، اس سے میں توبہ کرتا ہوں، اللہ عز و جل نے اپنا سب علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمایا، کچھ عطا فرمایا ہے، مگر یہ کچھ بھی اتنا کثیر ہے کہ جمیع ما کان و ما یکون کو شامل ہے۔ یقیناً قرآن مجید میں سب کچھ ہے، اولین و آخرین کے جملہ علوم ہیں، ارشاد ہے:

"وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ."[1]

اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

بلا شبہہ قرآن مجید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ ارشاد ہے:

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ."[2]

اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو

اس آیت کی تقریر یہ ہے کہ اللہ عز و جل نے قرآن اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھایا اور قرآن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے روشن بیان، اس لیے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم حاصل ہے۔ "شئ" کے تین معنی ہیں۔ "ما يعلم و يخبر عنه" اس معنی میں "شئ" اللہ کی ذات و صفات اور جملہ محالات و جملہ معدومات ازلاً و ابداً کو شامل ہے۔ اور آیت کریمہ "و هو بكل شئ عليم" میں یہی مراد۔ "ممکن" اگر چہ ازلاً ابداً معدوم ہو، آیت کریمہ "ان الله علىٰ كل شئ قدير" میں "شئ" سے یہی مراد ہے۔ "موجود ممکن" "الله خالق كل شئ" میں یہی مراد ہے۔ اور آیت کریمہ "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" میں بھی یہی معنی مراد۔ فافهم و تدبر و تفكر. واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گنہگار کہنا کفر ہے۔

مسئولہ: محمد الیاس حبیبی، سمبھی، پوسٹ گمبھیر بن، اعظم گڑھ (یو. پی.) - ۵ر ذو الحجہ ۱۴۲۰ھ

 کیا فرماتے ہیں علماے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے الوداع جمعہ ۱۹۹۷ء کو مسجد میں

[1] قرآن مجید، سورة الانعام، پ:۷، آیت:۵۹

[2] قرآن مجید، سورة النحل، پ:۱۴، آیت:۸۹

تقریر کیا تھا، بکر مسجد میں پڑھنے گیا تھا نماز کے بعد گھر گیا اس کے بعد مائک پر اعلان کیا کہ زید نے جمعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گنہگار بتایا، لیکن زید کا کہنا ہے کہ مجھ کو علم نہیں، اور نہ گواہ ہے۔ جتنے مصلی نماز پڑھنے آئے تھے کسی نے اس بات کی گواہی نہ دی کہ ایسا جملہ زید نے ادا کیا۔ بکر بار بار مائک پر اعلان کرتا رہا جس کی وجہ سے زید کو کافی دشواری ہوئی۔ تو زید بکر کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ میں نے کون سی غلطی کی تھی؟ مجھ کو علم نہیں لیکن بہ ضد ہوا کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گنہگار بتایا ہے تو میں اس جملہ کو واپس لیتا ہوں۔ آپ کے کہنے پر اور معافی مانگتا ہوں، تو بکر نے کہا کہ مسجد میں بھی توبہ کرنی ہوگی۔ تمام مصلیوں کے سامنے زید نے بکر کے اصرار پر عید کے دن تمام مصلیوں کے سامنے توبہ کی اور معافی مانگی۔ اس کے بعد دونوں فریق خاموش ہو گئے، دو سال بعد ۵/ مارچ بروز جمعہ ۱۹۹۹ء کو اس مسئلہ کو لے کر مائک پر بار بار اعلان کرتے رہے کہ زید مسلمان نہیں کافر ہے۔ زید ایمان سے خارج ہو گئے ہیں زید کے نکاح سے بیوی نکل گئی، زید پھر سے ایمان لائیں اس کے بعد نکاح پڑھوائیں ورنہ میں ان کو مسلمان نہیں مانتا ہوں اور میں یہاں بھی پریشان کروں گا اور قیامت میں بھی پریشان کروں گا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل تحریر فرمائیں کہ زید ایمان سے خارج ہے یا بکر، زید یا بکر پر کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گنہگار کہنے والا یقیناً کافر ہے لیکن بکر کہتا ہے کہ زید نے مسجد میں اپنی تقریر میں یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گنہ گار ہیں۔ لیکن زید اس کا انکار کرتا ہے، تو اب بکر پر واجب ہے کہ گواہ پیش کرے۔ سوال میں تصریح ہے کہ بکر کوئی گواہ پیش نہ کرسکا، شریعت کا قانون یہی ہے کہ مدعا علیہ کے انکار کے بعد مدعی ثبوت پیش کرتا ہے۔ حدیث مشہور ہے:

"البينة على المدعي و اليمين على من انكر."[1]

تعجب ہے کہ زید نے یہ تقریر بھری مسجد میں کی اور بکر کوئی گواہ اس پر نہیں پیش کرسکا۔ کیا بھری مسجد میں جتنے لوگ تھے بہرے تھے، صرف ایک ہی بکر سننے والا تھا۔ اس لیے بکر کا دعویٰ ساقط اور زید بری الذمہ۔ پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ اگر بکر کا کہنا صحیح ہے تو اس پر واجب تھا کہ جس وقت بقول اس کے زید نے یہ جملہ کہا تھا اسی وقت اس کو ٹوکتا۔ یا زیادہ سے زیادہ تقریر ختم ہونے کے بعد فوراً ٹوکتا۔ اس نے اس وقت نہیں ٹوکا نہ کچھ کہا۔ گھر سے آکر مائک سے اعلان کیا۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ بکر نے کوئی سازش کی ہے پھر ان سب سے ہٹ کر جب رفع نزع کے لیے زید نے عیدگاہ میں آکر مجمع عام میں توبہ کرلی تو بات ختم ہوگئی۔ توبہ سے کفر

[1] مشکوۃ المصابیح، ص:۳۲۶، الفصل الاول، کتاب الأقضية والشهادت۔

بھی ختم ہو جاتا ہے۔ بات ختم ہوگئی تھی۔ سوال میں تصریح ہے کہ بکر نے پھر دو سال کے بعد مائیک پر زید کے خلاف اعلان کرنا شروع کر دیا۔ اب بکر اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس نے زید کو کافر کہا حالاں کہ وہ کافر نہیں اور حدیث میں ہے:

"ایما رجل قال لاخیه یاکافر فقد باء بها اَحدهما."[1] — جس نے اپنے بھائی کو اے کافر کہا تو کفران دونوں میں سے کسی ایک کی طرف لوٹے گا۔

بکر کے تمام اعمال حسنہ اگر تھے تو اکارت ہو گئے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ بکر سے میل جول سلام کلام حرام۔ اسی حال میں مر جائے تو بہ طریق مسنون اس کا کفن دفن اور اس کے جنازہ کی نماز حرام و گناہ۔ بلکہ منجر الی الکفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کچھ دنوں پہلے زید اور بکر میرے پاس آئے تھے، میں نے بکر کو مذکورہ بالا حکم شرعی بتا دیا تھا اور پھر دونوں کو ملا دیا تھا، پھر معلوم ہوا کہ بکر حسب عادت مائیک پر زید کے بارے میں وہی جملہ کہہ رہا ہے۔ یہ بکر کی انتہائی درجہ کی فتنہ پروری ہے اور شریعت سے بغاوت ہے۔ مسلمان متحد ہو کر بکر کے شر کو دفع کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

"وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ."[2] — اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔

ایسا سرکش انسان جو جامعہ اشرفیہ کے دارالافتا میں آکر حکم شرعی سن کر اور مان کر زید سے صلح کر چکا ہو، سینہ ملا چکا ہو پھر وہ زید کے خلاف شورش مچا رہا ہے اس لائق نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ رہے۔ سب مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے میل جول، سلام کلام، بند کر دیں۔ حدیث میں ایسوں کے بارے میں فرمایا گیا:

"فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولاتناكحوهم ولا تصلوا معهم ولا تصلوا عليهم."[3] — نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان سے شادی بیاہ کرو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] مشکوٰۃ، ص:۴۱۱، باب حفظ اللسان، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

[2] قرآن مجید، پارہ:۲، آیت: ۱۹۱، سورۃ البقرہ

[3] المستدرك للحاكم، ج:۳، ص:۶۳۲، السنة لابن عاصم ج:۲، ص:۴۸۳

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”سانوریا“ کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: قاضی محمد اطیعوا الحق، مقام علاؤالدین پور، پوسٹ سعد اللہ نگر، ضلع گونڈہ (یو. پی.)

مسئلہ چند شعرا نے اپنی نعتیہ اشعار میں حضور نبی کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے ”سانوریا“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں ”بعض جہال سنوریا سے ذات اقدس مراد رکھتے ہیں اس وقت وہ قریب بہ کلمہ کفر ہو جائے گا۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص:۱۸۴) اس لفظ کے بارے میں صاحب فرہنگ آصفیہ لکھتے ہیں ”سانولیا (لفظ ہندی اسم مذکر ہے) کرشن کا لقب جو ناگ کی پھنکار سے کالے پڑ گئے تھے۔“ (فرہنگ آصفیہ جلد سوم، ص:۱۹) لہٰذا اس لفظ سانوریا کی کامل تحقیق فرمادیں کہ اس کا استعمال کیوں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کریم کے لیے جائز نہیں۔

الجواب

سانوریا، سانورے کی اور سانولیا سانولے کی تصغیر ہے اور تصغیر کا زیادہ تر استعمال تحقیر کے لیے ہوتا ہے، اور جب اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مراد لیں گے۔ اور تصغیر کو تحقیر کے لیے، تو یہ بلا شبہ یقیناً حتماً کفر ہے، لیکن اس میں دوسرے احتمالات بھی ہیں ایک یہ کہ تصغیر سے مراد تحقیر نہ ہو بلکہ پیار، محبت کا اظہار تو کفر نہ ہوگا۔ ہمارے عرف میں پیار اور اظہار محبت کے لیے تصغیر کا استعمال شائع ذائع ہے۔ دوسرے یہ کہ ہندی زبان میں ”سانوریا“ محبوب سے کنایہ ہے، اور یہ بھی ہندی زبان میں شائع ذائع ہے۔ اب اگر کسی نے سانوریا بول کر محبوب مراد لیا ہو تو بھی کفر نہ ہوگا۔ اخیر کی ان دونوں شقوں پر کفر نہیں، مگر ممنوع ضرور ہے، لفظ میں کسی معنی ممنوع کا ایہام اگر ہو تو اس کا اطلاق باری عز اسمہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ممنوع ہے۔ بشرطیکہ شرع میں وارد نہ ہو۔ شامی میں ایک جگہ ہے:

”مجرد ایهام معنی المحال کاف للمنع.“[1] صرف معنی محال کا وہم ہونا ہی ممنوع ہونے کے لیے کافی ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الملفوظ میں جہاں اللہ عز وجل کو میاں کہنے کو ممنوع فرمایا وہاں یہ قید اضافہ فرمائی ”اور شرع میں وارد نہیں“ اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ لفظ مولیٰ کا اطلاق اللہ عز وجل پر قرآن و حدیث میں وارد ہے، ارشاد ہے:

”نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ.“[2]

---

[۱] رد المحتار، ج:۹، ص:۵۶۷، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستهزاء، مکتبه زکریا۔

[۲] قرآن مجید، پاره:۹، سورة الانفال، آیت:۴۰۔

حدیث میں ہے:"اللّٰہ مولینا و لا مولی لکم."(۱)

مولیٰ کے معنی غلام کے بھی ہیں اس معنی کا اطلاق باری تعالیٰ پر کفر ہے۔ اب لفظ مولیٰ میں اگر چہ معنی محال کا ایہام ہے مگر چوں کہ شرع میں وارد ہے اس لیے اس کا اطلاق درست بخلاف ''میاں اور سانوریا'' یہ شرع میں وارد نہیں۔ اس لیے اس کا اطلاق بہر حال ممنوع رہے گا۔ سانوریا میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ سانوریا کے حقیقی لغوی معنی مراد ہوں اور تصغیر تعظیم یا اظہار محبت کے لیے یہ بھی کفر نہیں۔ مگر واقعہ کے خلاف اور جھوٹ ہونے نیز معنی سوء کے احتمال کی وجہ سے معنی مذکور مراد لے کر اس کا اطلاق ممنوع رہے گا۔

خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ لفظ ''سانوریا'' میں مندرجہ ذیل احتمالات ہیں۔ (۱) تصغیر سے مراد تحقیر ہو یہ مطلقاً کفر۔ سانوریا کے کچھ بھی معنی مراد لیے جائیں۔ (۲) تصغیر اظہار محبت اور پیار کے لیے ہو۔ (۳) تصغیر تعظیم کے لیے ہو، اور سانوریا سے مراد محبوب ہو۔ یہ دونوں اخیر والے کفر نہیں اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے وہ فرمایا کہ قریب بکلمۂ کفر ہو جائے گا۔ المعتقد المنتقد میں ہے:

''ولذا قال بعض العلما لو قال لشعر النبی شعیر فقد کفر.''(۲)

اور اسی لیے بعض علما نے کہا کہ اگر نبی کے مبارک بال کو تصغیر کے ساتھ 'بلوا' کہے تو وہ کافر ہے۔

اس کے ماتحت حاشیہ المعتمد المستند میں ہے:

''ای بالتصغیر علی وجه التحقیر وقدمنا ان التصغیر فی مایتعلق به صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ممنوع مطلقاً وان کان علی جهة المحبة بل قد یجئ للتعظیم و مثاله فی لساننا ناکڑا ''فی تصغیر'' ''ناک'' ای الانف لا یقال الا فی الانف الجسیم ومع ذالک فالایهام کافٍ فی المنع والتحریم وقد نهی العلماء ان یقولوا مُصَیْحَفٌ او مُسَیْجِدٌ. فلیجتنب ما اقتحمه الشعراء الذین هو فی کل وادٍ یهیمون من

یعنی بروجہ تحقیر تصغیر کے ساتھ کہے اور ہم نے پہلے ذکر کیا کہ ان چیزوں کی تصغیر جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہے مطلقاً ممنوع ہے، اگر چہ یہ تصغیر بروجہ محبت ہو بلکہ تصغیر کبھی تعظیم کے لیے بھی آتی ہے اور اس کی مثال ہماری زبان میں ناک کی تصغیر میں 'ناکڑا' ہے یعنی بڑی ناک یہ لفظ بڑی ناک ہی کے لیے بولا جاتا ہے اور اس کے باوجود ممانعت اور حرمت کے باب میں ایہام کافی ہے اور علما نے مصحف کی تصغیر میں 'مصحفوا' اور مسجد تصغیر میں 'مسجدیا' کہنے سے منع فرمایا۔ لہٰذا بعض شعرا جو ہر وادی میں سرگرداں پھرتے

---

[۱] بخاری، ج:۲، ص:۵۷۹، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، رضا اکیڈمی۔

[۲] المعتقد المنتقد ص:۱۵۱، الباب الثانی فی النبوات، الفصل الثانی، مکتبہ حامدیہ لاھور۔

قولھم فی النعت الکریم. "مکھڑا" او "انکھڑیاں" و امثال ذلک."[1]	ہیں نعت شریف میں "مکھڑا"، "انکھڑیاں" یا ان جیسے الفاظ بلا غور وفکر کہہ دیتے ہیں ان الفاظ سے پرہیز کریں۔

فرہنگ آصفیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ایک حد تک صحیح ہے۔ ہندوؤں کا عرف یہی ہے لیکن جب کوئی سانور یا بول کر کنہیا مراد لے گا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراد لینے کی گنجائش نہیں رہے گی۔ اس لیے کہ یہ ظاہر ہے کہ ایک لفظ سے بیک وقت دو متضاد معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ ہاں ایک صورت ہے کہ ہندوؤں کے اس مخصوص عرف کو سامنے رکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مراد لیا جائے۔ جیسے کسی فیاض شخص کو "حاتم" اور متمرد اور سرکش کو "فرعون" وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اس معنی میں بھی کفر کا احتمال ہے اور معنی صحیح کا بھی۔ کنہیا کا جو کردار خود اس کے پجاریوں نے تحریر کیا ہے مثلاً نہانے والی عورتوں کے ساتھ جمنا کے کنارے کا قصہ وغیرہ اس کے لحاظ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تشبیہ دینا بلا شبہ کفر ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہندوؤں کے تواتر کے اعتبار سے کنہیا بہت دلکش تھا اسی وجہ سے اس کا دوسرا نام موہن بھی ہے۔ اب کوئی اس معنی کو سامنے رکھ کر اطلاق کرے تو کفر نہ ہوگا مگر حرام وممنوع اب بھی رہے گا کیوں کہ اب کئی معنی خبیث کا ایہام ہو گیا۔ **کما لا یخفٰی.** واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو ڈکٹیٹر لکھنا کیسا ہے؟

مسئولہ: یوم النبی نمبر ۵۰ر ہفتہ وار کوثر، ادبی مشغلہ مبارک پور، ۲۱ر ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں ڈکٹیٹر کہنا جائز ہے یا نہیں، جیسا کہ ادبی مشغلہ مبارک پور والے نے یوم النبی نمبر ۵۰ر کے معمہ نمبر ۸ر میں لکھا ہے۔ دنیا کو پیغمبر اسلام ایسے زبردست ڈکٹیٹر کی ضرورت ہے۔

الجواب

ڈکٹیٹر انگریزی لفظ ہے، میں انگریزی نہیں جانتا، مگر ہمارے عرف میں ڈکٹیٹر خود رائے ضدی حکمراں کو کہتے ہیں۔ اس معنی کر اس کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح بے ادبی ہے۔ اب اگر بالفرض انگریزی زبان میں اس کے کوئی ایسے معنی ہوں جس میں توہین کا کوئی پہلو نہ ہو تو بھی اس کا اطلاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جائز نہ ہوگا۔ صحابہ کرام جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی بات اچھی طرح نہ سن پاتے یا سمجھ نہ پاتے

[1] المعتمد المستند ص: ۱۵۱، الباب الثانی فی النبوات، الفصل الثانی، مکتبہ حامدیہ لاہور۔

تو عرض کرتے راعنا۔ ہماری رعایت فرمائیے۔ یہود کی لغت میں راعنا کے معنی بے وقوف کے تھے ان کو موقع مل گیا وہ بھی راعنا کہنے لگے۔ اور بہت خوش ہوئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"یا ایھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا." اے مومنو راعنا مت کہو، کہو ہم پر حضور نظر رکھیں۔

عربی لغت کے اعتبار سے اس کے معنی بھی درست تھے، اور صحابہ کرام کی مراد بھی درست تھی۔ مگر یہودی لغت میں جو معنی تھے۔ وہ صریح توہین کے تھے تو صحابۂ کرام کو بھی راعنا کہنے سے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح اگر بالفرض انگریزی لغت میں ڈکٹیٹر کے معنی اچھے ہوں تو بھی چوں کہ ہمارے عرف میں یہ کلمہ ہجو ہے اس لیے اس کا اطلاق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جائز نہیں۔ جس نے بھی یہ لکھا ہے اس پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نعت شریف پڑھنے سے پہلے درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

مسئولہ: اشتیاق احمد، کٹرہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.)۔ ۶ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ

مسئلہ بکر نے نعت کے آغاز سے پہلے منتشر مجمع کو یکجا کرنے کے لیے اور محفل میں گرم جوشی پیدا کرنے کے لیے کہا کہ آپ لوگ زور، زور سے درود شریف پڑھیں۔ بس اس بات پر زید نے کہا کہ اس طرح محفل میں گرم جوشی پیدا کرنے کے لیے درود شریف پڑھنے کا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے غلطی کی یا نہیں، اگر غلطی کی تو شرع سے کیا حکم جاری ہوتا ہے؟

یہ محفل فن سپہ گری کی جدید قسم مارشل آرٹ کی فیلڈ تھی۔ ہفتہ میں ایک دن ورزش کے بعد رشد و ہدایت کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ نعت ٹھیک ورزش کے ختم ہونے کے بعد شروع کی گئی تھی، اور لوگوں کا ذہن ابھی یکجا نہ ہو کر منتشر بھی تھا کہ لوگوں کی پوری توجہ اپنی جانب مبذول کرانا مقصود تھا۔ اسی لیے درود شریف پڑھنے کا حکم جاری کیا گیا تھا۔

الجواب

مجلس میں نعت شریف پڑھنے سے پہلے حاضرین سے درود شریف پڑھنے کے لیے کہنا تمام مسلمانوں میں رائج و معمول ہے، اسے ناجائز کہنا بہت بڑی جرأت اور بے باکی ہے۔ دیار و امصار کے تمام مسلمانوں کو گنہ گار ٹھہرانا ہے۔ نعت شریف سننے کے لیے مجمع اکٹھا کرنا اور مجمع کو اپنی طرف متوجہ کرنا یہ سب چیزیں محمود اور پسندیدہ ہیں۔ حرام و گناہ نہیں کہ اس کے لیے درود شریف پڑھوانا گناہ ہو۔ زید پر فرض ہے کہ توبہ کرے۔ اس نے ایک جائز و مستحسن کام کو ناجائز کہہ کر بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ بے علم ہو کر فتویٰ دینا ہی حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

”من افتی بغیر علم لعنته ملئكة السمٰوات والارض.	جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر آسمان وزمین کے تمام فرشتے لعنت کرتے ہیں
اور فرمایا: اجراكم على الفتيا اجراكم على النار.“[1]	جو فتویٰ دینے میں بہت بے باک ہو وہ جہنم میں جانے پر بہت زیادہ جری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بانیِ اسلام کہنا صحیح ہے

مسئولہ: افضل حسین، دارالعلوم اہل سنت تبلیغیہ فیض الرسول، گوپال پور، سیوان (بہار) - ۲/ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ

مسئلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بانیِ اسلام کہنا جائز ہے یا نہیں؟ دلائل سے مزین فرما کر جواب مرحمت فرمائیں، اور عنداللہ ثواب کے مستحق ہوں۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بانی اسلام کہنا بلا شبہہ صحیح ودرست ہے۔ اس میں کوئی تردد نہیں۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ حضور نے مذہب اسلام کو جنم دیا

مسئولہ: محمد حنیف خاں حشمتی، محلہ پٹیل نگر، قصبہ اترولہ، ضلع گونڈہ (یو. پی.) - ۱۵/محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

زید نے کہا وہ حسین جن کے نانا جان نے اسلام کو جنم دیا تھا آیا یہ قول جناب رسول علیہ السلام میں منسوب کرنا شرعاً درست ہے؟

الجواب

اس لفظ کا استعمال پسندیدہ نہیں۔ اور واقعہ کے اعتبار سے بھی درست نہیں۔ جنم دیا کے معنی ہوتے ہیں پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اسلام نہ تھا، اور یہ غلط ہے۔ مذہب اسلام حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہی سے ہے۔ لیکن اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اسلام بالکل مٹ چکا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پھر سے زندہ فرمایا۔ اس لیے قائل پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ عالم گیری میں ہے:

---

[1] الجامع الصغير فى احاديث البشير النذير، ص:١٧٢، ج:٢

[2] یہ اس لیے کہ مسلمان جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بانی اسلام کہتا ہے تو اس کی مراد وہ نہیں ہوتی جو یہود ونصاریٰ کی ہوتی ہے۔ اغیار یہ لفظ بول کر یہ بتاتے ہیں کہ اسلام اللہ کا دین نہیں بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایجاد کردہ مذہب ہے اور عام مسلمان اس کا یہ معنیٰ لیتے ہیں کہ حضور ہی کے ذریعہ پوری طرح اس دین کا ظہور ہوا اور ساری دنیا میں پھیلا۔ (از افادات خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی)

"اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي ان يميل الى ذلك الوجه كذا في الخلاصة. واللّٰه تعالىٰ اعلم."(۱)

سارے انبیاے کرام کا دین اسلام تھا۔
یہ کہنا کہ "نبی نے اسلام کے علاوہ اور مذہب کی تبلیغ کی" کفر ہے۔

مسئولہ: ڈاکٹر جمال الدین خان، محلّہ بہری، ضلع غازی پور (یو. پی.) - ۱۳/ ذو قعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صرف مسلمان تھے یا دیگر مذہب کے ماننے والے بھی تھے، اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے کہ تمام انبیا صرف مسلمان نہ تھے بلکہ دوسرے مذہب کے ماننے والے یا تبلیغ کرنے والے تھے۔ اس کے بارے میں علماے کرام کا کیا فیصلہ ہے۔ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے لے کر ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک جتنے انبیاے کرام تشریف لائے سب کا دین، دین اسلام تھا اور وہ سب مسلمان تھے۔ اس معنی کر کہ عقائد میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ صرف فروعی اعمال میں اختلاف تھا اور مسلمان ہونے نہ ہونے کا دار و مدار عقیدہ ہی ہے۔ کسی نبی نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ نہیں فرمائی، اور جو ایسا کہتا ہے کہ کسی نبی نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ کی اس نے نبی کو کافر بنایا۔ اس لیے کہ اس کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ نبی نے کفر کی اشاعت کی، کسی نبی کو کافر کہنا کفر صریح ہے، نبی تو نبی کسی مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے۔ حدیث میں ہے:

"ايما رجل قال لاخيه ياكافر فقد باء بها أحدهما."(۲)

جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کو "اے کافر" کہے تو ان دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔

دوسری حدیث میں ہے:

"من دعى رجلاً بالكفر أو قال عدواً اللّٰه وليس كذلك إلاّ حار عليه."(۳)

جو کسی کو کافر یا خدا کا دشمن کہے اور وہ حقیقت میں کافر اور خدا کا دشمن نہ ہو تو کہنے والا کافر اور خدا کا دشمن ہے۔

[۱] فتاویٰ عالم گیری ج:۲، ص:۲۸۹، الباب التاسع فی احکام المرتدین

[۲] مشکوٰۃ شریف، ص:۴۱۱، باب حفظ اللسان، مجلس برکات

[۳] مشکوٰۃ شریف، ص:۴۱۱، باب حفظ اللسان، مجلس برکات

درمختار میں ہے:

”عزّر الشائم بيا كافر وهل يكفر؟ ان اعتقد المسلم كافرًا نعم! وإلاّ لا به يفتىٰ.“(۱)

مسلمان کو ”اے کافر“ کہا تو کہنے والے کو سزا دی جائے گی، اور اگر اس نے مسلمان کو واقعی کافر جان کر اسے کافر کہا تو کہنے والا کافر ہے۔

جب ایک مسلمان کو کافر کہنے کا یہ حکم ہے تو کسی نبی کو کافر کہنے والے کا کتنا سخت حکم ہوگا۔ بناءً علیہ شفا اور اس کی شرح میں امام ابوالقاسم قشیری سے نقل فرمایا:

”ان صدور الكفر والشرک منه فلا يجوزه الا ملحدٌ.“

کسی نبی سے کفر و شرک کا صادر ہونا وہی جائز جانے گا جو ملحد اور بے دین ہے۔

عالم گیری میں فرمایا:

”من قال ان كل معصية كفر. وقال مع ذلک أن الانبياء عليهم السلام عصوا فكافر لأنّه شاتمٌ.“(۲)

جو یہ کہے کہ ہر گناہ کفر ہے اس کے باوجود پھر یہ کہے کہ انبیا علیہم السلام نے گناہ کیا تو وہ کافر ہے اس لیے کہ وہ نبی کو گالی دینے والا ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ سارے انبیاے کرام علیہم السلام کا دین دین اسلام تھا۔ یہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے ثابت ہے۔ سورۂ انبیا میں ہے:

”وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ.“(۳)

تم سے پہلے ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اس کی جانب یہی وحی کی کہ سواے میرے کوئی معبود نہیں۔ اس لیے صرف میری ہی عبادت کرو۔

جلالین میں ”فاعبدون“ کی تفسیر فرمائی ”وحدونی“ بہ معنی مجھے ایک جانو، مانو، سورۂ شوریٰ میں ہے:

”شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوۡحًا وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَمَا وَصَّیۡنَا بِهٖۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡهِ.“(۴)

تمہارے لیے دین کی وہ راہ مقرر فرمائی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

---

[۱] درمختار، کتاب الحدود، باب التعزير، ص:۱۱٦، ج:٦، دارالکتب العلمية لبنان

[۲] عالم گیری، باب الاحكام المرتدين، مايتعلق بالانبياء عليهم السلام ص:۲٦۳، ج:۲، رشيديه

[۳] قرآن مجيد، پاره:۱۷، رکوع:۲، سورة الانبياء

[٤] قرآن مجيد، پاره:۲۵، آيت:۱۳، سورة شوریٰ

بخاری شریف میں امام مجاہد نے اس کی تفسیر یہ نقل فرمائی:

”او صیناک یا محمد وایاہ دینا واحدا.“ اے محمد تمھیں اور انھیں ایک ہی دین کا حکم دیا۔

جلالین میں اس کی تفسیر میں فرمایا: ”ھذا ھو المشروع الموصٰی بہ والموحیٰ إلی محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ھو التوحید.“[1] اس کے تحت صاوی میں ہے:

”بیان للمراد من الدین الذی اشترک فیہ ھؤلاء الرسل.“[2] یہ دین جو سارے انبیاے کرام میں مشترک ہے توحید ہے۔

سورۂ انبیا میں کثیر انبیاے کرام کے ذکر کے بعد فرمایا:

”اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً. وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ.“[3] بے شک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس صرف میری ہی عبادت کرو۔

جلالین میں ھٰذہ کے بعد فرمایا:

”ملة الاسلام.“[5] یعنی یہ مذہب اسلام ہے

اس کے تحت صاوی میں فرمایا:

”والمعنی أنّ ملّة الاسلام ملّتکم لا اختلاف فیہ من لدن آدم إلی محمد فلا تغییر ولا تبدیل فی اصول الدین وانما التغایر فی الفروع فمن غیر وبدّل فی الملة فھو خارج عنھا ضالٌ مضلٌ وحکمة ذکر ھذہ الأیة عقب القصص دفع مایتوھم أنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بعث بعقائد تخالف عقائد من قبلہ من الرسل.“[6]

مطلب یہ ہے کہ اگلے انبیاے کرام کا بھی مذہب مذہب اسلام ہی تھا اور یہی تمہارا بھی مذہب ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اصول دین میں نہ کوئی اختلاف ہے نہ تغیر ہے نہ تبدل ہے صرف فروع میں اختلاف ہے جو مذہب میں کوئی تغیر وتبدل کرے وہ مذہب سے خارج گمراہ گر ہے انبیاے کرام کے واقعات کے بعد اس آیت کا ذکر کرنا، اس وہم کو دفع کرنے کے لیے ہے جو کسی کو ہوسکتا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد اگلے انبیاے کرام کے عقائد کے خلاف تھے۔

---

[1] جلالین ص:۴۰۲، قرآن مجید، پارہ:۲۵، سورۃ شوریٰ رشیدیہ۔

[2] حاشیۃ الصاوی، ص:۱۸۶۶، ج:۵، سورۃ الشوریٰ۔

[3] قرآن مجید، آیت:۹۲، سورۃ الانبیاء۔

[4] جلالین ص:۲۷۷، پارہ: ۱۷ سورۃ الانبیاء، رشیدیہ۔

[5] حاشیۃ الصاوی، ص:۱۳۱۷، ج:۴، الانبیاء۔

یہاں تک کہ جب یہودیوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور نصرانیوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نصرانی تھے تو قرآن مجید نے اس کا رد فرمایا:

”مَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا.“[۱]　　ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ تمام باطل دینوں سے بیزار دین حق کی طرف مائل مسلمان تھے۔

دین کا اختلاف عقائد کے اختلاف سے ہوتا ہے۔ اسلام کے علاوہ اگر کوئی مذہب ہوگا بلکہ ہے تو وہ عقائد میں اسلام سے مختلف ہونے کی بنا پر ہے، اور اسلام کے خلاف جو بھی عقیدہ ہے وہ کفر ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انبیاے کرام اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ کرتے ہوں گے یا کسی اور مذہب کے ماننے والے ہوں گے تو لازم آئے گا کہ انھوں نے کفر کی تبلیغ کی یا ان کا اعتقاد کفر تھا۔ اور یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد میں اور ملا علی قاری نے شرح شفا اور شرح فقہ اکبر میں فرمایا:

”إنّهم معصومون من الکفر قبل الوحی وبعده بالاجماع.“[۲]　　انبیاے کرام علیہم السلام قبل وحی اور بعد وحی کفر سے معصوم ہیں اس پر اجماع ہے۔

اس لیے یہ کہنا کہ انبیاے کرام اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے ماننے والے تھے یا کسی اور مذہب کی تبلیغ کرتے تھے بالکل غلط ہے۔ انبیاے کرام کو معاذ اللہ کافر بنانا ہے۔ ایسا کہنے والا ضرور کافر و مرتد اسلام سے خارج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نبوت منسوخ نہیں ہوتی ہے، یہ کہنا کہ نبی کی نبوت سلب ہوگئی کفر ہے

مسئولہ: محمد حشمت رضا، پوکھریرا، راے پور، سیتامڑھی، بہار- ۲۴/ ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ نبوت منسوخ ہوتی ہے یا نہیں؟ حکیم الامت مولانا احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمہ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرأۃ المناجیح کی جلد ہشتم باب فضائل سید المرسلین صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ میں مندرج حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک: ”خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْن.“ کی اس طرح تشریح فرمائی ہے۔ ”یعنی میں آخری نبی ہوں، جس پر دورِ نبوت ختم ہوگیا۔ میرے زمانے میں یا میرے بعد کوئی نبی نہیں، جو نبی زندہ ہیں ان کی نبوت بھی منسوخ ہوگئی اب وہ میری امت کے ولی ہیں۔“ باب فضائل میں متعدد جگہ اور اپنی تصنیف ”شان حبیب الرحمن من آیات القرآن“ میں بھی نبوت کے منسوخ ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی اس تشریح سے علما کے مابین اختلاف ہوگیا ہے۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ نبوت منسوخ نہیں ہوتی اور اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے، لکھنے والے اور نقل کرنے والے پر تجدید ایمان و نکاح اور توبہ و رجوع واجب ہے۔

---

[۱] قرآن مجید، پارہ:۳، آیت:۶۷، سورۃ آل عمران۔

[۲] شرح عقائد، ص:۱۰۲۔

الجواب

نبوت منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شریعت منسوخ ہوگئی۔ یہ درست ہے، نبوت منسوخ ہونے کا مطلب سلب نبوت نہیں۔ سلب نبوت البتہ جائز نہیں اور یہ کہنا کہ کسی نبی کی نبوت سلب ہوگئی، یہ ضرور کفر ہے۔ اس کو یوں سمجھیے کہ منسوخ صرف احکام ہوتے ہیں، اصطلاح شرح میں یہ لفظ احکام کے ساتھ خاص ہے۔ اخبار اور مناصب منسوخ نہیں ہوتے۔ ویسے اس لفظ کے بولنے سے احتراز لازم کہ عوام اس کو کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔ حدیث میں ہے: "ایاکم و ما یعتذر منه."[1] مفتی صاحب مرحوم کی کتابوں میں اس قسم کی مجذوبانہ باتیں بہت ہیں، جس سے عوام میں کافی انتشار ہو چکا ہے۔ ان کی ایسی باتوں کو بیان کرنے سے پہلے علماے معتمدین سے استصواب کر لینا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا لفظ "انیس الغربا" حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ خاص ہے؟

مسئولہ: محمد ابراہیم قریشی، صدر بازار دھمتری، ضلع رائے پور (ایم. پی.) -۲۳ر ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ

مسئلہ اگر کسی مسلمان نے اپنی جائداد کسی مدرسہ یا یتیم خانہ میں وقف کر دی ہے تو کیا اس کو انیس الغربا کہا جا سکتا ہے۔ جب کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لقب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے اگر نہیں کہہ سکتے تو کہنے والوں اور لکھنے والوں کا ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب

اس شخص کو انیس الغربا کہنا جائز ہے اور یہ لفظ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں فقرا و یتامی، مساکین کی کسی بھی مدد کرنے والے کو کہا جا سکتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ یہ لفظ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اس کے ذمہ دلیل ہے۔ بلا دلیل کسی لفظ کو اللہ عزوجل یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص بتانا ادعائے محض اور تحکم بحت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا شبِ ولادت شبِ قدر سے افضل ہے؟

مسئولہ: جی. ایم. اشرفی، مسجد کے. آر. پورم، ہاسن، کرناٹک -۲۱ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ والرضوان سورۂ انا انزلناه فی لیلة القدر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب نزول قرآن کے سبب یہ رات بہت افضل ہوئی تو جس رات یا جس دن میں صاحب قرآن کی جلوہ گری

---

[1] ابن ماجه شريف، باب الحكمة، ص:۳۰۷، ج:۲، اشرفی
الجامع الصغير لاحاديث البشير النذير، ص:۱۰۰، ج:۱، مطبوعه ميمنية مصر

ہوئی وہ تو اس رات سے بھی افضل ہوئی اس لیے سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ شب ولادت شب قدر سے افضل و اعلیٰ ہے، اور دوشنبہ جمعہ سے اور آبادی مکہ آبادی مدینہ سے کہ کونین کے دولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کو خاص نسبت ہے۔ مواعظ نعیمیہ حصہ اول ص:۵۷/ ماثبت بالسنۃ میں ہے: "انه ولد ليلا فليلة المولود افضل من ليلة القدر." اور تفسیر صاوی شریف میں سورۂ جمعہ کی تفسیر کے تحت میں ہے کہ شب ولادت تمام راتوں سے افضل ہے۔ عرض یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب قول آیا درست ہے یا نہیں؟ بر سبیل اول حوالہ نقل فرمائیں اور ماثبت بالسنۃ و تفسیر صاوی کی ان عبارتوں کا بھی حوالہ نقل فرمادیں۔ سوال یہ ہے کہ لیلۃ القدر پر لیلۃ المولود کو افضل بتانے کی صورت میں کیا یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ لیلۃ القدر کی افضیلت پر قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ موجود ہیں اور لیلۃ المولود کی افضلیت کے لیے ایسی کوئی نص نہیں ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا افضلیت شب ولادت کا قول قرآن کی آیات و احادیث کے معارض نہیں ہے امید ہے کہ اس سوال کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا حوالہ ضرور نقل فرمائیں۔

الجواب

بہت سے علما سے میں نے یہی سنا ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے کہ شب ولادت شب قدر سے افضل ہے لیکن میں نے خود کسی مستند کتاب میں یہ نہیں دیکھا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے۔ اس وقت ضعف بصارت اور اضمحلال قویٰ کے باعث بہت زیادہ چھان بین میں نہیں کرسکتا، ہاں تفسیر صاوی میں یہ ہے:

"و اعلم ان افضل الليالى ليلة المولود ثم ليلة القدر."[1]　افضل ترین راتوں میں سے شبِ ولادت ہے پھر شبِ قدر۔

ماثبت بالسنۃ عربی یہاں کتب خانے میں نہیں، جناب اقبال احمد صاحب کا ترجمہ ہمارے یہاں ہے اس کے ص:۸۴/ پر ہے۔ اسی طرح علامہ خطیب قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں:

"ان ليلة مولوده افضل من ليلة القدر من وجوه ثلثة."[2]　حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب ولادت لیلۃ القدر سے تین وجہ سے افضل ہے۔

پھر اس کے بعد ان تینوں وجہوں کو تفصیل سے بیان کیا جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب نے بیان کیا ہے۔ مواہب اللدنیہ کی اس تحقیق پر علامہ محمد عبد الباقی زرقانی نے علامہ شہاب بیہقی کا اعتراض نقل فرمایا کہ اگر اس سے مراد ہر ربیع الاول کی بارہویں تاریخ ہے تو استدلال تام نہیں، اور اگر مراد خاص وہ رات ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو استدلال تام ہے۔ مگر اب اس بحث سے کوئی فائدہ

[1] تفسیر صاوی، ج:٤، ص:١٧٥۔

[2] مواهب اللدنيه مع زرقانی، ص:١٣٥، ج:١۔

نہیں اس لیے کہ اب وہ رات ہم کو مل نہیں سکتی کہ اس میں کوئی عمل کریں۔

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نے اس اعتراض کو درست بتایا۔ بہتر یہ ہے کہ اس قسم کی بحث میں الجھا نہ جائے جب علما کے دونوں اقوال ہیں اور یہ کوئی ایسا بنیادی عقیدہ نہیں جس پر ایمان وکفر ہدایت وضلالت کا حکم لگایا جائے، اتنی بات بہر حال مسلم ہے کہ ہزار رات کی عبادت سے بہتر اور فرشتوں کا نزول یہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود باوجود کے سامنے ہیچ ہے اور کوئی حکم جب کسی علت پر دائر ہوتا ہے تو اس علت پر دوسرے کو قیاس کرنا درست ہے قرآن واحادیث میں شب قدر کی فضیلت کے تین اسباب لکھے ہیں۔

(۱) قرآن مجید کا نزول۔

(۲) ایک رات کی عبادت کا ہزار رات کی عبادت سے بہتر ہونا۔

(۳) اور فرشتوں کا اترنا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ نعمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو ملی ہے۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ اس لیے حضور کا وجود، نزول قرآن اور ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بہتر اور فرشتوں کے نزول سے بڑی نعمت ہے۔ اس لیے جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے وہ سارے اوقات سے افضل ہے۔ اس میں کسی انصاف پسند کو انکار کی گنجائش نہیں۔ ایک بات آپ ذہن میں رکھیں کہ میں نے نزول قرآن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود باوجود کو افضل کہا ہے۔ قرآن سے افضل نہیں کہا ہے، قرآن اللہ عزوجل کا کلام حقیقی ہے اس کی صفت ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا اجودھیا میں حضرت شیث، حضرت نوح اور حضرت ایوب علیہم السلام کے مزار ہیں؟

مسئولہ: محمد عطاء الرحمٰن سرت چیر جی روڈ، پوسٹ بی گارڈین، ضلع ہوڑہ، مغربی بنگال - ۱۷؍رجب ۱۴۱۱ھ

مسئلہ بخشی جنتری کلکتہ کے صفحہ ۱۴۱ پر مشتاق احمد بھوجپور مرادآبادی نے اپنے تحریری معلومات مضمون میں یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت شیث، حضرت نوح، حضرت ایوب علیہم السلام کے مزارات اجودھیا (فیض آباد) میں ہیں، جہاں بابری مسجد موجود ہے۔

الجواب

یہ عوام میں بہت مشہور ہے مگر اس کی کوئی سند نہیں اجودھیا میں ایک احاطے میں دو قبریں ہیں ایک کے

بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کی ہے۔ دوسری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی ہے۔ لیکن یہ سب بے اصل ہے اور بظاہر مستبعد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صلح حدیبیہ سیاسی تھی یا مذہبی؟ اسلام میں مذہب و سیاست الگ الگ نہیں۔ کیا اس زمانے میں بد مذہبوں سے اتحاد ہوسکتا ہے؟ کافر اصلی اور مرتد کے احکام جداگانہ ہیں

مسئولہ: معین الدین صاحب رضوی دار العلوم شاہ عالم، جمال پور روڈ، احمد آباد (گجرات)۔ ۱۳/ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ۔

صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صلح کی کیا نوعیت تھی وہ صلح سیاسی تھی یا مذہبی یا کچھ اور؟ ہندوستان میں بڑھتے ہوئے فسادات کے پیش نظر ہم مسلمانانِ اہل سنت محض کلمہ گو اور نام نہاد مسلمانوں سے سیاسی مصالحت (جس سے ہمارے مذہبی معاملات مستثنیٰ ہوں) کر سکتے ہیں یا نہیں، کیا اس موڑ پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صلح حدیبیہ ہمارے لیے نمونۂ عمل نہیں اگر نہیں تو سیرت نبوی کا کون ایسا شعبہ ہے جو ہمارے حال کے مطابق ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے؟

الجواب

اسلام مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں ہے، مذہب کے احکام سیاسی امور کو محیط اور سیاسی امور مذہبی احکام کے تابع کوئی ایسا سیاسی اقدام کرنا جو مذہب میں ممنوع ہو جائز نہیں اس لیے کتب حدیث وفقہ میں کتاب الجہاد، کتاب الامارت، کتاب الحدود اپنی پوری جزئیات کے ساتھ بالتصریح مذکور ہیں اس لیے یہ سوال کہ صلح حدیبیہ مذہبی تھی یا سیاسی سرے سے ساقط ہے۔ شریعت میں اصلی کفار اور مرتدین کے احکام جدا جدا ہیں۔ اصلی کفار کے ساتھ صلح عقد ذمہ، عقد امان، بیع وشراء تجارت جائز ہے بخلاف مرتدین کے کہ ان کے ساتھ مذکورہ باتوں میں سے کوئی بھی جائز نہیں ان کے لیے صرف دو ہی راستہ ہے، یا تو اسلام قبول کریں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ تیسری کوئی صورت جائز نہیں۔ یہ مسئلہ فقہ کی تمام کتابوں میں بالتصریح موجود ہے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

”و اعلم ان کل مسلم ارتد فانه یقتل ان لم یتب الا جماعة المرأة والخنثیٰ ومن اسلامه تبعا والصبی اذا اسلم و المکره علی الاسلام.“[1]

نیز اسی میں ہے:

[۱] تنویر الابصار و در مختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ص:۳۸۸، ج:٦ ملخصاً، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان۔

ولا یترک المرتد علی ردتہٖ باعطاء الجزیة ولا بأمان موقت ولا بأمان مؤبد ولا یجوز استرقاقه بعدا للحاق بدار الحرب بخلاف المرتدة.“[1]

اس لیے کہ کافر اصلی کے ساتھ جن معاملات کی اجازت شریعت نے دی ہے ان پر زمانۂ حال کے ان بدمذہبوں کو جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے ہیں۔ قیاس کرنا درست نہیں ان میں بھی وہابیوں کا حکم اور سخت تر ہے حتی کہ اگر یہ توبہ بھی کرلیں جب بھی حاکم اسلام کو یہ حق ہے کہ انھیں ضرور قتل کرے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

”کل مسلم ارتد فتوبتهٗ مقبولة الاجماعة من تکررت ردته والکافر بسب نبی من الانبیاء فانه یقتل حدا ولا تقبل توبته. مطلقاً.“[2]

اس لیے صلح حدیبیہ پر قیاس کرکے ان بدمذہبوں کے ساتھ مصالحت اور میل جول جائز نہیں ہو سکتی، اسی طرح عقود فاسدہ کے ذریعے اصلی کافر کے ساتھ معاملہ جائز ہے بلکہ عقود باطلہ کے ساتھ بھی مگر مرتدین کے ساتھ کوئی معاملہ صحیح نہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد مرتد کا مال اس کی ملک سے نکل جاتا ہے اس طور سے کہ یہ زوال موقوف رہتا ہے، اگر وہ دوبارہ اسلام قبول کرے گا تو اس کا مال اس کو واپس کیا جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہیں کی یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا یا بھاگ کر دارالحرب چلا گیا اور دارالحرب کے ساتھ لحاق کا حکم کر دیا گیا تو دو صورت ہے۔ زمانہ اسلام کا اس کا مال اس کے مسلمان وارثین کو دیا جائے گا اور اگر اس کا کوئی مسلمان وارث نہ ہو تو وہ مسلمانوں کے لیے ہے۔

اور اب جب کہ حکومت اسلام نہیں مذکورہ بالا احکام جاری نہیں ہو سکتے ہیں کہ یہ کام حاکم اسلام کا ہے اب مسلمان یہی کر سکتے ہیں کہ بدمذہب مرتدین سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں جیسا کہ قرآن مجید اور متعدد احادیث کریمہ اس پر ناطق ہیں۔ ارشاد ہے:

”فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.“[3]

حدیث میں فرمایا: ”ایاکم و ایاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم.“[4]

اور فرمایا: ”فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم.“[5]

---

[۱] تنویر الابصار و در مختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ص:۳۹۱، ج:٦۔

[۲] تنویر الابصار و در مختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ص:۳۷۰، ج:٦، دارالکتب العلمية، بيروت لبنان۔

[۳] قرآن مجید، پاره: ۷، آیت: ٦٨، سورة الانعام۔

[٤] مشکوٰة شریف، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص:۲۸، مجلس برکات اشرفیه۔

[٥] المستدرك للحاکم۔ ص:٦٣٢، ج:۳، والسنة لابن عاصم، ص:٤٨٣، ج:۲۔

یہ احکام کافر اصلی اور مرتدین دونوں کے لیے ہیں مگر کافر اصلی کے ساتھ صلح ومعاہدہ کی شریعت نے اجازت دی ہے جس پر صلح حدیبیہ شاہد ہے۔ لیکن مرتدین کے ساتھ نہ صلح کی اجازت ہے اور نہ کسی معاہدے کی جس کی دلیل عرنیین کا واقعہ ہے کہ اسلام لکے بعد جب وہ مرتد ہوئے تو انھیں زندہ نہیں چھوڑا گیا اور فتح مکہ کا اعلان ہے، ان میں بہتیرے ایسے تھے جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے انھیں امان نہیں دی گئی جب کہ عامہ مشرکین کو یہ کہہ کر معاف فرمادیا: ''لاتثریب علیکم الیوم وانتم الطلقاء.'' مگر اعلان فرمادیا گیا کہ فلاں فلاں جہاں ملیں انھیں قتل کر دیا جائے۔ ان میں سے صرف انھیں کی جان بخشی ہوئی جنھوں نے دوبارہ اسلام قبول کیا، مسلمانانِ اہل سنت پر لازم ہے کہ وہ خود اپنی تنظیم بنائیں اور خود اپنی مدافعت کریں، تجربہ اس پر شاہد ہے کہ بد مذہبوں نے فساد کے موقع پر بھی دغا دی ہے اور ظالم مشرکوں کی حمایت کی ہے۔ بظاہر مسلمانوں سے ملے رہے اور اندر اندر مسلمانوں کے راز مشرکین تک پہنچاتے رہے خود احمد آباد کے فساد کے موقع پر دیوبندی جماعت کے سرگروہ جمعیۃ العلما کے صدر مولوی اسعد ٹانڈوی نے احمد آباد کا دورہ کرنے کے بعد جو بیان دیا وہ ظالم مشرکین کے سراسر موافق تھا۔ جو اللہ ورسول کا نہیں وہ مسلمانوں کا کب ہوسکتا ہے اس لیے ان سے کسی بھی معاملات میں بھی اتحاد کی اجادت دینی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مرادف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بد مذہبوں سے اتحاد جائز ہے یا نہیں؟ ہجرت سے قبل یہودیوں سے معاہدے کو بد مذہبوں سے اتحاد کے جواز کی دلیل بنانا کیسا ہے؟ ابتدائے اسلام کے تمام معاہدے منسوخ ہیں۔ منسوخ پر عمل جائز نہیں۔

مسئولہ: عنایت رضا خان، رضوی منزل، ڈاکٹر امبیڈکر روڈ جام جودھپور-۲ر شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئولہ صورت ذیل میں کہ زید نے مسلم شریعت سمیلن یعنی (مسلم شریعت کانفرنس) طلب کی جس میں ایک قاری صاحب نے تلاوت سے جلسہ کا آغاز کیا اسٹیج پر سب فرقوں کے مختلف جماعتوں کے سربراہ بیٹھے ہوئے تھے، بریلی اور جماعت اسلامی مجلس مشاورت اور جمیعۃ العلما کے لیڈر موجود تھے۔ جس میں پریس رپورٹر نے سماج اور اس کی بدی کے انسداد کے متعلق بیان دیا تھا، ان کے بعد جماعت اسلامی کے مولانا نے اسلام میں مرد وعورت کے حقوق پر روشنی ڈالی تھی۔ بعد میں ایک لیڈر نے جس کا تعلق مجلس مشاورت سے ہے بیان دیا تھا اس کے بعد ایک لیڈر نے بتایا کہ شہر شہر اور دیہات دیہات پنچایتیں اور بیت المال قائم کرنے چاہیے کہ مسائل سے نپٹا جا سکے آخر میں سنی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے دعویدار اس کانفرنس کے بانی نے طلاق بل وغیرہ کی باتیں کرنے کے بعد کہا کہ سنی شیعہ دیوبندی بریلوی

سب فرقوں کا سیاسی اتحاد ہوسکتا ہے اس کی دلیل میں انھوں نے ہجرت کے بعد پہلے سال سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس معاہدہ کے سولہ شرائط میں سے کچھ شرائط پر روشنی ڈال کر استدلال کیا تھا، یہودی غیر مذہب کے تھے ان سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کے لیے معاہدہ کیا تحریری معاہدہ کیا۔ ایک شرط یہ تھی کہ اگر مدینہ طیبہ پر کہیں سے حملہ ہوتو مسلمان اور یہود اجتماعی طور سے دفاع کریں اور یہ بھی شرط تھی یہود اپنے مذہب پر قائم رہیں اور مسلمان اپنے مذہب پر قائم رہیں اور ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہر دونوں فریق ایک دوسرے کے مذہب میں مداخلت نہ کریں۔ یہ سب دلائل کے بعد سنی نے کہا کہ مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کی یہ اپیل بھارت میں دور دور بیٹھے ہوئے دیوبندی اور بریلوی اور جماعت اسلامی وغیرہ فرقوں کے پیشوا اور رہبر سے ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ معاہدہ کی روشنی میں دائمی اتحاد کی راہ نکال لیں۔

(۱) اس قسم کی کانفرنس طلب کرنا اور گوسیاسی ہو مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے سراسر خلاف ہے یا نہیں اور جیسا کہ ندوہ کا فتنہ جو اسی سیاسی نوعیت کا تھا حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے رد میں متعدد تصنیفات شائع فرمائیں، ظاہر ہے نیز حدیث شریف میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ''**ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم.**'' کہ کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اور کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں، میں بدمذہبوں سے اتحاد بھی باعث فتنہ و باعث گمراہی ہے کہ نہیں لہذا اس قسم کی کانفرنس کرنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور بدمذہبوں سے سیاسی میل جول جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہود سے معاہدہ کو مرتدوں سے سیاسی اتحاد کی دلیل بنانا جہالت ہے یا نہیں، ایسے سنی کہلوانے کے ایسے بیان پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب

وہابیوں کی تمام شاخیں دیوبندی، غیر مقلد، مودودی شان الوہیت و رسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں، روافض کے بارے میں عالم گیری میں ہے:

''**أحکامھم أحکام المرتدین.**''[1]　ان کے احکام مرتد کے احکام ہیں۔

اور مرتدین سے کوئی معاملہ کسی قسم کا میل جول اتحاد جائز نہیں ان کے لیے صرف دو ہی راستہ ہے یا تو ارتداد سے توبہ کر کے اسلام قبول کریں یا پھر حاکم اسلام کو حکم ہے کہ انھیں قتل کردے۔ بلکہ جو مرتد شان رسالت میں گستاخی کرے توبہ کے بعد بھی اس کی جان بخشی نہیں ہوگی۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

[1] فتاویٰ عالمگیری، ص:۲٦٤، ج:۲، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، رشیدیه، پاکستان۔

”وکل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الاجماعة من تکررت ردته والکافر بسب نبی من الانبیاء فانه یقتل حداً ولا تقبل توبته مطلقا.“[1]

اب حاکم اسلام نہیں کہ انھیں یہ سزا دے سکے تو مسلمانوں پر یہی فرض ہے کہ ان سے دور رہیں کسی قسم کا گھال میل نہ کریں، صحابہ کرام کی تنقیص شان کرنے والوں کے بارے میں حدیث میں فرمایا: ”فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم.“[2] رواہ ابن عقیلی وابن حبان عن انس رضی اللہ عنہ، جب صحابہ کرام کی تنقیص کرنے والوں کا یہ حکم ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کا کتنا سخت حکم ہوگا، ان سے یارانہ گٹھ جوڑ کیسے جائز ہوگا۔

جس مولوی نے اس معاہدے سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداے اسلام میں یہودیوں سے کیا تھا ان مرتدین کے ساتھ معاہدے کے جائز ہونے پر استدلال کیا وہ جاہل ہے اسے خبر نہیں کہ اصلی کافر کے ساتھ صلح بھی جائز، معاہدہ بھی جائز اور ان کو ذمی مستامن بنانا بھی جائز مگر مرتدین کے ساتھ کوئی رعایت نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے جو آیت کریمہ: ”فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ.“[3] اور حدیث مبارک: ”لئن عشتُ ان شاء اللّٰہ لاخرجن الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب.“[4] سے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں اہل سنت تو اتنے بھولے بھالے ہیں کہ ان بددینوں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں حالاں کہ بارہا کا تجربہ ہے کہ یہ ظالم ہر موقع پر دھوکہ دیتے ہیں، پہلے عوام کو پھانسنے کے لیے، چندہ وصول کرنے کے لیے بڑی میٹھی باتیں کریں گے اور عین موقع پر مشرکین سے مل جاتے ہیں۔ ان کے پھندے میں کبھی بھی نہیں آنا چاہیے، اہل سنت پر لازم ہے کہ ان سب سے الگ رہیں، اپنے آپ اپنے ناموس و مذہب کو بچانے کے لیے جو کچھ کر سکتے ہوں کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمان جس ملک میں رہتے ہیں اس ملک کے جائز قوانین کی پابندی لازم ہے۔ ہندوستانی غیر مسلموں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟

مسئولہ: نور محمد صاحب لاٹھیا، مقام و پوسٹ، عمر کوٹ، ضلع کوراپٹ، اڑیسہ – ۱۶؍ ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ

 کیا فرماتے ہیں علماے دین شرع متین اس مسئلے میں؟

[1] تنویر الانصار و در مختار، ص: ۳۷۰، ج:۶، کتاب الجهاد، الباب المرتد، دار الکتب العلمیة، لبنان۔

[2] المستدرك للحاکم، ص: ۶۳۲، ج:۳، السنة لابن عاصم، ص: ۴۸۳، ج:۲۔

[3] قرآن مجید، سورة التوبة، آیت: ۵۔

[4] مشکوٰۃ، ص: ۳۵۵۔

کہ زید نے ایک روز مسجد میں اس قسم کا بورڈ لگا دیا کہ اسلام یکجہتی اور اتحاد کا حامی ہے، مسلمان نہ صرف مسلمان کے ساتھ بلکہ سبھی مذہب کے ساتھ خلوص ومحبت کا سلوک کریں۔ چناں چہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔مل کر رہو ایک دوسرے کے خلاف نہ رہو، آسانی پیدا کرو، تنگی پیدا نہ کرو۔ یہ حدیث مسلمانوں کے حق میں ہے یا دیگر مذاہب کے لیے؟ حالاں کہ سورۂ آلِ عمران آیت:۱۱۸/سورۂ نساء آیت:۱۴۴/سورۂ مائدہ، آیت: نمبر ۵۱/سورۂ مجادلہ، آیت نمبر ۲۲/اس کے خلاف ہے۔ زید نصوص صریح کے خلاف اپنا حکم ظاہر کر کے کس زمرہ میں شامل ہوا اور زید کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

سوال میں جو حدیث نقل کی ہے اس کے مخاطب صحابہ کرام ہیں اور اس سے مراد یہی ہے کہ مسلمان آپس میں اتحاد اور اتفاق سے رہیں۔ ایک دوسرے کے لیے آسانیاں فراہم کریں۔ رہ گئے کفار ان کے لیے یہ حکم نہیں ان کے لیے وہی حکم ہے جو آپ نے آیات مذکورہ کے حوالے سے لکھا ہے، صاف صریح ارشاد ہے:

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ."[1] اے نبی کافروں اور منافقین پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ۔

اور فرمایا: "وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً."[2] اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں

صحابہ کرام کی شان میں ارشاد ہے:

"اَشِدَّاءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ."[3] کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

البتہ جو غیر مسلم عقد ذمہ یا عقد امان لے کر سلطنت اسلام میں ہوں ان کے ساتھ مدارات کا حکم ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان خود کسی غیر مسلم حکومت میں رہتے ہوں تو ان پر اس حکومت کے جائز قوانین کی پابندی لازم ہے۔ اس تقدیر پر جو غیر مسلم مسلمانوں کے پڑوس میں رہتے ہوں یا ملک میں کہیں بھی رہتے ہوں ان کے ساتھ بھی مدارات ضروری ہے، ان کے ساتھ شدت وغلظت چوں کہ ملکی قانون کے خلاف ہے اور ایک طرح کی بد عہدی ہے اس لیے اس کی اجازت نہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہماری مسجدوں کو مندر بنائیں، ہمارے گھروں کو جلائیں، ہمیں لوٹیں قتل کریں۔ ہم پر جھوٹے مقدمات قائم کریں۔ ہمارے خلاف جھوٹی گواہیاں دیں، ہماری معیشت کو تباہ کرنے کے لیے سازش کریں اور ہم بیٹھے تماشہ دیکھیں بلکہ اس صورت میں وسعت بھر ہر ممکن مدافعت ہم پر فرض ہے، غالباً زید کی واقفیت ناقص ہے، اسی وجہ سے اس نے وہ ناقص بورڈ لگایا۔ ایسا بورڈ

---

[1] قرآن مجید، سورة التحريم، آيت: ۹، پ:۲۸۔

[2] قرآن مجید، سورة التوبة، آيت: ۱۲۳، پاره:۱۱۔

[3] قرآن مجید، سورة الفتح، آيت: ۲۹، پاره:۲۶۔

لگانے کی اجازت نہیں جس میں قرآن وحدیث کا مفہوم غلط درج ہو واجب ہے کہ یہ بورڈ اتار دیا جائے اور زید پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دینی تعلیمی کونسل، جماعت کیا ہے اور اس میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

مسئولہ: محمد نبیہہ قصاب، شاہ جہان پور (یو. پی.)-۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ① دینی تعلیمی کونسل جماعت کیا ہے اور اس سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟

② کیا اس جماعت سے دینی مدارس کا الحاق کرا سکتے ہیں؟

الجواب

① دینی تعلیمی کونسل وہابیوں کی تنظیم ہے جو وہابیت پھیلانے کے لیے وہابیوں نے قائم کی ہے اس کا ممبر بننا اس کو چندہ دینا حرام وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② دینی تعلیمی کونسل سے مدارس کا الحاق کرنا حرام وگناہ ہے۔ وھو اللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے لیے لفظ ''کملی'' کا استعمال

مسئولہ: محمد اسرائیل رضوی، مدرسہ خیریہ فیض عام، گھوسی، مئو-۱۶/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۱ء

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ حضور کی شان میں ''کملی'' کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے اور کیوں ہے اور جو لوگ یہ لفظ استعمال کیے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب

فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص:۵۶۵/ میں ہے ''کملی'' کمبل کی تصغیر۔ ایک قسم کی اونی پوستیں جو بکریوں اور بھیڑوں کی کھال سے تیار کی جاتی ہے۔ اسے غریب درویش لوگ پہنا کرتے ہیں۔ فیروز اللغات ص:۶۶۷/ میں ہے ''کملی'' کمبل کی تصغیر۔ چھوٹا کمبل بناءً علیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کو کملی کہنا ممنوع ہے۔ شامی میں ہے:

"**مجرد ایھام المعنی المحال کاف للمنع**."[1] کسی ناروا معنی کا ایہام منع کے لیے کافی ہے۔

اس کی نظیر راعنا ہے۔ عربی زبان میں یہ مراعات باب مفاعلت سے امر کا صیغہ ہے جس کے ساتھ ضمیر منصوب جمع متکلم ہے، جس کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں: ''ہماری رعایت فرمائیں'' (یہود کی لغت میں راعی کے معنی احمق کے ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو جب صحابۂ کرام اچھی طرح سن نہ پاتے یا سمجھ نہ

[1] شامی، ص:۵۶۷، ج:۹، کتاب الحظر والاباحة/ باب الاستبراء وغیرہ، دار الکتب العلمیة، لبنان

پاتے تو عرض کرتے ''راعنا'' (ہماری رعایت فرمایئے)۔ یہود کی لغت میں راعی کے معنی احمق کے ہیں۔ یہ گستاخ قوم اپنی فطری بد باطنی کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو راعنا کہتے۔ قرآن مجید میں راعنا کہنے سے منع فرمایا گیا۔ لہٰذا انھیں ہدایت کر دی گئی کہ بجائے راعنا کے ''انظرنا'' کہو۔ ارشاد ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا.''[۱]　　اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔

یہاں لغات دو ہیں۔ تلفظ بھی الگ الگ تھا پھر بھی منع فرمایا گیا، اور یہاں کملی میں ایک ہی زبان میں تصغیر ہے، اگر چہ دوسرا معنی بھی ہے اس لیے یہ بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا اگر چہ بولنے والے کی نیت تصغیر کی نہ ہو، دوسرا معنی ہو۔ اس لیے کہ معاذ اللہ اگر تصغیر کی نیت سے بولے گا تو کفر ہے اور یہاں کملی میں ایک ہی لغت ہے، تصغیر کا بھی معنی ہے، اس لیے یہ بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً کملی والے کہا جائے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی چھوٹا کمبل بھی استعمال فرماتے تھے۔ اب اگر حدیث میں اس کو بیان کرنے کے لیے کوئی لفظ وارد ہو تو اس کے ترجمہ میں کملی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض صوفیاے کرام چھوٹا کمبل استعمال فرماتے ہیں اس کے ذکر میں کملی استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان دونوں صورتوں میں متعین ہے کہ کملی تصغیر کے لیے نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً کملی والے کہیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عام لباس کو کملی کہا۔ حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام لباس کمبل نہیں۔ علاوہ ازیں حضرات انبیاے کرام کا ذکر ایسے صفات سے کرنا ممنوع ہے جس میں کوئی فضیلت نہ ہو۔ جیسا کہ شفا اور اس کی شروح میں مذکور ہے۔ یعنی حضور کے محاسن بیان کرنے کے دوران جیسا کہ لوگ کملی والے کو استعمال کیا کرتے ہیں عموماً نعت خواں اس کو استعمال کرتے ہیں، جس کا مقصد فضائل، کمالات بیان کرنا ہے، ظاہر ہے کہ کملی والے ہونے میں کوئی فضیلت نہیں۔ اس لیے مقامِ مدح میں استعمال سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے لیے لفظ کملی، مکھڑا اور قریشی کا اطلاق کیسا ہے؟

دیوبندیوں کے یہاں جاگیر کھانا اور قرآن خوانی میں جانا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد خلیل، شب پورہ نیوارہ

مسئلہ ۱ کملی، مکھڑا، قریشی وغیرہ جیسے اسما کا استعمال شانِ نبی کریم علیہ السلام میں روا ہے یا نہیں۔ زید جواز کا

[۱] قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، پارہ: ۱، آیت: ۱۰۴۔

قول کرتا ہے اور دلیل عرفِ عام کو پیش کرتا ہے کہ عرف میں ان کا استعمال بغرض حقارت نہیں ہوتا ہے، لہٰذا استعمال میں کیا قباحت ہے اور بکر عدم جواز کا قائل ہے۔ وہ مطلقاً اسمائے تصغیر کے استعمال کو بلا دخیل عرف ناجائز جانتا ہے اور اس قول کو کفر اور اس کے قائل کو کافر گردانتا ہے۔ بہ نظر غایت دلائل کی روشنی میں احقاق فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

❷ دیوبندیوں کے گھر طلبہ کو قرآن خوانی مین بھیجنا جب کہ مدرسہ کے فائدے کے لیے ہو اور ان کا جانا اور جاگیریں کھانا جب کہ جاگیردار بخوشی وشوق کھلاتا ہے، از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب

❶ صیغہ تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے اگر چہ بہ نیت محبت و تعظیم ہو، اور اگر معاذ اللہ بہ نیت تحقیر ہو تو کفر ہے۔ جیسا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے **المستند المعتمد** میں تصریح فرمائی ہے۔ علامہ شامی نے **رد المحتار** میں لکھا: **مجرد ایهام المعنی المحال كافٍ للمنع.**"[1] اس لیے ایسے الفاظ جن کے کچھ معنی درست ہوں کچھ خبیث اور شرع میں وارد نہ ہوں اس کا استعمال اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ممنوع ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے مفصل لکھا ہے، جو ماہنامہ اشرفیہ کے کسی شمارے میں چھپ چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ نے تین لفظ لکھے ہیں ان میں سے مکھڑا کا استعمال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جائز نہیں، جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کتاب مذکور میں تصریح فرمائی ہے رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریشی کہنا یہ بلا شبہہ جائز ودرست ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ شرع میں وارد ہے اور جو کلمات شرع میں وارد ہوں وہ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ الملفوظ میں ہے۔ ثانیاً قریش اصل وضع کے اعتبار سے تصغیر ہے یا نہیں یہ خود مختلف فیہ ہے۔ اکثر اہل لغت کا قول ہے کہ یہ ایک سمندری مچھلی کا نام ہے جو بڑی قوی اور طاقت ور ہوتی ہے اور تمام دریائی جانوروں پر غالب رہتی ہے، اس تقدیر پر سرے سے اس میں تصغیر ہے ہی نہیں اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اصل وضع کے اعتبار سے اس میں تصغیر ہے تو جب یہ قبیلۂ مشہورہ کا علم ہوا تو اس میں تصغیر باقی نہ رہی، اور جب تصغیر باقی نہ رہی تو اس کی طرف منسوب کر کے قریشی کہنا تصغیر کا استعمال کرنا نہ ہوا۔ ثالثاً قریشی کہنے میں تصغیر حضور کی صفت نہ ہوئی حضور کا وصف قریشی یائے نسبتی کے ساتھ ہوا۔ رہ گیا لفظ کملی اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ کملی کمل کی تصغیر ہے یا نہیں؟ فیروز اللغات اور فرہنگ آصفیہ میں اسے کمبل کی تصغیر بھی بتایا گیا ہے۔ اس تقدیر پر اس کا استعمال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس پر ممنوع ہوگا اور وہ جو بعض اکابر کے کلام میں آ گیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے۔ جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا بالاتفاق ممنوع ہے لیکن عارف باللہ حضرت عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ کے کلام میں وارد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ دونوں باتیں ناجائز وگناہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] شامی، ص:٥٦٧، ج:٩، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، دار الكتب العلمية، لبنان۔

حضور کو خدا کا دلبر کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حاجی عبدالحکیم عزیزی نئی سڑک، بنارس-۱۱ر رجب ۱۴۱۰ھ

مسئلہ ۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کملی والا کہنا کیسا ہے؟
۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا کا دلبر کہنا کیسا ہے؟

الجواب

۱-۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کملی والے یا اللہ کا دلبر کہنا جائز نہیں ''کملی'' کمل کی تصغیر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا انبیاے کرام سے جس چیز کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو۔ اسے صیغۂ تصغیر سے ذکر کرنا جائز نہیں۔ تصغیر کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا چھوٹا پن اور اس کی تحقیر کے لیے کوئی صیغہ استعمال کیا جائے۔ جیسے اردو میں ''باپ'' کی تصغیر ''بپوا'' اور بھائی کی تصغیر ''بھیوا'' ہے۔ اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ کسی نبی کی یا اس کے لباس یا اس سے متعلق کسی چیز کی تصغیر اگر بہ نیت تحقیر ہو تو کفر۔ اور اگر بہ نیت تحقیر نہ ہو کسی اور اچھی نیت سے ہو تو بھی جائز نہیں۔ مثلاً اظہار محبت کے لیے۔ شامی میں ہے: مجرد ایھام المعنی المحال کافٍ للمنع۔'' علاوہ ازیں کملی والے ہونے میں کوئی فضیلت نہیں امام قاضی عیاض نے شفا میں فرمایا ہے کہ انبیاے کرام کا تذکرہ ایسے الفاظ سے کرنا جس سے عظمت ظاہر نہ ہوتی ہو جائز نہیں۔ ''دلبر'' کے لغوی معنی ''دل لے جانے والے'' کے ہیں۔ اللہ کے دلبر کہنے کا مطلب یہ ہوا۔ اللہ کا دل لے جانے والا۔ اللہ تعالیٰ دل اور عضو سے پاک ہے۔ اللہ عزوجل کے لیے کوئی عضو ثابت کرنا کفر ہے۔ اگرچہ عرف میں اس کے معنی محبوب کے ہیں۔ مگر جب کہ اس کا حقیقی معنی کفر ہے تو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ اس کی مثال لفظ ''راعنا'' اس کے معنی عربی زبان میں ہے۔ ہماری رعایت فرمائیے۔ یہودی لغت میں ''راعنا'' ہمارا بیوقوف۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کچھ ارشاد فرماتے اور صحابہ اچھی طرح سن نہ پاتے یا سمجھ نہ پاتے تو عرض کرتے ''راعنا'' ہماری رعایت فرمائیے۔ یہود اس موقع پر ''راعنا'' کہتے۔ یعنی ہمارا بے وقوف۔ صحابہ کرام کو ''راعنا'' کہنے سے منع فرمادیا گیا، ارشاد ہے:

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا قُوْلُوْا انْظُرْنَا.''[1] | اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔

اے ایمان والو! ''راعنا'' نہ کہو بلکہ ''انظرنا'' کہو، راعنا اور راعینا'' میں دو زبانوں کا فرق تھا ایک عربی، ایک عبرانی، تلفظ کا بھی فرق تھا ''راعنا'' میں ''ی'' نہیں۔ اور راعینا میں ''ی'' ہے مگر منع کر دیا گیا۔ تو جب ایک ہی زبان کے لفظ میں دو معنی ہوں جن میں ایک کفری ہو۔ تو اس کا بولنا بدرجۂ اولیٰ ناجائز و حرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۰۴۔

لفظ کملی اور کملیا کا استعمال جائز نہیں

مسئولہ: محمد مشتاق احمد، مدرسہ معینیہ گلزاریہ، رائن شریف، کھگڑا (بہار)-۳۰ محرم ۱۴۱۴ھ

مسئلہ (۱) زید نے ایک مرتبہ لفظ کملیا والی نعت شریف پڑھا، اس پر بکر نے زید سے توبہ کرنے کا حکم دیا، لیکن اس نے انکار کیا، اپنی ہٹ دھرمی پر رہا اور ہے، بلکہ زید اور اس کے ساتھ دینے والے عمرو اور خالد بار بار اسی نعت کو پڑھتے ہیں، جس میں لفظ کملیا ہے اور یہ لوگ اس لیے پڑھتے ہیں تا کہ دیکھیں کہ بکر کے اندر کتنا علم ہے اور وہ کیسے فتویٰ عائد کرتا ہے۔ جب کہ بکر نے اس لفظ کے ناجائز ہونے پر مالہ و ماعلیہ کے طور پر تقریر کیا ہے، لیکن اس کے باوجود سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی رہے لیکن اپنی عزت پر بدنما داغ نہ لگے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں زید و عمر اور خالد پر کیا حکم عائد ہوگا مالہ و ماعلیہ بیان فرمائیں تا کہ حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہو جائے۔

(۲) نیز مرتد کسے کہتے ہیں اور مرتد کا حکم بیان کرتے ہوئے صورت مذکورہ کی تفصیل کریں۔

الجواب

(۱) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے **المعتمد المستند** میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقات کو بصیغہ تصغیر ذکر کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موے مبارک کو شعیر کہا وہ کافر ہو گیا۔ اس پر فرمایا:

”ای بالصغیر علی وجه التحقیر. وقدمنا ان الصغیر فیما یتعلق به صلی الله علیه وسلم ممنوع مطلقا. و ان کان علی وجه المحبة بل قد یجئی للتعظیم مع ذلک فالایهام کاف فی المنع و التحریم.“(۱)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقات میں تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے، اگرچہ محبت کے طور پر ہو۔ بلکہ تصغیر کبھی تعظیم کے لیے آتی ہے اس کے باوجود صرف ایہام ممنوع اور حرام ہونے کے لیے کافی ہے۔

اس سے ظاہر ہو گیا کہ صیغۂ تصغیر کسی بھی نیت سے شانِ نبوت میں استعمال کرنا ممنوع ہے، خواہ بہ نیت محبت ہو خواہ بہ نیت تعظیم ہو، خواہ بہ نیت اختصار، وجہ یہ ہے کہ تصغیر کی اصل وضع تحقیر کے لیے ہے اور اس کے دوسرے معانی مجازی ہیں جو قرینے کے محتاج ہیں۔ جب تصغیر کا صیغہ بولا جائے گا تو ذہن اول وہلہ میں تحقیر ہی کی طرف منتقل ہوگا، پھر قرینہ پر غور کر کے دوسرے معانی کی طرف منتقل ہوگا۔ یہ بات بھی ممنوع ہے جیسا کہ علامہ شامی وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے: ”مجرد ایهام المعنی المحال کاف للمنع .“(۲) یقینی وجہ سے معنی سوء کی

---

[۱] المعتمد المستند، ص:۱۵۱۔

[۲] رد المحتار، ج:۹، ص:۵۶۷، کتاب الحضر والاباحة، باب الاستبراء مکتبہ ذکریا۔

طرف اول وہلہ میں ذہن منتقل ہو اس کا استعمال بھی منع ہے۔ یہ صرف مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیق نہیں بلکہ اس پر سارے علما کا اتفاق ہے۔ شفا اور اس کی شروح میں اس کی تصریح ہے۔

فیروز اللغات، فرہنگ آصفیہ میں کملی کے تین معنی لکھے ہیں، کمبل کی تصغیر، چھوٹا کمبل، وہ معمولی اونی کپڑا جو فقیر اور معمولی لوگ پہنتے ہیں۔ اس تقدیر پر کملی لفظ مشترک ٹھہرا۔ لفظ مشترک کے بارے میں شفا کی شروح میں تصریح ہے کہ اس کا استعمال جائز نہیں، بشرطے کہ شرع میں وارد نہ ہو۔ اور لفظ کملی چوں کہ شرع میں وارد نہیں اور اس کا ایک معنی تصغیر بھی ہے اس لیے یہ بہر حال ممنوع ہوگا۔ لفظ کملی میں تو یہ احتمال تھا کہ چھوٹے کمبل کے معنی ہے، کملیا بلا شبہہ یقیناً، حتماً، جزماً تصغیر ہے، اس لیے اس کا استعمال کسی طرح جائز نہیں۔ اس پر ضد اور ہٹ دھرمی کرنا جہالت ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کملی کمبل کی تصغیر نہیں، اس لیے کہ اس کی تصغیر کملیا آتی ہے، ان لوگوں کو دھوکا لگا۔ کملیا بھی کمبل کی تصغیر ہے، کملی کی نہیں۔ کبھی کبھی لفظ کے آخر میں یا بڑھا کر تصغیر بناتے ہیں جیسے گگرا کی تصغیر گگریا، نگر کی تصغیر نگریا۔ اس سلسلے میں بہت جلد دو بہت ہی مفید کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں، آپ ان کا انتظار کیجیے۔ مجھے نہ اتنی فرصت ہے اور نہ میری عادت کہ ہر کس و ناکس کے منہ لگوں۔ حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آ گیا ہے، یہ عدم توجہ کی بنا پر ہے، جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علما نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے لکھا:

بلبیکِ حجاجِ بیت الحرام به مدفونِ یثرب علیه السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے ؎

کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم گہہ بمکہ منزل و گہہ در مدینہ جا کنم

ظاہر ہے کہ یہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے۔ اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کملی وارد ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمۂ تصغیر ہے ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے، یا مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے کفر کا ارتکاب کرے۔ روافض اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر چوں کہ متعدد کفری عائد رکھتے ہیں، اس لیے ان کے بارے میں فرمایا: ”احکامهم احکام المرتدین.“(۱) جیسے دیوبندی، قادیانی، مودودی وغیرہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر شانِ رسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کملی والے کہنے والا یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسائے مبارک کو کملی کہنے والا کافر نہیں، خاطی یا زیادہ

[۱] فتاویٰ عالمگیری، ج:۲، ص:۲٦٤، احکام المرتدین الباب التاسع، مطبع رشیدیہ پاکستان

سے زیادہ گنہ گار ہے، جب کہ بہ نیت تحقیر نہ کہتا ہو۔ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی نے ایسا کلمہ استعمال کیا کہ جس کے بعض پہلو کفر کے ہوں اور بعض اسلام کے اور وہ یہ کہہ رہا ہے میری نیت اس معنی کی ہے جو اسلام ہے تو وہ کافر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا بارِ نبوت کو نبی کے علاوہ کوئی اور برداشت کرسکتا ہے؟

مسئولہ: مظہر ادیب، سری چھپرہ، بہار - ۵ر صفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ شبِ ہجرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوش حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سوار ہونا اور ان کا بار نبوت کو برداشت کر لینا کیا ممکن ہے؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر سوار کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بار نبوت برداشت کر لیا۔ کیا کوئی گدھا یہ کہہ سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک اونٹنی نے بار نبوت برداشت کر لیا۔ جسد مبارک کو اٹھا لینا اور بات ہے اور بار نبوت اٹھانا اور بات ہے۔ رافضی واعظین نے یہ لفظ ایجاد کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانۂ اقدس پر سوار ہو کر بت شکنی فرمائی تھی۔ اس کو وہ جاہل اس سے تعبیر کرتے ہیں کہ چوں کہ بار نبوت کوئی برداشت نہیں کرسکتا تھا اس لیے ایسا کیا حالاں کہ ایسا نہیں، اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کندھے پر کسی مصلحت کی بنا پر اٹھایا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس وقت جسم اقدس بھاری ہو چکا تھا، کندھے پر اٹھانا کسی کا بھی مشکل تھا، بار نبوت سوائے نبی کے کوئی نہیں اٹھا سکتا، لیکن جسم اقدس کا اٹھانا اور بات ہے، بار نبوت اٹھانا اور بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور نے کسی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا یا نہیں؟

مسئولہ: مظہر ادیب، سری چھپرہ، بہار - ۵ر صفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنا کوئی وارث یا جانشین مقرر فرمایا کہ نہیں؟

الجواب

صراحۃً کسی کو وارث یا جانشین نہیں فرمایا تھا البتہ اشارۃً صدیق اکبر کو ضرور فرمایا تھا۔ اپنے وصال سے تین سال پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلیٰ پر نماز پڑھانے کے لیے کھڑا فرمایا اور منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا فرمایا یہ حقیقت میں جانشینی کا اعلان تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ نماز میں حضور کا خیال بار بار آنے سے نماز نہیں ہوتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے ہودہ شے سے تشبیہ دینے والے کا حکم

مسئولہ: محمد آصف، پورہ خواجہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلۂ ذیل میں کہ کسی شخص نے کہا کہ حالت نماز میں اگر کسی آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آجائے تو نماز درست ہے، لیکن بار بار نامِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے نماز درست نہیں ہوتی۔ معاذ اللہ اس کا کہنا ہے کہ جس طرح گندی نالی کے کیڑوں کو نکال کر جھٹک دیا جاتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کو جھٹکنے کو کہتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے، مطلع فرمائیں۔

الجواب

یہ شخص اپنی مذکورہ بالا باتوں کی وجہ سے کافر و مرتد ہو گیا، اسلام سے خارج ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس جملۂ خبیثہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید ترین توہین ہے اور کسی نبی خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ سی توہین کرنے والا کافر و مرتد ہے ایسا کہ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہ شخص اگر دکھاوے کی نماز پڑھتا ہے تو نماز کیسے پڑھ پائے گا، تشہد میں بھی نام نامی ہے اور درود شریف میں بھی نام نامی ہے۔ دو رکعت بھی نماز ہو اور چھانٹ چھانٹ کر ایسی آیتیں پڑھے جس میں نام نامی نہ ہو تو کم از کم ہر نماز میں نامِ نامی تین بار لینا پڑے۔ پھر اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں ”وما محمد الا رسول“ پڑھے اور دوسری میں ”محمد رسول اللّٰہ“ تو یہ کیا کہے گا۔ پھر حضور کے نام نامی میں عزیز، رؤف، رحیم، رسول بھی ہے۔ کسی نے نماز میں: ”لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ“[1] پڑھا تو یہ کیا کرے گا۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کے اندر بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر نماز میں حضور کا خیال آجائے تو نماز تو نماز ایمان کی بھی خیر نہیں، جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] قرآن مجید، پارہ: ۱۱، آیت: ۱۲۸، سورۃ التوبۃ

انبیا کی تعداد کتنی ہے؟ جو جامعیت ہمارے حضور میں ہے وہ کسی میں نہیں۔

مسئولہ: شمیم احمد قریشی، گرڈیہہ بازار، بہار

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قول ہے ایک لاکھ تیئیس ہزار نوسو ننانوے کم وبیش انبیاے کرام علیہم السلام کی زندگی کا مطالعہ ان کی کتاب سیرت میں کریں گے تو وہ جامعیت نظر نہیں آئے گی جو جامعیت تنہا آقاے دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگیِ پاک میں نظر آتی ہے۔ مذکورہ بالا عبارت میں بحث صرف تعداد انبیاے کرام علیہم السلام کے متعلق ہے۔ زید کے قول کا خلاصہ حاصل کل تعداد انبیاے کرام علیہ السلام کے متعلق یہ ہے۔ ۱۲۳۹۹۹ر کم وبیش انبیاے کرام علیہم السلام ایک واحد ذات سید الانبیاے کرام علیہم السلام ۱۲۴۰۰۰ کم وبیش انبیاے کرام علیہم السلام ہوئے۔ مگر بکر کو اس پر سخت اعتراض ہے۔ بکر کا کہنا ہے کہ ایسا ہرگز ہرگز درست نہیں، خواہ معنی مطلب سمجھانے کے لیے ہی ہو۔ ذات پاک مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر ۱۲۳۹۹۹ر کم وبیش انبیاے کرام علیہم السلام کہنا سراسر غلط ہے۔ اب دلائل وبراہین کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ کس کا قول صحیح ہے، زید کا یا بکر کا، پھر ان دونوں پر کیا حکم عائد ہے؟

۲ بکر ایک دوسری بات پھر کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے ۲ر لاکھ چوبیس ہزار، ۳ لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش، ۴ر لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش، ۵ر لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاے کرام علیہم السلام آئے تو یہ غلط نہیں ہے۔

یعنی بکر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف تعداد کے بعد لفظ کم وبیش کا لگنا شرط ہے، پھر ۲ر لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش سے لے کر ۵ر لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش کہنا غلط نہیں، صحیح ہے، بالکل درست ہے۔

براہ کرم جواب آج ہی پہلی فرصت میں روانہ فرمائیں۔

الجواب

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ کل انبیاے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، دوسری روایت میں ہے کہ دو لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اس لیے قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کل انبیاے کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی ہیں یو دو لاکھ چوبیس ہزار ہی ہیں۔ دونوں تعداد کو سامنے رکھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش، چار لاکھ یا پانچ لاکھ کم وبیش کہنا درست نہیں۔ اس روایت کی بنا پر کہ کل انبیاے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، اگر کسی نے یہ کہا کہ ایک لاکھ تیئیس ہزار نوسو ننانوے انبیاے کرام میں وہ جامعیت نہیں جو ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے، اس اعتبار سے درست نہیں کہ گویا اس نے تحدید کر دی کہ کل انبیاے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ یہ دوسری روایت کے منافی ہے اور اگر

اس کی مراد یہ ہو کہ ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو ننانوے کے ماسوا دیگر انبیاے کرام میں وہ جامعیت نہیں تھی جو ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے تو بھی غلط۔ اسلم طریقہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جو جامعیت ہمارے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تھی وہ کسی بھی نبی میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دنیا میں رسول کتنے ہیں؟

مسئولہ: عبدالوہاب مدہوش، چیت بڑا گاؤں، محلّہ مسجد یا گھاٹ، بلیا (یو. پی.)

مسئلہ مکرمی جناب مولانا صاحب! السلام علیکم

بعد گزارش ہے کہ رسول دنیا میں کتنے ہیں اور پیغمبروں کے پاس جبریل آتے تھے کہ نہیں؟

الجواب

انبیاے کرام کی تعداد کے بارے میں دو روایتیں آئی ہیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار اور دو لاکھ چوبیس ہزار، اس لیے احتیاط یہ ہے کہ ان کی تعداد معین نہ کی جائے۔ غیر نبی کو نبی کہنا بھی غلط اور کسی نبی کی نبوت سے انکار کرنا بھی غلط۔ اس لیے تعداد معین نہیں کرنا چاہیے۔ ان میں رسول تین سو تیرہ ہیں۔ رسول خاص اس نبی کو کہتے ہیں جس پر کوئی صحیفہ نازل ہوا ہو اور وہ صاحب شریعت ہو۔ ہر پیغمبر کے پاس جبریل امین ہی وحی لے کر آتے تھے۔

جن کا کفر معلوم نہ ہو ان کے بارے میں سکوت لازم۔ ہر قوم میں ہادی آئے ہیں

مسئولہ: ڈاکٹر صغیر احمد، راجہ بازار، کھدوا، دیوریا، ۱۲ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج سے ہزاروں سال قبل دیگر مذاہب میں جو اکابرین گزرے ہیں جن کے نام سے صرف لوگوں کو واقفیت ہے۔ لیکن صحیح حالات زندگی کسی کو معلوم نہیں۔ کیا ان حضرات کو علی الاعلان کافر کہا جا سکتا ہے، یا سکوت بہتر ہے؟

الجواب

جن کا کفر معلوم ہے ان کو کافر کہنا ضروری ہے۔ اور جن کا کفر معلوم نہیں اور قرآن و حدیث میں ان کے حالات مذکور نہیں ان کے بارے میں سکوت لازم ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہر قوم میں ہادی آئے۔ مگر یہ ضروری نہیں جو کفار کے سرغنہ ہوں یہی وہ ہادی ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خانۂ کعبہ کو حضرت آدم کا مزار کہنا، کیا حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام کی انگوٹھی کا نگینہ ہے؟

مسئولہ: مختار احمد عزیزی، خادم دار العلوم فیض الرسول لکھنؤ روڈ، بہیری، بلیا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید کا کہنا ہے کہ خانۂ کعبہ قبر آدم علیہ السلام ہے، اگر نہیں ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کا مزار مقدس کہاں ہے؟ پھر خانۂ کعبہ کو اللہ کا گھر نہیں کہہ سکتے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمان ومکان سے پاک ہے، لہذا اللہ کا گھر کہنا دائرۂ اسلام سے خارج ہونا ہے۔

(۲) حجر اسود کیا ہے؟ زید کا کہنا ہے کہ حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام کی انگوٹھی کا نگینہ ہے۔ وہ انگوٹھی حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ نکاح کے وقت ملی تھی۔

(۳) زید کہتا ہے کہ حالتِ نماز میں اپنے پیر و مرشد کا تصور کرتا ہوں اور یہ مسئلہ تصوف کا ہے۔ زید مندرجہ بالا باتوں پر اتفاق کرتے ہوئے بحث کرتا ہے، لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ یہ بات ہر کس وناکس سے کہنے کی نہیں ہے۔ اگر یہ بات غلط ہے تو شریعت کی روشنی میں زید پر کیا حکم صادر ہوتا ہے؟

(۴) زید یہ بھی کہتا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، یا ہر جگہ ہے کہنا کفر ہے۔

الجواب

(۱) کعبہ شریف کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر ہے غلط ہے۔ اگر یہ نہ معلوم ہو کہ حضرت آدم کی قبر کہاں ہے تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ کعبہ میں ہی ان کی قبر ہو۔ اکثر انبیا علیہم السلام کے مزارات مبارکہ کا پتہ نہیں تو کیا سب کی قبریں کعبہ ہی میں مانی جائیں گی۔ کعبہ کے اندر حضرت آدم علیہ السلام کے مزار پاک ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ کعبہ شریف کو جو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے، یہ کعبہ کی بزرگی وعظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو خود اللہ تعالیٰ نے ناقۃ اللہ کہا ہے۔ دنیا کی ساری چیزیں اللہ کی ملک ہیں مگر خاص حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ کہنا اس کی عظمت و بزرگی ظاہر کرنے کے لیے تشریفاً ہے۔ جس نے کعبہ شریف کو اللہ کا گھر کہنے کو دائرۂ اسلام سے خارج کہا وہ خود دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا، اس لیے کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر پوری امت کو دائرۂ اسلام سے خارج کہا۔ شرح شفا میں ہے کہ جس شخص نے ایسی بات کہی جس سے پوری امت کی تکفیر لازم آئے وہ خود کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ یہ بھی جھوٹ و من گڑھت ہے۔ حجر اسود کے بارے حدیث صحیح میں وارد ہے کہ وہ جنت سے اترا تھا۔ امام ترمذی اور امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "نزل الحجر الاسود من الجنة وهو اشد بياضًا من اللبن فسودته خطا يا بنى آدم." [1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

❸ نماز میں بہتر ہے کہ یہ تصور رہے کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں، یہ نہ ہو سکے تو یہ تصور ہو کہ خدا ہم کو دیکھ رہا ہے، جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا۔ بالقصد نماز میں تصور شیخ ہرگز ہرگز نہیں چاہیے۔ زید اپنی ان باتوں کی وجہ سے گم راہ ہے بلکہ کعبہ شریف کو اللہ کا گھر کہنے والوں کی تکفیر کرنے سے اس پر کفر بھی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❹ فقہا نے لکھا ہے کہ یہ کلمۂ کفر ہے۔ حدیقۂ ندیہ میں ہے: جس نے یہ کہا کہ نہ تو در ہیچ مکانے نہ زتو خالیست مکان کہنے والا کافر ہے۔ اللہ عز و جل جگہ سے پاک ہے۔ جگہ کسی چیز کو گھیرے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ اس کو کوئی چیز گھیرے ہو۔ یہ کہنا چاہیے اللہ تعالیٰ شہید و بصیر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کعبہ کے اندر حضرت آدم کا مزار بتانا کفر نہیں

مسئولہ: محمد یوسف رضوی، نیپالی، امام جامع مسجد مہراج گنج، گورکھ پور (یو. پی.)

مسئلہ بخدمت اقدس جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ خانۂ کعبہ جس پر کالا غلاف رکھا ہوا ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کا مزار مقدس ہے اور عمرو کہتا ہے کہ مزار مقدس نہیں ہے۔ وہ کیا شے ہے جس پر غلاف رکھا ہوا ہے اور کس چیز کا بنا ہے۔ آیا زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا اور خانۂ کعبہ کو جو شخص مزار مقدس کہتا ہے وہ شریعت کے دائرے میں مسلمان رہا یا کافر اور یہ بھی واضح فرمائیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مزار مقدس کہاں ہے۔ جواب جلد از جلد دلیلوں کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

الجواب

زید غلط کہتا ہے۔ کعبہ مقدس میں نہ حضرت آدم علیہ السلام کا مزار مقدس ہے نہ کسی اور کا۔ خانۂ کعبہ کو سب سے پہلے فرشتوں نے اس لیے بنایا تھا کہ اس میں عبادت کی جائے۔ ساتویں آسمان پر فرشتوں کا قبلہ بیت المعمور ہے، جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں۔ اسی کی سیدھ پر زمین پر خانۂ کعبہ بنا ہوا ہے۔ جو شخص خانۂ کعبہ کو حضرت آدم علیہ السلام کا مزار بتاتا ہے وہ غلط کہتا ہے مگر اس کی وجہ سے وہ کافر نہیں۔ یہ بات شمع نیازی کے مریدین کہتے ہیں۔ شمع نیازی پر کئی وجہ سے حکم کفر ہے۔ یہ شخص یعنی زید اگر شمع نیازی کا مرید ہے اور شمع نیازی کی کفریات پر مطلع

[1] مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۲۷، باب قصہ حجۃ الوداع والطواف، مطبع مجلس برکات، اشرفیہ

ہے پھر بھی اس کو اپنا پیر بنائے ہوئے ہے تو زید پر بھی ضرور کفر ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
یہ معلوم نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مزار پاک کہاں ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کعبہ میں ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

مسئلہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا مقبرہ شریف کس جگہ پر ہے اور ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سائرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد کا اسم گرامی کیا تھا؟

الجواب

حضرت آدم علیہ السلام کا مزار شریف کہاں ہے معلوم نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں نماز جنازہ نہیں تھی۔ حضرت سائرہ کے والد کا نام معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت آدم علیہ السلام کو شنکر جی اور حضرت حوا کو پاربتی کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: نور محمد قادری، سیتاپور

مسئلہ جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو شنکر جی کہے اور بی بی حوا کو پاربتی کہے، اس کے لیے کیا حکم ہے (معاذ اللہ) اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

یہ شخص مسلمان نہیں، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ کہاں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ رسول اور ان کی طیبہ طاہرہ زوجہ حضرت حوا۔ کہاں شنکر اور پاربتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت ابراہیم نے کیا ستارے کو ''ھذا ربی'' کہا ہے

مسئولہ: جلال الدین نوری، دار العلوم قادریہ سمرقندیہ، رحم گنج، دربھنگہ (بہار)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے بارے میں:
ایک مولوی صاحب نے تقریر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حکایات بیان کیا، وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہاڑ کی غار سے مشتری یا زہرہ یا کوئی ستارہ دیکھا تو فرمانے لگے یہ میرا رب ہے۔ پھر جب چاند طلوع ہوا تو کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب سورج طلوع ہوا تو کہا یہ میرا رب ہے، پھر سورج ڈھل گیا

تو فرمایا: ”انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوات والارض.“ سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے ستارے کو، چاند کو، سورج کو رب کہا اس سے مقصد لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دینا تھا۔ کیوں کہ نبی اعلان نبوت سے قبل بھی کسی کفریہ کلام کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ مولوی صاحب اتنا کہنا بھول گئے کہ اس سے مقصد توحید کی طرف بلانا ہے۔ صرف حکایت بیان کر کے چھوڑ دیا لیکن عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی ہے۔ اب اس مولوی صاحب پر کیا حکم نافذ ہوگا۔ بیان فرمائیں۔ ایک جلسہ میں بولا ہے تو بہ لازم ہے یا نہیں، اگر توبہ لازم ہے تو علانیہ توبہ کی کیا صورت ہوگی؟ جلسہ میں نہیں آسکتا ہے دو چار آدمی کے پاس بول دینے سے ہوگا یا نہیں؟

الجواب

یہ حکایت خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ارشاد ہے: ”فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ.“[1] وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ.“[2] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد بہ طور استفہام انکاری تھا۔ مقرر پر لازم تھا کہ وہ اس کی توضیح کر دیتا۔ لیکن اگر تقریر کے جوش میں توضیح کرنا بھول گیا تو اس پر کوئی الزام نہیں، اور کوئی توبہ واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کون تھے؟

مسئولہ: افضل عالم، متعلم دائرۃ الاسلام، چراغ علوم، رسول پور، وارانسی - ۲۵ محرم ۱۴۲۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ فرید احمد و ثقلین احمد آپس میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے والد آزر کے بارے میں مختلف الخیال ہو گئے ہیں۔

(۱) فرید احمد کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر تھے۔ غیر موحد و مومن بلکہ کافر تھے۔ اس کی دلیل قرآنی آیت: ”واذ قال ابراهيم لابيه آزر أتتخذ اصنامًا الهة انی اراک وقومک فی ضلٰل مبين.“

[ب] ”اذ قال لابيه يابت لم تعبد مالا يسمع ولا يبصر ولا يغنى عنک شئيا.“ قرآن حکیم۔

(۲) اور ثقلین احمد کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد موحد و مومن تھے۔ چناں چہ دلیل پیش کرتا ہے:

[الف] لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات. (روح المعانی الجزء السابع ص: ۱۹۵)

[ب] ثبت بما ذكرنا ان والد ابراهيم عليه السلام ماكان مشركا وثبت ان آزر كانا مشركا

[۱] قرآن مجید، آیت: ۷۶، پارہ: ۷، سورۃ الانعام

[۲] قرآن مجید، آیت: ۷۹، پارہ: ۷، سورۃ الانعام

فوجب القطع بان والد ابراھیم علیہ السلام کان انساناً آخر. (التفسیر الکبیر للامام الرازی الجزء الثالث عشر ص:۳۹)

نوٹ:-لأبیہ کا ترجمہ چچا کرتا ہے۔

جب کہ اعلیٰ حضرت و مفتی احمد یار خان اور مفسر قرآن نعیم الدین وغیرہ اسلاف نے والد کا ترجمہ فرمایا ہے۔ حضور والا سے درخواست ہے کہ مفصل و مدلل تحریر رقم فرمائیں تا کہ حق واضح ہو جائے۔ فقط والسلام۔

الجواب

یہ مسئلہ سلف اور خلف میں مختلف فیہ رہا ہے، بہت سے علماے اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ آباے کرام، امہات عظام میں کچھ افراد غیر مومن بھی تھے، اور بہت سے افراد کا یہ قول ہے کہ حضرت عبد اللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لے کر سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و سیدنا حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک تمام آباے کرام مسلمان یا کم از کم موحد ناجی ضرور تھے۔ نسب مبارک میں کوئی بھی فرد کافر، مشرک نہیں تھا۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا اس موضوع پر ایک بہت جامع اور محققانہ رسالہ ہے۔ جس کا نام ہے "شمول الاسلام لاصول الرسول راباء ہ الکرام"، جس کی تلخیص میں نے اپنی کتاب "اشرف السیر" میں کر دی ہے۔ میرا یہ مضمون ماہنامہ استقامت کے رسول عربی نمبر میں چھپ چکا ہے۔ اس کو حاصل کر کے مطالعہ کر لیں۔ تحقیق یہ ہے کہ آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا، چچا تھا۔ ان کے والد ماجد کا نام تارخ تھا۔ عربی میں اب کا اطلاق چچا پر شائع و ذائع ہے، اسی طرح اردو میں باپ اور والد چچا کو بھی کہتے ہیں۔ بلکہ پچھّم کے محاورے میں چچا کو چھوٹے ابا اور بڑے ابا ہی کہتے ہیں۔ کنز الایمان میں لأبیہ کا ترجمہ: اپنے باپ سے کیا ہے، اسی طرح" یا ابت" کا ترجمہ میرے باپ کیا ہے اور سورۂ بقرہ کی آیت مبارکہ:

"نَعۡبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰھٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا." [1]　　ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا آپ کے آبا ابراہیم و اسماعیل و اسحاق کا ایک خدا۔

میں "ابائک" کا ترجمہ دیوبندی جماعت کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے یہ کیا ہے۔ تیرے باپ دادوں کے رب کی، اور اس جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ ترجمہ کیا آپ کے بزرگ کے رب کی، اور یہاں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت یعقوب کے والد نہیں تھے، چچا تھے۔ دلائل دونوں طرف ہیں، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و عقیدت، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کے مناسب دوسرا مذہب راجح ہے۔ اسے ہر شخص جانتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کے باپ دادا کافر ہوں اور کوئی اس مسلمان سے کہے کہ تیرے باپ دادا کافر تھے تو اسے اذیت ہوگی جیسا کہ بنت ابی لہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی نے بنت حمالۃ الحطب کہہ دیا تھا۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت

[1] قرآن مجید، آیت: ۱۳۳، پارہ: ۱، سورۃ البقرۃ

کی اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جلال آ گیا۔فرمایا:

”مابال اقوام یوذینی فی نسبی و ذوی رحمی قرابتی.“ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو مجھے میرے نسب اور رشتہ داروں کے بارے میں اذیت دی۔

تو یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اباواجداد کافر تھے۔ایذا کا باعث ہوگا۔اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر افترا۔

مسئولہ: الحاج عبدالجلیل،جلیل بیڑی فیکٹری، بی. ایچ. روڈ ضلع شیموگا، کرناٹک-۱۷/جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے دعوائے خدائی پر فرمایا کہ ہمارا رب وہ ہے جو مشرق سے سورج کو طلوع کرتا ہے، اگر تو خدا ہے تو مغرب سے سورج کو نکال۔تو اگر بالفرض نمرود مغرب سے سورج کو طلوع کر دیتا تو حضرت ابراہیم کو اپنے ضابطہ کے تحت نمرود کو خدا ماننے پر مجبور ہونا پڑتا۔اس بیان کردہ واقعہ پر زید کا نظریہ ایک ضابطہ پیش کرتا ہے کہ جب شرط پوری ہو جاتی ہے تو مشروط کو ماننا پڑتا ہے۔زید کے خیال میں نبی کی توہین مقصود نہیں ہے۔بکر کا کہنا ہے کہ زید کے اس بیان کردہ واقعہ میں یہ جملہ کہ ”اگر نمرود مغرب سے سورج کو طلوع کر دیتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ضابطہ کے تحت نمرود کو خدا ماننے پر مجبور ہونا پڑتا۔“ یہ خط کشیدہ جملہ نبی کی شان میں بولنا سراسر کفر ہے۔کیوں کہ اس جملہ میں توہین کا پہلو نمایاں ہے،اور کسی نبی کی ادنیٰ سی بھی توہین کفر ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا خط کشیدہ جملہ بکر کے کہنے کے مطابق از روئے شرع کفر ہے یا نہیں؟ یا محض ایسا جملہ بولنے سے احتراز چاہیے۔

اگر یہ کفر ہے تو زید پر شرعی حکم کیا ہے؟ اور اگر کفر نہیں ہے تو بکر پر از روئے شرع کیا حکم جاری ہوتا ہے۔ مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

زید کا یہ قول کہ اگر نمرود سورج کو مغرب سے طلوع کر دیتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ضابطہ کے تحت نمرود کو خدا ماننے پر مجبور ہونا پڑتا۔سراسر جھوٹ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر افترا ہے۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کوئی ضابطہ نہیں بتایا تھا کہ اگر تو سورج کو مغرب سے نکالے گا تو میں تجھ کو خدا مان لوں گا۔زید نے سراسر غلط بات کہی ہے۔ایک جلیل القدر نبی کی جانب منسوب کرنے کی وجہ سے زید بہت بڑا گنہ گار ہوا۔زید پر اس قول سے رجوع اور توبہ فرض ہے۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے نمرود کو عاجز

کرنے کے لیے اور اس کے دعویٰ کی تکذیب ظاہر کرنے کے لیے فرمایا تھا:

"فَاِنَّ اللّٰه يَاتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِب." [1]

اس میں یہ کہاں ہے کہ اگر تو سورج کو مغرب سے نکال دے گا تو میں تجھ کو خدا ماننے پر مجبور ہوں گا۔ مگر یہ کلمہ کفر نہیں، اس لیے کہ محال پر معلق ہے۔ اس لیے اس کا وقوع شرعاً ممکن نہیں۔ اس کے مثل ہے۔ جو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

"قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ." [2]

یا جیسے حدیث میں فرمایا گیا: "**لوعاش ابراهيم لكان صديقًا نبيًا.**" بکر جس نے اسے کلمۂ کفر کہا، اس پر بھی توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جب حضرت اسماعیل کی قربانی خدا کو پسند تھی تو حضرت ابراہیم نے گائے، اونٹ کی قربانی کیوں کی؟

مسئلہ مسئولہ: محمد شمس الدین، موضع گوری، پوسٹ، گنجھو ابلرام پور، ضلع گونڈہ (یو. پی.)-۲۵/رجب ۱۴۱۱ھ

مسئلہ جب خداوند قدوس کو بیٹے ہی کی قربانی پسند تھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو سو اونٹیں، اور سو گائیں کی قربانی کیوں کیں؟ یہ جو دو سو اونٹیں اور سو گائیں اگر کیں تو فضول اور بے کار کیں، بے کار میں ان کی جانوں کو ختم کیا۔ حضرت ابراہیم نے ایسا کیا تو حرام و ناجائز کیا کہ نہیں؟ ایسا کہنے والے کو کیا کہنا چاہیے؟

الجواب

اس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی جس کی وجہ سے وہ کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ حکم خداوندی کی تعمیل میں قربانی کرنا، جانوروں کو ضائع کرنا نہیں بلکہ عبادت ہے۔ ہوا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو پہلے یہ حکم ہوا کہ اپنی سب سے محبوب چیز میری راہ میں قربان کرو چوں کہ قربانی جانور ہی کی کی جاتی تھی۔ اس لیے انھوں نے اسے یہ سمجھا کہ مجھے جانور کی قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے پہلے یہ سمجھا کہ بکری اور اونٹ میں من وجہٍ بکری کو ترجیح ہے۔ اس لیے کہ بکری کا دودھ اور گوشت بہ نسبت اونٹ کے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ بکری سے مہمان داری آسان ہوتی تو انھوں نے پہلی بار بکریوں کو ذبح فرمایا۔

---

[1] قرآن مجید، سورة البقرة، آیت: ۲۵۸، پارہ: ۳

[2] قرآن مجید، سورة الزخرف، آیت: ۸۱، پارہ: ۲۵

لیکن پھر جب یہ خواب دیکھا کہ اس سے بھی زیادہ محبوب چیز تو انھوں نے اونٹ کو سمجھا۔ کیوں کہ یہ بہ نسبت بکری کے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ کیوں کہ سفر اور بار برداری کے بھی کام آتا ہے، اور قیمتی بھی زیادہ ہوتا ہے۔ چوں کہ اولاد کی قربانی رائج نہیں تھی۔ اس لیے ان دو خوابوں سے فرزند کی طرف ذہن نہیں گیا۔ اس لیے تیسری بار صراحت کے ساتھ فرزند کی قربانی کا حکم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت یونس علیہ السلام کی توہین کفر ہے۔

مسئولہ: شمس الحق، شہر کہنہ بریلی

مسئلہ زید نے حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اپنے مالک کا نافرمان غلام نافرمانی کر کے بھاگا جا رہا ہے۔ بکر نے کہا کہ نبی کی شان میں ایسا کہنا صحیح نہیں۔

الجواب

حضرت یونس علیہ السلام کی شان میں یہ جملہ کہ اپنے مالک کا نافرمان غلام نافرمانی کر کے بھاگا جا رہا ہے۔ ان کی بے ادبی اور توہین ہے اور کفر ہے۔ زید پر اس جملہ سے توبہ اور تجدید ایمان و نکاح واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد شریف الحق امجدی، رضوی دار الافتا، بریلی شریف

کیا حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے؟

مسئولہ: کفیل احمد خاں رضوی، بھوج گجرات۔ ۱۳؍ رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ زید یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پاک میں کیڑے پڑ گئے تھے، ایک کیڑا دریا میں گرا تو جھینگا مچھلی بن گیا، اور یہ حدیث میں لکھا ہے۔ حدیث نبوی کا حوالہ پیش کرتا ہے۔ جب کہ بکر بھی سنی مسجد کا امام ہے وہ تردید کرتا ہے کہ اللہ پاک کسی نبی کو ایسی گھناؤنی بیماری نہیں دیتا ہے۔ جس سے قوم نفرت کرے۔ حوالہ علامہ عبد المصطفیٰ کی کتاب عجائب القرآن کا دیتا ہے۔ زید حدیث کا حوالہ دیتا ہے۔ مگر جب اس سے حدیث طلب کی گئی تو کتاب نہیں دکھاتا، زید پر شرعی کیا حکم لگتا ہے، زید حق پر ہے یا بکر حق پر ہے؟ اور سرکار کی وہ حدیث جو مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ زید پر فٹ کریں تو کیا رہے گا۔

الجواب

یہ صحیح ہے اور قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کو بہ طور آزمائش بیماری میں مبتلا کیا گیا تھا وہ بیماری کیا تھی۔ بہت سے مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جسم اقدس میں پھوڑے نکل آئے تھے۔ جس میں

کیڑے پڑ گئے تھے۔ لیکن جو روایت سوال میں لکھی ہے وہ کہیں میری نظر سے نہیں گزری۔ جس نے بیان کیا ہے، اس پر لازم ہے کہ حوالہ پیش کرے، اور اگر وہ خود گڑھ کر بیان کیا ہے تو اس پر توبہ فرض ہے۔ ورنہ یقیناً وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی وجہ سے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا چکا، یہ بھی حق ہے کہ انبیاے کرام ایسی بیماری سے منزہ ہیں جس سے گھن آئے۔ لیکن بیماری ہونا اور بات ہے اور آزمائش میں ڈالنا اور بات ہے۔ بیماری اخلاط کے فساد سے ہوتی ہے، اور آزمائش منجانب اللہ ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کا ایک واقعہ

مسئولہ: محمد نیر رضا حسینی، جام نگر والا - ۲۹ر شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا سیدنا ایوب علیہ السلام کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے؟ اور ایسا بیان کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ اور ایسی کتاب جس میں اس قسم کی باتیں لکھی ہوں اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ اور اس کتابوں سے لوگوں کو سنانا کیسا ہے؟

الجواب

حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش کا یہ واقعہ تفاسیر میں مذکور ہے اور یہ بہ طور آزمائش کے تھا، اس لیے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوا

مسئولہ: محمد شفاعت علی اشرفی، مقام وڈاک خانہ گڑیا، وایا سنگریا، ضلع گنگانگر راجستھان - ۲۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا یا نہیں؟ منصور پوری اپنی کتاب کے ص: ۱۵۷ پر لکھتے ہیں کہ لوگوں نے بنا لیا ہے کہ پھر یہ عورت از سر نو جوان بنائی گئی تھی اور پھر یوسف صدیق علیہ السلام کے نکاح میں آ گئی تھی۔ مگر اس امر کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت اسلامی یا اسرائیلی موجود نہیں۔ امام فخر الدین رازی کے قول کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ منسی وفراہم فوطی فرع کاہن کی لڑکی مسماۃ آس ناتھ سے ہیں جو کہ کنواری سے نکاح کیا تھا، اور العزیز کا نام فوطی فارتھا، اور پھر زلیخا یا راعین کی برائیاں بیان کر کے ص: ۵۹ پر لکھتے ہیں۔ ایسی عورت نبی کے پہلو میں ہرگز بیٹھنے کی اہل نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

صحیح یہ ہے کہ زلیخا کا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح ہوا۔ زلیخا انتہائی پاکیزہ کردار بیوی تھیں اور وہ لغزش جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ محبت کی وارفتگی میں سرزد ہوئی توبہ کرنے کے بعد انسان بڑے سے

بڑے گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"التائب من الذنب كمن لاذنب له."[1]　　گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس کے لیے کوئی گناہ نہیں۔

حتی کہ قرآن مجید میں فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ."[2]　　بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند رکھتا ہے۔

توبہ کے بعد قبل توبہ کے کسی گناہ پر بدنام کرنا اور اس کی عیب جوئی کرنا حرام ہے۔ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں حد جاری کرنے کے بعد لوگوں نے کچھ کہا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا۔ ارشاد فرمایا: "لقد تاب توبة لو قُسمت بين امة لَوَ سَعَتْهُمْ "[3]

تفصیل کے لیے تفسیر کبیر کا مطالعہ کریں۔ حضرت امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ان منصور پوری کے مقابلہ میں بہر حال لائق ترجیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرنا کفر ہے۔
کافر کو کافر نہ ماننا کفر ہے۔
مسلمان کو مردود کہنا منع ہے، اگر چہ وہ فاسق فاجر ہو

مسئولہ: محمد اسلام الدین، گیاوی - ۵/ جمادی الآخرہ

مسئلہ ① اگر کوئی شخص کلمۂ طیبہ وغیرہ کا قائل ہو، روزہ نماز وغیرہ ادا کرتا ہو لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی نہیں مانتا ہو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

② کافر یا مرتد یا ان کے علاوہ اور کسی کو مردود کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

③ علم ہوتے ہوئے کافر کو کافر نہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب

① یہ شخص بلا شبہہ اسلام سے خارج، کافر مرتد ہے۔ اس کے سارے اعمالِ حسنہ برباد ہو گئے، اس کی

[1] سنن ابن ماجه، ص:۳۱۳، ابواب الزهد، باب ذكر التوبه، اشرفی بك ڈپو
[2] قرآن مجيد، سورة البقرة، آيت:۲۲۲
[3] مشكوٰة المصابيح، ص:۳۱۰، كتاب الحدود، مجلس بركات

بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کرے اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نبی تسلیم کرے اور زبان سے اس کا اقرار کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اگر بالفرض یہ شخص توبہ نہیں کرتا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نبی نہیں مانتا تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں اگر اسی حال میں مر جائے تو نہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوں، نہ دفن میں۔ ہمیں حکم ہے کہ تمام انبیاے کرام کے نبی ہونے کو مانیں۔ کسی بھی ایک نبی کی نبوت سے انکار کفر ہے۔ ارشاد ہے:

"کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ."(۱)

سب کے سب اللہ پر ایمان لائے اور اس کے تمام فرشتوں پر اور اس کی تمام کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر وہ کہتے ہیں ایمان لانے میں رسولوں کے مابین ہم کوئی فرق نہیں کرتے۔

جلالین میں اس کے تحت ہے:

"فنؤمن ببعض ونکفر ببعض کما فعل الیھود و النصٰریٰ."

ہم ایسا نہیں کرتے کہ کچھ رسولوں کو رسول مانیں اور کچھ کو رسول ماننے سے انکار کریں، جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔

قرآن کریم نے، متعدد جگہ ایک رسول کی تکذیب کو تمام رسولوں کی تکذیب قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

"کذبت قوم نوح ن المرسلین."

قوم نوح نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔

حالاں کہ انھوں نے صرف حضور نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا، اور فرمایا:

"کذبت عادُ ن المرسلین."

قوم عاد نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔

حالاں کہ انھوں نے صرف حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔ اسی طرح قوم لوط، قوم ثمود، اصحاب الایکہ کے بارے میں فرمایا گیا۔ ان لوگوں نے صرف ایک نبی کو جھٹلایا تھا۔ مگر اللہ عز و جل نے ان تمام رسولوں کی تکذیب قرار دیا۔ اسی طرح یہ بدنصیب جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کر رہا ہے، تو یہ تمام رسولوں کو جھٹلا رہا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے نبی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی، بلکہ قرآن مجید کو بھی۔ کیوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اور قرآن مجید کی کثیر آیات نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی ہونے کو بیان فرمایا۔ اور یہ شخص ان کے نبی ہونے کا انکار کر رہا ہے۔ تو ثابت کہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ اس لیے یہ شخص بلا شبہہ کافر و مرتد ہوا۔ عالم گیری میں ہے:

---

[۱] قرآن مجید، سورة البقرة، آیت: ۲۸۵

”من لم یقر ببعض الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام اولم یرضیٰ بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.“[1]

جس نے کسی نبی کا اقرار نہیں کیا یا ان کی سنتوں میں سے کسی سنت سے راضی نہیں ہوا وہ کافر ہو گیا۔

اسی میں ہے:

”من یقول اٰمنت بجمیع الانبیاء ولا اعلم ان آدم نبی ام لایکفر.“[2]

جو شخص یہ کہے کہ اللہ کے تمام نبیوں پر ایمان لایا اور میں نہیں جانتا کہ حضرت آدم نبی ہیں یا نہیں تو وہ کافر ہو گیا۔

جب اتنی سی بات پر آدمی کافر ہو جاتا ہے تو صراحۃً اس کہنے پر کہ حضرت موسیٰ نبی نہیں ضرور کافر ہو جائے گا یہی نہیں اسی میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں نبی ہوتا تو میں اسے پسند نہیں کرتا یا یوں کہا، اگر فلاں پیغمبر ہوتا تو میں اس کی طرف نہیں دیکھتا۔ یعنی اگر فلاں اللہ کا رسول ہوتا تو میں اس پر ایمان نہیں لاتا تو کافر ہو جائے گا۔ عبارت یہ ہے:

”من قال لوکان فلان نبیًا لم ارضی به. ولو قال. اگر فلاں پیغمبر بود من بوی نگر وید فان ارادبه لوکان رسول اللّٰه لم أومن به کفر.“[3]

تو جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی نبوت قطعی، یقینی ہے تو ان کے نبی ہونے سے انکار کرنا بلاشبہہ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جتنے کفار مرتدین ہیں سب مردود ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

”مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا.“[4]

یہ اللہ کی رحمت سے دور کیے ہوئے ہیں جہاں کہیں بھی رہیں۔

مردود کے معنی بھی یہی ہیں کہ اللہ کی رحمت سے دور کیا ہوا۔ مسلمانوں کو مردود کہنا منع ہے، اگرچہ فاسق وفاجر ہو۔ مردود کا کلمہ کبھی گالی کے لیے استعمال ہوتا ہے اس معنی کر بھی مسلمان کو مردود کہنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے: ”سباب المسلم فسوق.“[5] واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کافر کو کافر نہ کہنا کفر ہے۔ علما نے فرمایا ہے:

---

[۱] فتاویٰ عالم گیری ج:۲، ص:۲۶۳، احکام المرتدین، مطبع رشیدیہ پاکستان

[۲] فتاویٰ عالم گیری ج:۲، ص:۲۶۳، احکام المرتدین، مطبع رشیدیہ پاکستان

[۳] فتاویٰ عالم گیری ج:۲، ص:۲۶۳، احکام المرتدین، مطبع رشیدیہ پاکستان

[٤] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب، آیت:۶۱

[۵] بخاری شریف، ج:۲، ص:۸۹۳، باب اللعن والطعن، مطبع رضا اکیڈمی

"من شک فی کفره وعذابه فقد کفر."(۱) جو کافر کے کافر ہونے میں شک کرے یا مستحق عذاب ہونے میں شک کرے کافر ہے۔

جس طرح مسلمان کو مسلمان کہنا ضروری ہے اسی طرح کافر کو کافر کہنا ضروری اور ماننا ضروری ہے۔قرآن کریم نے ہمیں حکم دیا:

"قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ." کہہ دو اے کافرو۔

قرآن مجید نے کافروں کو کافر کہا۔ارشاد ہے:

"هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا."(۲) یہ بلاشبہہ کافر ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت خضر نبی تھے یا ولی؟

مسئولہ: سید فضل رسول حبیبی، ٹیچر، ایس این، ہائی اسکول سواد، اڑیسہ-۶/ ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ حضرت خضر نبی تھے یا ولی؟ حضرت خضر کو نبی یا غیر نبی ماننے والوں پر کیا حکم ہے؟ حضرت خضر کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا رضی اللہ عنہ لکھا جائے۔

الجواب

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر صرف ولی ہیں یا نبی بھی ہیں۔صحیح یہی ہے کہ وہ نبی ہیں۔

عمدۃ القاری میں ہے:

"الجمهور علیٰ انه نبی و هو الصحیح لأن أشياء فی قصتهٖ تدل علی نبوته و روی مجاهد عن ابن عباس أنه كان نبيًا، و قيل: كان وليا، و عن علی رضی الله تعالیٰ عنه أنه كان عبدا صالحا، و قيل كان ملكا بفتح اللام و هذا غريب جدا."(۳)

ان کی نبوت پر دلیل یہ آیت کریمہ ہے کہ انھوں نے بچے کو قتل کیا تو اس کے بارے میں فرمایا:

"وما فعلته عن أمری."

یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ان کو بذریعہ وحی اس بچے کے قتل کرنے کا حکم ہوا تھا اور وحی نبی ہی پر آتی ہے۔غیر نبی پر نہیں آتی۔یہاں یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ انھیں اس بچے کے قتل کرنے کا الہام ہوا ہو۔لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ کسی ولی کو یہ جائز نہیں کہ اگر کسی کے قتل کرنے کا الہام ہو تو اسے قتل کرے اس لیے اس آیت سے یہی ثابت

[۱] درمختار، ج:۲، ص:۳۷۰، کتاب الجهاد باب المرتد، مطبع ذکریا

[۲] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت:۱۵۱، پ:۵

[۳] عمدۃ القاری، ص:۱۳۲، ج:۱۱، باب حدیث الخضر مع موسیٰ۔

ہوتا ہے کہ حضرت خضر نبی تھے۔ اور جب وہ نبی تھے تو ان کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا درست ہے۔ لیکن ان کے نبی ہونے میں اختلاف بھی ہے۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بالاستقلال علیہ السلام نہ لکھا جائے، نہ پڑھا جائے۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کر کے لکھا اور پڑھا جائے۔ یوں لکھا جائے اور پڑھا جائے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر کوئی حضرت خضر کو نبی نہ مانے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ امام قشیری کا یہی مذہب ہے کہ وہ صرف ولی تھے نبی نہیں تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت خضر کے بارے میں تفسیر خزائن العرفان اور نزھۃ القاری کے مابین تعارض میں تطبیق

مسئولہ: منظور حسن فریدی، کمال احمد رضوی، شبیر احمد تیغی، بدر الحسن اشرفی، بال بتھنا ڈھول، پوسٹ پکسا واں، ضلع ویشالی (بہار)۔ ۴؍ محرم ۱۴۱۰ھ

مسئلہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے کلام پاک کے وہ آیات جن میں حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کا واقعہ درج ہے اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے میں اختلاف ہے اور ولی ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے، اور آپ نے نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد اول میں تحریر فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس بچے کو وحی خداوندی کی وجہ سے قتل کیا کہ آیا ہے: "ما فعلته عن امری." کہ میں نے اسے اپنی جانب سے قتل نہیں کیا۔ آپ رقم طراز ہیں کہ کسی کو الہام یا القا کے سبب قتل کرنا جائز نہیں، اور صدر الافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ رموز باطنی یا الہام کے سبب سے قتل. الخ. سوال یہ ہے کہ حضرت والا نے الہام سے قتل کرنا صحیح نہ مانا، اور نبی مانا ہے اور حضرت صدر الافاضل نے اسی کی تائید کی اور ولی ہونے پر اتفاق ظاہر کیا۔ قولین میں راجح کون ہے، اور ظاہر ہے کہ وحی نبی پر ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ (۱۲ غفر لہ)

الجواب

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے زیر آیت کریمہ:

"وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ."[۱] اور یہ جو کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔

تحریر فرمایا ہے اور حضرت خضر نبی ہیں اور اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ بعض کا گمان ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی مختار یہی ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں، اور واقع میں یہی صحیح بھی ہے۔

[۱] قرآن مجید، سورۃ الکہف، آیت: ۸۲

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ”جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ (حضرت خضر) نبی ہیں[1] اسی مذہب جمہور کی تصحیح کے لیے میں نے وہ دلیل دی ہے جو اپنی جگہ پر حق ہے کہ الہام کی بنا پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ الہام اہل سنت کے نزدیک اسباب معرفت میں سے نہیں، عقائد نسفی میں ہے:

”**والالهام ليس من أسباب المعرفة بصحة الشئى .**“[2]

اور جب یہ اسباب معرفت ہی میں سے نہیں تو اس کی بنا پر کسی کو قتل کرنا کیسے جائز ہوگا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جب حضرت خضر کے بارے میں دو قول ہیں کہ وہ نبی ہیں اور یہی صحیح ہے تو اس مذہب کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل ہونی چاہیے۔ بلا دلیل کسی مذہب کی تصحیح صحیح نہیں، اور یہاں جمہور کے مذہب کے صحیح ہونے کی دلیل اور دوسرے مذہب کے غیر صحیح ہونے کی دلیل وہی ہے۔ جو میں نے ذکر کی ہے۔ رہ گیا صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے جو تحریر فرمایا۔ بلکہ بامر الٰہی والہام خداوندی کیا الہام کی نسبت جب نبی کی طرف ہوتی ہے تو اس سے وحی مراد ہوتی ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی نے الہام کے ساتھ یہ قید افادہ کی:

”**المفسر بالقاء معنى فى القلب بطريق الفيض.**“[3]

اس پر نبراس میں فرمایا:

”**وانما قيد الالهام بهٰذ التفسير لانه قديكون بمعنى الوحى الالٰهى الى انبياء إلا وهو مفيد اليقين قطعًا.**“[4]

اور یہ خود عقائد کے متن سے ظاہر ہے اس لیے کہ پہلے اسباب علم میں خبر رسول کو شمار کر چکے ہیں۔ اب فرما رہے ہیں اس کے مقابلے میں: ”**والالهام ليس الخ.**“ اس سے ظاہر ہے کہ علامہ ابوالبرکات کی مراد الہام ہے جو غیر نبی کو ہو تو جب حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختار یہی ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں تو الہام سے ان کی مراد وحی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں

مسئلہ مسئولہ: منظور حسین فریدی، جالی بتھنا، مدھول ڈاک خانہ، بکساما، وایا مہوا، ضلع ویشالی (بہار)

مسئلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو ان کو اب تک موت آئی ہے یا نہیں؟

---

[1] الملفوظ حصه چهارم ص:٥٤

[2] شرح عقائد نسفی، ص:٤٣، مجلس بركات، جامعه اشرفيه۔

[3] شرح عقائد نسفی، ص:٤٣، مجلس بركات، جامعه اشرفيه۔

[4] النبراس، ص:٧٠

الجواب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا کفر ہے

مسئولہ: محمد اسلام، سورنیام، امریکہ

مسئلہ مرزائی جو غلام احمد قادیانی کو کافر جانتا ہو، مگر معتقدات میں اس کا پیرو ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نامی شخص کا بیٹا بتاتا ہو، آسمان پر اٹھائے جانے کی تکذیب کرتا ہو۔ لہذا ایسے لوگوں کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یوسف نجار کے بیٹے تھے وہ شخص کافر و مرتد ہے کہ قرآن مجید کی آیت کریمہ کا انکار کر رہا ہے۔ اسی طرح جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہتا ہو کہ وہ زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے اپنی موت سے مرے وہ گمراہ بددین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام کے درمیان کون سا رشتہ ہے

مسئلہ مسئولہ: نور الحسن نوری، امام جامع مسجد پنت نگر، ضلع نینی تال - ۲۸ ربیع الآخرہ ۱۴۱۱ھ

مسئلہ صاحب خزائن العرفان نے زیر آیت: وَاِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ. "(پ:۳، رکوع:۱۲) تحریر فرمایا ہے: "فاقوذا کی دختر ایشاع۔" جو حضرت یحییٰ کی والدہ ہیں، اور ان کی بہن حنہ جو فاقوذا کی دوسری دختر اور حضرت مریم کی والدہ ہیں۔ اس رشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ حضرت یحییٰ علیہما السلام ماموں بھانجے ہیں۔ مگر ایک ہی صفحہ بعد زیر آیت: "ان اللّٰہ یبشّرک بیحییٰ." "تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام خالہ زاد بھائی تھے۔ تحقیق حق کیا ہے؟

الجواب

صحیح احادیث میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو "ابن خالۃ" فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں ہے، اور وہ جو زیر آیت کریمہ: "وَاِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ." [1] فرمایا وہ تفاسیر کی متابعت میں فرمایا اس کی تعبیر یہ ہوسکتی ہے کہ کبھی نواسے پر بھی بیٹے کا اطلاق آتا ہے۔ تو چوں کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کی خالہ حضرت حنہ کے نواسے ہیں۔ اس اعتبار سے ان دونوں کو "ابن خالۃ" فرمایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] قرآن مجید، پارہ:۳، سورۃ اٰلِ عمران، آیت:۳۵

معجزات انبیاے کرام کے تحت قدرت ہیں

مسئولہ:............................۔۴؍ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

مسئلہ معجزہ پر انبیاے کرام کا اختیار ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

الجواب

صحیح یہی ہے کہ معجزات انبیاے کرام کے تحت قدرت ہوتے ہیں۔ علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں امام غزالی کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ''انّ له فی نفسه صفةً بها تتمّ الافعال الخارقة للعادة کما ان صفةً تتمّ بها الحرکات المقرونة بارادتنا وهی القدرة.'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاے سابقین کے جو ارشادات و اعمال منسوخ نہ ہوں وہ ہمارے لیے دلیل ہیں

مسئولہ: جعفر حسین، اسلام نگر، ضلع بریلی (یو. پی.)

مسئلہ زید انبیاے سابقین کے کسی ایسے اعمال اور فعل سے استدلال کرتا ہے جس کی شریعت محمدیہ میں کوئی مثال و نظیر نہیں، اور کہتا ہے کہ چوں کہ زمانہ قدیم میں ایسا ہوتا تھا۔ اس لیے اس کا آج بھی کرنا درست اور باعث خیر و برکت ہے تو کیا زید کا یہ عمل و قول درست ہے یا نہیں؟ مفصل و مدلل۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

انبیاے سابقین کے وہ ارشادات و اعمال جو قرآن و احادیث میں مذکور ہوں اور وہ منسوخ نہ ہوں ہمارے لیے بھی دلیل ہیں۔ علما نے تصریح فرمائی: ''شرائع من قبلنا شرائع لنا اذا قصّ اللّٰہ ورسوله من غیر انکار.'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتنے انبیاے کرام شہید کیے گئے؟

مسئولہ: محمد رضا رضوی، مدرسہ عربیہ اہل سنت ضیاء الاسلام، بیگام، ضلع بھروچ گجرات

مسئلہ زید کہتا ہے کہ ستر انبیاے کرام علیہم السلام کو جام شہادت نصیب ہوا، کیا زید کا یہ قول صحیح ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

قرآن مجید میں تفصیل صراحۃً نہیں۔ یہودیوں کے بارے میں یہ مذکور ہے:

”وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ.“[۱] یہودی انبیاے کرام کو ناحق قتل کرتے تھے۔
صاوی وغیرہ تفاسیر میں ہے کہ ان ظالموں نے ایک دن ستر انبیاے کرام کو شہید کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگلے انبیاے کرام کا کلمہ کیا تھا؟

مسئولہ: قادر پاشاہ، لعل محمد، نیا محلّہ، گلبرگہ شریف، کرناٹک-۲۴ر ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

مسئلہ اگلے تمام رسولوں کا کلمہ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ہی تھا اور ان کی امت جیسا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی امت **لا الٰہ الا اللّٰہ موسیٰ کلیم اللّٰہ** پڑھتی تھی اور حضرت موسیٰ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** پڑھتے تھے۔ براے کرم مع دلیل واحادیث کے جواب سے مطلع فرمائیں

الجواب

ایسی کوئی روایت اب تک میری نظر سے نہیں گزری ہے کہ اگلے رسولوں کا کلمہ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** تھا۔ ہاں یہ ثابت ہے کہ اگلے انبیاے کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے تھے اور اپنی امتوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت اور ایمان لانے کا حکم دیے تھے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ انھوں نے اپنی امت سے فرمایا:
”مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ.“[۲]
اور فرمایا: ”وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ.“[۳] سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لیڈر کی مورتی کو ہار پہنانا منع ہے، یہ کہنا کفر ہے کہ کوئی بھی رِشی منی حضور سے کم نہیں

مسئولہ: مرزا محمد ارشاد بیگ، پیوندی، سہسرام-۲۱ر ذوقعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ زید نے ۱۵ر اگست کی تقریبات میں گاندھی کی مورت کو ہار پہنایا، تو ایسا شخص ازروے شرع کیا ہے؟ اس پر کیا حکم ہوگا؟

---

[۱] قرآن مجید، پارہ:۱، سورۃ البقر، آیت:۶۱
[۲] قرآن مجید، سورۃ الصف، آیت:۶، پ:۲۸
[۳] قرآن مجید، سورۃ البقر، آیت:۸۹، پ:۱

۲ ایک جلسہ میں ایک خطیب نے دورانِ تقریر بیان کیا کہ دنیا میں جتنے رِشی منی ہیں کوئی بھی مصطفیٰ سے کم نہیں ہیں، لہذا خطیب کا کہنا کیسا ہے اور از روے شرع اس پر کیا حکم عائد ہوگا، نیز جلسہ کا صدر خطیب کے حکم میں آئے گا یا نہیں جب کہ خطیب کی باتوں کی تائید کی ہے۔ جواب مفصل عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب

۱ حکم شریعت کے بموجب کسی بھی مورتی کو ہار ڈالنے والا گنہ گار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ جس نے یہ کہا کہ کوئی بھی رشی منی مصطفیٰ سے کم نہیں وہ مسلمان نہ رہا، اسلام سے خارج ہو گیا۔ غیر نبی کو کسی بھی نبی کے برابر کہنا کفر ہے، وہ بھی حضور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر، وہ بھی اس بد تمیزی کے ساتھ کہ نام نامی کے ساتھ کوئی تعظیمی کلمہ نہیں۔ عام انسانوں کی طرح نام لیا، یہی حکم جلسے کے صدر کا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو اپنی طرح کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد مشتاق احمد برکاتی بریلوی سنی، مدرسہ وحیدیہ فیض العلوم، رہلا، پوسٹ رہوا، وایا وارث نگر، سمستی پور (بہار)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری ہی طرح ہیں، دلیل اس کی یہ ہے کہ: "قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ." ایسی بولی پر زید پر کیا حکم شریعت کا نافذ ہوگا؟ براے مہربانی مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

یہ کہنا کہ حضور ہماری ہی طرح ہیں تخفیف شان ہے، جو بلا شبہہ کفر ہے اور آیت مذکورہ سے استدلال فاسد، اس لیے کہ آیت کریمہ میں تواضعاً مذکورہ بالا قول کہنے کا حکم دیا گیا۔ اگر کوئی بڑا اپنے کو بطور تواضع حقیر و خادم، عاصی کہے تو چھوٹوں کو کسی طرح روا نہیں کہ وہی جملہ اس بزرگ کے لیے استعمال کریں۔ قرآن و حدیث میں کہیں یہ وارد نہیں ہے کہ صحابۂ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مذکورہ جملہ کہا ہو یا عوام کو اس کا حکم ہوا ہو، بلکہ اس کی صریح نفی مذکور ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"ایکم مثلی."[۱] تم میں کون میرے مثل ہے؟

بلکہ خود آیت مذکورہ میں "یوحیٰ الیّ" سے اس عظیم فرق کو بیان فرما دیا گیا جو عام انسانوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے۔ اس گستاخ کا جواب صرف اتنا ہے کہ اس سے پوچھیے کیا تیرے پاس بھی وحی آتی ہے؟ اگر نہیں، اور ہرگز نہیں، تو یہ کس منہ سے کہتا ہے کہ حضور ہماری طرح ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] بخاری شریف، ج:۱، ص:۲۶۳، کتاب الصوم، باب الوصال، رضا اکیڈمی بمبئی

کسی امتی کو کسی نبی سے افضل بتانا کفر ہے۔
ایک شعر کے متعلق سوال۔

مسئولہ: جمال مصطفیٰ قادری، مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد، گوہنہ، اعظم گڑھ (یو. پی.)-۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل اشعار میں کہ

کارے کہ حسین اختیارے کردی　　در گلشنِ مصطفیٰ بہارے کردی
از ہیچ پیمبرے نہ آید ایں کار　　واللہ کہ اے حسین کارے کردی

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ''از ہیچ......کارے کردی'' یہ شعر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں درست ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو پیمبر کا لفظ مذکورہ بالا شعر میں کون سا معنی رکھتا ہے۔ واضح طور پر جواب جلد عنایت فرما کر اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

نوٹ: از راہ کرم یہ بھی معین فرمادیں کہ یہ شعر کس کا ہے؟

الجواب

مجھے نہیں معلوم کہ یہ اشعار کس کے ہیں۔ یہ اشعار کفریہ ہیں، اس میں تمام انبیاے کرام حتی کہ سید الانبیا علیہ الصلاۃ والتسلیم پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی برتری ظاہر کی گئی ہے اور کسی بھی امتی کو کسی نبی سے افضل بتانا کفر ہے، چہ جائے کہ تمام انبیاے کرام پر۔ اس قائل پر توبہ وتجدید ایمان وتجدیدِ نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

منکر حدیث کا حکم۔

مسئولہ: محمد بشارت کریم خاں، جنرل سکریٹری انجمن غوثیہ کریمیہ، مانک چوک، سیتامڑھی-۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک روز درمیان گفتگو برجستہ صاف صاف کہہ دیا کہ میں حدیث پاک مشکوٰۃ کو نہیں مانتا ہوں لوگوں نے توبہ کرانے کی جسارت کی مگر وہ توبہ کرنے سے مجبور رہے اور توبہ نہ کیا۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ منکر حدیث پاک کافر ہے یا نہیں۔ اگر کافر ہے تو زید کے اوپر کیا لازم ہے؟ صرف توبہ کرے یا تجدید نکاح کرے یا دونوں کرے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں مفصل ومدلل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب

حدیث کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ میں حدیث نہیں مانتا۔ لیکن اگر کسی نے کسی

خاص حدیث کے بارے میں کہا کہ میں اسے نہیں مانتا اور وہ حدیث مجروح ہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں، لیکن اگر کسی حدیث صحیح کے بارے میں یہ کہا اور اسے معلوم بھی ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے تو وہ گم راہ ہے اور اگر کسی نے یہ کہا میں پوری مشکوٰۃ میں جو حدیثیں ہیں (یعنی یہ کہا کہ مشکوٰۃ میں جتنی حدیثیں ہیں، ان میں سے کسی کو نہیں مانتا) اس کو نہیں مانتا تو وہ بھی ضرور کافر ہے۔ اس پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث کا منکر کافر ہے، آواگون کفر ہے۔

مسئولہ: قاری سید ابوبکر اشرفی، جامعہ دار الاسلام، شیخ پور، گوپاپور، جون پور (یو. پی.)-۳۰ر صفر ۱۴۱۴ھ

مسئلہ ① اگر کوئی یہ کہے اور اس کا عقیدہ ہو کہ حدیثیں جلا دی گئیں سب یعنی حدیث کا منکر ہوا سے کیا کہیں گے؟

② آواگون پر ایمان رکھنا، یعنی ہندو مذہب کے ایک جز کو ماننا جیسے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کو دوسری شکلوں میں پیدا فرماتا ہے، فعل وعمل پر بد جانور یا کتا، پرندہ یا کیڑا، ایسے شخص کو مسلمان کہیں گے کیا؟

الجواب

جو یہ کہے کہ حدیثیں جلا دی گئیں وہ جھوٹا ہے اور جو حدیث کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ جس طریقے سے قرآن پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو بھی حق ماننا داخل ایمان ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ فرمایا گیا کہ جو رسول کے فرمان کو نہ مانے وہ مومن نہیں۔ آواگون صریح کفر ہے، صدہا آیات قرآنیہ اور ہزاروں حدیث کا انکار ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ مرنے کے بعد آدمی قیامت کے دن پھر زندہ کیا جائے گا اور اپنے عقیدہ اور عمل کے مطابق یا تو جنت میں جائے گا یا تو دوزخ میں۔ اس شخص کو پہلے سمجھایا جائے۔ اگر مان جائے اور اپنے کفر سے توبہ کر لے فبہا، ورنہ اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطلق علم غیب کا منکر کافر ہے۔

تھانوی کے کفریات پر مطلع ہو کر جو تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے

مسئولہ: سید اصغر علی ومحبوب علی واحمد علی مقام وپوسٹ رام چندرا پورم ضلع ایسٹ-۲۹ر شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

عبد الرحمٰن اور حافظ شمس الدین سے مباحثہ ہوا۔ عبد الرحمٰن نے کہا میں اہل سنت وجماعت سے ہوں،

حالاں کہ اشرف علی تھانوی کی کتاب و مترجم قرآن پڑھتا ہے، اور اسی پر عمل کرتا ہے، اور علم غیب کا انکار کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہے۔ ساتھ ساتھ، مزار پر جانا پسند کرتا ہے اور دوسرے کو روکتا بھی نہیں ہے۔ تو اس پر حافظ شمس الدین نے کہا تمہارا دعویٰ کرنا اہل سنت و جماعت کا غلط ہے۔ اس لیے کہ اہل سنت علم غیب کو حضور کے لیے مانتے ہیں، اور تم علم غیب کا انکار کرتے ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے اور حافظ شمس الدین نے اشرف علی کے بارے میں کہا کہ وہ اہل سنت کے نزدیک کافر ہے۔ تو اس پر عبدالرحمٰن نے کہا آپ کہیے، میں نہیں کہہ سکتا۔ خدا ہی بہتر جانے۔ لہٰذا حافظ شمس الدین حق پر ہے یا ناحق پر تحریر فرمائیں۔ ساتھ ساتھ از روے شرع اشرف علی تھانوی کے کفر پر چند حوالہ جات تحریر فرمائیں۔

الجواب

عبدالرحمٰن ہو یا کوئی بھی ہو جو یہ کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں وہ کافر ہے۔ یوں ہی جو تھانوی کے کفری قول پر مطلع ہو کر بھی اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ عامہ کتب فقہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں جو گستاخی کرے وہ کافر ہے۔ اور ایسا کافر کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ تھانوی نے حفظ الایمان میں ص:۸ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں، چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی۔ اس لیے یہ گستاخ رسول ہے۔ لہٰذا اسے کافر ماننا فرض۔ یہ شخص اہل سنت والجماعت سے ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم غیب کا منکر کافر ہے، یہ کہنا کہ خدا آسمان پر ہے زمین پر نہیں کفر ہے

مسئولہ: محمود رضوی - ۲۵ ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ حضور مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ جو شخص دیوبندیوں، تبلیغیوں کا منکر ہو اور جماعت اسلامی والوں سے میل جول رکھتا ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا منکر ہو۔ اللہ کے بارے میں کہتا ہے کہ خدا آسمان پر ہے زمین پر نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ ایسا شخص کسی سنی مسجد کا متولی یا رکن ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ایسے عقائد رکھنے والے متولی مسجد کے ساتھ بہ حکم شرع تمام مسلمانوں کو کیسا سلوک کرنا چاہیے؟

الجواب

جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا منکر ہے وہ اسلام سے خارج کافر اور مرتد ہے۔ اس نے تین تین کفر کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا انکار کیا، یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے یہ کہا کہ زمین پر نہیں یہ کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کیا اور اس سے انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط

ہے۔حدیقہ ندیہ میں ہے:

" لو قال بالفارسية نه مكانى ز تو خالى نه تو در هيچ مكانى، فهٰذا كفر لأن فيه نسبة المكان الى الله تعالىٰ."[۱] اور فرمایا:

"وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا."[۲]　　اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے۔

اور فرمایا:

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ."[۳]　　اور رسول غیب کی بات بتانے پر بخیل نہیں۔

یہ شخص اس لائق ہرگز نہیں کہ کسی مسجد یا دینی ادارہ کا متولی رہے۔مسلمان فوراً بلا تاخیر اس کو تولیت سے علیحدہ کریں بلکہ اس سے میل جول، سلام کلام بند کردیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کے علم غیب کو چیونٹیوں کے علم سے تشبیہ دینا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد اشفاق خاں، بھدولی، اعظم گڑھ (یو. پی.)-۲۵/رجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو چیونٹیوں کے علم سے تشبیہ دیتا ہے۔یعنی یہ کہتا کہ جس طرح عطائی علم غیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے اسی طرح سے عطائی علم غیب چیونٹیوں کو بھی حاصل ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا شخص مسلمان رہ گیا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

یہ شخص جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو چیونٹیوں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا۔اس کے اچھے اعمال اکارت ہو گئے، اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی۔کیوں کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے وہ کافر ہے۔ایسا کہ جو اس کے کفر پر شک کرے وہ بھی کافر ہے۔درر، غرر، الاشباہ والنظائر درمختار وغیرہ میں ہے: "من شك فى كفره وعذابه فقد كفر."[۴] مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کردیں۔جب تک کہ اس کفری جملے سے توبہ کر کے کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ ہو جائے، میل جول بند رکھیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] حديقه نديه شرح طريقهٔ محمديه، ج:۱، ص:۲۰۵

[۲] قرآن مجید، سورۃالنساء، پارہ:۵، آیت:۱۲۶

[۳] قرآن مجید، سورۃالتکویر، پارہ: ۳۰، آیت:۲۴

[۴] در مختار، ج:٦، ص:۳۷۰، كتاب الجهاد باب المرتد، مطبع دارالكتب العلمية بيروت، لبنان

غیب کا انکار کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: ظہیرالدین احمد نوری، نانوس، واپی، گوا-۲ر ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ایک جلسہ عام میں دو چار عالموں کی موجودگی میں زید کو جو غیر عالم، فاسق معلن ہے۔ اسے جلسے کا صدر منتخب کیا گیا۔ اختتام جلسہ پر زید نے اپنی تقریر کے دوران سورۂ اعراف کے چار پانچ ورق کا ترجمہ جسے لکھ کرلایا تھا، پڑھنا شروع کیا، آخر میں اس نے پڑھا تیئیسویں رکوع کا ترجمہ یہ پڑھا ''میں غیب نہیں جانتا اگر میں غیب جان لیا کرتا تو اپنے اچھے برے کا خود مختار ہوتا۔'' اس کے بعد زید نے اقرار کیا کہ نبی کو غیب کا علم نہیں۔ غیب جاننے والا صرف اللہ ہے۔ اس بات پر عالموں نے انگلی اٹھائی اور مجمع عام کو توبہ استغفار پڑھایا۔ لہذا زید کا نبی کے بارے میں علم غیب سے انکار کرنا کیسا ہے؟ اس کے علاوہ زید استغفار پڑھواتے وقت خاموش تھا۔ پھر اس کے بعد زید نے ان عالموں کے نام خط تحریر کیا جس کی کاپی میں بھیج رہا ہوں۔ کیسے انداز میں کس طرح لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ لہذا زید کا ایسے انداز میں ان عالموں کے پاس خط بھیجنا کیسا ہے؟ اس شخص کے بارے میں؟

زید کے خط کی تحریر حسب ذیل ہے

''قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ نے سچائی کے ساتھ نازل عطا فرمایا ہے۔ تا کہ یہ کتاب مومنوں کو ثابت قدم رکھے اور حکم ماننے والوں کے لیے یہ ایک ہدایت اور بشارت ہے۔ لیکن آپ حضرات نے قالیہ سادو کے استقبالیہ پروگرام میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو غلط تصور کرتے ہوئے، اللہ اور اس کے رسول پر تہمت تراش کر غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہم غریب کے دلوں کو بہت صدمہ پہنچایا ہے۔ اب قرآن شریف کے بعد کون سی بات پر آپ ایمان لائیں گے؟ اور کیوں انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کا اور کیوں ہٹاتے ہو اللہ کی راہ سے ہم جیسے انجان کو اس طور پر کبھی ڈھونڈتے ہیں۔ اس راہ کے لیے حالاں کہ تم خود بھی اطلاع رکھتے ہو اور جو شخص منکر ہے تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہے۔''

الجواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک فاسق معلن کو جلسے کا صدر بنانا ہی جائز نہیں۔ صدر بنانا اس کا اعزاز و اکرام ہے اور فاسق کا اعزاز و اکرام جائز نہیں۔ **عالم گیری، تبیین الحقائق، رد المحتار** وغیرہ میں ہے: ''**وقد وجب عليهم اهانته شرعًا.**''[1] اس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا انکار کرکے اپنا ایمان کھودیا۔ اسلام سے نکل گیا، کافر و مرتد ہوگیا۔ کسی نبی خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا مطلقاً انکار کفر ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں کا انکار ہے۔ یہ اعتقاد رکھنا کہ ہر نبی

[1] رد المحتار، ج:۲، ص:۲۹۹، کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ، مطبع ذکریا

غیب جانتا ہے، ضروریات دین سے ہے۔ کسی نبی سے علم غیب کا انکار کرنا۔ اس نبی کی نبوت سے انکار کرنا ہے۔ نبی کے معنی ہیں ''غیب کی خبر دینے والا'' جیسا کہ عربی لغت کی مشہور کتاب المنجد میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ'' (۱)

اللہ عزوجل کی یہ شان نہیں کہ (اے عوام) تم میں سے ہر کس و ناکس کو غیب پر مطلع کرے، ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے (اس کے لیے چن لیتا ہے یعنی اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے)۔

اور فرمایا:

''عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى من رسول.'' (۲)

اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر رسول میں سے جسے پسند فرما لیتا ہے۔

یعنی اسے غیب پر مسلط فرما دیتا ہے، اس کے قابو میں کر دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے:

''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ.''

یہ رسول غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

یعنی دوسروں کو بھی غیب بتاتے ہیں۔ اگر غیب نہیں جانتے تو بتاتے کیسے؟ یہ اور اس مضمون کی کثیر آیات ہیں جن سے صراحۃً ثابت ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا۔ رہ گیا سورۂ اعراف کی آیۂ کریمہ: ''لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ.'' (۳) سے یہ سمجھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی بھی نہیں تھا۔ یہ قرآن مجید کی تحریف معنوی ہے۔ یہ معنی لینے کی صورت میں قرآن مجید میں تعارض لازم آئے گا، اور یہ محال ہے۔ قرآن مجید کو تعارض سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ سورۂ اعراف کی اس آیت میں غیب سے مراد ذاتی علم غیب لیا جائے، تاکہ قرآن مجید میں تعارض لازم نہ آئے۔ علاوہ ازیں اگر سورۂ اعراف کی اس آیت میں علم غیب عطائی مراد لیا جائے تو آیت کا مفہوم بھی درست نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ہم اور آپ اگر جان بھی جائیں کہ ہمیں کل کوئی تکلیف پہنچنے والی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ بچ جائیں۔ مثلاً ایک قاتل کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ تاریخ مقرر ہو گئی کہ فلاں دن پھانسی ہوگی۔ کیا وہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے؟ ایسی صورت میں آیت کریمہ کی شرط و جزاء میں لزوم باقی نہیں رہے گا۔ اور یہ فرمانا غلط ہو جائے گا کہ میں غیب جانتا تو بہت بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میں غیب جانتا تو مجھے یہ معلوم ہوتا کہ فلاں کام کروں تو مجھے بہت فائدہ ہوگا۔ تو اس کو کرتا اور

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۹، پ: ٤

[۲] قرآن مجید، سورۃ جن، آیت ۲٦، ۲۷، پ: ۲۹

[۳] قرآن مجید، سورۃ الاعراف، آیت ۱۸۸، پ: ۹

فلاں چیز سے نقصان پہنچنے والا ہے تو اس سے بچتا اور نقصان نہ پہنچتا۔

لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ فلاں چیز سے ہم کو فائدہ پہنچے گا، مگر بسا اوقات انھیں فائدہ نہیں پہنچتا، بلکہ اس سے نقصان پہنچتا ہے، اور بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ ہماری سزا ہونے والی ہے، مگر بچ نہیں پاتے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ آئندہ کے نفع ونقصان کے محض علم سے نہ کوئی لازمی طور پر نفع حاصل کر سکتا ہے اور نہ ضرر سے بچ سکتا ہے۔ ہاں! اللہ عزوجل کی یہ شان ہے کہ علم غیب ذاتی جانتا ہے جس کے لیے علم غیب ذاتی لازم ہے، یہ خاصۂ خدا ہے۔ جو علم غیب ذاتی جانے گا ضرور خدا ہوگا۔ اب اس آیۂ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر میں علم غیب ذاتی جانتا (جسے لازم ہے خدا ہونا) تو بہت بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے نہیں چھوتی'' یہ کہنا کہ میں ذاتی علم غیب جانتا ہوں۔ حقیقت میں خدائی کا دعویٰ ہے، اور یہ کہنا کہ میں خدا ہوں۔ اس تقریر پر قرآن مجید کی آیات کے درمیان تعارض نہیں رہے گا۔ تطابق ہو جائے گا۔ جن آیتوں میں اثبات ہے عطائی کا ہے اور اس آیت سے مراد ذاتی ہے۔ ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاے کرام کا علم عطائی ہے، مخلوق ہے، ممکن ہے، حادث ہے، اور اللہ عزوجل کا علم ذاتی، قدیم، واجب، غیر مخلوق ہے۔ پھر اس نے سورۂ اعراف کی آیۂ کریمہ کا ترجمہ بھی غلط کیا جو قرآن مجید کی تحریف معنوی ہے۔ صحیح ترجمہ وہ ہے جو ہم نے کیا۔ اس نے اپنے دل کی بیماری کی وجہ سے ترجمہ یہ کیا۔ ''اگر میں غیب جان لیا کرتا تو اپنے اچھے برے کا خود مختار ہوتا۔'' یہ آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے بھی اس پر توبہ فرض ہے۔ پھر خود مختار ہوتا، یہ ترجمہ کر کے خود اپنے قلم سے ذبح ہو گیا۔ اس نے غیب جاننے کے لیے خود مختاری ہونا لازم جانا اور خود مختار ہونا مطلق غیب کے لیے لازم نہیں۔ علم غیب ذاتی کے لیے لازم ہے۔ اس کی بات صحیح اس وقت ہوگی جب غیب سے ذاتی غیب مراد لے کیوں کہ خود مختار ہونا ذاتی غیب کا خاصہ ہے، علم غیب عطائی کا خاصہ نہیں۔ بد مذہبوں کا یہی حال ہے کہ انجانے میں اپنا کہا ہوا خود ہی رد کر جاتے ہیں۔

اس شخص نے اولاً تو توبہ ہی نہیں کی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے پھر اس کے خط نے واضح کر دیا کہ وہ اپنے اسی کفری عقیدے پر قائم ہے۔ نیز اس خط کا مضمون بھی کفر ہی ہے۔ کفر صریح سے توبہ کرانے والے محسنین کے خلاف اس نے خط میں جو طنز آمیز الفاظ لکھے ہیں وہ سب کفر ہیں۔ یہ شخص بہر حال مسلمان نہیں، کافر و مرتد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم غیب کا انکار کرنا اور حرام کو سنت کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: مظہر علی، آئی. ٹی. آئی. کالونی، بلاس پور، (ایم. پی.) -۲۱ محرم ۱۴۱۸ھ

مسئلہ ۱ جو شخص علم غیب مصطفیٰ کا منکر ہو اور نبی پر سلام پڑھنے میں مختلف اعتراض کرتا ہے ایسے شخص کو گستاخ رسول کہنا کیسا ہے، اور ایسے شخص کو وہابی سمجھ کر سلام نہ کرنا اور نہ ہی سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

(۲) زید غیر مقلدوں کو سچا مومن سمجھ کر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، اور اپنی بیویوں کو بے پردہ گھماتا ہے۔ کالا خضاب لگاتا ہے اور کالے خضاب کو جائز بلکہ سنت رسول کہتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کیا زید کو مسلمان سمجھ کر سلام کرنا درست ہے، اور کیا زید کو بھی غیر مقلد وہابی اور گستاخ رسول کہا جا سکتا ہے؟

(۳) زید اعلیٰ حضرت کے نام سے چڑھتا ہے، اور سبھی سنیوں کو بدعتی فتنہ انگیز کہتا ہے اور کبھی کبھی قرآن خوانی، اور غوث پاک کے فاتحہ میں کراہتاً شریک بھی ہو جاتا ہے۔ حدیث ترمذی کے مطابق امت تہتر فرقے میں بٹ جانے اور ایک فرقے کو ناجی فرقہ ماننے کو تیار نہیں۔ اس حدیث کے بیان کرنے والے کو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے والا، فسادی و فتنہ انگیز کہتا ہے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

الجواب

(۱) ایسا شخص بلا شبہہ وہابی گستاخ رسول ہے، کافر و مرتد ہے۔ مسلمان نہیں رسولوں کے لیے علم غیب ماننا ضروریات دین سے ہے، اس کا انکار کفر ہے۔ جو شخص رسول کے علم غیب کا انکار کرتا ہے وہ رسول کے علم کو گھٹاتا ہے۔ ان کی تنقیص شان کرتا ہے۔ اس سے نہ سلام جائز نہ اس کے سلام کا جواب دینا جائز بد مذہبوں کے بارے میں حدیث میں فرمایا: ”فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلواهم.“[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب زید غیر مقلدوں کو مسلمان سمجھ کر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان نہیں کم از کم صلح کلی ضرور ہے۔ جب زید مسلمان ہی نہیں تو اس سے اس کی کیا شکایت کہ وہ ہندو اور عیسائی کی طرح عورتوں کو بے پردہ گھماتا ہے یا کالا خضاب لگاتا ہے۔ البتہ وہ جھوٹ بولتا ہے کہ کالا خضاب لگانا سنت ہے، کالا خضاب لگانا حرام ہے۔ حرام کو سنت کہنا کفر کیوں کہ اس کو لازم کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام کا ارتکاب کیا۔ جب کہ انبیائے کرام گناہوں سے معصوم ہیں۔ زید سے میل جول، سلام کلام حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ شخص نہ ادھر ہے نہ ادھر بیچ میں لٹکا ہوا صلح کلی ہے، یہ مسلمان نہیں کافر و مرتد ہے۔ وہ اپنے آپ کو لاکھ مسلمان کہے لیکن مسلمان نہیں۔ مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

معجزات کا انکار کفر ہے

مسئولہ: رفیق الحسن معرفت شبیر احمد، مبارک پور، اعظم گڑھ، (یو. پی.)۔ ۱۴؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ ایک آدمی نثار احمد نامی کہتا ہے کہ میں معجزہ، کرامات کو نہیں مانتا اب بتایا جائے کہ کیا یہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور ایسا کرنے کا حکم ہے، اور اگر نہیں ہے تو اس طرح سے جگہ جگہ ہوٹلوں میں اس قسم کی باتوں کا پرچار کر کے مسلمانوں کو پریشان کرنے کا کیا حکم ہے۔ کیا اس کے ساتھ مسلمانوں کی بہن بیٹیوں کا نکاح

[1] المستدرك للحاكم، ج:۳، ص:٦٣٢

جائز ہے؟ کیا ایسے شخص کے مرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟ ایسے لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے۔ صاف طور سے بیان کیا جائے۔

الجواب

یہ شخص بھی مسلمان ہرگز ہرگز نہیں، اسلام سے خارج کافر ہے۔ وہ بھی کافروں کی بدترین قسم مرتد ہے۔ معجزات کا مطلقاً انکار کرنا کفر صریح ہے۔ بیسیوں معجزات قرآن مجید میں صراحۃً موجود ہیں۔ مثلاً چاند ٹکڑے ہونے کا ایرانیوں کے مغلوب ہونے کا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردہ جلانا، مبروص اور مادرزاد اندھے کو شفا دینا وغیرہ وغیرہ۔ اس شخص سے پہلے معجزات کے انکار سے توبہ کرایا جائے۔ پھر کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا جائے، بیوی والا ہو تو بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا جائے۔ اگر وہ یہ سب کرلے تو مسلمان ہے اور اگر توبہ تجدید ایمان و نکاح کرنے سے انکار کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام، بند کردیں۔ اگر وہ اسی حال پر مرجائے تو اس کی مردار لاش کو چھوا نہ جائے۔ جس کا جی چاہے اٹھالے جائے، اور اگر کوئی پوچھنے والا نہ ہو تو اس کی سرانڈی کی بدبو سے بچنے کے لیے مردار کتے کی طرح گھسیٹ کر قبرستان کے علاوہ کسی دوسر جگہ گڑھا کھود کر اس میں پھینک دیا جائے۔ اور بغیر تختہ وغیرہ دیئے ہوئے اس گڑھے کو پاٹ دیا جائے۔ بہ طریق مسنون اسے غسل وکفن دینا اشد حرام، اس کی نماز جنازہ کفر۔ شامی میں ہے:

"قد علمت ان الصحیح خلافه فالدعاء به کفر لعدم جوازه عقلا ولا شرعاً ولتکذیبه النصوص القطعیة."[۱]

درمختار میں ہے: "اما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب."

اس کے تحت شامی میں ہے: "ولا یغسل ولا یکفن."[۲] واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ قرآن مجید حضور کی کما حقہ تعریف بیان کرنے سے قاصر ہے

مسئولہ: محمد کرامت علی، مدرسہ جامعہ عربیہ مظہر العلوم، گرسہائے گنج، فرخ آباد (یو. پی.)- ۸/ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

مسئلہ زید نے دوران تقریر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کما حقہ تعریف سے قرآن قاصر ہے۔ عمر نے کہا کہ یہ جملہ غلط ہے اور قابل گرفت ہے، قرآن تو خدا کا کلام ہے، پھر خالد نے بھی عمر کے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں یہ جملہ واقعی غلط ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کہا جاسکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں کہا جاسکتا تو

[۱] رد المحتار، ج:۲، ص:۲۳۷، زکریا بک ڈپو

[۲] رد المحتار، ج:۳، ص:۱۳۴، باب صلاۃ الجنائز، زکریا بک ڈپو

کیوں اور کہنے والا کس گناہ کا مرتکب ہے، اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز خالد، وعمر کے لیے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بہت ہی وضاحت کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب بہت جلد مرحمت فرمائیں۔ تاکہ زیادہ بات نہ بڑھنے پائے۔ جواب کے لیے لفافہ رکھ دیا ہے۔ حضور کے کرم سے توقع ہے کہ جواب میں تاخیر نہیں فرمائیں گے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مزار پر سلام عرض ہو۔

الجواب

یہ کہنا کہ قرآن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہے، کلمۂ کفر ہے۔ قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام اور اپنے اندر معنی غیر متناہی بالفعل رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے: ”و اللّٰہ ینقضی عجائبہ .“[۱] خود قرآن مجید میں ہے: ”تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ[۲] وتفصیلاً کل شئی .“[۳] اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف اگرچہ غیر متناہی بمعنی ”لاتقف عند حد“ ہیں مگر بالفعل متناہی ہیں اور کل شئی میں ضرور داخل۔ زید پر اس قول سے توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم۔ خالد وعمرو نے صحیح کہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ اللہ اور رسول میں کوئی فرق نہیں کفر ہے

یہ کہنا کفر ہے کہ حضور اللہ کے جسم سے ہیں

مسئولہ: عبد الرحمٰن قادری، ناز ٹیلر، آریت پور، جمشید پور (بہار) - ۲۷ر جمادی الاول ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں

اگر کسی مسلمان نے یہ کہا کہ اللہ اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نعوذ باللہ حضور اللہ کے جسم سے ہیں۔ گویا کہ اللہ کو سجدہ کرنا حضور کو سجدہ کرنا برابر ہے یا کسی نے یہ کہا کہ اللہ کیسے ہیں، اور اس وقت کیا کر رہے ہیں، تو کہنے سے اس کا ایمان خطرے میں ہے یا نہیں؟ یا ایمان چلا گیا؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

یہ شخص اسلام سے خارج ہو کر کافر ومرتد ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس نے ایک ساتھ کئی کفریات بکے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت کیا، ہر جسم حادث ہے اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ حادث۔ وہ قدیم ازلی ابدی ہے اس نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے جسم سے ہیں، یہ بھی

---

[۱] مشكوٰة، ص:١٨٦

[۲] قرآن مجيد، سورة النحل، پاره:١٤، آيت:٨٩

[۳] قرآن مجيد، سورة الانعام، پاره:٨، آيت:١٥٤

کفر ہے۔ اس نے بکا اللہ کو سجدہ کرنا حضور کو سجدہ کرنا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ تعبدی کیا جاتا ہے، اور حضور کے لیے سجدہ تعبدی کرنا شرک۔ سجدۂ تعبدی تو بڑی چیز ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سجدۂ تعظیمی بھی حرام۔

اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً اس کلمات کفریہ سے توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی کو رکھنا چاہے تو اس سے نکاح جدید کرے، اور اگر یہ توبہ، تجدید ایمان و نکاح نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام، بند کر دیں۔ مر جائے تو اس کے غسل و کفن دفن جنازے میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ انبیاے کرام بھی جہنم میں جائیں گے

مسئولہ: مولانا عبدالحکیم رضوی، مدرسہ بحرالعلوم، پرسینڈہ پوروہ، پوسٹ پرسینڈی سیتاپور (یو. پی.)

مسئلہ عمر نے بکر سے یہ کہا کہ آپ ان حضرات کی بات کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انبیاے کرام بھی دوزخ میں جائیں گے۔ مگر جانے کی نوعیت الگ الگ ہوگی، اس پر بکر نے عمر کو کافر کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی: لعنة اللّٰہ علی الکاذبین. "اس پر عمر نے کہا اس آیت کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں، اور جو کسی مسلمان کو بغیر کسی وجہ تکفیر کے کافر کہے وہ خود ہی کافر ہے۔ عمر کا مطلب یہ تھا کہ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صرف دیکھنے کے لیے جائیں گے۔ بلکہ ہر جنتی آدمی کو دوزخ دکھلائی جائے گی۔ اگر جانے دیکھنے کی خواہش ہوگی اور آقائے نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج اقدس کی واپسی پر جنت، دوزخ کی سیر فرمائی، اور جب آپ دوزخ میں تشریف لے گئے تو دوزخ کی آگ پناہ مانگ رہی تھی کہ رب العالمین تو اپنے محبوب کو یہاں سے نکال لے نہیں تو دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی، یہ کیوں ہے اور سیر کرنے میں جانا پایا گیا یا نہیں؟ ان سب باتوں کا مدلل جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دے کر قوم مسلم میں خلفشار ہونے سے بچالیں، کرم ہوگا۔

الجواب

عمرو پر بھی توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے، دوزخ میں جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ اس کے اندر قدم رکھنا باہر سے دیکھنے کو دوزخ میں جانا نہیں کہیں گے۔ بکر نے ٹھیک ہی کہا، اور عمرو نے جو کہا کہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوزخ میں گئے۔ جس سے دوزخ پناہ مانگنے لگی۔ یہ بھی کذب محض ہے۔ عمرو نائب رسول ہے تو بتائے۔ یہ روایت کس کتاب میں ہے۔ معراج کی حدیث میں صرف اتنا ہے کہ باہر سے دوزخ دیکھی۔ اسی کو واعظین نے سیر سے تعبیر کی۔ البتہ اتنا حق ہے کہ قیامت کے دن جہنم پر پل صراط قائم ہوگا جس پر سب کو گزرنا ہے، حتی کہ انبیاے کرام کو بھی، اس وقت دوزخ مومن سے عرض کرے گی:

"جزء یامومن فان نور ایمانک یطفی نیرا نی." — اے مومن جلدی سے پار ہو جا تیرے ایمان کا نور میری آگ کو بجھا دے رہا ہے۔

اسی کو سورۂ مریم کی آیت میں فرمایا:

"وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ."(۱) — اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔

امام حسن اور امام قتادہ سے مروی ہے کہ دوزخ پر گزرنے سے مُراد پل صراط پر گزرنا ہے جو دوزخ پر ہوگا۔ خالد نے جو کہا وہ عمرو کی بنیاد پر کہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاے کرام کو جاسوس کہنا کفر ہے۔ فرشتوں کو گارڈ یا ٹی ٹی کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: اقبال احمد عزیزی، مدرسہ ڈلمیا کریا پور،، برسوت، ضلع ہزاری باغ (بہار) - ۴ر رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ زید نے کہا کہ انبیاے کرام علیہم السلام کی شان میں جاسوسی کا لفظ استعمال کرنا درست ہے۔ نیز منکر و نکیر اور دیگر فرشتوں کی شان میں ٹی ٹی یا گارڈ اس جیسے الفاظ استعمال کرنا بھی درست ہے۔

الجواب

انبیاے کرام کو جاسوس کہنا کفر ہے۔ اسی طرح فرشتوں کو گارڈ یا ٹی ٹی کہنا بھی، اس میں ان حضرات کی توہین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حضرت آدم کے جسد خاکی میں حضور کی روح ڈالی گئی؟ سبقت لسانی میں کلمہ کفر زبان پر جاری ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئولہ: محمد زاہد الرحمٰن نوری، غوثیہ مسجد اسلفا، گھاٹ کوپر، بمبئی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) کہ زید الحمد للہ عالم اور مسئلہ شرعیہ سے واقف ہے۔ دوران تقریر سبقت لسانی کی بنیاد پر مندرجہ جملہ زبان پر زد ہو گیا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کو جب تیار کیا گیا اور روح ڈالی گئی تو روح کو قرار نہ آیا۔ جب ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ڈالی گئی تو قرار آ گیا۔ آیا واقعۃً ہمارے پیارے نبی کی روح حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے جسد اقدس میں ڈالی گئی یا نہیں؟ اگر نہیں ڈالی گئی تو کیا زید کا قول کفر کی حد تک پہنچ سکتا ہے؟

(۲) سامعین میں سے بعض کا کہنا ہے کہ امام مذکور نے اپنی تقریر میں روح کی جگہ نور کا لفظ استعمال کیا ہے۔

[۱] قرآن مجید، سورہ مریم، آیت: ۷۱، پ: ۱۶۔

اگر بالفرض روح کا لفظ استعمال کیا ہو تو ایسا کہنا کفر کی حد تک پہنچ سکتا ہے؟

الجواب

زید کا یہ قول کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح حضرت آدم کے جسد مبارک میں ڈالی گئی۔ کلمہ کفر نہیں خطا ہے۔ اگر بالفرض یہ کلمۂ کفر بھی ہوتا تو سبقت لسانی کی وجہ سے بے اختیار نکلنے کی وجہ سے زید کافر نہ ہوتا۔ عالم گیری میں ہے:

”الخاطی ان أجری علی لسانه کلمة الکفر خطأ بان کان یرید ان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانه کلمة الکفر خطأ لم یکن ذالک کفرا عند الکل.“[1]

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہ کہنا کفر ہے کہ غوث اعظم کا قدم حضور کے کندھے پر ہے

مسئولہ: اقبال اختر، کتب خانہ مخدومیہ، درگاہ روڈ، ردولی شریف، فیض آباد (یو. پی.) - ۲۵ رجب ۱۴۱۸ھ

مسئلہ زید قائل ہے اس بات کا کہ حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاندھے پر ہے اور اس کی تاویل یہ کرتا ہے، سرکار ابد قرار کے کاندھے پر غوث اعظم کا قدم اس معنی پر ہے کہ آپ ان کی نسل پاک سے ہیں اور جس طرح سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاندھے پر بٹھایا تھا اسی طرح حضور غوث اعظم کا قدم بھی سرکار کے کاندھے پر ہے، اور بکر کہتا ہے زید کا یہ کہنا غلط ہے بلکہ چند وجوہ سے کفر بھی ہے۔ کیوں کہ خدا نے غوث اعظم سے جو یہ کہلایا تھا کہ میرا یہ قدم جملہ اولیا کے کاندھے پر ہے بہ طور شان فرمایا ہے۔ لہٰذا قرآن واحادیث وغیرہما کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا کہنا صحیح ہے، اور دونوں کا حکم عند الشرع کیا ہے؟

الجواب

زید کا یہ قول کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاندھے پر ہے یقیناً حتماً بلا شبہہ یقینی قطعی کفر صریح ہے۔ زید اسلام سے خارج ہو کر کافر ومرتد ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس کفر قطعی سے توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی کو رکھنا چاہے تو تجدید نکاح کرے، یہ جملہ اس بات میں صریح ہے کہ زید نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل بتایا۔ کندھے پر پیر ہونے کا معنی لازم بین غیر منفک ہے بچوں کو کاندھے پر بٹھاتے ہیں۔ یہ پیار میں ہوتا ہے اور اس سے کسی کو اس کا وہم بھی نہیں ہوتا کہ بچہ باپ سے

[1] عالم گیری، ج:۲، ص:۲۷۶، الباب التاسع، فی احکام المرتدین رشیدیه پاکستان

افضل ہے۔ لیکن اس جملہ سے کہ فلاں کا قدم فلاں کے کاندھے پر ہے ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ جس کا قدم کاندھے پر ہے وہ افضل ہے۔ اس سے جس کے کاندھے پر قدم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ داڑھی منڈانے والوں کو حضور اسپیشل کوٹے سے بخشوادیں گے یہ کہنا کیسا ہے کہ حضور کو نبوت چالیس سال بعد ملی؟

مسئولہ: محمد معصوم، قرارنگ، پوسٹ مہراج گنج، ضلع پلاموں (بہار)- ۲۵/ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ ۱ علاقہ حیدر نگر ضلع پلاموں کے ایک گاؤں میں ایک جگہ محفل میلاد تھی جس میں چار عالم موجود تھے۔ جو عالم کے پہلے تقریر کے لیے مائک پر آئے انھوں نے اپنی تقریر میں داڑھی منڈانے والے مسلمان کو داڑھی منڈانے والے فعل بد سے واقعات کے ذریعہ شرمندہ کر کے داڑھی رکھنے کی ترغیب دلائی۔ ان کے بعد دوسرے عالم جو مفتی بھی تھے اور بہار کے مشہور خانقاہ کے فرد ہیں اور پیر بھی (پہلی تقریر کا رد کیا) بایں الفاظ کہ اسی مجلس میں کہ مسلمان داڑھی نہ رکھے۔ بلکہ چوری اور زنا بھی کرے، اپنے اسپیشل کوٹے سے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے ضرور بخشوالیں گے۔ یہی مفتی دوراں تقریر فاتحہ چہلم کے ثبوت کے طور پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے بتا رہے تھے۔ معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چالیس سال گزرنے پر نبوت ملی تھی۔ جب کہ: ''كنت نبياً و آدم بين الماء و الطين.'' موجود ہے۔ بعد مجلس ختم ہونے کے دوسری جگہ مذکورہ مفتی سے ایک مسلمان نے پوچھا، روزہ اور عید ریڈیو کی خبر پر منانا چاہیے یا چاند دیکھ کر یا شرعی ثبوت ملنے پر؟ تو کئی مسلمانوں کے سامنے انھوں نے جواب دیا کہ جدھر تعداد زیادہ ہو ادھر ہی ہو جایا کریں تاکہ آپس میں جھگڑا و تناؤ نہ ہو۔ ویسے جو لوگ پہلے سے ریڈیو کی خبر پر روزہ اور عید کرتے ہیں ان حضرات کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ ریڈیو کی خبر پر روزہ و عید منایا کریں۔ جو دو مقرر بعد میں آئے اس مجلس میں ان لوگوں نے اگلی تقریروں کا ذکر ہی نہ کیا۔ یا کون ٹھیک ہے کون غلط یا دونوں صحیح اس لیے بعد صلوٰۃ وسلام کے پہلے مقرر مائک پر آ کر کچھ بولنا چاہتے تھے کہ اناؤنسر اور مذکورہ مفتی نے نہ بولنے دیا۔ جس کی وجہ سے مجلس میں شور وغل بھی کافی ہو گیا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں دو عالم اور ایک مفتی تینوں حضرات کو مسلمان اپنا رہبر مانیں یا ایمان کا رہزن سمجھ کر علیحدہ ہو جائیں یا واقعی شریعت کا ایسا فتویٰ ہے کہ جس علاقہ میں مسلمان دس یا بیس ہزار کی تعداد میں ریڈیو کی خبر پر روزہ توڑ کر عید منانے کو آمادہ اور تیار ہو جائیں۔ ویسے نازک وقت میں جو دو یا چار مسلمان جو اچھی طرح سے جان رہے ہوں کہ ریڈیو کی خبر خبر مستفیض نہیں۔ آج کے دن کا روزہ فرض ہے۔ ایسے افراد کو بھی زیادہ تعداد دیکھ کر بلا چون چرا روزہ توڑ کر نماز عید پڑھ لینی چاہیے۔ ورنہ جماعت توڑنے کا الزام انھیں چند کے سر آجائے گا۔ ایسے

موقعہ پر چند کیا کریں؟ از روئے شرع جواب دیں۔

❷ مسلمانوں میں کچھ افراد ایسی ذہانت بھی رکھتے ہیں کہ شریعت اسلام کے احکام و مسائل جو دینی کتابوں میں موجود ہیں یا پوسٹر میں چھپتے ہیں یا تحریر سوال پر مفتیان شرع فتویٰ لکھتے ہیں گو سوال و جواب دونوں بالکل صحیح و درست ہوں اس کو پڑھنا اور سن لینا چاہیے، ماننا کوئی ضروری نہیں ہے۔ ایسی ذہانت رکھنے والے حضرات کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ایک امام جو اپنی زبان سے خالص بریلوی ہے اور قبلہ از ہری میاں کا مرید بھی جیسا کہ کہتا ہے، اس سال پورے رمضان اپنے ہم نواؤں سے کئی بار چند افراد کے درمیان میں بولا کہ بغیر چاند دیکھے یا شرعی ثبوت ملے بغیر نماز عید نہیں پڑھوں گا چاہے یہاں کے کلی مسلمان پڑھ لیں۔ لیکن جب ۲۹؍ رمضان کی شام کو ریڈیو سے خبر ہوئی تو خود روزہ چھوڑ کر اور لوگوں سے روزہ چھوڑنے کی ترغیب دلا کر خود بہ خوشی نماز عید پڑھتا پڑھاتا نظر آیا ایسے کو کیا سمجھا اور جانا جائے، اور مذکورہ تینوں میں یہ بھی ہے۔

الجواب

❶ - ❷ یہ کہنا کہ خواہ مسلمان داڑھی منڈائے یا شراب پیئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اسپیشل کوٹے سے الخ فساق فجار کو گناہ پر رغبت دلانا ہے اور احادیث کریمہ میں گناہوں پر جو وعیدیں آئی ہیں ان سب کو کالعدم قرار دینا ہے۔ شفاعت برحق ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی بدکردار، فاسق، فاجر جہنم میں نہیں جائے گا، کتنے گنہ گار، فساق ابتداءً جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ مگر سزا کی معیاد پوری ہونے سے پہلے شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکالے جائیں گے۔ اس جاہل مفتی بننے والو کو پتہ نہیں کہ جہنم کا عذاب کتنا سخت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس جاہل گمراہ گر نے جو یہ کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چالیس سال پر نبوت ملی یہ غلط ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت منصب نبوت پر فائز تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر بھی نہیں بنا تھا۔ جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے: ''إني عند اللّٰه مکتوب خاتم النبیین وانّ ادم لمنجدل فی طینته.''[1] پھر اس نے جو یہ بکا کہ اگر مسلمانوں کی اکثریت جو عید کرے تو سب کو عید کر لینا چاہیے۔ یہ سراسر گمراہی ہے۔ اس نے شریعت کو شریعت نہیں سمجھا۔ اسمبلی اور پارلیمنٹ سمجھ لیا ہے۔ اس گمراہ گر کے نزدیک اللہ و رسول کا حکم کوئی چیز نہیں۔ بے پڑھے لکھے عوام کی دھاندلی سب کچھ ہے۔ شریعت کے حکم کے خلاف اگر ساری دنیا اتفاق بھی کرے جب بھی اسے بدلا نہیں جائے گا۔ ریڈیو، ٹیلی فون، کی خبر چاند کے معاملہ میں کالعدم ہے۔ جو لوگ کہ ریڈیو وغیرہ کی خبر پر ۳۰؍ رمضان کا روزہ چھوڑیں گے اور نماز عید پڑھیں گے وہ چار چار گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔ ایک غیر شرعی طریقے کو شرعی طریقہ مان کر اس پر عمل کیا، دوسرے دن حقیقت میں ۳۰؍ رمضان

[1] مشکوٰۃ المصابیح، ص:۵۱۳، الفصل الثانی، باب فضائل سید المرسلین، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ۔

تھی اور اس دن روزہ رکھنا فرض تھا۔ اس دن روزہ نہ رکھا یا رکھ کر توڑا یہ الگ گناہ ہوا۔ ان پر کیا پابندی لگائی جا سکتی ہے، اس سلسلے میں واضح بات یہ ہے کہ ایک عالم کا اعلان صرف اس کے شہر اور شہر سے ملحق دیہات کے لیے کافی ہے۔ دوسرے شہروں کے لیے ناکافی غیر معتبر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ میں حضور کو نہیں مانتا، حالت اکراہ میں شراب نوشی کی اجازت ہے، کیا جان بچانے کے لیے خنزیر کا گوشت حلال ہے؟

مسئولہ: عبدالمنان سعی بزرگ، بکھرا بستی۔ ۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرح متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

(۱) زید چند لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ نماز پر گفتگو ہو رہی تھی جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی نہ مانے اس وقت اس کی نماز ہوگی ہی نہیں۔ اتنے میں زید کہتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں مانتا، کیا میری نماز نہیں ہوگی؟ لوگوں نے کہا جب تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں مانتے ہو تو نماز کہاں ہوئی۔ توبہ کرو تو زید کہتا ہے کہ کیوں توبہ کروں؟ میں نے کسی مصلحت سے کہا ہے۔ پھر لوگوں نے کہا کہ تم کیوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں انکار کرتے ہو؟ تو پھر زید کہتا ہے کہ تم لوگ مسلمان ہو تم سے میرا درجہ بلند ہو گیا تو ایسی حالت میں زید کافر ہے یا نہیں؟

(۲) زید ایسی جگہ پہنچا جہاں کافروں کی آبادی زیادہ ہے اور زید کو کافروں نے گھیر لیا اور اسے شراب دے رہے ہیں کہ تم اس کو پی لو تو زید کہتا ہے کہ میں شراب نہیں پیئوں گا۔ کافروں نے کہا تم شراب نہیں پیئو گے تو تمھیں قتل کر دیا جائے گا۔ ایسی حالت میں زید شراب پی سکتا ہے کہ نہیں؟ اور اگر پی لیا تو کیا کیا جائے؟

(۳) کس حالت میں جان بچانے کے لیے خنزیر کا گوشت کھانا حلال ہے۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

(۱) زید بلاشبہہ کافر و مرتد ہو گیا، اسلام سے خارج ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اپنے اس کفری قول سے توبہ کرے۔ پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اس بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو پھر سے نکاح کرے۔ اسلام کا بنیادی رکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا ہے۔ حدیث میں ہے:

”بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله و انی رسول الله.“(۱)

زید کی یہ تاویل کہ یہ میں کسی مصلحت کی وجہ سے کہتا ہوں، اس کو کفر سے نہیں بچائے گی، پھر زید کا یہ کہنا کہ تم لوگ مسلمان ہو، تم سے میرا درجہ اور بلند ہو گیا، یہ اس کا دوسرا کفر ہے، اس سے بھی اس پر توبہ

فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ ایسی صورت میں اگر زید کو اس کا ظن غالب تھا کہ اگر میں شراب نہیں پیوں گا تو واقعی یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے تو اس کو اجازت ہے کہ شراب پی لے۔ قرآن مجید میں ہے: ”**فمن اضطر غیر باغٍ و لا عاد فلا اثم علیه.**“[۲] **واللہ تعالیٰ اعلم.**

❸ جب کہ خنزیر کا گوشت کھائے بغیر جان بچنے کی امید نہ ہو، مثلاً کھانے کے لیے کوئی چیز موجود نہیں، اتنا فاقہ ہو چکا ہے کہ اس کی جان جا رہی ہے اور سوائے حرام کے کوئی اور چیز کھانے کی نہیں تو اس صورت میں جان بچانے کی مقدار حرام چیز کھا سکتا ہے۔ اسی طرح اس کو کچھ لوگوں نے گھیر لیا ہے اور اسے دھمکی دے رہے ہیں کہ یہ حرام چیز کھاؤ ورنہ جان سے مار ڈالیں گے اور اسے ظن غالب ہے کہ اگر حرام نہیں کھائے گا تو واقعی یہ لوگ ضرور مار ڈالیں گے، ایسی صورت میں بھی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ ”علی کی ولایت پر رسول اللہ کی نبوت کا انحصار ہے۔“

مسئولہ: رضوان اللہ، خیرآباد، ضلع مئو- ۸ر صفر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ محترم المقام مفتیان کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ علی کی ولایت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا انحصار ہے۔ ایسے عقیدہ رکھنے والے لوگوں سے تعلق رکھنا اور ان کی تقاریب میں شریک ہونا کیسا ہے؟

مندرجہ بالا سوالات کا جواب اسلامی شرع و فقہ اسلامی کی روشنی میں واضح کریں، تاکہ اس کے متعلق شکوک وشبہات رفع ہو سکیں۔

الجواب

ایسا عقیدہ رکھنے والے مسلمان نہیں، اسلام سے خارج کافر و مرتد ہیں۔ ایسے لوگوں سے میل جول ان کی تقریبات میں شرکت حرام، بدمذہبوں کے بارے میں فرمایا:

”**ولا تجالسوهم، ولا تواكلوهم، ولا تناكحوهم.**“[۳] نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو۔

---

[۱] مسلم شریف، ج:۱، ص:۳۲، کتاب الایمان، اصح المطابع

[۲] قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت:۱۷۳

[۳] المستدرك للحاكم، ج:۳، ص:۶۳۲، السنة لابن عاصم ج:۲، ص:۴۸۳

یہ کہنا کہ علی کی ولایت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا انحصار ہے صریح کفر ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو بشر نہ ماننا کفر ہے، حضور کو عام بشر کی طرح ماننا بھی کفر ہے

مسئولہ: احمد علی قادری، شریفی ٹیلی فون آپریٹر، فیروز آباد، آگرہ-۲۱ ربیع الثانی

مسئلہ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر نہ جانے تو کفر ہے، اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بار بار بشر کہنا یا کہے تو کافر ہے، تو کیا زید کی یہ بات کچھ حقیقت رکھتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب

یقیناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں، اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر نہ مانے وہ کافر ہے کہ وہ قرآن مجید کے نص قطعی کا انکار کر رہا ہے۔ اس طرح جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے کی نیت سے بار بار کہے کہ حضور بشر ہی تھے، بشر ہی تھے اس پر بھی ضرور اندیشۂ کفر ہے کہ اس سے بہ ظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام بشر کی سطح پر مانتا ہے۔ یہ ضرور کفر ہے ورنہ بار بار بشر کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ قوت نبی نے عاجزی ظاہر کی کفر ہے۔ اولیا کو جو ملتا ہے وہ انبیا کے ہاتھوں سے ملتا ہے۔

مسئولہ: جملہ مسلمانان رتسر، بلیا، معرفت محمد مزمل اللہ صاحب کلرک دفتر اشرفیہ، مبارک پور

مسئلہ زید کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو چاند کو دو ٹکڑا کیا اور سورج کو لوٹایا تھا وہ قوت نبوت نہیں تھی۔ بلکہ قوت ولایت تھی، قوت نبوت اپنی عاجزی ظاہر کی، مگر قوت ولایت چاند کو ٹکڑا کرنے اور سورج کو لوٹانے کے لیے تیار ہو گئی۔

الجواب

اس میں زید نے جو یہ بکا کہ قوت نبوت نے عاجزی ظاہر کی یہ جھوٹ اور افترا بھی ہے اور کفر بھی۔ اس پر امت کا اتفاق ہے کہ اولیاے کرام کو جو کچھ ملتا ہے وہ انبیاے کرام خصوصاً سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ہاتھوں ملتا ہے۔خود حدیث میں ہے:

"انما انا قاسم و اللّٰہ یعطی."[1] اللہ عطا فرماتا ہے میں بانٹتا ہوں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کسی ولی کو نبی سے افضل ماننا کفر ہے

مسئولہ: عبد المجید رضوی قادری، خطیب جامع مسجد، کارنجہ، اکولہ-۲۷ محرم ۱۴۱۴ھ

مسئلہ زید نے دعویٰ کیا اور لکھ کر بھی دیا کہ بعض اولیا کا مقام نبی سے بڑھ کر ہے۔لہذا زید کا قول صحیح ہے یا غلط؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

زید پر اس قول سے توبہ تجدید ایمان فرض ہے، اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی۔کسی ولی کو کسی نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔جیسا کہ حدیقۂ ندیہ میں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیا کو بڑا بھائی کہنا کفر ہے

مسئولہ: الحاج مفتاح الدین احمد، خطیب محلّہ شاہ جمعہ، سہسرام، روہتاس (بہار)

مسئلہ ① حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مومن آپس میں بھائی ہیں، اس سے کوئی جماعت یا کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔اس کی تعظم بڑے بھائی کی سی کرو، خواہ انبیا ہوں یا اولیا ہوں اسی کے مطابق رسول بھی ہمارے بھائی ہیں۔تو وہ مسلمان رہے گا یا نہیں؟

② مومن کا لفظ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لیے فرمایا ہے۔ایسی صورت میں جس نے مومن کی حیثیت سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی بنایا تو پھر وہ خدا کا بھی بھائی ہو گیا۔(نعوذ باللہ) ایسا شخص یا جماعت مسلمان رہ سکتی ہے یا نہیں؟

③ کتاب مالا بدمنہ، از افادات قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے ص: ۱۸۸ تا ۱۸۹ میں تحریر ہے "مسئلہ علام علم الہدیٰ در بحر المحیط گفتہ کہ ہر ملعون کہ در جناب پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دشنام دید یا اہانت کند درادری امور دین او یا صورت مبارک او یا در وصفی از اوصاف شریفہ او عیب کند خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی اگر چہ از راہ ہزل کردہ باشد آن کافر است واجب القتل توبۂ او مقبول نیست واجماع امت آنست کہ بی ادبی

[1] مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۲، کتاب العلم، مجلس برکات

واستخفاف ہرکس انبیاء کفر ست۔" مذکورہ تحریر کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہنا اور اس جیسی تعظیم کو حق بتانے والا مسلمان رہے گا یا نہیں؟

(۴) تبلیغی جماعت کے لوگ مسلمان ہیں کہ نہیں؟ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والے ہیں یا نہیں؟

الجواب

(۱) کسی کو بھائی کہنے میں اس کے ساتھ برابری کا ادعا ہے۔ ہمارے عرف میں ہے کہ اپنے ہم عمروں کو بھائی کہہ کر کے خطاب کرتے ہیں، اور اپنے سے زیادہ معمر اور بوڑھوں کو چچا دادا وغیرہ کہتے ہیں۔ انبیاے کرام علیہم السلام کے ساتھ برابری کا اعتقاد رکھنے والا ضرور کافر ہے، اور بھائی کہنے میں برابری کا ادعا ہے۔ اس لیے یہ قول ضرور کفر ہے، اور حدیث کل مومن اخوۃ یہ امت کے لیے ہے عرف یا شرع میں رسول اور نبی کو مومن نہیں کہا جاتا۔ مومن کا اطلاق امتی پر ہوتا ہے، اور یہ اطلاق قرآن مجید سے مستفاد ہے۔ ارشاد ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ." [۱] مومن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یقیناً اگر لفظی شرکت کی بنا پر کل مومن اخوۃ کے تحت رسول کو مومن مان کر بھائی کہنے کا جواز تلاش کیا جائے تو یہ لفظی مشارکت اس لفظ مومن پر ہوئی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، پھر ان لوگوں کو لازم ہوگا کہ اللہ عزوجل کو بھی بھائی کہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مالا بدمنہ میں بہت باتیں خلاف ہیں۔ مگر یہ مسئلہ حق ہے کہ جو کوئی کسی نبی یا رسول کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر و مرتد واجب القتل ہے۔ وہ اگر توبہ بھی کر لے جب بھی حاکم اسلام اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ جس گستاخ نے سوال نمبر ا میں مندرجہ عبارت کہی اگر اس کی نیت اس سے انبیاے کرام کے ساتھ مساوات ہو تو وہ ضرور مرتد واجب القتل اور اس پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح بہر حال لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) تبلیغی جماعت والے سب کے سب دیوبندی ہیں، اور ان لوگوں کی دوڑ دھوپ سب دیوبندیت پھیلانے کے لیے ہے۔ اس جماعت کے امیر مولوی الیاس نے کہا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے میں بہ قسم کہتا ہوں یہ تحریک صلوٰۃ نہیں۔ ظہیر الحسن میرا یہ مدعا کوئی پاتا نہیں، مجھے ایک نئی قوم بنانی ہے، یا پیدا کرنی ہے۔ (دینی دعوت) ایک دفعہ انھیں مولوی الیاس نے کہا کہ مولانا تھانوی (اشرف علی) نے بہت کام کیا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ طریقۂ کار میرا ہو اور تعلیم ان کی پھیلائی جائے۔ ان عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ تبلیغی جماعت کا مقصد نہ لوگوں کو نمازی بنانا ہے، نہ دین دار بلکہ دیوبندی بنانا ہے، اور دیوبندی شان الوہیت و رسالت میں گستاخی

[۱] قرآن مجید، آیت:۲٦، سورۃ النور، پ:۱۸

کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ اور سب تبلیغی دیوبندی ہیں اس لیے یہ بھی کافر و مرتد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ آج کا یہودی، مجوسی اگر چہ حضور پر ایمان نہ لائے، عمل صالح کرے تو جنت میں جائے گا۔

مسئولہ: زاہد حسین مصباحی، نواپورہ، وارانسی (یو. پی.)۔ ۱۸؍صفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین درج ذیل بیانات کے بارے میں جواب مدلل و مفصل تحریر فرمائیں۔

① سورۂ بقرہ کی باسٹھویں آیت، مسلمان ہو، یہودی ہو، نصاریٰ ہو، مجوسی ہو، صابی ہو۔ اگر وہ شرک نہیں کرتا، عامل صالح ہے بے خوف و خطر جنت میں جائے گا؟ آج کا یہودی آج کا نصرانی، آج کا مجوسی، کوئی بھی کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا ہوا گر حضور پر ایمان نہ لائے گا تو بھی جنت میں جائے گا، شرک نہیں کرتا، نیک عمل صالح ہو وہ جنت میں جائے گا چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ ہو، سیرت النبی میں سب حوالہ دیا ہے، آیت کا جواب آیت سے فقہ سے نہیں مانیں گے۔ (بیان نثار احمد ولد دین محمد، ساکن دلی گڑھی)

② آج کا یہودی، آج کا نصرانی، آج کا مجوسی کا عمل کتنا ہی اچھا ہو جب تک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ (بیان بشیر احمد ولد امیر اللہ، ساکن اونکاریشور)

الجواب

نثار احمد، اپنے اس قول کی وجہ سے آج کا یہودی، آج کا نصرانی، آج کا مجوسی کوئی بھی کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا اگر حضور پر ایمان نہ لائے گا تو بھی جنت میں جائے گا، نیک عمل صالح ہو جنت میں جائے گا چاہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ ہو۔ کافر مرتد اسلام سے خارج ہے، اس لیے کہ وہ انکار کر رہا ہے سیکڑوں قرآن کی آیات کا اور ہزاروں احادیث کا اور اسلام کے بنیادی عقیدے کا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ نجات کے لیے ضروری ہے کہ پورے قرآن پر ایمان لایا جائے۔ قرآن مجید کے ایک لفظ پر بھی جس کا ایمان نہ ہو وہ جہنمی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا گیا: "محمد رسول اللّٰہ و ما محمد الا رسول، یا ایھا النبی انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا." وغیرہ وغیرہ تو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا منکر ہے وہ قرآن کا منکر ہے اور بلاشبہہ جہنمی ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ."[1] فرمادو اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔

[1] قرآن مجید، آلِ عمران ۳، آیت: ۳۱۔

اور فرمایا:

”مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه.“(۱)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرمایا گیا:

”مَا اٰتاكُمُ الرَّسُوْلَ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهَوْ.“(۲)

جو تمھیں رسول دیں وہ لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

اور فرمایا:

”مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ عَنْ امرهم.“(۳)

جب اللہ اور رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو انھیں اپنے معاملہ کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

اور فرمایا:

”فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبُهُمْ فِتْنَةٌ اَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ.“(۴)

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ انھیں کوئی فتنہ یا دردناک عذاب نہ پہنچے۔

اور فرمایا:

’فَلاَ وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.“(۵)

تیرے رب کی قسم لوگ ہرگز مومن نہیں، یہاں تک کہ آپسی جھگڑے میں آپ کو حکم بنائیں اور پھر آپ کے فیصلہ پر کوئی دل میں تنگی نہ محسوس کریں اور اسے پوری طرح مان لیں۔

اور صاف صاف فرمایا:

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ النساء، پ:۵، آیت:۸۰

[۲] قرآن مجید، سورۃ الحشر، پ:۲۸، آیت:۷

[۳] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب، پ:۲۲، آیت:۳۶

[۴] قرآن مجید، سورۃ النور، پ:۱۸، آیت:۶۳

[۵] قرآن مجید، سورۃ النساء، پ:۵، آیت:۶۵

”وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ .“(۱)

جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے، اللہ اسے جہنم میں ڈالے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

قرآن کریم کے جھٹلانے کے بارے میں ہے:

”اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ط“(۲)

جنھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، ہم ضرور ان کو جہنم میں ڈالیں گے۔

خاص اہل کتاب سے خطاب ہے:

”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ط“(۳)

اے اہل کتاب ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا جو تمھارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے، قبل اس کے کہ ہم منہ بگاڑیں تو انھیں پھیر دیں پیٹھ کے بل یا ان پر لعنت کریں جیسے سنیچر والوں پر کی۔

ان سب آیات کا مفاد یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مانے، ان پر ایمان نہ لائے، قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے، وہ ضرور جہنمی ہے، علاوہ ازیں یہود و نصاریٰ، مجوسی ضرور جہنمی یوں بھی ہیں کہ یہ شرک کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ”نصاریٰ نے کہا عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں، یہود نے کہا عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور مجوسی دو خدا مانتے ہیں ”اہرمن اور یزدان“۔ اور مشرک ضرور جہنمی۔ فرماتا ہے:

”ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ .“

اللہ شرک ہرگز نہیں بخشے گا۔

رہ گئی وہ آیت جس کا سوال میں حوالہ ہے، اس میں صاف ”من اٰمن باللّٰہ“ ہے۔ ”ان میں سے جو اللہ پر ایمان لایا“۔ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ جو کچھ اس نے فرمایا سب کو مانے، اللہ نے جب حکم دیا کہ قرآن پر ایمان لاؤ، رسول پر ایمان لاؤ۔ تو جو قرآن کو نہ مانے، رسول کو نہ مانے، ان پر ایمان نہ لائے وہ اللہ کو نہیں مانتا، وہ اللہ پر ہرگز ایمان نہیں لایا، لہٰذا وہ اس آیت کا مصداق نہیں۔ یہ شخص کتنا چالاک ہے۔ خود تو سیرۃ النبی کا حوالہ دیتا ہے اور ہم کو کہتا ہے فقہ سے نہیں مانیں گے، گویا سیرۃ النبی کا درجہ تمام کتب فقہ سے اس کے نزدیک اونچا ہے۔

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ النساء، پ:٤، آیت:١٤

[۲] قرآن مجید، سورۃ النساء، پ:٥، آیت:٥٦

[۳] قرآن مجید، سورۃ النساء، پ:٥، آیت:٤٧

ظاہر ہو گیا کہ فقہ کا منکر ہے۔ اس انکار کی وجہ سے بھی اس پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ اگر یہ شخص توبہ، تجدیدِ ایمان اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح نہ کرلے تو اس سے میل جول بند کر دیا جائے۔
بشیر احمد نے صحیح کہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ اس امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کے برابر ہیں

مسئولہ: محبوب علی حشمتی خاں، محلّہ پٹیل نگر، قصبہ اترولہ، ضلع گونڈہ (یو. پی.)۔ ۱۵؍ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ زید نے یہ کہا کہ اس امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کے برابر ہیں (علیہم الصلاۃ والسلام)۔ زید کا یہ قول کس درجہ درست ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل.

الجواب

یہ کہنا کہ اس امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کے برابر ہیں، کلمۂ کفر ہے۔ قائل پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی والا ہے اور اسی بیوی کو رکھنا چاہتا ہو اور بیوی بھی راضی ہو تو تجدید نکاح بھی فرض ہے۔ اس لیے کہ اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ انبیا اولیا سے افضل ہیں۔ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

”ان الولی لا یبلغ درجة النبی.“ ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اسی میں ہے:

”اجمع العلماء علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء.“ علما کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاے کرام اولیا سے افضل ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

زید کہتا ہے کہ یہ کہنا کفر ہے کہ علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ علما کو انبیا کی طرح کہنا کفر ہے یا نہیں؟

مسئولہ: توفیق احمد، امانت رسول، مدرسہ رضویہ مدینۃ الاسلام، ہدایت نگر، بھورے خان، پیلی بھیت۔ ۲۶؍ رجب ۱۴۱۴ھ

مسئلہ ایک مفتی صاحب نے فضائل علماے کرام میں دورانِ تقریر حدیث پاک پڑھی: ”علماءُ امتی کانبیاء بنی اسرائیل.“ اور ترجمہ فرمایا: آقاے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ یعنی نبوت کا دروازہ تو بند ہو گیا، اب نبی تو کوئی آئے گا نہیں، اب نبیوں کا کام علماے کرام کریں گے، اچھائیوں کا حکم دیں گے، برائیوں سے بچائیں گے، جو ان کے نائبین و جانشین

ہوں گے۔اس پر زید نے کہا، مفتی صاحب کو توبہ کرنی چاہیے، نبیوں کی طرح غیر نبی کو کہنا کفر ہے۔اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا اور مفتی صاحب سے کوئی بات نہ کرے۔لوگوں میں مفتی صاحب کے خلاف بولنے لگا اور مفتی صاحب کی برائی کرنے لگا کہ وہ حدیث کا غلط ترجمہ کرتے ہیں، ان پر توبہ فرض ہے۔عمرو نے زید کے اعتراض کرنے پر زید سے کہا کہ حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ نے بھی مارہرہ شریف کے عرس میں دوران تقریر یہی حدیث پڑھی تھی اور ترجمہ یہی کیا تھا۔اس پر زید نے کہا کہ میں مفتی صاحب کی بات نہیں مانتا، لہٰذا حکم شرع سے آگاہ فرمایا جائے۔بینوا توجروا۔

الجواب

حدیث مذکور کا ترجمہ مفتی صاحب نے صحیح کیا، طرح کے معنی مانند کے ہوتے ہیں جو صرف ایک مشابہت چاہتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہاں مثل کہنا منع ہے کیوں کہ اس میں ایہامِ مساوات ہے۔مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ایک صاحب نے لکھا--''آپ ہم لوگوں میں مثل نبی و رسول کے ہیں۔اس پر یہ تنبیہ فرمائی، مولانا یہ لفظ بہت ہی سخت ہے۔لا الہ الا اللہ یہ حقیر فقیر ذلیل، سیاہ کار، نابکار کیا چیز ہے--ہاں اکابر کے لیے یہ لفظ حدیث میں ہے کہ :''الشیخ فی قومه کالنبی فی امته.'' شیخ اپنی قوم میں مانند نبی کے ہیں اپنی امت میں ــــ مگر مثل و مانند میں بہت فرق ہے، مثل معاذ اللہ مساوات کا ایہام کرتا ہے اور مانند صرف ایک مشابہت، چاہتا ہے۔علما فرماتے ہیں اسی لیے سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایمانی کا ایمان جبرئیل فرمایا نہ مثل ایمان جبرئیل۔''(۱)

مجھ بے علم ذلیل و کمین کی کوئی بات نہ مانے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، لیکن اگر زید نے واقعی یہ کہا ہے کہ ''مفتی صاحب کو توبہ کرنی چاہیے، نبیوں کی طرح غیر نبی کو کہنا کفر ہے۔'' تو زید پر توبہ فرض ہے۔اس نے ایک کلمۂ حق کو کلمۂ کفر کہا جو مستلزم کفر ہے۔اس پر توبہ کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان و نکاح بھی لازم ہے۔نیز بے علم کو فتویٰ دینا حرام۔حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے ارشاد ہے:''من افتی بغیر علم لعنته ملئکة السمٰوات والارض.''(۲)

اور فرمایا:''اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار.''(۳)

لیکن اگر زید نے مفتی صاحب کو صرف ٹوکا، نہ ان سے مذکورہ کلمہ کہا نہ مفتی صاحب سے توبہ کا مطالبہ کیا تو جس نے زید پر یہ غلط الزام لگایا وہ سخت مجرم ہوا اور خود اس پر توبہ کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔

---

[۱] فتاویٰ رضویہ، ج:پنجم،ص:۷۹۵

[۲] جامع صغیر، ج:۲،ص:۲۷۲

[۳] کنز العمال للمتقی،ج:۱۰،ص:۱۸۴، جامع صغیر للسیوطی،ج:۱،ص:۱۸

یہ کہنا کفر ہے کہ بلی کی پیدائش شیر سے بہ واسطہ حضرت نوح علیہ السلام ہے۔ کیا چوہے کی پیدائش خنزیر سے بہ واسطہ شیطان ہے؟

مسئولہ: نور محمد نوری، کیمارہ، پوسٹ ماکھ پور، ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

مسئلہ ملائکہ وجنات کے علاوہ جملہ حیوانات چرند پرند، وحشرات الارض کی تخلیق تخلیق انسان سے قبل کی ہے یا بعد کی۔ اگر قبل کی ہے تو آیا کل کی ہے یا بعض کی؟ اگر کل کی ہے فبہا اور اگر بعض کی تو بقیہ ماندہ کی تخلیق طوفان نوح سے پہلے ہوئی یا بعد میں؟ اگر پہلے ہوئی تو کیا حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے تمام حیوانات مثلاً گاے، بھینس، بکری، طوطا، بچھو، پشو، سانپ، کھٹمل وغیرہم کے جوڑوں کو کشتی پر سوار کیا یا بعض جوڑوں کو۔ اگر کل کو فبہا، اور اگر بعض کو سوار کیا تو باقی ماندہ طوفان سے کس طرح محفوظ رہے، اور جنھیں سوار کیا وہ تعداد میں کتنے جوڑے تھے اور اگر بعض کی تخلیق طوفانِ نوح کے بعد ہوئی تو کتنے دنوں بعد؟ نیز زید کا یہ قول کہاں تک درست ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام پر چوہے کی پیدائش سور سے بہ واسطہ شیطان ہے، اور بلی کی پیدائش شیر سے بہ واسطہ حضرت نوح علیہ السلام ہے؟

الجواب

حیوانات کی تخلیق کب ہوئی، یہ مجھے نہیں معلوم اور نہ کوئی ایسی بات ہے کہ جس کا جاننا فرض یا واجب ہو جس میں سر کھپایا جائے۔ قرآن مجید میں اتنا مذکور ہے:

”قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ.“[1] ہم نے نوح سے فرمایا، کشتی میں ہر جنس سے ایک جوڑا سوار کر لے۔

”من کل زوجین“ کا استغراق یہ چاہتا ہے کہ اس وقت جتنے جان دار تھے سب کے ایک نر و مادہ کو سوار کرائیں۔ آج کل جتنے حیوانات پائے جاتے ہیں، سب اس وقت تھے یا نہیں، یہ نہیں معلوم۔ زید نے جو کہا وہ کسی کی من گڑھت ہے اور دوسرا جملہ کلمۂ کفر جو اس نے بلی کے بارے میں کہا۔ انسان کا حیوانات سے جفتی کرنا حرام اور بے حیائی ہے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبی اور رسول ہیں۔ ان کی طرف ایسی بے حیائی اور حرام کاری کی نسبت کفر ہے۔ زید کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی کو رکھنا چاہے تو اس سے نئے مہر کے ساتھ نیا نکاح کرے۔ اگر یہ سب کر لے فبہا ورنہ مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں۔ مر جائے تو اس کے کفن دفن جنازے میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] قرآن مجید، سورۃ ہود، پارہ: ۱۲، آیت: ۴۰

یہ کہنا کفر ہے کہ انبیاے سابقین نے توحید کی مکمل دلیل نہیں دی

مسئولہ: محمد منیر برکاتی، ہلال منزل، کاغذی بازار، کراچی، پاکستان--۱۰/ ذوقعدہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ زید اپنی تقریر میں کہتا ہے کہ جتنے نبی آتے رہے وہ اللہ کی توحید کی خبر دیتے رہے، اور اس دعوے کے گواہ آتے رہے۔ مگر جتنے گواہ آئے وہ سب گواہ جو تھے ان کی گواہی نہیں تھی، بلکہ خبر تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس لیے دعوے کی دلیل مکمل نہیں ہوئی۔ کم از کم ایک ہستی تو ایسی ہونی چاہیے تھی جو یہ کہتا کہ میں خبر نہیں دے رہا ہوں۔ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہا ہوں کہ وہ وحدہ لاشریک ہے، ورنہ وہ گواہی نہیں بن سکتی تھی۔ وہ تو خبر ہی خبر چل رہی تھی۔ خبر ہوتی ہے کسی واقعے کو بیان کرنا، گواہی ہوتی ہے کہ کوئی کہے میں نے اپنی آنکھوں سے موجود ہو کر دیکھا، گواہی کے لیے شرط ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گواہی دے۔ آج تک تو خبر آتی رہی کوئی تو ہو جو گواہی دے۔۔ زید کے اس قول پر جب ہم نے زید کو کہا کہ تمہارے اس قول سے انبیا کی گواہی کی نفی لازم آتی ہے۔ جب کہ انبیا کی گواہی قرآنی آیات سے ثابت ہے تو زید نے جواب میں یہ کہا کہ میں انبیا کی گواہی حضور علیہ السلام کی معراج والی گواہی پر مانتا ہوں۔ تو زید کی یہ تاویل قابل قبول ہے یا نہیں؟

ایک اور جگہ پر زید حدیث پاک بیان کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں، تمام انبیا کی امت کو نصف جنت ملے گی، اور میری امت کو نصف جنت ملے گی۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو کافر ومشرک کہنے پر تلے رہتے ہیں، تو جنت کون بھرے گا۔ جب سارے ہی غیر مسلم ہو گئے تو جنت کون بھرے گا؟ اس کے علاوہ بھی بہت سے مقام پر غلط قسم کی باتیں اور آیات واحادیث کے غلط ترجمے کیے ہیں۔ مثال کے طور پر: ”وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ.“ کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ اور تجھے وہ سب کچھ سکھا دیا جو تو نہیں سیکھ سکتا تھا، اور حدیث بیان کی: ”لِاَنَّ الشِّرْکَ فِیْکُمْ قَلِیْلَ.“ اس کا ترجمہ کرتا ہے کہ ”تم میں مشرک نہیں ہوگا۔“ لہٰذا صورت مسئولہ میں کیا زید کو توبہ کرنا لازم ہے، اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا ضروری ہے، اور یہ توبہ علانیہ کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص سے وعظ کرانا یا تقریر کرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سوال میں زید کی تقریر کا جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ حد درجہ خطرناک ہے اور یقیناً زید پر توبہ اور تجدید ایمان، بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ یہ صلح کلی ہے۔ اس سے تقریر کرانا حرام، اس کی تقریر سننا حرام، یہ بالکل اس حدیث کا مصداق ہے کہ فرمایا:

”یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا ابائکم فایاکم وایاهم لایضلونکم ولایفتنونکم .“[۱]	اخیر زمانے میں بہت بڑے فریب کار، بہت بڑے جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے، تمھیں ایسی بات سنائیں گے جن کو نہ تم نے سنا نہ تمہارے باپ دادا نے، اپنے آپ کو ان سے دور رکھو، اور ان کو اپنے آپ سے دور رکھو، کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں، کہیں تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اس نے اپنی تقریر میں یہ بکا ”جتنے نبی آتے رہے وہ اللہ کی توحید کی خبر دیتے رہے۔ (الیٰ ان قال) اس لیے دعوے کی دلیل مکمل نہیں ہوئی۔“ اس کی اس بکواس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاے سابقین کی تبلیغ نامکمل رہی۔ وہ اللہ کی توحید کی مکمل دلیل نہیں دے سکے، اس سے عاجز رہے، یہ کفر صریح ہے۔ انبیاے سابقین کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے توحید کی دلیل مکمل نہیں دی، یا ایسا قول کرنا جس سے لازم آئے کہ ان کی تبلیغ ناقص تھی، کفر ہے۔ اس جاہل نے انبیاے کرام کو اپنے اوپر قیاس کیا ہے۔ انبیاے کرام کا ارشاد بلکہ کسی ایک نبی کا ایک ارشاد تمام دنیا کی چشم دید گواہی پر بھاری ہے۔ انبیا کی طرف جو وحی آتی ہے اس کی حقانیت اور صداقت اتنی عظیم ہے کہ تمام دنیا کی متفقہ بات بھی اس حد تک نہیں پہنچ سکتی۔ پھر اس جاہل نے در پردہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ہاتھ صاف کردیا، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ عزوجل کو چشم سر سے دیکھا۔ اب معراج سے پہلے جو کچھ حضور نے تبلیغ فرمائی ان سب میں اس جاہل کی جہالت جاری کہ معراج سے پہلے جو کچھ فرمایا تھا وہ اللہ عزوجل کو بغیر دیکھے ہوئے فرمایا تھا۔ اس جاہل کو یہ آیت کریمہ نظر نہیں آئی: ”وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا .“[۲] اور فرمایا:

”لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ .“[۳]	تاکہ رسول تمہارے گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہی دو۔

اس کی تفصیل حدیث میں ہے کہ آخرت میں جب تمام اولین وآخرین جمع ہوں گے اور اگلے کفار سے فرمایا جائے گا، کیا تمہارے پاس میری طرف سے احکام پہنچانے اور ڈرانے والے نہیں آئے؟ تو وہ انکار کریں گے اور کہیں گے کوئی نہیں آیا۔ اس پر انبیاے کرام سے دریافت کیا جائے گا، وہ عرض کریں گے یہ جھوٹے ہیں، ہم نے انھیں تبلیغ کی۔ کفار پر حجت قائم کرنے کے لیے، انبیاے کرام سے ثبوت طلب کیا جائے گا۔ وہ عرض کریں گے امت محمدیہ

[۱] مشکوٰة المصابیح، ص:۲۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مجلس برکات، اشرفیہ

[۲] قرآن مجید، سورة البقرة، آیت:۱۴۳، پ:۲

[۳] قرآن مجید، سورة الحج، آیت:۷۸، پ:۱۷

ہماری شاہد ہے۔ یہ امت پیغمبروں کے حق میں شہادت دے گی کہ ان حضرات نے تبلیغ فرمائی۔ اس پر اگلی امت کے کفار کہیں گے، انھیں کیا معلوم یہ ہم سے بعد میں ہوئے۔ اس امت سے پوچھا جائے گا، تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ یہ امت عرض کرے گی۔ یارب تو نے ہماری طرف اپنے رسول محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا، قرآن نازل فرمایا، جس کے ذریعے ہم قطعی اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ انبیاے کرام نے کما حقہ تبلیغ کے فریضے انجام دیئے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی امت کی نسبت پوچھا جائے گا۔ حضور اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے۔

اس آیت میں بغیر آنکھ سے دیکھی اور کان سے سنی ہوئی بات پر امت گواہی دے گی۔ جب کہ اس نے یہ بات قرآن اور احادیث میں پڑھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر گواہی کے لیے دیکھنا سننا ضروری نہیں۔

بذریعہ وحی یا کسی نبی کے ارشاد سے جو بات معلوم ہو اس پر گواہی دینا صحیح ہے۔ پھر انبیاے کرام کے ارشادات کی صداقت کے لیے گواہ ہونا ضروری نہیں یا انبیاے کرام کا گواہی دینا ضروری نہیں۔ صرف ان کا ارشاد ہزاروں گواہوں کی گواہی پر بھاری ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، اعرابی کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیچھے چلنے کو کہا تا کہ اسے اس کے گھوڑے کی رقم ادا فرمادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیز چلے اور اعرابی آہستہ آہستہ چلا۔ کچھ لوگ اعرابی کے پاس آئے اور اس کے گھوڑے کی قیمت لگانے لگے، اور انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس گھوڑے کو خرید لیا ہے۔ اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا اور کہا، اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس کو بیچ دوں گا۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اعرابی کی آواز سنی تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا میں نے تجھ سے اس گھوڑے کو خرید نہیں لیا ہے، تو اعرابی نے کہا نہیں۔ بہ خدا میں نے اس کو آپ کے ہاتھ نہیں بیچا ہے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں نے اس کو تجھ سے خرید لیا ہے۔ اعرابی نے کہا گواہ لاؤ، تو خزیمہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک تو نے اس کو حضور کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کس بنا پر تم گواہی دیتے ہو؟ تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو سچا جان کر، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خزیمہ کی ایک گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر کر دیا۔“[1]

واضح ہو کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خریداری کے وقت موجود نہیں تھے۔ مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خرید لیا ہے تو اس پر انھوں نے گواہی دیدی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک نبی کا ارشاد چشم دید سے بڑھ کر ہے۔ زید نے جو تاویل کی ہے وہ تاویل نہیں بلکہ مہمل جملہ ہے۔ جس کا واقعہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ زید نے بکا کہ ہم ایک دوسرے کو کافر و مرتد کہنے پر تلے رہتے ہیں. الخ۔ یہ خالص صلح کلیت ہے، اور ان باطل فرقوں کی تکفیر پر طعن ہے، جنھوں نے صریح کفریات بکے۔ جن کے بارے میں علما نے فرمایا:

[1] ابوداؤد، جلد ثانی، ص: ۱۵۲

"من شک فی کفرہ وعزابه فقد کفر."[1]　اس کی بناپر زید ضرور کافر ہوگیا۔

بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ قیامت تک کلمہ گو افراد میں مذہب اہل سنت وجماعت کے ماننے والے باقی رہیں گے۔ جو ناجی ہوں گے، یہ جنت بھریں گے۔ آیت کریمہ کا جو اس نے ترجمہ کیا ہے یعنی "تو نہیں سیکھ سکتا تھا" یہ تحریف معنوی ہے "تَعلَم" کے معنی سیکھنے کے نہیں، جاننے کے ہیں۔ اسی طرح "قلیل" کا ترجمہ "نہیں ہوگا" کرنا تحریف معنوی ہے۔ زید پر فرض ہے کہ ان سب باتوں سے علانیہ توبہ کرے۔ کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ توبہ اور تجدید ایمان کے بعد اس سے تقریر ہرگز ہرگز نہ کرائیں۔ یہ جاہل بھی ہے اور خدانا ترس بھی۔ اس کا خوف بہر حال رہے گا کہ الٹی سیدھی باتیں بکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو بڑے بھائی کی طرح سمجھنا کفر ہے

مسئولہ: نظیر احمد خان، ۳۰؍سی بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ، بنگال- ۳۰؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

مسئلہ محمد بشیر کا باپ محمد بشارت سلام وقیام کا مخالف رہا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کے برابر سمجھتا رہا۔ اسماعیل دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کی تمام عبارت کو حرف بہ حرف صحیح سمجھتا رہا، مولانا عبدالخیر امیر جماعت اہل حدیث کا پیرو رہا۔ اس کے مشن کو آگے بڑھاتا رہا، اور جماعت کی تبلیغ کرتا رہا۔ لوگوں کو بزرگوں کے مزار پر جانے اور قل وفاتحہ چادر وگاگر کی مخالفت کرتا رہا۔ کیا ہم اسے مسلمان سمجھ سکتے ہیں؟

الجواب

یہ شخص مسلمان ہرگز نہیں وہابی گستاخ رسول ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کے برابر سمجھنا کفر ہے۔ صراط مستقیم میں ایک جگہ پر لکھا ہے کہ نماز کے اندر اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آنا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ اس کے علاوہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان میں سیکڑوں کفریات بھرے ہیں۔ اس لیے یہ شخص بھی دیگر وہابیوں کی طرح کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کو ہٹلر یا ڈکٹیٹر کہنا۔

مسئولہ: سراج احمد ٹیلر باریدلی، پوسٹ سہ شراز، ضلع روہتاس- ۲۷؍ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس جملہ کے متعلق "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مالک نصاب ہوکر قربانی نہ کرے۔ اس سے کہہ دو کہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔"

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہٹلر یا ڈکٹیٹر سمجھ لیا گیا ہے؟ جو اس طرح کے رعونت پسند جملہ سے نوازا

[1] در مختار، ج:٦، ص:٣٧٠، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطبع دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان

جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک میں ایسے ذہن کا ثبوت کہیں نہیں مل پاتا، اور پھر کلام پاک فرماتا ہے کہ دین میں جبر وزبردستی نہیں۔ پھر حضور نے کب اور کس طرح اس طرح کا جملہ استعمال کیا ہوگا۔ برائے کرم وضاحت فرمائی جائے تاکہ میرے دین وایمان کو سکون نصیب ہو۔

الجواب

آپ نے مندرجہ بالا سوال میں جو گستاخانہ جملے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیے ہیں۔ سب سے پہلے اس سے توبہ کریں۔ الحاح وزاری کے ساتھ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معافی مانگیں۔ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں، اور بیوی کو رکھنا چاہیں تو اس سے دوبارہ نکاح کریں۔ مسلمان کہلاتے ہوئے اتنی بڑی جرأت اور ایسی گستاخی؟ سنیے اللہ عزوجل کے ہم پر ان گنت احسانات ہیں۔ ہر شریف انسان اس کو مانتا ہے کہ محسن کے احسان پر شکر ادا کرنا واجب، اور انسان اپنی غفلت کی وجہ سے ناشکرا۔ اس لیے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر کچھ فرض عائد کیے ہیں، کچھ واجبات ہیں جن میں سے کچھ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں براہِ راست بیان فرمائے ہیں، کچھ اپنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نافذ کیے ہیں۔ رسول حقیقت میں زمین پر اللہ کا نائب ہوتا ہے۔ اس کا حکم حقیقت میں اللہ کا حکم ہوتا ہے، اسی میں قربانی بھی ہے کہ جسے وسعت ہو اس پر واجب ہے، اور جو اس حکم سے نافرمانی کرے وہ سزا کا مستحق ہے۔ اور سزا کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی سرکش سے کہہ دیا جائے کہ ہمارے قریب مت آنا۔ اللہ عزوجل ہمارا خالق ہے، ہمارا مالک ہے، ہمارا رزاق ہے۔ اسے مکمل اختیار حاصل ہے کہ ہمیں جو چاہے حکم دے، اور نافرمانی کی جو چاہے سزا مقرر کرے۔ انسانی سوسائٹی میں وہ شخص انتہائی کمینہ مانا جاتا ہے، جو محسن کے حکم کو نہ مانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ پیغمبر نے جوتا کھایا، حضور کو بکری کا چرواہا کہنا منع ہے

مسئولہ: عبد المصطفیٰ رضوی، مدرسہ عزیزیہ، مظہر العلوم، نچلول بازار، ضلع مہراج گنج-۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید کا کسی معتبر عالم دین کے یہ کہنے پر کہ ’’مجھ کو کسی اختلافی جگہ پر نہ لے جایئے۔‘‘ یہ کہنا کہ پیغمبر نے جوتا کھایا، پیغمبر نے لاٹھی کھائی (اسی دین کی خاطر) تو کیا یہ انداز خطاب صحیح ہے یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں صحیح اور تسلی بخش جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب

العیاذ باللہ تعالیٰ! جس دریدہ ذہن گستاخ نے یہ بکا کہ پیغمبر نے جوتا کھایا، لاٹھی کھائی اس پر فرض ہے کہ فوراً

بلا تاخیر اس گستاخی سے توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو اور بیوی والا ہو اور بیوی کو رکھنا چاہتا ہو تو تجدید نکاح کرے۔ اولاً یہ بالکل غلط ہے، جھوٹ ہے کذب بحت ہے۔ ظالموں نے پتھر برسائے، گالیاں دیں لیکن کبھی وہ نہیں ہوا جو اس دریدہ دہن نے بکا، اور اگر بالفرض ہوا بھی ہو جیسے اس نے کہا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف شان ہے۔ بلکہ توہین ہے۔ علما نے یہاں تک فرمایا کہ بکری کا چرواہا کہنا منع ہے۔ حالاں کہ یہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری چرائی مگر چرواہا عرف میں حقیر مانا جاتا ہے۔ اس لیے کہنا منع ہوا۔ یہ کہنا کہ فلاں نے جوتا کھایا، تحقیر کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ جس نے واقعی کہیں جوتا کھایا ہو۔ اس کو اگر کہیں بیان کر دیں گے تو وہ خود جوتا لے کر مارنے کے لیے دوڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نور محمدی کو یہ کہنا کہ جب تک لباس بشری ظاہر نہیں ہوا تھا رب العالمین تھا

مسئولہ: ضمیر حسن خاں، قدوائی نگر، ہلدوانی، نینی تال - ۸؍صفر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ کوئی عالم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو اس طرح بیان کرے کہ جب تک یہ نور لباس بشریت میں ظاہر نہیں ہوا تھا تو رب العالمین تھا، اور لباس بشریت میں یہ نور ظاہر ہوا تو رحمۃ للعالمین ہو گیا۔ کیا اس طرح کا بیان صحیح ہے؟

الجواب

یہ کہنا کہ جب تک نور لباس بشریت میں ظاہر نہیں ہوا تھا، رب العالمین تھا کفر ہے، اور کہنے والا کافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ نماز میں کتے کا خیال آجائے تو نماز ہو جائے گی۔ مگر حضور کا خیال آنے سے نماز نہ ہوگی۔ کیا انگوٹھا چومنا عیسائیوں کا طریقہ ہے؟

مسئولہ: محمد طالب لطیفی، ساکن محی الدین پور، پوسٹ نور پون سرائے، سنبھل، مراد آباد - ۱۸؍ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز میں کتے کا خیال آجائے تو نماز ہو جائے گی، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز نہیں ہوگی، اور یہ بھی کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھا چومنا عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ بدعت اور ناجائز ہے، وہ کہتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں تھا۔ زید امامت کرتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب

زید جس نے یہ بکا نماز میں کتے کا خیال آجائے تو نماز ہو جائے گی، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز نہ ہوگی. الخ۔ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا۔ اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید توہین کی اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی کرے وہ کافر و مرتد ہے، مسلمان نہیں۔ نیز اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کیا اس کی وجہ سے بھی کافر و مرتد ہو گیا۔ نہ اس کی نماز، نماز ہے، نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر بلکہ اس سے بدتر ہے۔ اور اس نے جو یہ بکا کہ نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر انگوٹھا چومنا عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ زید کو پکڑیں اور اس سے پوچھیں کہ کہاں سے ثابت ہے کہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ یہ انتہائی بدترین خبیث وہابی ہے۔ اس لیے عام دیوبندیوں کی طرح سے یہ بھی جھوٹ بول رہا ہے۔ دیوبندی مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ اور فریب پر ہے نام نامی سن کر انگوٹھے چومنا یہ خالص اسلامی طریقہ ہے اور خاص اہل سنت و جماعت کا شعار ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کا رسالہ مبارکہ ''منیر العین'' کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ ابھی نبوت مکمل نہیں؟

مسئولہ: عبد الغفور، چھپرہ (بہار) - ۲۶؍ ذو قعدہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ زید کہتا ہے کہ ابھی نبوت مکمل نہیں ہوئی۔ حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آئیں گے۔ یہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب

یہ کہنا کہ ابھی نبوت مکمل نہیں ہوئی، کلمۂ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کیسا ہے کہ جس نے نبی کو نہ دیکھا ہو ہمیں دیکھ لے

مسئولہ: ڈاکٹر کلیم احمد خاں، ۲۵۰، خلیل غربی، شاہ جہان پور (یو. پی.) - ۲۶؍ محرم ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ایک نوجوان عالم صاحب جن کی سند دیکھ کر عالم ہونے کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔ جمعہ کے روز خطبہ ہونے سے پہلے وعظ فرما رہے تھے۔ جس کے دوران جوش خطابت میں فرمانے لگے کہ ''جس نے رسول کو نہ دیکھا ہو وہ ہمیں دیکھے۔ کیوں کہ علما وارث انبیا ہوتے ہیں۔''

اس بیان کو سن کر میرے ذہن میں مندرجہ ذیل سوال ابھرتے ہیں۔ جن کی وضاحت قرآن اور حدیث کی روشنی میں درکار ہے۔

① علما کا انبیا کے وارث ہونے سے کیا مراد ہے، اوراس میں علما کس حد تک اپنے آپ کو انبیا سے منسلک کر سکتے ہیں، یا مشابہ کر سکتے ہیں؟
② کیا کوئی عالم انبیا یا رسول کے مثل ہوسکتا ہے کہ وہ یہ کہنے لگے کہ جس نے رسول کو نہ دیکھا ہو وہ ہمیں دیکھے؟
③ کیا ایسا عقیدہ رکھنے والے عالم کو امام بنایا جا سکتا ہے، اوراس کے پیچھے نماز درست ہوگی؟
④ اگر ایسے عالم کے پیچھے نماز درست نہیں ہے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کا کیا ہوگا؟ کیا اس کو دہرانا ہوگا، اور جمعہ کے بجائے ظہر کی قضا پڑھنی پڑے گی؟
⑤ کیا ایسے عالم کو کسی دینی مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دینے کے لیے رکھا جا سکتا ہے؟
⑥ اگر وہ عالم اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے، اور اس اصلاح کے بعد اس کو امام بنانا درست ہوگا کہ نہیں؟

الجواب

یہ امام عالم نہیں، عالم ہوتا تو ایسی غلط بات نہیں کہتا۔ لوگ ہر امام کو عالم سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ عوام کی غلطی ہے۔ کسی مدرسہ کی سند ہونے سے بھی کوئی عالم نہیں ہوتا۔ آج کل چھوٹے چھوٹے مدرسوں کو جانے دیجیے۔ بڑے بڑے مرکزی مدرسوں میں جاہلوں کو سند دے دی جاتی ہے۔ صرف یہ دکھانے کے لیے کہ ہمارے یہاں سے اتنے علما فارغ ہوئے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی صاحب پورے درس نظامی کو سمجھ کر پڑھے ہوں، اور یاد بھی رکھا ہو پھر بھی وہ عالم نہیں۔ درس نظامی کی تحصیل عالم ہونے کا پہلا زینہ ہے۔ عالم ہونے کے لیے درس نظامی کے بعد بہت کچھ پڑھنا اور یاد رکھنا پڑتا ہے۔ بہر حال اس امام کا یہ کہنا اس کی تعلّی اور خودستائی ہے۔ یقیناً اسے اپنے اس جملہ سے رجوع کرنا چاہیے، توبہ کرنا چاہیے، وہ بھی علانیہ۔ اگر وہ علانیہ توبہ نہ کرے تو اسے امامت سے معزول کر دیں، اور جس وقت سے اس نے یہ جملہ کہا ہے اس وقت سے اب تک اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کو دہرایا جائے۔ آج کل کے لوگ حضور جیسے کیا ہوں گے۔ حضور جیسا نہ کوئی نبی ہوا ہے نہ رسول، حضور کا مثل محال بالذات ہے، کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر امام نے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ ایک حدیث عوام وخواص کی زبان پر جاری ہے۔ جس کی سند مجھے اب تک نہیں ملی ہوسکتا ہے کہ صحیح ہو کہ فرمایا:

”من زار عا لمًا فكانما زارني.“ جس نے کسی عالم کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی۔

اگر یہ ارشاد صحیح ہے تو یہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ مگر اس کی روشنی میں کسی عالم کو یہ کہنا درست نہیں کہ جس نے رسول کو نہ دیکھا وہ ہمیں دیکھے۔ الخ۔ حدیث میں بھی ”کانما“ یعنی ”گویا“ ہے اور یہاں قطعی حکم ہے جس

سے مثلیت کا شبہہ ہوتا ہے۔امام اگر عالم ہوتا تو اس نکتہ کو سمجھتا وہ سرکار کا کرم ہے۔ہمیں جائز نہیں کہ اتنے بڑے بول بولیں۔علمائے کرام بلاشبہ انبیا کے وارث ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے: ’’علما علم میں دین کے تحفظ و بقا اور تبلیغ میں انبیائے کرام کے وارث ہیں۔‘‘ اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ان جیسا ہو۔ہر بیٹا باپ کا وارث ہے، ہر بیٹی اپنے باپ کی وارث ہے۔کسی وارث کا مورث کے مثل ہونا کیا ضروری ہے؟ ہوسکتا ہے باپ خوب صورت حسین ہو اور بیٹا بد صورت گینڈا، ہوسکتا ہے باپ عالم، فاضل، متقی، پرہیز گار ہو اور بیٹا کافر یا فاسق، بدکار۔حضرت سیدنا نوح علیہ السلام پیغمبر تھے ان کا بیٹا کنعان کافر، ابوجہل کافر تھا۔اس کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ عزوجل کے ارشاد کو انبیاے کرام سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا، انبیاے کرام نے کلام الٰہی کا جو مطلب سمجھا اسے غلط اور اپنے دل سے سمجھے ہوئے معنی کو صحیح قرار دینا کفر ہے

مسئولہ: محمد ابراہیم رضا نوری، مقام و پوسٹ خیریا، ضلع شہڈول (ایم. پی.)-۲۸ رشوال ۱۴۱۲ھ

مسئلہ ۱ ایک ایسے شخص کا انتقال ہوا جس کے اقوال وافعال پورے دیوبندی وہابی جیسے تھے۔ان اقوال میں سے صرف دو قول نقل کیے جاتے ہیں۔(۱) اس کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب سے پیاری چیز کی قربانی طلب فرمائی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کی قربانی پیش کی۔حالاں کہ ان کو اپنی جان کی قربانی دینی چاہیے تھی۔اس لیے کہ ہر انسان کو سب سے زیادہ اپنی جان عزیز ہوتی ہے۔گویا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت نہ تھی۔(۲) قول یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ جنگ سے پیچھے رہ گئی تھیں، اور ان پر بہتان لگایا گیا تھا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا تو ان سے سلام و کلام کیوں بند فرمایا تھا؟ اس سے ثابت ہوا کہ رسول خدا کو علم غیب نہیں تھا ایسے آدمی کا انتقال ہو چکا ہے۔اب اس کے بارے میں اس کا داماد کہتا ہے کہ نہیں وہ سنی تھا۔بقیہ پورے برادری وگاؤں کا کہنا ہے کہ وہ وہابی تھا اور اس کے نماز جنازہ میں کچھ لوگوں نے شرکت بھی کیا۔اور جنازہ کی نماز پڑھی تو اب سوال یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے، اور اس کے داماد کا قول معتبر ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

۲ زید سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس کی شادی بکر کی لڑکی ہندہ سے ہوئی۔جب کہ بکر پکا وہابی بد مذہب ہے، اور زید کا نکاح بکر وہابی کی لڑکی سے جب ہوا تو اس میں وکیل وہابی ہے اور قاضی سنی ہے۔جس کے بارے میں ایک

عالم دین مفتی سے سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر وکیل وہابی ہے تو نکاح درست نہیں ہے۔لیکن وہ لوگ یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں اور نہ ہی دوسرا نکاح پڑھائیں گے۔تو سوال یہ ہے کہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو ایسے لوگوں سے قطع تعلق کیا جائے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس شخص کے اقوال وافعال جب وہابیوں جیسے تھے تو یہ شخص ضرور وہابی تھا۔جن لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ان سب پر توبہ فرض ہے۔اس جاہل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی اعتراض کیا اور انھیں فرمان خداوندی سمجھنے میں خاطی سمجھا۔اللہ عزوجل کے ارشاد کو انبیاے کرام علیہم السلام سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ان کے سمجھے ہوئے معنی کو غلط قرار دینا اور اپنے دل سے سمجھے ہوئے معنی کو صحیح قرار دینا کفر ہے۔نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا مطلقاً انکار کفر ہے،اور ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ سے استدلال اس کی خباثت ہے۔بخاری شریف وغیرہ میں یہ حدیث مفصل مذکور ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ سورۂ برات کے نزول سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برسر منبر اعلان فرما دیا تھا:

”واللہ ماعلمت فی اھلی الاخیرا۔“　واللہ میں اپنے اہل کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔

پھر یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اصل حال کا علم نہیں۔بے ایمانی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر بکر کی لڑکی سنیہ ہے تو زید سے اس کا نکاح صحیح ہو گیا،عوام نے نکاح پڑھاتے وقت وکیل کا جو خانہ مقرر کر رکھا ہے وہ لغو ہے اور اگر درست بھی ہو تو،وہابی کو وکیل بنانا درست ہے۔جس نے یہ کہا کہ وہابی کو وکیل بنانا صحیح نہیں اس نے غلط کہا۔ہاں بکر کی یہ لڑکی نکاح کے وقت وہابیہ رہی ہو جیسا کہ عام طور پر یہی ہے کہ جیسے ہندو کی اولاد ہندو ہوتی ہے۔وہابی کی اولاد بھی وہابی ہوتی ہے۔تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا۔کیوں کہ وہابی عورت سے دنیا میں کسی کا بھی نکاح صحیح نہیں،اگر اب بھی یہ لڑکی وہابیہ ہو تو تجدید نکاح لغو ہے۔اب بھی نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

درمختار میں ہے:”لایصلح ان ینکح مرتد او مرتدۃ احدا من الناس مطلقًا.“[۱]

ہاں اگر بکر کی لڑکی اب سنیہ ہوگئی ہو یا بعد افہام وتفہیم سنیہ ہو جائے تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیطان کو نبی کہنا کفر ہے

مسئولہ:مظفر حسین،دارالعلوم ربانیہ،علی گنج،ضلع باندہ(یو.پی.)-۲۰ محرم ۱۴۱۴ھ

 ایک مقرر نے دوران تقریر کہا ”شیطان نبی تھا“ جب ان کو اس طرف متوجہ کیا گیا تو انھوں نے کہا

[۱] در مختار، ج:٤، ص:٣٧٦، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا

ہاں نبی تھا۔ ایک بار نہیں کئی بار بنا۔ آپ اصل تحقیق کیجیے حق کیا ہے اور ان مقرر و حامیوں کے لیے کیا حکم ہے؟ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

یہ مقرر اور اس کے حامی اسلام سے خارج کافر و مرتد ہو گئے۔ ان کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، ان سب کی بیویاں ان سب کے نکاح سے نکل گئیں۔ ان سب پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر شیطان کو نبی کہنے سے توبہ کریں، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں، اپنی بیویوں کو رکھنا چاہیں تو ان سے دوبارہ نئے مہر کے ساتھ نکاح کریں۔ شیطان کبھی بھی نبی نہیں تھا۔ نبی کیا فرشتہ بھی نہیں تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

"وَكَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ."[1]　ابلیس جن میں سے تھا اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔

نبی اور فرشتہ معصوم ہوتا ہے۔ ان سے اللہ عزوجل کے کسی حکم کی نافرمانی محال شرعی اور شیطان لعین سے تو کفر صریح سرزد ہوا۔ اس نے حکم ربانی کے مقابلے میں تکبر سرکشی اور عناد کیا، کیا کسی نبی سے یہ سب ممکن نہیں۔ غیر نبی کو نبی کہنا کفر اور کسی نبی سے نبوت کا سلب جائز جاننا کفر۔ اس طرح اگر کوئی کبھی کافر رہا ہو اس کے بارے میں یہ اعتقاد کہ بعد میں نبی ہو گیا ہو کفر۔ زید نے کفر بکا اور کسی ایمان دار کے ٹوکنے پر ضد اور عناد کے طور پر مزید کفر بکا اگر زید اور اس کے حامی توبہ تجدید ایمان نہ کریں اور بغیر تجدید نکاح بیویوں کو رکھ لیں۔ مسلمان ان سے مکمل بائیکاٹ کر لیں۔ بیمار پڑ جائیں تو عیادت کے لیے نہ جائیں۔ مر جائیں تو ان کے غسل و کفن دفن اور جنازے میں شریک نہ ہوں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

"فاذ امرضوا فلا تعودوهم اذا ماتوا فلا تشهد." واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کی توہین کفر ہے۔ یہ کہنا کیا تم محمد کے باپ ہو کفر ہے۔

مسئولہ: ارشد، معرفت اسرار احمد، دوگھر، دربھنگہ (بہار) - ۱۲رذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر میں باہم ایک معاملہ میں گفتگو ہوئی اور اس کی نوعیت یہ ہے کہ "انجمن فلاح قوم" کا زید ایک اہم رکن زید ہے۔ اس انجمن کی رقم سے خالد کو کچھ روپے دیئے گئے۔ بکر نے زید سے پوچھا کہ خالد کو رقم کیوں دی گئی جب کہ وہ انجمن کا رکن بھی نہیں ہے۔ زید نے جواب دیا کہ آپ کے اس بات کا جواب صدر یا سکریٹری انجمن دیں گے۔ لیکن بکر بہ ضد تھا کہ زید کو ہی جواب دینا ہے۔ بالآخر زید نے کہا کہ صدر انجمن نے کسی مصلحت سے خالد کو روپے دیا ہوگا، اور مصلحت کے پیش نظر بڑے بزرگوں نے بھی کبھی کبھی ایسا کیا ہے۔ خود نبی کریم نے بھی ایک مرتبہ مال غنیمت کا بٹوارہ کیا۔ جس میں مکہ والوں کو زیادہ

[1] قرآن مجید، سورۃ الکہف، آیت: ۵۰، پ: ۱۵

دیا۔ اس پر مدینہ والوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے مکہ والوں کو زیادہ دیا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہارے لیے کافی نہیں ہوں؟ تب جا کر مدینہ والوں کو اطمینان ہوا۔ اس بات پر بکر نے کہا کہ میں اس بات کو نہیں مانتا ہوں۔ اب زید نے غصہ میں آکر بکر سے کہا کہ کیا تو محمد کا باپ ہے جو اس کو نہیں مانتا ہے۔ زید کی اس بات پر بکر نے کہا کہ آپ توبہ کیجیے اور کلمہ پڑھیے زید نے بھی اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہوسکتا ہے غلطی ہوگئی ہو توبہ کر لیا اور کلمہ پڑھ لیا۔

اب کچھ لڑکوں کا کہنا ہے کہ زید پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح دونوں لازم ہے۔ آپ سے عرض ہے کہ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں کہ زید کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

پہلی بات یہ کہ مسائل نے نام نامی پر ؐ لکھا۔ یہ جائز نہیں، نام نامی کے ساتھ پورا درود شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اور کوئی صیغہ لکھنا چاہیے۔ صرف ؐ لکھنا مہمل ہے۔ آئندہ اس سے احتراز کیا جائے۔

زید پر بلا شبہہ توبہ کے ساتھ تجدید ایمان اور اگر بیوی والا ہے اور اسی کو رکھنا چاہتا ہے تو تجدید نکاح بھی فرض ہے۔ بلا شبہہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا با جماع امت کافر مرتد ہے کفر سے جیسے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی بیوی بھی اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ جیسا کہ عامۂ کتب فقہ میں تصریح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید پر اعتراض کرنا کفر صریح ہے۔ انبیاے کرام گناہ سے پاک ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں تاخیر کی وجہ۔ کیا اعلیٰ حضرت برص میں مبتلا تھے؟

مسئولہ: محمد صابر علی، حافظ کرامت علی، پہلوارہ، ضلع بہرائچ شریف (یو. پی.)-۳۰ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید مندرجہ ذیل بکواس کرتا ہے، ایسے قائل اور اعتقاد رکھنے والے شخص کے بارے میں احکام شرع کیا ہیں؟ زید کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا وحضرت سلیمان وبلقیس کا قصہ قرآن پاک میں کیوں آیا؟ اور اعلیٰ حضرت کو کوڑھی ہو کر مرنے کو کہتا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ زہر کھا کر مرے، بلکہ ان کو زہر دیا گیا، اور ان کی لاش تین دن کمرے میں بند تھی، خلافت کا جھگڑا چالو رہا۔ بعد میں دفن ہوئے رمضان میں وہ اپنے پیر کے پاس

گیا۔ دراں حال یہ کہ وہ روزے سے تھا، اس کے پیر نے کہا اگر روزہ قبول کرانا ہے تو آؤ تھوڑا چاول کھا لو۔ علی الاعلان چاول کھانا شروع کر دیا۔ کہتا ہے میرا روزہ نہیں ٹوٹا میں اپنے پیر کے کہنے پر کھایا ہوں جو میرا پیر کہے گا وہی کروں گا۔ ہمارے پیر بھی دن میں حالت روزہ میں چاول کھاتے ہیں۔

الجواب

زید کفریات بکنے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس کی بیعت فسخ ہو گئی۔ اس پر فرض ہے کہ ان کفریات سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، تجدید نکاح بھی کرے۔ اس نے قرآن مجید پر اعتراض کیا یہ اس کا کفر صریح ہے، یوسف اور زلیخا، حضرت سلیمان اور بلقیس علیہم الصلاۃ والسلام کے جو واقعات قرآن مجید میں مذکور ہیں ان میں بے شمار فائدے ہیں۔ عبرت و موعظت ہے۔ پھر اس پر اعتراض کرنا بد باطنی کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ بھی بالکل جھوٹ اور افترا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زہر کھا کر مرے اور یہ جملہ توہین کا بھی ہے۔ زہر کھا کر مرنا خود کشی ہے۔ خود کشی گناہ وہ بھی گناہ کبیرہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام انبیاے کرام گناہ سے پاک ہیں، اس پر امت کا اجماع ہے۔ اسی طرح اس دریدہ دہن نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازے کے بارے میں جو کہا کہ تین دن کمرے میں بند رہا یہ اس کی خباثت بد باطنی کا نتیجہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام نے دفن پر خلافت کے مسئلہ کا حل مقدم رکھا۔ شرعاً اور عقلاً یہی ضروری تھا، اور آج اس پر اعتراض کرنا سراسر شرارت ہے۔ آج پوری دنیا کا قانون ہے، اگر کسی ملک کا والی مر جائے یا صدر یا وزیر اعظم مر جائے تو سب سے پہلے اس کے جانشین کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس کے بعد کفن دفن، کریا کرم، پھونک تاپ کا انتظام کرتے ہیں۔ اس جاہل کو کیا پتہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفن میں تاخیر کے اسباب کیا کیا تھے۔ دوشنبہ کو بعد دوپہر وصال ہوا صحابہ کرام پر بجلی گر گئی، ہوش و حواس قابو میں نہ رہے۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزاج بہت بحال تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحال دیکھ کر عوالی مدینہ چلے گئے۔ وصال کی خبر سن کر وہاں سے آئے مسجد نبوی سے عوالی مدینہ تین میل ہے۔ وہاں سے صدیق اکبر کو آنے میں کم از کم ڈیڑھ گھنٹے لگ گئے ہوں گے۔ کاشانۂ اقدس میں پہنچ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مشہور و معروف خطبہ دیا۔ جس سے صحابۂ کرام کو ایک گونہ سکون حاصل ہوا۔ اس سے فراغت کے بعد اطلاع ملی کہ انصار کرام ثقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں اور خلیفہ کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر وہاں پہنچے۔ بہت دیر تک بحث کے بعد سب نے باتفاق رائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ یہ بیعت خاص تھی کہ مخصوص لوگوں نے بیعت کی تھی۔ اس لیے ضروری تھا کہ اعلان کر کے بیعت عام لی جائے۔ دوسرے دن سہ شنبہ کو مسجد نبوی میں

بیعت عامہ ہوئی۔ جب اطمینان ہوگیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر سب کا اتفاق ہوگیا ہے تو اب یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے۔ اس میں کچھ وقت صرف ہوا اس کے بعد غسل دیا گیا پھر نماز جنازہ پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ اجتماعی طور پر نہیں ہوئی۔ حجرۂ مبارکہ میں جنازہ رکھا ہوا تھا۔ حجرے میں جتنے آدمی کی گنجائش تھی جاتے اور نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجاتے، اس طرح رات ہوگئی اور پھر رات ہی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

حضرت شیخ عبدالحق نے فرمایا:

تاخیر کہ در دفن راہ یافت سبب ایں بود وفات روز دوشنبہ بود در روز سہ شنبہ تمام روز گزاشتہ شد سریرِ وے در بیت وی و نماز گزاردند و دفن کردہ شد شب چہار شنبہ۔

اس نے یہاں بھی جھوٹ بولا کہ تین دن جنازہ گھر میں رہا۔ وصال دوشنبہ کو بعد دوپہر ہوا اور سہ شنبہ کا دن گزار کر چہارشنبہ کی رات میں دفن کیے گئے۔ یہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ دن ہوتا ہے، ڈیڑھ دن کو اس نے تین دن بتایا۔ چوبیس گھنٹہ، چھتیس گھنٹہ جنازے کو روکنا عام بات ہے۔ یہ گستاخ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان باندھ چکا، جس کی وجہ سے مسلمان نہ رہا کافر و مرتد ہوگیا۔ اس سے اس کی کیا شکایت کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو وہ کہا، یہ سفید جھوٹ دیوبندی جماعت کے سرغنہ اور بانی گنگوہی کی ایجاد ہے۔ نیز پھر اس کی کیا شکایت کہ روزے کی حالت میں کھاتا پیتا ہے خود بھی کھاتا ہے، اس کا پیر بھی کھاتا ہے۔ جب مسلمان نہیں رہا تو کیا دار و گیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ربیع الاول کے جلسے کے بارے میں کہنا کہ اس کا تعلق دین سے نہیں

مسئولہ: محمد نبیہ قصاب بن نصر اللہ، شاہ جہاں پور - ۱۵/ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ محترم المقام لائق صد احترام و افتخار مفتی صاحب سلام و رحمت و مزاج ہمایوں۔

بعد از روئے دست بوسی خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ زید اپنے کو سنی صحیح العقیدہ کہتا ہے اور ربیع النور کے اجلاس کے متعلق کہتا ہے کہ اس کا تعلق دین سے نہیں ہے اور نہ جلسے جنت میں لے جائیں گے۔ صرف نماز پڑھو، نماز جنت میں لے جائے گی۔ گڈھے سڑکوں پر مت کھودو۔ اس سے سڑکیں خراب ہو جائیں گی۔ لنگر کرو ہم تعاون کریں گے۔ ایسے امام کا شرعی مقام متعین کریں، اور ہم اس کو کس عقیدہ کا سمجھیں؟ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، اور پڑھی ہوئی نمازوں کا پھیرنا واجب ہے یا نہیں؟ از روئے شرع۔

الجواب

اس امام کے جملوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اندر اندر وہابی ہے اس لیے سنیوں پر لازم ہے کہ اس کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں۔ بعض باتیں اگر چہ بذاتہ کفر گمراہی نہیں ہوتیں مگر وہ کفر یا گمراہی کی علامت ہوتی ہیں۔ عید

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوس اور سنیوں کے جلسوں کے بارے میں یہ جملہ علامت ہے وہابی ہونے کی ایسی باتیں وہابی ہی کہتے ہیں۔کوئی سنی ایسی بات نہیں کہتا۔عید میلاد النبی کا جلوس، میلاد شریف کی محفل اور دینی اجلاس یقیناً کارثواب ہے اور ہر کارثواب جنت میں جانے کا ذریعہ۔اس جاہل یا کسی کو کیا معلوم کہ کون سا عمل کس بندہ کا قبول ہوکر جنت میں جانے کا ذریعہ ہوجائے۔صحیح حدیث میں ہے کہ اکٹھا ہوکر ذکر الٰہی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔میں نے اس کو جہنم سے آزاد کیا، اوران کو جنت دی۔حتی کہ فرمایا: یہ لوگ ایسے ہیں جوان کے پاس بیٹھ جاتا ہے، وہ بھی محروم نہیں رہتا اور یہ طے ہے کہ اس جلوس اور دینی اجلاس میں مولیٰ عزوجل کا ذکر ہوتا ہے۔پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بھی حقیقت میں ذکر خدا ہے۔بہر حال اس امام کے پیچھے کوئی سنی عوام ہرگز ہرگز کوئی نماز نہ پڑھے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ حضرت آدم نے ایک نادانی کی۔
انبیا گناہوں سے معصوم ہیں۔

مسئولہ: محمد شمس الباری، مدرسہ انجمن مقام و پوسٹ، بادنو، بھیلواڑہ، راجستھان - ۲۵ / جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ آدم نے کیا ایک نادانی　　جنت سے اٹھا دانہ پانی

یہ شعر مجلس عام میں پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ انبیا معصوم عن الخطا ہوتے ہیں، اوراس شعر میں آدم نے کیا ایک نادانی، میں لفظ کیا کیسا ہے؟

الجواب

یہ شعر کفر ہے۔اس میں حضور آدم علیہ السلام کی صریح توہین ہے۔اس شعر کو نہ مجمع عام میں پڑھنا جائز، نہ مجمع خاص میں۔حتی کہ تنہائی میں بھی جائز نہیں۔پڑھنے والے پر توبہ و تجدید ایمان اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی واجب ہے۔بلاشبہہ انبیاے کرام گناہوں سے پاک و معصوم ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کفر ہے کہ سب حاجتیں اللہ سے نہیں رسول سے ہی مانگنی چاہیے
یہ کہنا کیسا ہے کہ براہِ راست حاجتیں حضور سے نہیں مانگنی چاہیے؟

مسئولہ: شمیم احمد قادری، رام نگر منڈی، ضلع نینی تال - ۴ / ربیع الآخرہ ۱۴۰۴ھ

 کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید یہ عقیدہ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ تمام ہی حاجتیں

جیسے روزی مانگنا، شفا مانگنا، بخشش مانگنا، اولاد مانگنا وغیرہ وغیرہ خدا سے نہیں بلکہ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی مانگنا چاہیے؟ بکر کہتا ہے کہ اسلام میں ایسا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی اور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے خدائے تعالیٰ سے مانگنا چاہیے؟ زید نے یہ سن کر بکر کو کہا کہ تم لوگ حضور کو نہیں مانتے ہو، کافر ہو؟ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و بکر کے عقیدوں میں کس کا عقیدہ صحیح ہے، اور زید و بکر میں کون حق پر ہے؟ نیز زید نے جو بکر کو کافر کہا ہے تو زید کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب

زید کا کہنا ہے کہ ساری حاجتیں حضور ہی سے مانگنی چاہئیں، کلمہ کفر ہے۔ زید نے جو خاص کر کے یہ کہا "حضور ہی سے مانگنا چاہیے" اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ عزوجل سے نہیں مانگنی چاہیے۔ یہ بلاشبہہ کفر ہے۔ اگر زید نے یہ کہا ہے تو زید پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح فرض ہے۔ لیکن ہمارا ظن غالب یہ ہے کہ زید نے اس طرح ہرگز نہیں کہا ہوگا۔ وہابیوں کی عادت ہے کہ وہ اہل سنت کی باتوں کو توڑ مروڑ کر نقل کرتے ہیں۔ زید نے اگر کہا ہوگا تو یہ کہا ہوگا کہ ہر حاجت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگ سکتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ عزوجل کے خلیفۂ اعظم اور نائب اکبر ہیں۔ اپنی نعمت کے سارے خزانے اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضے میں دے دیئے ہیں۔ حضور جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

حضرت علامہ ابن حجر مکی جوہر منظّم میں فرماتے ہیں:

"هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خليفة الله الاعظم جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديه وارادته يؤتى من يشاء."	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے سارے خزانے اور اپنی نعمت کے سارے دستر خوان حضور کے قبضے میں کر دیئے ہیں۔ جسے جو چاہیں عطا فرمائیں۔

اور یہ مضمون قرآن مجید کی کثیر آیتوں اور سیکڑوں احادیث سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے "الامن والعلیٰ" کا مطالعہ کریں۔ بکر نے جو یہ کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے براہ راست حاجتیں نہیں مانگنی چاہئے، یہ اس کی غلطی ہے۔ اگر اس کا یہ عقیدہ اس بنا پر ہے کہ وہ وہابیوں کی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی چیز کا مالک و مختار نہیں جانتا، ذرۂ ناچیز سے کمتر اور عاجز مانتا ہے تو یقیناً وہ کافر بھی ہے۔ ایسی صورت میں زید کا بکر کو کافر کہنا درست ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے خدا سے مانگنا چاہیے۔ یہ بھی حق و درست ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی اختیار نہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل مالک حقیقی ہے۔ اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوبان بارگاہ کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے۔ ہمیں اختیار ہے کہ خواہ ہم براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے مانگیں یا اللہ عزوجل سے مانگیں۔ دونوں طرح درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاے کرام سے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا۔

جو یہ کہے کہ انبیاے کرام سے گناہ کبیرہ کا صدور ہوا اس پر توبہ فرض ہے

مسئولہ: قطب الدین قادری، لیڈی تھانہ، مہاراشٹر- ۲۵/ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلہ میں کہ زید خود کو عالم دین کہتا ہے، اور ایک مسجد کا خطیب و امام بھی ہے۔ اس نے کہا کہ انبیاے کرام سے گناہ کبیرہ کا صدور ہوا ہے، اور یہ بات اسلامی معتقدات کے عین مطابق ہے۔

الجواب

انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم سے اعلان نبوت کے بعد کسی بھی گناہ کو صدور نہیں ہوا نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاءً۔ انبیاے کرام معصوم ہوتے ہیں اور معصوم ہونے کے معنی یہی ہیں کہ ان سے گناہ کا صدور نہ ہو، اس کی تصریح شفا و شرح شفا و کتب عقائد میں موجود ہے۔ زید پر توبہ فرض ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

توہین رسول کی سزا کیا ہے؟

مسئولہ: نورالدین (بہار)

مسئلہ توہین رسول کرنے والوں کو ایذا پہنچانا، اس کی کھیتی کو مویشی سے چرا دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

توہین رسول کرنے والے کی سزا شرعاً یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کر دے۔ اس کی ساری املاک بہ حق گورنمنٹ ضبط کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ انبیاے کرام سے غلطیاں ہوئی ہیں

مسئولہ: عبدالخالق شاہ چشتی قادری، مقام سمبھی بازار، اعظم گڑھ (یو۔ پی۔)- ۱۹/ ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص دوران تقریر یہ کہہ گیا کہ حضور سے بھی غلطی ہوئی ہے۔ دوبارہ کہا غلطیاں ہوئی ہیں۔ جب اس کو اس بات پر متنبہ کیا گیا تو کہتا ہے کہہ دیا ہوں گا۔ زبان سے نکل گیا ہوگا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا

ہے؟ خدارا ہم لوگوں کی رہنمائی فرمائیں کیوں کہ ہم لوگ اس حادثے کی وجہ سے سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص نماز پڑھاتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا و توجروا والسلام۔

نوٹ:- اگر یہ شخص اس حرکت کی وجہ سے خارج از اسلام ہو چکا ہے، تو اس کے توبہ کرنے کیا صورت ہے، کہ دوبارہ وہ اسلام میں داخل ہو۔

الجواب

یہ شخص توبہ کرے، توبہ کی صورت ہے کہ وہ صاف صاف اقرار کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ تقریر میں میں نے کہہ دیا تھا۔ اس سے توبہ کرتا ہوں، اور احتیاطاً کلمہ پڑھے اور بیوی کے ساتھ نئے مہر کے ساتھ نکاح کرے۔ توبہ کے بعد اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آج بتاریخ ۲۹/ ذوقعدہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۸/ مارچ ۱۹۹۹ء بروز جمعرات میرے پاس جناب عبد الخالق شاہ صاحب چشتی قادری اور جناب محمد الیاس صاحب انصاری ساکن موضع سمبھی، پوسٹ گمبھیر گنج، ضلع اعظم گڑھ آئے۔ میں نے دونوں کے بیانات بہ غور سنے۔ جناب عبد الخالق شاہ صاحب نے یہ بیان دیا کہ محمد الیاس صاحب ۱۹۹۷ء میں جمعۃ الوداع کے دن تقریر میں یہ کہا کہ تمام انبیاے کرام سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں۔ لیکن جناب محمد الیاس صاحب کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے یہ جملہ کہا ہے۔ پھر بھی میں نے اسی سال عیدگاہ میں مائک سے علانیہ توبہ کر لی ہے کہ اگر مجھ سے یہ جملہ نکل گیا ہو تو میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اس اعلان پر محمد الیاس صاحب پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اگر بالفرض انھوں نے کہا بھی ہو تو توبہ کے بعد ختم ہو گیا۔ حدیث میں ہے:

"التائب من الذنب كمن لاذنب له."[1] گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس کے لیے کوئی گناہ نہیں۔

پھر میں نے دونوں صاحبان کو ایک دوسرے سے معافی تلافی کے بعد ملا دیا۔ صرف مسجد کے سامنے دروازے کا معاملہ رہ گیا ہے۔ اس کے لیے میں نے عبد الخالق صاحب سے کہہ دیا ہے وہ تحقیق کریں کہ اس زمین پر کبھی کسی کا مکان تھا یا نہیں؟ اور زمین کس کی ملک ہے اور یہی بات میں نے محمد الیاس صاحب سے کہہ دی ہے۔ تحقیق کر کے دونوں میرے پاس یہاں آئیں گے تو میں اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا حکم بتا دوں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] سنن ابن ماجه، ص:۳۱۳

حضرت آسی علیہ الرحمہ کے ایک شعر کی توجیہ

مسئولہ: مولانا منظور الحسن، موضع بالی بتھنہ، مدھول، پوسٹ بکساوایامہوا، ویشالی (بہار)

مسئلہ اس شعر کی تکفیر کی جاتی ہے یا نہیں؟

وہی مستوی عرش تھا خدا ہوکر　　اتر آیا مدینے میں مصطفیٰ ہوکر

الجواب

یہ شعر آپ نے غلط لکھا ہے، شعر صحیح یوں ہے ۔

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہوکر　　اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہوکر

اس شعر پر تکفیر کسی طرح جائز نہیں۔ اس کا مطلب وہی ہے جو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’یاجابر ان اللّٰہ قد خلق قبل الأشیاءِ نور نبیک من نورہ.‘‘[1] اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں تحریر فرمایا ہے۔ (اس وقت یاد نہیں پڑ رہا ہے اور آنکھوں میں تکلیف بھی ہے) دیگر انبیاے کرام اللہ عز وجل کے صفات کے مظہر ہیں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی ذات کے مظہر ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ پہلے مصرعے میں صاف فرما رہے ہیں۔ ’’وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہوکر‘‘ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا اور ہے جو اس وقت بھی مستوی عرش ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہیں جو مدینے میں ہیں، اور وہی کہہ کر اسی مظہریت کو بتا رہے ہیں۔ جسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ سورج کے بالمقابل آئینہ رکھیے آئینے میں صورت کا پورا عکس نظر آئے گا۔ اس کو دیکھ کر اگر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ وہی سورج ہے جو آسمان میں ہے تو یہ تعبیر غلط نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی کو مظہر خلق نبوت کہنا کیسا ہے؟

غیر صحابی کے لیے رضی اللہ عنہ کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد شریف اشرفی، پورہ رانی، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.) - ۸ر صفر ۱۴۱۷ھ

مسئلہ مظہر خلق نبوت کا کیا مطلب ہے، اور کسی عالم کے لیے یہ لفظ لکھنا درست ہے کہ نہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور مقدس سے آج تک یہ جملہ کسی کے لیے بولا گیا ہے۔ اس کی کوئی نظیر ہے، اور صحابہ کے علاوہ کسی اور کے لیے رضی اللہ عنہ کا لفظ بولنا کیسا ہے؟ کیا آج کا کوئی عالم انتقال کر جائے تو اس

[1] المواھب اللدنیة للقسطلانی، ج:۱، ص:۵۵

کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں؟
اگر مظہر خلق نبوت کوئی کسی کو لکھے یا کہے تو شرعاً اس پر کیا حکم ہے؟

الجواب

مظہر خلق نبوت کے معنی ہیں جس کی ذات سے انبیاے کرام علیہم السلام کے اخلاق کریمہ ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی جس کے اخلاق، اخلاق نبوت کے مطابق ہیں جو عالم متبع شریعت سنت کا پابند ہو اس کے لیے یہ لفظ کہنے میں کوئی حرج نہیں، یہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ جملہ کسی کے لیے بولا گیا ہے کہ نہیں۔ لیکن جب معنی صحیح ہے تو یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلے کسی کے لیے بولا گیا ہے کہ نہیں۔ مثلاً حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو حجۃ الاسلام کہا گیا، ان سے پہلے کسی کو حجۃ الاسلام نہیں کہا گیا، سرکار غوث الاعظم قدس سرہ کو غوث الاعظم کہا گیا اور کہا جاتا ہے۔ حضور سے پہلے کسی کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں ہوا۔ ماضی قریب میں حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو محدث اعظم کہا جاتا تھا۔ ان سے پہلے کسی کو محدث اعظم کہنے کی نظیر نہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر علما و مشائخ کو رضی اللہ عنہ کہنا سلف اور خلف سے چلا آرہا ہے، اور اس کا جواز قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔ سورۂ توبہ میں فرمایا:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْاهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ." [1]

اور سب میں اگلے اور پہلے مہاجر اور انصار جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

سورہ مائدہ میں فرمایا: "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ." [2] سورۂ البینہ میں فرمایا: "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّه." [3] سورۂ مجادلہ میں فرمایا: "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ." [4] پہلی آیۂ کریمہ میں انصار و مہاجرین کے ساتھ ساتھ بھلائی کے ساتھ قیامت تک ان کے متبعین کے لیے فرمایا۔ اور دوسری آیتوں میں مطلقاً ہر نیک و صالح مومن کے لیے فرمایا۔ اس لیے جو یہ کہتا ہے کہ رضی اللہ کا صیغہ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص ہے۔ وہ قرآن مجید کے خلاف کہہ رہا ہے۔

مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہے کہ ائمہ اعلام، مشائخ عظام نے سیکڑوں غیر صحابہ، علما و مشائخ کے لیے رضی اللہ عنہ استعمال فرمایا ہے۔ اگر خالی ان سب کو نام لے کر جمع کیا جائے تو کم از کم سو صفحے کی کتاب تیار ہو جائے۔ سائل کی تسکین کے لیے چند حوالہ جات پیش کر دیے جاتے ہیں۔ سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی قدس

[۱] قرآن مجید، سورۃ التوبۃ، آیت: ۱۰۰، پ: ۱۱
[۲] قرآن مجید، سورۃ المائدۃ، آیت: ۱۱۹، پ: ۷
[۳] قرآن مجید، سورۃ البینۃ، آیت: ۸، پ: ۳۰
[۳] قرآن مجید، سورۃ المجادلۃ، آیت: ۲۲، پ: ۲۸

سرہ نے فتح الباری میں لکھا: "قال البخاری رحمه اللّٰه ورضی اللّٰه عنه." [1] محرر مذہب امام شافعی نووی نے شرح مسلم میں امام بخاوی امام مسلم دونوں کے لیے فرمایا: "رضی اللّٰه عنهما." [2] ہدایہ میں متعدد جگہ صاحب ہدایہ کے بارے میں لکھا: "قال رضی اللّٰه عنه." قدیم نسخوں میں یہی تھا۔ اب دیوبندی مطبع والوں نے بجائے رضی اللہ عنہ کے ایک مہمل لفظ (رض) لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔ حتی کہ دیوبندی مذہب والوں نے اپنے اکابر کے نام کے ساتھ بھی لکھا۔ تذکرۃ الرشید میں قاسم نانوتوی اور گنگوہی صاحبان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہما لکھا۔

فتاویٰ خانیہ میں متعدد جگہ "قال مولانا رضی الله عنه." [3] ہے۔ اسی لیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں فرمایا:

"ذکر کردہ شود ماسوا انبیاے از ائمہ وغیرہم بہ غفران ورضا چناں چہ در قول وے سبحانه ربنا اغفرلنا والاخواننا الذین سبقونا بالایمان بفرمود رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه." [4]	انبیا کے ماسوا ائمہ دین وغیرہ کو غفران ورضا کے ساتھ ذکر کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کے قول میں ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزرے، اور فرمایا اللہ ان لوگوں کے لیے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز قضا ہو تو ہو، عشق رسول قضا نہ ہو کہنا کیسا ہے؟

مسئولہ: ابوالخیر سعیدی، مسلم نگر، ڈالٹن گنج ۔ ۴؍ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

مسئلہ نماز قضا ہو تو ہو عشق قضا نہ ہو کہنے والا شخص کیسا ہے؟ جب کہ مثال حضرت علی کے نماز قضا ہونے کی دی گئی ہو اور رسول نے اس نماز کو بچانے کے لیے آفتاب کو واپس عصر کے وقت پر آسمان پر لاکر ٹھہرا دیا۔ یہاں عشق سے مراد عشق رسول سے ہے۔

الجواب

عشق قضا ہونے کا مطلب ہے کہ کسی کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو۔ ایسا شخص مسلمان ہی نہیں، لیکن اگر کوئی شامت اعمال کی وجہ سے نماز قضا کر دے تو گنہ گار ضرور ہوگا، مگر کافر نہ ہوگا۔ اس تشریح کے مطابق جملہ مذکورہ صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] فتح الباری، ج:۱، ص:۸

[2] شرح مسلم، ص:۸

[3] فتاویٰ خانیه، ج:۲، ص:۲۲۶، کتاب الطلاق

[4] مدارج النبوۃ، ج:۱، ص:۳۳۱

بدھ، کرشن، رام، سقراط، فیثا غورث، وغیرہ نبی تھے یا نہیں؟ ”لکل قوم ھاد“ کی تفسیر، ہادی کے لیے نبی ہونا ضروری نہیں

مسئولہ: محمد حبیب، شیخ لال منصوری سائیکل والے، ناسک - ۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلہ میں کہ:

کیا بدھ، کرشن، رام، کنفیوش، دکشت، مان سقراط، فیثا غورث، وغیرہم رسول ہو سکتے ہیں؟ زید ان حضرات کی رسالت ونبوت کے امکان کو قطعی طور پر جھٹلاتا ہے، اور نمبر ۱ تا ۸ ان کو کافر ومشرک خلود فی النار سمجھتا ہے لیکن بکر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ورسول پیدا فرمایا، اور ان حضرات کے اسمانہ تو قرآن مجید میں اور نہ احادیث میں اس لیے ممکن ہے کہ یہ حضرات بھی انھیں رسولوں میں سے ہوں، اور قرآن شریف کی یہ آیت دلیل میں لاتا ہے۔ ”لکل قوم ھادٍ“ یہ دونوں کے اقوال کی صحت وغلط پر شرعی حکم دیا جائے، یہاں مسلمانوں میں دو فریق ہو گئے ہیں۔ اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

بلا دلیل شرعی کسی غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہے، اور مذکورہ بالا اشخاص کے نبی ہونے پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ سچ یہ ہے کہ جو ان کے حالات معلوم ہیں ان کے پیش نظر یہ لوگ نبی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔ ”لکل قوم ھادٍ“ حقیقت میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت ہے آگے اس کے پہلے ہے۔ ”انما انت منذر لکل قوم ھادٍ“ اے محبوب تم ڈرانے والے ہو اور قوم کو ہدایت دینے والے، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ عام ہے تو ہادی کے لیے رسول ہونا کیا ضروری ہے۔ کروڑوں غیر نبی ہادی ہوئے ہیں اس طرح ایک دوسری آیت ہے: ”وان من امة الا خلا فیھا نذیر.“ ہر قوم میں ایک ڈرانے والا گزرا، ڈرانے والے کے لیے رسول ونبی ہونا لازم نہیں، کروڑوں غیر نبی نذیر ہوئے اور ہوں گے، اور اگر یہ مان لیا بھی جائے کہ یہ ضروری ہے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نبی آیا ہے تو اس کا جاننا ہمارے لیے کیا ضروری ہے۔ نہ ہم ان کے نام جاننے کے مکلّف اور نہ انھیں تلاش کرنے کے مکلّف، اس لیے خواہ مخواہ جسے چاہیں اپنے جی سے نبی بنالیں۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ بس ہم اس کے مکلّف ہیں کہ قرآن مجید واحادیث میں جن انبیاے کرام کے اسماے مبارکہ مذکور ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ یہ اعتقاد رکھیں یہ نبی تھے اور جن کے اسما قرآن وحدیث میں مذکور نہیں۔ ان کے بارے میں اجمالی طور پر ایمان رکھیں کہ جتنے بھی نبی ورسول خدا کی طرف سے آئے سب برحق تھے۔ اس سلسلے میں بعض اکابر کا کشف پیش کیا جاتا ہے۔ مگر کشف دلیل شرعی نہیں۔ جیسا کہ عقائد کی کتابوں میں تصریح ہے۔ علاوہ ازیں بزرگان دین کے

ملفوظات ومکتوبات وتصانیف میں کثیر الحاقات ہیں۔ اس لیے اس بارے میں اصول شریعت کے معارض کسی کا کشف قابل تسلیم نہیں۔ پھر بعض اکابر کا کشف صرف چند کے بارے میں اور جن کے بارے میں ہے، ان کے حالات ایسے ہیں کہ ان حالات کے پیش نظر نبی کہنا تو بہت دور ہے۔ مصلح قوم بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ایسی صورت میں اس کشف کو دلیل بنانا درست نہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ ان سب کے وجود پر سوائے ان کے معتقدین کے تواتر کے کوئی دلیل نہیں، یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ وجود پر تو معتقدین کا کہنا مان لیا جائے اور ان کے حالات کو نہ مانا جائے۔ یہ خادم تین ماہ سے شدید آنکھ کی تکلیف میں مبتلا ہے علاج کا سلسلہ جاری ہے۔ لکھنا پڑھنا بند ہے۔ اس لیے مزید تفصیل سے معذور ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رام کو محمد رسول اللہ بتانا کفر ہے

مسئولہ: محمد حسین، شنکر پور، محلّہ چھاٹی، مدار پالی، راجستھان-۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلے میں کہ ایک مسلمان (جو حاجی بھی ہے) نے بھرے مجمع میں اپنی تقریر میں کہا کہ ہندوستان میں رام راجیہ تھا، ہے، اور رہے گا۔ انھوں نے رام اور اوم کی سندھی اس طرح کی کہ ''ر'' (र) سے رسول اور ''م'' (म) سے محمد بنے اور ''اوم'' کے (अ) سے اللہ اور (म) سے محمد بنے ایک مسلمان کا ایسا کہنا کہاں تک صحیح درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت کریں۔ روایت کے لیے اخبار کی کٹنگ بھی پیش کی جا رہی ہے۔

الجواب

جس شخص نے یہ بکا کہ لفظ رام میں ''را'' سے رسول مراد ہے اور ''م'' سے محمد مراد ہیں، اور اوم میں ''ا'' سے اللہ اور ''م'' سے محمد مراد ہیں۔ وہ اپنے کو چاہے نمازی کہے یا حاجی، وہ مسلمان نہیں رہا۔ اسلام سے خارج ہو کر کافر ومرتد ہو گیا۔ رام ہندوؤں کے ایک مخصوص دیوتا کا نام ہے، اور یہ سنسکرت لفظ ہے۔ سنسکرت کے حروف سے عربی کے الفاظ بنانا جہالت بھی ہے، اور گمراہی بھی ہے، اور رام کو محمد رسول کہنا صریح کفر ہے۔ اس جاہل کو یہ بھی تمیز نہیں کہ اوم میں الف کو پیش ہے اور اللہ میں الف کو زبر۔ بہر حال یہ شخص مسلمان نہیں رہا، کافر ومرتد ہو گیا۔ چاہے اپنے کو حاجی کہے یا کچھ کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا رام لچھمن نبی تھے؟

مسئولہ: محمد ناظم الدین، مسجد رانی، گرلوٹا، چلسانی نگر، موضع وجے واڑہ، اندھرا پردیش-۲۹/شوال ۱۴۱۲ھ

مسئلہ زید نے دعویٰ کیا کہ رام، لچھمن ہو سکتا ہے نبی ہوں۔ اس لیے کہ ہر نبی کا نام معلوم نہیں، ہو سکتا ہے

نام کچھ اور تھا ہندوؤں نے بدل کر رام لچھمن رکھ دیا ہو؟

الجواب

رام، لچھمن ہرگز نبی نہیں تھے۔ ان کے جو احوال خود کتب ہنود سے ثابت ہیں وہ اس کے منافی ہیں کہ وہ نبی ہوں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں ان کے بارے میں لکھا ہے: ضلوا فاضلوا وہ خود گمراہ تھے۔ اور انھوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے علاوہ ان کا کوئی ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔ اگر کہیں ہے تو ہندو ہی کی مذہبی کتابوں سے منقول ہو کر۔ یعنی سوائے ہندوؤں کی کتابوں کے اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ لوگ بھی موجود تھے یا نہیں؟ ان کے وجود کی دلیل صرف تواتر ہنود ہے۔ اس لیے جو ان کے وجود کا قائل ہو، اس پر لازم کہ جن کتابوں سے ان کے وجود کا ثبوت ہے، ان کتابوں میں ان کے احوال مذکور ہیں، ان کو بھی سچ مانے یہ ہٹ دھرمی ہوگی کہ جن کتابوں سے ان کا وجود ثابت تو معتبر مانے، اور ان کے حالات غیر معتبر۔ جن کتابوں سے ان کا وجود ثابت، انھیں سے ان کے ایسے حالات ثابت جو ان کے نبی ہونے کے منافی۔ کسی کو نبی کہنا اس وقت جائز جب اس کا ثبوت قرآن واحادیث سے ہو، اٹکل پچو سے کسی کو نبی کہنا جائز نہیں، بلکہ منجر الی الکفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کرشن کافر تھا۔

مسئولہ: سید دستگیر قادری رضوی - ۱۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ذیل کے مسائل میں، زید کہتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور کرشنا اوتار کے ایک ہونے پر مجھے تعجب ہے۔ دونوں کے کچھ واقعات آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

الجواب

زید پر توبہ فرض ہے اور تجدید ایمان ونکاح بھی۔ کرشن کے بارے میں سبع سنابل شریف میں تصریح ہے کہ کافر تھا۔ نیز کرشن کے جو واقعات خود کرشن کے پجاری بیان کرتے ہیں، اس سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ حضور سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا شبہہ اولوالعزم رسول ونبی تھے۔ نیز کسی انسان کو اوتار کہنا بھی ہمارے مذہب میں کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ کرشن نبی تھا، جھوٹ ہے۔

مسئولہ: سید دستگیر قادری رضوی - ۱۸ر جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید کہتا ہے بہت انبیاے کرام کے نام قرآن نے بیان نہیں کیا۔ جتنے ہندو دھرم کے رہنما ہیں جیسے

رام، کرشنا وغیرہ سب نبی ہیں۔

الجواب

زید جھوٹا ہے۔ قرآن میں کچھ انبیاے کرام علیہم السلام کے اسماے گرامی ذکر نہ ہونے سے کہاں لازم کہ فلاں نبی ہے، کسی کا نبی کا ہونا اٹکل پچو سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے لیے قطعی ثبوت اور دلیل چاہیے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"ضلّوا فَاَضلوا۔" واللہ تعالیٰ اعلم.

یہ کہنا کہ گنیش اور ہنومان کا ذکر قرآن میں ہے

مسئولہ: سید دستگیر قادری رضوی - ۱۸ر جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ

 زید کہتا ہے قرآن میں ہاتھی کا ذکر ہے، گنیش کا تذکرہ ہوسکتا ہے، بندر کا ذکر ہے ہنومان کا تذکرہ ہوسکتا ہے۔

الجواب

قرآن مجید میں صراحۃً ہندوؤں کے دیوتا نہ گنیش کا ذکر ہے اور نہ ہنومان کا اور جس ہاتھی اور بندر کا ذکر ہے وہ ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق ان کے دیوتا نہیں ہوسکتے۔ قرآن پاک میں اصحاب فیل کا ذکر ہے، جو سب ہاتھی کے ساتھ ہلاک ہوگئے، اور جن بندروں کا ذکر ہے وہ بنی اسرائیل کے کچھ مسخ شدہ عذاب الٰہی میں گرفتار بنی اسرائیل تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کرشنا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقابل کرنا

مسئولہ: سید دستگیر قادری رضوی - ۱۸ر جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ زید کہتا ہے کہ کرشنا نے سانپ کو قبضہ میں کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا سے سانپ بنا کر معجزہ دکھایا، حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ کرشنا کا ایک اوتار مچھلی ہے۔ مذکورہ عقائد رکھنے والا اور ایسے مضامین کی تائید کرنے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟ مفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب

سانپ کو قبضہ میں کرنا الگ بات ہے، اور عصائے مبارک کا سانپ ہوجانا اور بات ہے، مچھلی میں جانا الگ بات ہے، مچھلی ہونا الگ۔ زید مسلمان نہیں دہریہ صلح کلی ہے۔ جو اس کی تائید کرے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوؤں کے پیشوا نبی نہیں ہو سکتے

مسئولہ: مولوی حکیم نثار احمد، مکتب اسلامیہ، پیگاپور، پلہی پور، ضلع سلطان پور (یو. پی.)

مسئلہ دیوبندیوں کے مفتی اعظم کفایت اللہ کی کتاب تعلیم الاسلام جو اکثر دیوبندی مکتب میں چلتی ہے۔ چوتھا حصہ کے ص: ۱۳۰ پر مندرجہ ذیل تحریر لکھی گئی ہے۔ ''ہندوؤں یا اور قوموں کے پیشواؤں کے متعلق ہم زیادہ سے زیادہ اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور ان کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو، اور انھوں نے خلق خدا کی رہنمائی کا کام بھی کیا ہو۔ تو ممکن ہے کہ نبی ہو۔'' اب بہ حوالہ مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

[الف] کیا ہندوؤں کے پیشوا کا کسی طرح نبی ہونا ممکن ہے؟

[ب] مذکورہ محولہ عبارات شرعاً کیسی ہے؟

[ج] مذکورہ عبارت کے مطابق جو مسلمان عقیدہ رکھے، اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

[د] کیا ہندوؤں کے پیشواؤں کے عقائد و اعمال درست ہو سکتے ہیں؟

[ہ] جس کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو مثلاً ہندوؤں کا کوئی پیشوا، آج سے دو ہزار سال قبل ان کی کتابوں کے مطابق گزرے ہوں اور زندگی بھر یہی تعلیم دیتا ہو کہ دنیا کا مالک ایک ہے اس کے علاوہ کچھ نہ کہے تو ظاہر ہے کہ اس کی یہ تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہیں ہے اور عقیدہ بھی درست ہے۔ ایسے شخص کو یہ ماننا کہ نبی ہونا ممکن ہے۔ خود آسمانی تعلیم کے موافق ہے؟

الجواب

تعلیم الاسلام کی یہ عبارت درست ہے۔ اولاً تو مصنف نے صیغۂ شرط کے ساتھ یہ بات ذکر کی ہے۔ قضیہ شرطیہ کے صدق کے لیے۔ اس کے طرفین یعنی شرط و جزا کا صدق ضروری نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

''قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ.''[۱] فرما دو اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں اس کی سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔

دوسرے اس نے یہ کہا کہ ممکن ہے کہ نبی ہوں، مذکورہ بالا صفات سے موصوف شخص کو موحد بھی کہیں گے، کافر یا مشرک کہنا درست نہیں، اور اس وقت نبوت کا دروازہ بند بھی نہیں تھا۔ اس لیے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ رہ گئے وہ مذہبی پیشوا جن کے بارے میں معلوم ہے کہ ان کا عقیدہ اور کردار ایسا تھا کہ وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ ان کو کوئی نبی

[۱] قرآن مجید، پارہ: ۲۵، سورۃ الزخرف، آیت: ۸۱

مانے تو یقیناً گمراہ ہے۔ جیسا کہ ہمارے ہندوستان کے مذہبی رہنماؤں کے بارے میں معلوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا ہندو حضرت نوح علیہ السلام کی امت ہیں؟

مسئولہ: عبدالواحد، کمال احمد، محمد توقیر خان، رضوی کتاب گھر، سیونڈیہہ، بکاروا سٹیل سٹی، (بہار) ۱۸؍ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ ہندو قوم کیا درحقیقت حضرت نوح علیہ السلام کی امت ہے؟ اگر ہے تو واقعی قرآن و احادیث سے ثابت ہے، اگر اثبات میں جواب ہے تو مفصل جواب مع حوالہ تحریر فرمائیں اور اگر نہیں تو جو ہندو کا نبی حضرت نوح علیہ السلام کو مانتا ہے، شریعت مطہرہ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب

یہ بالکل غلط ہے کہ ہندو حضرت نوح علیہ السلام کی امت ہیں اور یہ خود ہندوؤں کے مسلمات کے خلاف ہے۔ ہندو قوم اپنے آپ کو ڈھائی لاکھ سال پہلے سے بتاتے ہیں۔ جب کہ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کا زمانہ مشکل سے چھ ہزار سال پہلے ہے۔ علاوہ ازیں ہندو دھرم کی تعلیمات سراسر کفر و شرک پر مبنی ہے۔ ہندوؤں کے یہاں تینتیس کروڑ (۳۳۰۰۰۰۰۰۰) دیوتا ہیں، اور بت پرستی پر اس کی بنیاد ہے۔ جب کہ حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیم خالص توحید پر مبنی تھی۔ بت پرستی کے وہ مخالف تھے۔ اس لیے یہ کہنا کہ ہندو حضرت نوح علیہ السلام کی امت ہیں، غلط اور جھوٹ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عقائد
متعلقہ قرآن حکیم

جامع قرآن کون ہے؟

مسئولہ: محبوب گرافر محلّہ پرانی بستی، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.) – ۲۰ / ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ

مسئلہ زید کہتا ہے کہ جامع قرآن سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور دلائل میں مولانا احسن گیلانی کی تدوین قرآن پیش کرتا ہے، بکر کہتا ہے کہ جامع قرآن سیدنا حضرت عثمان غنی ہیں جو دلیل میں پڑھا جانے والا خطبہ پیش کرتا ہے۔ ان دونوں میں کس کا کہنا درست ہے۔ کتابوں کے حوالے سے جواب مرحمت فرمائیں۔ جتنی جلد ممکن ہو زبانی یا تحریری جواب عنایت فرمائیں، ممنون ہوں گا۔

الجواب

حقیقت میں قرآن کا جامع اللہ عزوجل ہے، آج قرآن مجید جس ترتیب کے ساتھ موجود ہے اللہ عزوجل نے اسی ترتیب کے ساتھ فرشتوں سے لوح محفوظ میں لکھوایا تھا۔ البتہ اس کا نزول ضرورت و مصلحت کے مطابق متفرق طور پر ہوا ہے۔ لیکن نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاتبان وحی کو حکم دیتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں آیت کے پہلے اور فلاں آیت کے بعد لکھو۔ لیکن عہد رسالت میں پورا قرآن مجید اکٹھا کتابی شکل میں نہیں لکھا گیا بلکہ متفرق طور پر مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔ لیکن لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو زبانی یاد کرادیا تھا۔ ہر سال رمضان المبارک میں جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ترتیب کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دَور کرتے، یعنی جبرئیل امین حضور کو پڑھ کر سناتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اخیر عمر مبارک میں یہ دَور دوبار ہوا۔ صحابہ کرام کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر اسی ترتیب کے ساتھ یاد کیا اسی ترتیب کے مطابق تلاوت کرتے اور اسی ترتیب کے مطابق تعلیم دیتے۔ عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک بڑی خوں ریز جنگ ہوئی جس میں سات سو حفاظ صحابہ شہید ہوگئے، اور آگے مزید طویل جنگوں کا خطرہ تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جنگوں میں حفاظ اسی طرح شہید ہوتے رہیں اور قرآن کا کچھ حصہ ضائع ہوجائے۔ انھوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گوش گزار کیا۔ پھر باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ پورے قرآن مجید کو اکٹھا لکھ کر ایک مصحف (کتاب) میں جمع کردیا جائے، اس پر عمل درآمد ہوا اور یہ مصحف تیار ہوا، جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا پھر اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا، اور ان کے وصال کے بعد حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تحویل میں رہا۔

قرآن چوں کہ قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا تھا اس لیے اس مصحف میں قریش کی لغت کے مطابق کتابت ہوئی تھی لیکن عرب میں مختلف قبائل کی مختلف لغات تھیں کہ ایک ہی لفظ کو قریش مخصوص زیر وز بر کے ساتھ ادا کرتے تھے اور دوسرے قبیلے والے دوسرے طریقے سے، مگر ہر لغت میں معنی ایک ہی ہوتا۔ مثلاً ایک لفظ ہے **"تعلم"** اس کو قریش تا کے زبر کے ساتھ بولتے اور کچھ قبیلے تا کے زیر کے ساتھ اسی طرح لکھنے میں بھی کچھ فرق تھا۔ مثلاً **"تابوت"** قریش بڑی تا کے ساتھ لکھتے اور کچھ قبیلے والے گول چھوٹی تا کے ساتھ لکھتے تھے۔ پورے اہل عرب کی آسانی کے لیے ہر قبیلے کو اجازت تھی کہ وہ اپنی اپنی لغت کے مطابق قرآن مجید پڑھا کریں۔ لیکن اس آسانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں قرآن مجید کی کتابت و تلاوت کے سلسلے میں شدید اختلافات ہوئے حتی کہ لڑائی و مار پیٹ تک کی نوبت آئی اس لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے ذمہ دار معتمد حضرات نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ اس فتنے کو دور کرنے کے لیے آپ جلد از جلد کوئی اقدام کریں۔ انھوں نے تمام صحابۂ کرام کے اتفاق رائے سے چار ذہین معتمد حضرات کو مقرر فرمایا کہ وہ مصحف صدیقی کے مطابق قرآن مجید کے متعدد نسخے تیار کریں۔ ام المومنین حضرت حفصہ کے ہاں سے وہ مصحف منگایا گیا، اور ان چاروں حضرات نے اسی کے مطابق متعدد مصحف لکھے جسے بڑے بڑے اہم شہروں میں بھیج دیا گیا اور یہ حکم دیدیا گیا کہ سب لوگ اسی کے مطابق قرآن مجید پڑھیں اور لکھیں اس کے علاوہ اگر کسی دوسری ترتیب یا دوسری لغات میں مصاحف لکھے ہوں تو اسے ضائع کر دیا جائے۔

مصحف صدیقی میں آیتوں میں ترتیب تھی یعنی ایک سورۃ کی تمام آیتوں کو اسی ترتیب کے ساتھ لکھا گیا تھا جو لوح محفوظ میں تھی، جس کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یاد کرایا تھا مگر سورتوں کے درمیان ترتیب نہ تھی، ہر سورہ الگ الگ لکھی ہوئی موجود تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو قرآن مجید لکھوایا اس میں سورتوں کے درمیان بھی ترتیب قائم کر دی وہی ترتیب جو لوح محفوظ میں تھی، جس کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو تعلیم دی تھی اس تفصیل سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دو اہم کارنامہ ثابت ہوا۔ اول یہ کہ انھوں نے قرآن مجید کی سورتوں کو ترتیب سے لکھوایا۔ دوسرے یہ کہ قریش کی لغت کے مطابق جس لغت میں قرآن نازل ہوا تھا اس کے مطابق لکھوایا۔ مزید برآں یہ کہ پوری امت کو اسی کے مطابق پڑھنے اور لکھنے کا پابند کیا، اور اس کی عام اشاعت کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا قرآن مجید ایک مصحف میں لکھوایا ضرور مگر نہ اس کی اشاعت کی اور نہ لوگوں کو صرف اس کا پابند بنایا۔ بلکہ یہ آسانی جو بضرورت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک سے تھی باقی رکھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ اب اس میں فتنہ ہے تو صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد ان کی

اتفاق رائے سے سب کو ایک مصحف پر جمع فرما دیا۔ ان خصوصیات کی وجہ سے ان کا لقب جامع القرآن رکھا گیا۔

لقب اور خطاب کا مطلب یہ ہوتا ہے جو کسی شخصیت کو اس کے اہم کارنامے پر دیا جائے اس میں یہ لحاظ نہیں ہوتا ہے کہ اس لقب کے جو لغوی معنی ہیں وہ کسی اور میں نہ پائے جائیں۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس لقب کے لغوی معنی بہت سے حضرات میں پائے جاتے ہیں لیکن وہ لقب اسی ایک خاص شخص کا ہوتا ہے۔ جیسے لفظ فاروق ہے اس کے معنی فرق کرنے والا، یعنی حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا۔ یہ وصف تمام صحابہ کرام میں پایا جاتا ہے بلکہ امت کے دوسرے ہزاروں افراد میں پایا جاتا ہے مگر یہ لقب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، اسی طرح جامع القرآن کے لغوی معنی قرآن جمع کرنے والا یہ حقیقت میں وصف اللہ عزوجل کا ہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پھر ان صحابہ کرام کا جنھوں نے بڑی کوشش اور محنت کر کے عہد صدیقی میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا۔ مگر ان خصوصیات کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی ہیں امت نے یہ لقب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیا حتی کہ اب یہ مسلمانوں کا عرف ہو گیا کہ جب جامع القرآن بولا جاتا ہے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی مراد ہوتے ہیں۔ جیسے صدیق سے حضرت ابوبکر اور لفظ فاروق سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہوتے ہیں۔ آپ مزید تفصیل و تحقیق چاہتے ہوں تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ ''جمع القرآن بما عزوہ الی عثمان''، اور علامہ محمد احمد صاحب مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی کتاب ''تدوین قرآن'' کا مطالعہ کریں۔ اس میں آپ کو تفصیل و تحقیق کے ساتھ پوری معلومات ہو جائے گی۔ یہ ساری تفصیل علامہ جلال الدین سیوطی کی اتقان سے لی گئی ہے۔ احسن گیلانی کی تدوین قرآن یہاں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کا نزول حالات و واقعات کے اعتبار سے ہے یا اس کا وجود پہلے تھا؟ کیا حضور کے علاوہ قرآن مجید کا سمجھانے والا کوئی ہے؟ کیا لغات کا وجود قرآن مجید سے پہلے ہے؟ کیا اردو زبان میں یہ صلاحیت بھرپور ہے کہ قرآن کا مفہوم کما حقہ ادا کر سکے؟ مولیٰ اور مولانا کے معانی اور ان کا مصداق۔ کیا عالم کو ''مولانا'' کہنا جائز ہے؟ اپنے آپ کو مولانا کہنا اور لکھنا کیسا ہے؟ کلمات الٰہیہ کے ایسے معنی بیان کرنا جو ماثور کے خلاف ہو، ناجائز بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ اپنی آبرو

اور مال کے بچانے میں جو مارا جائے شہید ہے۔ خودسوزی و فاقہ کشی میں مرنے والا شہید نہیں بلکہ حرام موت مرنے والا ہے۔ پوسٹ مارٹم جائز نہیں۔

مسئولہ: محمد اشرف

مسئلہ ❶ قرآن کریم جو اللہ رب العزت کی بارگاہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا، کیا یہ باعتبار حالات وواقعات بوقت نزول وجود میں آیا یا اس کا وجود پہلے سے ہے؟

❷ قرآن کریم میں محفوظ وموجود منشائے الٰہی کو کما حقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ بھی سمجھانے کا کیا کوئی اور مدعی ہے؟

❸ کیا یہ لغات جس میں الفاظ کا معنی تلاش کیے جاتے ہیں قرآن کریم سے پہلے کا ہے یا بعد کا اور کیا اردو زبان میں ایسی بھرپور صلاحیت ہے کہ زبان عربی و بالخصوص قرآنی الفاظ کے ترجمہ کما حقہ ادا کر سکے، کیوں کہ اشرف علی تھانوی صاحب لفظ مولانا کا اردو ترجمہ اے ہمارے کارساز تحریر فرماتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی لفظ مولانا کا ترجمہ اے ہمارے مولیٰ تحریر فرماتے ہیں۔ جب کہ لفظ مولیٰ بھی عربی ہے۔

❹ چند مقرر ''انت مولانا'' کے ضمن میں تشریحی طور پر تقریر فرماتے ہوئے کہہ گئے، مذکورہ بالا قرآنی الفاظ کے مرکز توجہ وتخاطب ہم مولانا لوگ بھی ہیں، اللہ بھی مولانا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اور حضرت علی بھی اور ہم لوگ بھی دلیل میں وہ لوگ چند احادیث کا سہارا لیتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس کا مولیٰ میں ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں، ہماری امت کے علما، بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں ہم علما نائب رسول ہیں۔ آپ وضاحت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

❺ علما جماعت میں خود کو اپنے نام کے ساتھ اپنی ہی قلم سے مولانا لکھنے کے رسم و رواج کیا محمد بن عبد الوہاب نجدی کے زمانے سے شروع ہوا یا اور پہلے سے ہے، اور کیا اکابر محتاط علمائے اہل سنن نے بقلم خود اپنے نام کے ساتھ مولانا لکھا ہے؟ اور اگر اپنے لیے نہیں بلکہ اپنے قلم دوسروں کے لیے لکھا ہے تو تحریری جواز کیا ہے؟ اور اکثر لفظ مولانا بریکیٹ بند نظر آتا ہے اس کی کیا توضیح ہے؟

❻ کیا قرآنی الفاظ حقیقی معنوں کے بجائے اپنی ضرورت کے مطابق مجازی معنوں میں بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا لفظ مولیٰ اور مولانا دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں، یا دونوں الفاظ کے معنی مفہوم میں کچھ فرق ہے؟

❼ اپنے والدین اور مالک خانہ و پرورش کنندہ یا سردار و اساتذہ کو مجازی معنوں میں ربنا، سیدنا کہنا، کہلوانا یا

لکھنا یا لکھوانا کیسا ہے؟

⑧ کیا وہ مسلم عوام جو اپنے حالات کی کربنا کیوں کی وجہ سے کسی مدرسہ میں پڑھ لکھ نہیں سکے مگر ان کے دلوں میں دین اسلام کا پورا پورا احترام ہے۔ اللہ رب العزت کی وحدانیت اور رسول امی خاتم النبیین کی نبوت و رسالت کا خوش عقیدگی کے ساتھ یقین کامل اور قرآن حکیم پر مکمل ایمان اور فرشتوں کے قائل اور شفیع روزِ جزا کی شفاعت سے جنت الفردوس کی نعمتوں کے امیدوار اور عذاب جہنم سے خوف زدہ اور سردارانِ کفار بالخصوص ابو لہب۔ ابوجہل کے جماعت کافرین سے خفگی و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر بھی انھیں وہ مسلم خواص جو مدرسوں میں پڑھے لکھے اور سند یافتہ ہیں عام طور سے جہال اور فرداً فرداً جاہل کہا کرتے ہیں، کیا ایسا کہنا درست ہے؟

⑨ مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم۔ تا غلام شمس تبریزی نہ شد۔ مذکورہ بالا اشعار میں کیا مولائے روم کے جملے سے مراد روم کا مولانا ہے، یا روم کا غلام؟

⑩ کیا متعصب اکثریت سے متاثرہ جمہوری حکومت کی غیر منصفانہ اور ظالمانہ اور جابرانہ نظریات سے تنگ آکر مسلمانوں کا بطور احتجاج یعنی خود گرفتاری وخود فاقہ اختیاری وخود سوزی وخودکشی وغیرہ کرنا یا کرانا شریعت اسلامیہ کے نزدیک روا ہے یا ناروا، اور اگر اس سلسلے میں لاٹھی چارج یا گولی کانڈ سے پولس کے ذریعہ جبر وتشدد سے راستے یا تھانے میں یا جیل میں کسی مسلمان کی موت ہو جائے تو مقتول کو شرعی طور پر شہید کہنے کا حکم ہے یا نہیں؟

⑪ کیا کسی مسلمان کی کسی حادثہ سے موت واقع ہو جانے پر اس کی میت کا پوسٹ مارٹم کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟

الجواب

① قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام قدیم ہے جس کے لیے کوئی ابتدا اور انتہا نہیں۔ اللہ عزوجل اپنے علم قدیم سے آئندہ ہونے والے واقعات کو جانتا تھا اور وہ اس کے ساتھ متکلم تھا۔ یہ مسئلہ عقائد کے انتہائی دقیق اور اہم مسائل میں سے ہے۔ عوام تو دور ہیں آج کل کے اکثر علما بھی اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا:

”من قال بخلق القرآن فھو کافر.“ جس نے قرآن کو مخلوق کہا، کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② قرآن مجید کے معانی ومطالب کو کما حقہ اللہ عزوجل کی تعلیم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا اور بقدر ظرف وضرورت وکفایت صحابۂ کرام کو سمجھایا، صحابۂ کرام نے تابعین کو اور سلسلہ بہ سلسلہ ہر دور کے علما کو ان کے مشائخ نے سمجھایا، اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ موجودہ دور کے کچھ علما بھی قرآن کریم کے کچھ معانی ومطالب کو سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ”وَمَا یَعْقِلُھَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ[1].“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

③ عربی لغات کی ساری کتابیں نزولِ قرآن کے بعد لکھی گئی ہیں، اردو زبان میں اتنی صلاحیت نہیں کہ اس

[1] قرآن مجید، سورۃ عنکبوت، آیت:۴۳، پ:۲۰

کے ذریعہ قرآن کریم کے معانی کما حقہ بیان کیے جاسکیں، مگر چوں کہ ہر مسلمان قرآن کریم کے مطابق اعتقاد رکھنے اور عمل کرنے کا مکلّف ہے اس لیے عوام کی آگاہی کے لیے قرآن مجید کے معانی یا مطالب اردو زبان میں ضروری ہے اور یہ حق صرف علماے راسخین اور متبحرین کا ہے جو دونوں زبانوں پر عبورِ کامل رکھتے ہوں، خدا ترس اور دین دار ہوں تا کہ اس کا اندیشہ نہ ہو کہ اپنی غرض فاسد کے لیے تحریف معنوی کر دی ہو جو بقدر وسعت قرآن کریم کے معانی و مطالب کو اردو زبان میں بیان کرتے ہیں۔ لفظ مولیٰ الفاظ مشترکہ میں سے ہے، اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔ رب، مالک، سید، منعم، معتق، ناصر، محبّ، تابع، پڑوسی، چچازاد بھائی، حلیف معاہدہ کرنے والا، داماد، غلام اور جس پر احسان کیا جائے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)(۱)

تھانوی جی نے مولا کے چند معانی میں سے ایک کو متعین کر دیا جو اگر چہ فی نفسہ صحیح ہے، مگر اس سے لفظ مولیٰ کی جامعیت ختم ہوگئی اور ترجمہ پڑھنے والا یہ تاثر لے گا کہ مولیٰ کا صرف ایک ہی معنی ہے۔ اس کے برعکس مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اس کو محدود کرنا پسند نہیں فرمایا اور اردو میں کوئی ایسا جامع لفظ نہیں جو اس کے ان معانی کا حامل ہوتا اس لیے مولیٰ کا ترجمہ مولیٰ ہی فرمایا۔ مولیٰ کے مذکورہ بالا معانی میں سے چھ کا صدق اللہ عزوجل پر ہوتا ہے، رب، مالک، سید، منعم، ناصر، محبّ۔ اگر مولیٰ اردو نہیں تو کارساز بھی اردو نہیں فارسی ہے اور اردو میں جیسے کارساز بولا جاتا ہے مولیٰ بھی بولا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) یہ انتہائی بیہودہ آمیز تقریر ہے۔ اللہ عزوجل کو مولانا نمبر ۳ میں مذکورہ چھ معانی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رب چھوڑ کر بقیہ پانچ معانی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منعم، ناصر، محبّ کے اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ اور علما کو جو مولانا کہا جاتا ہے، ان معانی میں سے کسی ایک کے لحاظ سے نہیں بلکہ عرفی معنی کے لحاظ سے۔ مولانا لفظ مرکب ہے، اس میں لفظ مولیٰ کی ضمیر جمع متکلم کی طرف اضافت ہے۔ اس کا ترجمہ ہوا اے ہمارے مولیٰ۔ اللہ عزوجل ہمارا مولیٰ ہے ان چھ معانی کے اعتبار سے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مولیٰ ہیں پانچ معانی کے اعتبار سے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ ہیں تین معانی کے اعتبار سے۔ اسی طرح ہر عالم ہمارے مولیٰ ہیں اس اعتبار سے کہ وہ ہم پر انعام کرنے والے بھی ہیں، ہمارے مددگار بھی ہیں مگر اس جاہل کی تقریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسی اعتبار سے مولیٰ ہے جس اعتبار سے اللہ عزوجل ہے۔ معاذ اللہ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا:

”اتخذ الناس رؤسا جهّالا فُسِئلُوا بغير علم فضلّوا واضلّوا.“(۲)	اس کے بعد لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے۔ جو بغیر علم فتویٰ دیں گے۔ جس کی وجہ سے وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

[۱] مرقاۃ، ج:۹، ص:۱۱۱، باب الأسامی، الفصل الاول۔

[۲] مشکوٰۃ، ص:۳۳، کتاب العلم

حقیقت یہ ہے کہ علما کو جو مولانا کہا جاتا ہے اس میں معانی مذکورہ میں سے کسی ایک کا بھی لحاظ نہیں ہوتا بلکہ یہ مخصوص عہدے کا عَلَم ہے۔ جیسے وکیل اور منصف، وکیل کے لغوی معنی کارساز کے ہیں اور منصف کے معنی انصاف کرنے والے کے، مگر عرف میں یہ ایڈوکیٹ کا عَلَم ہے۔ اگر چہ وہ حقیقت میں کام بگاڑنے والا ہو اسی وجہ سے مخالف کے وکیل کو بھی وکیل کہتے ہیں۔ اسی طرح منصف دیوانی کے نچلے درجے کے حاکم کو کہتے ہیں، اگر چہ وہ ظلم کرے، اس لیے کہ آج عرف میں یہ مخصوص عہدے کا عَلَم ہے اسی طرح مولانا عرف عام میں عالم کا مرادف ہے، جب کسی کو مولانا کہا جاتا ہے تو اس سے لغوی معنی مراد نہیں ہوتا بلکہ عرفی عالم مراد ہوتا ہے۔ عوام بولتے ہیں وہ بڑا مولانا ہے، وہ کب کا مولانا ہو گیا، بڑا مولانا بنا پھرتا ہے ان جملوں میں مولانا بمعنی عالم ہے۔ جیسے وکیل بمعنی ایڈوکیٹ اور منصف بمعنی حاکم مخصوص۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑤ اپنے قلم سے اپنے آپ کو مولانا لکھنا، یا اپنی زبان سے اپنے آپ کو مولانا کہنا خود ستائی ہے جو سخت معیوب ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

”لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ.“[1]　　اپنے آپ ستھرے نہ بنو بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ستھرا بناتا ہے۔

مجھے اس کی تاریخ نہیں معلوم کب سے یہ بدعت ایجاد ہوئی۔ اکابر علما پہلے بھی اور آج بھی نہ اپنے آپ قلم سے خود کو مولانا لکھتے ہیں نہ کہتے ہیں بلکہ ہمیشہ عجز و تواضع کے طور پر اپنے آپ کو کم علم کہتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑥ قرآن مجید میں جو الفاظ مذکور ہیں ان کے وہی معنی مراد لیے جائیں گے جو خود قرآن مجید اور احادیث اور ائمہ مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر میں اپنے جی سے تلاش کر کلمات الٰہیہ کے ایسے معانی بتانا جو معنی ماثور کے خلاف ہو جائز نہیں بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ ہاں قرآن کریم میں جو کلمات آئے ہیں اس کو اپنے روزمرہ کی بول چال میں استعمال کرنا عہد رسالت سے آج تک معمول ہے۔ اسی طرح یہ بھی رائج و معمول ہے کہ ان کلمات کے دوسرے معنی مراد لیے جائیں خواہ حقیقی، خواہ مجازی۔ مثلاً قرآن مجید میں لفظ ”قال“ آیا ہے اس کا معنی ”فرمایا“ کیا ہے مگر خود احادیث میں ”قال“ بمعنی ”اَشار“ یعنی ”اشارہ کیا“ آتا ہے۔ مولیٰ کے معانی مذکور ہو چکے اور مولانا کے بھی۔ یہ دونوں دو لفظ ہیں۔ مولیٰ مفرد ہے اور مولانا مرکب اسم مولیٰ کی ”نا“ ضمیر متکلم کی طرف اضافت ہے جس کے معنی ہمارے مولیٰ کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑦ ”ربنا“ کہنا جائز نہیں ”سیدنا“ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا:

”ابو بكر سيدنا و اعتق سيدنا“.[2]　　ابو بکر ہمارے سردار ہیں انھوں نے ہمارے سردار (بلال) کو آزاد کیا۔　　واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] قرآن مجید: سورہ نجم ۵۳، آیت:۲۳　　[2] مشکوۃ، ص:۵۸۰، باب جامع المناقب

(۸) عرف عام میں جاہل کے معنی ناخواندہ کے ہے، اس لیے جو ناخواندہ ہے اس کو جاہل کہنے میں کوئی گناہ نہیں، البتہ بطور طعن وتحقیر کہنا گناہ ہے۔ ویسے یہ بات ناپسندیدہ ہے کہ کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان کو جاہل کہا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) اس شعر میں مولیٰ کے معنی آقا سردار کے ہیں، اوراس سے مراد حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہاں مولیٰ بمعنی آقا وسردار ہے۔ اس پر غلام سے تقابل دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) ایسا مقتول شہید ہے۔ حدیث میں ہے:

"من قتل دون عرضه فهو شهيد و من قتل دون ماله فهو شهيد."[۱] — جو اپنی آبرو اور مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

البتہ صورت مذکورہ میں فاقہ سے مر جانے والا، خودسوزی کرنے والا حرام موت مرا، شہید ہونا تو دور کی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) پوسٹ مارٹم کرنا کرانا حرام وگناہ ہے۔ حدیث میں ہے:

"كسر عظم الميت ككسره حيا."[۲] — مردہ کی ہڈیاں توڑنا ایسا ہی ہے جیسا زندہ کی ہڈی توڑنا۔

اور فرمایا گیا:

"الميت يتأذى بما يتأذى به الحي."[۳] — مردے کو اس سے اذیت پہنچتی ہے جس سے زندہ کو اذیت پہنچتی ہے۔

مگر غیر فطری موت واقع ہونے کی صورت میں اگر پولیس کو اطلاع نہ دی جائے اور پوسٹ مارٹم نہ کرایا جائے تو میت کے اولیا ماخوذ ہوں گے، گرفتار ہوں گے، مقدمہ چلے گا، جیل جائیں گے۔ اس لیے غیر فطری موت واقع ہونے کی صورت میں پولیس کو اطلاع دے دی جاتی ہے اور پوسٹ مارٹم بھی برداشت کیا جاتا ہے، بلکہ اگر پولیس کو اطلاع ہوگئی، اگرچہ اولیاے میت نے نہ کی ہو کسی اور ذریعہ سے اطلاع ملی ہو اور اولیاے میت یہ چاہیں کہ پوسٹ مارٹم نہ ہو تو بھی پولیس زبردستی پوسٹ مارٹم کرائے گی۔ نیز اگر مقتول کا پوسٹ مارٹم نہ ہو تو قاتل کو قتل کی سزا بھی نہیں مل پائے گی، جس سے فسادِ عظیم پیدا ہوگا۔ غرض کہ قانونی مجبوری کی وجہ سے پوسٹ مارٹم برداشت کیا جاتا ہے، کوئی بخوشی نہیں کراتا، اس لیے ایسی میت کے ورثا گنہ گار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] من قتل دون ماله فهو شهيد: ترمذی، ص:۲۶۱، باب الديات

[۲] مشکوٰة، ص:۱۴۹، باب دفن الميت

[۳] بحواله، فتاوىٰ رضويه، جلد:۴، ص:۱۱۸

ایک آیت کی تفسیر

مسئلہ آیت سورۂ زمر کی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ قرآن مجید میں ہے تو یٰعِبَادِیَ الَّذِیْن میں ضمیر کیا ہے اور یہ ضمیر کس کی طرف راجع ہے، مدلل جواب مفسرین کرام کی تحقیق کے مطابق عنایت فرمائیں۔ تفسیر کتب کے حوالے سے بھی آگاہ فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ میں ضمیر متکلم سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس پر قرآن مجید کا اسلوب شاہد ہے کہ قل کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مقولہ ہے۔ مثلاً:

”قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ.“(۱) اور ”قُلْ یٰاَیُّھَاالْکٰفِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ.“(۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن مجید پر اعراب حجاج بن یوسف کے زمانے میں لگا

مسئولہ: سید سلیم چشتی - ۲ / ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل میں کہ ایک صاحب جو اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتاتے ہیں بلکہ عالم ہونے کے دعویدار ہیں۔ انھوں نے قرآن عظیم کے سلسلہ میں اس خیال کا اظہار فرمایا: ”قرآن کریم میں اعراب حجاج بن یوسف نے لگوائے ہیں، اور چوں کہ وہ بنو امیہ کے خاندان سے تھا، اس لیے اس نے آیت مطہرہ میں جان بوجھ کر غلط اعراب لگائے ہیں، اور اسی طرح قرآن کریم میں کئی مقامات پر اعراب کی غلطی ہے۔

ایسا کہنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔

الجواب

یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید پر اعراب حجاج بن یوسف کے زمانے میں لگا ہے، اعراب سے مراد زیر، زبر، پیش کے نشانات ہیں۔ یہ اعراب منزل من اللہ کے مطابق ہے۔ یعنی جہاں قرآن میں زبر نازل ہوا تھا زبر کی علامت لگائی، اور جہاں زیر نازل ہوا تھا وہاں زیر کی علامت لگائی گئی ہے۔ اسی طرح بقیہ علامات بھی، یعنی جو اعراب منزل من اللہ تھا اس کا وہاں نشان لگا دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بتواتر منقول تھا اس کے مطابق، ایسا نہیں ہوا ہے کہ بتواتر منقول اعراب کے خلاف کوئی اعراب لگایا گیا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

[۱] قرآن مجید، سورۃ آل عمران، آیت: ۳۱، پ: ۳

[۲] قرآن مجید، سورۃ الکافرون، آیت: ۲، پ: ۳۰

علیہ وسلم کے عہد ہی سے قرآن مجید کا حفظ کرنا رائج ہے۔ صحابہ کے بعد تابعین میں ہزاروں قرآن مجید کے حافظ موجود تھے۔ حجاج کے زمانے میں بکثرت صحابہ کرام بھی زندہ تھے۔ اگر اعراب کا نشان لگانے میں کوئی غلطی ہوتی تو صحابہ کرام اور تابعین عظام اس کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حجاج ظالم جفا کار تھا، اس پر بہتیرے الزام ہیں۔ مگر کسی نے یہ الزام نہیں لگایا کہ قرآن مجید کے اعراب میں ردّو بدل کر دیا۔

سب نے یہ تسلیم کیا کہ یہ اعراب منزل من اللہ کے مطابق ہے۔ علاوہ ازیں ائمہ قرا و ائمہ تفاسیر نے اپنی کتابوں میں ان اعرابوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر منقول ہے تحریر فرمایا۔ کل اعراب کے نشانات اس کے مطابق ہیں۔ قرآن مجید کی مکمل حفاظت کا وعدہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس میں کسی بھی قسم کی ادنیٰ سی تبدیلی شرعاً محال ہے، ارشاد ہے:

"اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡن". (۱) ہم نے قرآن نازل فرمایا ہم اس کے محافظ ہیں۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن کا موجودہ اعراب منزل من اللہ کے خلاف ہے۔ اگر چہ اس کا یہ قول کسی ایک آیت ہی کے بارے میں ہو وہ کافر مرتد ہے۔ اس لیے کہ وہ قرآن منزل من اللہ کا منکر ہے اور جو قرآن نہیں، اسے قرآن مانتا ہے۔ یعنی مثلاً آیۂ تطہیر کا جو اعراب ہے بلا شبہہ یہی قرآن ہے۔ اس کا یہ کہنا ہے کہ یہ غلط ہے قرآن نہیں۔ اور اس کے خلاف کو قرآن بتاتا ہے حالاں کہ وہ قرآن نہیں۔ اور جو شخص قرآن کی آیت تو بڑی چیز ہے اگر ایک لفظ کو کہے کہ یہ قرآن نہیں وہ کافر ہے۔ یوں ہی جو قرآن نہیں اسے قرآن بتائے وہ بھی کافر ہے۔ عالم گیری میں ہے:

"اذا انکر الرجل اٰیة من القرآن کفر کذا فی التاتار خانیة". (۲)

علاوہ ازیں یہ شخص قرآن مجید میں ردو بدل کا قائل ہے۔ جو آیت مذکورہ "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡن." کا انکار ہے، اس طرح یہ بھی کافر ہو گیا۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے، تجدید ایمان کرے، بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کا رسم الخط بدلنا حرام ہے

مسئولہ: عبد المجید طالب علم ضیاء العلوم خیر آباد، ضلع اعظم گڑھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ کا ترجمہ کرتے ہوئے دوران تقریر کوئی کہے کہ اگر انسان گنہ گار ہو گا۔ اور جب انسان گنہگار ہو گا تو اس کے ساتھ خدا

[۱] قرآن مجید، سورۃ الحجر، آیت:۹

[۲] عالم گیری، جلد:۲، ص:۲٦٦

ہوگا اور جب انسان گنہ گار ہوگا تو جہنم میں جائے گا تو کیا اس کے ساتھ خدا بھی جہنم میں جائے گا اور جب خدا جہنم میں جائے گا تو.......................

الجواب

قرآن مجید اسی رسم الخط میں لکھنا فرض ہے جس میں لکھا ہوا ہے۔ رسم الخط بدلنا حرام ہے۔ الصابرین قرآن مجید میں ہر جگہ بے الف کے ہے اس کو اسی طرح لکھنا فرض الف کے ساتھ الصابرین لکھنا حرام ہے۔ آیت متشابہات میں سے ہے اللہ عزوجل کسی کے ساتھ رہنے سے منزہ ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ اللہ عزوجل صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کی کتنی آیتیں منسوخ ہیں؟

مسئولہ: محمد سعید قریشی، نرولی مئوی، بارہ بنکی (یو. پی.)-۱۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ عالموں نے مجھ سے زبانی کہا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں جن عالموں نے مجھ سے کہا ان علماے کرام کے اسماے گرامی تحریر کرتا ہوں: مولانا محمد عثمان صاحب جو کہ تبلیغی نصاب کتاب میں قرآن شریف وحدیث شریف کا ترجمہ کیا ہے، دوسرے مولانا عبد الرشید صاحب اعظمی فارغ شدہ (براؤں شریف) تیسرے مولانا انور صاحب مصباحی فارغ جامعہ اشرفیہ مبارک پور چوتھے ایک تفسیر ہمارے پاس موجود ہے جو کہ مولانا وحید الزماں صاحب اپنے نام تفسیر وحیدی لکھی ہے جس میں ص: ۲۸۸ پر مولانا صاحب نے رقم کیا ہے کہ پورے قرآن مجید میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں جن پر مکمل علما صاحبان کا اتفاق ہے مگر مولانا صاحب پارہ یا کہ سورۃ یا کہ آیت کا کوئی خبر تحریر نہ فرمایا جس کی وجہ سے یہاں آپسی تعلقات میں خلل واقع ہوگیا ہے کوئی کہتا ہے کہ بالکل غلط ہے، کوئی کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اگر واقعی آیتیں منسوخ ہیں تو پوری آیت، پوری سورت نام پارہ مکمل لکھ کر روانہ کرکے مسرور ومشکور فرمائیں۔ فقط والسلام، خیر الکلام۔

الجواب

آپ پر لازم تھا کہ ان علما میں جو لوگ حیات ہیں ان سے دریافت کرتے وہ اس کی پوری وضاحت کرسکتے تھے۔ قرآن مجید میں کتنی آیتیں منسوخ ہیں اس کے بارے میں علما کے مابین کافی اختلاف ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے فرمایا کہ سورہ براءت کی اس آیت: ”فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ .“[1] نے ایک سو بیس آیتوں کو منسوخ کردیا پھر یہ بھی آیت کریمہ: ”حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن

[1] قرآن مجید، پارہ: ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت: ۵۔

یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ .‘‘[1] سے منسوخ ہے۔ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں یہ تحقیق فرمائی کہ صرف بیس آیتیں منسوخ ہیں یہ اختلاف اصل میں نسخ کے معنی کے تعین کے بنا پر ہے ہمارے ائمہ احناف تخصیص کو نسخ مانتے ہیں اور حضرات شوافع تخصیص کو نسخ نہیں مانتے۔ علامہ جلال الدین سیوطی چوں کہ شافعی ہیں اس لیے ان کے یہاں اس قاعدے کی بنیاد پر منسوخ آیتوں کی تعداد بہت کم ہوگئی، پھر انھوں نے ہی ان آیتوں کے بارے میں جو آیت سیف سے منسوخ ہوتی ہیں یہ فرمایا کہ وہ سب حالت ضعف کے ساتھ خاص ہیں اور آیت سیف قوت واستطاعت کے ساتھ اس طرح ایک سو بیں منسوخ آیتوں کو انھوں نے کم کر دیا۔ ان سب کی تحقیق و تنقیح کے لیے کافی عرق ریزی اور وقت کی ضرورت ہے، میں کمزور ہو چکا ہوں فرصت بھی نہیں اس لیے اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ پوری تنقیح کے لیے اگر فرصت وقت ہو لکھا جائے تو ڈھائی تین سو صفحے کا رسالہ ہوگا اور کم از کم سب کام چھوڑ کر اسی کے ہو جائیں تو ایک ماہ صرف ہوں گے مفسرین اور فقہا نے جو تفصیلات منقح کر دی ہیں اس پر اعتماد کرنا ہمارے لیے کافی ہے اب اس راہ کی دشواری کا اندازہ اس سے کریں کہ اتقان میں علامہ سیوطی نے یہ تحریر فرمایا کہ صرف بیس آیتیں منسوخ ہیں اور جلالین اٹھا کر دیکھیے تو یہ تعداد کہاں تک پہنچی ہے جب کہ سورۂ بنی اسرائیل تک انھیں کی تفسیر ہے نیز جب کہ خطبے میں لکھ چکے ہیں اس تفسیر میں ارجح اقوال پر اعتماد ہے ان سب گتھیوں کو سلجھانے کے لیے کافی مطالعے اور عرق ریزی کی ضرورت ہوگی جس سے میں معذور ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ:- وحید الزماں غیر مقلد تھا اس کی باتوں کا کیا اعتبار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا سورۂ توبہ کی پانچویں آیت منسوخ ہے

قرآن پاک کی بہت سی آیتیں منسوخ ہیں مگر تلاوت باقی ہے۔

مسئولہ: شیخ علاء الدین ۰۷ ۴/گاندھی روڈ چڑیل بازار، پوسٹ وتھانہ بج بج ۲۴/ پرگنہ بنگال- ۲۵/ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ❶ مولوی صاحب نے کہا کہ قرآن کے دسویں پارہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۵ منسوخ ہوگئی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

❷ ایک دوسرے عالم نے کہا کہ قرآن کی جو آیت منسوخ کی گئی ہے اسے پڑھا جائے لیکن عمل نہیں کیا جائے کیا انھوں نے صحیح کہا؟

الجواب

❶ سورہ توبہ کی پانچویں آیت منسوخ نہیں وہ اب بھی محکم ہے مگر اس پر عمل کرنے کے لیے سلطان اسلام

[1] قرآن مجید، پارہ: ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت: ۲۹۔

باقوت شرط ہے۔شرط کا نہ پایا جانا اور بات ہے اور آیت کا منسوخ ہونا اور بات۔جس مولوی نے یہ کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس پر توبہ فرض ہے اور وہ یقیناً گمراہ بددین ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ یہ قول صحیح ہے، قرآن مجید کی بہت سی آیتیں منسوخ ہیں مگر ان کی تلاوت باقی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

آیات متشابہات کا علم اللہ ورسول کے سوا اور کسی کو ہے یا نہیں؟

مسئولہ: محمد عبدالرحمٰن رضوی، حضرت خواجہ بابا دربار، مقام و پوسٹ ڈمڈھا، ضلع پرلیا، مغربی بنگال

مسئلہ عمر کہتا ہے کہ آیات متشابہات، حروف مقطعات یا غیر مقطعات کا معنی و مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کو بھی اس کا معنی و مراد معلوم نہیں ہے۔کیا عمر کا کہنا صحیح ہے اور جو شخص یہ کہے کہ آیات متشابہ کا علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان پوشیدہ نہیں ہے بلکہ اس کا علم مجھے بھی ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

بہت سے عرفا نے فرمایا ہے کہ ہم آیات متشابہات کا معنی جانتے ہیں۔خود قرآن مجید سے اس کی تائید ہوتی ہے، ارشاد ہے:

”وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ“.[1]

ایک تفسیر پر اس آیت سے مراد یہ ہے: اور متشابہ کی تاویل اللہ عزوجل اور راسخین فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔اس تفسیر کی بنا پر اگر واقعی کوئی راسخ فی العلم ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اس کا معنی جانتا ہوں تو اس کی تکذیب نہیں کی جا سکتی، لیکن کہنے والا اگر جاہل بے باک ہے تو وہ ضرور جھوٹا ہے، مگر یہ کہ یہ کہے کہ میں نے یہ معنی کسی عالم راسخ فی العلم معتمد سے سنا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

سورہ ملک کی فضیلت۔ایمان امید و یاس کے درمیان ہے۔

مسئولہ: محمد علی، امام مسجد نیچوا پانڈے ٹولہ، جلال پور، گوپال گنج (بہار)-۳۰ ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ

مسئلہ سورہ ملک کی آیت کریمہ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ الَّذِيْ یعنی وہ اور زبردست بخشنے والا ہے، تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ عزیز کے معنی زبردست کے ہیں۔حقیقت میں وہ ایسا زبردست ہے کہ اس کے حکم کے آگے سب زبردست زیر ہیں۔غفور کے معنی بخشنے والا، حقیقت میں وہ بخشنے والا ایسا ہے کہ ایسے کلمہ گو لوگوں کو جنھوں نے اپنی تمام عمروں میں کوئی نیک کام نہیں کیا دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دے گا۔چناں چہ صحیح

[1] قرآن مجید، پارہ: ۳، سورۃ آلِ عمران، آیت: ۷۔

بخاری اور مسلم شریف میں ابو سعید خدری کی ایک بہت بڑی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اس میں دریافت طلب یہ ہے کہ قیامت کے دن تو یقینی بخش دے گا، مگر قبر کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ کیا معاملہ کرے گا صاف طور سے سمجھایا جائے، جو لوگ سورہ ملک حسب الحکم اپنے پیر مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے بلا ناغہ برابر ہمیشہ سورہ ملک بعد نماز عشا کے اور سونے کے وقت پڑھتے ہیں۔ اس کا معاملہ قبر میں کیسا ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتلایا جائے۔

الجواب

قبر میں حشر میں کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کو آج کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے اور اس کی گرفت بھی بہت سخت ہے، وہ رحمٰن ورحیم بھی ہے، اور جبار وقہار بھی۔ کبھی کبھی بڑے بڑے گنا ہوں سے درگزر فرماتا ہے اور کبھی چھوٹے سے جرم پر سخت گرفت فرماتا ہے اور اعمال پر جو ثواب کا وعدہ ہے وہ ان کے قبول ہونے پر موقوف ہے۔ اعمال صالحہ کا مقبول ہونا کسے معلوم اور مقبول ہونے کے جو شرائط ہیں، اکثر مفقود، اکل حلال، صدق مقال کما حقہ طہارت، حضور قلب آج کتنے کو نصیب ہے۔ سورہ ملک کی یہ فضیلت احادیث میں وارد ہے۔ جو عشا کی نماز کے بعد پڑھے گا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا یہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ یہ پڑھنا مقبول ہو، اس کی امید رکھنی چاہیے کہ ہم جو عمل خیر کریں گے اللہ عزوجل اپنے فضل وکرم سے اسے قبول فرمائے گا۔ ایمان امید ویاس کے مابین ہے۔ ہر وقت اس کی رحمت سے امید رکھنی چاہیے اور ہر آن اس کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کلام نفسی کی تشریح

مسئولہ: محمد ابراہیم قادری رضوی، دارالعلوم جماعت شاہ کے آر پورم، بانس، کرناٹک

مسئلہ "الکلام النفسی عبارۃ عن صفۃ قدیمۃ قائمۃ بذات اللّٰہ تعالیٰ منافیۃ عن السکوت والخرس"، میں "منافیۃ عن السکوت والخرس" کی واضح تشریح فرمائیں؟

الجواب

انسان عادی ہے کہ کلام کرنے کو آواز پیدا ہوا اللہ عزوجل کا کلام آواز سے پاک ہے۔ اسے بتانے کے لیے منافیۃ عن السکوت فرمایا سکوت کو ہر شخص جانتا ہے اور اضداد میں ایک ضد کی انتفاء سے دوسرے ضد کو سمجھنا آسان ہوتا ہے، تو اس عبارت کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ عزوجل کا کلام بغیر آواز کے ہے۔ بغیر آواز کے کلام کیا چیز ہے اس کو یوں سمجھ لیجیے سکوت کی ضد ہے بمعنی مقابل۔ گونگا آواز نکالتا ہے تو اس کی آواز کلام نہیں اس لیے کہ وہ ایسے الفاظ نہیں نکال پاتا جو معنی کے لیے وضع کیے گئے ہوں، گونگے کی آواز بھی سکوت کے منافی ہے مگر وہ کلام نہیں۔ تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ اللہ عزوجل کا کلام بھی اس طرح ہو کہ اس کے کوئی معنی نہ

ہوں۔اس کے ازالے کے لیے والخرس کی قید اضافہ کی گئی،جس کا حاصل یہ ہوا کہ اس کا کلام آواز سے پاک ہوتے ہوئے بھی با معنی ہے۔مزید تشریح کی فرصت نہیں۔اپنے اساتذہ کی طرف رجوع کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

قرآن پر ایمان لانا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

مسئولہ: محمد اعجاز اصغر نوری، سہی پور، کٹیہار (بہار)-مورخہ ۱۹/اگست ۱۹۹۹ء

مسئلہ کیا فرماتے ہیں فقہائے عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں۔

قرآن مقدس پر تفصیلاً ایمان لانا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ اور تفصیلی ایمان لانا ہر وقت فرض ہے یا کسی حالت کے پیش نظر؟ نیز قرآن مقدس پر تفصیلاً و اجمالاً ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

الجواب

فرض عین قرآن مجید پر اجمالی ایمان لانا ہے، اجمالی ایمان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے وہ حق اور صحیح ہے شرط یہ ہے کہ قرآن میں مذکور کسی چیز کا انکار نہ کرتا ہو تفصیلی ایمان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ مذکور ہے ان سب کو تفصیل سے جانے اور سب کو حق مانے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ۔

پہلے قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے یا پہلے حدیث پر؟

مسئولہ: حافظ محمد مقصود عالم رضوی القادری، مدرسہ گلشن بغداد، کرگلی بازار، پوسٹ بر، موضع گریڈیہہ، بہار

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ ہمارا ایمان پہلے قرآن پر ہے حدیث پر نہیں اور بکر کا کہنا ہے کہ پہلے قرآن کے لانے والے مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف پر ہے؟ اب غور طلب بات یہ ہے کہ مومن کا ایمان پہلے قرآن پاک پر مانا جائے یا حدیث پاک پر؟ مفصل تحریر فرمائیں تاکہ ایمان محفوظ رہے۔

الجواب

اس قسم کی موشگافیاں واقعی ایمان کو خطرے میں ڈال دیتی ہیں جس طریقے سے قرآن مجید پر ایمان لانا فرض ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام ارشادات پر ایمان لانا فرض ہے۔اگر ایک آن بھی ایسا گزرا کہ قرآن پر ایمان ہو اور احادیث پر ایمان نہ ہو تو آدمی کافر ہو جائے گا، اور پہلے اور بعد کی تشقیق کرنے کو یہ لازم ہے۔پہلے قرآن پر ایمان لایا بعد میں احادیث پر ایمان لایا تو اس کو لازم کہ پہلے درجہ میں احادیث پر ایمان

نہیں تھا۔ اور یہ بھی کفر۔ اسی لیے علما نے یہ فرمایا ہے کہ ایمان نام ہے ان تمام باتوں کو دل سے سچا جاننے اور زبان سے ان کے حق ہونے کے اقرار کرنے کا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی طرف سے لائے۔ جن کا ثبوت قطعی اور ضروری ہے، اس میں قرآن بھی داخل ہے اور احادیث بھی داخل ہیں، اور آگے پیچھے کا وہ اڑنگا نہیں جو لوگ بیکار بیٹھے بیٹھے آگے پیچھے کی شقیں نکالتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا ہر انسان قرآن کے معانی کو سمجھ سکتا ہے؟

مسئولہ: محمد شبیر عالم رضوی خرادی، محلّہ پی بی روڈ، ہبلی، دھارواڑ، کرناٹک

قرآن و مقطعات قرآن کو ہر انسان سمجھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

مقطعات قرآنیہ کا علم بر بنائے مذہب محقق علمائے راسخین کو بھی ہے عوام بلکہ آج کل کے خواص اس راز پر مطلع نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کا سمجھنا عوام کے بس کی بات نہیں صحابہ کرام عربی تھے، ان کی زبان میں قرآن نازل ہوا، مگر وہ بھی اس وقت سمجھے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تعلیم دی قرآن کریم میں ہے:

”وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“۔ (۱) اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔

یہ کہنا کہ عوام قرآن مجید کے معانی کو حتی کہ مقطعات تک کے معانی کو سمجھ سکتے ہیں یہ کفر ہے۔ قرآن مجید کا انکار ہے، اور گمراہی کی جڑ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن حکیم کا ہم پر کیا حق ہے؟ نماز کا ہم پر کیا حق ہے؟

مسئولہ: رسول بخش یوسف، بلرام پور

قرآن حکیم و نماز کا حق ہم لوگوں پر کیا ہے؟

الجواب

قرآن حکیم کا حق ہم لوگوں پر یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ نماز کا حق یہ ہے کہ اس کو اس کے وقت میں جملہ شرائط و ارکان و واجبات، آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قرآن مجید، پارہ: ۱، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۹۔

ننگے سر قرآن مجید کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حافظ محمد ارشاد انصاری، کالپی شریف، ضلع جالون۔ ۳۰/ اگست ۱۹۹۹ء

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان کاملین اس مسئلہ پر۔

کیا قرآن شریف کو ننگے سر جان بوجھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک حافظ وقاری استاذ بھی پڑھنے والے بچوں سے قرآن شریف سن سکتا ہے ننگے سر، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

ننگے سر قرآن شریف پڑھنا یا سننا بہر حال ممنوع ہے اور اگر معاذ اللہ استخفاف کی نیت سے ہو تو کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۰/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ۔

کافروں کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی۔

ایک روایت کے متعلق سوال۔

تخفیف عذاب نار، ابوطالب وابولہب کی خصوصیت ہے

مسئولہ: حکیم مولوی نثار احمد مکتب اسلامیہ، پیگاپور، ضلع سلطان پور (یو. پی.)

مسئلہ ایک رسالہ نام ''فضائل قرآن'' مولوی اشرف علی تھانوی میں مندرجہ ذیل عبارت درج ہے۔

''فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لکھا ہے۔ یزید بن حبیب سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس نے یاد کیا قرآن مجید تخفیف کی جائے گی، اس کے ماں باپ پر عذاب کی اگرچہ ہوں وہ کافر'' قرآن و حدیث کی روشنی میں مذکورہ عبارت کیسی ہے؟

الجواب

یہ روایت صحیح نہیں کسی بھی کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔ ارشاد ہے:

''خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ.''(۱) — ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ان پر عذاب ہلکا ہو اور نہ انھیں مہلت دی جائے۔

تخفیف عذاب نار ابوطالب اور ابولہب کی خصوصیات سے ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] قرآن مجید، پارہ: ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۶۲۔

انہ یرٰکم ھو وقبیلہ سے حاضر ناظر ہونے پر استدلال صحیح ہے یا نہیں؟

مسئولہ: محمد تسیر الدین، بزم اشرف، دار العلوم دیوان شاہ بھیونڈی - ۲۸ر صفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

قرآن مجید کے پارہ ۸ر سورۂ اعراف کے رکوع ۱۰ر آیت ۲۷ر پر اللہ کا قول "اِنَّهٗ یَرٰیکُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَاءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ." اس میں جب شیطان کا ایک وصف بیان ہے کہ وہ حاضر وناظر ہے تبھی تو وہ مومن کے بھلائی کا ارادہ کرتے ہی بہکانا شروع کر دیتا ہے۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسی آیت کو محبوب الٰہی کا وصف شمار کر سکتے ہیں اگر کر سکتے ہیں تو پھر کس طور پر محبوب الٰہی کے وصف پر استدلال پکڑیں گے اور اس استدلال کی تائید کن کے قول سے ہوگی۔ باوضاحت بیان فرمائیں، مع حوالہ جن سے ثابت ہوجائے کہ جو آیت شیطان کے وصف پہ ہو اس سے محبوب الٰہی کا وصف بھی مستدل ہوسکتا ہے؟

الجواب

آپ نے آیت غلط لکھی آیت یوں ہے: "اِنَّهٗ یَرٰیکُم هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَاءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ."[1] آپ نے هُوَ سے پہلے ایک واو کا استعمال کیا اور الشّیٰطین کو الشیطن لکھا۔ قرآن مجید کو ردوبدل کر کے لکھنا حرام وگناہ ہے اس لیے پہلے آپ توبہ کریں۔[2] کچھ اوصاف محمودہ ایسے ہوتے ہیں جو مومن اور کافر سب میں مشترک ہیں۔ مثلاً زندہ رہنا، دیکھنا، سننا، بولنا یہ مومن میں بھی پائے جاتے ہیں اور کافر میں بھی، اب اگر کوئی یہ کہے کہ دیکھنا، سننا کافر کا وصف ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان میں یہ وصف نہیں ہونا چاہیے یہ کہنے والے کی جہالت ہے۔ مثلاً یہی لے لیجیے کہ شیطان زندہ ہے چلتا ہے، پھرتا ہے، تو کیا زندہ رہنا چلنا پھرنا سب شیطانی وصف ہوں گے، اور مسلمانوں کو زندہ رہنا چلنا پھرنا، حرام وگناہ اور کفر ہوگا۔ اس سے قطع نظر کہ شیطان حاضر وناظر ہے یا نہیں پہلے یہ طے کر لینا چاہیے کہ یہ وصف محمود ہے یا مذموم اگر مذموم ہے تو اسے شیطانی وصف کہنا درست اور اگر محمود ہے تو اب آپ سوچئے کہ ایک وصف محمود کو آپ نے شیطانی وصف کہہ کر کس جرم کا ارتکاب کیا۔ آپ بتائیے آپ کے اعتقاد کے مطابق اللہ عزوجل حاضر وناظر ہے یا نہیں، اگر ہے اور آپ حاضر وناظر کو شیطانی فعل اور وصف مانتے ہیں تو پھر آپ کیا ہوئے میرے علم میں یہ بات نہیں کہ کسی سنی عالم نے اس آیت سے محبوبان خدا کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال کیا ہو۔ اگر آپ کے علم میں ہو تو بتائیے،

---

[۱] قرآن مجید، پارہ: ۸، سورۃ الاعراف، آیت: ۱۲۷۔

[۲] نوٹ: سائل نے آیتِ کریمہ غلط تحریر کیا تھا، اس پر شارحِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تنبیہ فرمائی، لیکن ترتیب دیتے وقت سوال میں ہم نے آیتِ کریمہ صحیح لکھ دیا ہے۔ محمد نسیم مصباحی

ہاں اتنا ضرور ہے کہ مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت یہ لکھا ہے۔

''جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو سارے جہان کے ہادی ہیں انھیں بھی حاضر و ناظر بنایا، تا کہ دوا بیماری سے کمزور نہ ہو۔'' یہ استدلال نہیں، ایک نکتہ بیان کرنا ہے کہ شیطان کو جب حاضر و ناظر بنایا اور وہ اپنی اس قوت سے عالم کو گمراہ کرتا پھرتا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی حاضر و ناظر بنایا تا کہ گمراہ کرنے والا ہدایت دینے والے سے طاقت میں بڑھا ہوا نہ رہے بلکہ ہدایت دینے والا شیطان کے شر کو دور فرمانے والا طاقت میں اس سے زیادہ رہے شیطان بمنزلہ بیماری ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمنزلۂ دوا۔ دوا اگر بیماری سے کمزور ہوگی تو اس سے نفع نہ پہنچے گا، دوا کو بیماری سے قوی ہونا ضروری ہے۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی حاضر و ناظر بنایا۔

رہ گئی یہ بات کہ یہ کن کن تفسیروں میں لکھا ہوا ہے اس سے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ قیاس بھی حجت شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے اور یہ بھی قیاس ہی ہے اور صحیح قیاس ہے اور صحیح قیاس ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اس قیاس پر کوئی اعتراض ہو تو لکھیں۔ قرآن مجید کی شان یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا: ''**لا ينقضي عجائبه.**''[1] اور علما نے فرمایا: ''کم ترک الاولون للآخرین.'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کی تعظیم فرض ہے

قرآن مجید کے متعلق نازیبا الفاظ کہنا کفر ہے

مسئولہ: انوار الحق، تکیہ آدم شاہ، جے پور - ۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ۔

سلیمان پدوکڑی برف والے اپنی برادری کے چند اشخاص کے ساتھ برادری کی میٹنگ میں شریک تھے۔ کسی معاملے میں بات بڑھ گئی ان کو سمجھانے کے لیے قرآن شریف کا حوالہ دیا گیا تو سلیمان آپے سے باہر ہو گئے اور انھوں نے قرآن پاک کے متعلق ایسے نازیبا الفاظ کہے جن کو تحریر کرتے ہوئے قلم لرزتا ہے۔ انھوں نے اپنے عضو مخصوص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کو اس پر رکھ دو، ایسے شخص سے رشتے ناتے رکھ سکتے ہیں یا نہیں اور اب ایسے شخص کو برادری میں رکھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تشریح فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب

یہ سلیمان اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی

---

[1] مشكوٰة شريف، باب فضائل القرآن، ص: ١٨٤، مجلس بركات، اشرفيه۔

اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس کفری گندے کلمے سے توبہ کرے، اور اقرار کرے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اس کی تعظیم و تکریم فرض ہے۔ کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو۔ نئے مہر کے ساتھ بیوی سے نکاح کرے اگر یہ توبہ، تجدید ایمان و نکاح کرلے فبہا ورنہ مسلمان اس سے بالکلیہ بائیکاٹ کرلیں۔ میل جول، سلام کلام بالکل بند کردیں۔ بیمار پڑ جائے تو دیکھنے نہ جائیں، مرجائے تو اس کے کفن دفن جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ جو اس سے میل جول رکھے گا، جہنم کا مستحق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کی تحریف کرنے والے کا حکم

یہ کہنا کہ قرآن مجید میں انگریزی الفاظ ہیں کفر ہے

مسئولہ: شفیع احمد، روم نمبر ۶ ر بلار اپور، ہبلی، کرناٹک - ۲۵ ر شوال ۱۴۱۸ھ

مسئلہ زید کوئی عالم دین نہیں نہ وہ کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کیا ہے بلکہ علمائے کرام سے سن کر اور کچھ کتابوں کے مطالعہ کے بعد وہ ایک مجلس سے خطاب کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ کو انگریزی الفاظ سے تشبیہ دیتے ہوئے غلط بیانی سے کام لیا۔ زید نے کہا قرآن میں ہمیں بہت سارے انگریزی حروف ملتے ہیں۔ مثلاً ''قل ھو'' ''ھو'' ''Who'' یہ انگریزی لفظ ہے جس کا معنی کون ہے۔ ہکذا ''اللّٰہ الصمد'' میں ''مص'' نہیں بلکہ ''ھوز'' ''Whos'' ہے جس کا معنی کس کا ہے اور سورۂ کوثر میں ''وَانْحَر'' یہ ہر ''Her'' کا لفظ ہے جس کا معنی انگریزی گرامر میں صرف عورت ولڑکی کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے وہ لڑکی یا وہ عورت اس کے علاوہ اور بہت سارے حرفوں کو ردوبدل کر کے انگریزی بتا کر اس کا ترجمہ کیا جو کہ بالکل غلط ہے جس طرح مذکورہ بالا حرفوں میں پتہ چلتا ہے۔ لہذا مذکورہ بالا الفاظ کے ردوبدل سے اور اس کے ترجمہ کے تغیر سے زید پر اور سامعین پر شریعت اسلامیہ کی رو سے توبہ وغیرہ عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور سننے والے اشخاص میں بے شمار شادی شدہ افراد تھے کسی نے اسے روکا نہیں بلکہ داد و تحسین سے نواز رہے تھے، اور وہ واعظ انگریزی میڈیم سے تعلیم حاصل کیا ہے۔ لہٰذا زید اور سامعین کا کیا حکم ہے اور کیا ایسا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زید اسلام سے خارج ہوکر کافر و مرتد ہوگیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اسی طرح اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے، اسی طرح جن لوگوں نے اس کی داد و تحسین کی اسے پسند کیا اسلام سے خارج کافر و مرتد ہوگئے۔ سب کے اعمال حسنہ اکارت ہوگئے۔ ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں۔ اس نے پہلا کفر یہ کیا، یہ کہا کہ قرآن مجید میں انگریزی الفاظ ہیں۔ قرآن مجید میں کوئی انگریزی لفظ نہیں۔ یہ کہنا کہ قرآن مجید میں

انگریزی الفاظ ہیں کفر ہے۔ اور قرآن مجید کی متعدد آیتوں کا انکار جن میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا کہ قرآن عربی ہے یہ عربی زبان میں ہے، دوسرا کفر جو اس سے زیادہ اخبث ہے وہ یہ کہ جو اس نے ''قل ھو'' اور ''اللہ الصمد'' اور ''انحر'' کے معنی میں تحریف کی ہے زید احمق کو یہ بھی ہوش نہیں۔ نیز داد دینے والے سفیہوں کو بھی یہ ہوش نہیں کہ قرآن مجید کے الفاظ کریمہ کے معنی کچھ اور ہیں۔ اور اس نے جو انگریزی الفاظ کے معنی بتائے کچھ اور ہیں پھر دونوں ایک کیسے ہیں۔ تلفظ میں، تشابہ سے لفظ ایک نہیں ہوتا ہے۔ ''قل ھو'' کے معنی یہ ہیں۔ فرما دو وہ یعنی اللہ، اور اس نے جو انگریزی لفظ کا معنی بتایا ''Who'' کون ہے۔

''صمد'' کے معنی بے نیاز کے ہیں، اور یہ لفظ ''ص'' سے ہے۔ اولاً انگریزی میں ''ص'' ہے نہیں صرف ''S'' (ایس) ہے۔ جسے انگریز ''س'' کی طرح ادا کرتے ہیں پھر اس کا جو معنی بتایا وہ بالکل مہمل، جس کا لفظ صمد سے کوئی تعلق نہیں، اور یہی حرکت ''وانحر'' میں بھی کی ہے۔ انگریزی میں بڑی ''ح'' نہیں صرف ''H'' (ایچ) ہے جسے انگریز چھوٹی ''ہ'' کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ ''انحر'' کے معنی ہیں قربانی کرو اور اس نے ''ہر'' کے جو معنی لکھے کہ عورت یا لڑکی کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کا ''انحر'' سے کیا تعلق پھر ''انحر'' ''ن'' کے ساتھ ایک لفظ ہے اور اس نے صرف ''ہر'' کو لیا ہے بہر حال یہ قرآن مجید کی تحریف معنوی ہے جو صریح کفر ہے۔ میرا ظن غالب ہے کہ یہ شخص نیم پاگل ہے خدا کرے ایسے ہی ہو کہ کفر سے بچ جائے گا۔ جاہل سے جاہل بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

و وجدک ضالاً میں تھانوی کے ترجمے سے حضور کا خطاوار ہونا ثابت ہو رہا ہے؟

مسئولہ: محمد حسین عزیزی مقام مہودا پوسٹ مہودا، ضلع مغربی چمپارن، بہار - ۱۹ر رجب ۱۴۱۱ھ

مسئلہ اشرف علی صاحب نے جو سورہ فتح کا ترجمہ کیا ہے کہ بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی اور پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے یوں ترجمہ کیا ہے (بیشک ہم نے آپ کو روشن فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں کے اور پچھلوں کی خطائیں معاف فرمادے) زید کا کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے حضور بے گناہ ثابت ہو رہے ہیں اور اشرف علی کے ترجمہ سے حضور گنہ گار ثابت ہو رہے ہیں۔ کیوں کہ انبیا معصوم عن الخطا ہوتے ہیں اگر یہ بات صحیح ہے تو از روئے اسلام ایسا ترجمہ کرنے والے کو شریعت اسلامیہ کیا کہتی ہے؟ دلائل کی روشنی میں واضح کیا جائے اور خالد کا کہنا ہے کہ اشرف علی صاحب اور اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا ایک ہی مفہوم ہے، اس معاملہ کو لے کر بستی میں کافی طوفان مچا

ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا جواب جلد سے جلد عنایت فرمائیں۔

الجواب

تھانوی صاحب کے ترجمے سے ہر شخص کو یہی سمجھ میں آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطا صادر ہوئی، جسے اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔ کیوں کہ اگر خطا صادر نہ ہوتی تو پھر معاف فرمانے کا کیا مطلب ہوتا؟ اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضرات انبیاے کرام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل نبوت اور بعد نبوت ہر گناہ سے معصوم تھے۔ تھانوی صاحب کے ترجمے سے اس عقیدے پر ضرور ضرب پڑتی ہے مگر اس کی ان سے کیا شکایت جب کہ انھوں نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو ہر کس و ناکس بچوں اور پاگلوں کے علم ایسا لکھ دیا۔ ان کی عبارت یہ ہے" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علوم غیبیہ ہیں یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا ایسا علم غیب تو ہر زید، عمر، بکر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوان و بہائم کو بھی حاصل ہے۔" اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے۔ دیوبندی مذہب کی تو بنیاد ہی اسی پر قائم ہے تفصیل کے لیے منصفانہ جائزہ کتاب کا مطالعہ کریں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اہل سنت کے عقیدے کو سامنے رکھ کر جو ترجمہ فرمایا ہے وہ صحیح اور حق ہے، اس میں کوئی غبار نہیں۔ واضح ہو کہ یہ ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے اور اردو میں خطا کے معنی گناہ اور غلطی کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا اپنے آپ کو سنی کہہ دینا سنی ہونے کے لیے کافی ہے؟ اعلیٰ حضرت کے ترجمے پر تھانوی کے ترجمے کو ترجیح دینے والا دیوبندی ہے؟ دیوبندیوں سے چند سوالات

مسئولہ: محمد ہاشم القادری، موضع پکری، پکوہی، پوسٹ پکری پکوہی، مظفر پور، بہار

مسئلہ زید پیش امام ہے اور بر سر اعلان کہتا رہتا ہے کہ خدا کی قسم ہم سنی ہیں صحیح العقیدہ ہیں۔ بکر زید کے اقوال و افعال کو بحضور قاضی شریعت پیش کرتا ہے اور گزارش کرتا ہے کہ از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ مطلع فرمائیں؟

(۱) زید اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ترجمہ کیے ہوئے قرآن پر اشرف علی تھانوی کے ترجمہ کو ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اشرف علی تھانوی کا ترجمہ اچھا اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔

(۲) بکر اور زید دونوں میلاد پڑھ رہے تھے، دورانِ تقریر بکر نے کہا قبر پر اذان دینا اچھا ہے اور مردے کے

لیے بھلائی ہے۔قبر پر اذان دلوانا چاہیے زید کی جب باری آئی تو زید نے کہا کہ اذان دینا قبر پر کوئی ضروری نہیں۔ چہ جائے کہ ثواب ہے۔اس پر زور نہیں ڈالنا چاہیے۔اب ایسی صورت حال میں بحضور قاضی شریعت سے التماس ہے کہ از روئے شریعت حکم سے مطلع فرمایا جائے۔

الجواب

محض یہ کہہ دینے سے میں سنی ہوں کوئی سنی نہیں ہو جاتا۔ جب کہ اس کے دوسرے احوال اسے جھٹلا رہے ہوں، زید کے بارے میں سوال میں جو کچھ مذکور ہے اس سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ کوئی دیوبندی ہے جو سنیوں کو دھوکہ دینے کے لیے اپنے آپ کو سنی بتا رہا ہے۔اعلیٰ حضرت کے ترجمے پر تھانوی کے ترجمہ کو وہی ترجیح دے گا، جو دیوبندی ہوگا تھانوی کے ترجمہ میں ایک دو نہیں سیکڑوں فحش غلطیاں ہیں اس نے ترجمے کے نام سے دیوبندی عقائد کو لکھا ہے۔

اس لیے تھانوی کا ترجمہ اسی کو بھلا معلوم ہوگا جو تھانوی کا پیرو اور ہم عقیدہ ہوگا اور اذان قبر کے سلسلے میں اس کا یہ کہنا کہ کوئی ضروری نہیں چہ جائے کہ ثواب ہے الخ۔ یہ بھی خالص دیوبندی بولی ہے اہل سنت کے معمولات کو بند کرنے کے لیے جب دیوبندیوں کا کوئی زور نہیں چلتا تو وہ یہی لکھتے ہیں۔اس سے پوچھیے نماز کے باہر قرآن مجید کی تلاوت کرنا ضروری ہے یا نہیں، تہجد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں، نماز اشراق، چاشت وغیرہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کہے ضروری ہے تو اس سے ثبوت مانگئے قیامت تک ثبوت نہیں دے سکتا اور اگر کہے ضروری نہیں تو اس سے پوچھیے کہ یہ سب کیا جائے یا نہیں؟ یہ اس کی جہالت ہے کوئی بھی اذان قبر کو ضروری نہیں کہتا مگر اس سے مردے کو نفع پہنچتا ہے۔اس لیے اذان قبر دلائی جاتی ہے جس طرح نماز کے باہر قرآن مجید کی تلاوت یا نماز تہجد وغیرہ وغیرہ ضروری نہیں مگر اس میں ثواب ہے، اس لیے کیا جاتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ قرآن وحدیث کو پھینکیے، جلایئے، کفر ہے۔

مسئولہ: محمد ابراہیم

مسئلہ ۱ محمد ابراہیم موضع پوکھری جان تن سکیا کی مسجد کا امام بھی ہے ۲۹/شعبان کو مسجد کے امام اور محلّہ والوں نے بھی چاند تلاشا مگر چاند نظر نہیں آیا کل ہو کر مسجد کے سکریٹری عمر نے امام صاحب سے کہا کہ امام صاحب ایک روزہ کے بدلے ساٹھ روزے رکھنے ہوتے ہیں۔قرآن وحدیث کو پھینکیے، جلایئے ہم نہیں مانتے ہیں روزہ توڑوا دیا بعد کل ہو کر معلوم ہوا کہ چاند ہو گیا ہے اسی بنا پر سکریٹری نے کہا کہ انتیس تاریخ کے بارے میں جو حدیث ہے انتیس کو نظر نہ آئے تو پورے تیس کرلو۔اسی وجہ سے کہ قرآن وحدیث نے روزہ توڑوا دیا از روئے

شرع عمر پر کیا حکم ہوگا۔ بینوا وتو جروا۔

(۲) جامع مسجد کے امام وغیرہ نے چاند دیکھا مگر محلّہ پوکھری جان کی طرف اطلاع نہ مل سکی، پوکھری جان والوں کا ایک روزہ چھوٹ گیا اب ایک روزہ کے بدلے میں کتنے روزے رکھیں گے۔ ایک روزہ قضا کریں گے؟ بکر کو معلوم ہو گیا کہ چاند ہو گیا ہے جو کہ محلّہ والوں کا ممبر ہے لیکن بکر نے اطلاع نہیں کی اور الٹے امام پر بگڑتا ہے آپ نے تحقیق کیوں نہیں کیا اور سکریٹری نے امام کو یہاں تک کہہ دیا کہ آپ منافق ہیں میں نے تو قرآن و حدیث کو پھینکنے کے لیے کہا تھا نہ کہ جلانے کے لیے اب یہ بکر سکریٹری عمر ہی کا ساتھ دیتا ہے از روئے شرع ساتھ دینے والوں کا کیا حکم ہے، جواب جلد نوازیں نوازش ہوگی۔

الجواب

(۱) مسجد کا سکریٹری عمر اپنے اس قول کی وجہ سے قرآن و حدیث کو پھینکیے جلایئے اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو گیا مسلمان نہیں رہا، اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی عمر پر فرض ہے کہ فوراً ذرا بھی دیر نہ کرے اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور جب تک اپنی بیوی سے نکاح نہ کرے ہاتھ نہ لگائے، اگر عمر توبہ نہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ ہو اور اپنا نکاح کیے بغیر اپنی بیوی کو رکھے رہے تو اس کو برادری سے خارج کر دیا جائے۔ اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیا جائے۔ اگر اسی حال پر مر جائے تو نہ اسے غسل دیا جائے نہ کفن پہنایا جائے اور نہ مسلمان کے قبرستانوں میں دفن کیا جائے۔ بلکہ اسی طرح اٹھا کر کسی گڈھے میں پھینک کر داب دیا جائے، تاکہ اس کی بدبو سے لوگوں کو ایذا نہ ہو۔

شریعت کا حکم یہی ہے کہ ۲۹؍ کو چاند اگر نظر آئے یا اس پر گواہی گزرے یعنی چاند دیکھنے والوں میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں جو سب کے سب دین دار شریعت کی پابند عادل ہوں، یہ گواہی دیں تو دوسرے دن روزہ نہ رکھا جائے اور نماز عید پڑھی جائے ورنہ ۳۰؍ کا روزہ نہ چھوڑا جائے اور نہ عید کی نماز پڑھی جائے، جو لوگ نہیں مانیں گے وہ ایک نہیں بلکہ کئی گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب اس محلّہ والوں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی کہ ۲۹؍ شعبان کو چاند ہو گیا ہے اور روزہ نہیں رکھا تو ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں اب بعد اطلاع اس روزے کی قضا کریں۔ امام پر واجب نہیں کہ وہ چاند کھوجتا پھرے اس لیے عمرو بکر کا امام کو الزام دینا غلط ہے۔ بکر کو جب اس کی اطلاع تھی کہ چاند ہو گیا ہے تو اس پر فرض تھا کہ محلے والوں کو خبر کرتا، اس نے خبر نہیں کیا تو وہ گنہ گار رہوا نہ کہ امام، عمر جب اس کا اقرار کرتا ہے کہ میں نے قرآن و حدیث پھینکنے کو کہا تو بھی اس کا حکم وہی ہے جو نمبر ا میں گزرا اتنا کلمہ بھی کفر ہے۔ بکر جو عمر کا ساتھ دیتا ہے اگر عمر کے اقوال مذکورہ کو صحیح سمجھتا ہے تو وہ بھی اسلام سے نکل کر کافر ہو گیا اور اگر بکر عمر کے اس قول کو کفر جانتا ہے مگر کسی وجہ سے عمر کا ساتھ دیتا ہے تو وہ سخت گنہ گار اور فاسق ہے اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور ایک کافر بنام مسلمان کا ساتھ نہ دے

اوراگرتوبہ نہ کرے عمر کا ساتھ نہ چھوڑے تواس کوبھی برادری سے خارج کردیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن پاک کے چالیس پارے کہنا کفر ہے

مسئولہ: آل نبی خاں، صدر محبوبیہ انجمن کمیٹی، پٹنہ ضلع سرگوجہ (ایم. پی.)-۱۶ر رمضان ۱۴۰۱ھ

مسئلہ کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق صورت مسئلہ حسب ذیل ہے:

① یہ کہ کسی انسان پر کسی ولی اللہ بزرگ کی سواری آتی ہے یا ان کا سایہ ہر وقت یا وقتاً فوقتاً رہتا ہے جن کی مدد سے وہ انسان جس پر بابا ولی اللہ کا سایہ ہے وہ لوگوں کی حاجت روائی کرے یا غیب کی باتیں بتائے، اگر قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے جواوپر لکھا گیا تو حوالہ کے ساتھ جواب دینے کی مہربانی کریں اور اگر قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت نہیں تو جوانسان یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر بابا کی سواری آتی ہے۔اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور جوانسان بابا ولی اللہ کے سواری آنے کا دعویٰ کرے اور کوئی اس پر یقین کرے اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے، اور جو یہ کہے کہ یہ انسان جھوٹا ہے، چارسوبیس ہے اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

② یہ کہ کلام پاک میں کمی زیادتی بتانے والے کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے، کوئی کہتا ہے کہ کلام پاک میں چالیس پارہ ہے تیس پارہ کوتو عوام جانتی ہے مگر دس پارہ سے سبھی لوگ واقف نہیں صرف ہم خاص لوگ یا ولی اللہ لوگ ہی اس سے واقف ہیں۔

③ یہ کہ اسی انسان کا کہنا ہے کہ میں جو کرتا ہوں بابا ہی کے حکم سے کرتا ہوں، بیمار کے پاس جا کر ایک موم بتی جلا کر یہ کہنا کہ اب بابا حاضر ہوں گے اور بیمار انسان کو بتانا کہ تم کو سحر ہے جادو ہے یا یہ جسمانی مرض ہے۔ کپڑے میں لیمو لپیٹ کر سوئی چبھوکر ترے کو جادو کیا گیا ہے۔ اس طرح اور بھی کچھ جھوٹی سچی غیب کی باتیں بتانا، کیا کسی ادنیٰ انسان کی طاقت وتصرف کی بات ہے، جواب سے آگاہ فرمائیں۔

خلاصہ بیان یہ ہے کہ ہمارے یہاں پٹنہ بستی میں حال ہی میں سندرگڑھ سے ایک آدمی آئے جو صوم وصلوٰۃ کے پابند نہیں داڑھی مونچھ بھی صفایا ہے، اور فل پینٹ اور شرٹ ہمیشہ پہنتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے سندر گڑھ میں حال ہی میں ایک بابا عرب شاہ عرف شکور شاہ ولی اللہ ظاہر ہوئے ہیں۔ ان کے درکا میں خادم ہوں، بابا کی مجھ پر اتنی مہربانی ہے کہ میں ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا اور وہ میرے پاس آتے ہیں چاہے میں جہاں سے ان کو بلاؤں وہ آکر مجھ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور میری نظروں کے سامنے حاضر ہوتے ہیں، اور بیماروں کا کچھ جھوٹا سچا واقعہ بتا کر کہتے ہیں کہ بابا کا حکم ہے کہ چندن کی لکڑی اور زعفران دو، تمہاری بیماری ٹھیک ہوجائے گی۔ اگر وہ مریض چندن کی لکڑی نہ دے سکا تو اس سے پیسے ہی لے لیتے ہیں۔ کسی کے پاس چالیس

روپیہ کے کسی سے پچاس، کسی سے ایک سو پچیس غرض کہ اس طرح وہ بہت سے ناجائز حرکت کرتے ہیں۔ جسے عقل گوارا نہیں کرتی اس کی ان حرکتوں کو دیکھ کر چند لوگ جو تھوڑی بہت اردو عربی کی جانکاری رکھتے ہیں انھوں نے کہا یہ صریح جھوٹ ہے۔ اس پر ایک دو آدمی جوان سے علاج کرا رہے تھے ان کے طرفدار ہو گئے، اور کہنے لگے یہ صحیح ہے ہمارا ان پر یقین ہے۔ محرم شریف میں بھی تو کسی کسی کو سواری آتی ہے۔

اسی بات کی بنا پر ہمارے یہاں جماعت میں انتشار پھیلنے کا امکان ہے ہم لوگ اتنا علم نہیں رکھتے کہ قرآن و حدیث کے ذریعہ صحیح بات بتا کر لوگوں کو تسلی بخش جواب دے سکیں۔ آپ بزرگوں کی خدمت میں یہ عریضہ پیش کرتے ہیں کہ جلد از جلد جواب دے کر ہماری اس پریشانی کو آپسی انتشار کو دور فرمائیں، تاکہ ہمارا آپسی اتفاق اتحاد قائم رہے۔ یہی آدمی جس کے بارے میں اوپر تذکرہ کیا گیا اسی کا کہنا ہے کہ کلام پاک چالیس سے زیادہ جو دس پارہ زائد ہے اسی میں یہ تمام باتیں ہیں۔ یہ راز کی باتیں ہیں ہر کسی کو معلوم نہیں۔ لہٰذا قرآن و حدیث کے مستند حوالے کے ساتھ جواب دے کر ہمیں آگاہ فرمائیں تاکہ ہم آئندہ راہ مستقیم پر چل کر اپنی عاقبت سنوار لیں۔

الجواب

یہ شخص جس نے یہ کہا کہ قرآن مجید چالیس پارے ہیں دس پارے کو خاص لوگ جانتے ہیں۔ کافر مرتد اسلام سے خارج ہے۔ اس سے میل جول، سلام کلام حرام و گناہ ہے۔ اس سے علاج کرانا اپنے کو فتنے میں ڈالنا ہے، وہ جو کچھ بولتا ہے سب جھوٹ ہے فریب ہے۔ اس کے اوپر نہ کسی بابا کی سواری آتی ہے نہ کوئی بابا اس سے ملاقات کرتا ہے۔ اس فریب کار دھوکہ باز کو بلا تاخیر بستی سے نکال باہر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سورہ اخلاص کو معکوس (الٹا) پڑھنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حافظ وقاری محبوب شاہ قادری خطیب و امام مسجد محی الدین، پالم جی روڈ گنٹور (اے. پی.)

۲۴؍رجب ۱۴۱۳ھ

مسئلہ سورہ اخلاص باموکل پڑھنا یا معکوس پڑھنا جیسا کہ بعض عاملین ترک حیوانات کے ساتھ چلہ کشی میں پڑھ کر زکوٰۃ نکالتے ہیں، اس طرح پڑھ کر زکوٰۃ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

باموکل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور معکوس پڑھنا کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سورہ اخلاص کو قرآن مجید کی سورۃ نہ ماننا کیسا ہے؟

مسئولہ: رفیق الحسن معرفت حافظ شبیر احمد صاحب، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.)-۲۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ ۱-۲ ایک شخص عبدالرحمٰن نامی ایک دوسرے آدمی کا حوالہ دے کر کہتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ سورۂ قل ہواللہ یہ کلام پاک کی سورۃ نہیں بلکہ دعا ہے۔ یہی آدمی بغیر کسی حوالہ دیئے یہ بھی کہتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا کہ میرا قول جس کے پاس ہے وہ اسے جلا دے یا پھاڑ دے تو لوگوں نے جلا دیا یا پھاڑ دیا اور پھر حدیث تقریباً ڈھائی سو سال بعد لکھی گئی۔

الجواب

۱-۲ جس شخص نے یہ کہا کہ سورۂ قل ھواللہ قرآن نہیں وہ اسلام سے خارج کافر ہے، وہ بھی کافروں کی بد ترین قسم مرتد ہے وہ مسلمان ہرگز ہرگز نہیں۔ قل ھواللہ شریف کا قرآن مجید سے ہونا متواتر قطعی حتمی یقینی ہے۔ یہ اس کا جھوٹ وفریب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میرا قول جس کے پاس ہو وہ جلا دے یا پھاڑ کر پھینک دے اور صحابہ کرام نے ایسا کیا یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ کر اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا دیا۔ حدیث میں ہے:

”من كذب عليّ متعمدا فليتبوا مقعده من النار“.[۱]　جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

وہ بھی جھوٹ بولتا ہے کہ حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ڈھائی سو سال بعد لکھی گئی ہیں۔ حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے ہی سے لکھی جانے لگی تھیں اور اس کے بعد ہر زمانے میں لکھی گئیں۔ اس کے تفصیلی بیان کے لیے میری شرح بخاری نزھۃ القاری کا مقدمہ دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کو گالی دینا کفر ہے

مسئولہ: قطب الدین انصاری، شیخن پوروہ، کنتور، ضلع بارہ بنکی (یو. پی.)-۲۴ر ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

مسئلہ ایک گاؤں موضع علی نگر میں ایک شخص سبحان علی انصاری رہتا ہے۔ نماز بھی پڑھتا ہے اور اسی کے گاؤں میں آگ کسی نے لگا دی تھی تو اس نے دیکھا ہوگا جس کے یہاں آگ لگی تھی تو گاؤں والوں نے پوچھا تھا تو اس نے کہا کہ ہم نے دیکھا ہے تو اس نے رپورٹ کر دی تو اس کا مقدمہ چل رہا ہے۔ لگ بھگ دو سال ہو چکے ہیں تو بدو سرائے میں ایک دوکان پر سبحان علی انصاری آئے تھے تو چند آدمی بیٹھے تھے۔ قطب الدین صاحب

[۱] مشکوٰۃ شریف، باب العلم، ص:۲۳، مطبع مجلس برکات، مبارک پور۔

حسرت علی صاحب یہ دونوں آدمی بات چیت کر رہے تھے کہ آپ بزرگ آدمی ہو جھوٹی گواہی نہ دینا عدالت میں تو اس نے کہا کہ ہم نے آگ لگاتے دیکھا ہے ہم غلط گواہی نہیں دیں گے۔ یہ دونوں آدمی نے کہا کہ وہاں پر قرآن کی قسم کھائی جاتی ہے وہاں پر جھوٹ نہیں مانا جاتا تو سبحان علی انصاری نے کہا قرآن پاک کے بارے میں اس نے گالی دی ہے تو وہ لوگ اس کو کہا سنا تو اس نے جواب دیا، ہمارا کیا کروگے جو کچھ کرنا ہے کرو مسئلہ میں علماے دین کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

ہمیں سبحان علی سے بحث نہیں، جو شخص قرآن مجید کو گالی دے وہ کافر و مرتد ہو گیا۔ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اگر اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہو تو نئے مہر پر پھر سے نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے
مندر کے سامنے کھڑے ہو کر سلامی دینا کیسا ہے؟
مندر میں جا کر بھجن گانا کفر ہے

مسئولہ: محمد شفیع، ڈونگلا، ضلع چتوڑ گڑھ، راجستھان - ۲۶ر صفر ۱۴۱۴ھ

مسئلہ ① گھاسی خان کے گھر چوری ہوئی، چند لوگوں پر ان کا شک تھا، ایک کمیٹی بلائی گئی، ہندو مسلم جمع ہوئے۔ اہل کمیٹی نے گھاسی خاں سے دریافت کیا کہ آپ کو جن لوگوں پر شک ہو بتائیں انھوں نے ایک مسلمان و ہندو کا نام بتایا۔ مسلمان نے کہا کہ ہم نے آپ کا مال نہیں لیا ہے اگر آپ کو میرے اوپر شک ہے تو ہم قرآن اٹھا لیتے ہیں۔ کیوں کہ قرآن اصل ہمارا ایمان اس پر گھاسی خاں نے کہا کہ قرآن کو نہیں مانتے ہیں۔ یہ کاغذ کی پانڈری ہے اگر تم ٹھا کر باپ جی کی مندر جا کر دروازہ کھولا ئیے گا تو ہم یقین کر لیں گے تم نے نہیں لیا ہے۔

② ایسے شخص کے لیے قرآن و حدیث کا کیا فیصلہ ہے جو قرآن کو نہیں مانتا ہے ایک مسلمان ہوتے ہوئے۔

③ اس شخص کی بیوی اس کے نکاح میں موجود ہے یا نکاح سے خارج ہو گئی؟

④ مسلمان ہونے کے بعد جو شخص قرآن کا انکار کرے ایسے شخص کو شریعت محمدیہ میں کیا کہتے ہیں؟

⑤ اگر وہ ایمان پر کاش قائم ہو جاتا تو نکاح۔ نکاح ثانی ضروری ہے کہ نہیں؟

❻ اگر کوئی مسلمان مندر کے نزدیک کھڑا ہو کر سلامی دیتا ہے ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟
❼ جو مسلمان مندر میں جا کر ڈھول بجاتا ہے، بھجن گاتا ہے ایسے شخص کو شریعت کے مطابق کیا کہتے ہیں؟
❽ جو شخص ایمان لانے کے بعد مذہب سے پھر جاتا ہے واجب القتل ہے کہ نہیں؟

الجواب

❶ تا ❺ گھاسی خان نے دو کلمہ کفر بکا ایک تو اس نے یہ کہا ''ہم قرآن کو نہیں مانتے، دوسرے اس نے مندر میں جانے کو کہا۔ یہ اسلام سے خارج ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر ان دونوں کلمۂ کفر سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو کلمۂ کفر بکنے کی وجہ سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اگر بیوی کو رکھنا چاہتا ہے اور بیوی بھی راضی ہو تو دوبارہ نکاح کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❻ یہ شخص کافر و مرتد مشرک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❼ یہ بھی کافر و مرتد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❽ اسے مرتد کہتے ہیں یہ واجب القتل ہے مگر اسے قتل کرنا عوام کا کام نہیں سلطان اسلام کا کام ہے۔ عوام اس کو برادری سے خارج کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید پھاڑنا اور جلانا

مسئولہ: محمد جسیم الدین شمسی پلاموی

مسئلہ زید تقریباً سولہ سال کا لڑکا ہے، یہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ بیس روپیہ قرآن شریف میں رکھ کر بازار گیا تھا، اتنے میں اس کے بڑے بھائی صاحب آئے اور دوسرے لڑکے سے اسی قرآن شریف کو پڑھوا کر سننے لگے۔ جب زید بازار سے واپس آیا تو اس کے بڑے بھائی نے پوچھا، یہ قرآن شریف میں روپے کون رکھا ہے۔ یہ بات سن کر زید رونے لگا اور قرآن شریف کو پھاڑنے لگا۔ لوگوں نے منع کیا کہ تم ہمارے سامنے نہ پھاڑو، بہر حال زید نے باہر جا کر قرآن شریف کو جلا ڈالا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، گاؤں کے لوگ اس سے قطع تعلق کیے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کافر ہو گئے۔ لہٰذا دلائل کی روشنی میں مسئلۂ مذکورہ کا جواب عام فہم زبان میں تحریر فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

جو قرآن مجید پڑھنے کے لائق ہو اسے پھاڑنا اور جلانا بہ نیت تحقیر ضرور کفر ہے۔ زید کو توبہ و تجدید ایمان اور اگر بیوی والا ہے تو تجدید نکاح کا بھی حکم دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن وحدیث کے منکر کا حکم

مسئولہ: محمد لقمان، حافظ عبدالمتین، عبدالقدیر، حافظ حشمت علی ودیگر شرکا-۱۹ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مسئلہ کیا ایسے انسان کے ساتھ سلام کلام، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، اس کے مشورہ پر چلنا اور اس کے مشورہ کو ماننا جائز ہے، جو شرابی ہو، زانی ہو اور دوسروں کو شرابی وزانی بنانے کا استاذ ہو اور جو قرآن وحدیث کا منکر ہے اور رسم ورواج کو ترجیح دیتا ہے بہ نسبت قرآن وحدیث کے۔ لہٰذا مذکورہ سوال کے جوابات، قرآن و حدیث وشریعت کے ٹھوس دلائل کی روشنی میں مع دستخط ومہر کے عنایت فرما کر وضاحت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔ فقط۔

الجواب

کسی شرابی، زانی، وہ بھی ایسا شرابی اور زانی جو دوسروں کو شراب پینے اور زنا کرنے کی ترغیب دے، اس سے میل جول حرام، پھر جب وہ قرآن وحدیث کا منکر ہے تو مسلمان ہی نہیں کافر ومرتد ہے۔ اس سے میل جول، سلام کلام سب حرام وگناہ۔ ایسوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں فرمایا گیا ہے:

”فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم.“[1] نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کو نہ ماننے والا کافر ہے

مسئولہ: محمد شہاب الدین، مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ، مقام قاسمہ، ضلع اورنگ آباد، بہار-۲۵ر ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ گاؤں میں ایک فرقہ ہے جو قرآن کو نہیں مانتا، قصہ کہانی کی کتاب کہتا ہے۔ ایسے شخص سے سلام وکلام، کھانا پینا، اور رشتے داری قائم کرنا اور رکھنا شریعت کی رو سے کیسا ہے اور جو لوگ ایسے شخص سے تعلقات خواہ دنیاوی اغراض ہی کیوں نہ ہو، رکھتے ہیں، ان کے متعلق کیا حکم ہے۔ براہِ کرم تفصیل سے بتایا جائے تا کہ بھولے بھالے مسلمان اس سے سبق حاصل کریں، اگر ایسے شخص کے یہاں میت ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے۔ فقط والسلام۔

الجواب

یہ فرقہ جو قرآن کو نہیں مانتا فرقۂ ناریہ ہے اور اسلام سے خارج کافر ومرتد ہے۔ اس سے نہ سلام کلام جائز،

[1] المستدرك للحاكم، ج:۳، ص:۶۳۲، السنة لابن عاصم، ج:۲، ص:۴۸۳، كنز العمال للمتقى۔

نہ ان کے ساتھ کھانا پینا جائز اور مر جائیں تو کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ ان کے کفن دفن میں شریک ہوں۔ حدیث میں ایسے گم راہ فرقوں کے بارے میں فرمایا گیا:

"فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم."(۱)

نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان سے نکاح کرو، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو

دوسری حدیث میں فرمایا گیا:

"وان ماتوا فلا تشهدوهم."(۲)

وہ مر جائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کیسا ہے کہ قرآن میں قصہ ہے

مسئولہ: محمد نور الدین مدرس مکتب اسلامیہ گنج پور، ضلع گورکھ پور

مسئلہ زید لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ قرآن میں قصہ ہے، یا قرآن قصہ ہے اور حوالہ آیت احسن القصص دیتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ہمارے عرف میں قصہ فرضی داستان کو بھی کہتے ہیں، اس لیے اردو میں یہ کہنا کہ قرآن قصہ ہے، یا قرآن میں قصہ ہے، مناسب نہیں۔ عربی میں قصہ صحیح واقعہ کو کہتے ہیں، اس لیے قرآن میں جو احسن القصص فرمایا یا فاقصص القصص فرمایا، اسے دلیل بنانا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ قرآن وحدیث کا زمانہ چودہ سو سال تک تھا، کفر ہے؟

مسئولہ: عبد الغفور، چھپرہ، بہار-۲۶/ ذوقعدہ ۱۴۰۶ھ

 زید کہتا ہے کہ قرآن وحدیث کا زمانہ چودہ سو سال تک تھا، اب ختم ہو گیا۔

الجواب

یہ کہنا کفر ہے، قائل کافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] المستدرك للحاكم، ج:۳، ص:۶۳۲، السنة لابن عاصم، ج:۲، ص:۴۸۳، كنز العمال للمتقى۔

[۲] ابن ماجه، ص:۱۰، باب فی القدر

قرآن کو بے ادبی کی نیت سے جلانا کفر ہے؟

مسئولہ: حافظ عبدالشکور، کوٹہ، راجستھان

مسئلہ زید حافظ قرآن ہے۔ بکر وعمرو نے سوال کیا زید سے کہ اگر قرآنی آیت راستہ میں پڑی ہو، یا نالی میں گری ہو، دیکھنے والے کو کیا کرنا چاہیے۔ زید نے جواب دیا، پہلے تو دفن کردے، اگر یہ نہ ہو سکے تو جلا دے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید نے جلانے کے لیے کہا تو از روے شریعت زید کے لیے کیا حکم ہے؟ زید کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ براہِ کرم حوالہ سے جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت کریں۔

الجواب

قرآن مجید کو بے ادبی کی نیت سے جلانا کفر ہے، لیکن اس نیت سے کہ بے ادبی نہ ہو جلایا تو اگرچہ یہ بھی ناپسندیدہ ہے، مگر کفر یا گناہ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلا قصد قرآن شریف ہاتھ سے چھوٹ جاے تو کیا حکم ہے؟

مسئولہ: محمد خلیل الرحمٰن، نیاز احمد، گلشن نگر، گاندھی واڑی، عمر گاؤں، بلساڑ، گجرات

مسئلہ زید اور اس کی بیوی ہندہ کے درمیان کسی بات پر تکرار ہو رہی تھی کہ زید نے کہا کہ اگر تم سچی ہو تو قرآن پاک کو ہاتھ میں لے کر قسمیہ بیان دو۔ اس طرح جب زید نے ہندہ کے ہاتھ میں قرآن دیا تو اس نے خوف کے مارے یا طیش میں آ کر قرآن کریم کو زمین پر گرا دیا۔ بعد میں جب ہندہ سے قرآن کریم کے گرا دینے کے سلسلے میں پوچھا گیا تو وہ رونے لگی، توبہ کرنے لگی اور بتائی کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہا کہ میں نے قرآن کریم گرا دیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس صورت حال سے ہندہ ایمان ونکاح سے خارج ہو جائے گی؟ زید اور ہندہ کا تجدید نکاح ضروری ہو جائے گا۔ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

ہندہ نے جب قصداً قرآن مجید زمین پر نہیں گرایا ہے تو ہندہ پر کوئی الزام نہیں، خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ توبہ بھی کر رہی ہے۔

حدیث میں ہے: ”رفع عن امتی الخطاء و النسیان.“[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] در مختار، ج:۲، ص:۳۷۱، کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیها، مطلبع زکریا۔

قرآن مجید میں تحریف کفر ہے

مسئولہ: غلام امین الدین، برہپور، پوسٹ ہریا، ضلع بستی (یو. پی.)

مسئلہ ① کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم دین بوقت نماز جماعت میں قصداً یٰسین و **الکتاب الحکیم** پڑھتے ہیں، جب کہ قرآن حکیم میں **یٰسین و القرآن الحکیم** لکھا ہے۔ تو مجھے شریعت مطہرہ کے مطابق جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

② اور وہی مولانا قصداً **انّ اللّٰہ و ملٰئکتہ** کے بجاے **ان اللّٰہ والملٰئکتہ** پڑھتے ہیں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ان دونوں میں کیا درست ہے اور کیا جرم ہے مقتدیوں کے بارے میں یا امام کے بارے میں گناہ ہے؟

الجواب

اگر یہ صحیح ہے کہ امام قصداً ایسا کرتا ہے یعنی اسے یاد ہے کہ **و القرآن الحکیم** ہے، اور پڑھتا ہے **و الکتاب الحکیم**۔ یوں ہی اسے یاد ہے کہ **و ملٰئکتہ** ہے اور پڑھتا ہے **و الملٰئکتہ**۔ تو وہ کافر و مرتد ہو گیا کہ یہ قرآن مجید کی تحریف ہے، اور قرآن مجید کی قصداً تحریف کفر۔ اس کے پیچھے کوئی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ جب یہ کافر مرتد ہو گیا تو نہ اس کی نماز نماز ہے، نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ اس طرح پڑھنے کے بعد سے اب تک اس کے پیچھے جتنی نمازیں جن جن لوگوں نے پڑھی ہیں، سب کی قضا پڑھیں اور جب تک یہ شخص توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کرے اس کے پیچھے ہرگز ہرگز کوئی نماز نہ پڑھیں، بلکہ اس سے میل جول، سلام کلام بھی جائز نہیں اور اگر بھول کر ایسا پڑھا تو اس پر کوئی الزام نہیں اور جس نماز میں پڑھا وہ نماز بھی ہوگئی۔ حدیث میں ہے: "**رفع عن امتی الخطا و النسیان.**"[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو قرآن پاک حفظ کر کے بھول جائے اس کی اقتدا میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

مسئولہ: سید نذیر خطیب، میسور، کرناٹک - ۲۹/ ذو القعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلۂ ہذا کے بارے میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے جو حافظ قرآن و عالم دین ہے اور جب رمضان کے مہینے میں تراویح پڑھانے کے لیے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھ کو قرآن پاک یاد نہیں ہے اور حدیث پاک ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو یاد کر کے بھول جائے تو قیامت کے دن

---

[1] در مختار، ج:۲، ص:۳۷۱، کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیھا، مطلبع زکریا۔

وہ کوڑھی ہوکر اٹھے گا، تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل فرمائیں مع حوالہ کے۔

الجواب

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”ما من امرئ یقرء القرآن ثم ینساہ الالقی اللّٰہ یوم القیامۃ اجذم.“[۱] جو قرآن پڑھتا ہو اور بھول جائے یا چھوڑ دے وہ قیامت کے دن اللہ عزوجل کے حضور آئے گا تو کوڑھی ہوگا۔

حدیث میں من حفظ القرآن ثم ینساہ نہیں قرء القرآن ہے۔ ایک تو وہی کہ حفظ کر کے بھول جائے اور ایک یہ کہ تلاوت کا عادی تھا، قرآن پر عمل کرتا تھا پھر عمل اور تلاوت چھوڑ دیا۔ بلاشبہہ جو قرآن یاد کر کے بھلا دے، یعنی کبھی اس لیے نہ پڑھے کہ بھول جائے، یعنی بھلانے کے لیے پڑھنا چھوڑ دے اور پھر بھول جائے تو وہ فاسق ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ لمعات میں ہے:

”ظاهر نسیانه بعد حفظه وقد عدّ ذلک من الکبائر.“[۲]

غنیۃ میں ہے: ”لو قدموا فاسقایاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم.“[۳]

لیکن اگر کوئی ایسا ہے کہ معاشی ضرورتوں میں پھنس گیا، بیمار ہوگیا، اور پڑھنا نصیب نہ ہوا، یا نسیان کی بیماری ہو گئی اور بھول گیا، اس پر مواخذہ نہیں اور ایسے بھول جانے والے کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چند اقوال کفریہ۔ یہ کہنا کہ قرآن کو نازل ہوئی کتاب کہنا غلط ہے وہ کسی کی لکھی ہوئی ہے۔ جنت دوزخ کی حقیقت سے انکار کرنا، اسے ڈھکوسلا کہنا کفر ہے

مسئولہ: ڈاکٹر ابراہیم حسن دلوی رتنا گیری-۲۴ محرم ۱۴۱۰ھ

 زید کے ان خیالات کے بارے میں زید و بکر کے درمیان قرآن کی شان نزول و جنت و دوزخ،

---

[۱] الترغیب والترهیب، للمنذری، ج:۳، ص:۱۷٦۔ حدیث نمبر ۲۰۹۸
مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۹۱، کتاب فضائل القرآن۔ باب الفصل الثانی۔

[۲] لمعات، حاشیہ مشکوٰۃ، ص:۱۹۱

[۳] غنیة، ص:۵۱۳، فصل الامامه

نماز، روزہ اور سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات جو اس نے لکھی ہے۔ جنت و دوزخ ڈھکوسلا ہے حقیقت کچھ نہیں ہے، روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے پورے قرآن میں نماز پڑھنے کی تلقین کہیں بھی نہیں ہے۔ صلوٰۃ کا مطلب نماز ہوتا ہی نہیں ہے سلمان رشدی نے اپنی کتاب شیطانی آیات میں جو کچھ بھی لکھا ہے حق لکھا ہے، اور اس کو ایک محرر کی حیثیت سے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ لہذا زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ مدلل بیان فرمائیں، اور زید کے ماں باپ، اس کے سگے بھائی بہن اور دیگر رشتہ دار اور جملہ مسلمانوں کو زید کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔ کیا زید کے ماں باپ اور بھائی بہن وغیرہ زید کے ساتھ پہلے جیسی محبت رکھ سکتے ہیں؟ اور اگر محبت رکھتے ہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں۔ جذبات کے تحت بکر نے کہا کہ اگر اس دشمن خدا اور رسول سے اس کے ماں باپ اور بھائی بہن وغیرہ پہلے جیسی محبت برقرار رکھتے ہیں تو وہ بھی مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ لہذا زید و بکر کے مذکورہ خیالات کے بارے میں قرآن و حدیث سے مدلل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب

زید اپنے ان اقوال و خیالات کی وجہ سے بلا شبہہ کافر و مرتد ہے۔ اس سے میل جول، سلام کلام رکھنا حرام و گناہ ہے اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً ان تمام باطل اور کفری عقائد سے توبہ کرے۔ قرآن مجید اور تمام ضروریات دین کو دل سے سچ مانے، اور زبان سے ان کے حق ہونے کا یقین کرے۔ اس شخص کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اگر بیوی کو رکھنا چاہتا ہے اور بیوی راضی ہو تو دوبارہ نکاح کرے۔ زید اگر توبہ تجدید ایمان و نکاح کر لے فبہا ورنہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے حتی کہ اس کے والدین، بھائی، بہن تمام رشتہ داروں پر حتی کہ اس کی بیوی پر بھی کہ اس سے بالکلیہ قطع تعلق کر لیں۔ اگر اسی حال میں مر جائے تو نہ اس کو غسل دیں، نہ کفن، مردار کی طرح گھسیٹ کر کسی گڑھے میں پھینک دیں اور مٹی میں دبا دیں تا کہ اس کی لاش کے تعفن سے ایذا نہ ہو ہرگز ہرگز نماز جنازہ نہ پڑھیں، اس کی نماز جنازہ پڑھنی سخت حرام منجر الی الکفر ہے۔ ماں باپ بھائی بہن کسی رشتہ دار یا کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اس سے ذرّہ برابر محبت کرے۔ جو محبت کرے گا، گنہگار مستحق نار ہوگا۔ ارشاد ہے:

”فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ “(۱)　　یاد آنے پر کسی ظالم کے پاس مت بیٹھو۔

اور فرمایا:

[۱] قرآن مجید، سورۃ الانعام، آیت:۶۸۔پ:۷۔

"وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ"(۱)

ان میں سے کسی کی قبر پر کبھی کھڑے نہ ہو اور نہ ان کی نماز پڑھو۔

اور فرمایا:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ "(۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

درمختار میں ہے:

"اما المرتد فیلقیٰ فی حفرۃ کالکلب."(۳)

اس کے تحت شامی میں ہے:

"ای ولا یغسل ولا یکفن ولا یرفع الی من انتقل الی دینھم."(۴)

جس نے یہ کہا کہ جو اس مرتد دہریہ سے اس کے ماں، باپ یا رشتہ دار اگر پہلے جیسی محبت کریں گے تو وہ کافر ہو جائیں۔ اس نے غلط کہا اسے دھوکہ ہوا۔ ایسے لوگوں سے اگر ان کے کفریات کی وجہ سے کوئی محبت کرے گا تو وہ ضرور کافر ہوگا۔ یہ حقیقت میں کفر سے محبت ہوئی، اور کفر کو پسند کرنا ہوا اور اگر اس کے کفر و گمراہی سے بیزار ہوں اور رشتہ وغیرہ کی وجہ سے محبت کریں تو گنہگار رہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا قرآن پاک کی بعض آیت کو دوسری آیت سے کاٹ دیا گیا ہے؟

مسئولہ: شیخ علاء الدین ۴۷۰ ر مہاتما گاندھی روڈ چڑیل بازار، پوسٹ وتھانہ بج بج ضلع جنوبی پرگنہ بنگال

۲۵ ر ذوقعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کی بعض آیت دوسری آیت سے کاٹ دی گئی ہے تو کیا قرآن کی آیت سے آیت کاٹ دیا گیا ہے؟

الجواب

یہ کہنا کہ قرآن کی بعض آیت سے دوسری آیت کو کاٹ دیا گیا ہے یہ قرآن مجید کی بے ادبی ہے کہنے والے

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ التوبۃ، آیت: ۸٤۔پ: ۱۰۔

[۲] قرآن مجید، سورۃ المجادلۃ، آیت: ۲۲۔ پ: ۲۸۔

[۳] در مختار، ج: ۳، ص: ۱۳٤، کتاب الصلوٰۃ / باب صلاۃ الجنازۃ، مطبع ذکریا۔

[٤] رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۳٤، کتاب الصلوٰۃ / باب صلاۃ الجنازۃ، مطبع ذکریا۔

پر اس قول سے توبہ فرض ہے۔ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اللہ عزوجل کا کلام اور اس کی صفت قدیمہ ہے۔ کٹتی وہ چیز ہے جو حادث ہو۔ اللہ عزوجل عالم نما جاہلوں کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مسلموں کو قرآن مجید دینے کا حکم

مسئولہ: سکریٹری انجمن بارہ پورہ، دیوان گنج پھولپور الہ آباد (یو. پی.) - ۱۲ر جمادی الاول ۱۴۱۲ھ

مسئلہ مکرم و محترم سلام و رحمت بد ہدیۂ سلام رحمت کے عرض ہے کہ میرے یہاں جماعت اسلامی ہند کا ایک بہت ہی سرگرم رکن ڈاکٹر سراج الدین اور اسی جماعت سے متاثر کئی لوگ ہیں۔ جن کا شیوہ بھولے بھالے مسلمانوں یا دین سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے تبلیغ کرنا ہے۔ اور انھیں کے بیچ بہت سے غیر مسلم بھی بیٹھتے ہیں جن کو ہم لوگ ہندو کہتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہندوؤں میں بھی دین کی تبلیغ کرتے ہیں اور ان ہندوؤں کو دینی کتب ہندی میں یہاں تک کہ کلام اللہ بھی پڑھنے کو دیتے ہیں۔ جس پر تقریباً اسی فیصد لوگوں کو اعتراض ہے اور جماعت اسلامی کے ممبروں یا اس سے متاثر افراد سے کہتے ہیں کہ یہ نہایت ہی غلط طریقہ ہے۔ کیوں کہ ہندو یا کہ غیر مسلم عام طور سے پاک نہیں ہوتا۔ بھلے ہی روز نہاتا ہو لیکن اسے طریقہ غسل معلوم نہیں ہے۔ اس لیے نہانے کے بعد بھی پاک نہیں ہوتا، انھیں قرآن پاک پڑھنے کے لیے دینا گناہ ہی نہیں بلکہ گناہِ عظیم ہے اور یوں بھی کہ کلام اللہ کی حرمت جتنا ایک مسلمان کرے گا ایک غیر مسلم سے توقع بھی نہیں کی جا سکتی مگر چند نام نہاد لوگ اس بات کو ماننے کو تیار نہیں اوپر سے طرح طرح کی دلیلیں پیش کرتے اور اپنے اس فعل کو صحیح ثابت کرتے ہیں۔ لہذا میں آپ سے دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ آپ شرعی لحاظ سے اسی کے متعلق فتویٰ دیں کہ آیا ان غیر مسلموں کو کلام اللہ پڑھنے کے لیے دینا کیسا ہے؟ دینا چاہیے یا نہیں؟ کلام پاک کو ان غیر مسلموں کو دینا گناہ ہے۔ یا ثواب جو بھی ہو آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی جواب دے کر انجمن کے سبھی ممبروں کو ممنون و مشکور بنائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

نوٹ: - آپس میں میل جول کی وجہ سے یہ ہندو لوگ کلام پاک پڑھنے کے لیے طلب بھی کرتے ہیں۔ لہذا آپ برائے کرم تفصیل سے جواب دینے کی زحمت کریں کہ انھیں کتاب دینا کیسا ہے؟

الجواب

ہندو یا غیر مسلم کو قرآن مجید دینا جائز نہیں خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

”لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ.“(۱) اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔

---

[۱] قرآن مجید، پارہ: ۲۷، سورۃ الواقعۃ، آیت: ۷۹۔

کفار و مشرکین نجس ہیں یہ خود قرآن مجید نے فرمایا:

"اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ."[1] مشرکین نجس ہیں۔

غیر مسلم تو غیر مسلم جو مسلمان ایسا ہو جس پر غسل واجب ہو یا بے وضو ہو اسے بھی قرآن مجید کا چھونا جائز نہیں، اگر وہ قرآن مجید پڑھنے کے لیے مانگتے ہیں تو ان سے صاف کہہ دینا چاہیے کہ تم کو ہم نہیں دے سکتے، ہم پڑھتے ہیں تم سن لو یا پھر اس کا اہتمام کیا جائے کہ بغیر عربی متن کے صرف ترجمہ چھپوا دیا جائے وہ ان کو دید یا جائے۔ مودودیوں کو دین سے کوئی غرض نہیں ہوتی وہ صرف شو بازی کرتے ہیں، ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جو دین سے ناواقف ہیں وہ یہ سمجھیں یہ بڑے دین کے خیر خواہ ہیں۔ اسی قبیل سے یہ بھی ہے ورنہ مودودی خود داڑھیاں منڈاتے ہیں یا کتروا کر ایک مشت سے کم رکھتے ہیں۔ زکوۃ کے پیسے وصول کر کے جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ تبلیغ کے لیے قرآن مجید دینا کیا ضروری، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے کسی غیر مسلم کو قرآن مجید نہیں دیا۔ البتہ پڑھ کر سنایا، اسلام کی خوبیاں بیان کیں یہی تبلیغ کا اصل ذریعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مورتیوں کے جشن میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا

مسئولہ: امتیاز احمد، جلالی پور، بنارس-۸؍ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ

مسئلہ غیر مسلموں کے دھارمک جلسہ مورتی کا جشن منایا جا رہا ہو ان کے دھارمک گیت پڑھے جا رہے ہوں جس میں بتوں کی تعریف ہو ایسے جلسوں میں شریک ہونا اور اس میں تلاوت قرآن کریم کرنا کیسا ہے؟ تلاوت کرنے والے کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اس کو کسی مسلم تنظیم کا عہدہ دار بنانا جائز ہے یا نہیں؟ مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے، مدلل جواب عنایت فرمائیں، ہم مسلمانوں پر کرم ہوگا۔

الجواب

جہاں کہیں مورتی رکھی ہو اور وہاں مشرکانہ اشلوک پڑھے جاتے ہوں، جسے سائل گیت گانے سے تعبیر کیا ہے۔ وہ جگہ مندر کے حکم میں ہے۔ وہ جگہ مجمع شیاطین اور لعنت ہے۔ وہاں جانا حرام و گناہ ہے، اور وہاں قرآن مجید پڑھنا سخت گناہ۔ ایسا شخص بدترین فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی جائیں سب کو دوبارہ پڑھنا واجب، ایسے شخص کو کسی دینی ادارے کا عہدہ دار یا ممبر بنانا حرام۔ اور اگر پہلے سے ہو تو اسے علیحدہ کر دینا واجب۔ درمختار میں ہے:"و ینزع وجوباً لوا لواقف فغیرہ اولیٰ غیر مامون او

---

[1] قرآن مجید، پارہ: ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت: ۲۸۔

عاجزاً او ظهر به فسق."[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی بزرگ کے نام پر بھیک مانگنا کیسا ہے؟
ڈھول یا جھانجھ پر قرآن پڑھنا کیسا ہے؟

مسئولہ: حافظ محمد یٰسین، کرلا ممبئی نمبر ۷۰-۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲/۸/۲۷ء

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ کسی کے نام پر بھیک مانگنا وہ بھی ڈھول اور جھانجھ دار دف کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ ہندوستان کی ایک برادری جسے دفالی کہتے ہیں وہ حضرت سالار مسعود غازی کے نام پر بھیک مانگنا جائز سمجھتے ہیں اور اپنے کو مسعودی لکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو دیکھا گیا کہ قرآن کی کچھ آیتیں اور سورتیں ڈھول اور دف پر پڑھتے ہیں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو لوگ ڈھول یا جھانجھ پر قرآن مجید پڑھتے ہیں ان پر توبہ اور تجدید ایمان اور اگر بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ کسی بزرگ کے نام پر بھیک نہیں مانگنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد شریف الحق امجدی، رضوی دار الافتا، بریلی شریف

گاندھی جینتی کے موقع پر قرآن پڑھنے والے کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

ہمارے یہاں گاندھی جینتی کے موقع پر ہر مذہب کے ذمہ داروں کو سرکاری طور پر بلایا جاتا ہے اور مساجد کے اماموں کو مدعو کیا جاتا ہے سبھی لوگ اپنے اپنے مذہب کی کتاب پڑھتے ہیں امام صاحبان بھی قرآنِ پاک کی تلاوت گاندھی کے پتلے کے پاس مجبوراً پڑھتے ہیں اس لئے کہ نہ پڑھیں تو مسجد کمیٹی والے امامت سے ہٹا دیں گے ایسی صورت میں امام حضرات کیا کریں۔

الجواب

جو امام گاندھی کی مورتی کے پاس جا کر قرآن مجید پڑھتے ہیں وہ بدترین فاسق ہیں انھیں اپنا امام بنانا گناہ ان کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دوہرانا واجب کسی بھی مورتی کے پاس قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں اور گاندھی جیسے مسلم دشمن کی مورتی کے پاس قرآن مجید پڑھنا حرام ہونے کے ساتھ بے غیرتی بھی ہے جو ائمۂ مساجد اس

[1] در مختار، ج:٦، ص: ٥٧٨، کتاب الوقف، مطبع ذکریا۔

کے مرتکب ہوئے وہ علانیہ توبہ کریں ورنہ مسلمان ان کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھیں رہ گیا یہ عذر لنگ کہ اگر گاندھی کی مورتی کے پاس قرآن مجید پڑھنے نہ جائیں گے تو مسجد کمیٹی والے نکال دیں گے ناقابلِ مسموع ہے کمیٹی والے نکال دیں نکال دیں رزاق کمیٹی والے نہیں اللہ عزوجل ہے جو ارکان مساجد ایسے بے غیرت ہوں اور بے باک کہ ایک حرام کام کے لئے اماموں کو مجبور کریں وہ اس لائق نہیں کہ انھیں مسجد کمیٹی کا ممبر رکھا جائے۔

تمام مسلمانوں پر بقدر وسعت واجب ہے کہ ایسے خدا نا ترس بے غیرت کمیٹی والوں کو مسجد کمیٹی سے نکال باہر کریں یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ایسے لوگوں کو مسجد کمیٹی میں رکھا جائے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

کفار کے کارخانے میں تلاوت کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: مولوی محمد خلیل الرحمٰن، نیاز احمد گلشن نگر، گاندھی واڑی، عمرگاؤں، بلساڑ، گجرات-۲۶ر محرم ۱۴۱۹ھ

مسئلہ غیر مسلم کی فیکٹریوں میں قرآن کریم کی تلاوت کے جائز اور ناجائز ہونے کے سلسلے میں دو عالم خالد اور بکر بحث کر رہے تھے۔ خالد ناجائز ہونے پر دلیل پیش کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کافر کی فیکٹری میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا اس کو گناہ پر مدد دینا ہے۔ اس لیے کہ جہاں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے وہاں اللہ کی رحمت ونعمت نازل ہوتی ہے، اس لیے یہ حرام ہے۔ جیسا کہ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا: ''وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط۔''[1] جب کہ بکر کا کہنا تھا کہ کافر کے یہاں قرآن کریم کی تلاوت تبلیغ قرآن واسلام کی نیت سے جائز اور درست ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ نے مرأۃ المناجیح جلد سوم باب آداب تلاوت ص: ۲۶۷ میں (حدیث) **عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال نھیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یسافر بالقراٰن الی ارض العدو متفق علیہ.** کے تحت اخیر میں یہ تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ لہٰذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن کریم کا فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیات کا لکھنا یا اسے قرآن سنانا یہ سب جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے۔ اب رہا یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت سے ان کے یہاں اللہ کی رحمت ونعمت نازل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم کی تلاوت حرام ہو جائے گی۔ یہ کوئی نقلی یا عقلی بات نہیں ہے۔ اس لیے کہ متعدد قرآنی آیات و احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اللہ کی رحمت عامہ سے کفار بلکہ ابوجہل، ابولہب، فرعون و ہامان جیسا کافر بھی مستحق و مستفیض ہو رہا ہے۔ اس طرح کی علمی بحث کرتے ہوئے جب خالد سے کوئی جواب نہیں بنا تو اس نے جھنجھلا کر بکر سے کہا کہ تم مرتد ہو گئے واضح ہو کہ یہ سب باتیں کھلے عام عوام کے بیچ میں ہو رہی تھیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کفار کی فیکٹری میں جائز ہے یا ناجائز؟ بکر کو مرتد کہنے والا خالد کیا اپنے

[1] قرآن مجید، پارہ: ۷، سورۃ مائدۃ، آیت: ۲۔

قول کی روشنی میں خود مرتد نہیں ہو گیا؟ اس مدت میں اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ کسی مفتی کے دارالافتا میں خفیہ طریقہ سے توبہ کر لیتا ہے تو کیا وہ توبہ عندالشرع مقبول ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

غیر مسلم کی فیکٹری میں بنیت عبادت تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بحث کے دوران خالد اور بکر دونوں بہکے، خالد نے اسے ناجائز کہا یہ اس کی غلطی تھی اور بکر نے جو کہا کہ اللہ کی رحمت عامہ سے کفار بلکہ ابوجہل، ابولہب اور ہامان بھی مستحق و مستفیض ہو رہے ہیں۔ بکر بتائے کہ کس آیت اور کس حدیث سے ثابت ہے کہ یہ کفار آج بھی اللہ کی رحمت سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ حیات ظاہری میں تو یہ کہنا ایک طرح ٹھیک ہے مگر مرنے کے بعد کوئی کافر اللہ کی کسی نعمت یا رحمت کا کوئی حصہ نہیں پائے گا۔ قرآن میں ہے:

”لا خلاق لهم في الآخرة.“[1]　　آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

بکر پر اس جملہ سے توبہ فرض ہے اور تجدید ایمان و نکاح بھی۔

بکر کے شبہ کا اصل جواب یہ ہے کہ اس سے پوچھا جائے کہ کافر کی فیکٹری میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور نماز پڑھتے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے یا نہیں۔ اللہ کی رحمت خاصہ جو ذکر و عبادت سے نازل ہوتی ہے یا کسی خاص مقام پر نازل ہوتی ہے۔ اس سے حصہ صرف ذاکر مسلمان پاتا ہے، کافروں کو حصہ نہیں ملتا۔ بیت المقدس میں یہودی گھومتے پھرتے ہیں انھیں ان رحمتوں سے کیا حصہ ہے، جو بیت المقدس میں ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہے۔ وہابی، رافضی، حرمین طیبین جاتے ہیں اپنے طور پر حج کرتے ہیں۔ انھیں ان رحمتوں سے کیا تعلق جو متبرک مقامات پر اور حجاج پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ سب جانے دیجیے ہماری بد قسمتی سے حرمین طیبین پر نجدی قابض ہیں وہ اس میں گھسے پڑے ہیں، مگر جب ان کے اندر ایمان نہیں تو انھیں ان رحمتوں سے کیا واسطہ جو رات دن وہاں برستی رہتی ہیں۔

اسی طرح خالد نے بکر کو مرتد کہا اس کی بھی دو شق ہے اگر خالد نے اس بنا پر بکر کو مرتد کہا کہ بکر غیر مسلم کی فیکٹری میں تلاوت کرنے کو جائز کہتا ہے تو خود کافر ہو گیا۔ حدیث میں ہے: ”فقد باء بها احدهما.“[2] ہاں اگر شدت غضب میں گالی کے طور پر کہا تو کافر نہیں فاسق ضرور ہوا، جیسا کہ گزرا۔ دونوں صورتوں میں خالد پر فرض ہے کہ توبہ بھی کرے اور بکر سے معافی مانگے۔ اور پہلی صورت میں تجدید ایمان و نکاح بھی کرے اور اگر خالد نے بکر کو اس بنا پر مرتد کہا کہ اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ قارون، ابوجہل وغیرہ اللہ کی رحمت سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں تو خالد نے ایک حد تک ٹھیک کہا، اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ جملہ اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے کفر ہے اور جمہور فقہا ایسا جملہ کہنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ بہر حال مسئلہ نازک ہے اسے کسی ماہر مفتی سے فیصل کرایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] مسلم شریف کتاب الایمان/ باب بیان خال ایمان من قال لأخیه المسلم یا کافر، ص:۵۷، ج:۱۔

[2] الصحیح للبخاري ج:۱، ص:۳، باب کیف بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عقائد
متعلقہ ملائکہ

نبی اور رسول کی تعریف

رسل بشر کی جو تعریف کی جاتی ہے کیا وہی تعریف رسل ملائکہ کی بھی ہے؟

مسئولہ: محمد ادریس، صفی عالم، خطیب ہیل باورلی مسجد ناسک-۲۰ر رجب ۱۳۹۹ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے ملت اسلامیہ مسئلہ ذیل سے متعلق۔

(۱) رسل بشر کی جو تعریف ہے بعینہٖ وہی تعریف رسل ملائکہ کی بھی ہے یا نہیں اگر دونوں کی تعریف ایک ہی ہے تو رسل ملائکہ کون سی شریعت جدیدہ لے کر اور کس قوم کے لیے اور کہاں مبعوث ہوئے؟

(۲) ہر رسول کے لیے نبی ہونا لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازمی ہے تو کیا رسل ملائکہ بھی نبی ہیں اس صورت میں ان کے لیے قدیم شریعت کی اقتدا بھی لازم آتی ہے یا نہیں۔ ان دونوں سوالوں کا جواب مفصل طور پر عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب

نبی اور رسول کے بارے میں علما کے تین اقوال ہیں۔ دونوں مرادف ہیں۔ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔ مطلقاً نبی اور رسول میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ جو لوگ تساوی کے قائل ہیں وہ نبی کی یہ تعریف کرتے ہیں، جس کی جانب وحی کی جائے، اور وحی سے مراد شرعی ہے لغوی نہیں، اور جو لوگ عام خاص مطلق مانتے ہیں وہ رسول کی تعریف میں کتاب اور بعض شرع جدید کی قید لگاتے ہیں۔ اور نبی کو انسان کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور جو عموم خصوص مطلق مانتے ہیں۔ وہ نبی کی تعریف یہ کرتے ہیں وہ بشر جس کی جانب وحی کی گئی ہو اور رسول وہ ہے جو مامور بالتبلیغ ہو عام اس سے کہ بشر ہو یا نہ ہو۔ اس تقدیر پر ملائکہ میں جو رسول ہیں وہ شرعی معنی کے لحاظ سے ہیں۔ اسی کو **المعتقد المنتقد** میں راجح فرمایا: البتہ بہار شریعت کے مطالعہ سے ایک قول کا اور پتہ چلا۔ بہار شریعت میں فرمایا: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔ اس سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ رسول عام ہے اور نبی خاص۔ لیکن مجھے کہیں اس کی تفصیل نہیں ملی۔ ویسے اس کو تیسرے قول کی طرف راجع کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ کہنا کہ صدیق اکبر جبرئیل امین سے افضل ہیں کفر ہے۔ رسل ملائکہ کا عام انسانوں سے افضل ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔

مسئولہ: جناب ڈاکٹر محمد مستقیم انصاری گلزار پور، پوسٹ سوندھو، ضلع ویشالی (بہار)۔ ۱۴/ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

جو حضرات حضرت جبرئیل امیں علیہ السلام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل مانتے اور بتاتے ہیں وہ حضرات عند اللہ کافر ہیں کہ نہیں؟ اگر ہیں تو کیوں؟

الجواب

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ:

”رسل البشر افضل من رسل الملائكة و رسل الملائكة افضل من عامة البشر و عامة البشر افضل من عامة الملائكة اما تفضيل رسل الملائكة على عامة البشر فبالاجماع بل بالضرورة.“[1]

حضرت جبرئیل امین رسل ملائکہ میں سے ہیں اور اس عبارت میں عامہ بشر سے مراد ہر انسان ہیں۔ انبیاے کرام کے علاوہ۔ اگر چہ وہ صحابی ہو جب رسل ملائکہ کا عامۂ بشر سے افضل ہونا ضروریات دین سے ہے۔

اور جبرئیل امین رسل ملائکہ میں سے ہیں تو یہ کہنا کہ حضرت صدیق اکبر جبرئیل امین سے افضل ہیں کفر ہوا۔ اس لیے کہ ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت جبرئیل وصدیق اکبر میں کون افضل؟ رسل بشر، رسل ملائکہ سے افضل ہیں؟ رسل ملائکہ عام انسانوں سے افضل ہیں؟

مسئولہ: شاہ عبد الحکیم قادری غفرلہ سرگپّہ ضلع بلاری، کرناٹک۔ ۱۰/محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت جبرئیل علیہ السلام؟

الجواب

اہل سنت کے اجماعی عقیدے کے مطابق حضرت جبرئیل، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں۔

[۱] شرح العقائد، ص: ۱٦٦، رسل البشر أفضل من رسل الملئكة. مجلس بركات۔

عقیدہ یہ ہے کہ رسل بشر، رسل ملائکہ سے افضل اور رسل ملائکہ عام انسانوں سے افضل۔ عقائد نسفی میں ہے: ”ورسل الملائکة افضل من عامة البشر.“[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرشتوں کی توہین کفر ہے۔

یہ کہنا جبرئیل واسرافیل میرے خوف سے تھراتے ہیں کفر ہے

مسئولہ: محمد حشمت رضا باڑا مہوربا، پریہار، ضلع سیتامڑھی (بہار) -۱۲/ جمادی الآخرہ

 زید سنی بریلوی عالم ومفتی ہیں جس کا علی الاعلان کہنا ہے کہ میں جبرئیل واسرافیل کا بھی خلیفہ ہوں۔ میرے خوف سے وہ بھی تھراتے ہیں جب تک میں ہوں وہ صور نہیں پھونک سکتے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا دعویٰ درست ہے؟ جب کہ دیگر علما اس دعوے کے خلاف ہیں۔ باعتبار شرع مفصل بیان فرما کر فتنے سے قوم کو بچائیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زید کے یہ دونوں جملے کہ میرے خوف سے وہ بھی تھراتے ہیں اور جب تک میں ہوں وہ صور نہیں پھونک سکتے کفریہ ہیں۔ پہلے جملے میں دونوں فرشتے علیہما السلام کی شان میں توہین اور گستاخی ہے اور ملائکہ کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ”**قال ابو ذر الاستخفاف بالملک کفر.**“[2] اور دوسرے جملے میں: ”**ان الحکم الا للّٰہ.**“ کے خلاف اپنا حکم جاری کرنا ہے اور حکم خدا کے بالمقابل اپنا حکم جاری کرنا حکم خدا کا انکار ہے جو کفر ہے۔ ملائکہ وہی کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہے۔ حکم خدا کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاً زید ان جملوں کی وجہ سے کافر خارج از اسلام ہوگیا۔ اگر بیوی والا ہے تو بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے اس پر فرض ہے کہ ان جملوں سے توبہ کرکے تجدید ایمان ونکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرشتے داڑھی والے ہیں یا نہیں؟

مسئولہ: محمد نعیم شیخ قادری نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ، شہدا پورہ، سانگھڑ سندھ (پاکستان)

 فرشتے داڑھی والے ہیں یا نہیں؟

---

[1] شرح العقائد، ص: ١٦٦، رسل البشر أفضل من رسل الملئكة. مجلس بركات۔

[2] عالم گیری، ج:٢، ص:٢٨٣.

الجواب

فرشتوں کا جسم انسان کے جسم سے علیحدہ ہے ان کے جسم نورانی ہیں ان کی شکلیں کیا ہیں کہیں نظر سے نہیں گزرا، البتہ انھیں یہ قدرت ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کرلیں۔ داڑھی والے انسان کی بھی شکل اختیار کرسکتے ہیں۔ مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ان کی ملکوتی شکل میں دیکھا ان کے چھ سو بازو تھے ان سے موتی اور یاقوت جھڑ رہے تھے، اتنے عظیم تھے کہ آسمان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیلے ہوئے تھے اور متعدد احادیث میں وارد ہے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام عموماً حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں حاضر ہوتے تھے ہم اس کے مکلّف نہیں کہ یہ بھی ایمان رکھیں کہ فرشتوں کی کیا شکل ہے انھیں داڑھی ہے یا نہیں، اس لیے اس کے کرید میں رہنا مناسب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرشتے ہماری شریعت کے مکلّف نہیں۔

مسئولہ: محمد احسان الحق، دار العلوم اہل سنت انوار ملت، چھتر پارہ، بلرامپور (یو. پی.)-۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

 ملائکہ شرعی احکام کے مکلّف ہیں یا نہیں اگر ہیں تو انسانوں کی طرح یا کچھ فرق ہے؟

الجواب

ملائکہ ہماری شریعت کے مکلّف نہیں، لیکن وہ مکلّف ہیں اللہ عزوجل نے انھیں جس کام میں لگا دیا ہے اس میں وہ مشغول ہیں۔

عقائد

متعلقہ جنات وشیاطین

جنات ہماری شریعت کے مکلّف نہیں، جنوں میں کوئی نبی و رسل نہیں ہوا، ملائکہ و جنات جنت میں جائیں گے یا نہیں؟

مسئولہ: محمد احسان الحق، دارالعلوم اہل سنت انوار ملت، چھترپارہ، بلرامپور (یو. پی.)-۲۶ر ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ① جن شرعی احکام کے مکلّف ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو انسانوں کی طرح یا کچھ فرق ہے؟ نیز جنات کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور جنیہ سے انسان کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

② جنوں کی آبادی زمین کے اندر ہے یا اوپر اگر اندر ہے تو کس زمین پر ہے زید کہتا ہے کہ زمین کے دوسرے طبقے پر ہے کیا یہ بات درست ہے؟

③ جنوں میں نبی اور رسول ہوتے ہیں یا نہیں؟

④ کیا جنات انسان کی طرح کھاتے پیتے ہیں یا نہیں، اگر کھاتے پیتے ہیں تو غلہ وغیرہ کہاں سے لاتے ہیں، انسانوں کی کھیتوں یا گھروں سے چوری کر کے یا انسانوں کے غلوں میں ان کا مقرر ہے۔ نیز حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ جنوں کی خوراک ہڈی اور گوبر ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟

⑤ ملائکہ اور جنات جنت میں جائیں گے یا نہیں راجح قول کیا ہے؟ جواب کتب معتبرہ سے دیں۔

الجواب

① جن ہماری شریعت کے مکلّف ہیں مجھے کہیں یہ نہیں ملا کہ جن کچھ احکام میں انسانوں سے مستثنیٰ ہوں اس لیے وہ انسانوں ہی کی طرح مکلّف مانے جائیں گے۔ اور جن کی امامت صحیح ہے جب کہ انسانی شکل میں آکر امامت کرے۔ درمختار میں ہے: "و تصح امامة الجنّی اشباه."[1] اس کے تحت شامی میں ہے: "او جاء ها علی صورة اٰدمی كذافی الحلية و كذا يقال فی امامة الجنّی."[2] جن نر یا مادہ سے انسان مرد یا عورت کا نکاح صحیح نہیں۔ شامی میں ہے: "فی الاشباه عن السراجية لا تجوز المناكحة بين بنی آدم و الجن و انسان الماء."[3]

② اس بارے میں کوئی تصریح نہیں۔ البتہ زمین کے اوپر بھی بکثرت جنات رہتے ہیں زمین کے نیچے رہتے ہیں یا نہیں یہ معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] در مختار كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص: ٢٩٠، ج: ٢، لبنان۔

[2] در مختار كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص: ٢٩٠، ج: ٢، لبنان۔

[3] ص: ٦١، ج: ٤، كتاب النكاح، دارالكتب العلمية لبنان۔

③ جنوں میں کوئی نبی ورسول نہیں ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے، نبی ہونے کے لیے بشر ہونا شرط ہے۔رسول انسان کے علاوہ ملائکہ بھی ہیں۔جنوں میں کوئی رسول نہیں ہوا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

④ جن کھاتے پیتے ہیں،خوراک کہاں سے لاتے ہیں معلوم نہیں اور حدیث میں جو فرمایا کہ ہڈی اور گوبر جنوں کی خوراک ہے اس کی تفصیل دوسری حدیثوں میں یہ ہے کہ جس ہڈی کو وہ لیتے ہیں اس پر گوشت آجاتا ہے اور گوبر کے بجائے دانا ہو جاتا ہے۔ پوری تفصیل کے لیے نزہۃ القاری شرح بخاری جلد ثانی کا مطالعہ کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑤ جنات کے بارے میں الملفوظ حصہ چہارم پر ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ جنت کے آس پاس مکانوں میں رہیں گے۔ جنت میں سیر کو آیا کریں گے۔جنت تو جاگیر ہے آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی۔ان کی اولاد میں تقسیم ہوگی۔جن ملائکہ کی جنت میں ڈیوٹی ہے وہ جنت میں جائیں گے،رہیں گے۔یہ بھی بطور جزا نہیں۔بقیہ فرشتے جنت میں جائیں گے کہ نہیں کہاں رہیں گے کچھ معلوم نہیں،اور نہ اس کے جاننے کے ہم مکلّف اور نہ اس سلسلے میں کچھ اعتقاد رکھنا فرض۔اس لیے اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔علما نے ایسے سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے۔جن پر اعتقاد رکھنا ضروری نہیں اور نہ جن پر عمل کرنے کے ہم مامور ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا جن مختلف صورت اختیار کر سکتے ہیں؟ کیا جن کسی پر سوار ہو سکتے ہیں؟ مدینہ کے بعض جن مسلمان ہو چکے تھے۔

مسئولہ: غلام رسول رضوی، محلّہ پورہ خواجہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.)-۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ جن اپنی شکل وصورت بدل سکتے ہیں یا نہیں اور انسان کے اوپر سوار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کسی انسان نے جن کو دیکھا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو اتنی قدرت نہیں دی ہے کہ وہ اپنی شکل وصورت تبدیل کر سکیں،اور نہ آج تک کسی نے جن کو دیکھا ہے،اور نہ وہ کسی کے اوپر سوار ہو سکتے ہیں۔عرصہ سے زید عوام کو اس مسئلہ میں الجھائے ہوئے ہے۔ برائے کرم جواب قرآن کا قرآن سے حدیث کا حدیث سے،اقوال کا اقوال سے،بحوالہ مفصل ومدلل ارشاد فرمائیں،عین کرم ہوگا۔

الجواب

اس سوال کا جواب آپ کو پہلے بھی دے چکا ہوں ، مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ ایک ہی سوال بار بار دوں۔وہ بھی سوال کا جواب کتاب سے لکھوں۔احادیث سے ثابت ہے کہ جنوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا،اور دین کی تعلیم حاصل کی۔حضور نے انھیں دیکھا۔اتنا تو احادیث سے ثابت ہے۔تفسیر

صاوی میں ہے:"الجن اجسام نارية هوائية لها قدرة على التشكلات بالصور الشريفة والخسيسة."[1] مسلم میں ہے کہ: ایک جوان غزوۂ خندک میں تھے وہ روز آنہ دوپہر بعد اجازت لے کر اپنے گھر جاتے تھے ایک دن وہ اجازت لے کر جانے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہتھیار لے لو، بنی قریظہ کہیں تم کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ یہ جوان ہتھیار لے کر گھر پہنچے تو دیکھا کہ ان کی زوجہ جو ابھی دلہن تھیں دروازہ کے درمیان کھڑی ہیں۔ انھیں غیرت آئی اور چاہا کہ انھیں تیزی سے مار دیں۔ ان کی دلہن نے کہا نیزہ روک لو گھر کے اندر جاؤ تو تمھیں معلوم ہوگا کہ میں کیوں باہر نکلی ہوں۔

یہ جوان جب گھر کے اندر گئے تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ بستر پر کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ انھوں نے نیزے میں سانپ کو پرولیا اور بیچ گھر میں اسے رکھ کر نیزہ اسے چبھو دیا۔ سانپ ان پر تڑپا۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ پہلے سانپ مرا یا پہلے جوان مرا، ہم نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قصہ گوش گزار کیا تو حضور نے فرمایا ان گھروں میں کچھ بسنے والے ہیں۔ جب انھیں دیکھو تو تین بار انھیں خبردار کرو۔ اگر چلا جائے تو بہتر ہے، ورنہ اسے قتل کردو۔ مدینے میں کچھ ایسے جن ہیں جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ حدیث کے اصلی الفاظ یہ ہیں:"ان لهذه البيوت عوامر."[2] اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:"اراد بعوامر البيت سكانها من الجن أي انها جنّيا تتشكل بشكل الحيات."[3] اس سے ظاہر ہو گیا کہ جنوں کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ سانپ کی شکل اختیار کرلیں۔ جنوں کے سوار ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ گھوڑے سوار ہونے والے کی طرح سوار ہوتا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ انسان کے حواس کو بے کار کر کے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔ اتنا قرآن مجید سے ثابت ہے، سورۂ بقرہ میں ہے:"اَلَّذِيْنَ يَاكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَايَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ."[4] سود خور قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا جیسے وہ اٹھتا ہے جسے شیطان نے مخبوط الحواس بنا دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان انسان کے حواس کو بے کار کر دیتا ہے۔ اور شیطان سرکش جن کو کہتے ہیں۔ صاوی میں ہے:"ان المتمرد منهم يسمى شيطانا."[5] اسی حدیث کے اخیر میں ہے:"فان بدأ لكم فاقتلوه فانما هو شيطان." اگر تین بار خبردار کرنے کے بعد بھی دکھائی دے تو اسے قتل کر ڈالو اس لیے کہ یہ شیطان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] حاشیة الصاوی علیٰ تفسیر الجلالین، ج:٤، ص:٢٥٣، مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
[2] مشکوٰۃ، ص:٣٦٠.
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:٨، ص:١٣٧.
[4] قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت:٢٧٥۔
[5] حاشیة الصاوی علیٰ تفسیر الجلالین، ج:٤، ص:٢٥٣، مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

شیطان سرکش جنوں کو کہتے ہیں؟

مسئولہ: محمد اسرائیل اردو مکتب، فرصت پور، پوسٹ فرصت پور، ضلع سارن، چھپرہ (بہار)
۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ یہ بتایا جائے کہ شیطان کہاں سے پیدا ہوتے ہیں، کیا وہی تو نہیں جو کہ جادو سے مرجاتے ہیں۔ جو لوگوں کو پکڑ کر پریشان کرتے ہیں۔ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

شیطان سرکش جنوں کو کہتے ہیں ان میں نر و مادہ ہوتے ہیں ان کی شادیاں ہوتی ہیں۔ ان کی اولاد ہوتی ہیں۔ جو مسلمان جادو سے مرتا ہے وہ شہید ہے وہ شیطان کیوں ہونے لگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیاطین کس جنس سے ہیں؟ جنات غیب نہیں جانتے۔

مسئولہ: محمد اسرائیل اردو مکتب، فرصت پور، پوسٹ فرصت پور، ضلع سارن، چھپرہ (بہار)-۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ شیطان کس جنس سے ہیں کہ اگر کسی کو پکڑتے ہیں تو ہونے والے یا کرنے والے کام کو وہ سمجھاتے ہیں اور ہمارے دلوں کی باتوں کو بتانا شروع کر دیتے ہیں۔ تو یہ بتایا جائے کہ اس کو کیا کہیں گے؟ کیوں کہ نبی کے سوا کوئی غیب کی باتوں کو نہیں بتا سکتا ہے۔ جواب عنایت فرمائیں

الجواب

شیطان جنوں سے ہیں یہ صحیح ہے کہ شیاطین اور اجنہ غیب نہیں جانتے اور جسے لوگ دل کی بات بتانا کہتے ہیں وہ حقیقت میں قرائن اور انسان کے حالات کے پیش نظر اٹکل پچو سے بتاتا ہے۔ جو اکثر غلط بھی ہوتا ہے۔ اور غیب کی باتیں صاحب کشف اولیاے کرام بھی جانتے ہیں اور بتاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انتقال کے بعد ہمزاد قید کر دیا جاتا ہے یا آزاد کر دیا جاتا ہے؟

مسئولہ: محمد طیب علی رضوی، موضع چھپا بازار، پوسٹ سمرا، چندولی، گورکھپور-۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ (۱) جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہمزاد بھی پیدا کرتا ہے۔ آیا اس کے انتقال کے بعد وہ ہمزاد قید کر دیا جاتا ہے یا آزاد کر دیا جاتا ہے؟

(۲) مومن اور کافر دونوں کے ہمزاد ہوتے ہیں تو قید اور آزاد کے بارے میں ان دونوں کا ایک ہی حکم ہے یا

الگ الگ مفصل اور حوالے کے ساتھ تحریر فرمائیں، کرم ہوگا۔

الجواب

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الملفوظ حصہ سوم ص: ۳۰/ پر فرمایا مسلمان کا ہمزاد مقید کرلیا جاتا ہے۔ اور کافر کا بھوت ہوجاتا ہے۔ (یعنی وہ آزاد رہتا ہے۔) جب لوگ دنیا میں بھیجے جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ کراماً کاتبین اور شیاطین ہوتے ہیں۔ انتہیٰ۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کافر ہو یا مسلمان سب کے ساتھ ہمزاد ہوتے ہیں۔ مرنے کے بعد مسلمان کا ہمزاد قید کرلیا جاتا ہے اور کافر کا آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ کہاں سے لیا ہے معلوم نہیں۔ اور یہ عقیدہ فرائض یا واجبات میں سے نہیں۔ کفر و ایمان فرائض و واجبات بتانے ہی سے فرصت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دیو، پری جنوں کی قسم سے ہیں؟

مسئولہ: محمد امیر الحسن، یتیم خانہ کرنیل گنج، ضلع گونڈی (یو. پی.)-۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام و مفتیان عظام مسائل ذیل میں جن اور جنات نیز دیو، پری اور خبیث میں کیا فرق ہے؟ زید نے ان پانچوں کے بارے میں بڑی بحث کی اور کہا کہ کافی فرق ہے۔ خبیث کی اس طرح توضیح کی کہ حافظ مولوی وغیرہ جب ناپاکی میں انتقال کرجاتے ہیں تو وہ خبیث بن جاتے ہیں۔

الجواب

یہ زید کی خباثت نفس ہے کہ اس نے وہ کہا۔ خبیث انسانوں کا ہمزاد ہے جو لوگ بدکردار ہوتے ہیں ان کا ہمزاد ان کے مرنے کے بعد لوگوں کو ستاتا ہے اس کو عرف میں خبیث کہتے ہیں۔ جن اور جنات ایک ہی چیز ہیں۔ جنوں ہی کی ایک قسم کو دیو کہتے ہیں۔ جنوں کی عورتوں کو پری کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

روح جب علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے تو مردہ کیسے سنتا ہے؟ جسم جب ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے تو قیامت کے دن کیسے اٹھے گا؟

مسئولہ: محمد رشید، سنتان پریس بیکری سیٹ جان باب ٹسٹ روڈ باندرہ، ممبئی-۲۱/ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

مسئلہ ❶ جب علیین و سجین میں روحیں چلی جاتی ہیں پھر صاحب قبر کیسے سنتے اور دیکھتے ہیں؟ کوئی خبیث یا بھوت ہوجاتا ہے؟ وہ کیسے ایک دوسرے پر سوار ہوجاتا ہے؟ جب کہ اس کی روح سجین میں ہوتی ہے، اگر کوئی مرتا ہے قتل سے یا شہید ہوکر آدھا دھڑ نہیں ہے یا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، آدھا جسم کا پتہ نہیں، آدھا فلاں جگہ

دفن کیا گیا، آدھا فلاں جگہ دفن کیا گیا جب کہ ایک لاش کی دو قبریں ہو گئیں پھر قیامت کے روز کیسے اٹھیں گے، کیا ایک آدمی کی لاش دونوں قبروں سے اٹھیں گی؟

۲　اگر دریا میں مچھلی نگل گئی، پیٹ میں گل گیا پھر قیامت کے دن کیسے اٹھایا جائے گا جب کہ اس کی لاش کا نام ونشان مٹ گیا؟

الجواب

۱　جن کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں ان کی روحوں کا تعلق ان کے جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ اعلیٰ علیین میں مومنوں کی روحوں کے رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ وہاں مقید ہیں بلکہ اعلیٰ علیین ان کا مسکن ہے جہاں چاہیں جا آسکتی ہیں۔ بدن کے ساتھ ان کا تعلق رہتے رہتے ایسا باقی رہتا ہے کہ قبر پر آنے والے کو پہچانتی ہیں، ان کی باتیں سنتی ہیں۔ تفصیل کے لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ حیات الممات کا مطالعہ کریں، پھر نزہۃ القاری جلد رابع کا۔ جن کی ارواح خبیثہ سجین وغیرہ میں رہتی ہیں وہ وہاں مقید رہتی ہیں وہ کہیں جا نہیں سکتی ہیں مگر ان کا بھی تعلق قبر یا مرگھٹ سے اتنا باقی رہتا ہے کہ قبر یا مرگھٹ پر آنے والے کو پہچانتی ہیں اور ان کی آوازیں بھی سنتی ہیں، اور یہ جو بعض مرنے والے خبیث ہو جاتے ہیں یہ ان کا ہمزاد شیطان ہے جو آزاد رہتا ہے۔ انسان کے اعضا جہاں جہاں دفن ہیں وہاں وہاں سے قیامت کے دن اتنے اعضا قبر سے اٹھیں گے پورا جسم نہیں اٹھے گا۔ پھر سب اجزا اکٹھے ہو کر اس شخص کا سراپا بحکم خداوندی بنے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲　آپ کا یہ اعتراض مچھلی ہی کے ساتھ کیوں ہے قبر میں بھی مردہ سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے، ہڈیاں بھی گل سڑ کر مٹی ہو جاتی ہیں تو قبر سے کیسے اٹھے گا۔ علاوہ ازیں پہلی بار صور پھونکنے پر تمام عالم اور عالم میں جو کچھ ہے سب بالکلیہ فنا ہو جائے گا، پھر دوبارہ عالم کیسے پیدا کیا جائے گا؟ جس قادر مطلق نے عدم سے وجود بخشا وہی دوبارہ ان کو اسی ہیئت پر پیدا فرمائے گا کیفیت کیا ہوگی نہ ہم جانتے ہیں نہ بتا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کفار کے بچے مومن ہیں یا کافر؟

مسئولہ: عزیز الرحمٰن، گاؤں بڑسرا، بازار والی مسجد، غازی پور - ۲۸ر نومبر ۱۹۹۲ء

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کافر کے لڑکے کو یعنی بچہ کو کیا کہیں گے؟ کافر کہنا کیسا ہے، سات سال سے پہلے؟

الجواب

اگران کے ماں باپ کافر ہیں تو کافر کہا جائے گا، اور اگران دونوں میں ایک مسلمان ہے تو مسلمان۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنات وموکلات کو قابو میں کرنا کیسا ہے؟

مسئولہ: محمد رشید سنتان پریس بیکری سینٹ جان باب ٹیٹ روڈ باندرہ، ممبئی -۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
جنّات وموکلات کو اپنے قابو میں کرنا شرک ہے یا نہیں؟

الجواب

شرک نہیں بلکہ جائز ومباح ہے اور تمام امت میں رائج معمول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جن جنت میں جائیں گے یا نہیں؟

مسئولہ: جلال الدین نوری، دارالعلوم قادریہ سمرقندیہ، رحم گنج، دربھنگہ (بہار)

مسئلہ جن جنت میں جائے گا یا نہیں؟ مولانا احمد یار خاں اپنی کتاب انوار القرآن میں لکھتے ہیں کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ کیوں کہ اس کے پاس عقل نہیں۔ بہار شریعت میں ہے جن ذی عقل ہے۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟

الجواب

جن جنت میں نہیں جائیں گے۔ جنت حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہے۔ ان کی اولاد کو ملے گی۔ صحیح یہی ہے کہ جن کو عقل ہوتی ہے، اسی بنا پر وہ مکلّف ہیں۔ جنت میں جانا نہ جانا عقل ہونے نہ ہونے پر موقوف نہیں۔ بلکہ یہ محض عطیہ ربانی ہے جسے چاہے عطا فرمائے، رہ گیا جنوں کا مکلّف ہونا وہ اس لیے نہیں کہ اس کے عوض جنت دی جائے گی۔ بلکہ اللہ عزوجل کے جو احسانات ان پر ہیں ان کے شکر کی ادائیگی کے لیے انھیں مکلف بنایا گیا۔ انسان بھی اس شکر کی ادائیگی کے لیے مکلّف ہے اللہ عزوجل کا فضل خاص ہے کہ مومنین کو بطور انعام جنت بھی عطا فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فہرست

فتاویٰ شارحِ بخاری

عقائد متعلقہ ذات وصفاتِ الٰہی

عقائد متعلقہ نبوت

عقائد متعلقہ قرآن حکیم

عقائد متعلقہ ملائکہ

عقائد متعلقہ جنات وشیاطین

تمت